OSMANIA UNIVERSITY

تاریخ اسلام

سلسلۂ نصابیاتِ علمیہ جامعۂ عثمانیہ

تاریخِ اسلام

جلد اوّل

از عہد رسالتؐ تا بہ عہد فاروقیؓ

تالیف

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی

سنہ ۱۳۴۳ھ م سنہ ۱۳۳۴ ف م سنہ ۱۹۲۵ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

تاریخ اسلام جلد اوّل

باب اول

مُلکِ عرب، اس کی وضع حالت، اور تاریخ جاہلیت

پہلی فصل صفحہ ۱ تا ۸

دوسری فصل صفحہ ۹ تا ۲۰

عرب کے رہنے والے اور ان کی قدیم تاریخ

تیسری فصل صفحہ ۲۱ تا ۳۰

آل اسمعیل ظہور اسلام سے پہلے

باب دوم

حالات حضرت خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والثنا

پہلی فصل صفحہ ۳۱ تا ۴۴

ولادت سے ہجرت تک

دوسری فصل صفحہ ۴۵ تا ۵۷

ورود مدینہ سے آخر سنہ ۳ھ تک

تیسری فصل صفحہ ۵۸ تا ۷۰

آغاز ۵ھ سے صلح حدیبیہ تک

چوتھی فصل صفحہ ۷۱ تا ۸۲

صلح حدیبیہ کے بعد سے سریہ موتہ تک

پانچویں فصل صفحہ ۸۲ تا ۹۶

سریہ ذات السلاسل سے عمرۂ جعرانہ تک

چھٹی فصل صفحہ ۹۶ تا ۱۰۹

غزوۂ تبوک اور نبوت کی کامیابیاں

ساتویں فصل صفحہ ۱۱۰ تا ۱۲۰

حجۃ الوداع اور وفات

آٹھویں فصل صفحہ ۱۲۱ تا ۱۳۵

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی و تعلیم پر ایک نظر

باب سوم

عہد صدیق اکبر رضؓ

پہلی فصل صفحہ ۱۳۶ تا ۱۵۵

حضرت صدیق کی خلافت اور مرتدوں کی شورش

دوسری فصل صفحہ ۱۵۶ تا ۱۶۷

مدعیان نبوت اور مرتدوں کا استیصال

تیسری فصل صفحہ ۱۶۸ تا ۱۷۷

دیگر مدعیان نبوت اور مرتدوں کا استیصال

چوتھی فصل صفحہ ۱۷۸ تا ۱۸۸

جہاد و عراق و فارس

پانچویں فصل صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۹

وہی جہاد و عراق و فارس

چھٹی فصل صفحہ ۲۰۰ تا ۲۱۴

جہاد ملک شام اور وفات حضرت صدیق اکبرؓ

ساتویں فصل صفحہ ۲۱۵ تا ۲۲۸

حضرت صدیقؓ اور ان کے عہد پر ایک نظر

باب چہارم

خلافت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

پہلی فصل صفحہ ۲۲۹ تا ۲۴۲

جناب فاروق رضی اللہ عنہ کی بیعت اور فتح اردن و شام

دوسری فصل صفحہ ۲۴۳ تا ۲۵۰

جنگ یرموک

تیسری فصل صفحہ ۲۵۵ تا ۲۷۰

فتح انطاکیہ و حلب و بلاد فلسطین و بیت المقدس

چوتھی فصل صفحہ ۲۷۱ تا ۲۸۲

الجزیرہ پر حملہ۔ قحط حجاز۔ طاعون عمواس اور حالات شام تا آخر عہد فاروقی

پانچویں فصل صفحہ ۲۸۳ تا ۲۹۹

فتوحِ عراق

چھٹی فصل صفحہ ۳۰۰ تا ۳۱۷

ایک فیصلہ کن لڑائی کی تیاریاں

ساتویں فصل صفحہ ۳۱۸ تا ۳۳۰

یوم الارماث۔ یوم الاغواث اور یوم العماس

آٹھویں فصل صفحہ ۳۳۱ تا ۳۴۴

لیلۃ الہریر اور فتح قادسیہ وغیرہ

نویں فصل صفحہ ۲۴۵ تا ۲۵۵

دار السلطنت ساسانی پر قبضہ

دسویں فصل صفحہ ۲۵۶ تا ۲۶۷

فتح جلولا، موصل، تکریت، کوفے اور بصرے کا آباد ہونا

گیارہویں فصل صفحہ ۳۶۸ تا ۳۸۰

فتوح الجزیرہ و فارس اور مغیرہ بن شعبہ کا مقدمہ

بارہویں فصل صفحہ ۳۷۹ تا ۳۹۲

فتوح صوبۂ فارس و خوزستان اور ساری مملکت عجم پر فوج کشی

تیرہویں فصل صفحہ ۳۹۴ تا ۴۰۸

واقعہ نہاوند اور فتح ہمدان و دینور وغیرہ

چودھویں فصل صفحہ ۴۰۹ تا ۴۲۰

فتوح عجم و آذربائجان و گرجستان و کوہ قاف

پندرھویں فصل صفحہ ۴۲۱ تا ۴۳۱

کوفے اور بصرے کی رقابت اور تکمیل فتوح عجم

سولھویں فصل صفحہ ۴۳۲ تا ۴۴۲

فتوح فارس، کرمان، سیستان، مکران و کروستان وغیرہ

سترہویں فصل صفحہ ۴۴۳ تا ۴۵۶

فتوح مصر

اٹھارویں فصل صفحہ ۴۵۷ تا ۴۶۹

سارے ملک مصر اور ممالک برقہ اور طرابلس کی فتح

انیسویں فصل صفحہ ۴۷۰ تا ۴۸۰

شہادت حضرت فاروق اعظم رضؓ

بیسویں فصل صفحہ ۴۸۱ تا ۴۹۱

حضرت فاروق کی سیرت پر عام نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِہِ الْمَھْدِیِّیْنَ الْھَادِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ ؛

باب اول

ملکِ عرب، اُس کی وضع، حالت، اور تاریخ جاہلیت

پہلی فصل

عرب کی وضع قطع، اُس کا جغرافیہ، اور اُس کی امانت داریاں، مذہبوں اور تہذیبوں کا قدیم مرکز، اُن میں اختلاف اور خونریزیاں، مظلوموں کے لئے مامن، یہ مامن ارض عرب ہے، اُس کی قطع، حدود اربعہ، حد شمالی غیر متعین ہے، اہل جغرافیہ کی غلطی اِس غلطی کا ثبوت، شمالی عرب کے علاقے، دیگر صوبجات عرب، اندرونی ممالک، پہاڑ رقبہ، آبادی؛ ریگ رواں کا متلاطم سمندر، اُس میں سرسبز و شاداب خطے، صحرا نورد بدوی،

مذہبوں اور تہذیبوں کا قدیم مرکز،

ربع مسکون کا درمیانی حصہ یعنی وہ خطہ جو مشرقی حدود فارس سے شروع ہو کر مصر و روم تک پھیلتا چلا گیا ہے یہی دینوں اور مذہبوں کا پُرانا سرچشمہ ہے اور یہی دینوی تہذیب و ترقی کا پہلا گہوارہ، اسی خاک سے ابراہیم و موسیٰ اور مسیح علیہم السلام کے ایسے جلیل القدر پیمبر، اور زرتشت و مانی کے ایسے موجدان مذاہب پیدا ہوئے، اور یہیں مصریوں اشوریوں، ایرانیوں؛ یونانیوں اور رومیوں نے زبردست سلطنتیں قائم کیں، اسی سرزمین میں حنیفی، موسوی، عیسوی، صابئی، زرتشتی اور دیگر مذہب پیدا ہوئے، اور انکی شریعتیں مدون ہوئیں، اور اسی سواد میں بابلی؛ عجمی، مصری، یونانی اور رومی تہذیبوں اور تمدنوں کے آئین و قوانین وضع ہوئے، اور سچ یہ ہے کہ یہیں سے مذہب نکلا، یہیں سے فلسفہ نکلا، اور یہیں جہاں بانی و جہاں ستانی کے اصول مرتب ہوئے

اُن میں اختلاف اور خونریزیاں

مگر انھیں قدیم ترقیوں اور برکتوں نے قوموں اور مذہبوں میں اختلاف پیدا کیا، قومیں

قوموں سے اور مذہب مذہبوں سے لڑنے لگے، اور چند ہی روز میں یہ حالت ہوگئی کہ نہ کوئی مذہب کسی دوسرے مذہب کا روادار تھا اور نہ کوئی قوم کسی دوسری قوم کو ترقی کرتے دیکھ سکتی تھی، اور تہذیب وتمدن نے اسی ترقی یافتہ خطۂ زمین میں ایسی خوفناک بہیمیت پیدا کی کہ ایک دوسرے کو کھائے جاتا تھا اور کسی کو کہیں پناہ نہ ملتی تھی، کمزور فرقوں کے مظلوم ومایوس پیرو ادھر اُدھر بھاگے پھرتے تھے اور اِس آباد و متمدن دنیا میں کوئی اُنھیں پناہ دینے والا نہ تھا۔

مظلوموں کیلئے ایک مامن،

لیکن اُسی زمانے میں خدا نے شکستہ حال مظلوموں اور بیکس و بے بس مفروروں کی پناہ اور حفاظت وحمایت کے لئے اسی متمدن خطے کے پڑوس میں ایک ایسا مامن پیدا کر رکھا تھا، جہاں ہر غریب الوطن، مصیبت زدہ کے استقبال میں مہمان نوازوں کی آنکھیں بچھ جاتیں،

یہ مامن ملک عرب ہے،

یہ پُرانا ملجا و ماویٰ سرزمین عرب[1] ہے جسے قدرت نے تبرکات سلف اور دنیا کی اگلی امانتوں کا ایسا قدرتی محافظ خانہ اور عدیم المثال خزانہ بنا رکھا ہے کہ جو مصیبت زدہ اور قسمت کا ستایا مظلوم اِدھر نکل آیا نہایت ہی شفقت و مرحمت کے ساتھ مرحبا کہہ کے اُس کی نگہبانی کی گئی، اور اُس کے قدموں کی راہ میں بے خانماں صحرا نشینوں کی آنکھیں اور وفا کیش ابنائے بادیہ کی جانیں بچھ گئیں،

اُس کی قطع

غالبًا اس سرزمین کے ذمے محافظت و امانت داری کی خدمت سپرد ہونے ہی کی مناسبت سے خدا نے اُس کی صورت اور قطع ایک وسیع چوکھونٹی زنبیل کی سی بنائی ہے، جس کی شمال رویہ دہانے کا مشرقی سرا ایشیا کے متمدن ملکوں کے ہاتھ میں ہے، درمیانی حصہ دولت روم اور اس کی وساطت سے یورپ کے سامنے کھُلا ہوا ہے، اور مغربی سرا مصر سے وابستہ ہونیکے باعث سارے افریقہ کے سامنے کشادہ ہے، دہانے کے سوا اور سب طرف سے یہ زنبیل ساری کی ساری سمندر میں غرق رہا کرتی ہے تاکہ کسی طرف سے بھی کوئی قدرت کے اس قدیم تحویل خانے تک ہاتھ نہ پہونچا سکے،

حدود اربعہ

چنانچہ مشرق کی جانب خلیج ہائے فارس وعمان پہرہ دے رہی ہیں، جنوب کی پاسبانی بحر ہند کر رہا ہے، اور مغرب میں بحر قلزم دشمنوں کا راستہ روکے ہوئے ہے، جنوب و مغرب کے کونے سے افریقہ کا علاقہ سمالی لینڈ اس قدر قریب آگیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے براعظم ایشیا سے مصافحہ کرنے کے لئے براعظم افریقہ نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا ہے، لیکن یہاں بھی ایک خوفناک

---

[1] عرب کے معنی سامی زبانوں میں وشت وصحرا کے ہیں اور چونکہ عرب کا بڑا حصہ دشت وصحرا ہے، اس لئے تمام ملک کو صحرا کہنے لگے، ملاحظہ ہو سیرۃ النبی صفحہ ۶۷،

آبنائے حاجب ہے، جس کی وجہ سے عہد قدیم میں کسی کا افریقیہ سے عرب میں چلا آنا آسان نہ تھا، یہی مذکورہ سمندر سرزمین عرب کی مشرقی وجنوبی ومغربی سرحد قرار پاگئے ہیں،

حد شمالی غیر متعین ہے۔

مگر شمال کی جانب ارض عرب کی سرحد کا مقرر کرنا نہایت دشوار ہے، اس لئے کہ اگر جزیرہ نمائے سینا اور فلسطین وغیرہ اس میں شامل کر لئے جائیں جو فی الحقیقت اسی کے اجزا ہیں تو اس کی شمالی سرحد مشرقی ساحل بحیرۂ روم کے درمیان سے شروع ہو کر دمشق کے پاس سے گذرتی اور صحرائے شام کو اپنے اندر لیتی ہوئی موصل کے پاس دجلے کے کنارے پہونچے گی، پھر دجلے کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف آکے خلیج فارس پر ختم ہو جائے گی،

اہل جغرافیہ کی غلطی،

مگر جن جغرافیہ نویسوں نے جزیرہ نمائے سینا، ارض فلسطین اور عراق عرب کو عرب سے زبردستی چھین لیا ہے وہ شمالی سرحد کے خط کو خلیج عقبہ کے بالائی سرے سے شروع کر کے ارض فلسطین کو چھوڑنے اور صحرائے شام کے شامل کرنے کے لئے بصرائے شام کے مشرق میں ایک دائرے کی وضع سے گھمائے ہوئے بصرے کے قریب خلیج فارس اور شط العرب کے دہانے پر لا کے ختم کر دیتے ہیں،

اس غلطی کا ثبوت،

مگر یہ غلطی ہے اس لئے کہ قدیم الایام میں ان سب ملکوں میں ایک ہی قوم رہتی تھی جو مذہب ومعاشرت کے یکساں ہونے کے علاوہ ایک ہی زبان بولتی تھی، یہ قوم سامی کہلاتی تھی، اس لئے کہ یہ سب سام بن نوحؑ کی اولاد میں تھے اور کنعانی فنیقی، اشوری، بابلی، نبطی، اور عرب سب اسی قوم کے اجزا تھے اور اسی قوم کی زبان کی شاخیں سریانی، عبرانی، کنعانی، فنیقی اور عربی ہیں، بلکہ کیا عجب کہ آئندہ تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ ان تمام سامی زبانوں کی ماں اور قدیم واصلی زبان عربی ہی تھی،

شمالی عرب کے علاقے،

شمالی عرب میں اگلے دنوں ثمود اور مدین قومیں آباد تھیں، جن کا تذکرہ توراۃ میں موجود ہے، مگر ظہور اسلام کے وقت اس علاقے میں مغرب کی جانب بنی غسان کا مسکن تھا، جو مشرقی سلطنت روم کے اطاعت کیش دوست تھے اور مشرق میں فرماں روایان حیرہ یعنی نعمان بن منذر کے خاندان کی قلمرو تھی جنھوں نے تاجداران آل ساسان سے عہد وفا باندھ رکھا تھا،

دیگر صوبجات عرب،

بنی غسان کی سرزمین کے بعد مغرب میں بحر قلزم کے کنارے کنارے حجاز کا علاقہ چلا گیا ہے، جس کے اندر ساحل سے تھوڑی دور مشرق کی طرف ہٹ کر پہلے وادی القریٰ ہے اس کے بعد دار الہجرت مدینہ جس متبرک بقعۂ زمین کے آغوش میں حضرت خاتم المرسلین آرام فرما رہے ہیں،

اس سے جنوب کی طرف اور آگے بڑھ کر مکہ معظمہ ہے جس کی خاک سے حضرت سرورِ عالم پیدا ہوئے تھے، مکہ سے بھی جنوب کی طرف بڑھئے تو صوبہ تہامہ کی سرزمین شروع ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ خطِ ساحل جنوب کی رُخ کو چھوڑ کر مشرق کی طرف پھر جاتا ہے، مشرق کی طرف آتے وقت خطِ ساحلی شمال کی جانب بھی چڑھتا رہتا ہے، یہاں جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی ومغربی کونے پر ارض یمن ہے، جو بڑی تاریخی سرزمین ہے، اور جابجا نہایت ہی سرسبز وشاداب ہے یہیں سبا وتبابعہ کی پُرشوکت سلطنتیں قائم تھیں اور یہیں کی ملکہ بلقیس حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوکے ایمان لائی تھی جس کا قصہ قرآن مجید کی سورۃ النمل میں موجود ہے، مشرق کی طرف تھوڑی دور بڑھ کے حضرموت کا علاقہ شروع ہوگیا ہے۔ یہاں تک کہ اس جزیرہ نما کا وہ مشرقی وجنوبی کونا آجاتا ہے۔ جہاں سے خطِ ساحلی مشرق کا رُخ چھوڑ کر شمال کی طرف پھر گیا ہے، اس گوشہ پر عمان کا علاقہ ہے، جس نے یہاں کے سمندر کو خلیج عمان کا نام دیا ہے، تھوڑی دور شمال کی طرف اور چڑھ کے بحرین کی سرزمین ہے اس سے اور اوپر چڑھ کے ہجر کا علاقہ ہے، جو مدت ہائے دراز تک قرامطہ کا منشا وماویٰ رہا، بحرین اور ہجر جس سمندر کے کنارے ہیں وہ خلیج فارس کہلاتا ہے، اس لئے کہ اس میں ساحل عرب کے مقابل ایران کا ساحل ہے، یہاں تک کہ خطِ ساحل شط العرب کے دہانے سے مل جاتا ہے، اسی شمالی کونے پر شہر حیرہ تھا اور آلِ نعمان کی قلمرو تھی،

اندرونی ممالک متذکرۂ بالا عرب کے ساحلی ممالک مشرق ومغرب وجنوب کے علاوہ جزیرہ نما کے درمیان وسیع وبلند سرزمین نجد ہے جو ہر جانب دور دور تک پھیلی ہوئی ہے، اگرچہ بظاہر یہ ایک لق ودق صحرائے عظیم ہے مگر اس کے اندرونی حالات سے باہر کی دنیا بہت کم واقف ہے اور جو سیاح اس میں سے ہوکے گذرے ہیں، کہتے ہیں کہ اس میں بعض مقامات ایسے سرسبز وشاداب ہیں کہ دنیا بھر کے شہروں سے زیادہ فرحت خیز، جاں فزا اور صحت بخش ہیں[1]،

پہاڑ جزیرہ نمائے عرب میں جابجا کوہستانی سلسلے ہیں، جن کی شمال اور جنوب دونوں حصوں میں کثرت ہے، مگر سب سے بڑا سلسلۂ کوہ جبل السراۃ ہے جو تقریباً پندرہ سو میل تک پھیلتا چلا گیا ہے اور شمالی سرحد فلسطین سے شروع ہوکر جنوبی ساحل بحر ہند تک جا پہونچا ہے،

---

[1] تمدن عرب، صفحہ ۲۲

رقبہ

عرب دنیا میں سب سے بڑا جزیرہ نما ہے، جس کا رقبہ دس لاکھ میل مربع زمین ہے[۱]، لیکن یہ سب قیاسی اندازے ہیں، اور صحیح نہیں ہو سکتے، اگر جزیرہ نمائے سینا ارض فلسطین، سارے صحرائے شام اور عراق عرب کو بھی ملک عرب میں شامل کر لیا جائے (جو از روئے حالت و حیثیت و تاریخ عرب ہی کے اجزا معلوم ہوتے ہیں) تو عرب کا رقبہ بدرجہا زیادہ بڑھ جائیگا،

آبادی

اسی طرح عرب کی آبادی بھی کبھی صحیح جانچ نہیں کی گئی، تھوڑی مدت پیشتر قیاس سے ایک کرور نفوس کا اندازہ کیا گیا تھا، مگر جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ آبادی کی تعداد اصل میں اس کی آدھی ہے، جس میں سے تقریباً دس لاکھ صحرانشیں بدوی ہیں[۲]،

ریگ رواں کا تلاطم سمندر،

لیکن جس امر میں عرب کو دیگر ممالک کے مقابل خصوصیت حاصل ہے، وہ اس کی زمین کی حالت و نوعیت ہے، یہی چیز ہے جو نہ اُس کی آبادی کو زیادہ بڑھنے دیتی ہے اور نہ بیرونی حملہ آوروں کو اس سرزمین میں قدم رکھنے دیتی ہے، ملک کیا ہے ریگ رواں کا قہار و متلاطم سمندر ہے جو شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے، جس میں نہ ندیاں ہیں نہ بڑے سایہ دار درخت، بالو کے بڑے بڑے تودے سمندر کی بلاخیز موجوں کی طرح باد صرصر کے جھونکوں سے چلتے پھرتے اور باہم لڑتے ٹکراتے رہتے ہیں، اس بالو کے سمندر میں خشکی کے جہازوں کے بیڑے یعنی اونٹوں کے قافلے جابجا نظر آجاتے ہیں، جن کو کبھی کبھی باد سموم کا طوفان اُسی طرح بالو میں غرق کر دیتا ہے، جس طرح پانی کے سمندر میں باد و بار ا

---

[۱] لانگ مینس جیاگرفیکل سیریز، کتاب سوم صفحہ (۳۲۹) گر اس بارے میں مختلف مصنفوں میں جو اختلاف نظر آتا ہے حیرت انگیز ہے، آنریبل جسٹس امیر علی اپنی کتاب "دی شارٹ ہسٹری آف سیرسینز" کے صفحہ ا میں عرب کا رقبہ فرانس کا دونا بتاتے ہیں، برخلاف اس کے مولانا شبلی نعمانی مرحوم "سیرۃ النبی" کے صفحہ (۱۶) میں کل رقبہ ۱۲۰۰۰۰۰ میل مربع اور اس کو فرانس کے رقبہ کا چوگنا فرماتے ہیں، اس کے بھی خلاف "تمدن عرب" کے صفحہ (۲۱) میں سیولبان نے عرب کا رقبہ ۱۸۶۶۰۰ مربع میل اور اُس کو فرانس کا چھ گونا بتایا ہے، معلوم ہوتا ہے کتابت کی غلطی سے تمدن عرب میں میلوں کی تعداد کے اول میں ایک (۱) چھوٹ گیا ہے اس صورت میں ان کے نزدیک عرب کا کل رقبہ ۱۱۸۶۶۰۰ ہو جاتا ہے اور فرانس کا کل رقبہ جغرافیہ میں ۲۰۶۰۰۰ بتایا گیا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو سیولبان کا بیان زیادہ صحیح ماننا پڑے گا۔

[۲] تمدن عرب، صفحہ ۲۲،

کا طوفان بحری جہازوں کو ڈبو کے تہ آب میں پہونچا دیا کرتا ہے،

اس میں سرسبز شاداب خطے، مگر جس طرح پانی کے سمندر میں جابجا خوش سواد ٹاپو ملتے ہیں اُسی طرح اُس ریگ رواں کے ناپیداکنار سمندر میں بھی جزیروں کے مانند سرسبز و شاداب خطے مل جاتے ہیں، جو اپنی حیات بخشی و نزہت میں عدیم المثال ہیں، ایسے فرحت بخش خطے یمن اور نجد میں زیادہ ہیں خصوصًا نجد کی نسبت تو زیادہ تر یہ خیال ہے کہ اس میں آباد و شاداب حصے بہت زیادہ ہیں، چنانچہ اندازہ کیا گیا ہے کہ اس سرزمین کا نصف حصہ شاداب اور نصف صحرائی ہے، کہا جاتا ہے کہ عرب میں بعض خطے جو رقبے میں یورپ کے بڑے اور معتبر ممالک سے کم نہیں ایسے موجود ہیں، جن کی زمین نہایت سیر حاصل ہے، مثلاً خطہ یمن و خطہ نجد، جن کی آب و ہوا بقول پالگریو ساری دنیا کی آب و ہوا سے بہتر ہے[1]۔

صحرانورد بدوی، لیکن ان شاداب خطوں کے سوا سارا ملک صحرائے لق و دق ہے جس میں خانہ بدوش بدوی پانی اور روئیدگی کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں، جہاں کوئی چشمہ یا تالاب مل جاتا ہے رہ پڑتے ہیں، اور جب تک پانی رہتا ہے وہ بھی اونٹوں کے بالوں کی چھولداریاں تانے پڑے رہتے ہیں، مگر جہاں پانی ختم ہوا دوسرے چشمے یا چقر کی تلاش میں دشت نوردی اختیار کرلی، اسی وجہ سے اُن کی تفرج گاہیں اور اُن کی شاعری و عشق بازی کے مرکز تالابوں کے کنارے یا چشموں کے سوتے ہیں، جہاں پانی کے لئے دور دور کے قبیلوں کے مردوں اور عورتوں کا اکثر میلا سا لگا رہتا ہے اور ایسے ہی مقامات جہاں کوئی پائدار کنواں یا مستقل چشمہ مل گیا ہے مختلف لوگوں کے رہ پڑنے سے گانوں بن گئے ہیں، اور جہاں ایسے دو چار کنوئیں نکل آئے ہیں، وہاں اچھے خاصے شہر آباد ہو گئے ہیں،

ہم بتا چکے ہیں کہ قدرت نے اس سرزمین کو امانت داری کے لئے مخصوص کیا ہے، لہذا اور باتوں کی طرف توجہ کرنے سے پہلے ہم یہ بتاتے ہیں کہ کون کون و دیعتیں اس کے آغوش میں دی گئیں اور اُن کو اس نے کس طرح رکھا،

حضرت اسماعیل، پہلی امانت حضرت ابراہیم کے بڑے فرزند جناب اسماعیل تھے، جو ۲۳۸۱ سنہ قبل ولادت محمدی

---

[1] تمدن عرب صفحہ ۲۴ و ۲۵، پالگریو عرب کا مشہور یوروپین سیاح ہے جس نے ۱۲۹۱؁ محمدی (۱۸۶۲؁) میں نجد کا سفر کیا تھا اور دو جلدوں میں حالات سفر لکھے ہیں۔

(۱۹۱۰ قبل مسیح) میں پیدا[ع] ہوئے اور حضرت خلیل اللہ نے اُن کو اور اُن کی والدۂ ماجدہ ہاجرہ کو اس سرزمین کے آغوش میں دیا اور اس کی امانت داری پر بھروسہ کرکے ارض کنعان میں واپس چلے گئے۔

دین حنیفی، دوسری امانت بھی حضرت ابراہیم کی تھی، یہ اُن کا سچا دین حنیفی تھا جس کو کعبے کی تعمیر کے ساتھ ہی اُنھوں نے اس صحرائی سرزمین کے کنار عافیت میں دیا اور واپس گئے،

دین صابئی، تیسری امانت مذہب صابئی تھا، جو ایک زمانے میں بابل کا نہایت ہی اقبال مند قومی مذہب اور اُن کی تمام علوی و سفلی ترقیوں کا مرکز تھا، مذہب زرتشت کے مجاہد و فاتح سائرس نے ولادت محمدی سے ۱۱۱۹ برس پیشتر، (۵۴۸ قبل مسیح) بابل میں آگ لگا کر وہاں کے عالیشان معبدوں اور مندروں کو تباہ و مسمار[لہ] اور پیروان دین صابئی کا قتل عام کیا، اس وقت اس دین کو مہذب و متمدن دنیا میں کہیں پناہ نہ مل سکتی تھی، اس کے پیرو جدھر بھاگتے مارے جاتے، بجز ان چند صابئین کے جو اس صحرائی مامن اور اس دشت ناپیدا کنار میں نکل آئے اور ہر دشمن کی دست بُرد سے محفوظ ہو کر اس کے آغوش میں اطمینان و فارغ البالی سے زندگی بسر کرنے لگے۔

یہود، چوتھی امانت بنی اسرائیل یا یہود تھے، جو پہلے فراعنہ اور اہل بابل کے حملوں اور ظلموں سے بھاگ کے اس مامن قدیم میں آئے اور اس کے بعد جب اشوریوں، بابلیوں، رومیوں اور مسیحیوں نے انکی زندگی دشوار کی تو اپنے خدا کے عطا کئے ہوئے وطن کو خیر باد کہہ کے عرب میں پناہ گزیں ہو گئے،

بعد کی امانتیں مسیحی فرقے، اس کے بعد کی امانتیں وہ مظلوم و فلک زدہ مسیحی فرقے تھے، جن کا مصر و روم میں ہر جگہ قلع و قمع ہو رہا تھا، اس لئے کہ مسیحی کونسلوں نے انکی نسبت بدینی کا فتویٰ جاری کیا تھا، ادھر تاجداران آلِ ساسان بھی انکو بیدریغ تہ تیغ کرتے یا کم سے کم اپنی قلمرو میں نہ گھسنے دیتے، ان میں سے مانوی تو وہ فرقہ تھا جس کے خون کے پیاسے مجوس و مسیحی دونوں تھے، ناصری، ابیونی، آرین، اور نسطوری وہ عیسائی فرقے تھے جو مسیحی دنیا میں کفر و الحاد کے فتووں کی بنا پر واجب القتل خیال کئے گئے تھے، ان سب مذہبوں اور فرقوں کو جب اس وقت کی مذکورۂ بالا مہذب و متمدن دنیا میں کہیں پناہ نہ ملی تو انھوں نے بھی امن پانیکی آرزو میں اسی دشت ناپیدا کنار میں قدم رکھا،

[ع] تبیین الکلام۔ پہلا تتمہ صفحہ ۱۱۔ والخطبات الاحمدیہ۔ مطبوعہ نولکشور پریس لاہور صفحہ ۱۴۱۔

[لہ] گبن صفحہ ۸۶۶،

اسلام سے پہلے مذاہب

عرب کی اس بے تعصبی و مہمان نوازی کی برکت تھی کہ طلوعِ نیرِ اسلام کے وقت یہاں دنیا کے اکثر قدیم مذہب موجود تھے، ملحد و بے دین تھے، جو ایک بے شعور نیچر اور دھر کے سوا کسی خالق کو نہ مانتے تھے، موحد تھے جو خدا کو مانتے مگر انبیا پر ایمان نہ لاتے، کواکب پرست تھے جو دنیا کے سارے نظام کو تاثیرات نجوم کا نتیجہ خیال کرتے، ان کی فرضی مورتیں بنا کر ان کو اور عناصر کو پوجتے اور صابی کہلاتے، مجوس تھے جو نظام عالم کو یزداں و اہرمن کی کشمکش سے وابستہ کر کے نور و نار کی پرستش کرتے تھے، مانوی تھے جو عقائد مجوس کو عیسویت میں ملا کے تصویر دار کتاب ارتنگ کو آسمانی و الہامی صحیفہ کی حیثیت سے پیش کر رہے تھے، یہود تھے جو سنگدل ظالموں کے دست ستم سے بچ کر یہاں آتے تھے اور اپنی اسی قدیم متعصبانہ شان اور ریاکاری کی آن بان پر قائم تھے، ان کے علاوہ عیسائی تھے جن کے اکثر مظلوم و مقہور فرقے دشمنوں کے جور سے بچنے کے لئے شمالی عرب میں مقیم ہو گئے تھے، اور بعد ازاں رومی مسیحیت بھی مختلف اطراف سے پہونچ گئی تھی اور متعدد معزز قبائل نے اس آخری نئے مذہب کو اختیار کرنا شروع کر دیا تھا۔

کعبے میں سب کے معبود موجود تھے،

ان اگلی پچھلی امانتوں کو آپ نے دیکھ لیا جن کی حفاظت اس سرزمین نے اپنے ذمے لی تھی اور یہ بھی نظر آ گیا کہ ان امانتوں کو سرزمین عرب نے کیسی خاطر داشت اور دلدہی کے ساتھ رکھا، اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل یعنی حجازی عربوں کے مورث اعلیٰ کا بنایا ہوا عبادت خانہ جب معبد توحید سے بتخانہ بن گیا تو اس میں ہر مذہب کی خاطر داشت کے لئے اکثر مروجہ مذاہب کے معبودوں کو بھی جگہ دے دی گئی، چنانچہ اس میں بت پرست عربوں کے بتوں کے علاوہ حضرت ابراہیم کے ماننے والوں کے لئے ان کی مورت، اصابئین کی دلدہی کے لئے ان کے معبود پیمبروں حضرات شیث و ادریس اور کواکب کی مورتیں اور مسیحیوں کے خوش کرنے کے واسطے جناب مریم و حضرت مسیح کے بت بھی لا کے رکھ دیئے گئے تھے[1] جس کے معنی یہ تھے کہ عرب ہر قوم اور ہر مذہب کے خیر مقدم کے لئے تیار تھا،

[1] گبن صفحہ ۸۶۶ و تمدن عرب صفحہ ۸۹،

دوسری فصل

عرب کے رہنے والے اور اُنکی قدیم تاریخ

تاریخ عرب کے ماخذ، کتب آسمانی، قدیم قومی روایات و اشعار، عرب کے قدیم کتبے، مصر، اشوریہ اور بابل کے کتبے، یونانی، رومی، ایرانی اور اسرائیلی تاریخیں طبقات عرب، عرب بائدہ، عرب عاربہ، عاد، عاد ثانیہ، ثمود، طسم و جدیس، اہل مدین، بنی لحیان، جرہم، مجہول الحال، امم بائدہ، عرب عاربہ، قحطان، یعرب بن قحطان، حضر موت، سبا، یمن کا قدیم طرز تمدن، ملک سبا کی دولتمندی، سد مآرب، سیل عرم، حمیر، حمیر کے دو دور، اُن پر حبشیوں کے حملے، ملوک تبابعہ، اُن کی عظمت و جہانگیری، یہ واقعات بے اصل نہیں ہیں، عرب مستعربہ، اسمٰعیل و ہاجرہ مکہ میں، واقعۂ قربانی، تعمیر کعبہ، حضرت ابراہیم کی وفات، وفات اسماعیل و ہاجرہ، یہود اور صابئی، مسیحی،

تاریخ عرب کے ماخذ، اسلام سے پیشتر کی کوئی مکمل تاریخ دنیا میں نہیں موجود ہے، مورخین کو جاہلیت عرب کے جو کچھ حالات معلوم ہو سکے اُن کے ماخذ حسب ذیل ہیں۔

کتب آسمانی، اول توراۃ، انجیل، اور قرآن مجید، کتاب عہد قدیم یعنی مجموعہ صحف سماوی سے نہایت ہی قدیم زمانے میں عرب تاجروں کی ارض کنعان و شام میں آمد و رفت، ملکۂ سبا کا بڑی شان و شوکت سے حضرت سلیمانؑ سے ملنے کو آنا اور اسی قسم کے بہت سے واقعات کا پتہ لگتا ہے، قرآن مجید نے بھی بہت سے ایسے واقعات بتائے ہیں جو اور کسی طرح نہ معلوم ہو سکتے تھے،

قدیم قومی روایات و اشعار، دوسرے اہل عرب کے قدیم قومی روایات و اشعار، ایسی روایتوں اور اشعار کے بر زبان یاد رکھنے اور عام مجمعوں کے سامنے پڑھنے اور سنانے کا عربوں میں بہت رواج تھا، اسی طرح ہر عربی نژاد کو اپنے نسب، بزرگوں کے حالات اور اپنی قوم کی لڑائیوں کے مفصل واقعات ازبر رہا کرتے تھے، اس قسم کے اشعار، واقعات اور ایام عرب یعنی جاہلیت کی لڑائیوں کے حالات کا بہت بڑا ذخیرہ، علمائے انساب کی کوششوں سے عہد اسلام کی پہلی تین چار صدیوں میں جمع ہو گیا، جس نے اسلام سے پیشتر کی کئی صدیوں کی حالت آئینہ کر دی۔

عرب کے قدیم کتبے،

تیسرے یمن اور دیگر تاریخی ممالک عرب میں قدیم الایام کے کتبے اور پرانی عمارتیں جو کثرت سے موجود ہیں، عرب کے کتبوں میں سے کچھ تو پڑھے گئے، اور بہتوں کا پڑھنا اور ان پر غور کرنا ابھی باقی ہے، یہ ایک ایسا قیمتی ذخیرہ ہے جس کے ذریعہ سے جاہلیت عرب کی تاریخ کے متعلق بہت سے انکشافات ہو چکے، اور یقین کیا جاتا ہے کہ ان سے زیادہ انکشافات ابھی باقی ہیں، ان کتبوں میں سے جس قدر پڑھے گئے ہیں ان سے تاریخ عرب کا ایک بڑا قابل قدر حصہ مدون ہو گیا ہے،

مصر، اشوریہ اور بابل کے کتبے،

چوتھے مصر، اشوریہ اور بابل میں بھی ایسے متعدد کتبے برآمد ہوئے ہیں، جن سے عرب کے بہت سے حکمرانوں، شاہزادوں، شاہزادیوں اور ان کی قوموں کے نام اور حالات معلوم ہو گئے ہیں، مثلاً یہ ہمیں مصر ہی کے کتبوں سے معلوم ہوا کہ کئی صدیوں تک تاج و تخت فراعنہ کے مالک اور مصر کے حکمراں عرب رہے تھے،

یونانی، رومی، ایرانی، اور اسرائیلی تاریخیں،

پانچویں یونانیوں، رومیوں، ایرانیوں اور بنی اسرائیل کی تاریخ، ان تاریخوں سے عربوں کو بہت سے ایسے امور معلوم ہو گئے جو خود انھیں نہیں معلوم تھے، مثلاً ایک عرب کا ترقی کر کے قیصر روم ہو جانا، یا ایران، عراق، شام فلسطین، مصر، اور یونان و روم کی سلطنتوں سے سرحدی قبائل و سلاطین عرب کے تعلقات، عرب کے متعلق یہ امر یقین کے درجے کو پہونچ گیا ہے کہ جس طرح باختر اور پامیر آریہ قوم کا قدیم مرکز اور اصلی وطن تھا، اسی طرح ملک عرب بنی سام کا اصلی نشیمن تھا، معلوم ہوتا ہے کہ سام بن نوح کی اولاد پہلے پہل اسی صحرائی زمین میں آ کے مقیم ہوئی پھلی پھولی، اور اسقدر بڑھی کہ حضرت سرور عالم سے ساڑھے تین ہزار سال پیشتر بنی سام کا ایک سیلاب سا جاری ہو گیا، اور وہ لوگ یہاں سے نکل نکل کر بابل، الجزیرہ نینوا، شام، کنعان اور مصر میں پھیل گئے، اور انھیں نے وہاں جا کے اگلی زبردست سلطنتیں قائم کیں، نظم و نسق مملکت کے آئین بنائے اور دنیا کو خدا پرستی و توحید کا سبق بھی انھیں سے ملا، [1]

طبقات عرب،

خود عربی محققین تاریخ اپنے ملک کی تاریخ کو تین طبقوں پر تقسیم کرتے ہیں، (۱) عرب بائدہ، (۲) عرب عاربہ، (۳) عرب مستعربہ،

عرب بائدہ،

بائدہ کے معنی، "ہلاک و فنا ہو جانے والے"، کے ہیں، لہذا عرب بائدہ سے سرزمین عرب میں رہنے والوں کی قدیم ترین قومیں مراد ہیں جو سب سے پہلے ملک عرب میں رہتی نظر آئیں اور

[1] ارض القرآن صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱، بحوالہ تاریخ بابل مصنفہ ولیم راجرس امریکن جلد ۱ صفحہ ۳۰۷،

اپنا دورہ ختم کرکے فنا ہوگئیں، مگر اس فنا ہونے سے فقط عرب میں فنا ہو جانا مراد ہے، دیگر ممالک میں جانے کے بعد اُن میں سے اکثر مدت ہائے دراز تک باقی رہیں،

اس طبقے والوں میں سے جن پہلی سامی قوموں کا حال ازمنۂ مابعد میں یاد رہ گیا ہے وہ عاد اولی، عاد ثانیہ، ثمود اولی، ثمود ثانیہ، جرہم طسم جدیس، بنی لحیان اور اہل معین وغیرہ ہیں، ان میں سے بعض کے آثار وعمارات بھی آج تک باقی ہیں، یہ سب لوگ یا تو اپنی بے اعتدالیوں اور سرکشیوں سے آپس میں لڑ بھڑ کر یا اپنے کفر وطغیان کی پاداش میں غضب الٰہی میں مبتلا ہوئے اور فنا ہوگئے،

عاد، ان میں سے عاد نہایت زبردست تھے، سارے عرب میں پھیلے ہوئے تھے، انھیں نے بابل ومصر میں جاکر وہاں کے نامور سلطنتیں قایم کیں، فنیقیہ اور قرطاجنہ میں پہونچ کر اپنا جاہ وجلال دکھایا،

عاد ثانیہ قوم عاد کے جو گروہ عرب میں باقی رہ گئے وہ اپنے کفر وطغیان اور حضرت ہودؑ کی پیروی نہ کرنے کے باعث مبتلائے عذاب ہوکر فنا ہوگئے۔ اور جو بچ رہے وہ عاد ثانیہ کہلائے، یہ بیدار خدا پرست اور شریعت ہود کے متبع تھے، اور انھیں کے نامور بادشاہ لقمان[ع] تھے، عاد ثانیہ کے علاوہ قدیم سامی قوموں میں طسم وجدیس اور اہل معین تھے، عاد ثانیہ کا مسکن حضر موت سے لیکر جزیرہ نمائے عرب کے مشرقی سواحل خلیج فارس کے کنارے کنارے عراق تک پھیلا ہوا تھا،

ثمود ثمود کا نشیمن ارض حجاز سے حدود سینا تک یعنے عرب کے مغربی سواحل بحر قلزم پر تھا، وادی القری کا شہر حجر اُن کا خاص مرکز تھا اور پہاڑوں کو کاٹ کے قلعے اور مکان بنانے میں یہ بڑا کمال رکھتے تھے، اُن کی عمارتیں آج تک باقی اور عبرت روزگار ہیں، حضرت صالحؑ کی مخالفت نے اُن کو تباہ کیا، اور جو حضرت صالح پر ایمان لائے اور تباہی سے بچ گئے ثمود ثانیہ کہلاتے ہیں۔

طسم وجدیس طسم وجدیس ملک یمامہ میں رہتے تھے اور اہل معین کی آبادی یمن میں سمندر کے کنارے سبا وحضر موت کے درمیان تھی۔

اہل معین، اہل معین کا زمانہ امم سامیہ اولی یا عرب بائدہ کے دور کے بعد تک تھا اور آخر میں یہ لوگ سلطنت سبا کے معاصر تھے جس کا شمار عرب عاربہ یعنے دوسرے طبقے والوں میں ہے،

بنی لحیان، جرہم، بنی لحیان یہ بھی جرہم کی ایک شاخ تھی، جو حدود شام پر پھیلی ہوئی تھی، جرہم حجاز میں

[ع] لقمان عاد ثانیہ کے بادشاہ ۲، کی مکمل بحث۔ ارض القرآن۔ جلد اول میں صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۱۔

پھیلے ہوئے تھے اور انھیں کے ہاتھ میں وہاں کی حکومت تھی، ان کے علاوہ امم سامیہ اولیٰ یا عرب بائدہ کی چند اور مجہول الحال قوموں کے نام بھی تاریخ میں موجود ہیں، جو یہ ہیں، عبیل، عبس، امیم، ارقم، اور اوبار۔

مجہول الحال امم بائدہ،

عرب عاربہ

عاربہ کے معنی "صحرائی" اور "بدوی" کے ہیں، اس طبقے کے عربوں کا آغاز غالباً بدویت اور دشت نوردی ہی سے ہوا ہوگا، مگر ترقی کے بعد ان میں بڑی بڑی متمدن قومیں پیدا ہوئیں، جنھوں نے زبردست سلطنتیں قائم کیں، یہ لوگ عرب بائدہ کے بعد پہلے پہل جنوبی عرب میں نمودار ہوئے یمن ان کا پہلا مرکز تھا، وہیں سے پھیل کر یہ دیگر ممالک عرب میں پہونچ گئے۔

قحطان،

یہ سب قحطان نام عہد عتیق کے ایک نامور شخص کی نسل سے تھے، جس کی نسبت مورخین کا بیان ہے کہ یہی شخص یمن کا پہلا بادشاہ ہے جس نے تاج پہنا،[1]

یہ قحطان وہی شخص ہے جو توراۃ میں یقطان کے نام سے یاد کیا گیا ہے اگر وہی ہے تو سام بن نوح کے پوتے کا بیٹا تھا،[2] اور سنہ ۲۰۰۵ قبل ولادت محمدی (سنہ ۲۲۳۴ قبل مسیح) میں ملک یمن پر حکومت کر رہا تھا۔

یعرب بن قحطان

توراۃ کے بیان کے مطابق قحطان کے تیرہ بیٹے تھے،[3] انھیں میں ایک یارح تھے، جن کو اہل عرب یعرب کہتے ہیں، اور تمام قبائل یمن انھیں کی جانب منسوب ہیں،

حضرموت

مگر جنوبی عرب ہی میں قحطان کے دوسرے بیٹے حضارموت کی نسل نے حضرموت کی سلطنت قایم کی، علم الآثار سے اس خاندان کے متعدد بادشاہوں کے نام بھی معلوم ہوگئے ہیں، جن کا لقب عبیل ہوا کرتا تھا، ان کا نظام حکمرانی یہ تھا کہ کوئی خاندان شاہی مقرر نہ تھا، ہر بادشاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد شرفائے قوم میں جو پہلا بچہ پیدا ہوتا ولی عہد مقرر ہو جاتا، ان میں دو بادشاہ صدوق ایل، اور معدیکرب نامور گزرے ہیں، یہ سلطنت سلطنت معین کی ہم عصر تھی، جس کا ذکر طبقہ اولیٰ کے عربوں میں آچکا، آخر میں یہ قوم سلطنت سبا کی ماتحت ہوگئی، یہ لوگ عموماً لڑائیوں سے برباد ہوگئے اور جو بچے قبیلۂ بنی کندہ میں منضم ہوگئے۔

[1] ابو الفدا، جلد ۱، صفحہ ۹۹،

[2] خطبات احمدیہ، خطبہ اول، صفحہ ۶۹،

[3] کتاب عہد قدیم، سفر تکوین، آیت ۱۰ و ۳۰،

سبا،

بنی قحطان کی سب سے زیادہ نامور سلطنت سبا کی تھی، سبا قحطون کا پوتا تھا، اس کا نام عبد شمس تھا، سبا لقب پڑ گیا تھا،

توراۃ میں سلطنت سبا کا ذکر حضرت داؤد کے عہد میں یعنے ولادت محمدیؐ سے سنہ ۱۶۰۱ برس پیشتر (سنہ ۱۰۲۰ قبل مسیح میں) ملتا ہے، اور اسی بنا پر مورخین کے نزدیک حضرت سرور عالم سے اٹھارہ سو برس پیشتر یعنی گیارہویں صدی قبل مسیح میں اس سلطنت کا آغاز ہوا، اور سنہ ۶۸۶ قبل محمدؐ (سنہ ۱۱۵ قبل مسیح) میں خاتمہ ہو گیا، اس حساب سے سلطنت سبا کا دور کل ۱۰۰۵ برس رہا-

اس مدت میں اس کے دو دور ہوئے، پہلے دور کا مرکز فرمان فرمائی شہر صرواح تھا، بادشاہ "مکارب سبا" (مذہبی بادشاہ) کہلاتے تھے، اور شہر کی نسبت سے خود بادشاہوں کا لقب بھی "صرواح" ہوا کرتا تھا، علم الآثار نے ان کے کل ۹ بادشاہوں کا پتہ لگایا ہے، ان کا زمانہ سنہ ۱۱۷۰ قبل محمد (سنہ ۶۰۰ قبل مسیح) سے شروع ہو کر سنہ ۱۱۲۱ قبل محمدؐ (سنہ ۵۵۱ قبل مسیح میں ختم ہو گیا)

دوسرے دور کا مرکز حکومت شہر مآرب تھا، اور بادشاہ "ملک سبا" کہلاتے تھے، اور محققین آثار قدیمہ کو اس دور کے ۱۷ ملوک سبا کے ناموں کا پتہ لگا ہے ان کا زمانہ سنہ ۱۱۲۱ قبل محمدؐ (سنہ ۵۵۰ قبل مسیح) سے شروع ہو کر سنہ ۶۸۶ قبل محمدؐ (سنہ ۱۱۵ قبل مسیح) پر ختم ہو گیا،

یمن کا قدیم طرز تمدن،

یمن کی آبادی اور وہاں کے تمدن کا خاص طریقہ تھا، ایک قلعہ ہوتا اس کے آس پاس اطراف میں گانوں ہوتے جو اس کے ماتحت رہتے، یہ قلعہ کا حلقہ "محفد" کہلاتا، اور قلعدار کا نام اس قلعہ کی نسبت سے "ذو" پر ہوتا، جیسے ذو ثعلبان ذو غمدان وغیرہ، ایسے بہت سے محفد مل کر ایک "مخلاف" کے تابع ہوتے جسکی حیثیت صوبے کی سی ہوتی، اس صوبے کے حاکم کا لقب "قیل" ہوتا جس کی جمع "اقیال" ہے، یمن کا یہ تمدنی نظام عہد اسلام تک قایم تھا، اس قسم کے تمام اقیال ایک بادشاہ کے زیر فرمان ہوتے، جو "مکارب سبا" یا "ملک سبا" کہلاتا،

وہاں مذکورہ ذوؤں، قیلوں اور ملوک میں اکثر لڑائیاں ہوا کرتیں غالب مغلوب کو ماتحت بنا لیتا اور جو "ذو" یا "قیل" زبردست ہوتا ملک بن جاتا،

یہ اسی سلطنت سبا کی برکتیں تھیں کہ ہیرودوطوس مورخ یونان نے یمن کے ملک کو ساری دنیا کے ملکوں سے زیادہ زرخیز بتایا ہے، وہ کہتا ہے مآرب میں بڑے بڑے عالیشان قصر تھے، جن کی محرابیں

[1] ارض القرآن جلد ا صفحات ۹۳ و ۲۴۸

سنہری تھیں، اور ان میں طلائی اور نقرئی ظروف اور سونے چاندی کے بیش بہا پلنگ موجود تھے شاہی قصروں کی چھتیں سونے، ہاتھی دانت اور بیش بہا موتیوں سے مرصع تھیں۔ یہ قصر و ایوان مصری ایوانوں سے ملتے جلتے تھے، مسعودی کا بیان ہے کہ مآرب کے علاقے میں ہر طرف خوبصورت عمارتیں، سایہ دار درخت، بڑی بڑی نہریں اور آبشار نظر آتے، ملک کی وسعت اتنی تھی کہ اس کے طول و عرض کو اچھا سوار مہینہ بھر میں طے کرتا، سارے ملک میں مسافر سائے کے نیچے نیچے گزرتے، اسلئے کہ راستوں پر دو رویہ درختوں کا سایہ تھا،

سد مآرب

شاہ سبا تبع امر نے سنہ ۱۳۷۰ قبل محمدؐ (سنہ ۸۰۰ قبل مسیح) میں سد مآرب تعمیر کی، جو "عرم" کہلائی[2]، اس لئے کہ اہل یمن دیوار کو عرم کہتے تھے، اس دیوار کے بنانے کا مقصد یہ تھا، کہ ایک بہت بڑی وادی کا راستہ روک کے ایک بڑا بھاری تالاب بنا دیا جائے۔ لہٰذا دو پہاڑوں کے درمیان میں یہ ڈیڑھ سو فٹ لمبی اور پچاس فٹ کے آثار کی پشتہ نما دیوار بنا کے کھڑی کر دی گئی جس میں اوپر نیچے کھڑکیاں تھیں جو حسب ضرورت کھولی اور بند کی جا سکتی تھیں، اس دیوار کے داہنے بائیں جانب دو بڑے بڑے دروازے تھے، جن سے پانی نکل کر دونوں طرف کے وسیع باغوں کو سیراب کرتا، ان باغوں میں کثرت سے میوہ جات تیار ہوتے تھے، اس دیوار اور تالاب کے ذریعہ سے کوسوں تک زمین سرسبز و شاداب اور بہترین زراعت کے قابل بنا دی گئی تھی، یہ بند یا دیوار حضرت رسالت کی ولادت سے تقریباً چھ سو برس پہلے ٹوٹ گئی، اور اتنا

سیل عرم

بڑا سیلاب آیا کہ ملک یمن کو طوفان نوح کا تماشا نظر آ گیا۔ سارا شاداب علاقہ اسی تالاب کی ترائی میں تھا، سب تباہ ہو گیا، اور تاریخ یمن کا یہ بڑا اہم واقعہ ہے، اس لئے کہ ان کی روایتوں کے مطابق اسی سیلاب نے ساری مملکت سبا کو تباہ کر دیا، اور بنی قحطان خانماں برباد ہو کر شمالی اور درمیانی ممالک عرب میں پھیل گئے[3]،

سبا کی قلمرو میں تین ملک تھے، حبش، یمن، اور بعض مقامات شمالی عرب، سیل عرم سے پہلے ہی سنہ ۶۸۵ قبل محمدؐ (سنہ ۱۱۵ قبل مسیح) میں سلطنت سبا کا یہ شیرازہ بکھر گیا، حبش پر وہاں کا

۱ ارض القرآن۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۵۴

۲ ارض القرآن۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۵۵

۳ اغانی جلد ۹ صفحہ ۵۹،

اکسومی خاندان متصرف ہوگیا، شمالی عرب میں بنی اسماعیل کا غلبہ ہوا، اور یمن میں نئی حمیری سلطنت قائم ہوئی۔

حمیر

ملوک حمیر بھی اپنے آپ کو "ملاک سبا" ہی کہتے تھے، اس لئے کہ یہ نسل یعرب بن قحطان ہی سے تھے، مگر اصل میں یہ لوگ "ذو" تھے اور ان کا مستقر قلعہ "ریدان" تھا، غلبہ پاکر سبا پر قابض ہوئے، اور اس وقت سے "ملک" بادشاہ کہے جانے لگے، چند روز میں یمن، نجد اور تہامہ کی بادشاہی بھی ان کی جانب منسوب ہوگئی، آخر سنہ ۴۶ قبل محمد (سنہ ۵۲۵ء) میں اس خاندان کے پچھلے حمیری بادشاہ ذونواس کو اکسومی حبشیوں سے شکست ہوئی، اور ولادت سرور عالم کے بعد تک یمن پر انہیں کا قبضہ رہا۔

حمیر کے دو دور

ان شاہان حمیر کے بھی دو طبقے تھے، مورخین عرب نے اس خاندان کے پہلے حکمران حمیر سے حارث رائش تک جو سب میں زیادہ نامور تھا۔ ۱۹ نام اور اس کے بعد ابرہہ ذو المنار سے ذو جدن تک ۲۰ نام کل ۳۶ نام بتائے ہیں، یہ تعداد نہایت مشتبہ ہے، مگر ان کے کتبوں سے جو نام ماہرین آثار قدیمہ نے نکالے ہیں، وہ زیادہ معتبر ہیں، ان میں طبقہ اول کے ۱۵ نام ہیں جنمیں پہلا ایلشرح یحضب ملک سبا و ذوریدان بن فرع ینہب ملک سبا ہے، اور پچھلا یاسر یونعم ملک سبا و ذوریدان ہے۔

طبقہ اول کے ان حمیری ملوک سبا کا زمانہ سنہ ۶۰۱ قبل محمد (سنہ ۳۰ قبل مسیح) سے شروع ہوکر سنہ ۲۹۱ قبل محمد (سنہ ۲۸۰ء) پر ختم ہوا ہے، اس خاندان کے پہلے فرماں روا الیشرح ہی کے زمانہ میں رومی گورنر مصر ایلیوس غالوس نے بحکم اگسطس قیصر یمن پر حملہ کیا تھا،

ان پر حبشیوں کے حملے،

ولادت حضرت رسول آخرالزماں علیہ التحیۃ والثنا سے چار صدی بیشتر حبشیوں نے اس حمیری سلطنت سبا پر حملے شروع کر دیئے، اور آخر حضرموت اور ساحلی مقاموں پر مستقل طور سے ان کا قدم جم گیا، بعد ازاں شمر یہرعش نے (جسے اہل عرب حارث الرائش سے جدا سمجھتے ہیں مگر اصل میں یہ اسی کا نام ہے) حضرموت ان سے چھین لیا، اور یمن و حضرموت دونوں کا بادشاہ ہوگیا۔ اس نے پہلے پہل خصوصیت کے ساتھ اپنا لقب تبع قرار دیا، جس کے معنی صاحب قوت وجبروت کے ہیں، اور اصل میں یہ حمیری وسبائی زبان کا لفظ ہے، سنہ ۲۳۱ قبل محمد (سنہ ۳۴۰ء) میں حبشیوں نے ان کو پھر شکست دی۔ اس کے بعد تین سال تک حبشیوں ہی کو یہاں کی حکومت کا دعویٰ رہا، سنہ ۱۹۲ قبل محمد (سنہ ۳۷۸ء)

میں حمیری ملک یکرب نے حبشیوں کو نکال کے یمن و حضر موت میں دوبارہ اپنی حکومت قائم کی، یہ حکومت سنہ ۴۶ قبل محمد (سنہ ۵۲۵ء) تک رہی تھی کہ سنہ مذکور میں پھر حبشیوں نے یمن پر قبضہ کر لیا،

ملوک تبابعہ

مذکورہ واقعات دولت تبابعہ یمن کے دوسرے طبقہ کے ہیں، یہ اپنا لقب "ملک سبا، ریدان و حضر موت" لکھتے تھے، اور اہل عرب ان کو تبع کہتے ہیں، خود اہل حمیر کا دعوے ہے، کہ ان کے سلاطین تبع کی تعداد ۷۰ ہے مگر یہ مبالغہ سے خالی نہیں، مورخین اور مفسرین فقط تین تبعوں کے نام بتاتے ہیں، تبع اکبر، تبع اوسط، اور تبع اصغر، تبع اکبر کا نام الحارث الرائش ہے، اوسط کا نام ابوکرب، اور اصغر کا نام تبع بن حسان ہے، یہ فقط وہ تبع ہیں جو زیادہ مشہور ہوئے، علم الآثار کے ذریعہ سے سنہ ۱۰۳۰ قبل محمد سے سنہ ۴۶ قبل محمد تک (سنہ ۲ء تا سنہ ۵۲۵ء) ان کے پندرہ ناموں کا پتہ لگا ہے، جن میں سے دو بادشاہ سنہ ۲۳۱ قبل محمد سے سنہ ۱۹۵ قبل محمد تک (سنہ ۳۴۰ء تا سنہ ۳۷۲ء) حبشی تھے باقی مینی حمیری،[۵۱]

انکی عظمت و جہانگیری،

عربوں میں ملوک تبابعہ کے زمانے کی صدہا قومی روایتیں مشہور ہیں، اور اُن کی عظمت و شوکت کے افسانے ہر بدوی کے زبان پر تھے بعض کی نسبت اُن کا دعویٰ ہے کہ عراق سے گزر کے آذربائیجان میں جا پہونچا، ترکوں کو شکست دی، اور سالم و غانم یمن میں واپس آیا، تو تمام بادشاہ اس سے مرعوب ہوئے اور ہندوستان کے راجاؤں نے تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ اس کے دربار میں سفارتیں بھیجیں، اس کے بعد اس نے چین پر حملہ کرنے کے لئے سفر کیا، اور ایک سپہ سالار کو آگے بھیجا، وہ مارا گیا، تو خود چڑھ گیا، اور سخت خونریزی کر کے اور مال غنیمت حاصل کر کے پلٹا تو تبت میں اپنے بارہ ہزار حمیری سوار چھوڑ دیئے، اور سات برس میں یہ مہم پوری کر کے واپس آیا،[۵۲]

انھیں میں سے ایک تبع نے رے میں پہونچ کے قباد شاہ عجم کو قتل کیا، پھر بھائی کو خراسان اور بیٹے شمر کو ترکستان بھیجا، اور دونوں کو حکم دیا کہ چین تک فتح کرتے چلے جائیں، چنانچہ شمر فوراً جا کے سمرقند پر قابض ہو گیا، اپنے بھتیجے کو روم کی طرف بھیجا، جو قسطنطنیہ پر جا کے اترا،

[۵۱] ماخوذ از ارض القرآن جلد اول۔ صفحہ ۲۹۷

[۵۲] ابن اثیر، جلد ۱، صفحہ ۹۵،

وہاں کے لوگوں کو مطیع بنا کے بڑھا اور رومۃ الکبریٰ کا محاصرہ کر لیا، مگر وہاں طاعون سے اس کا لشکر تباہ ہوا، اور اسی پریشانی میں رومیوں نے سب کا خاتمہ کر دیا،

(یہ واقعات بے اصل ہیں) ان واقعات میں مبالغہ ضرور ہے، جیسا کہ ہر قوم اپنے قومی کارناموں میں کیا کرتی ہے مگر انکی اصلیت سے قطعاً انکار کر دینا بیجا اور ناقابل تسلیم جرأت ہے، یمن کی پرانی عظمت و دولت بتا رہی ہے کہ بنی قحطان میں ایسے اولوالعزم فاتح ضرور پیدا ہوئے ہوں گے، مگر مورخین عجم نے غلطی سے ان فتوحات کو ملوک تبابعہ کی جانب منسوب کر دیا، جن کا زمانہ بعد کا ہے، اصل میں یہ کارنامے قدیم الایام کے شاہان سبا کے ہیں، جن کی ایک اولوالعزم ملکہ حضرت سلیمان سے ملنے کو پہونچی تھی،

یہ خیال کہ کسی اور قوم کی روایتوں سے ان واقعات کی تصدیق نہیں ہوتی محض وہم ہے اس عہد پیشین میں ساری دنیا کا یہی حال تھا کہ کوئی قوم اپنے کارناموں کے سوا دوسری قوموں کے حالات بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتی تھی،

طوفان نوح کا حال کسی اور قوم نے نہیں بیان کیا، یونان پر شہنشاہ عجم زرکشیز کی فوج کشی کو یونانی فخر سے بیان کرتے ہیں، اور ایرانیوں کو اس کی خبر نہیں سمیرالمیس ملکہ بابل اور سکندر کی فوج کشی سے اہل ہند بالکل ناواقف ہیں، مگر بابل و یونان کی تاریخیں بیان کر رہی ہیں، کیا اس بنیاد پر دنیا کے ان اہم واقعات کی تکذیب کی جا سکتی ہے؟ بہ ظن غالب شاہان یمن سے اگلی دنیا میں ایسی ایسی اولوالعزمیاں اور ایسی جہانگیریاں ضرور ظاہر ہوئیں، عام ازیں کہ وہ فرماں روایان سبا ہوں یا ملوک تبابعہ، ملوک تبابعہ کے عہد میں طوایف الملوکی تھی، اس عہد کی تاریخ ایران و عراق والوں میں محفوظ نہ تھی، لہذا ایسے واقعات کا محفوظ نہ رہنا بھی باعث حیرت نہیں ہو سکتا،

تیسرا طبقہ عرب مستعربہ کا ہے، مستعربہ کے معنی "عرب بن جانے والے" کے ہیں، یعنی (عرب مستعربہ) وہ لوگ جو باہر سے آکر عرب میں رہے اور رہتے رہتے عرب بن گئے، اس طبقے کی بنیاد اس وقت پڑی جب حضرت خلیل اللہ ابراہیمؑ اپنے عزیز فرزند جناب اسمٰعیلؑ اور ان[1] کی والدۂ محترمہ حضرت (اسمٰعیل و ہاجرہ مکہ میں) ہاجرہ کو خدا کے سپرد کر کے اپنی ایک امانت کی طرح اس وادی کے آغوش میں چھوڑ گئے تھے

[1] ولادت اسمٰعیل سنہ ۲۴۹۳ قبل محمدؐ و سنہ ۱۹۱۰ قبل مسیح ہوئی تھی، خطبات احمدیہ صفحہ ۱۴۱،

اب شہر مکہ آباد ہے، ان ماں بیٹوں کی پیاس بجھانے کے لئے خدا نے وہاں چشمہ زمزم برآمد کیا، جس کی کشش آلِ قحطان میں سے بنی جرہم کے ایک گروہ کو کھینچ لائی، پانی کا چشمہ دیکھ کر وہ لوگ یہاں رہ پڑے اور انکی وجہ سے غریب الوطن ماں بیٹوں کے کھانے کا بھی انتظام ہوگیا،

حضرت اسمٰعیل جب سرزمین عرب میں لاکے چھوڑے گئے ہیں، شیر خوار تھے بعد جرہم میں انھوں نے دو شادیاں کیں، جن میں سے پچھلی بیوی اس جرہمی گروہ کے سردار مضاض بن عمرو کی بیٹی میدہ تھیں، ان کے بطن سے خدا نے اُن کو بارہ[1] فرزند عطا کئے۔

توریت بتاتی ہے کہ حضرت ابراہیم کو اپنے ان بڑے فرزند اسمٰعیل سے بڑی محبت تھی، خدا نے اس محبت کو آزمانا اور اس بات کا اندازہ کرنا چاہا کہ ان کو خدا سے زیادہ محبت ہے یا فرزند سے، چنانچہ پیرانہ رویائے صادقہ کے ذریعے سے انھیں اشارہ کیا گیا، کہ اس عزیز فرزند کو خدا کی راہ میں قربان کرو، تعمیل حکم الٰہی کے لئے وہ پھر اس وادی غیر ذی زرع میں آئے، سعادت مند فرزند سے اپنا ارادہ بیان کیا، تو اُن کو بھی راضی بہ رضاء اللہ پایا، چھری ہاتھ میں لی اور بیٹے کو پچھاڑ کے چاہتے تھے کہ ذبح کریں، ناگہاں پردۂ غیب سے آواز آئی "ابراہیمؑ تم نے خواب پورا کر دکھایا، اور تمھاری قربانی قبول ہوئی، اب فرزند کو چھوڑ دو اور لو اس کے عوض اس مینڈھے کو ذبح کرو جو ہم نے بھیجا ہے"، پلٹ کر دیکھا تو مینڈھا پاس کھڑا تھا، فوراً بیٹے کو چھوڑ کر اس کی قربانی کی، اور آزمائش میں پورے[2] اتر گئے۔

واقعہ قربانی،

اس قربانی کے نازک واقعے کے بعد دونوں محترم و خدا پرست باپ بیٹوں نے خدائے واحد و ذوالجلال کی عبادت کے لئے خاص اپنے مبارک ہاتھوں سے خانۂ کعبہ کو تعمیر کیا، اور اسکی دیواریں اٹھاتے وقت دونوں نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں یہ دعا مانگی "خداوندا! ہمارے اس کام (تعمیر خانۂ خدا) کو قبول کر، تو سنتا اور جانتا ہے، خداوندا! ہم دونوں کو اپنا مطیع و منقاد بنا! اور ہماری نسل سے ایک ایسی امت پیدا کر جو تیری فرمانبردار ہو، اور ہمیں ہمارے فرائض حج دکھا، اور ہماری توبہ قبول کر، تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے، خداوندا! انھیں (ہماری نسل) میں سے ایک رسول مبعوث کر جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے، اور کتاب و حکمت

تعمیر کعبہ،

[1] ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۴۴،

[2] ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۳۸،

کی تعلیم دے، اور ان کو پاک کرے، تو ہی غالب و دانا ہے،[1]

حضرت ابراہیم کی وفات،

خانۂ کعبہ کو تعمیر کرکے جو اس وقت فقط دیواروں کا احاطہ تھا، چھت بھی نہ پٹی تھی، حضرت ابراہیم ارض کنعان میں واپس تشریف لے گئے، اور سنہ ۲۲۹۲ قبل محمد[2] (سنہ ۱۸۲۱ قبل مسیح) میں سفر آخرت[3] فرمایا، اور تعمیر کعبہ چونکہ ان کی آخر عمر کا کام تھا، لہذا سمجھنا چاہیئے کہ حضور سرور عالم کی ولادت سے ۲۴۰۰ سو برس پیشتر کعبہ تعمیر ہوا، جو روئے زمین پر سب سے پہلا معبد توحید ہے

وفات اسمٰعیل وہاجرہ،

اس کے بعد حضرت اسمٰعیل نے بھی اپنے والد کی وفات کے اڑتالیس برس بعد ایک سو سینتیس برس کی عمر میں انتقال فرمایا[4]، اور اپنی والدہ معظمہ و محترمہ کی تربت کے پاس جو خانہ کعبہ کے متصل مقام حجر میں مدفون تھیں آغوش لحد کے سپرد کئے گئے، اور ان کی نسل چند ہی روز میں اسقدر بڑھی کہ سارے عرب میں پھیل گئی۔

یہود اور صابئی،

تینوں مذکورہ طبقات کے علاوہ عرب میں دو اور قومیں بھی آکے رہ پڑی تھیں، اول یہود جو ارض کنعان عراق اور مصر سے آئے تھے، دوسرے صابئی جو عراق و بابل سے بھاگ کر آئے تھے، یہ دونوں نہایت استقلال سے اپنے عقائد و رسوم پر قایم تھے، سارے عرب میں پڑھے لکھے اور صاحب علم ہونے کے باعث زیادہ ذی عقل و ذی شعور تصور کئے جاتے تھے، اور یہاں کے اصلی رہنے والے بت پرستوں پر اپنے مذہب کا اثر ڈال کر انھیں بھی اپنے گروہ میں لیتے جاتے تھے، یہود وادی القری، خیبر، فدک، مدینہ یثرب اور بلاد یمن کے علاوہ خاص مکہ معظمہ[5] میں بھی مقیم تھے، اس لئے کہ مہاجنی اور لین دین کرنا ان کا پیشہ تھا، اور اس کی ضرورت ہر قوم کو ہوا کرتی ہے، اور صابئی اطراف مکہ کے علاوہ مختلف بلاد و امصار میں آباد تھے،

مسیحی،

ان کے علاوہ مسیحیوں کے مختلف فرقے تھے، جو زیادہ تر شمالی عرب میں تھے، درمیانی حصص جزیرہ نما کے بعض قبائل میں بھی بعض لوگ دین عیسوی کے پیرو ہو گئے تھے، اس کے بعد

---

[1] قرآن مجید سورہ بقرہ، رکوع ۱۵

[2] تبئین الکلام فی تغیر التورٰۃ والانجیل، علی ملۃ الاسلام، تتمہ اول صفحہ ۱۰

[3] ابوالفدا۔

[4] ابوالفدا جلد ا صفحہ ۱۶،

[5] خود حضرت عبد المطلب کے پڑوس میں مکہ کے اندر ایک یہودی خاندان کا آباد ہونا ثابت ہے، جو حرب ابن امیہ کی سازش سے قتل ہو گیا۔ اور عبد المطلب نے اس کی خون بہا بجبر وصول کرائی، دیکھئے ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹،

یمن کو حبشیوں نے فتح کر کے وہاں بھی دین مسیحی کو قوت دے دی تھی، مگر یہود اور صابئی گروہوں میں زیادہ تر بلکہ علی العموم وہی لوگ تھے جو باہر سے آئے تھے، عربی النسل خاندانوں میں سے شاذ و نادر ہی کسی نے ان کا مذہب اختیار کیا تھا، مگر مسیحیوں میں زیادہ تر جماعت اُن عربوں کی تھی جو اپنا قدیم مذہب چھوڑ کر عیسائی ہوئے تھے۔

تیسری فصل

آلِ اسماعیل ظہورِ اسلام سے پہلے

اُن کے عہد کی عربی سلطنتیں، نسلِ اسماعیل، بارہ اسماعیلی سبط، نابت بن اسماعیل، سلطنت حیرہ، سلطنت بنی کندہ، قیدار بن اسماعیل کی نسل، بنی جرہم متولی حرم، بنی خزاعہ متولی کعبہ، مکہ بنی قیدار کا مرکز، عدنان، معد، نزار بن معد، قبائل بنی نزار، بت پرستی کا آغاز، فہر، قصی، قصی متولی کعبہ، قریش، قصی حاکم مکہ، قریش کا متمدن بننا، تعمیر کعبہ، دار الندوہ، دعوت حجاج، پانچ اہم خدمتیں، اُن کے لئے نسل قصی میں جھگڑا، سقایہ اور رفادہ بنی ہاشم کے ہاتھ میں، دوسرے ملکوں میں بنی عبد مناف کی عزت، ہاشم کی شادی یثرب میں، اور وفات، عبد المطلب، زمزم کا پھر برآمد ہونا، عبد المطلب کی اولاد، بیٹے کی قربانی، اور اس کا بچ جانا، عبد اللہ کی شادی، اور وفات، حضرت آمنہ کی بیوگی، زمانہ حمل، واقعہ اصحاب الفیل، یمن میں حبشیوں کی حکومت، اور لوگوں کو عیسائی بنانے کی کوشش، مکہ پر حملہ، اور قہر الٰہی،

اُن کے عہد کی عربی سلطنتیں،

جس زمانے میں نسلِ اسماعیل صحرائے عرب کے آغوش میں نشو ونما پا رہی تھی اُن دنوں بھی عرب میں متعدد سلطنتیں قائم تھیں، جنوب میں تو وہی سلطنت تبابعہ تھی جس کا حال دوسری فصل میں بیان ہو چکا ہے، شمال میں معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود کی تباہی کے بعد حضرت اسماعیل کی اولاد کا غلبہ تھا،

نسل اسماعیل،

حضرت اسماعیل نے سردار بنی جرہم مضاض کی بیٹی سے شادی کی، اور اُن کے بطن سے خدا نے اُن کو بارہ فرزند عطا کئے، جن کے نام توریت اور قدیم تاریخوں میں بصراحت موجود ہیں، ان فرزندوں کی اولاد سے بنی اسماعیل کے بارہ سبط بن گئے، اُن میں سے دس اسماعیلی سبط تو دس اسرائیلی سبطوں کی طرح گمنام اور دنیا کی نظر سے غائب ہو گئے، فقط دو سبط باقی رہے، نابتی اور قیداری،

بارہ اسماعیلی سبط،

نابت بن اسماعیل،

حضرت اسماعیل کے بعد اُن کے بڑے فرزند نابت خانۂ کعبہ کے متولی ہوئے،

مگر نابت کے مرتے ہی اُن کے نانا مضاض نے تولیت کعبہ پر قبضہ کر لیا،[۱] اور معلوم ہوتا ہے اس ناکامی کے صدمے سے نابت کی اولاد حجاز کو چھوڑ کر شمال کی طرف چلی گئی، اور جب یہ نسل بڑھی، تو جزیرہ نمائے سینا سے حدود عراق تک اور ارض مقدس کے حدود سے یثرب تک یہی پھیلی ہوئی تھی، جہاں ان لوگوں نے اپنی نابتی نبطی یا نباطی سلطنت قایم کی، جس سے پہلے اشوریہ و بابل کے زبردست بادشاہوں اور شام کی اسرائیلی، یونانی اور رومی سلطنتوں سے لڑائیاں رہیں، اور آخر میں اسی نسل کی یادگار ملوک غسان اور مدینۂ یثرب کے قبائل اوس و خزرج تھے، جن کو اکثر علمائے انساب قحطان کی نسل میں سمجھتے رہے ہیں، مگر صحیح یہ ہے کہ یہ سب آل اسمٰعیل اور نسل نابت میں سے[۲] تھے،

سلطنت حیرہ،

غالباً نابتیوں ہی کے عہد میں عراق کے قریب تنوخ نام ایک مقام پر حجاز کے بعض اسماعیلی قبائل اور بنی قضاعہ بنی کہلان اور بنی حمیر کی نسلوں کے چند گروہ جمع ہو کر "تنوخی" کے لقب سے مشہور ہوئے، اور انھوں نے ترقی کرتے کرتے عراق میں اپنی سلطنت قائم کر لی، جب ایران میں ساسان اول اردشیر بابکان کا زور ہوا تو ان تنوخیوں کے فرماں روا عمرو بن عدی نے ساسان اول کی حکومت قبول کر لی، اور شہر حیرہ کو اپنا مستقر حکومت بنایا، یہی حیرہ کی سلطنت تھی جو ظہور اسلام کے زمانے تک قایم تھی، اور آل نعمان کے تصرف میں تھی،

سلطنت بنی کندہ،

انھیں میں سے ایک گروہ نے جو بنی کندہ کے نام سے مشہور تھا سلطنت حیرہ سے الگ ہو کر حجاز، وسط عرب اور اس کے شمال و مشرق میں اپنی جداگانہ سلطنت قائم کی، اور سلطنت حیرہ کی قلمرو کو بانٹ لیا، یہ سلطنت بھی رسالت محمدی کے زمانہ تک موجود تھی،

قیدار بن اسماعیل کی نسل،

مگر قیدار بن اسمٰعیل کی نسل اپنے بنی عم بنی نابت کے چلے جانے کے بعد بھی مکہ ہی میں رہی، اور یہ لوگ اپنے نانا کے خاندان میں مل جل کر انھیں کے ساتھ حرم ربانی کی نگہبانی و خدمت کرتے رہے،

بنی جرہم تولیت کعبہ،

مکہ میں ایک گروہ بنی قطورا[۳] کا بھی تھا، اور اس کا سردار سمیدع نام ایک شخص تھا لہٰذا

---

۱ سیرۃ النبی، صفحہ ۱۱۳،

۲ ماخوذ از ارض القرآن جلد دوم حالات آل غسان و اوس و خزرج،

۳ حضرت ابراہیم کی اولاد قطورا کے بطن سے،

ابتداءً حکومت مکہ مضاض اور سمیدع میں بٹی رہی، مگر چند روز بعد مضاض نے سمیدع اور اُس کی قوم کو مار کے نکال دیا،

بنی خزاعہ متولی کعبہ،

مطلق العنان ہونے کے چند ہی روز بعد سے جرہمیوں نے ظلم اور بدکاری شروع کردی، یہاں تک کہ بنی بکر اور بنی خزاعہ نے انھیں بھی مکہ سے مار کے نکال دیا، جرہم کا سردار عمرو بن حارث بھاگا، تو زمزم کو پاٹتا گیا، اور کعبہ میں دو سونے کے ہرن تھے اُن کو بھی اسی میں دفن کر دیا، اس وقت سے تولیت مکہ اور حکومت کعبہ بنی خزاعہ کے ہاتھ میں آگئی۔

مکہ بنی قیدار کا مرکز،

نسل قیدار اس زمانے میں برابر بڑھتی رہی تھی، اس کی شاخیں مکہ سے پھوٹ پھوٹ کے سارے عرب میں پھیلتی گئیں، مگر ایک گروہ مکہ میں ضرور موجود رہا، جو اس حرم الٰہی کو اپنی خاندانی امانت سمجھ کے اس کی خدمت کرتا اور ہر سال موسم حج میں تمام اسمٰعیلی دور دور سے آکے کعبہ کی زیارت کرتے، اور مراسم حج بجا لا کر واپس جاتے، اس وقت یہ لوگ بدوی تھے، نہ مکان بناتے تھے نہ شہری تمدن اختیار کیا تھا، کملیاں تان کے رہتے، اور بھیڑ بکریوں کے پالنے پر زندگی بسر کرتے،

عدنان،

یہاں تک کہ حضرت اسمٰعیل کی وفات کے تقریباً بارہ سو برس بعد بنی قیدار میں عدنان نام ایک بزرگ پیدا ہوئے، انھیں کے زمانے میں بخت نصر تاجدار بابل نے حجاز پر حملہ کیا، اور تمام آبادی کو تباہ و پامال کر کے واپس گیا، ان کے بیٹے معد کو اسرائیلی پیغمبر برخیا و ارمیا آکر حران میں لے گئے تاکہ بخت نصر کی مضرت سے وہ محفوظ رہیں، عدنان سے اس سے لڑائی ہوئی، عدنان قلعہ بند ہو گئے اور بخت نصر محاصرے کو چھوڑ کے واپس چلا گیا،

معد،

نزار بن معد،

معد بن عدنان کے بیٹے نزار تھے اور انھیں کی نسل سے تمام قیداری قبائل عرب ہیں، اس لئے کہ عرب میں کوئی ایسا قیداری قبیلہ نہیں ہے جس کا سلسلہ بغیر نزار کی وساطت کے عدنان تک یا اسی سلسلہ نسب کے کسی اگلے شخص تک پہونچتا ہو،

قبائل بنی نزار،

نزار کے پانچ فرزندوں سے پانچ قبیلے نکلے، بنی انمار، بنی ایاد، بنی ربیعہ، بنی قضاعہ، اور بنی مضر، ان میں سے آخری تین قبیلوں نے بڑا عروج حاصل کیا، بنی عبد القیس کی ریاست بحرین میں، بکر و تغلب اور بنی کندہ کی ریاستیں نجد میں اور آل نعمان کی سلطنت حیرہ میں، سب انھیں پانچوں قبائل کی نسل سے تھیں، جن کو لوگ غلطی سے قحطانی الاصل خیال کرتے ہیں،

بت پرستی کا آغاز،

معلوم ہوتا ہے، مضر کے پوتے مدرکہ کے عہد تک لوگ موحد و خدا پرست تھے، اور

مذہب حنیفی کے پیرو، مگر مدرکہ کے زمانے میں بنی خزاعہ میں سے جو مکہ کے حاکم اور خانۂ کعبہ پر متصرف تھے، عمرو بن لحی نام ایک بڑا دولت منداور فیاض شخص پیدا ہوا، اُس نے بُت پرستی اختیار کی، شام سے ہبل نام ایک بڑا بُت لا کے کعبہ میں قائم کیا، اور اپنے اثر سے تمام لوگوں کو اس کا پرستار بنا دیا،

بنی اسماعیل میں کعبہ کی تعظیم وتکریم کے خیال نے یہ طریقہ پہلے سے جاری کر رکھا تھا کہ جو کوئی سفر پر جاتا عمارت حرم کا ایک پتھر ساتھ رکھ لیتا، اور جہاں منزل میں اترتا اُس پتھر کو ایک جگہ رکھ کے اس کے گرد طواف کر لیا کرتا، اب عمرو بن لحی کے اثر نے سب کو کھلا کھلا مشرک اور اچھا خاصہ بُت پرست بنا دیا چنانچہ اس کے بعد اُن کے حج اور اُنکی تمام رسموں میں شرک سرایت کر گیا،

فہر مدرکہ کی نسل میں پانچ بطنوں کے بعد فہر نام ایک بزرگ پیدا ہوئے، یہ تمام نزاری قبائل کے سردار تھے، اور گو حکومت مکہ بنی خزاعہ کے ہاتھ میں تھی، مگر فہر کی بے نظیر شجاعت و مردانگی کی وجہ سے ان کا اثر سب مانتے تھے، اُن کے زمانے میں یمن کے تبع فرماں روا حسان نے مکہ پر اس غرض سے حملہ کیا کہ کعبہ کو اکھاڑ کے یمن میں لے جائے، اور بجائے حجاز کے یمن کو قبائل عرب کا مرکز بنا دے، فہر نے تمام نزاری قبائل کو جمع کر کے مقابلہ کیا، بنی حمیر کو شکست دی، اور حسان کو اسیر کر لیا، چنانچہ تین سال کے بعد زر فدیہ ادا کر کے حسان نے آزادی حاصل کی، مگر وطن جاتے ہوے راستے ہی میں مر گیا، اس واقعہ نے فہر کی دادا نضر کی نسل کو سب سے ممتاز کر دیا اس لئے کہ انھوں نے حمایت حرم میں سب سے زیادہ شجاعت دکھائی تھی،

قصی، فہر کی نسل میں چھ بطنوں کے بعد زید نام ایک بڑے نامور بزرگ پیدا ہوئے، ان کی ماں نے ربیعہ نام ایک قضاعی شخص کے ساتھ نکاح کر لیا، اور شوہر کے ساتھ شام میں جا کے رہیں، جہاں بنی قضاعہ رہتے تھے، زید دودھ پیتے بچے تھے، ماں کے ساتھ گئے، اور چونکہ وطن کا ے کوسوں دور تھا اس لئے اُن کا لقب قصی[1] پڑ گیا، ذرا بڑے ہوے تو کسی نے مجہول النسب ہونے کا طعنہ دیا، اس پر ملول دیکھ کے ماں نے بتایا کہ تم سب سے

---

[1] قصی کے معنی دور کار ہنے والا یہی معنے مغرب اقصی اور مسجد اقصی کے ہیں،

زیادہ شریف ہو، تمھارے والد کلاب حرم کعبہ کے پاس رہتے تھے، اور تمھاری قوم کعبہ کی قربت کے باعث سے زیادہ معزز رہی ہے، یہ سنتے ہی بنی قضاعہ کے حاجیوں کے ساتھ مکہ میں آئے اور بڑے بھائی کے ساتھ رہنے لگے،

قصی متولی کعبہ، چند روز بعد حکمراں مکہ حلیل خزاعی کی بیٹی حبّی کے ساتھ شادی ہوگئی، اور اسی بنا پر حکومت مکہ اور تولیت کعبہ بھی انھیں کو مل گئی، مگر بنی خزاعہ نے جھگڑا کیا، وہ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت مکہ ان کی قوم سے نکل کے کسی اور کے ہاتھ میں جائے۔ مگر قصی کی شام کے بنی قضاعہ نے مدد کی اور آخر وہی کامیاب ہوئے،

قریش، بنی خزاعہ سے مقابلہ کرنے کے لئے انھوں نے تمام بنی نضر بن کنانہ کو اپنی مدد پر بلایا، یہ لوگ جو اطراف مکہ میں دور تک پھیلے ہوئے تھے سب جمع ہوگئے "قریش" کے معنی عربی میں جمع ہونے کے ہیں، لہذا جتنے لوگ اس موقع پر اکٹھا ہوئے "قریش" کہلائے اور قصی کا لقب "مقرش" یعنی "جمع کرنے والا" پڑ گیا، بنی خزاعہ کی ناکامی کے بعد قصی مکہ کے حاکم اور کعبہ کے خادم ہوگئے،

قصی حاکم مکہ، انھوں نے تمام قریش کو مکہ میں بسالیا، جو لوگ کعبہ کے پاس یعنی اندرونی آبادی میں بسے قریش بطاح کہلائے، اور جنھوں نے بیرونی رُخ پر سکونت اختیار کی قریش ظواہر کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

قریش کا متمدن بننا، اس سے پیشتر مکہ والے سب خیموں میں رہتے تھے، قصی نے پختہ مکان بنوانے کا حکم دیا، اور مکہ کو جداگانہ محلوں پر تقسیم کیا، غرض یہ پہلا موقع ہے کہ قیدار بن اسمٰعیل کی نسل ایک متمدن قوم بنی، اسی سلسلہ میں قصی نے خانہ کعبہ کو بھی از سر نو تعمیر کیا،

مکہ ایک وادی میں آباد ہے، جب کبھی زور کا پانی برس جاتا ہے، پہاڑوں کا پانی سب طرف سے جمع ہو کر ندی کی طرح خاص آبادی میں بہ نکلتا ہے، ان سیلابوں میں پانی کبھی کبھی بہت چڑھ جاتا اور کعبہ کو ضرر پہونچ جاتا، قصی کے عہد سے پیشتر دو بار ایسے سیلابوں سے کعبہ کو ضرر پہونچ چکا تھا، اور جرہمیوں وغیرہ نے اسے تعمیر کیا تھا، ایسا ہی ایک سیلاب قصی کے زمانے میں بھی آیا، جس سے کعبہ کو نقصان پہونچا اور قصی نے اس کو از سر نو تعمیر کیا، یہ ولادت سرورِ عالم سے تقریباً دو سو برس پیشتر کا واقعہ ہے۔

تعمیر کعبہ،

قصی نے قوم قریش کو جمع کرنے اور اس میں قومیت کی پرجوش روح پھونکنے کے بعد ایک مکان تعمیر کیا جس کا دروازہ کعبہ کے رخ تھا اور اسکی حیثیت یہ قرار دی کہ اُسے

دار الندوہ،

پبلک ہال، ہاؤس آف کامنز مجلس شوری یا دارالقضا جو چاہئے کہہ لیجئے، اس مکان کا نام انھوں نے دارالندوہ رکھا، اس میں شادیاں ہوتیں، اس میں تمام امور میں مشورہ ہوتا، اور اسی میں لڑائی کے لئے جھنڈے بنائے جاتے،

دعوت حجاج

پھر معززین قریش کو جمع کر کے کہا، تم خانۂ خدا کے خادم ہو، اور حاجی جو ہر سال آتے ہیں خدا کے مہمان، لہذا انکی ضیافت کا سامان کرنا تمھارا فرض ہے، سب نے منظور کیا اور قصی نے قومی چندے سے ان سب باتوں کا انتظام کردیا،

پانچ اہم خدمتیں،

اس طریقے سے قریش نے اور قریش کی جانب سے قصی نے پانچ اہم خدمتیں اپنے ذمے لیں، اول دارالندوہ کی سرغنائی، دوسرے حجابہ یعنے خانہ کعبہ کی دربانی، تیسرے سقایہ۔ حاجیوں کو پانی پلانا، چوتھے رفادہ، حاجیوں کو کھانا کھلانا، پانچویں لوار، یعنے لڑائیوں کے موقعوں پر فوجوں کے لئے جھنڈے بنانا،

اور انکے لئے نسل قصی میں جھگڑا،

قصی کے سب بیٹوں میں کمزور عبدالدار تھے، لہذا مرتے وقت انھوں نے یہ پانچوں خدمتیں عبدالدار کو دیدیں، اور خیال کیا کہ اور بیٹے ہوشیار ہیں خود ہی ترقی کریں گے، قصی کی وفات کے بعد اُن کے دوسرے فرزند عبد مناف کے بیٹوں عبد شمس، ہاشم، مطلب، اور نوفل نے اتفاق کیا کہ رفادہ اور سقایہ کی خدمتوں کو عبدالدار سے چھین لیں، لڑائی کی تیاریاں ہوگئیں سارے قریش دو گروہوں پر بٹ گئے، باہم قسمیں ہوئیں، اور قریب تھا کہ خونریزی شروع ہو جائے، مگر عبدالدار کے دل میں خدا نے نیکی ڈال دی۔ اور خود ہی دونوں خدمتیں بھتیجوں کو دے دیں،

سقایہ اور رفادہ بنی ہاشم کے ہاتھ میں،

اب یہ دونوں خدمتیں ہاشم کے ہاتھ میں تھیں، ان کا اصلی نام عمرو تھا، مگر عربی میں ہشم شوربے میں روٹیاں توڑ دینے کو کہتے ہیں، حاجیوں کے لئے چونکہ وہ اسی غذا کا اہتمام کیا کرتے تھے، اس لئے ہاشم مشہور ہو گئے۔

دوسرے ملکوں میں بنی عبد مناف کی عزت،

فرزندان عبد مناف نے تجارت میں بہت ترقی کی، اُن کے ہر فرزند نے کسی نہ کسی بیرونی سلطنت سے مراسلت کر کے اپنے قافلۂ تجارت کی حفاظت کے لئے چند فوجی سوار مقرر کرائے تھے، چنانچہ ہاشم نے ارض غسان و شام میں، عبد شمس نے مملکت حبش میں، نوفل نے خسرو عجم کی قلمرو میں اور مطلب نے یمن میں اپنے لئے بدرقے کے سوار مقرر کرائے تھے، جنکی حفاظت میں قریش کے قافلے اطمینان اور امن و امان کے ساتھ تجارت کرتے رہتے،

ہاشم کی شادی یثرب میں،

شام کی آمد و رفت میں ہاشم کا گزر یثرب میں ہوا کرتا، وہاں انھوں نے بنی خزرج میں سے

عمرو بن لبید کی بیٹی سلمیٰ سے شادی کرلی، اور اقرار کیا کہ جب بچہ پیدا ہونے والا ہوگا، میکے میں پہونچا دی جائے گی، چنانچہ جب وہ حاملہ ہوئیں تو ہاشم ایک سفر تجارت کے موقع پر ساتھ لیتے گئے، ان کو یثرب میں چھوڑ دیا، اور خود شہر شام کی راہ لی، مگر شہر غزہ تک پہونچنے پائے تھے، کہ موت نے دامن پکڑ کے وہیں کی خاک میں سلا دیا، اور وفات،

عبدالمطلب

اُن کے بعد سلمیٰ کے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا اس کا نام شیبہ رکھا گیا، سات آٹھ سال کی عمر تک یہ لڑکا یثرب میں تھا، کہ ایک قریشی شخص نے اس کو دیکھا اور معلوم ہوا کہ یہ ہاشم کا فرزند ہے، مکہ میں واپس آکر ہاشم کے بھائی مطلب سے کہا، آپ کے مرحوم بھائی ہاشم کا لڑکا یثرب میں ہے اُسے اپنے پاس بلا کے رکھئے، تاکہ اپنے قومی داب سیکھے، مطلب اسی وقت جا کے لے آئے، اور جب مکہ میں داخل ہوئے ہیں اس وقت بھتیجا چونکہ اونٹ پر اُن کے پیچھے تھا لوگ سمجھے مطلب کوئی غلام خرید کے لائے ہیں، اور ہر ایک کی زبان پر تھا "عبدالمطلب، عبدالمطلب" (مطلب کا غلام، مطلب کا غلام) اس وقت سے ان صاحبزادے کا یہی لقب پڑ گیا، یہاں تک کہ اصلی نام شیبہ کو بہت کم لوگ جانتے تھے،

اب عبدالمطلب نے اپنے چچا مطلب کی مدد سے باپ کی تمام جائداد پر قبضہ کیا، مطلب کی وفات کے بعد دوسرے چچا نوفل نے کچھ دستبرد بھی کرنی چاہی، تو عبدالمطلب کے ماموں وغیرہ یثرب سے اُنکی مدد پر آگئے اور نوفل نے جو زمین چھینی تھی مجبوراً واپس کی،

زمزم کا پھر برآمد ہونا،

عبدالمطلب نے شادی کی، اور اُن بیوی کے بطن سے حارث نام ایک فرزند پیدا ہوا تھا کہ خواب میں انھیں چاہ زمزم کو کھود کے نکالنے کی ہدایت کی گئی، جسے ہزاروں سال پہلے عمرو بن حارث جرہمی بھاگتے وقت پاٹ گیا تھا انھوں نے اپنے فرزند حارث کو ساتھ لیا اور خود ہی جا کر اس جگہ کھودنے لگے جہاں نشان دیا گیا تھا، پہلے تو قریش دیکھتے اور ہنستے رہے کہ بے نتیجہ محنت جنوں سے کم نہیں، مگر جب کنوئیں کے آثار برآمد ہوے اور عبدالمطلب نے جوش میں آکے "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا تو سب اٹھ اٹھ کے دوڑے اور کہنے لگے "اس کنوئیں کے مالک اکیلے تم نہیں ہو سکتے، ہم سب اسماعیل کی اولاد ہیں، عبدالمطلب نے اس میں عذر کیا، آخر شام میں رہنے والی ایک کاہنہ سے فیصلہ کرانے کو چلے، راستے میں ایک منزل پر پانی نہ ملا، اور سب کو موت کا یقین

ہو گیا تھا کہ عبدالمطلب کے اونٹ کے پاؤں کے نیچے سے ایک چشمہ برآمد ہوا، جس سے سب سیراب ہوئے، اور کہنے لگے اب کاہنہ کے پاس چلنے کی ضرورت نہیں، خدا ہی نے فیصلہ کر دیا کہ زمزم تمہارا ہے،

عبدالمطلب کی اولاد،

واپس آکر عبدالمطلب نے زمزم کو اچھی طرح کھود کے درست کر لیا، مگر اپنی اس وقت کی کمزوری، زمزم کا برآمد ہو جانا اور خانہ کعبہ کی عظمت و حرمت ان سب باتوں نے حضرت اسماعیل کی قربانی[1] کا واقعہ یاد دلایا اور انھوں نے خدا سے عہد کیا کہ اگر میرے دس بیٹے ہوں گے تو ایک کو خدا کی راہ میں قربان کر دونگا، خدا نے انکی یہ تمنا پوری کی اور انکے گر دس بیٹوں کا اور چھ بیٹیوں کا ہجوم تھا،

بیٹے کی قربانی،

یہ دیکھ کر وہ تیار ہو گئے کہ ایک فرزند کو خدا کی راہ میں قربان کر کے اپنی نذر اور حضرت ابراہیم کی سنت قدیم دونوں کو ادا کر دیں، بیٹوں پر قرعہ ڈالا، چھوٹے بیٹے عبداللہ جو سب سے زیادہ عزیز تھے انھیں کا نام نکلا، ابراہیمی ایثار نفس کے جوش میں عبداللہ کا ہاتھ پکڑ لیا، اور انھیں اساف و نائلہ کے درمیان مناین لے گئے جو جگہ قربانی کے لئے مقرر تھی، عبداللہ سے وہی جانبازی و پامردی نمایاں ہوئی جو کبھی حضرت اسماعیل نے دکھائی تھی،

اور اس کا بچ جانا،

اب عبدالمطلب عبداللہ کو ذبح کرنے ہی کو تھے کہ قریش اور دوسرے بیٹوں نے روکا اور کہا اگر تم نے بیٹے کی قربانی کی تو قریش میں ایک بڑی خوفناک سنت جاری ہو جائیگی؛ آخر ایک کاہنہ کے بتانے سے قرار پایا کہ عبداللہ اور دس اونٹوں پر (جو ایک آدمی کا خون بہا ہیں) قرعہ ڈالا جائے، اگر عبداللہ پر قرعہ پڑے تو اور دس اونٹ بڑھا کے قرعہ ڈالا جائے، یوں ہی جب تک اونٹوں پر قرعہ نہ آئے برابر دس اونٹ بڑھاتے جائیں، آخر جتنے اونٹوں پر قرعہ پڑے اتنے قربانی کئے جائیں، اس تدبیر پر عمل ہوا اور سو اونٹوں یعنی دس آدمیوں کے خون بہا پر قرعہ پڑا، فوراً عبداللہ مذبح سے ہٹائے گئے اور سو اونٹوں کی قربانی ہوئی، جو مکہ میں بڑی خوشی اور کامیابی کی ضیافت تھی،

عبداللہ کی شادی،

اب جناب عبدالمطلب نے وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب کی صاحبزادی آمنہ کے ساتھ حضرت عبداللہ کی شادی کر دی، شادی کے بعد حضرت آمنہ حاملہ تھیں کہ

[1] اکثر علماء اسلام نے حضرت اسمٰعیل کو ذبیح اللہ مانا ہے اور علامہ ابن حزم نے اس پر نہایت مفصل استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو الفصل فی الملل والنحل لابن حزم الظاہری،

عبد اللہ نے بغرض تجارت شام کا سفر کیا، غزہ تک پہونچے تھے کہ بیمار پڑ گئے، اور واپس روانہ ہوئے۔ یثرب تک پہونچتے پہونچتے یہ حالت ہوگئی کہ سفر کے قابل نہ رہے، مجبورًا اپنی دادی کے قرابت داروں بنی نجار میں ٹھہر گئے، عبد المطلب نے سُنا تو اپنے کسی بیٹے کو بھیجا کہ انھیں یثرب سے لے آئیں، مگر انھوں نے یثرب میں پہونچ کے سُنا کہ جناب عبد اللہ نے سفر آخرت کیا،

حضرت آمنہ کی بیوگی، حضرت عبد اللہ نے ۲۵ برس کی عمر میں دنیا سے کوچ کیا، اور بیوگی کے وقت حضرت آمنہ کی عمر تقریبًا چودہ سال کی تھی، قریش میں شریف بیویوں کے لئے دوسری شادی کرنا معیوب نہ تھا، مگر جناب آمنہ کے دل کو نوجوان شوہر کی وفات کا اتنا بڑا صدمہ ہوا کہ عقد ثانی کا کبھی خیال بھی نہ کیا اور اپنی ساری اُمیدیں اُس بچے سے وابستہ کر دیں جس نے ابھی دنیا میں قدم بھی نہ رکھا تھا،

زمانۂ حمل، جناب آمنہ نے زمانہ حمل میں بہت سے عجیب و غریب واقعات دیکھے جو یقین دلا رہے تھے کہ جو فرزند اُن کے بطن میں ہے اُس کی کوئی خاص شان ہونے والی ہے، اور یہ بچہ اور بچوں کا سا نہیں،

واقعہ اصحاب الفیل، مگر آپ کے پیدا ہونے کو دو مہینے سے بھی کم زمانہ باقی تھا کہ ایک ایسا اعجوبۂ روزگار واقعہ پیش آیا جس نے اہل مکہ ہی نہیں سارے عرب کو حیرت میں ڈال دیا، ان دنوں یمن پر حبشیوں کی حکومت تھی، حمیری وارث سلطنت سیف بن ذی یزن بھاگا ہوا تھا، اور فرمانروائے حبش کا والی ابرہہ اہل یمن پر ظلم کر رہا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ یمن کے لوگ زیادہ تر یہودی تھے، اور حبش کے لوگ مسیحی، اُن کی کوشش تھی کہ اہل عرب کو بہ جبر و قہر عیسائی بنالیں، چنانچہ اس نے ایک عالی شان گرجا بنوایا اور کوشش کی کہ سارے عرب کا معبد عام وہی گرجا قرار پا جائے، یہود تو خموشی سے موقع کا انتظار کرتے رہے، مگر کسی کعبہ کے ماننے والے عرب نے اس گرجے کی بے حرمتی کی، اس پر ابرہہ بگڑا، کوہ پیکر ہاتھی پر سوار ہو کے زبردست لشکر کے ساتھ چلا کہ کعبہ کو ڈھاوے، یہ سن کر تمام قبائل عرب جو کعبہ کو مانتے تھے نہایت پریشان ہوئے، مگر کسی سے روکتے نہ بنی، جس نے مقابلہ کیا شکست کھائی، اور ابرہہ بڑے کروفر سے ہزاروں سپہگروں کے ساتھ مکہ کے قریب مغمس میں آ کے ٹھیرا اور اہل مکہ کے مویشی ہنکوا لئے، جن میں دو سو اونٹ حضرت عبد المطلب کے بھی تھے جو اس زمانے میں قریش کے سردار تھے، اور کہلا بھیجا کہ میں تم سے لڑنے کو نہیں آیا ہوں، میرا مقصد خانہ کعبہ کو منہدم کر دینا ہے، اگر تم نے مزاحمت نہ کی تو

یمن میں حبشیوں کی حکومت، اور لوگوں کو عیسائی بنانے کی کوشش،

میں بھی خونریزی کرنا نہیں چاہتا، جو شخص یہ پیام لایا تھا، عبدالمطلب کو اپنے ساتھ لے گیا، ابرہہ ان سے نہایت اخلاق کے ساتھ پیش آیا، اور پوچھا "آپ کیا چاہتے ہیں"؟ انھوں نے کہا "میرے اونٹ چھوڑ دیئے جائیں" اس نے متحیر ہو کے کہا، اپنے اونٹوں کی فکر ہے اور خدا کے گھر کی فکر نہیں جس کے ڈھانے کو میں آیا ہوں؟" عبدالمطلب نے کہا، اونٹ میرے ہیں، اس لئے اُن کے بارے میں عرض کیا اور کعبہ خدا کا ہے، اس کے بچانے کا انتظام وہی کرے گا، ابرہہ نے کہا "خدا تو نہیں روکتا" جواب دیا "تو پھر کیا ہے جا یئے ڈھایئے" اس موقع پر بنی بکر اور بنی ہذیل کے سردار بھی ابرہہ کے پاس گئے اور درخواست کی کہ "ہماری جائداد کا تہائی حصہ لے لیجئے اور واپس جائیے" مگر ابرہہ نے نہ مانا،

حضرت عبدالمطلب نے واپس آکے قریش کو حکم دیا کہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں جمع ہو جائیں اور خود بھی کعبہ کی کنڈی چڑھا کے چلے گئے،

اب میدان صاف دیکھ کر ابرہہ آیا کہ اپنا ہاتھی ریل کے کعبہ کو منہدم کرے، مگر ہاتھی اڑ گیا، ہزار بڑھاتے ہیں نہیں بڑھتا، اور جدھر لے جائیں جاتا ہے، مگر کعبہ کی طرف موڑتے ہی بیٹھ جاتا ہے، سارا لشکر مکہ میں جمع تھا اور ہاتھی کے ریلنے کی تدبیریں ہو رہی تھیں، کہ یکایک آسمان پر چڑیوں کا ایک غول نمودار ہوا جو بادل کی طرح اوپر چھا گیا، ان چڑیوں کے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں تھیں، ان کنکریوں کو انھوں نے حبشی حملہ آوروں پر برسانا شروع کیا، اور جس پر کوئی کنکری پڑی مر گیا، آناً فاناً میں عجیب حالت ہو گئی، ہزاروں آدمی مرے پڑے تھے اور جو بھاگتا تھا چڑیاں اُس کا پیچھا کرتی تھیں، آخر ابرہہ کمال بدحواسی کے ساتھ بھاگا اور یمن پہونچتے پہونچتے یہ حالت تھی کہ سارا جسم کٹ کٹ کے گر گیا، اور آخر خود بھی اُن جنود الٰہی کا شکار ہوا، اور قہر الٰہی

اس واقعے نے حضرت آمنہ کو یقین دلا دیا ہو گا کہ یہ برکت اسی ہمایوں فال بچے کی ہے جو اُن کے پیٹ میں ہے، اس لئے کہ اُن کو اپنے حمل کی برکتیں روز بروز نمایاں طور پر نظر آتی جاتی تھیں،

باب دوم

حالات حضرت خاتم الانبیاء علیہ التحیتہ والثناء

پہلی فصل

ولادت سے ہجرت تک"

ولادت سرور عالم، رضاعت، آپ کی ابتدائی پُرالم زندگی، سفر شام اور بحیرا، جنگ فجار، آپ کی عصمۃ، گلہ بانی، ذاتی تجارت، خدیجہ کی ملازمت، دوسرا سفر شام، حضرت خدیجہؓ سے نکاح، اُن کے بطن سے اولاد، تعمیر کعبہ، حجر اسود کے نصب کرنے میں جھگڑا اور آپ کا فیصلہ، زمانہ قرب نبوت، غار حرا، آغاز نزول وحے، اس کا اضطراب اور اثر، تعلیم نماز و حکم تبلیغ، پہلے ایمان لانے والے، فترۃ وحے، کفار کو اطلاع، تبلیغ بنی ہاشم، اہل مکہ میں شورش، مخالفت اور ایذا رسانی، مسلمانوں پر مصیبت، حمزہؓ کا ایمان لانا، ہجرت حبش، حبش میں مشرکین کی سفارت، اور ناکامی، عمر بن الخطاب کا ایمان لانا، بنی ہاشم کے خلاف، قریش کا معاہدہ، وہ معاہدہ کالعدم ہوگیا، مہاجرین حبش کو دھوکا، ابو طالب اور جناب خدیجہؓ کی وفات، آپ طایف میں، مطعم کی کفالت، قبائل عرب میں تبلیغ، سوید بن صامت، اہل یثرب سے پہلی ملاقات، عقبۂ اولیٰ، عقبۂ ثانیہ، قریش کی مخالفانہ کوشش، اہل یثرب کا تعاقب، سعد بن عبادہ کی اسیری، رہائی، مسلمانوں کو یثرب جانے کی اجازت، آپ کے قتل کی تجویز، آپ گھر سے نکل گئے، ابوبکر کے ساتھ غار ثور میں، ہجرت،

ولادت سرور عالم

اب وقت آگیا کہ سرزمین عرب حضرت ابراہیمؑ کی اصلی امانت یعنی ملت حنیفہ، بیضاء کو دنیا کے سامنے پیش کردے، چنانچہ ۵۷۱ء میں ابرہہ کی ناکامی کے پچپن روز بعد ۹ ربیع الاول کو دوشنبہ کے روز چاردہ سالہ بیوۂ محترم حضرت آمنہ کے بطن مبارک سے حضرت سید الکونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے،

رضاعت، چند ہی روز بعد دودھ پلانے کے لئے بنی ہوازوں میں سے قبیلۂ بنی سعد کی ایک خاتون حلیمہ کے آغوش میں دے دیئے گئے، جو آپ کو دو ایک بار واپس کرنے کے لئے لائیں اور پھر واپس لے گئیں، الغرض اپنی عمر کے پانچویں برس تک آپ اسی خوش نصیب مرضعہ کے پاس رہے،

آپ کی ابتدائی، پُرالم زندگی، آپ اگرچہ معزز و شریف ترین خاندان عرب میں پیدا ہوئے، مگر ابتدائی زندگی مصیبتوں اور پریشانیوں کا عبرتناک نمونہ تھی، ماں کے پیٹ میں تھے کہ پدر بزرگوار نے سفر آخرت کیا، چھ برس کے تھے کہ ماں کے آغوش شفقت سے محروم ہو گئے، اور جد امجد نے سر پر ہاتھ رکھا، آٹھ برس کے تھے کہ وہ دست شفقت بھی سر سے اٹھ گیا، اور دادا کی وصیت کے مطابق سگے چچا ابوطالب نے اپنے کنار عاطفت میں لیا۔ مگر وہ بیچارے بھی فکر معیشت سے پریشان تھے،

سفر شام اور بحیرا، بارہ تیرہ برس کی عمر میں ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر کیا، بصرے میں بحیرا نام ایک راہب نے آپ میں کچھ ایسی خصوصیتیں دیکھیں کہ آپ کے شوق میں سارے قافلے کی دعوت کر دی، آپ کو غور سے دیکھا، باتیں کیں، خیالات کو آزمایا، اور ابوطالب کو تاکید کی کہ "ان صاحبزادے کو حفاظت سے رکھئے گا، ان کی خاص شان ہونے والی ہے"،

جنگ فجار، دو ہی ایک برس بعد فجار[۱] کی لڑائی ہوئی اور چھ روز تک خاص مکہ کے پاس میدان کارزار گرم رہا، دو ایک بار چچاؤں کے ساتھ آپ بھی تشریف لے گئے۔ مگر لڑنے کو نہیں بلکہ چچاؤں کو دوڑ دوڑ کے تیر اٹھا لا دیتے تھے،

آپکی عصمت، اب آپ کا سن اتنا تھا کہ آپ کے اخلاق و عادات پر لوگوں کی نظر پڑنے لگی، دیکھنے والوں نے حیرت سے دیکھا کہ بچپن ہی سے آپ کو شرک و بت پرستی سے نفرت تھی، گناہوں سے بچتے، شراب کو ہاتھ نہ لگاتے، برہنگی کے متحمل نہ ہو سکتے، جو ان دنوں بڑوں بڑوں میں معیوب نہ تھی، اور ایسے متدین سچے اور راست باز تھے کہ قریش میں آپ کا لقب "امین" مشہور ہو گیا،

گلہ بانی، آپ کا مشغلہ ان دنوں گلہ بانی تھا، جو سلف کے پیغمبروں ہی کا نہیں اگلے حکمرانوں اور جہاں بانوں کا بھی مشغلہ رہا تھا، اپنی دائی کے گھر میں بالکل بچپن میں آنکھیں کھولتے ہی آپ نے

---

[۱] فجار فجر کی جمع ہے جس کے معنی بدکاری کے ہیں، عرب سال کے چار مہینوں، رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم میں لڑنا حرام جانتے تھے، لہٰذا ان مہینوں میں جو لڑائیاں ہوئیں، فجار کہلائیں، ایسی چار لڑائیاں ہوئیں، جن میں یہ پچھلی تھی، جو آپ کے سامنے ہوئی،

بھیڑ بکریاں چرائیں، اور اب مکہ میں یہی کام آپ کا لڑکپن کا مشغلہ تھا۔

ذاتی تجارت

سترہ برس کی عمر میں ایک چچا کے ساتھ بہ اجازت ابوطالب آپ نے یمن کا سفر کیا اور اس کے بعد ذاتی تجارت شروع کر دی، جس میں سائب بن ابی سائب نام ایک صاحب آپ کے شریک تجارت تھے، حکیم بن خزام نام ایک صاحب نے یمن کے راستہ پر بازار حباشہ میں آپ سے کچھ کپڑا خریدا آپکی تجارت کی شان دیکھی، خوش معاملگی اور جفاکشی کا اندازہ کیا، اور مکہ میں آکر خدیجہ نام ایک دولتمند قریشیہ تاجرہ سے تعریف کی، جو بڑی پاکدامن و پاک طینت تھیں، ان کو ایک کارندے کی ضرورت تھی، آپ کو بلا کے اپنی تجارت کا کام آپ کے سپرد کیا۔

خدیجہ کی ملازمت،

دوسرا سفر شام،

اب آپ نے خدیجہ کا مال لے کر شام کا سفر کیا، اور خدیجہ کا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ گیا، بصرے میں آپ ایک درخت کے سائے میں کھڑے تھے کہ نسطورا نام ایک راہب نے دور سے دیکھ کر میسرہ کو بلایا اور کہا "یہ صاحب پیغمبر مرسل ہونے والے ہیں"، میسرہ نے یہ بات حیرت سے سنی اور آپ کے حالات پر غور کرنے لگا، تو اسے بہت سے ایسے واقعات نظر آئے کہ واپس آکر وہ سب باتیں جناب خدیجہ سے بیان کر دیں اور تجارت کی کامیابی کو ظاہر کیا،

حضرت خدیجہ سے نکاح،

یہ واقعات سن کر حضرت خدیجہ کے دل میں ایسا شوق پیدا ہوا کہ خود ہی پیام دلوا کے آپ سے عقد کر لیا، اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی اور جناب خدیجہ چالیس برس کی تھیں، یہ شادی آپ کے لئے اطمینان اور فارغ البالی کا ذریعہ ہوئی! آپکی طرف سے ابوطالب کو بڑا اطمینان ہو گیا،

انکے بطن سے اولاد،

حضرت خدیجہ کے بطن سے خدا نے آپکو تین فرزند اور چار صاحبزادیاں عطا کیں۔ بیٹے بچپن ہی میں والدین کے دل کو داغ دے گئے، چاروں صاحبزادیاں بڑی ہوئیں، بیاہی گئیں، اور بعض صاحب اولاد بھی ہوئیں مگر افسوس کہ آپکی وفات کے وقت بجز جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کے کوئی صاحبزادی زندہ موجود نہ تھیں،

تعمیر کعبہ،

اب آپکی عمر ۳۵ سال کی تھی، ان دنوں ایک بار آگ لگ جانے اور اسکے بعد سیلاب عظیم آنے سے کعبہ کی عمارت نہایت ہی کمزور اور قریب الانہدام تھی، اس کے علاوہ کعبہ اس وقت تک فقط ایک چاردیواری کا نام تھا، جس میں نہ چھت تھی نہ دروازے میں پٹ تھے جس کا جی چاہتا دیوار پھاند کے یا دروازے سے اندر گھس کے خزانۂ کعبہ[۱] میں جو کچھ ملتا چرا لے جاتا

[۱] ہبل کی مورت کے نیچے ایک گڑھا تھا، اس میں چڑھاوے کی چیزیں جمع رہتیں اور خزانۂ کعبہ کہلاتا،

ان ضرورتوں سے قریش نے چاہا کہ کعبہ کو ازسرنو تعمیر کریں، اس کی چھت پاٹیں، اور بٹ لگا کے محفوظ کر دیں، اتفاقاً ایک جہاز جو مین کو لکڑی اور سامان عمارت لئے جاتا تھا، قریب کے ساحل پر سمندر میں ڈوبا اور کنارے آلگا، اس کا سردار باقوم بھی وہاں پڑا ہوا تھا کہ کوئی اور جہاز آئے تو اُس کو لے جائے، قریش نے وہاں جاکر اس سے لکڑی اور لوہا خرید لیا اور خود باقوم کو بھی ساتھ لائے کہ اپنی ہنرمندی سے کعبہ کو تعمیر کرا دے، باقوم آیا اور کعبہ کی عمارت بننے لگی، وہ بناتا اور قریش پتھر ڈھو ڈھو کے لاتے، آپ نے بھی کندھے پر رکھ رکھ کے پتھر پہونچائے جس کے صدمے سے شانہ چھیل گیا تھا، قریش کے سب قبائل نے چار گروہوں میں بنٹ کر کعبہ کا ایک ایک حصہ اپنے ذمے لے لیا تھا، جب اس کا وقت آیا کہ حجر اسود اپنی جگہ پر لاکر نصب کیا جائے تو جھگڑا ہوا کہ

حجر اسود کے نصب کرنے میں جھگڑا،

یہ دینی خدمت کون انجام دے، تین دن تک عمارت کا کام رکا رہا اور کسی طرح فیصلہ نہ ہو چکتا تھا، تلواریں کھنچ گئیں اور باہم لڑنے مرنے پر قسمیں کھائی جا رہی تھیں کہ ابوامیہ بن مغیرہ نے کہا "لڑنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا، مسجد کعبہ کے باب شیبہ کی طرف دیکھتے رہو اور جو پہلے آئے اس کو حکم بنا دو" اس تجویز کو سب نے پسند کیا، اور قسمیں کھائیں کہ ادھر سے جو آئیگا اُس کے فیصلے کو بے عذر مان لیں گے، حسن اتفاق کہ سب سے پہلے آپ دکھائی دیئے اور سب نے خوش ہوکر کہا "لو امین آگئے، یہی خوب فیصلہ کریں گے۔"

اور آپ کا فیصلہ،

آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک چادر بچھا کے اس میں حجر اسود کو رکھا، اور چاروں گروہوں سے کہا، اپنی طرف سے ایک ایک شخص چاروں کونوں کو پکڑ کے اٹھائے اور کعبہ کے پاس لے چلے اس طریقے سے جب حجر اسود دیوار کعبہ کے پاس پہونچ گیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اُسے اس کی جگہ پر نصب کر دیا، اور اس فیصلے سے سب خوش ہو گئے۔

زمانہ قرب نبوت،

اب بعثت کا زمانہ قریب تھا، یکایک آپ کی طبیعت میں ایک تغیر پیدا ہو گیا، تجارت اور کاروبار دنیوی سے دل ہٹ گیا، بال بچوں میں رہنا چھوٹ گیا، خلوت و تنہائی پسند تھی، دل میں ایک شوق تھا جو کسی کام سے نہ پورا ہوتا، اور ایک پیاس تھی جو کسی طرح بجھائے نہ بجھتی، لیکن اس بیقراری و بیتابی کے ساتھ یہ عجیب کیفیت تھی کہ جو رائے دیتے ٹھیک اترتی، جو بات زبان سے نکل جاتی بے پوری ہوئے نہ رہتی، جو خواب دیکھتے سچ نکلتا، اور جدھر تشریف لے جاتے کان میں آواز آتی[1] السلام علیک یا رسول اللہ، مگر پھر پھر کے اِدھر اُدھر غور سے دیکھتے کوئی کہنے والا نہ دکھائی دیتا۔[1]

[1] سیرۃ ابن ہشام، صفحہ ۱۵۱،

ان یزدانی کششوں کا یہ اثر تھا کہ آپ محتاجوں کو کھانا کھلاتے، گھر چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے جاتے، حرا نام ایک پہاڑ (جہاں سے کعبۂ شریفہ نظر آتا) کے غار میں عزلت گزیں ہوتے، اور شب و روز عبادت میں مصروف رہتے، واپس آنے پر پہلے کعبہ کا طواف کرتے پھر گھر میں رونق افروز ہوتے، انیس و ہمدم بیوی خدیجہؓ کو ایسی محبت تھی کہ وہ بھی آپ کے ساتھ کوہسار میں چلی جاتیں اور غار حرا میں مقیم رہتیں[۱]۔

غار حرا،

اس معمول[۲] کو کئی سال ہوئے تھے، کہ اپنی عمر کے چالیسویں سال ماہ مبارک رمضان میں آپ حضرت خدیجہ کے ساتھ اسی حجازی وادی سینا یعنی غار حرا میں تھے کہ ۱۷ تاریخ دوشنبہ کے روز

آغاز نزول وحی۔

---

[۱] طبری، جلد ۲ صفحہ ۲۰۶،

[۲] حضرت عائشہ ام المؤمنین سے اللہ راضی ہو، انھوں نے کہا "پہلے وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر شروع ہوئی وہ اچھا خواب تھا۔ سوتے میں آپ جو خواب دیکھتے وہ (بیداری میں) صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہوتا پھر آپ کو تنہائی بھلی لگنے لگی اور آپ حرا کی غار میں اکیلے رہا کرتے اور وہاں گنتی کی کئی راتیں عبادت کرتے۔ جب تک گھر میں آنے کا شوق پیدا ہوتا اور اس کام کے لیے توشہ (ساتھ) لیجاتے پھر (جب توشہ ختم ہو جاتا) تو حضرت خدیجہ کے پاس لوٹ کر آتے۔ اتنا ہی توشہ اور لیجاتے یہاں تک کہ آپ اسی غار حرا میں تھے کہ آپ پر وحی آن پہونچی، حضرت جبرئیل آئے، اُنھوں نے کہا پڑھ۔ آپ نے فرمایا میں نے کہا میں پڑھا (لکھا) آدمی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں پھر جبرئیل نے مجھکو پکڑ کر ایسا بھینچا کہ میں بے طاقت ہو گیا پھر مجھکو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ۔ میں نے کہا میں پڑھا (لکھا) آدمی نہیں (کیونکر پڑھوں) انھوں نے مجھکو پھر پکڑا دوسری بار دبایا اتنا کہ میری طاقت نے جواب دیدیا۔ پھر مجھکو چھوڑ دیا اور کہا پڑھ، میں نے کہا (کیسے پڑھوں) میں پڑھا (لکھا) نہیں ہوں انھوں نے پھر مجھکو پکڑا اور تیسری بار دبوچا پھر مجھکو چھوڑ دیا اور کہنے لگے "اس پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے (سب چیزیں) بنائیں آدمی کو (خون کی) پھٹکی سے بنایا پڑھ اور تیرا پروردگار بڑے کرم والا ہے" بس یہی آیتیں۔ (حضرت جبرئیل سے) آپ سُنکر (پہاڑ سے) لوٹے آپ کا دل (ڈر کے مارے) کانپ رہا تھا حضرت خدیجہؓ (یعنی اپنی بی بی) کے پاس جو خویلد کی بیٹی تھی، گئے اور فرمانے لگے مجھکو کپڑا اڑھا دو، مجھکو کپڑا اڑھا دو، لوگوں نے آپکو کپڑا اڑھا دیا، جب آپ کا ڈر جاتا رہا تو آپ نے خدیجہؓ سے یہ قصہ بیان کر کے فرمایا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، خدیجہ نے کہا "ہرگز نہیں قسم خدا کی اللہ تم کو کبھی رسوا نہیں کرنے کا، تم تو ناتا جوڑتے ہو اور ناتوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہو اور جو چیز (لوگوں پاس) نہیں وہ ان کو کما دیتے ہو اور مہمان کی مہمانی کرتے ہو

صبح تڑکے پو پھٹنے کے وقت آپکو یکایک معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ آیا، حریر کا ایک ٹکڑا اس کے ہاتھ میں ہے جس پر کچھ لکھا ہے، اور اس کو دکھا کر وہ کہہ رہا ہے "پڑھو" آپ نے فرمایا "میں پڑھنا نہیں جانتا" اس نے سینے سے لپٹا کے خوب بھینچا اور چھوڑ کر کہا "پڑھو" آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ میں بے پڑھا ہوں" غرض اس نے تین بار سینے سے لپٹا کر دبایا، اور حادثوں میں حق کی مدد کرتے ہو" پھر خدیجہ رضی آپ کو ساتھ لیکر چلیں یہاں تک کہ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس جو خدیجہ رضی کے چچازاد بھائی تھے لائیں وہ ایک ایسے شخص تھے جو (بت پرستی چھوڑ کر) جاہلیت کے زمانے میں عیسائی بن گئے تھے۔ عبرانی زبان لکھنا جانتے تھے۔ انجیل میں سے اللہ جو ان سے لکھوانا چاہتا تھا وہ عبرانی زبان میں لکھا کرتے۔ بوڑھے ضعیف ہو کر اندھے ہو گئے تھے۔ خدیجہ رضی نے ان سے کہا میرے چچازاد بھائی (ذرا) اپنے بھتیجے (حضرت محمد) کی بات سنو" ورقہ نے آپ سے کہا "میرے بھتیجے (کہو) تم نے کیا دیکھا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دیکھا تھا وہ ان سے بیان کر دیا تب تو ورقہ کہہ اٹھے "یہ تو وہ (خدا کا) رازدار فرشتہ ہے جس کو اللہ نے حضرت موسیٰ پر اتارا تھا، کاش میں اس وقت (آپکی پیغمبری کے زمانہ میں) جوان ہوتا کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب تم کو تمہاری قوم (اپنے شہر سے) نکال باہر کریگی"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھکو نکال دیں گے"؟ ورقہ نے کہا "ہاں (بیشک نکال دیں گے) جب کبھی کسی شخص نے ایسی بات کہی جیسی تم کہتے ہو تو لوگ اس کے دشمن ہو گئے اور اگر میں اس دن تک زندہ رہوں گا تمہاری پوری مدد کروں گا" پھر بہت زمانہ نہیں گزرا کہ ورقہ مر گئے اور وحی کا آنا بند ہو گیا۔ ابن شہاب نے کہا (جو اس حدیث کے راوی ہیں) کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے جابر بن عبداللہ انصاری سے سنکر بیان کیا، وہ وحی بند رہنے کا تذکرہ کرتے تھے، انہوں نے آنحضرت سے یوں نقل کیا کہ آپ نے فرمایا "میں ایکبار (رستے میں) جا رہا تھا اتنے میں میں نے آسمان سے ایک آواز سنی۔ آنکھ اٹھا کر اوپر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں، وہی فرشتہ جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا آسمان و زمین کے بیچ میں ایک کرسی پر (معلق) بیٹھا ہے میں یہ دیکھ کر ڈر گیا (اپنے گھر کو) لوٹا میں نے (گھر والوں سے) کہا "مجھ کو کپڑا اڑھادو کپڑا اڑھادو" تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں، یا ایہا المدثر قم فانذر (اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھ (لوگوں) کو ڈراتا بہ اس آیت ذیل. والرجز فاھجر" اور پلیدی چھوڑدو"
پھر تو وحی گرم ہو گئی اور برابر آنے لگی"۔

صحیح بخاری. باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال البخاری، حدثنا یحیی بن بکیر قال اخبرنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ ام المومنین رضی اللہ عنہا انہا قالت اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم الخ

پڑھنے کی تاکید کی، تیسری بار آپ نے بجائے معذوری ظاہر کرنے کے پوچھا "کیا پڑھوں" اُس نے سورۂ اقرا کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور چلا گیا، اس کے جانے کے بعد آپ اُٹھے تو وہ سورۃ دل پر نقش تھی، گھبرا کر غار کے باہر نکلے، اور پہاڑوں کی کھلی فضا میں جا کھڑے ہوئے یکایک کان میں آواز آئی "اے محمد تم خدا کے رسول ہو اور میں جبرئیل ہوں" نظر اٹھا کے دیکھا تو انسانی ہیأت میں جبرئیل کی شکل کا ایک خاکہ نظر انور کے سامنے تھا، نظر پڑتے ہی یہ صورت آنکھوں میں ایسی جم گئی کہ کسی طرح نہیں ہٹتی، جدھر نگاہ پھیرتے تھے یہی صورت دکھائی دیتی ہے، اور وہی الفاظ اُس کی زبان پر ہیں۔

یہ حالت بڑی دیر تک رہی، اتنی دیر تک کہ حضرت خدیجہؓ کا آدمی مکہ میں آپ کو تلاش کر کے واپس آیا، اتنی دیر کے بعد جب وہ جبرئیل کی صورت سامنے سے ہٹی تو آپ سہمے گھبرائے اور ڈرتے ہوئے غار میں آئے اور محترم بیوی کے پاس بیٹھ کر کہا "مجھے کچھ اڑھاؤ، مجھے کچھ اڑھاؤ" حضرت خدیجہ نے اس اضطراب کا سبب پوچھا، تو آپ نے ساری سرگذشت بیان فرمادی، انھوں نے اطمینان ظاہر کیا، تسلی دی، اور فرمایا "کوئی گھبرانے کی بات نہیں، آپ اس قوم کے پیغمبر ہونے والے ہیں" انھوں نے اپنے خداپرست ابن عم ورقہ بن نوفل سے آپ کے گذشتہ حالات بیان کر کے یہ جواب پایا تھا کہ تمھارے شوہر پیغمبر ہونے والے ہیں، مزید اطمینان کے لیے حضرت خدیجہ نے پھر ان کے پاس جا کر واقعات بیان کئے اور وہی پہلا جواب پا کر مطمئن ہو گئیں[1] بعض علما کا قول ہے کہ اسی روز آپ پر نماز فرض ہوئی، جبرئیل نے متواتر دو روز تک آپ کے اول و آخر اوقات میں پانچوں نمازیں پڑھائیں، اور صاف الفاظ میں خدا کا یہ پیام پہونچایا کہ "آپ سارے جن و انس کی ہدایت کے لیئے رسول اور ہادی مقرر ہوئے ہیں۔ لہذا سب کو کلمۂ توحید کی طرف بلائیے"

تعلیم نماز وحکم تبلیغ

یہ حکم پاتے ہی آپ نے مخفی طور پر تبلیغ شروع کی، سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں، پھر حضرت علیؓ نے جو بارہ تیرہ برس کے تھے، اسلام قبول کیا، پھر آپ کے غلام زید بن حارثہ مسلمان ہوئے، اور ان کے بعد ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے، جو سن رسیدہ اور باثر شرفائے قریش میں پہلے مومن سمجھے جاتے ہیں، ابوبکر صدیق کے اثر سے چند روز میں پانچ اکابر قریش عثمانؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعد اور طلحہ مسلمان ہو گئے، اور ان سب کے اثر نے اور

پہلے ایمان لانے والے

[1] ابن ہشام صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۰۴۔

دس بارہ مخزر ین کو ایمان لانے پر آمادہ کیا،

فترۃ وحی، پہلی بار حضرت جبرئیل کے آنے کے بعد نزول وحی کا سلسلہ تین سال تک کا رہا جس کی آپکو نہایت سخت تکلیف تھی، کسی بات میں جی نہ لگتا، محزون و متفکر رہتے، اور بعض اوقات دل میں آتی کہ پہاڑ پر سے گر کے جان دے دیں، آخر سورہ مدثر اتری جس کے ذریعے سے آپ کو تسلی دیگئی اور وہ اضطراب دور ہوا،

ابھی تک تبلیغ دین مخفی تھی، مسلمان سنسان گلیوں میں لوگوں کی آنکھ بچا کے نماز پڑھ لیا کرتے ایک دن سعد کو بعض غیروں نے نماز پڑھتے دیکھ لیا، اس پر جھگڑا ہوا اور اسی وقت قریش پر نئے دین کا راز کھلا، اور آپ سے اور آپ کے پیروں سے دشمنیاں کی جانے لگیں،

تبلیغ بنی ہاشم اب آپ نے تمام بنی ہاشم یعنی اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے دعوت اسلام کی اس کے بعد آپکے ارشاد کے مطابق حضرت علی نے خاندان عبدالمطلب کے تمام لوگوں کو جن کا شمار ۴۰ تھا کھانے کی دعوت دی، اور اس دعوت میں آپ نے سب کو دین حنیفی ابراہیمی کی طرف بلایا مگر سب خاموش[۱] چلے گئے اور کسی نے اسلام نہیں قبول کیا، مگر یہ لوگ گو کہ ایمان نہیں لائے لیکن آپکی مدد و اعانت پر آمادہ ہوگئے۔ اب مکہ میں مخالفت کی ایک شورش مچی ہوئی تھی۔ مگر کسی کو آپ کی جان

اہل مکہ میں شورش لینے کی جرأت اس خوف سے نہ ہوتی، کہ ابو طالب اور بنی ہاشم انتقام پر آمادہ ہوگئے تو کیا ہوگا، اگر جان لینے کے سوا اور کوئی اذیت نہ تھی جو آپ کو اور آپ کے رفقا کو نہ پہونچائی جاتی ہو۔

ابو طالب کے سامنے نسل قریش کا ایک شریف لڑکا پیش کیا گیا، کہ اس کو بیٹا بنا لو اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کرو کہ انھیں قتل کر کے اپنے پرانے دین کو ذلت سے بچائیں، اگر انھوں نے نہ مانا، پھر خود آپ سے کہا گیا کہ دولت چاہتے ہو تو دولت لو، حکومت چاہتے ہو، تو ہمارے بادشاہ بنو، یا جس بات کی آرزو ہو ہم سے لے لو، مگر ہمارے بتوں کی مخالفت چھوڑ دو، یہ آپ کے امکان سے باہر تھا،

مخالفت اور ایذا رسانی انجام یہ ہوا کہ آپ کو راہ چلتے منہ پر گالیاں دی جاتیں، کوئی آپ پر خاک پھینک دیتا، کوئی راہ میں کانٹے بچھاتا، کوئی بھیڑوں اور اونٹوں کی اوجھڑیاں پھینک کے کپڑے نجس کر دیتا ایک دن آپ سجدے میں تھے کہ ایک بدمعاش نے اونٹ کی اوجھڑی پیٹھ پر لاد دی، جس کے

---

[۱] ابن خلدون بقیہ جلد ثانی صفحہ ۷،

بوجھ سے آپ دبے جاتے تھے، حضرت فاطمہ بچوں کی طرح روتی ہوئی آئیں اور اس کو ڈھکیل کر پیچھے گرایا، آپ کو جھوٹی تہمتیں لگائی جاتیں، کوئی کہتا آپ شاعر ہیں، کوئی ساحر بتاتا، کوئی مجنون کہتا کوئی کہتا آپ پر کوئی جن یا بھوت آتا ہے آپ جدہر جاتے دشمن ساتھ لگے رہتے، کسی سے بات کرتے، تو اُس کو بہکاتے، کہ خبردار ان کی بات نہ ماننا، قرآن پڑہتے تو سب ملکر شور کرنے لگتے کہ آپ کی آواز کسی کے کان تک نہ پہونچ جائے[1]،

مسلمانوں پر مصیبت، ایسی اذیتیں مسلمانوں کو بھی پہونچ رہی تھیں، اور ہر قبیلہ آمادہ تھا کہ اپنے میں سے جس کسی کو مسلمان پائے اس کو اذیت دے اور ستائے[2]، مگر سب سے زیادہ مصیبت ان غریب مسلمانوں پر تھی جو کسی کے غلام تھے یا دوسروں کے بس میں تھے، وہ بھوکے پیاسے جلتی بھوبھل پر لٹائے جاتے اور تپتی ہوئی بھاری سلیں اُن کی پیٹھ پر رکھی جاتیں، درختوں میں مصلوب کر دیے جاتے کہ دین اسلام سے منحرف ہوں، گو ان میں سے بعض سختیاں جھیلتے جھیلتے مرگئے، مگر دین حق کو کسی نے نہ چھوڑا، ایسے دو چار غلاموں کو ابوبکر صدیق نے خرید کے آزاد بھی کر دیا مگر کہاں تک؟

حمزہ کا ایمان لانا، اسی اثناء میں آپ کے چچا حمزہ ایمان لائے اور چونکہ وہ بڑے بہادر تھے اس لئے مسلمانوں کے دل کو ذرا ڈھارس بندھی، مگر اکیلا ایک شخص سارے شہر کی شورش کو کیسے دبا سکتا تھا؟ چنانچہ مسلمانوں کی جانوں کو خطرے میں دیکھکر آپ نے انھیں حکم دیا کہ حبش میں چلے جاؤ، اور وہاں کے عدل پرور بادشاہ کے زیر سایہ اپنی جان اور اپنے دین و ایمان کو خطرے سے بچاؤ، چنانچہ پہلے جو گیارہ حضرات حبش میں گئے اُن میں آپکی صاحبزادی رقیہ اور اُنکے شوہر حضرت عثمان بھی تھے، اس کے بعد اور لوگ جانے لگے جن میں حضرت علی کے بھائی جعفر بھی تھے، یہاں تک کہ حبش میں ۸۳ مسلمان تارکان وطن جمع ہو گئے، ان لوگوں کے پہلے گروہ کا تعاقب اہل مکہ نے سمندر تک کیا اور نہ پایا، اب جو دیکھا کہ لوگ کثرت سے چلے جاتے ہیں، تو عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ اہل مکہ کے سفیر بن کر کچھ نذرانہ اور ہدیے لئے ہوے بادشاہ حبش نجاشی کے دربار میں پہونچے، اور درخواست کی کہ ہمارے مفرد رہزن ہم کو دئے جائیں، نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کے کیفیت دریافت کی، اُن کے کیش و آئین کو پوچھا، حضرت جعفر نے اُس کے سامنے ایسی تقریر کی کہ نجاشی عمرو بن عاص کو جواب دیدیا

ہجرت حبش،

حبش میں مشرکین کی سفارت، و ناکامی،

[1] ابن ہشام صفحہ

[2] ابن خلدون بقیہ جلد ثانی صفحہ ۸،

اور خود دین محمدی کی تصدیق کی،

مگر مکہ میں اکابر قریش حضرت رسول خدا صلعم کی تضحیک کرتے اور آپ کی تعلیموں کا مذاق اڑا رہے تھے کہ مسلمانوں کی خوش نصیبی سے عمر بن الخطاب مسلمان ہوگئے، اور انھوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا چلئے علانیہ کعبہ میں نماز پڑھیں، اس وقت جوش میں تو یہ کارروائی ہوگئی مگر اعدا کے نرغے میں خود حضرت عمر کو جان سے لالے پڑ گئے، عمر بن الخطاب کا ایمان لانا

لیکن اب بھی لوگوں کے مسلمان ہونے کا سلسلہ برابر جاری تھا، کفار قریش نے جب یہ دیکھا کہ دین حق کے دبانے میں ہمارا کوئی زور نہیں چلتا تو تمام قبائل قریش نے باہم مل کے ایک تحریری معاہدہ کیا کہ بنی ہاشم جو محمد (صلعم) کے حامی ہیں اُن کو مطلق چھوڑ دیا جائے شادی بیاہ، بیع وشرا، میل جول، اُٹھنا، بیٹھنا اور بولنا چالنا سب باتیں ترک، یہ معاہدہ خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا، اس پر سختی سے عملدرآمد شروع ہوگیا، انجام یہ ہوا کہ بجز ابولہب کے تمام بنی ہاشم مسلمان ہوں یا کافر سب مصیبت میں مبتلا تھے، سب ابوطالب کے کرڑے میں آکے جمع ہوگئے جس محلہ کو دشمن قبائل قریش گھیرے رہتے، بجز چوری چھپے کے نہ انھیں غلہ ملتا نہ اور کوئی ضروری چیز دستیاب ہوتی، لیکن اس پر بھی رسول خدا صلعم کی وضع میں کوئی فرق نہ آیا، اس مصیبت میں بھی آپ اسی طرح توحید کی تبلیغ اور شرک کی مذمت کر رہے تھے، بنی ہاشم کے خلاف قریش کا معاہدہ،

یہ حالت پورے تین سال تک قایم رہی تھی، کہ چند صاحب اثر معززین قریش نے اتفاق کر کے وہ معاہدہ توڑ دیا، پھر سب نے کعبہ میں جا کے دیکھا تو معاہدے کو دیمک چاٹ گئی تھی، جس کی آپ نے ابوطالب کو پہلے سے خبر دیدی تھی، وہ معاہدہ سنہ ۱۰ نبوی میں ٹوٹ گیا

ان دنوں کسی نے حبش کے مسلمانوں میں یہ خبر اڑا دی کہ سب قریش مسلمان ہوگئے، حضرت عثمان اُن کی بیوی حضرت رقیہ اور بہت سے مسلمان خوش خوش واپس آئے، مگر مکہ کے قریب پہنچ کے معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی واپس جانا دشوار تھا بعض چھپ کر اور بعض کسی کی پناہ ڈھونڈ کر مکہ میں داخل ہوگئے، مہاجرین حبش کو دھوکا

اب آپ کو مبعوث ہوئے آٹھ برس ہوگئے تھے اور قریش کی دشمنیاں بدستور قایم تھیں کہ حضرت ابوطالب اور آپکی بیوی حضرت خدیجہ نے وفات پائی، آپ کے لئے ابوطالب کے اٹھ جانے سے امن وامان، اور جناب خدیجہ کے رخصت ہوجانے سے تسلی و تسکین دنیا سے اٹھ گئی، اور سخت ترین تردد اور پریشانی میں مبتلا تھے، اب تک ابوطالب آپ کو دشمنوں کے ابوطالب اور جناب خدیجہ کی وفات،

نزغ سے بچاتے رہے تھے، ان کے بعد اندیشہ تھا کہ دشمن جان پر نہ حملہ کر بیٹھیں، غرض ضرورت تھی کہ کسی کے دامن میں پناہ لے کر آپ سلسلۂ تبلیغ جاری رکھیں،

آپ طائف میں،

اسی امید میں آپ مکہ سے نکل کر طائف گئے، اور بنی ثقیف کے رئیسوں عبدیالیل، مسعود اور حبیب سے ملے جو آپس میں بھائی بھائی تھے، پہلے انھیں دین کی طرف بلایا، اس نعمت کو جب انھوں نے نہ قبول کیا تو درخواست کی کہ آپ مجھے اپنی حمایت وکفالت میں لے لیں، مگر انھوں نے نہایت ہی شقاوت وقساوت سے آپکی ہر بات ماننے سے انکار کر دیا، بلکہ جب آپ ان کے پاس سے آخر کار اٹھ کے چلے تو بدمعاشوں کو لگا دیا، جنھوں نے مارے ڈھیلوں کے آپ کو زخمی کر دیا، یہاں تک کہ آپ نے عاجز آکر عتبہ اور شیبہ کے ایک سرِراہ باغ کے احاطے میں پناہ لی اور اپنی عاجزی وبے بسی درگاہِ الٰہی میں عرض کی،

مطعم کی کفالت

اب کہاں جاتے؟ مکہ میں ہی واپس آئے، مگر جب تک کوئی کفیل نہ ہو آبادی میں داخل نہ ہو سکتے تھے، کئی سردارانِ قریش سے خواہش کی، کہ مجھے آپ اپنی کفالت میں لے لیں، مگر سب نے عذر کیا، بجز مطعم بن عدی کے جو کفالت کو تیار ہو گئے، اور ان کی حمایت میں آپ نے پھر مکہ کی صورت دیکھی، ان دنوں ایک یمنی سردار طفیل بن عمرو دوسی حاضر ہو کر ایمان لائے اور اسی زمانے میں آپ کو معراج ہوئی، جس میں آپ کو بیت المقدس، آسمانوں اور جنتوں کی سیر کرائی گئی،

تمام قبائل عرب میں تبلیغ،

اس زمانے میں آپ کا معمول تھا کہ موسم حج میں جب قبائل عرب مکہ میں جمع ہوتے اور امن وامان کا زمانہ ہوتا، آپ ہر ہر قبیلے والوں کے سامنے جا کر اپنے آپ کو پیش کرتے، قرآن سُناتے، اور فرماتے "میں خدا کا رسول ہوں" مجھ پر ایمان لاؤ" مگر ابولہب اور کفار قریش شیطان کی طرح پیچھے لگے رہتے، اور جن لوگوں کو آپ دین کی دعوت دیتے وہ اُن کو بہکاتے اور ڈراتے دھمکاتے کہ خبردار ان کا کہنا نہ ماننا، چنانچہ بعض قبائل تو آپ کی سُن لیتے بعض سننے سے بھی انکار کرتے، اور بعض طرح طرح کی شرطیں لگاتے، غرض آپ کو کسی طرح کامیابی نہ ہوتی،

سوید بن صامت۔

اصل یہ ہے کہ یہ نعمت خاص مدینۂ یثرب والوں کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی، چنانچہ ایکسال آپ کو یثرب کے قبیلۂ اوس کے ایک نامور سردار سوید بن صامت ملے۔ انھوں نے آپ کو نصائح لقمان کی عبارت سنائی، اور آپ نے اُن کو قرآن کی آیتیں سنائیں، انھوں نے قرآن کو پسند تو کیا مگر بغیر انکار یا اقرار کے خاموش ہو رہے، اور واپس جا کر اوس وخزرج کی لڑائی میں مارے گئے

اہل یثرب سے پہلی ملاقات،

بعد والے برس میں مقام عقبہ کے قریب آپ کو چھ اہل یثرب ملے، اور آپ نے ان کو

اسلام کی طرف بلایا، حسنِ اتفاق سے یثرب میں بہت سے یہود رہتے تھے اور وہ مشرک قبائل اوس و خزرج کو دھمکایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک پیغمبر مبعوث ہونے والے ہیں، اُن کو اپنا دوست بنا کر ہم تم سے سمجھ لیں گے۔ آپ نے جیسے ہی انھیں توحید کی طرف بلایا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا "بخدا یہی وہ پیغمبر ہیں جن کے ظہور کے یہود منتظر ہیں، اُن سے پہلے ہم ہی ان پر کیوں نہ ایمان لے آئیں"؟ یہ کہہ کر وہ چھوں یثربی مسلمان ہو گئے اور آپ سے کہہ گئے کہ ہم میں جو نفاق پڑا ہوا ہے اگر آپکی بدولت وہ دور ہو گیا تو آپ سے زیادہ معزز کوئی نہ ہوگا"،

عقبۂ اولیٰ

ان لوگوں نے یثرب میں واپس جا کے ساری قوم کو آپ کا مشتاق بنا دیا، اور اوس و خزرج کا کوئی گھر نہ تھا جس میں آپ کا تذکرہ نہ ہونے لگا ہو، دوسرے سال زمانۂ حج میں اُن سے بارہ آدمی آپکی زیارت کے لئے مکہ میں آئے، اور اسی مقام عقبہ میں مل کے آپ پر ایمان لائے اور ہاتھ میں ہاتھ دے کر اقرار کیا، کہ "ہم خدا کی خدائی میں کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری، زنا اور قتل عمد سے بچیں گے، اور کسی کو جھوٹی تہمت نہ لگائیں گے" یہی بیعت عقبۂ اولیٰ کہلاتی ہے، یہ لوگ جب واپس جانے لگے، تو آپ نے ابن اُم مکتوم اور مصعب بن عمیر کو اُن کے ہمراہ کر دیا کہ اہل یثرب کو جا کے دینِ اسلام کی تعلیم دیں، ان دونوں صحابیوں کی تعلیم کا نمایاں اثر ہوا، اور یثرب میں اس کثرت سے لوگ مسلمان ہو گئے کہ کوئی گھر نہیں باقی تھا جس میں مسلمان زن و مرد موجود نہ ہوں،

عقبۂ ثانیہ

دوسرے سال موسم حج میں مصعب بہت سے مسلمانان یثرب کے ساتھ مکہ میں آئے، اگرچہ اہل یثرب کے قافلۂ حجاج میں ایسے لوگ بھی تھے جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے، وسط ماہ کی ایک چاندنی رات آپ سے ملنے کے لئے مقرر ہوئی، اور مسلمانان یثرب اپنے تمام ہم وطنوں اور کفار کی نظر سے بچ بچ کے متفرق طور پر اسی مقام عقبہ میں جمع ہو چکے تو آنحضرتؐ اپنے چچا عباس کے ساتھ جو ابھی تک ایمان تو نہیں لائے تھے، مگر دوست اور خیر اندیش تھے، تشریف لائے ان لوگوں نے اس اقرار پر آپ سے بیعت کی کہ جن مصیبتوں سے ہم اپنی عورتوں اپنے بچوں اور اپنی آبرو کو بچاتے ہیں، اُن سے آپ کو بھی بچائیں گے، اور درخواست کی کہ آپ اور آپ کے اصحاب ہمارے شہر میں چل کے رونق افروز ہوں، ان بیعت کرنیوالوں میں (۷۳) مرد اور (۲) عورتیں تھیں۔ اور سب سے پہلے براء بن معرور نے بیعت کی، اس بیعت کا نام بیعت عقبۂ ثانیہ ہے، ان لوگوں میں سے بارہ آدمیوں کو آپ نے اپنا نقیب مقرر کیا،

جن میں سے ۹ خزرجی اور ۳ بنی اوس کے تھے، اور فرمایا "تم لوگ حضرت مسیح کے حواریوں کی طرح اپنی قوم کے کفیل ہو، اور میں اپنی قوم کا کفیل ہوں"،

قریش کی مخالفانہ کوشش،

اس بیعت کے بعد یہ لوگ اپنی فرودگاہ کو جاچکے تو قریش کو اس واقعے کی خبر پہونچ گئی، صبح ہوتے ہی اہلِ یثرب کے پڑاو میں پہونچے، اور برا بھلا کہنے لگے، جو مسلمان تھے وہ خاموش رہے، مگر جو لوگ رات کی صحبت میں نہ تھے، انھوں نے انکار کیا اور کہا "تمھیں غلط خبر پہونچی ہے"، خصوصاً عبداللہ بن اُبی بن سلول نے جو مرتے دم تک منافق رہا، کہا "میری قوم سے ایسی بات نہیں ہوسکتی، تمھارا گمان بالکل غلط ہے"،

اہل یثرب کا تعاقب،

سعد بن عبادہ کی اسیری و رہائی،

اس وقت تو کفار قریش واپس گئے، مگر ان لوگوں کے یثرب کی طرف روانہ ہوجانے کے بعد انھیں اس واقعہ کی تحقیق ہوگئی، اور ایسے مشتعل ہوے کہ ان کے تعاقب میں چل کھڑے ہوئے، اتفاقاً سعد بن عبادہ مل گئے، ان کو مکہ میں پکڑ لائے اور مارنے پیٹنے لگے، مگر جُبیر بن مطعم نے بیچ میں پڑ کے ان کو بچادیا، اس لئے کہ انھیں سعد کی کفالت میں اُن کو یثرب میں امان ملا کرتی تھی،

مسلمانوں کو یثرب جانیکی اجازت،

اب آپ نے مظلوم و ستم زدہ مسلمانوں کو یثرب میں جاکر پناہ لینے کی عام اجازت دیدی، ساتھ ہی صحابہ نے دشمنوں کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے یثرب جانا شروع کردیا، اور گو کہ قریش ان کے روکنے کی تدبیر نہ اٹھا رکھتے تھے، مگر وہ متفرق طور پر نکل نکل کے جاتے، یہاں تک کہ قریب قریب سب یثرب میں چلے گئے، سوا ابوبکر صدیق اور علی ابن ابی طالب کے مکہ میں کوئی نہیں باقی رہا، ان دونوں کو خود آپ نے روک رکھا تھا، اس لئے کہ آپ درگاہ الٰہی سے خود اپنے لئے ہجرت کی اجازت ملنے کا انتظار کر رہے تھے،

آپ کے قتل کی تجویز،

ادھر مشرکین قریش نے جو دیکھا کہ یثرب میں آپ کے مدد و معاون پیدا ہوگئے ہیں، اور تمام مسلمانانِ مکہ گھر چھوڑ چھوڑ کر وہاں جاچکے، خود آپ بھی پہونچ گئے تو بالکل ہمارے اختیار سے باہر ہوجائیں گے، اور نہیں معلوم ہمارے لئے کون سی مصیبت اٹھ کھڑی ہو، اس لئے سب نے دارالندوہ میں جمع ہو کے مشورہ کیا کہ اب کیا کارروائی کی جائے، کوئی کہتا تھا آپ کو قید کرلینا چاہئے کسی کی رائے تھی کہ آپ کو یہاں سے نکال دینا مناسب ہے، لیکن آخر میں سب کی یہ رائے قرار پائی کہ تمام قبائل میں سے ٹانٹھے اور سٹنڈے جوان چن لئے جائیں، وہ سب ایک ساتھ حملہ کر کے آپ کو قتل کر ڈالیں، تاکہ خون سب خاندانوں میں بٹ جائیں، اور بنی عبدمناف کسی ایک

قبیلے سے انتقام کا دعویٰ نہ کر سکیں، اس تجویز کے مطابق سب نے راتوں رات آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا،

آپ گھر سے نکل گئے، آپ کو بذریعہ وحی اطلاع ہو گئی، فوراً حضرت علی کو اپنے بچھونے پر لٹا دیا، پھر کفار کی آنکھوں میں خاک جھونک کے اور انھیں کے درمیان میں سے ہو کے نکلے، ابوبکر صدیق کے گھر میں جا کے انھیں ساتھ لیا، اور ان کے مکان کے پچھواڑے کی کھڑکی سے نکل کر آبادی کے باہر ہوئے اور کوہ ثور کے ایک غار میں چھپ رہے، کفار نے جب صبح کو آپ کی جگہ حضرت علی کو پایا تو انھیں کچھ مارا پیٹا،[1] پھر ابوبکر کے گھر میں جا کے ان کی صاحبزادی اسماء کو مارا،[2] مگر کسی سے پتہ نہ چلا، کہ آپ اور ابوبکر کہاں گئے ہیں، اب شہر کے اندر باہر ہر جگہ آپ کی تلاش ہونے لگی اور اشتہار دے دیا گیا، کہ جو کوئی دونوں کو پکڑ لائیگا، اسے ایک سو اونٹ انعام ملیں گے،

ابوبکر کے ساتھ غار ثور میں، تین روز تک آپ اسی غار میں رہے، ابوبکر کے بیٹے عبداللہ روز روز کی خبریں پہونچاتے، ان کا غلام اور چرواہا عامر بھیڑوں کا دودھ چھپا کر دے جاتا، اور اسماء بنت ابی بکر سب کی آنکھ بچا کر روز کھانا دے آتیں، عبداللہ بن اریقط اگرچہ کافر تھا مگر بھروسے کا آدمی تھا، وہ اجرت پر ٹھہر گیا، کہ رہبری کر کے یثرب پہونچا دے،

ہجرت، تیسرے روز عبداللہ بن اریقط دو تیز رو اونٹ لیکر آگیا، جن کو ابوبکر نے پہلے سے خرید لیا تھا آنحضرت علیہ السّلام نے اُن سے ایک ناقہ (قصویٰ) مول لیا، اسماء نے دسترخوان میں زادراہ باندھا ابوبکر نے پانچ ہزار درہم جو اس مقصد کے لئے جمع کر رکھے تھے ساتھ لئے پھر اپنے غلام عامر کو اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھایا، اور چل کھڑے ہوے،

---

[1] ازروے تنقید مذہبی یہ روایت ضعیف ہے،

[2] ابن ہشام - ۳۲۹ (طبع یورپ) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:-

لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر اتانا نفر من قریش فیہم ابوجہل فوقفوا علی باب ابی بکر فخرجت الیہم فقالوا این ابوک یا ابنت ابی بکر قالت قلت لا ادری واللہ این ابی قالت فرفع ابوجہل یدہ وکان فاحشاً خبیثاً فلطم خدی لطمۃ طرح منہا قرطی۔

دوسری فصل

ورود مدینہ سے آخر سنہ ۴ھ تک

قبا میں ورود، یثرب میں داخلہ، مسجد نبوی، مدینۃ النبی، یہود سے معاہدہ، مواخاۃ، منافقین، یہود، ان کی فتنہ انگیزی، قریش کی کارروائیاں، سعد بن معاذ اور قریش، آپ کی ابتدائی غزوے، قریش کی پہلی دستبرد، عبداللہ بن جحش کی مہم، مشرکین مکہ کی برہمی، اور روانگی، بدر، جنگ بدر، شہ نشین رسالت، کفار کو شکست، قیدیوں کے ساتھ سلوک، یہود بنی قینقاع، ان کی بدعہدی، ان کا محاصرہ، اور اخراج، غزوۂ سویق، زید بن حارثہ، ابو عامر قریش میں، قریش کا حملہ مدینے پر، آپ مقابلے کو نکلے، احد، قریش اور ابو عامر انصار کو بہکاتے ہیں، مشرکہ عورتیں، ابو دجانہ کی شجاعت، کفار کو شکست، خالد کا مسلمانوں پر ان کی پشت کی طرف سے حملہ، کفار کا نرغہ، خود آپ کے شہید کرنے کی کوشش، آپکی شہادت کی شہرت صحابہ کی جاں نثاریاں، حضرت حمزہ کی شہادت قسی القلب عورتیں، خاتونان اسلام، آپ کے زندہ ہونے کا مژدہ، کفر و اسلام کا سوال و جواب، کفار کی واپسی، ان کا تعاقب، مدینے کی حالت، بنی نضیر کی دغابازی، ان کی جلاوطنی،

قبا میں ورود

بعثت و نبوت کے تیرہ سال بعد ۶۲۲ء میں ربیع الاول کی بارہویں تاریخ دوشنبہ کے روز ٹھیک دوپہر کے وقت آپ سواد یثرب میں داخل ہوکر مقام قبا میں فروکش ہو گئے، جو یثرب سے چند میل ادھر ہے، راہ شوق میں لوگوں کی آنکھیں بچھی ہوئی تھیں، اور ہر شخص جمال محمدی کا مشتاق تھا، دو چار روز میں حضرت علی بھی پا پیادہ گرتے پڑتے راتوں کو چلتے اور دنوں کو چھپتے ہوئے آپہونچے، مگر حالت یہ تھی کہ سوجے ہوئے پانوں جا بجا سے پھٹ گئے تھے،[1]

یثرب کا داخلہ

قبا میں آپ نے ایک مسجد بنوائی، اور ورود کے چودھویں روز جمعہ کو خاص یثرب کا

[1] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۴۰

قصد فرمایا، راستہ میں بنی سالم کی بستی میں نماز جمعہ پڑھی، اور یہی آپ کی پہلی نماز جمعہ ہے، جب آپ شہر کو یثرب میں داخل ہوئے تو سارے اہل شہر سوار اور پیدل اپنے جھرمٹ میں لئے ہوئے تھے، بوڑھے بچے سب زیارت کو نکل کھڑے ہوئے، عورتیں کوٹھوں پر سے خیر مقدم کے اشعار پڑھ رہی تھیں، جس محلے اور مکان کی طرف سے گذرتے لوگ التجا کرتے کہ حضور ہمارے یہاں مہمان ہوں، مگر آپ نے ناقۂ مبارک کو خدا پر چھوڑ دیا تھا اور فرماتے "جہاں یہ ٹھہر جائے گا، میں وہاں ٹھہروں گا"،

مسجد نبوی — ناقۂ مبارک جاتے جاتے ایک افتادہ زمین میں ٹھہر گیا، یہ دو یتیموں کی ملکیت تھی مجبوراً آپ ابوایوب انصاری کے گھر میں فروکش ہوگئے، اور اس زمین کو مول لے کر وہاں مسجد[1] بنائی، اور یہی مسجد آپ کا مسکن اور مستقر نبوت قرار پائی، اس لئے کہ اسی کے کنارے مشرق جانب ازواج مطہرات کے حجرے تھے، مسجد کے بازو سے حضرت عائشہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما کے لئے حجرے تعمیر کئے گئے، اور مساکین کے رہنے کے لئے ایک صفہ[2] بنایا گیا، اولاً بیت المقدس کی طرف (بجانب شمال) موہنہ کرکے نماز پڑھی جاتی تھی، جانب جنوب و مشرق و مغرب تین دروازے تھے، تحویل قبلہ کے بعد (بجانب جنوب) کعبہ کی طرف موہنہ کرکے نماز پڑھنے لگے، اس طرف کا دروازہ پاٹ دیا گیا، اس مسجد کی بنیاد پتھروں کی تھی، دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں، چھت کی جگہ کھجور کی ٹہنیوں کا چھپر تھا، در کھجوری کی تھونیاں تھیں، اور بنانیوالے خود حضرت رسالتؐ اور آپ کے صحابہ تھے

مدینۃ النبی — اب یثرب کا نام آپ نے مدینۃ النبی قرار دیا، یہاں کی آب و ہوا اہل مکہ کے مزاج کے موافق نہ تھی، آپ کی دعا سے موافق ہوگئی، ابوبکر صدیق کا خاندان اور حضور سرور عالم کی زوجہ محترمہ سودہ اور عائشہ بھی آگئیں،

یہود سے معاہدہ — یہود سے آپ نے آتے ہی ایک معاہدہ کرلیا جس کی رو سے تمام اہل مدینہ یہودی ہوں یا بت پرست سب ایک قوم ہوگئے، اور سب کا فرض تھا کہ حملہ آوروں اور بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں باہم مدد و معاون اور دوست رہیں، اس کے بعد مہاجرین مکہ، اور مسلمانان مدینہ میں جو انصار کے لقب سے یاد کئے گئے، اتحاد و یکجہتی پیدا کرنے کے لئے آپ نے ایک

مواخاۃ — خاص قسم کی اخوت قائم فرمائی، ہر قریشی مہاجر کو کسی انصاری کا بھائی بنایا، اور یہ دینی بھائی چارہ ایسا زبردست اور مستحکم ثابت ہوا، کہ اسکے پیچھے لوگ سگے بھائیوں اور قریب تر عزیزوں کو بھی بھول گئے،

---

[1] الخمیس جلد ۱ صفحہ ۳۸۶،

[2] الخمیس جلد ۱ صفحہ ۳۸۹،

منافقین،

آپ کے آنے کے بعد مدینہ کے لوگوں کی عام حالت یہ تھی، کہ بنی اوس و بنی خزرج کا زیادہ حصہ پیرو دین الٰہی ہو گیا تھا، مگر انھیں میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے، مسلمانوں میں ملے رہتے، لیکن دل میں آپ کے اور اسلام کے دشمن تھے، یہ لوگ منافق کہلاتے اور اسلام کو ضرر پہونچانے میں کوئی بات اٹھا نہ رکھتے، ان میں سے خزرجی منافقوں کا سرغنا عبد اللہ بن اُبی بن سلول تھا، اور بنی اوس کے منافقوں کا سرگروہ حرث بن سہیل بن صامت تھا،

یہود،

یہود کے ایک حبر (عالم) عبد اللہ بن سلامؓ جو علوم اہل کتاب میں تبحر رکھتے تھے مسلمان ہو گئے، مگر سارے یہودی آپ کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے، اوس و خزرج میں مدت سے دشمنی چلی آتی تھی آپ نے اگر دونوں میں اتحاد پیدا کر دیا تھا، یہود نے ایک منتفنی کے ذریعے سے گذشتہ باہمی لڑائیوں کے اشعار یاد دلا کے دونوں کو اس قدر آپے سے باہر کر دیا کہ خود حضور سرور عالم نہ پہونچ جائیں تو تلوار چل ہی چکی تھی،

یہود کی فتنہ انگیزی،

قریش کی کارروائیاں

کفار قریش نے جو دیکھا کہ آپ کو امن مل گیا اور ہماری دستبرد سے باہر ہیں تو پہلے قبائل عرب کو جو مدینہ سے یمن تک پھیلے ہوئے تھے اور کعبہ کے ماننے والے تھے آپکی مخالفت پر ابھار دیا، اور خاص مدینہ میں عبد اللہ بن اُبی کو لکھا "اگر تم نے محمدؐ اور اُنکے پیرووں کو مدینے سے نکال نہ دیا، تو ہم تم سب کو پامال کر ڈالیں گے، اور تمھاری عورتوں کو لونڈیاں بنائیں گے"، ابن ابی اگرچہ اپنی کمزوری دیکھ کر کوئی کارروائی نہ کر سکا مگر اہل مکہ کی سازش اور قبائل عرب کی شورش و برہمی سے مسلمانان مدینہ کی یہ حالت تھی کہ چین سے سونے نہ پاتے، صحابہ کو رات رات بھر پہرہ دیتے گذر جاتی،

سعد بن معاذ اور قریش

آپ کے ورود مدینہ کے بعد موسم حج میں سردار بنی خزرج سعد بن معاذ حج کو گئے تو ابو جہل نے اُن کو پہچان کر کہا "تم نے صابئی لوگوں کو پناہ دی ہے، اگر تم امیہ بن خلف کی کفالت میں نہ ہوتے تو یہاں سے زندہ بچ کے نہ جاتے، سعد نے کہا، اگر تم ہمیں مکہ آنے سے روکتے ہو تو ہم تمھارا شام کا راستہ بند کر دیں گے،

---

۱ ابن خلدون، تتمہ جلد ثانی صفحہ ۱۷،

۲ سیرۃ النبی صفحہ ۲۲۴،

۳ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۴۰ و ۴۱،

۴ سنن ابی داود جلد ۲ باب خبر النضیر،

۵ کفار قریش مسلمانوں کو صابئی کہا کرتے تھے،

آپکے ابتدائی غزوے،

بسعد کے واپس آنے کے بعد آپ نے صفر سے جمادی الاول تک مسلسل تین سفر جہاد کیئے، جو غزوات ابواء، بواط، اور عشیرۃ کے نام سے مشہور ہیں، پہلے اور پچھلے کا مقصد یہ تھا، کہ بعض قبائل عرب قریش سے توڑکر غیر جانبدار بنائے جائیں، اور دوسرے کی یہ غرض تھی کہ سعد بن معاذ کے کہنے کے مطابق اہل مکہ کے قافلے کی مزاحمت کی جائے، قافلہ تو نہیں ملا، مگر اس مہم میں بھی کئی قبائل عرب مشرکین سے توڑ لئے گئے۔

قریش کی پہلی ستیزہ،

اتنے میں قریش کی طرف سے کرز بن جابر خاص مدینے کی چراگاہ پر حملہ کرکے آپکے اونٹ اور گلّے ہنکالے گیا، آپ نے مقام بدر تک تعاقب کیا، اور واپس آئے، اس واقعے نے اہل مدینہ کو اور پریشان کر دیا، اس لئے کہ قریش کا یہ حملہ گویا خاص مدینے اور اہل مدینہ پر تھا آپ نے اس اندیشے کے دور کرنے کے لئے چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی کئی مہمیں روانہ فرمائیں، مگر کسی میں قتال و خونریزی کی نوبت نہ آئی،

عبداللہ بن جحش کی مہم،

رجب کے آخر میں آپ کے حکم سے عبداللہ بن جحش چند مہاجرین کے ساتھ مکہ اور طایف کے درمیان مقام نخلہ میں جا کے ٹہرے، کہ قریش کے حالات کا پتہ لگا کر آپ کو مطلع کریں، رجب کی پچھلی تاریخ تھی کہ قریش کا ایک قافلہ گزرا، جس کو عمرو بن حضرمی اور چند اور سفر زین مکہ لئے جاتے تھے، عبداللہ کے ہمراہیوں میں سے بعض نے خیال کیا، کہ رجب کا مہینہ ختم ہو گیا جس میں خونریزی حرام ہے، چنانچہ اس قافلہ پر حملہ کرکے عمرو بن حضرمی کو قتل کر ڈالا، دو سرداروں عثمان اور حکم کو اسیر کر لیا، اور قافلے کا مال قبضے میں کرکے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، آپ نے محترم ماہ رجب میں اُن کے اس فعل کو ناپسند کیا، اور فرمایا،" میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا" چنانچہ جب تک وحی کے ذریعے سے اُن کا قصور معاف نہ ہوا وہ معتوب رہے، اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو انھوں نے اپنی تجویز سے خود ہی پیش کیا تھا نہیں قبول کیا، بعد ازاں ان لوگوں کا قصور معاف ہوا اور دونوں قیدی ان دو مسلمانوں کے معاوضے میں چھوڑ دیے گئے جو اپنے اونٹوں کی تلاش میں رہ گئے تھے،

مشرکین مکہ کی برہمی،

مگر مشرکین مکہ کو چونکہ مسلمانوں کے ہاتھ سے یہ پہلا صدمہ پہونچا تھا اُن کے غیظ و غضب اور انکی برہمی کی کوئی انتہا نہ تھی، وہ مسلمانوں کو الزام دے رہے تھے کہ انھوں نے رجب میں خونریزی کرکے عرب کے عام امن وامان میں فرق ڈال دیا، چنانچہ وہ جوش و خروش سے مدینے پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے، اور اپنے اُس عظیم الشان قافلے کی واپسی

کے منتظر تھے جو بہ سرداری ابوسفیان شام سے آرہا تھا، اتنے میں ابوسفیان کا ایک قاصد دوڑتا ہوا مکہ میں آیا، اور مشہور کر دیا کہ "مسلمان قافلے کو لوٹنا چاہتے ہیں"، یہ سنتے ہی ایک لشکر عظیم مکہ سے چل کھڑا ہوا جس میں ابولہب کے سوا کوئی قریشی بہادر اور نامور سپہگر نہ تھا جو رہ گیا ہو، آپؐ کو ایک ساتھ علم ہوا کہ شام سے قریش کا قافلہ اور مکہ سے اُن کا لشکر مقابلہ کو آرہا ہے[1]

---

[1] قافلہ ابوسفیان اور لشکر قریش دونوں کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ساتھ ہوا۔ اسکی تائید عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس اثر سے ہوتی ہے۔ جسے ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ استدلال کے لئے یہی کافی ہے۔ ان روایتوں کی مجموعی حالت پر نظر ڈالنے کے بعد واقعہ کی جو شکل پیدا ہوتی ہے وہ حسب ذیل ہے

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو قریش مکہ نے ایک باضابطہ اعلان جنگ مدینہ والوں کو ان لفظوں میں بھیجا۔

تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ کہ یا تو تم لوگ اُنکو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم سب کے سب ایک دفعہ یلغار کرتے ہوئے تم لوگوں پر دھاوا کر دینگے۔ اور تم کو تباہ و برباد کر دینگے۔ اور تمھاری عورتوں کو لے اڑینگے (ابو داؤد)

(۲) قریش مکہ نے اسکے بعد تمام قبائل عرب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر آمادہ کر دیا حتیٰ کہ کہا جاتا تھا کہ "مسلمانوں کو قریش نے ایک کمان بن کر نشانہ بنا لیا"۔ گویا سارا عرب ایک متحدہ قوت کی شکل میں ڈھلکر مسلمانوں کی استیصال کے درپے تھا،

(۳) مکہ والوں نے ایک عام چندہ کا بھی اعلان کیا۔ خود ابوسفیان کا یہ بیان ہے جسکے پاس جو کچھ بھی تھا۔ اسی کے ساتھ اس چندہ میں شریک ہوا اور یہ رائے قرار دیگئی کہ تجارت کے ذریعہ سے یہ قومی سرمایہ بڑھایا جائے چنانچہ ایک قافلہ مرتب کیا گیا۔ اور وہ ابوسفیان کی سرکردگی میں اس مال کو لیکر شامی خطوں کی طرف روانہ ہو گیا۔

(۴) قریش کا یہ تجارتی قافلہ مکہ والوں کی نگاہوں میں بہت زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ ان کے ارباب حل و عقد علانیہ کہتے تھے کہ اسی پر ہماری کامیابی اور ناکامی کا مدار ہے اور یہی وجہ تھی کہ اس قافلہ کی حفاظت کے لئے سب سے پہلی دفعہ سارا مکہ مجتمع ہو کر امنڈ پڑتا ہے۔ ابولہب کے علاوہ قریش کا ہر سردار مسلح ہو کر اسی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ ابوجہل رہ رہ کر بتوہ لگاتا کہ اگر آج ہم نے اس قافلہ کی حفاظت نہ کی تو پھر مکہ والے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے

(۵) بہرحال مسلمانوں کے دشمنوں کا یہی قافلہ تھا جسکے متعلق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی

آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا اور جب انصار نے یقین دلایا، کہ "ہم حضور کے حکم پر سمندر میں بھی پھاند پڑیں گے"، تو ۳ رمضان کو ۳۱۳ جاں نثاران مہاجرین و انصار کے ساتھ

اب وہ ایک زبردست مالی قوت کو فراہم کر کے مکہ واپس ہو رہا ہے۔ آپ نے تمام مہاجرین و انصار کو جمع کیا، اور اس کے متعلق رائے پوچھی کہ دشمنوں کی اس قوت کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے۔ مہاجرین جاں بازی کے لئے آمادہ تھے لیکن آپکی نگاہیں انصار کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ حتیٰ کہ جب انصاری سردار سعد بن عبادہ اپنا مشہور پُرجوش جملہ یعنی "اگر آپ سمندر میں کودنے کے لئے ارشاد فرمائیں گے تو ہم اس میں کود جائیں گے" کہتے ہیں تو آپ خوش ہو کر کوچ کا حکم دے دیتے ہیں۔

(۶) قطع نظر تاریخی روایات اور اثری بیانات کے بخاری کی صحیح حدیث موجود ہے کہ مسلمان اس وقت صرف قریش کی اسی مالی قوت پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن قافلہ بچ کر نکل گیا۔ اور بدر کے مقام پر قریش مکہ سے مسلمانوں کی مڈبھیڑ ہو گئی اور وہیں پر اسلام کی توحیدی قوت بے نقاب ہو کر عالم کے سامنے ظاہر ہوئی۔

وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحمید۔

واقعہ کی اجمالی صورت کل اتنی ہے۔ یہی بات ہے جسکو بڑھا کر یورپ کے مورخوں نے بہت کچھ رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کوئی اسے لوٹ اور غارت گری کی ایک نظیر قرار دیتا ہے۔ کسی نے وحشت و بربریت کا اسے نمونہ قرار دیا لیکن واقعات کو سامنے رکھ لینے کے بعد انسان خود سمجھ سکتا ہے کہ دشمن کی کسی قوت پر قبل از وقت قبضہ کر لینا چوری ہے۔ یا ایک بہترین فوجی تدبیر؟ دشمن خصوصًا ایسا دشمن جس نے اپنے جذبات کا اظہار باضابطہ اعلانِ جنگ کے ذریعہ سے کر دیا ہو۔ انصاف کی عدالت میں جب اس کا خون بھی معاف ہے تو پھر مال کے متعلق اتنی شورش کیوں کیجاتی ہے۔

باقی بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ قرآن مجید ان تاریخی روایتوں اور حدیثوں کا مخالف ہے اس کے متعلق یہ کہنا کافی ہوگا کہ انکی ساری غلط فہمی کی بنیاد فقط یہ ہے کہ قافلہ ابوسفیان مدینہ والوں کی نزدیک ایک معمولی چیز تھی۔ حالانکہ یہ بتایا جا چکا ہے کہ قریش کی ساری امیدوں کی جلوہ گاہ یہی قافلہ تھا۔ پس جسطرح مکہ والے اس کو اہمیت دیتے تھے۔ بجنسہ اسی طرح انصار مدینہ بھی اس قافلہ پر قبضہ کر لینے کے مآل کار سے واقف تھے وہ جانتے تھے۔ کہ اس پر ہاتھ ڈالنا گویا مکہ کے ہر شخص پر ہاتھ ڈالنا ہے۔ اور اسی بنیاد پر وہ اس کو سمندر میں کود پڑنے کے ہم معنی سمجھتے تھے اور ایسا ہی ہوا کہ سارا مکہ سمٹ کر مدینہ پر اس کے بعد چڑھ دوڑا۔ بہرحال اس نکتہ کو پیش نظر رکھنے کے بعد قرآن اور بخاری کی حدیثوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا اور نہ حضرت کعب بن مالک جیسے صحابی پر بدگمانی کرنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

بدر،

چل کھڑے ہوئے، اور بدر نام ایک کنویں کے قریب جو مدینہ سے ۸۰ میل ہے پہنچے تھے کہ سنا لشکر قریش وادی کے اُس پار ہے، جس میں ایک ہزار نبرد آزما ہیں، اور تین سو سوار ولکا رسالہ قریش کو یہاں ابوسفیان کا پیام پہونچا، کہ قافلہ خطرے کے مقام سے نکل گیا، اب لڑائی کی ضرورت نہیں، یہ سنکر بنی زہرہ اور بنی عدی پلٹ گئے، اور لوگ بھی واپسی پر آمادہ تھے، مگر ابوجہل نے لڑائی پر ضد کی۔

جنگ بدر،

اسی دن دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے اور لڑائی چھڑ گئی، اس لڑائی کی خصوصیت یہ تھی کہ عزیز عزیزوں سے لڑ رہے تھے، اور ہر شخص خود اپنے قرابتداروں کے خون میں ہاتھ رنگتا تھا، ابوبکر صدیق کے بیٹے عبدالرحمٰن کفار کے لشکر میں تھے، وہ میدان میں آئے تو خود ابوبکر صدیق تلوار کھینچ کر مقابلے کو نکلے، عتبہ میدان میں آیا تو ادھر سے خود اس کے فرزند حذیفہ نے نکل کر سامنا کیا، حضرت عمر کی تلوار خود اپنے ماموں[1] کے خون میں رنگی ہوئی تھی، خود آپ کے لئے ایک مختصر سایہ دار چھپر سا بنا دیا گیا تھا، یہی اس معرکہ میں شہ نشین رسالت تھا، جس میں بیٹھے ہوئے آپ لڑائی کو دیکھ رہے تھے، ابوبکر صدیق کو آپ نے اپنے پہلو میں بٹھا لیا تھا، اور سعد بن معاذ سامنے تلوار کھینچے کھڑے تھے۔

شہ نشین رسالت،

کفار کو شکست،

لڑائی شدت پر تھی، کہ یکایک آپ جوش میں آکر اس چھپر کے باہر نکل آئے، فتح کی دعا مانگی، مٹھی میں سنگریزے اٹھا کر مشرکین کی طرف پھینکے اور مسلمانوں کو للکارا، بس اسی حملہ نے لڑائی کا فیصلہ کر دیا، قریش بھاگے اور مسلمان ان کو رگید رگید کے مارنے اور گرفتار کرنے لگے، قریش میں سے ستر مارے گئے اور اتنے ہی اسیر ہوئے، تمام سربرآوردہ سرداران قریش مقتولوں میں تھے، ابوجہل، امیہ بن خلف، زمعہ، عاص بن وائل سب مارے گئے، اسیروں میں آپ کے چچا اور داماد جناب عباس وابوالعاص، اور حضرت علی کے بھائی عقیل تھے اور مسلمانوں میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار کل ۱۴ آدمی شہید ہوئے۔

قیدیوں کے ساتھ سلوک،

آپ اسیروں اور مال غنیمت کو لے کر مدینے میں آئے، دو قیدی تو اپنے جرائم کے پاداش میں قتل ہوئے، باقی سب نہایت آرام اور خاطر داشت کے ساتھ رکھے گئے، یہاں تک کہ جن لوگوں کے سپرد تھے وہ خود نہ کھاتے، اپنے بچوں کو بھوکا رکھتے، مگر انھیں جی کھول کے

---

[1] سیرۃ النبی، صفحہ ۲۳۵،

کھلاتے، اور آرام پہونچاتے، پھر سب چار چار ہزار درہم فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے، اور جو نادار تھے، ان کو فدیہ بھی معاف کر دیا گیا،

یہود بنی قینقاع

یہود بنی قینقاع جو مدینے میں تھے، اُن سے اگرچہ معاہدہ اتحاد ہو چکا تھا، مگر اُن کے دل میں بغض بھرا ہوا تھا، انھیں امید تھی کہ قریش شمع اسلام کو گل کر دیں گے، یہ تمنا نہ پوری ہوئی تو کھل پڑے، معاملہ کے صاف کرنے کے لئے آپ نے ایک دن اُن کے محلے میں جا کر اُنھیں فہمائش کی اور دین برحق کی طرف بُلایا، وہ بگڑ گئے، اور کہا "کہ والوں کی شکست پر نہ بھولو، ہم سے مقابلہ ہوا تو بتا دیں گے،

انکی بدعہدی

اس کے بعد کوئی مسلمان عورت ان کے محلے میں سودا بیچنے کو گئی، ایک یہودی سنار نے اس کی توہین کی اس پر کسی مسلمان نے اس یہودی کو مار ڈالا سب یہودیوں نے نرغہ کر کے اس مسلمان کو شہید کیا، یہ سن کر تمام مسلمان برافروختہ ہوئے، اور ثابت ہو گیا کہ یہود نے اپنا معاہدہ توڑ دیا، ان مار آستیں دشمنوں کی اصلاح ضروری تھی، آپ نے جا کے ان کا محلہ جو قلعہ کی صورت

انکا محاصرہ اور اخراج

میں تھا گھیر لیا، بنی قینقاع نے چند روز محصور رہ کے ہتیار رکھدیئے، اور جلاوطن کر دیئے گئے، چنانچہ وہ شام وغیرہ میں جا کے آباد ہوئے[۱]،

غزوہ سویق

بدر کی شکست سُن کر ابو سفیان نے قسم کھائی تھی، کہ جب تک مدینے پر حملہ نہ کر لوں گا، غسل جنابت نہ کرونگا، یہ قسم پوری کرنے کے لئے تھوڑی فوج کے ساتھ ناگہاں آیا اور اطراف مدینہ میں لوٹ مار مچادی باغوں میں آگ لگائی، دو آدمیوں کو مار ڈالا، مگر آپ کی آمد سن کر ایسا بدحواس بھاگا کہ ستو جو ساتھ تھے بوجھ کم کرنے کے لئے راہ میں پھینک گیا، یہ ستو مسلمانوں کو ہاتھ لگے، اور انھیں ستوؤں کی وجہ سے اس تعاقب کا نام غزوہ سویق[۲] مشہور ہو گیا،

اب ۳ھ تھا، جمادی الآخر میں مشرکین قریش کا ایک قافلہ جس میں نقد چاندی اور بہت کچھ سامان دولت تھا، مکہ سے صحرائے نجد میں ہوتا ہوا عراق کو جا رہا تھا، مدینے میں خبر ہوئی تو آپ نے زید بن حارثہ کو تھوڑی فوج کے ساتھ روانہ فرمایا، زید نے وقت پر پہونچ کے قافلے کو لوٹ لیا، اور اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا کہ پانچواں حصہ جو خزانہ نبوت میں داخل ہوا بیس ہزار درہم کی مقدار میں تھا،

---

[۱] تاریخ الخمیس جلد اصفحہ ۴۶۰ و ۴۶۱،

[۲] سویق عربی میں ستوؤں کو کہتے ہیں،

گذشتہ شکست کے وقت سے قریش کے کلیجوں پر سانپ لوٹ رہا تھا، اور انتقام کی تیاریاں کر رہے تھے، کہ انصار کے قبیلۂ اوس میں کے ایک شخص ابو عامر نے اپنے قبیلے کے پچاس آدمیوں کو بہکا کر ساتھ لیا اور مکہ میں جا کر قریش کو اطمینان دلایا، کہ انصار میں میرا بڑا اثر ہے، میں ان میں راہب کے لقب سے مشہور ہوں، میری صورت دیکھتے ہی وہ محمدؐ کا ساتھ چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جائیں گے" قریش کا حوصلہ بڑھ گیا، اور فوراً ایک بڑے زبردست لشکر کے ساتھ چل کھڑے ہوئے کہ مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں، ان کی فوج میں تین ہزار سپاہی تھے، جن میں دو سو سواروں کا رسالہ تھا، اور سات سو زرہ پوش دریائے آہن میں غرق تھے، بڑے بڑے خاندانوں کی جوان عورتیں بھی ساتھ تھیں، جو دف بجا بجا کے مقتولین بدر کے مرثئے گاتی، اور بہادروں کو جوش دلاتی تھیں،

آپ کا مقابلہ کو نکلنے،

اس ٹھاٹھ اور جوش سے یہ لشکر خاص مدینے کے سامنے ایک وادی میں جبل عینین کے پاس اُتر پڑا، آپ بھی صحابہ سے مشورہ کرنے کے بعد، ۷ شوال کو مدینے سے نکلے، تقریباً آٹھ سو سپاہی آپ کے ہمراہ تھے، عبداللہ بن اُبی بن سلول نے اپنی عادت کے موافق یہ حرکت کی کہ باہر تک ساتھ آیا، اور یکایک دشمنوں کی کثرت و ہیبت سے خوف ظاہر کر کے واپس چلا، اور تقریباً سو آدمیوں کو اپنے ساتھ پلٹا لے گیا، اب علم اسلام کے نیچے کل سات سو سر بکف جانباز ان توحید تھے، جن میں سے سو زرہ پوش تھے، اور سارے لشکر میں کل دو گھوڑے تھے، لشکر اسلام کو آپ نے ایسے موقع پر رکھا کہ سامنے مدینہ تھا، اور پیچھے کوہ احد، اسی کی گھاٹی میں آپ نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس کمانداروں کے ساتھ کھڑا کر دیا اور تاکید کر دی کہ کسی کو ادھر سے نہ آنے دینا، اور چاہے کچھ ہو تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا،

احد،

قریش اور ابو عامر انصار کو بہکاتے ہیں،

جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہوئے، تو پہلے ابو سفیان نے انصار سے پکار کے کہا "ہم کو تم سے بحث نہیں ہے، تم محمدؐ اور ان کے قریشی ہمراہیوں کو چھوڑ کے الگ ہو جاؤ، ہم ان سے سمجھ لیں گے، مگر انصار نے ساعت نہ کی اور سخت جواب دیا، اس کے بعد ابو عامر بڑھ کے آیا، اور پکارا کہ "اے بنی اوس! میں ابو عامر راہب ہوں، دلدادگان توحید نے اس کا بھی سخت جواب دیا، تو اسی ابو عامر نے لڑائی چھیڑ دی[1]،

[1] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۵۶ و ۵۷،

قریش کی طرف سے خالد اور عکرمہ بڑھ کے آئے، ادھر سے زبیر اور مقداد نے انکو مار کے ہٹا دیا، اتنے میں خود حضور رسالت نے صحابہ کے ساتھ حملہ کر دیا، اس لڑائی میں آپ خود ایک جنگجو سپہگر کی شان سے نکلے تھے، جسد انور پر زرہ تھی، کمر میں چمڑے کی پیٹی کسی ہوئی تھی، سر پر عمامہ تھا، گلے میں تلوار حمائل تھی، پیٹھ پر ڈھال تھی، اور ہاتھ میں نیزہ تھا،

دوران جنگ میں علم بردار قریش طلحہ بن عثمان نے بڑھ کے نعرہ لگایا، اصحاب محمد! تمہارا عقیدہ ہے، کہ تمہاری تلواریں ہمیں جہنم میں اور ہماری تلواریں تم کو جنت میں پہونچاتی ہیں، اس لئے جس کسی کو جنت کی تمنا ہو آئے" فوراً حضرت علی مرتضیٰ نے نکل کے اس کی تمنا کے مطابق اپنی تلوار سے اس کو جہنم رسید کیا، اور دست مرتضوی کی صفائی دیکھ کر حضرت سرور عالم نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا،

مشرک عورتیں؛ قریش کی عورتیں جن میں سب سے پیش پیش ابو سفیان کی بیوی ہند تھی، اپنے لشکر کے سامنے دف بجا بجا کر چند اشعار گا رہی تھیں، جن کا مضمون یہ تھا، کہ "ہم حسین و کبک خرام عورتیں ہیں، جو مانگ میں مشک لگائے، گلے میں موتیوں کے ہار پہنے کھڑے ہیں، جو لڑائی کی طرف رُخ کرے گا، اسے گلے لگالیں گے، اور جو منہ پھیرے گا اسے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیں گے،

حضور سرور عالم نے ایک تلوار دکھا کے فرمایا "کون اس کو لے کر اس کا حق ادا کریگا" ابو دجانہ کی شجاعت؛ ابو دجانہ نے ذوق وشوق سے وہ شمشیر نبوت لے لی، دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کرتے اور جو سامنے آتا اسے مارتے گراتے عورتوں تک پہنچ گئے، ہند کے سر پر ایک ہاتھ مارا، مگر تلوار پڑنے نہیں پائی تھی، کہ خود ہی ہٹالی، اور دل میں کہا عورت پر وار کرنا شمشیر نبوی کی توہین ہے، اس کے بعد پھر دشمنوں پر پلٹ پڑے، اور برابر لڑتے رہے، یہاں تک کہ کفار کی شکست؛ تلوار ٹوٹ گئی، ادران کے اور عم رسول اللہ حضرت حمزہ کے حملوں سے دشمنوں کو شکست ہوگئی، عورتیں گانا بھول گئیں، اور سب پہاڑ کی بلندی کی طرف بھاگے، مسلمانوں نے دامن کوہ تک تعاقب کیا، اور میدان صاف ہوتے ہی لوٹنے میں مصروف ہو گئے،

مسلمانوں کو لوٹ میں مصروف دیکھ کر وہ کماندار بھی جو پشت کی گھاٹی پر مامور تھے

لہ تاریخ الخمیس جلد اصفحہ ۴۷۰،

خالد کا مسلمانوں پر انکی پشت کی طرف سے حملہ

لوٹ میں شریک ہونے کو دوڑے، عبداللہ نے بہت روکا مگر نہ مانا[1]، اور سب چلے گئے، چند ہی عبداللہ کے ساتھ باقی تھے کہ ناگہاں خالد بن ولید نے موقع پاکر گھاٹی پر حملہ کیا، عبداللہ اور اُن کے چند رفقا جو موجود تھے مقابلہ کرکے شہید ہوگئے، اور خالد نے مسلمانوں پر جو لوٹ میں پڑے ہوئے تھے حملہ کردیا، ساتھ ہی مفرور دشمن بھی پلٹ پڑے اور حالت دگرگوں ہوگئی،

کفار کا نرغہ

خود آپ کے شہید کرنیکی کوشش

اب ہر طرف سے کفار کی یورش تھی، اور مسلمانوں کو سنبھلنا دشوار تھا، اس نازک وقت میں قریش نے ارادہ کیا، کہ چاروں طرف سے گھیر کے خود آپ کو شہید کرڈالیں، چند ہی آدمی آپ کے پاس تھے، اور ان کے بنائے کچھ نہ بنتی تھی، پہلے گروہ کو حضرت علی نے روکا۔ مگر دوسرا غول نہ رُک سکا، ایک مشرک نے پیشانی مبارک زخمی کردی، دوسرے نے تابڑ توڑ چار پتھر کھینچ مارے۔ جن کی ضرب سے نیچے والے سامنے کے دانتوں میں سے ایک شہید ہوا، اور نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا، اور ایک قسی القلب نے جس کا نام ابن قمۂ لیثی تھا، رخسار مبارک کو لہولہان کردیا اور خود کی دو کڑیاں گوشت میں گھس گئیں، پھر اس نے تلوار اٹھائی، کہ آپ پر بھرپور ہاتھ مار کے کام تمام کردے، مگر اتفاقاً آپ ایک گڑھے میں گر پڑے، اور اس ظالم نے بڑھ کے علم بردار اسلام مصعب بن عمیر کو شہید کرڈالا، ان کے گرتے ہی علم سرنگوں تھا،

آپکی شہادت کی شہرت

ابن قمۂ سمجھا کہ میں نے حضرت رسالت کو شہید کرڈالا، اور ساتھ ہی سارے لشکر میں خبر اڑی، کہ حضور سرور عالم شہید ہوگئے، کفار کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، مگر مسلمانوں کی وہ حالت تھی جو بیان سے باہر ہے نہ لڑنا یاد تھا نہ بھاگنا بعض نے کہا "اب رسول اللہ کے بعد زندگی بیکار ہے" یہ کہتے ہی دشمنوں میں گھس پڑے، اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، بعض کی سمجھ ہی میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں،

صحابہ کی جانثاریاں

اتنے میں حضرت علی نے ہاتھ پکڑ کے اور حضرت طلحہ نے سہارا دے کے آپ کو گڑھے سے نکالا، مگر دشمنوں کی یورش کا اب تک وہی عالم تھا، تیروں کا مینھ برس رہا تھا، ابو دجانہ آپ پر جھک گئے اور اپنے آپ کو سپر بنادیا، کہ جتنے تیر آئیں انھیں پر پڑیں، حضرت سعد ابن ابی وقاص پاس کھڑے دشمنوں کو تیروں سے روک رہے تھے، خود حضور رسالت

---

[1] صحیح بخاری، صفحہ ۵۷۹،

دست مبارک سے تیر اٹھا اٹھا کے ان کو دیتے اور فرماتے "میرے ماں باپ فدا ہوں یوں ہی ناوک اندازی کئے جاؤ"،

حضرت حمزہ کی شہادت،

ادھر حضرت حمزہ جان پر کھیل کے حملہ کر رہے تھے، کہ جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے اپنا حبشی سلاح یعنی چھوٹا نیزہ، دور سے کھینچ کے مارا جو ناف پر پڑا اور تنوڑے کے پیچھے نکل گیا، یہ کاری زخم کھا کے بھی وہ وحشی پر جھپٹے، اگر دو قدم بھی نہ چلنے پائے تھے کہ گر کے جان دیدی، وحشی نے اپنا نیزہ ان کے جسم سے نکالنے کے ساتھ پیٹ پھاڑ کے کلیجہ نکال لیا، اور دوڑ کے

قسی القلب عورتیں،

ہند کے سامنے پیش کیا، اُس نے چبا کے تھوک دیا، اور زیور اور لباس جو پہنے تھی اُتار کے وحشی کو انعام میں دیا،

اس وقت قریش کی عورتیں میدان میں دوڑتی پھرتی تھیں، نامور شہدائے اسلام کی ناکیں اور کان کاٹ کاٹ کر ہار بناتیں، ان کو پہنتیں اور اچھلتی کودتیں،

خاتون اسلام،

خاتونان اسلام میں سے حضرت عائشہ اور ام سلیم مشکیزے لادے ہوئے دوڑ دوڑ کر مسلمان زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں، ام عمارہ نے حضور رسالت پر کفار کا زغہ دیکھا تو پانی پلاتے پلاتے دشمنوں سے لڑنے لگیں اور زخمی ہوئیں،

اب لشکر اسلام کو شکست تھی، مسلمان منتشر تھے، آپ کی شہادت کا یقین تھا، ناگہاں کعب بن مالک کی آپ پر نظر پڑ گئی، نہ رہا گیا، باوجود منع کئے جانے کے بے اختیار پکارنے لگے، مسلمانو مژدہ ہو کہ رسول اللہ زندہ موجود ہیں"، یہ سنتے ہی مسلمان چاروں طرف سے دوڑے آپ کو اپنے حلقے میں لے لیا، اور آپ سب کو لئے ہوئے ایک گھاٹی کے طرف چلے جو پناہ کے لئے سب سے اچھی جگہ تھی،

کفر و اسلام کا سوال و جواب،

اس جگہ مسلمانوں کا مجمع دیکھ کر ابوسفیان نے قریب آکر آواز دی "محمد زندہ ہیں" پھر پوچھا "ابوبکر ہیں" پھر پوچھا "عمر بن الخطاب ہیں" جب کسی بات کا جواب نہ ملا تو اپنے رفقا سے کہنے لگا "سب مارے گئے"، اگرچہ حضرت رسالت نے جواب دینے سے روکا تھا، مگر اس آخری فقرے پر حضرت عمر سے ضبط نہ ہو سکا، بول اٹھے "دشمن خدا تو جھوٹا ہے، خدا نے سب کو بچا لیا" یہ سنتے ہی اس نے نعرہ لگایا "اعل ہبل"، اعل ہبل" (ہبل کی جے، ہبل کی جے) آنحضرت کے اشارے سے مسلمانوں نے جواب دیا "اللہ اعلی واجل" (اللہ بڑا ہے! اللہ برتر ہے!) ابوسفیان نے کہا "ہمیں عزی کی دیا ہے اور تم پر نہیں" مسلمانوں نے کہا "خدا ہمارا مولا ہے تمھارا نہیں" اب ابوسفیان نے

حضرت عمر کو قسم دلا کے پوچھا "ہم نے محمد کو قتل کیا یا نہیں"؟ انھوں نے کہا، تو قسم دلاتا ہے تو سن کہ آپ زندہ ہیں، اور تیری باتیں سُن رہے ہیں، ابو سفیان بولا "آج بدر کا بدلہ مل گیا"، اور لڑائی کا تو رنگ ہی یہ ہے کہ کبھی ہماری جیت ہے کبھی تمھاری، مگر سنو، مقتولوں میں بعض لاشوں کے اعضا اور ناک کان کٹے ملیں گے، یہ میری رضامندی سے نہیں ہوا، میں نے نہ انکی اجازت دی، اور نہ روکا، اور اب ہم سے تم سے پار سال پھر مقابلہ ہوگا،

کفار کی واپسی،

اس سوال وجواب کے بعد ابو سفیان مع اپنے لشکر کے چلا گیا، اور چونکہ مدینے کی طرف جا رہا تھا آپ کو اندیشہ ہوا، کہ یہ لوگ مدینے کی آبادی پر نہ جا پڑیں، حضرت علی کو اُن کے پیچھے روانہ فرمایا، مگر انھوں نے واپس آ کے اطمینان دلایا، کہ کفار مدینے کی طرف نہیں گئے، بلکہ مکہ کو واپس گئے ہیں،

قتیل، اُنکا تعداد.

اس لڑائی میں ستّر مسلمانوں نے جام شہادت پیا، اور کفار کے فقط بائیس آدمی مارے گئے، بہت کم مسلمان تھے جو زخمی نہ ہوں اور سب کی حالت نہایت خستہ وخراب تھی، مگر آپ نے کمالِ حوصلہ مندی سے دوسرے روز سارے لشکر کے ساتھ کفار کا تعاقب کیا، مدینے سے آٹھ میل حمراء الاسد تک جا کے ٹھہر گئے اور کئی دن وہاں قیام فرما کے ۱۴ شوال کو مدینے میں واپس تشریف لائے

مدینے کی حالت،

مدینے میں کہرام مچا ہوا تھا، اور کوئی گھر نہ تھا جس میں ماتم نہ ہو رہا ہو، عورتیں جابجا بین کر رہی تھیں، آپ نے بین کرنے سے منع کیا، اور اسی سال شراب بھی جو کہ ام الخبائث ہے حرام ہوئی

بنی نضیر کی دغابازی،

اس سال اور اس کے بعد ۴ھ میں کوئی اہم واقعہ نہیں پیش آیا، آپ کو بنی عامر کے دو شخصوں کا خون بہا ادا کرنا تھا، از روے معاہدہ اس کا جتنا حصہ یہود بنی نضیر کے ذمے تھا، اس کے وصول کرنے کے لئے چند صحابہ کو ہمراہ لے کر آپ ان کے قلعہ میں تشریف لے گئے، انھوں نے آپ کو قلعہ کی دیوار کے نیچے بٹھایا، اور ایک شخص گیا، کہ اوپر سے ایک بڑا بھاری پتھر لڑھکا کے آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دے، آپ کو خدا نے انکی دغابازی سے آگاہ کر دیا بغیر کسی سے کچھ کہے سنے چپکے سے اٹھ کے چلے آئے، اور جب انکی یہ دغابازی کھل گئی، تو انکے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، مکاروں میں لڑنے کا حوصلہ کہاں؟ ہتیار رکھ دیئے اور فیصلہ یہ ہوا کہ جتنا اسباب لیجا سکیں، اٹھائے جائیں، مگر قلعہ خالی کر کے چلے جائیں، اور کہیں اور جاکے آباد

انکی جلاوطنی،

ہوں، چنانچہ ان میں سے کچھ خیبر میں اور کچھ ملک شام میں چلے گئے،

تیسری فصل

آغاز ۵ھ سے صلح حدیبیہ تک

غزوۂ دومۃ الجندل۔ بنی سعد بن بکر پر حملہ۔ غزوۂ بنی المصطلق تیمم۔ واقعہ افک برأت ام المومنین عائشہ۔ ابن اُبی کی فتنہ انگیزی۔ اُس کے بیٹے کا خلوص۔ ام المومنین جویریہ۔ دشمنوں سے ہمدردی۔ غزوۂ احزاب یا خندق۔ خندق کھدنا۔ یہودِ بنی قریظہ، انکی بدعہدی۔ مسلمانوں پر ہجوم مصائب۔ خندق کھودنے کا فائدہ۔ انصار کا استقلال۔ طرز جنگ۔ عمرو بن عبدوُد۔ صفیہ بنت عبدالمطلب کی شجاعت۔ نعیم بن مسعود کی کارگزاری۔ دشمنوں میں تفرقہ۔ آندھی اور سردی۔ دشمنوں کا بھاگنا۔ شہدا و مقتولین۔ سعد بن معاذ زخمی ہوئے۔ بنی قریظہ کا محاصرہ۔ سعد بن معاذ کا فیصلہ۔ دراصل یہ خدا کا فیصلہ تھا۔ بنی قریظہ کا قتل۔ سعد بن معاذ کی شہادت۔ آپکا گھوڑے سے گرنا۔ مسلمان بن کر دغا دینے والے۔ حج کعبہ کا شوق۔ امن کا زمانہ۔ مشرکین کی طرف سے مزاحمت۔ حدیبیہ۔ بدیل خزاعی۔ عروہ بن مسعود ثقفی۔ ابو بکر اور عروہ۔ مغیرہ اور عروہ۔ عروہ قریش میں۔ آپ کا سفیر خراش۔ حضرت عثمان کی سفارت۔ بیعت رضوان۔ سہیل بن عمرو۔ عہد نامہ۔ مسلمانوں کو یہ معاہدہ ناگوار تھا۔ ابوجندل کا واقعہ۔ اور اسیر کی واپسی۔ قربانی و رسوم عمرہ۔ اس معاہدے کے فوائد جو شرطا ناگوار تھی وہی مفید نکلی۔ ابو بصیر کا واقعہ۔

اب ۵ھ شروع ہوا۔ ربیع الاول میں سنا گیا کہ دومۃ الجندل میں جو مدینے سے بارہ منزل شام کی طرف ہے دشمنوں کا ایک بڑا گروہ جمع ہوا ہے جو رہزنی کر رہے ہیں اور مدینے پر حملہ کرنے والے ہیں۔ آپ نے ایکہزار جان نثاروں کیساتھ اُدھر کوچ فرما دیا۔ مگر پہونچنے سے پہلے ہی وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور آپ بغیر لڑے فتحیاب ہو کر واپس تشریف لائے۔ — غزوۂ دومۃ الجندل،

شعبان ۵ھ میں دو اہم واقعے پیش آئے۔ اوّل یہ کہ خبر ملی اسلام کے خلاف خیبر کے یہودیوں اور بنی سعد بن بکر میں سازش ہو رہی ہے۔ حضرت علیؓ سو بہادروں کے ساتھ بھیجے گئے حسن اتفاق سے بنی سعد کا ایلچی جو اہل خیبر کے پاس جا رہا تھا، حضرت علیؓ کے ہاتھ میں گرفتار — بنی سعد بن بکر پر حملہ،

ہوگیا۔ اُس سے معلوم ہوا کہ بنی سعد کہتے ہیں اگر خیبر کی پیداوار کا کچھ حصہ ملے تو ہم مدد دینے کو تیار ہیں، پھر اسی شخص کی رہبری سے حضرت علی بنی سعد کے پڑاؤ میں پہنچ گئے۔ وہ لوگ تو بھاگ گئے نگران کے پانچسو اونٹوں کے ساتھ دو ہزار بھیڑ بکریوں کا گلہ ہاتھ لگ گیا جو مدینے میں ہنکا لایا گیا[عـ۵]،

غزوۂ بنی المصطلق

دوسرا واقعہ یہ کہ سنا گیا بنی المصطلق کا ایک گروہ جو قریش کا طرفدار ہے مدینے پر حملہ کرنیکی تیاریاں کر رہا ہے۔ آپ نے جب اس کو تحقیق کر لیا تو بقدر ضرورت لشکر ہمراہ لے کر روانہ ہوگئے اور آب مریسیع کے کنارے ناگہاں اُن پر جا پڑے شکست دی، دشمنوں میں سے دس آدمی مارے گئے۔ بہت سے اسیر کر لئے گئے اور بہت کچھ مال غنیمت ہاتھ لگا۔ اس غزوہ کو غزوۂ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں اور غزوۂ مریسیع بھی،

یہ واقعہ تو بہت معمولی تھا مگر اسکی ضمن میں کئی اہم امور پیش آئے جو قابل بیان ہیں۔ اس غزوہ میں حضرت عائشہ ہمراہ تھیں۔ وہ اپنی بہن اسماء کا ایک ہار پہن گئی تھیں۔ جاتے وقت وہ اتفاقاً گر گیا۔ اور حضور سرور عالم نے یہ سن کر ڈھونڈھنے کا حکم دیا۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے اتنی دیر ہوئی کہ نماز فجر کا وقت تنگ ہوگیا۔ اور پانی موجود نہ تھا۔ سب کو تردد تھا کہ سارے مسلمانوں کی نماز جاتی ہے۔ اسی موقع پر تیمم کی آیت نازل ہوئی اور لوگ یا تو حضرت عائشہ کے شاکی تھے یا کہنے لگے کہ تیمم ابو بکر کی بیٹی کی برکت ہے، اور لطف یہ کہ چلتے وقت جب وہ اونٹ اُٹھا جس پر جناب صدیقہ سوار تھیں تو اس کے نیچے وہ ہار بھی مل گیا[عـ۵]۔ — تیمم

واپسی کے وقت ایک پڑاؤ میں حضرت عائشہ حاجت ضروری کے لئے جا کے آئیں تو وہ ہار پھر غائب تھا۔ وہ بارہ جا کر ڈھونڈھنے لگیں۔ اتنی دیر میں کوچ ہوگیا۔

فوج کی گری پڑی چیزیں اُٹھانے کے لئے صفوان بن معطل نام ایک صحابی لشکر کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ وہ حضرت عائشہ کو اپنے اونٹ پر سوار کرا کے مہار پکڑے ہوئے مرالظہیرہ میں لائے جہاں لشکر نے کوچ کر کے قیام کیا تھا۔ منافقین آپکی دشمنی کی فکر میں رہا ہی کرتے تھے زوجہ محبوبہ رسول خدا اور صفوان کی نسبت ناسزا اور ناپاک الفاظ زبان پر لائے۔ اور اس کی اسقدر — واقعہ افک

عـ۵ تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۲۔

عـ۵ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۸۔

شہرت ہوئی کہ اس تہمت لگانے کی آفت میں دو تین مسلمان بھی مبتلا ہو گئے۔ حضرت عائشہ کو خبر ہوئی تو اپنے والد کے گھر میں آ کے شب و روز رویا کرتیں۔ خود حضور سرورِ عالم اگرچہ بخوبی مطمئن تھے مگر بہ ظاہر جناب صدیقہ سے چند روز تک رُکے رہے۔ باوجود اس کے روز بلا ناغہ اُنؓ کے پاس ہو جاتے۔ آخر اُن کا بیان لیا۔ پھر صحابہ سے مشورہ کیا۔ جہاں تک ممکن تھا تحقیق کی۔ مگر عبداللہ بن اُبی کی افترا پردازی نے یہاں تک پریشان کیا کہ ایک روز خطبہ میں کمال بیتابی کے ساتھ زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل گئے "مسلمانو۔ ایک شخص نے میرے اہل بیت کے بارے میں مجھے تکلیف دی ہے"۔ اس پر سرداران انصار اُس کے قتل پر ایسے مستعد ہوئے کہ آپس میں جھگڑا ہوتے ہوتے رہگیا۔ اور آپ نے دونوں کو سمجھا کے ملا دیا۔

انجام یہ ہوا کہ قرآن کی مسلسل دس آیتیں حضرت عائشہ کی برات میں نازل ہوئیں اور آپ نے مُسکرا کر انھیں یہ مژدہ سُنایا "کہ اللہ جل شانہ نے تم کو بری کیا"۔ اور یہ ایسی قطعی شہادت تھی کہ جو تین مسلمان منافقوں کے پھندے میں پھنس گئے تھے اُن پر بہتان لگانے کی حد جاری ہوئی یعنے اسّی اسّی کوڑے پڑےؔ۔ اس واقعہ کو افک کہتے ہیں۔ افک کے معنے تہمت کے ہیں۔ — برارت ام المومنین عائشہؓ

جب آب مریسیع کے کنارے آپکا پڑاؤ تھا پانی لینے کے متعلق ایک مہاجر اور ایک انصاری میں جھگڑا ہوا جس پر دونوں گروہ مشتعل ہونے کے بعد سنبھ گئے۔ مگر عبداللہ بن اُبی نے اپنی عادت کے مطابق چند فتنہ انگیزی کے الفاظ زبان سے نکالے اور کہا "اب مدینے میں چل کے غالب و عزیز مغلوب و ذلیل کو نکال دے گا"۔ یہ کلمۂ کفر آپ کے گوش گزار ہوا۔ اور ناگوار گزرا۔ انصار نے عرض کیا "حضور ہی عزیز و غالب ہیں لہٰذا اُس کو نکال دیں گے" پھر کہا "حضرتؐ اُسے معذور خیال فرمایا کریں۔ اس کی قوم نے اس کا دماغ بگاڑ دیا ہے۔ اور اس کے دل میں جمی ہوئی ہے کہ آپ نے اس کی سلطنت چھین لی ہے"۔ یہ گفتگو جب خود ابن اُبی نے سنی تو حضور کے سامنے اکر قسم کھا گیا کہ میں نے یہ نہیں کہا۔ مگر وحی آسمانی نے اس کی تکذیب کی۔ — عبداللہ بن اُبی کی فتنہ انگیزی

یہ حالات اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی نے سنے تو وہ ایسا سچہ حلقہ بگوش ارادت تھا کہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا "یا رسول اللہ سنتا ہوں حضور میرے والد کے قتل کا حکم دینے والے ہیں۔ یہ صحیح ہے تو مجھ ہی کو حکم ہو کسی اور نے ان کو قتل کیا تو — اس کے بیٹے کا خلوص

ؔ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۷۵۔ یہ واقعہ بخاری میں بھی بہ تفصیل موجود ہے۔

شاید مجھے کچھ طیش آجائے" آپ نے اطمینان دلایا اور فرمایا "ہمیں ابن ابی کے حال پر بجائے غصے کے رحم کرنا چاہئے"۔ مدینہ ایک منزل باقی تھا کہ یہی مومن بیٹا منافق باپ کا راستہ روک کے کھڑا ہوگیا۔ اور کہا جب تک حضرت رسولِ خدا کی اجازت نہ ہو تم کو مدینے میں نہ داخل ہونے دوں گا بس اسی وقت فیصلہ ہو جائے کہ کون عزیز و غالب ہے اور کون ذلیل و مغلوب[1]۔

ام المومنین جویریہ

اس غزوہ کے اسیروں میں ام المومنین حضرت جویریہ بھی تھیں جو ثابت بن قیس انصاری کے حصے میں پڑی تھیں اور کوشش کر رہی تھیں کہ اپنا معاوضہ ادا کر کے آزادی حاصل کریں۔ اس امر میں مدد لینے کے لئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس سے بھی اچھی تدبیر بتاؤں۔ عرض کیا ارشاد ہو۔ ارشاد ہوا کہ میں تمھاری رقم معاوضہ کو اپنے پاس سے ادا کر دوں اور پھر تمھیں آزاد کر کے اپنے عقد نکاح میں لے لوں۔ انھوں نے اس تجویز کو بسر و چشم قبول کیا۔ اور آپ کے ازواج مطہرات میں شامل ہوگئیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت جویریہ اسیر ہوئیں تو ان کے والد حارث بن ابی ضرار بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ کا ایک معجزہ دیکھ کر مع اپنے دو بیٹوں اور چند اہل قبیلہ کے ایمان لے آئے اور خود ہی حضرت جویریہ کو جو مسلمان ہو چکی تھیں آپکی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے انکی دلدہی کے خیال سے چار سو درہم مہر ادا کر کے خود ان کے پدر بزرگوار کی ولایت میں ان سے عقد کر لیا[2]۔

دشمنوں سے ہمدردی

ان دنوں مکہ میں قحط تھا۔ آپ نے کچھ سرمایہ اور سونا غربا میں تقسیم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس کا معاوضہ اہل مکہ سے یہ ملا کہ مدینے کے نکلے ہوئے بنی نضیر کی سازش سے قریش بہت سے اور قبائل کو اپنے ساتھ لے کر مدینے پر چڑھ آئے۔ تین ہزار بردآزما قریش کا دل بادل تین سو

غزوہ احزاب یا خندق

سواروں کے رسالے کے ساتھ ابو سفیان کی سرداری میں مکہ سے چلا۔ آگے بڑھے تو ساتھ بنی سُلیم ساتھ ہوے اور آگے قدم بڑھایا تو اور بہت سے قبائل آملے۔ پھر یہود کا لشکر شریک ہوا غرض مدینے پہونچتے پہونچتے کفر کے جھنڈے کے نیچے چوبیس ہزار کا انبوہ کثیر تھا[3]۔ یہ لوگ عہد کر کے آئے تھے کہ مدینے کا محاصرہ کر کے ایک فیصلہ کن لڑائی لڑینگے۔

خندق کی کھدائی

آپ کو اس طوفان بلا کی خبر ہوئی تو مسلمانوں کو جمع کیا اور تین ہزار جان بازان توحید

---

[1] تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۵۲۱۔

[2] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۰۰۲ و ۱۰۰۳۔

[3] سیرۃ العینی۔ بحوالہ فتح الباری صفحہ ۲۰۸۔

جب اکٹھا ہو گئے تو مشورہ ہونے لگا کہ کیونکر مقابلہ کیا جائے۔ سلمان فارسی نے گرد خندق کھودنے کی عجمی تدبیر جنگ بتائی جسکو سب نے پسند کیا اور مدینے کے شمال جانب جدھر کھلا میدان تھا ایک وسیع میدان میں پڑاؤ ڈال کر بیس دن میں چاروں طرف پانچ گز گہری خندق کھود لی گئی۔ کھودنے والے خود آپ اور تین ہزار صحابہ تھے۔ اندنوں اگرچہ تین تین دن تک فاقہ ہوتا اور اکثر کے پیٹ پر پتھر بندھے رہتے مگر جوش توحید پیمبر اور اسکی امت دونوں سے برابر جانکاہ محنت کرا رہا تھا۔

یہود بنی قریظہ خندق کے تیار ہو جانے کے بعد آپ نے خاتونان اسلام کو مدینے کے قلعہ میں رکھا مگر خوف تھا کہ یہود بنی قریظہ ان پر حملہ نہ کر دیں۔ ان یہود سے آپ سے معاہدہ تھا اور وہ پابند تھے کہ آپ کیساتھ شریک ہو کے لڑیں۔

انکی بدعہدی مگر جیسے ہی لشکر کفار نے آکے محاصرہ کیا ان کا رنگ بدلنے لگا جلاوطنان بنی نضیر کا رکن رکین حیی بن اخطب ان کے سردار کعب سے آکے ملا اور بہکانے لگا۔ کعب کہتا تھا کہ "محمد وعدے کے سچے ہیں ان سے عہد شکنی کرنا مناسب نہیں"، حیی کہتا تھا کہ "پھر ایسا موقع نہ ملے گا"۔ آخر بنی قریظہ پر اس سازش کا اثر پڑ ہی گیا۔ آپ کو خبر ہوئی تو سرداران انصار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو تحقیق کے لئے بھیجا۔ انھوں نے جا کے بنی قریظہ کو معاہدہ یاد دلایا تو کہنے لگے "ہم نہیں جانتے کہ محمد کون ہیں اور معاہدہ کیا چیز ہے"۔

مسلمانوں پر ہجوم مصائب اب مدینے پر اور اس کے ساتھ اسلام پر قیامت بپا تھی۔ چھوٹی سی آبادی پر چوبیس ہزار کا نرغہ۔ گھر کے اندر بنی قریظہ کی دغا بازی۔ پھر مار آستین منافقین کا یہ رنگ کہ ساتھ چھوڑ چھوڑ کے گھر واپس جا رہے ہیں۔ اور سب سے بڑی مصیبت یہ کہ لڑنے والے دلدادگان توحید کو تین تین چار چار روز تک فاقے ہوتے ہیں۔

خندق کھودنے کا فائدہ، محاصرہ کرنیوالوں کو خندق پھاندتے نہ بن پڑتی تھی اس لئے کہ ہر طرف آپ نے فوجیں متعین کر رکھی تھیں۔ کسی طرف بھی کوئی اندر آنے کا قصد کرتا تو مار کے ہٹا دیا جاتا۔ انھیں مزاحمت کرنیوالی فوجوں کے ساتھ خود آپ بھی شریک رہتے۔

انصار کا استقلال، اہل مدینہ کے اطمینان کے لئے آپ نے بنی غطفان سے اس شرط پر صلح کرنی چاہی کہ مدینے کی پیداوار کا تہائی حصہ اُن کو دیدیا جائے۔ رُوسائے انصار نے کہا "اگر یہ صلح خدا کے حکم سے ہے تو ہمیں عذر نہیں لیکن اگر محض دنیوی تدبیر ہے تو ہمیں اس کے ماننے میں تامل ہے کفر میں تو کوئی ہم سے خراج مانگ نہ سکا اب مسلمان ہو کر ہم ایسی ذلت گوارا کریں!" غرض یہ معاہدہ نہیں ہوا۔

طرزِ جنگ لڑائی کا یہ رنگ تھا کہ سرداران قریش میں سے ہر شخص سارے لشکر کو لے کر ہر روز باری باری حملہ کرتا۔ مگر خندق کے اندر کوئی نہ داخل ہوسکتا۔ جب کسی طرح کامیابی نہ ہوئی تو ایک دن سب نے زور و شور سے حملہ کیا۔ ضرار۔ جبیر۔ عکرمہ۔ نوفل اور عمرو ابن عبد وُد نے ایک مقام پر جہاں خندق نسبتہً تپلی تھی۔ گھوڑوں کو ایڑ بتائی تو پار تھے۔

عمرو بن عبد وُد۔ اُن میں عمرو بن عبد ود اگرچہ نوے برس کی عمر کا تھا مگر ایک ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا۔ بدر میں زخمی ہو کے گیا تھا اور انتقام کی قسم کھائے ہوئے تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی پکارا "میرے مقابلے کو کون آتا ہے؟" حضرت علیؓ نے جا کے اُس کا کام تمام کر دیا۔ باقی لوگ بھاگ کے واپس گئے۔ نوفل کا گھوڑا بھاگنے میں خندق میں گرا مسلمانوں نے اسے تیر کا نشانہ بنایا تو اُسنے کہا "اسلمانو۔ میں شریفانہ موت چاہتا ہوں" اسکی یہ تمنا بھی حضرت علی نے خندق میں اتر کے پوری کیعـه۔

صفیہ بنت عبد المطلب کی شجاعت اس درمیان میں یہود کا قصد تھا کہ اُس قلعہ پر حملہ کریں جسپر عورتیں ہیں۔ اتفاقاً ایک یہودی اس کے پھاٹک پر پہونچ بھی گیا۔ آپ کی پھوپی صفیہ (زبیر بن عوام کی والدہ) نے اُسکو دیکھکر حسان سے جو عورتوں میں تھے کہا "اُسے جا کے مارو" اُنھوں نے کہا "مجھسے یہ نہوگا" تب جناب صفیہ ایک گرز لیکے قلعہ سے نکلیں اور اس یہودی کو مار ڈالا۔ واپس جا کے حسان سے کہا "میں نے مار تو ڈالا اب اُسکے کپڑے تم اتار لاؤ میں عورت ہوں۔ مرد کے کپڑے اُتارتے شرم آئے گی" حسان نے پھر انکار کیاعـه۔

نعیم بن مسعود کی کارگذاری اب خدا نے فتح کا سامان یوں کیا کہ بنی غطفان کے ایک معزز بزرگ نعیم ابن مسعود سب سے چھپ کے آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔ انھوں نے یہ کیا کہ اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور اپنے دوست بنی قریظہ سے ملے۔ اور باتوں باتوں میں کہا "تمھاری حالت قریش کی سی نہیں ہے۔ وہ غالب آئے تو دولت حاصل کرینگے اور شکست ہوئی تو بھاگ جائینگے۔ مگر شکست کی حالت میں تم کیا کروگے؟ تمھارا گھر بار بال بچے سب یہاں ہیں اور اکیلے تم محمد سے مقابلہ نہیں کر سکتے کم از کم تم کو اتنا اطمینان تو کر لینا چاہئے کہ قریش اور بنی غطفان کے چند معززین کو کفیل کے طور پر اپنے پاس رکھ لو" اس کے بعد نعیم قریش کے لشکر میں گئے اور ان سے مخفی رکھنے کا وعدہ لیکر کہا،

عـه خمیس جلد ۱ صفحہ ۵۴۸۔

عـه ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۹۔

"میں نے سُنا ہے کہ بنی قریظہ محمدؐ سے عہد شکنی کرنے پر نادم ہیں اور اُن کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ ہم سے قصور ہوا جو عہد شکنی ہوئی۔ اور اس کا معاوضہ یہ ہے کہ ہم قریش اور بنی غطفان کے چند رئیسوں کو اپنے قبضہ میں کر کے آپ کے حوالے کر دیں گے۔ آپ اُنھیں قتل کر ڈالیئے اس کے بعد ہم آپ دونوں مل کے مدینے کے دشمنوں پر حملہ کریں اور ان کو تباہ کر دیں۔ پھر نعیم نے اپنی قوم بنی غطفان میں بھی جا کے یہی واقعہ بیان کیا۔

دشمنوں میں تفرقہ،

بعد ازاں ہفتے کی شب کو سرداران قریش و غطفان بنی قریظہ کے پاس گئے۔ اور کہا "اب ہم میں صبر کی طاقت نہیں ہے۔ کل ہفتے کو ہم اور تم دونوں حملہ کر کے مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں" بنی قریظہ نے جواب دیا "اوّل تو ہفتے کے دن حملہ کرنا ہمارے لئے جائز نہیں۔ دوسرے تمھارا ساتھ ہم اسوقت دیں گے جب تم دونوں اپنے چند معزز لوگوں کو کفیل کے طور پر ہمارے پاس بھیج دو۔ اگر تم ناکام واپس گئے تو اس وقت ہم کیا کریں گے؟ اور محمدؐ کے ہاتھ سے ہمیں کون بچائے گا؟" مشرکین کو یقین ہو گیا کہ نعیم نے سچ خبر دی تھی کفیلوں کے دینے سے انکار کیا۔ اور بنی قریظہ نے سختی کے ساتھ کہا "اگر تم کفیل نہیں دیتے تو ہم تمھارا ساتھ بھی نہیں دیتے۔"

آندھی اور سردی،

مشرکین اس تفرقے سے پریشان و خائف ہو کے واپس گئے تو ایسی سخت آندھی آئی کہ خیمے ڈیرے اکھڑ گئے۔ چولھے اور برتن اُلٹ گئے۔ جاڑوں کا موسم تھا اور کھلا میدان ٹھنڈی ہوا سے سب کے ہاتھ پاؤں ٹھٹھر گئے۔ آنحضرت صلعم نے اسوقت حذیفہ بن یمان کو بھیجا کہ خبر لاؤ اس آندھی اور سردی میں دشمنوں کا کیا حال ہے وہ گئے اور واپس آ کے یہ مژدہ سنایا کہ "سب کے سب بھاگ گئے۔" صبح کو آپ اطمینان کے ساتھ مدینے میں تشریف لے گئے[عہ]۔ اور خداوند جل وعلا نے اس تائید غیبی کی نعمت کو یاد دلا کے مژدہ فتح سنایا۔

دشمنوں کا بھاگنا،

یہ واقعہ مسلمانوں میں "غزوۂ خندق" اور "غزوۂ احزاب" دونوں ناموں سے مشہور ہے جس میں بیس بائیس روز تک مسلمان سخت آزمائش میں مبتلا رہے۔ اس میں مشرکین قریش کے صرف چار آدمی مارے گئے۔ اور مسلمانوں کی طرف انصار میں سے سات آدمی شہید ہوئے۔ مگر مسلمانوں کو سب سے بڑا نقصان یہ پہونچا کہ سعد بن معاذ کو ایک کاری تیر لگا۔ رُفیدہ نام ایک محترم خاتون اس لڑائی میں مسلمانوں کی خبر گیراں تھیں۔ اپنے پاس سے زخمیوں کو دوا دیتی اور اپنے ہاتھ سے ان کی

شہدا و مقتولین،

سعد بن معاذ زخمی ہوئے

عہ ابن خلدون بقیہ جلد دوم صفحہ ۳۰ و ۳۱

مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اُنکا خیمہ بعد فتح مسجد نبوی کے صحن میں نصب ہوا۔ اور اسی میں سعد کا علاج ہو رہا تھا۔

بنی قریظہ نے اس موقع پر سردارانِ انصار کے مُنہ پر صاف لفظوں میں بدعہدی کا اظہار کیا تھا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ بیرونی حملہ آوران یہودیوں سے اشتہاری باغی حیی بن اخطب کو اپنے قلعہ میں لا کے رکھا جو بنی نضیر کے ساتھ یہاں سے جلاوطن کیا گیا تھا اور یہاں آنے کا مجاز نہ تھا۔ حضور سرورِ عالم غزوہ خندق کا ہنگامہ دور ہونے کے بعد مدینے میں آئے تو مسلمان ہتیار نہیں کھولنے پائے تھے کہ خداوند تعالیٰ کی جانب سے بنی قریظہ کا محاصرہ کر لینے کی ہدایت ہوئی۔ آپ نے فوراً اصحابہ کو حکم فرمایا کہ "عصر کی نماز سب وہیں پڑھیں" مسلمان جیسے ہی وہاں پہونچے بجائے صلح یا تجدید عہد کی کوشش کے اُن عہد شکن یہودیوں نے رسول خدا کی شان میں سخت و سست الفاظ استعمال کئے مگر جب برابر مہینہ بھر تک محاصرہ قائم رہا تو ہتیار رکھنے کے لئے کچھ شرطیں پیش کیں۔ کہا گیا "بغیر شرط کے ہتیار رکھو" اُنھوں نے ہتیار رکھے۔ اور بنی اوس چونکہ اُن کے دوست اور حلیف تھے انھوں نے خواہش ظاہر کی کہ "بنی نضیر کی طرح یہ بھی جلاوطن کر دیئے جائیں"۔ آنحضرت نے بنی اوس سے فرمایا "تمھارے سردار سعد بن معاذ جو فیصلہ کر دیں اس کو پسند کرو گے؟" اُنھوں نے منظور کیا سعد زخمی تھے۔ اور مسجد نبوی میں اُنکا علاج ہو رہا تھا۔ بنی اوس اُن کو سوار کرا کے لائے اور کہا "آپ بنی قریظہ کا فیصلہ کر دیں"۔ اُنھوں نے اپنی قوم سے عہد لیا کہ تم قسم کھاؤ میرے فیصلے کو بے عذر قبول کر لوگے۔ سب نے قسم کھائی۔ اور اُنھوں نے توریۃ کا فیصلہ سنا دیا۔

اور اگر وہ[عــــ] (دشمنوں کا شہر) صلح نکرے بلکہ تجھسے جنگ کرے تو تو اُس کا محاصرہ کر۔ اور جب خداوند تیرا خدا اُسے تیرے قبضے میں کر دے تو تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر۔ مگر عورتوں اور لڑکوں اور مویشی کو اور جو کچھ اس شہر میں ہو اس کا سارا لوٹ اپنے لئے لے۔

ان کا یہ فیصلہ سنتے ہی حضور سرورِ عالم نے فرمایا "تم نے وہی فیصلہ کیا جو خدا کا فیصلہ ہے"[عــــ]۔ اور خود حیی بن اخطب نے جو بنی قریظہ کی تباہی کا اصلی باعث تھا قتل ہوتے وقت لوگوں کے طرف دیکھ کے کہا "لوگو خدا کا حکم پورا ہونے میں مضائقہ نہیں۔ یہ لکھی ہوئی اور مقدر چیز تھی۔ اور سزا تھی

بنی قریظہ کا محاصرہ۔

سعد بن معاذ کا فیصلہ۔

دراصل یہ خدا کا فیصلہ تھا۔

عــــ توریۃ کتاب استثنا، باب ۲۰۔ آیات ۱۲-۱۳-۱۴

عــــ ابن خلدون تقیہ جلد دوم صفحہ ۳۲۱ و ۳۲۲

جو خدا نے بنی اسرائیل کے حق میں لکھدی تھی[سہ]۔ اسی حیی کی بیٹی جناب اُم المومنین صفیہ تھیں۔

بنی قریظہ کا قتل -

اس فیصلے کے مطابق تمام بنی قریظہ قتل ہوئے جن کی تعداد چھ سات سو کے درمیان تھی انھیں کے ساتھ بنانہ ایک عورت بھی قتل ہوئی جس نے کوٹھے پر سے خلاد بن سوید بن صامت پر چکی کا پاٹ پھینک کے انھیں شہید کر ڈالا تھا۔

سعد بن معاذ کی شہادت

بنی قریظہ کے فیصلے کے بعد جناب سعد بن معاذ نے انتقال کیا جس کا آپکو اور تمام مسلمانوں کو بڑا افسوس ہوا۔

آپکا گھوڑے سے گرنا -

قتل بنی قریظہ کے مہینہ بھر بعد ماہ ذیحجہ میں اتفاقاً آپ گھوڑے پر سے گر پڑے جس سے دہنی ران زخمی ہوئی۔ اور اس کی تکلیف سے آپکو پانچ روز تک گھر کے اندر بیٹھ کے نماز ادا کرنا پڑی[عہ]۔

مسلمانوں کو دغا دینے والے -

اب آپ مشرکین و یہود کی طرف سے کسی قدر مطمئن تھے۔ لہٰذا توحید کا حلقۂ اثر وسیع کرنے کے لئے صحابہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو روانہ فرماتے جو سریئے کہلاتے۔ اس موقع پر چند دغاباز اور سرکش قبائل نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ حضرت رسول اکرم سے درخواست کر کے تعلیم دین کے بہانے دو چار صحابیوں کو اپنے ساتھ لیجاتے اور گھر پہونچتے ہی اُن بیچاروں کو شہید کر ڈالتے اور انتقام کے لئے جب کوئی گروہ جاتا تو صحرا اور پہاڑوں میں بھاگ جاتے۔

حج کعبہ کا شوق -

اسوقت تک آپ کو ہر طرح کی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ مگر ملت حنیفیہ کا اصلی مقصد نہ پورا ہوتا تھا یعنی مسلمان جو حضرت ابراہیم کی خالص توحید کے ماننے والے اور انکی شریعت پر چلنے والے تھے وہ خاص اُن کے بنائے ہوئے خانۂ خدا میں حاضر ہو کر عبادت کرنے سے محروم تھے۔

امن کا زمانہ

عرب میں حج و زیارت کعبہ کی ضرورت سے چار مہینے۔ رجب۔ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ اور محرم حُرمت والے قرار پا گئے تھے۔ اور ان کا احترام یہ تھا کہ اُن مہینوں میں کوئی اپنے سخت سے سخت دشمن کو بھی چھیڑتا اور انتقام کے تمام جذبات دب جاتے۔ دشمن دشمن پر ہاتھ نہ اٹھاتا مقتول کے ورثہ قاتل کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔ رہزن رہزنی چھوڑ دیتا۔ اور جانی دشمن خانہ کعبہ کے گرد دوستوں کی طرح باہم ملتے جلتے۔ خلاصہ یہ کہ مراسم حج بجالانے میں کوئی کسی کا مزاحم نہ ہوتا تھا۔

آپ عمرہ کا قصد فرماتے ہیں -

مشرکین کے اسی طرز عمل کو ملاحظہ فرما کر آپ نے خیال کیا کہ مسلمان بھی عام زائرین عرب کی طرح جا کر عمرے یا حج سے کیوں نہ شرفیاب ہوں۔ چنانچہ غزوہ بنی المصطلق کے دو مہینے بعد آپ

سہ ابن ہشام صفحہ ۶۹۰

عہ تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۵۶۵ -

ذی قعدہ ۶ھ میں مدینے ہی سے عمرے کا احرام باندھ کر گروہ صحابہ کے ساتھ جن کی تعداد تیرہ پندرہ سو کے درمیان تھی چل کھڑے ہوئے۔ قربانی کے لئے اونٹ بھی ساتھ لیے۔ ہمراہیوں کو بجز تلواروں کے کوئی اور ہتھیار پاس رکھنے کی ممانعت فرمادی اور تلواروں کی اجازت دی بھی تو اس شرط سے کہ میانوں کے اندر رہیں مقصد یہ تھا کہ قریش جان لیں کہ ہم حج کو آئے ہیں لڑنے کو نہیں آئے۔

مشرکین کی طرف مزاحمت حدیبیہ۔ مقام عسفان تک پہونچے تھے کہ سنا مشرکین مکہ مقابلے کے لئے تیار ہیں۔ اور انہی طرف سے خالد بن ولید کراع الغمیم تک بڑھ آئے۔ یہ سنتے ہی آپ راستے سے کترا کر حدیبیہ نام ایک کنوئیں کے پاس پہونچ گئے جو مکے کے مضافات میں ہے۔ یہاں آپکی اونٹنی چلتے چلتے رک کے بیٹھ گئی۔ کسی کی زبان سے نکلا "اڑتی ہے" فرمایا "اڑتی نہیں بلکہ اسے خدا نے روکا ہے۔ اور جب یہ رکنا خدا کی طرف سے ہے تو قریش چاہے کیسی ہی شرطیں پیش کریں میں منظور کرونگا۔" الغرض اسی جگہ پڑاو ڈالدیا گیا لوگوں کو پانی کی شکایت تھی، آپ کی معجز نما برکت سے خشک کنوئیں میں اتنا پانی بھر گیا کہ سب ضرورتیں پوری ہوگئیں۔

بدیل خزاعی۔ اتنے میں بدیل خزاعی نے آکے کہا بنی کعب اور بنی عامر آپ کے مقابلے کو بڑھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہرگز آپکو مکے میں نہ داخل ہونے دیں گے۔ فرمایا "ہم تو لڑنے کو نہیں آئے فقط زیارت کعبہ کی تمنا ہے۔ قریش چاہیں ایک مدت کے لئے ہم سے صلح کرلیں لیکن ان کو یہ بھی نہیں منظور تو ہم خدا کی قسم لڑیں گے۔

عروہ بن مسعود ثقفی۔ بدیل یہ پیام لے کے واپس گیا تو عروہ بن مسعود ثقفی آیا اور آپ سے ملکر کہنے لگا۔ قریش بڑے ساز و سامان سے نکلے ہیں اور یہ بازاری لوگ جو تمھارے گرد جمع ہوئے ہیں وقت پڑے پر سب اپنا راستہ لیں گے۔" ابوبکر صدیق آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ عروہ کے یہ الفاظ اس قدر ناگوار

ابوبکر اور عروہ۔ ہوئے کہ گالی دے کر کہا "ہم اور رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے؟" اس نے پوچھا "یہ کون ہے" آپ نے فرمایا "ابن ابی قحافہ" نام سنتے ہی جناب ابوبکر کی طرف دیکھ کے بولا "تمھارے احسان نہ ہوتے تو اس درشتی کا بدلہ لیتا" زمانہ جاہلیت میں ابوبکر نے اس پر کئی بار احسان کیا تھا۔

اب پھر وہ حضور رسول اکرم سے باتیں کرنے لگا۔ باتوں میں اہل عرب کی عادت کے مطابق بار بار آپکی ٹھوڑی میں ہاتھ ڈالنا چاہتا مگر مغیرہ بن شعبہ جو سر سے پاوں تک دریائے آہن میں غرق

مغیرہ اور عروہ۔ آپ کے سر کے پاس کھڑے تھے ڈپٹ دیتے اور کہتے "رخ انور کے پاس سے ہاتھ ہٹا"۔ آخر حیرت کے چشم و ابرو سے اس نے کہا "یہ تو کڑا کڑوا آدمی معلوم ہوتا ہے! یہ کون ہے؟" آپ نے

مسکرا کے فرمایا "یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں" نام سنتے ہی اُس نے حیرت سے مغیرہ کی صورت دیکھی۔ اور بولا "ارے غدار! ابھی کل کی بات ہے کہ تیرے منہ سے عیب کے دھبے دھلے ہیں جاہلیت میں مغیرہ نے سات آدمی مار ڈالے تھے جن کا فدیہ اسی عروہ نے ادا کر کے ان کو بری کرایا تھا۔

عروہ قریش میں — الغرض آپ نے عروہ کے سامنے بھی اپنا وہی منشا ظاہر فرما دیا اور وہ واپس گیا۔ عروہ نے جا کے قریش سے کہا "میں نے کسرائے فارس۔ قیصر روم اور نجاشی سب کے دربار دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم کسی بادشاہ کی اپنے لوگوں میں وہ شان نہیں دیکھی جو محمدؐ کی ان کے ساتھیوں میں ابھی دیکھے چلا آتا ہوں، بہرحال میں نے محمدؐ کی حالت بتا دی اب تمھیں اختیار ہے جو چاہو کرو"۔

آپ کے سفیر خراش — اب آپ نے اپنے رفقا میں سے خراش بن اُمیہ کو روانہ کیا کہ آپ کا منشا قریش پر ظاہر کر دیں۔ وہ گئے۔ مگر ہنوز آپ کا پیام پہونچانے نہیں پائے تھے کہ اُن کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالی گئیں۔ اور غیر قبائل والے بیچ میں نہ پڑیں تو انکی جان جانے میں کوئی بات اٹھا نہیں رہی تھی۔

حضرت عثمانؓ کی سفارت — اب بھی کچھ جواب نہ ملا تو حضرت عثمانؓ بھیجے گئے۔ انھوں نے سعید بن عاص کی حمایت میں جا کر اکابر قریش کو آپ کا پیام پہونچایا۔ جواب ملا "تم کعبہ کا طواف کرنا چاہتے ہو تو کر لو" انھوں نے کہا "جبتک رسول اللہ طواف نہ کریں میں نہیں کر سکتا۔ مشرکین نے اس کو گوارا نہ کیا کہ خود حضور سرورِ عالم مکہ میں آئیں اور ستم یہ کیا کہ حضرت عثمانؓ کو مکہ میں روک لیا۔

آپ حضرت عثمانؓ کا انتظار کر رہے تھے کہ کسی نے خبر اڑا دی مشرکین نے جناب عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ یہ سنتے ہی آپ کو ایسا طیش آیا کہ فرمایا "اب تو جبتک ہم اپنا کام نہ کر لیں گے واپس نہ جائینگے۔

بیعت رضوان — پھر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور لوگوں سے اس اقرار پر بیعت لینا شروع کر دی کہ مر جائیں تو مر جائیں مگر میدان سے قدم نہ ہٹائیں گے۔ اسی سلسلے میں آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور دوسرا ہاتھ اس سے ملا کر عثمانؓ کی جانب سے بھی بیعت لی۔ اس بیعت کی نسبت چونکہ حق تعالیٰ نے اظہار رضامندی فرمایا اسلئے بیعت رضوان کہلاتی ہے اور جو لوگ اس میں شریک ہوئے انکا بڑا مرتبہ ہے۔

سہیل بن عمرو — بیعت کی کارروائی مکمل ہو چکی تھی کہ اہل مکہ کی طرف سے سہیل بن عمرو آیا اور تھوڑے رد و بدل کے بعد شرائط صلح طے ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے آپ کے ارشاد کے بموجب اس مضمون کا

عہدنامہ — عہدنامہ تحریر فرمایا کہ "اس سال آپ بغیر حج کئے پلٹ جائیں گے، مگر سال آئندہ مع اصحاب کے عمرے اور زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لائیں گے۔ اس طرح کہ کسی کے پاس بجز تلوار کے

ملاحظہ ابن ہشام صفحہ ۷۴۳ تا ۷۴۷ ۔

کوئی ہتیار نہ ہوگا۔ تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہریں گے۔ اور آیندہ دس سال تک مسلمانوں اور اہل مکہ میں صلح رہے گی۔ قریش کا کوئی شخص مرد ہو یا عورت مسلمانوں کے پاس بھاگ جائے گا تو وہ اس کو قریش کے پاس واپس کر دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان کافروں کے ہاتھ میں پڑ جائے تو مسلمانوں کو اس کے واپس لینے کا حق نہیں ہے"۔

مسلمانوں کو یہ معاہدہ ناگوار تھا۔

یہ آخری شرط مسلمانوں کو نہایت ناگوار تھی خصوصاً حضرت عمرؓ انگاروں پر لوٹ رہے تھے مگر حضور سرور عالم نے یہ فرما کے سب کو اطمینان دلا دیا کہ "میں کوئی کام بغیر خدا کی منظوری کے نہیں کرتا"۔ اب معاہدہ مکمل ہوگیا۔ اس پر ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ علیؓ اور دیگر کبار صحابہ کی مہریں ثبت ہوئیں۔

ابوجندل کا واقعہ۔

سہیل معاہدے کو مکے جانے نہیں پایا تھا کہ ابوجندل نے مکے سے آ کے اسلام قبول کیا اور مسلمانوں میں پناہ لی۔ سہیل نے کہا "یہی پہلا شخص ہے جو از روئے معاہدہ مجھے ملنا چاہئیے" فوراً ابوجندل پکڑ کے اس کے حوالے کر دیے گئے۔ اور جب وہ انکو پابزنجیر کر کے لے چلا تو سارے مسلمانوں کی آنکھوں سے خون ٹپک پڑا۔ اور آپ نے ان سے شفقت کے لہجے میں فرمایا "صبر کرو اللہ جل شانہ تمہارے حال پر مہربانی کرے گا"۔ اس کے بعد قریش کے تیس چالیس آدمی لشکر اسلام کے قریب آ کے حملہ کا ارادہ کر رہے تھے کہ مسلمانوں نے ان سب کو گھیر کے پکڑ لیا مگر وہ بھی اس معاہدے کے مطابق چھوڑ دیے گئے۔

اور اسیروں کی واپسی۔

قربانی و رسوم عمرہ۔

اب آپ نے اور سب مسلمانوں نے یہیں قربانی کی۔ سر منڈایا۔ اور رسوم عمرہ بجا لا کر مدینے کی راہ لی۔

اس معاہدے کے فوائد۔

یہ معاہدۂ حدیبیہ اگرچہ بظاہر دب کے ہوا مگر فی الحقیقت یہ مسلمانوں کی بہت بڑی فتح تھی۔ جس سے اعلیٰ ترین کامیابیوں کی بنیاد پڑی۔ مسلمانوں کو حج و زیارت کعبہ کا حق مل گیا اور اس کے نتیجے میں بکثرت لوگ مسلمان ہو گئے۔

جو شرط ناگوار تھی وہی منسوخ ہوئی۔

ابوبصیر کا واقعہ۔

مکے کے مسلمان مفروروں کے واپس کرنے کی شرط جس پر مسلمان کف افسوس مل رہے تھے وہی چند روز میں قریش کے حق میں ایسی بلائے بے درماں ہوگئی کہ آخر خود خوشامد کر کے انھوں نے اس کو منسوخ کرایا اور ہوا یہ کہ بنی ثقیف کا ایک شخص ابوبصیر نام مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگا اور مدینے میں پناہ لی۔ قریش نے دو آدمی بھیجکر طلب کیا تو آپ نے ان کو بلا تامل پکڑ کے ان لوگوں کے حوالے کر دیا۔ راستے میں ابوبصیر نے دونوں میں سے ایک کو مار ڈالا۔ دوسرا بھاگا۔ اور وہ پھر مدینے میں آ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپکی باتوں سے انھیں خیال ہوا کہ قریش نے مانگا

میں پھر باندھ کے مکہ بھیج دیا جاؤں گا۔ فوراً مدینہ چھوڑ کر سمندر کے کنارے سکونت اختیار کی۔ اور قریش کے تاجرانہ قافلوں کو لوٹنے لگے۔ چند روز میں ابوجندل بھی مکہ سے بھاگ کر ان سے جا ملے اور یہ سلسلہ بندھ گیا کہ جو شخص مسلمان ہو کر مکہ سے بھاگتا انہیں کے پاس آکر دم لیتا چند روز میں تقریباً ستر مسلمان اس گروہ میں جمع ہو گئے جنہوں نے مشرکین کے لئے شام کا راستہ بند کر دیا۔ آخر عاجز آکر ابوسفیان بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا "خدا کے لئے ابوبصیر اور ابوجندل کو اپنے پاس بلا لیجیے۔ ہم اس شرط سے باز آئے کہ ہمارے شہر کے مفرورین ہم کو دیے جائیں" آپ نے انہی خواہش کے مطابق انتظام کر دیا اور قریش کی مصیبت سے جان چھوٹی۔

چوتھی فصل

صلح حدیبیہ کے بعد سے سریہ موتہ تک

آپ کی رسالت عامہ۔ اس عہد کی زبردست اور متمدن سلطنتیں۔ ملوک ارض سے مراسلت۔ خط بنام حاکم یمامہ۔ خط بنام حاکم بحرین۔ خط بنام حاکم بنی غسان۔ خط بنام نجاشی۔ ام المومنین ام حبیبہ سے نکاح۔ خط بنام خدیو مصر۔ حضرت ماریہ قبطیہ۔ خط بنام قیصر روم۔ ابو سفیان اور ہرقل۔ قیصر اور نجوم۔ رومہ کے اسقف سے مشورہ۔ قیصر اور اس کے ارکان دولت۔ قیصر کی آخری تجویزیں۔ خط بنام خسرو پرویز۔ اس کی برہمی اور آپکی پیشین گوئی۔ والی یمن کے نام پرویز کا فرمان۔ سرداران عجم دربار نبوی میں۔ پیشین گوئی کی تصدیق۔ خط بنام شاہان عمان۔ یہود کی کینہ پروری۔ ان کا مرکز خیبر۔ خیبر کی طرف آپکی روانگی۔ محاصرۂ خیبر۔ قلعہ جات خیبر کا فتح ہونا۔ فتح کی دشواریاں۔ حضرت علی کو علم عطا ہوا۔ مرحب کا قتل۔ حملہ حیدری۔ ام المومنین صفیہ بنت حیی۔ باقی ماندہ قلعے۔ ایک یہودن نے آپ کو زہر دیا۔ فدک وادی القری اور تیما۔ معمولی سریے۔ عمرۃ القضاء۔ امامہ بنت حمزہ۔ چند اور واقعات۔ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کا ایمان لانا۔ سریہ موتہ۔ دشمنوں کی کثرت۔ عبداللہ بن رواحہ کا خلوص دینی۔ شہادت زید و جعفر کی شہادت۔ ابن رواحہ کی شہادت۔ خالد کی سپہ سالاری۔ لڑائی کا خاتمہ۔ کشف نبوت۔ عساکر موتہ کی واپسی۔

آپکی رسالت عامہ۔ اب عرب کے ہر ہر کونے اور ہر ہر قبیلے میں دعوت رسالت اور تبلیغ حق کی آواز گونج رہی تھی۔ مگر آپ رحمۃ للعالمین تھے اور ساری دنیا کی ہدایت کے لئے تشریف لائے تھے۔ لہذا آپکی رسالت کا منشا اس وقت پورا ہو سکتا تھا جب سارا عالم چونکا دیا جائے۔

اس عہد کی زبردست اور متمدن سلطنتیں۔ یوں تو ہر ملک میں کوئی نہ کوئی سلطنت ضرور موجود تھی مگر اس عہد میں سب سے زبردست اور سب سے زیادہ متمدن سلطنتیں ایران اور روم کی تھیں۔ جو ساری دنیا کو اپنے زیر نگیں سمجھ رہی تھیں۔ اور ایک دوسرے پر فوقیت لیجانے کے لئے ہمیشہ مصروف پیکار رہتیں۔ جزیرہ نمائے عرب کا مشرقی و شمالی کونہ دارائے ایران کے پاؤں کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اور شمالی و مغربی کونے پر

قیصر روم اپنا قدم جما رہا تھا۔ اسی جانب مغرب میں مصر اور حبش کی سلطنتیں اگرچہ رومیوں کے ماتحت سمجھی جاتی تھیں مگر ایک بڑی حد تک وہ خود مختار تھیں۔ اسی طرح عرب کے مشرقی ممالک عمان۔ بحرین۔ اور یمامہ میں بھی ایسی مستقل ریاستیں قائم تھیں جن کے فرمان روا "ملک" کے لقب سے یاد کئے جاتے۔

ملوک ارض سے مراسلت

الغرض ضرورت تھی کہ ممالک مذکورہ کے عام لوگوں کی طرف خطاب کرنے کے بجائے وہاں کے سلاطین اور فرمانرواؤں کے نام خطوط تبلیغ روانہ ہوں۔ اور دین الٰہی ابراہیمی کی دعوت کیساتھ ان کو آگاہ کر دیا جائے کہ رعایا کی گمراہی کی ذمہ داری بھی بڑی حد تک اُن پر ہے چنانچہ اسی ہجرت کے چھٹے سال فتح حدیبیہ کے بعد آپ نے شاہان ارض کے نام خطوط روانہ فرمانا شروع کر دیئے جن کا سلسلہ آپ کی زندگی کے آخر عہد تک جاری رہا۔ مگر ان سب خطوط کا حال ہم اسی جگہ ایک سلسلہ میں بیان کئے دیتے ہیں۔

خط بنام حاکم یمامہ

آپ کا ایک خط حاکم یمامہ ہوذہ بن علی کے پاس سلیط ابن عمرو لے گئے۔ وہ عیسائی تھا فوراً بارگاہ رسالت میں ایک سفارت بھیج کے شرط پیش کی کہ اگر آپ مجھے اپنا ولی عہد تسلیم کریں تو میں ایمان لانے کو تیار ہوں۔ اسلام ایسی ہوس پرستی کا متحمل نہ ہو سکتا تھا۔ درخواست نامنظور کی گئی مگر سفارت کی واپسی سے پہلے ہی وہ مر گیا۔ اُس کے سفیر مسلمان بن کے چند روز مدینے میں رہے پھر واپس جا کے مرتد ہو گئے اور انہیں میں مسیلمہ کذاب بھی تھا جس کو ہوس وراثت کا سبق اپنے بادشاہ سے ملا تھا۔

خط بنام حاکم بحرین

ایک خط حاکم بحرین منذر بن ساوی کے پاس علاء بن حضرمی لے گئے۔ اُس نے نامۂ رسالت کو ادب و عقیدت سے لیا۔ ایمان لایا۔ اُس کے ساتھ اُس کی قوم والے بھی مسلمان ہو گئے۔ اور اس کی رعایا میں جو یہود۔ نصاریٰ اور آتش پرست تھے اُن سے جزیہ وصول کیا گیا۔

خط بنام حاکم بنی غسان۔

ایک خط فرمانروائے بنی غسان حارث بن ابی شمر کے پاس شجاع بن وہب لے گئے اس میں تحریر تھا "میں تجھے اس طرف بلاتا ہوں کہ خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لا۔ اس طرح تیرا ملک بچ جائے گا"۔ یہ الفاظ پڑھتے ہی اُس نے کمال تمرد سے بگڑ کے کہا میرا ملک کون لے سکتا ہے؟ اور مقابلے پر آمادہ ہو گیا۔ آپ نے اس کا یہ جواب سُنا تو فرمایا "اُس کا ملک

عہ ابن خلدون۔ بقیہ جلد ثانی صفحہ ۳۶

تباہ ہوگیا اور چند ہی روز میں نظر آگیا کہ آپ کا فرمانا کس قدر جلد پورا ہوا۔

خط بنام نجاشی

ایک خط شاہِ حبش نجاشی کے پاس عمرو بن اُمیہ ضمری لے گئے۔ یہ خط زیادہ مفصل و واضح تھا۔ اس کے جواب میں اُس نے نہایت عقیدت مندانہ خط لکھا جس میں ایمان لانے کا اقرار کیا۔ اور خود اپنے بیٹے کو سفیر بنا کے اپنے معززین دربار کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں بھیجا۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ جس جہاز پر سوار ہو کے آرہے تھے بحرِ قلزم میں غرق ہوگیا اور شاہزادۂ حبش اور اس کے تمام رفقا کو آغوشِ بحر نے کنارِ مرگ میں پہونچا دیا۔

ام المومنین ام حبیبہ سے نکاح۔

ابو سفیان کی بیٹی اُم حبیبہ جو اپنے مسلمان شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبش میں گئی ہوئی تھیں بیوہ ہوگئیں۔ اُن کی بیکسی کی خبر سُن کر آپ نے نجاشی کو لکھا کہ اگر خاتون موصوفہ پسند کریں تو میرے ساتھ اُن کا عقد کر کے انھیں یہاں روانہ فرمائیے۔ ام حبیبہ نے اُس پیام کو سر آنکھوں سے قبول فرمایا۔ نجاشی نے اُن سے دریافت کیا تو راضی تھیں۔ فوراً نکاح کر دیا اور مہر اپنے پاس سے ادا کر کے مدینے روانہ کیا چنانچہ دیگر مہاجرینِ حبش کے ساتھ وہ دار النبوۃ مدینہ میں تشریف لا کے حریمِ رسالت میں داخل ہوئیں۔

خط بنام خدیو مصر۔

ایک نامۂ نبوت خدیو مصر مقوقس کے نام حاطب بن ابی بلتعہ لے گئے اور اسکندریہ میں پہونچ کر اُسے اس کے سامنے پیش کر دیا۔ نہایت واضح اور روشن اور سیدھا سادا خط تھا۔ "اسلام لا سلامت رہے گا اور نہ مانا تو سارے قبطیوں کی گمراہی کا وبال بھی تیرے سر رہے گا" مقوقس نے اس خط کو بوسہ دیا؎ اور ادب و تعظیم سے لیا حاطب سے آپ کے حالات پوچھے۔ پھر جواب لکھا جس میں ایمان لانے کا صاف اقرار تو نہیں کیا مگر کوئی مخالفت و بے ادبی بھی نہیں کی۔ خط کے ساتھ لونڈیاں۔ کپڑے۔ خچر ایک شیشے کا جام اور ایک ہزار مثقال سونا ہدیے کے طور پر بھیجا۔ انھیں مصر کی لونڈیاں میں سے حضرت ماریہ قبطیہ ہیں جو آپ کی حرم محترم تھیں۔ اور آپ کا مشہور خچر دُلدل بھی ہدایائے شاہ مصر میں سے تھا۔

حضرت ماریہ قبطیہ۔

خط بنام قیصر روم۔

ایک منشور رسالت قیصر روم ہرقل کے پاس دحیۂ کلبی لے گئے۔ اس خط کا مضمون بھی قریب قریب وہی تھا جو مقوقس کو لکھا گیا تھا۔ ہرقل نے انھیں دنوں ایرانیوں پر فتح پائی تھی۔ ہاتھ سے کھوئے ہوئے علاقے اور شہر آتش پرستوں سے واپس لئے تھے اور

؎ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۸۰۔

اس کے شکریے میں بیت المقدس کی زیارت کو آیا ہوا تھا۔ وحیہ کلبی پہلے حاکم بصری سے ملے اُسکی وساطت سے نامہ رسالت لیے ہوئے بیت المقدس میں پہونچے۔ قصر قیصری کے پھاٹک پر پہونچکے اجازت باریابی حاصل کی۔ اور منشور نبوت کو اُس کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے قاصد عرب کو ٹھہرایا اور حکم دیا کہ شام میں جو حجازی عرب ملیں دربار میں حاضر کئے جائیں۔

ابو سفیان اور ہرقل۔ — اتفاقاً ابو سفیان صلح حدیبیہ کے بعد تجارت کی غرض سے شام میں گیا ہوا تھا۔ لوگ اُسے اور اُس کے رفقا کو دربار قیصر میں پکڑ لے گئے۔ قیصر کو جب معلوم ہوا کہ ابو سفیان حضور رسالت کے قرابتداروں میں ہے تو اسی سے گفتگو کی۔ اور تاکید کی کہ خبردار جھوٹ نہ بولنا۔ پھر دیر تک اُس سے اس قسم کے سوالات کرتا رہا کہ ان پیغمبر کا نسب کیا ہے؟ تم میں کبھی کوئی اور بھی پیغمبر یا بادشاہ ہوا ہے؟ اُن کے پیرو غربا ہیں یا ذی وجاہت لوگ؟ ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے یا گھٹتی ہے؟ نبوت کا دعوی کرنے سے پہلے اور بھی کبھی وہ جھوٹ بولا تھا؟ اُس نے کبھی بدعہدی یا غداری کی ہے۔ تم میں اُس میں جو لڑائیاں ہوئیں اُنکا کیا انجام ہوا؟ وہ کن عقائد کی طرف بلاتا ہے اور کیا کہتا ہے؟

ان سب سوالوں کے جو صحیح جواب تھے وہی ابو سفیان نے دیے اس لئے کہ اتنے بڑے شہنشاہ کے سامنے اُسے جھوٹ بولنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ آخر میں ہرقل نے غور کر کے کہا "جو کچھ تم نے بیان کیا اگر یہ سچ ہے تو یہ شخص ساری دنیا کا مالک ہو جائے گا ہمیں بھی ایک پیغمبر مرسل کا انتظار تھا۔ مگر یہ خیال نہ تھا کہ وہ تم لوگوں میں پیدا ہوگا۔ بن پڑتا تو میں خود جاتا اور اس کے قدم دھوتا"۔ اس کے بعد یہ سب لوگ دربار سے نکال دیئے گئے۔ اور ابو سفیان وغیرہ ہرقل کی زبان سے یہ الفاظ سُن کر متحیر و مبہوت باہر نکلے اور باہم کہہ رہے تھے کہ "اب تو ابن ابی کبشہ[1] کا زور اس قدر بڑھ گیا کہ شاہ بنی الاصفر[2] اُس سے ڈرتا ہے!"

قیصر اور نجوم۔ — حاطب کے پہونچنے سے پہلے حُسن اتفاق سے یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ہرقل کو بیت المقدس میں آتے ہی ایک رات حرکات کواکب نے مہیب و خوفناک طریقے سے یہ بتایا کہ ختنہ کرنیوالوں کا بادشاہ ظاہر ہو گیا اس اندیشے سے وہ نہایت پریشان تھا اور مشیران سلطنت کہہ رہے تھے کہ ختنہ کرنے والی قوم تو یہود کے سوا کوئی نہیں ہے۔ لہذا تمام والیان ملک کے نام فرمان جاری

عـه ابی کبشہ عرب کا کوئی مشہور ساحر تھا۔ مشرکین آنکو اس کا وارث یا ابن ابی کبشہ کہا کرتے تھے۔

عـسه یہ عرب کی مقررہ اصطلاح تھی کہ رومیوں کو بنی الاصفر (زرد رنگ) ایرانیوں کو بنی الاحمر (سرخ) اور حبشیوں کو بنی الاسود (سیاہ رنگ) کہا کرتے تھے۔

ہو جائے کہ جو یہودی ملے اُسے پکڑ کے قتل کر ڈالیں۔ اس مشورے پر ہنوز عمل نہیں ہونے پایا تھا کہ حاطب پہونچے۔ اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ اہل عرب بھی ختنہ کرتے ہیں۔

روما کے اسقف کا مشورہ۔ قیصر اور اس کے ارکان دولت۔

بہر حال ابوسفیان سے گفتگو ہونے کے بعد ہرقل نے رومۃ الکبریٰ کے اسقف اعظم کو لکھ کے اس کی رائے دریافت کی اُس نے بھی آپ کی بنوت کی تصدیق کی۔ چنانچہ قیصر نے بیت المقدس سے شہر حمص میں جا کے ارکان دولت کو جمع کیا۔ قصر کے سب دروازے مقفل کرا لیے۔ اور ایک محفوظ مقام پر کھڑے ہو کے کہا "یہ پیغمبر عرب کا خط ہے اور مجھے یہ وہی پیغمبر موعود معلوم ہوتے ہیں جن کا انتظار ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم سب اُن پر ایمان لے آئیں"۔

یہ سنتے ہی سب اُٹھ اُٹھ کے بھاگنے لگے۔ مگر دروازے بند تھے باہر نہ جا سکے۔ اتنے میں ہرقل نے پھر بلا کے بٹھایا اور کہا میں نے تمہارے دینی استقلال کا امتحان لیا تھا۔ اور خوش ہوں کہ تم اُس میں سچے اور پورے اترے"۔ یہ سنکر سب اُس کے آگے ادب و تعظیم سے سجدے میں گر پڑے اب اُس نے دروازے کھلوا دیئے۔ اور سب اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر واپس گئے۔[عسے]

قیصر کی آخری تجویزیں۔

ہرقل نے پھر ایک بار ارکان دولت کو جمع کر کے یہ تجویز پیش کی کہ ان پیغمبر عرب کو ہم جزیہ دینا قبول کر لیں"۔ لوگوں نے اس کو بھی نامنظور کیا تو اُس نے کہا "اچھا ایک کام کرو شام کا ملک اس مدعی بنوت کو دیکر صلح کر لو۔" مگر اس سے بھی سب نے قطعاً انکار کیا۔[عسے]

آخر اس نے حاطب کو بغیر کوئی خاص جواب دیئے واپس کر دیا۔ اور نور ایمان کی جو شمع روشن ہوئی تھی اسے کفر و طغیان کی آندھیوں نے گل کر دیا

خط بنام خسرو پرویز۔

ایک نامۂ رسالت عبداللہ بن حذافہ دارائے عجم خسرو پرویز کے پاس لے گئے۔ پرویز نے پہلے بڑی عظمت حاصل کر لی تھی مگر آخر میں رومیوں سے متواتر شکستیں کھا کے اور بڑے بڑے ملک ہاتھ سے کھو کر سخت ذلت اُٹھائی۔ اسی کوفت میں تھا کہ حضور سرور عالم کا خط پہونچا پڑھوایا تو مضمون یہ تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پیغمبر خدا محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ سردار فارس کے نام۔ پیرو حق اور خدا و رسول پر ایمان لانے والے کو سلام۔ اور میں معترف ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اُس کا بندہ اور پیغمبر ہے۔ میں دعوت الٰہی کی طرف تجھے

عسے صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۰۰۔

عسے ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۸۰۔

بلاتا ہوں۔ اور میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ تاکہ جو لوگ زندہ موجود ہیں اُن کو عذاب الٰہی سے ڈراؤں۔ اور کافروں پر اتمام حجت ہو جائے۔ اسلام لا نجات پائے گا اور نہ مانا تو سارے مجوس کی گمراہی کا وبال بھی تجھ ہی پر پڑے گا۔

اسکی برہمی

مگر اس کی پہلی ہی سطر سُن کے پرویز آگ بگولا ہو گیا۔ اور خط کو پھاڑ کے پھینکدیا اور اس برہمی کا باعث یہ ہوا کہ اس خط میں آنحضرت کا نام پہلے تھا۔ اور ایران میں کس کی مجال تھی کہ بادشاہ کے نام سے پہلے اپنا نام لکھدے؟ پھر بولا "یہ شخص میرا غلام ہو کر مجھے اس عنوان سے خط لکھتا ہے؟ خسروانِ عجم نے بنی کندہ اور آلِ نعمان کو اپنا غلام بنا لیا تھا اور حبشیوں کو نکال کر یمن کے بھی مالک ہو گئے تھے۔ انھیں اسباب سے اپنے آپ کو سارے عرب کا مالک اور عربوں کو اپنا غلام سمجھتے تھے۔

آپکی پیشین گوئیاں

عبداللہ نے واپس آکر اس کی برہمی اور خط کے چاک کرنے کا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا "جس طرح اس نے میرے خط کے ٹکڑے کئے ہیں اسی طرح خدا اس کی سلطنت کے ٹکڑے کر ڈالیگا"۔

والی یمن کے نام پرویز کا فرمان

قاصد رسالت کی واپسی کے ساتھ ہی خسرو پرویز نے اپنے والی یمن باذان کے نام فرمان بھیجا کہ دو ہوشیار سرداروں کو بھیجو کہ اس شخص کو جو حجاز میں پیغمبری کا دعوی کر رہا ہے پکڑ کے میرے پاس حاضر کریں۔ باذان نے بابویہ اور خرخسرہ نام دو عجمی سرداروں کو مدینے میں بھیجا اور آپ کو لکھا کہ ان "دونوں کے ہمراہ آپ دربار خسروی میں چلے جائیں"۔

مشرکین مکہ اور یہود کو پرویز کی برہمی کا حال معلوم ہوا تو انکی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی اس لئے کہ اُن کے نزدیک دولت ساسان کی دشمنی مسلمانوں کے فنا کر دینے کیلئے کافی تھی۔

سرداران عجم دربار نبوی میں

سرداران عجم جب بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو کہنے لگے "آپ دربار خسروی میں چلے چلیں ہم سفارش کر کے آپکو بچالیں گے" آپ نے فرمایا "یہ دیو مار ڈالا گیا۔ میرا دین اور میری سلطنت اس کے ملک تک پہونچ جائے گی۔ لہٰذا باذان سے کہدو کہ اسلام قبول کرے تاکہ جس خدمت پر مامور رہے اس سے محروم نہ ہو"۔ اس کے بعد بطریق انعام کچھ ہدیے دے کر اُن کو رخصت فرمایا۔

پیشین گوئی کی تصدیق

ان دونوں نے یمن میں پہونچکر باذان کو آپکا پیام پہونچایا تو اس نے کہا "یہ سچ ہوا تو ان پیغمبر کے پیغمبر برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں"۔ چند ہی روز بعد اس کے نام سے وارث دیہیم خسروی

۵ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۰

شیرویہ کا فرمان پہونچا جس میں اپنی تخت نشینی کی اطلاع کے ساتھ اس نے حکم دیا تھا کہ "ان نئے پیغمبر عرب سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کرنا" یہ فرمان ملتے ہی باذان مع اپنے چند اور فارسی سرداروں کے مسلمان ہو گیا[عہ]۔ اور یمن میں زور و شور سے اسلام کی اشاعت ہونے لگی۔

خط بنام شاہان عمان۔

ایک خط جلندی کے بیٹوں جیفر اور عبد شاہان عمان کے پاس عمرو بن عاص لے گئے۔ انھوں نے اسلام قبول کیا۔ رقم زکوۃ ادا کی جسکو عمرو بن عاص نے وہیں کے غربا میں تقسیم کر دیا۔ وہاں کی بستیوں میں آتش پرستوں کا زور تھا ان سے عمرو نے جزیہ وصول کیا اور مدینہ طیبہ میں واپس آئے۔

یہود کی کینہ پروری

اب ۷ھ اس اطمینان کے ساتھ شروع ہوا کہ مشرکین کی طرف سے کوئی فکر نہ تھی دور دور کے قبائل توحید کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے مگر یہود کی کینہ پروری کی وہی حالت تھی۔ بنی قینقاع۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر کی سازشوں اور بدعہدیوں کا جو کچھ انجام ہوا جانتے تھے۔ مگر پھر بھی وادی القریٰ۔ خیبر اور فدک وغیرہ کے یہودی اپنی حرکتوں سے باز نہ آتے تھے جنہیں اطراف مدینہ کے جلاوطن بھی مل گئے تھے۔ آپ پر جادو وہ کرتے۔ سازشیں وہ کرتے۔ مشرک قبائل کو لڑنے پر وہ ابھارتے۔ غرض خدا اور رسول کے ساتھ کوئی دشمنی نہ تھی جو اٹھا رکھتے ہوں۔ اور

ان کا مرکز خیبر

اصلی بنیاد یہ تھی کہ مدینے سے آٹھ منزل پر مقام خیبر ان کا بہت بڑا مرکز تھا جس کے قلعے اس قدر مضبوط تھے کہ انھیں یقین تھا ان کو کوئی نہ فتح کر سکے گا۔ لہٰذا جب تک یہودی خیبر میں آزادی سے بیٹھے تھے فسادوں کا سدِ باب غیر ممکن تھا اس پر آفت یہ ہوئی کہ انھوں نے اپنے حلیف قبیلہ بنی غطفان سے وعدہ کیا کہ ہماری نصف پیداوار لو اور ہم تم دونوں مل کے مدینے پر حملہ کریں۔

خیبر کی طرف آپ کی روانگی۔

انھیں اسباب سے محرم ۷ھ کی آخری تاریخوں میں سولہ سو پیدل مجاہدین اسلام اور دو سو سواروں کو ہمراہ رکاب لے کے آپ نے خیبر کی طرف کوچ فرما دیا۔ راس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے ان کو خبر کر دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ "تم دب نہ جانا مسلمانوں[عہ] کے پاس ہتیار بھی نہیں ہیں"۔ اہل خیبر نے فوراً بنی غطفان کو اپنی مدد پر بلایا اور وہ لوگ آ گئے مگر لشکر اسلام نے مقام رجیع میں پڑاؤ ڈال کے ان کا راستہ روک دیا۔ چنانچہ بنی غطفان خود اپنے گھروں کو خطرے میں دیکھ کر واپس چلے گئے اور لشکر صحابہ راتوں رات خیبر میں[سہ] جا پہونچا۔ صبح تڑکے کاشتکار ہل لیے ہوے

عہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۔

عہ تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۴۵-۴۶-۴۷-۴۸

سہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۸۳۔

محاصرہ خیبر

قلعہ سے نکلے تو لشکر اسلام کو دیکھا گھبرا کے بھاگے اور غل مچایا "محمدؐ اور اُن کا لشکر" فوراً قلعوں کے پھاٹک بند ہو گئے اور حضور رسالت نے بڑھ کے اُن کے سب قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہود نے پہلے ارادہ کیا کہ قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہیں۔ مگر چند ہی روز میں بدحواس ہو گئے اور نکل نکل کے لڑنا شروع کیا۔ صحابۂ رسول اللہؐ اسی موقع کو ڈھونڈ رہے تھے۔ ایسی شجاعت و جاں بازی سے حملے کیے کہ قلعہ جات خیبر یکے بعد دیگرے فتح ہونے لگے۔ پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا۔ پھر قلعہ قموص پر علم اسلام لہرایا۔ پھر قلعۂ صعب اسلام کے قبضے میں آیا۔ اور سب کے بعد دس روز کی محصوری میں قلعہ جات وطیح و سلالم نے بھی اسلام کے آگے سر جھکا دیا۔[عہ]

قلعہ جات خیبر کا فتح ہونا۔

فتح کی شرائط

آخری قلعوں کے سامنے سخت لڑائی ہوئی۔ حضور رسالت کو اتفاقاً آدھے سر کے درد کی شکایت تھی۔ خیمے کے اندر رہے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ دو روز تک یکے بعد دیگرے علم اسلام ہاتھ میں لے کر گئے مگر کامیاب نہ ہوئے۔ آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جسکو خدا و رسول سے اور خدا و رسول کو اس سے محبت ہے وہی اس قلعہ کو فتح کرے گا۔ دوسرے روز صبح کو حضرت علیؓ آشوب چشم کی وجہ سے آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے آئے۔ آپ نے معجزنما طریقے سے لعاب دہن لگا کے اُنکی آنکھیں اچھی کر دیں۔ اور جھنڈا دے کر حکم دیا کہ آج تم اس قلعہ پر حملہ کرو۔ اُن کے مقابلے پر مرحب بڑے دعوے کے ساتھ نکلا اور حربہ کیا۔ مگر حضرت علی کی تلوار خود اور سر دونوں کو کاٹ گئی اور وہ زمین پر بیجان پڑا تھا۔

حضرت علیؓ کو علم عطا ہونا

مرحب کا قتل

حملۂ حیدری

اس کے بعد دونوں لشکر لڑ گئے اور قیامت کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ کسی یہودی کی ضرب سے حضرت علی کی ڈھال ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔ آپ نے ایک بھاری پٹ اٹھا لیا اور جب تک دشمنوں کو شکست نہ دے دی اسی پٹ سے ڈھال کا کام لیتے رہے آخر دونوں قلعہ والوں نے امان مانگی اور کہا ہمیں جلاوطنی کی اجازت دے دیجائے تو ہتیار رکھدیں"۔ آپ نے اجازت دی۔ اُنھوں نے فوراً قلعہ کا پھاٹک کھول کے ہتیار ڈالدیئے اور اُن قلعوں پر بھی اسلام کا قبضہ ہو گیا۔[عہ]

ام المومنین صفیہ بنت حیی۔

یہودی سردار حیی بن اخطب کی بیٹی صفیہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر ہوئیں۔ مگر انکی یہ اسیری بہترین خوش نصیبی تھی۔ اس لئے کہ آزاد ہو کر حضور سرور عالم کی زوجۂ محترمہ بن گئیں۔

عہ ابن خلدون بقیہ جلد ۲ صفحہ ۲۸-۲۹۔

عہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۸۲

خیبر میں چند اور قلعے بھی تھے جو ان لڑائیوں کے بعد صلح کے طریقے سے فتح ہوئے یہود نے اس وعدے پر ہتھیار رکھے تھے کہ جلا وطن کر دیئے جائیں گے۔ مگر آپ نے مہربانی کی اور ان کی زمینوں اور قلعوں پر انہیں کو قابض و متصرف رہنے دیا لیکن ہاں یہ شرط البتہ کی گئی کہ پیداوار کا آدھا مسلمانوں کو دے دیا کریں۔

آپ یہیں تھے کہ سردار یہود سلام بن مشکم کی جورو زینب بنت حارث دعوت کے طریقے سے بکری کا بھنا ہوا گوشت لائی۔ آپ نے اور بشر بن براء نے جو پاس بیٹھے تھے ایک ایک نوالہ کھایا۔ بشر تو نوالہ نگل گئے مگر آپ نے چبا کے اگل دیا اور فرمایا "یہ گوشت بتا رہا ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے"۔ فوراً زینب سے بلا کے جواب طلب کیا گیا اس نے کہا جی ہاں میں نے زہر ملایا اور یہ سوچ کے کہ اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ اب مجھے آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا اس لئے ایمان قبول کرتی ہوں بشر بیچارے جاں بر نہ ہو سکے۔ اور وہ یہودن بعض کہتے ہیں کہ ان کے قصاص میں قتل ہوئی اور بعض کا بیان ہے کہ اس نے ایمان قبول کیا تھا لہٰذا چھوڑ دی گئی۔[ع۵]

اس کے بعد یہود فدک نے بھی انہیں شرطوں پر صلح کر لی۔ پھر وادی القریٰ تین چار روز کے محاصرے میں فتح ہوا۔ اور وہاں کے یہود کی جان بخشی کی گئی بعد ازاں تیماء کے یہود نے بلا تامل جزیہ قبول کر لیا۔ غرض سارے یہود مطیع الاسلام بنا کے خموشی اور سلامت روی سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیئے گئے۔

دو مہینے کی خموشی کے بعد شعبان ۷ھ میں بعض سرکش قبائل کی اصلاح کے لیے آپ نے عمر فاروقؓ ابوبکر صدیقؓ اور بشیر بن سعد کی ماتحتی میں چھوٹی چھوٹی فوجیں روانہ کیں۔ اول الذکر دونوں حضرات تو کامیاب واپس آئے مگر بشیر کے تمام ہمراہی کفار کے نرغے میں پڑ کے شہید ہوئے اور وہ بھی اس قدر زخمی ہوئے کہ دشمن مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ جن کے جانے کے بعد وہ اٹھ کر بھاگے۔ یہود فدک میں ٹھہر کے زخموں کا علاج کیا۔ اچھے ہو کے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے اور شوال میں تین سو بہادروں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کئے گئے جہاں سرکش بنی غطفان کو تمرد کی سزا دے کے فاتح و غانم واپس آئے۔

ع۵ ابن خلدون بقیہ جلد ثانی صفحہ ۳۹۔

عمرۃ القضاء

اب ذیقعدہ کا مہینہ آیا اور صلح حدیبیہ کے استحقاق کے بموجب آپ نے عمرے اور زیارت کعبہ کی تیاریاں کردیں۔ حج کے زمانے میں طواف کعبہ اور دیگر مناسک بجالائے جائیں تو اس کو حج کہتے ہیں لیکن اس زمانے کے سوا اور کسی وقت رسوم زیارت کعبہ بجالائے جائیں تو وہ عمرہ کہلاتا ہے۔ آپ نے عمرے کی غرض سے مکہ کی راہ لی اور سال گذشتہ جو عمرہ مجبوراً ملتوی کیا گیا تھا چونکہ یہ اسی کا ادا کرنا تھا۔ اسلئے یہ عمرہ عمرۃ القضاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تمام وہ لوگ جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ہمراہ رکاب تھے اور زیارت کعبہ سے محروم رہگئے تھے اُن سب کو آپ نے ساتھ لیا۔ چند نئے لوگ بھی ساتھ ہوئے۔ غرض عورتوں اور بچوں کے علاوہ دو ہزار صحابہ کی جماعت کے ساتھ آپ مدینے سے نکلے۔ قربانی کے لئے ساٹھ اونٹ لے لئے اور دار النبوۃ میں اپنی جگہ کلثوم بن حصین غفاری کو چھوڑا۔

مقام ذی الحلیفہ میں پہونچکر احرام باندھا ہمراہیوں کو فوجی طریقے سے مرتب فرمایا اور سب "لبیک لبیک" کہتے ہوئے آگے بڑھے بطن یاجج میں دو سو آدمیوں کی حفاظت میں ہتیار رکھوا دیے اور مکہ کے قریب جا پہونچے۔ قریش پہلے تو گھبرائے کہ آپ شاید مقابلہ کرنا چاہتے ہیں مگر جب اُن کو اطمینان دلا دیا گیا تو سب آبادی چھوڑ پہاڑوں میں چلے گئے۔ اس لئے کہ اُن کی آنکھیں افتاب رسالت کی نورانیت دیکھنے میں خیرہ تھیں۔

الغرض آپ نے اور تمام ہمراہیوں نے طواف کعبہ کیا۔ قربانی کی۔ تین روز تک وہیں فروکش رہے۔ اسی زمانۂ قیام میں آپ نے جناب میمونہ کو عقد نکاح میں لیا۔ اور واپس روانہ ہوئے۔

امامہ بنت حمزہؓ

حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی اُمامہ چچا چچا کہتی ہوئی پیچھے دوڑیں۔ آپ تو خاموش رہے۔ مگر حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر کہ اپنے چچا کی یتیم بچی کو ہم یہاں کس پر چھوڑ سکتے ہیں۔ ان کو ساتھ لے لیا۔ مدینے میں پہونچکر تین بزرگوں حضرت علیؓ۔ حضرت جعفر طیارؓ۔ اور زید بن حارثہ نے انکی تولیت کا دعوی کیا۔ مگر آپ نے اُن کو بجائے ان تینوں حضرات کے جعفر طیار کی بیوی اسما بنت عمیس کے حوالے کردیا جو ان صاحبزادی کی سگی خالہ تھیں۔ بہر حال اس دعوی میں حضرت جعفر طیار بالذات نہیں تو اپنی بیوی کی بدولت کامیاب ہوئے۔

بطن یاجج میں پہونچکر آپ ٹھہر گئے اور ان دو سو آدمیوں کو جو اسلحہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیے گئے تھے حکم دیا کہ مکہ میں جاکر عمرہ بجالائیں۔[۵]

چند اور مہمات

مدینے میں تشریف لانے کے بعد آپ نے سرکش قبائل کی اصلاح کے لئے دو ایک مہمیں

---

[۵] السیرۃ النبویہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۰۔

روانہ کیں جن میں سے ایک میں سب مسلمان شہید ہو گئے۔ اور اسی اندوہناک واقعے کیساتھ سنہ ۷ھ ختم ہو گیا۔ مگر سنہ ۸ھ میں بھی پہلا واقعہ غم والم کا تھا۔ اس لئے کہ حضور انور کی صاحبزادی جناب زینب نے سفر آخرت کیا۔

خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کا ایمان لانا

ان دنوں سب سے بڑی کامیابی اسلام کو یہ ہوئی کہ خالد بن ولید اور عمرو بن عاص دونوں مدینے میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ عمرو بن عاص حبش میں نجاشی کے ہاتھ پر کفر سے توبہ کر چکے تھے مگر اپنا مسلمان ہونا خود حضور سرور عالم کے ہاتھ پر ایمان لانے کے بعد ظاہر کیا۔

سریۂ موتہ

جمادی الاول سنہ ۸ھ میں ایک نہایت ہی المناک واقعہ پیش آیا۔ حاکم بصری شرحبیل نے حضور رسالت کے قاصد حارث بن عمیر کو شہید کر ڈالا تھا۔ اس بدعہدی کی سزا دینے کے لئے آپ نے زید بن حارثہ کو تین ہزار جاں بازان اسلام کے ساتھ روانہ فرمایا۔ اور روانہ کرتے وقت ارشاد ہوا "اگر زید دولت شہادت پائیں تو علم کو جعفر بن ابی طالب حضرت علیؓ کے سگے بھائی لیں۔ اور وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ علمبردار بنیں"۔ زید چونکہ غلام تھے اس لئے حضرت جعفر کے دل میں یہ ناگوار خیال پیدا ہوا کہ میں ایک غلام کے ماتحت ہوں مگر جب درگاہ نبوت سے مساوات اسلامی کا سبق ملا تو مطمئن ہو گئے۔

دشمنوں کی کثرت

ادھر عساکر نبوت روانہ ہوئے ادھر منافقوں نے دشمنوں کو خبر پہونچا دی۔ اور شرحبیل نے بڑا بھاری لشکر جمع کر لیا۔ زید معان تک پہونچے تھے۔ کہ خبر ملی خود قیصر ایک لاکھ فوج کے ساتھ شہر مآب میں آگیا ہے۔ اور اسی مقدار میں نصرانی عرب مالک بن زافلہ نام ایک مسیحی عرب کے جھنڈے کے نیچے جمع ہیں۔ تقریباً دو لاکھ سپاہ کا مقابلہ تھا جس کے آگے یہ مٹھی بھر مسلمان کیا چیز تھے۔ زید نے ارادہ کیا کہ حضور رسالت کو خبر کریں مگر عبداللہ بن رواحہ نے کہا "ہمارا مقصد شہادت ہے جس کے لئے کسی بات کے انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے"۔

عبداللہ بن رواحہ کا خلوص دینی

شہادت زید

الغرض دلدادگان توحید سر بکف ہو کر بڑھے۔ اور دشمن کے دریائے لشکر میں پھاند پڑے سخت لڑائی ہونے لگی۔ حضرت زید شہید ہوئے تو حضرت جعفر نے علم رسالت ہاتھ میں لیا۔ اور کمال بجگری سے لڑنے لگے۔ جب زیادہ جوش شجاعت ہوا تو گھوڑے سے اتر کے خود ہی اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور دشمنوں پہ جھپٹ پڑے، دشمنوں نے بھی ان کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ مگر

لے ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۷۸۔

حضرت جعفر کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ علم داہنے ہاتھ میں تھا وہ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ سے سنبھالا۔ وہ ہاتھ بھی قلم ہوا تو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے روک کے علم کو سینہ سے لگا لیا۔ آخر نوّے زخم کھا کر گرے اور شہید ہوئے اب عبداللہ بن رواحہ نے بڑھ کے علم اُٹھایا اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

(حضرت جعفر کی شہادت۔ — ابن رواحہ بھی شہید ہوئے — خالد کی سپہ سالاری)

اب سب نے مِلکر خالد بن ولید کو سردار بنایا۔[۱] انھوں نے مسلمانوں کو للکار کے اس زور و شور سے حملہ کیا کہ دشمنوں کی صفیں درہم برہم کر دیں۔ ایسی شجاعت سے لڑے کہ نو تلواریں اُن کے ہاتھ میں ٹوٹ گئیں اور آخر میں ایک چھوٹی یمنی تلوار اُن کے ہاتھ میں تھی۔ خالد نے اپنی جانبازی سے لشکر اسلام کو بچا لیا۔ اور اس شان سے لڑے کہ رومی خود ہی میدان چھوڑ کر چلے گئے۔

(لڑائی کا خاتمہ)

حضور رسول اکرم کے مشہور ترین معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس وقت شام کے قریب یہ خونریزی ہو رہی تھی میدانِ جنگ یکایک آپ کی نظر کے سامنے ہو گیا۔ اور آپ نے سب کو بتا دیا کہ زید شہید ہوئے، جعفر شہید ہوئے، عبداللہ شہید ہوئے، اور اب ایک ایسے شخص نے جھنڈا لیا جو خدا کی تلوار ہے۔ پھر فرمایا جعفر کو میں نے دیکھا کہ ہاتھوں کی جگہ اُن کے دو پر ہیں جن سے وہ فرشتوں کے ساتھ اُڑتے پھرتے ہیں۔[۲]" اور اسی گھڑی سے حضرت خالد کو "سیف اللہ" کا اور حضرت جعفر کو "طیار" (اڑنے والے) کا خطاب دربار نبوت سے ملا۔

(کشف نبوت)

یہ لشکر جب مدینے میں واپس آیا ہے تو سب نادم و ساکت۔ اور دریائے غیرت میں غرق تھے۔ کسی سے چار آنکھیں نہ کی جاتیں۔ اہل مدینہ اُن کی طرف خاک پھینکنے لگے۔ اور کہتے تھے کہ "بھگوڑے جو خدا کی راہ چھوڑ کر بھاگے"۔ آپ نے سب کو اس سے روکا اور فرمایا "بھگوڑے نہیں بلکہ انشاء اللہ وہ جنھوں نے دشمنوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔[۵]"

(عساکر موتہ کی واپسی۔)

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۷۹۴، و ۷۹۵
[۲] تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۸۰
[۳] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹۰
[۴] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹۰ و ابن ہشام صفحہ ۷۹۶
[۵] ابن ہشام صفحہ ۷۹۸

پانچویں فصل

سریۂ ذات السلاسل سے عمرۂ جعرانہ تک

سریۂ ذات السلاسل۔ قریش نے معاہدہ حدیبیہ کو توڑ دیا۔ پھر خود ہی پچھتائے۔ رسول خدا کو اس کی خبر۔ قریش اور تجدید معاہدہ کی کوشش۔ مکہ پر فوج کشی۔ کوچ۔ ترتیب فوج۔ حضرت عباسؓ اور ابوسفیان۔ ابوسفیان آپ کے سامنے۔ اس کا ایمان لانا۔ اور شوکت رسالت کو دیکھنا۔ اہل مکہ کو اطلاع۔ ہند کا جوش مخالفت۔ مکہ میں آپ کا داخلہ۔ خفیف مزاحمت۔ عام امان۔ مشرکہ عورتیں کسطرح روکتی ہیں۔ ناقابل عفو مجرمین۔ سجدۂ شکر۔ کعبہ بتوں سے پاک ہوا۔ کل دعوے منسوخ۔ بجز سدانہ اور سقایہ کے۔ نسب پر فخر کرنے کا استیصال۔ یہ اسلام کا اعلیٰ ترین مقصد تھا۔ عام معافی۔ ایمان لانے والوں کا ہجوم۔ کعبہ میں اذان۔ انصار کی غلط فہمی۔ اطراف مکہ میں تبلیغ۔ خالد کی بے اعتدالی۔ آپکی اس سے برات۔ اطراف کے بتوں کا ٹوٹنا۔ عزی۔ سواع۔ مناۃ۔ بنی ہوازن کی سرکشی۔ آپ بھی تیاری کرتے ہیں۔ مکہ سے کوچ۔ فوج کی ترتیب۔ غزوہ حنین۔ دشمنوں کا ناگہاں آپڑنا۔ مسلمانوں کی شکست۔ انصار کا جوش جاں نثاری۔ دشمنوں کا بھاگنا۔ دشمنوں کے مقتولین اور قیدی۔ مال غنیمت۔ آپکی رضاعی بہن شیمار۔ جعرانہ۔ اور بت شکنی۔ محاصرہ طائف۔ دشمنوں کے ساتھ رعایت۔ محاصرہ چھوڑ دیا گیا۔ تقسیم غنیمت۔ انصار کی شکایت۔ آپ کا خطبہ اور انصار کا خلوص۔ وفد بنی ہوازن۔ ان کے حال پر آپکی شفقت۔ سردار بنی ہوازن پر عنایت۔ عمرہ جعرانہ۔

سریۂ موتہ کے ایک مہینے کے بعد جمادی الاخری ۸ھ میں اطراف شام ہی کے سرکش قبائل بنی عذرہ اور بنی بلی کی اصلاح کے لئے عمرو بن عاصؓ تین سو پیدل مہاجرینؓ و انصار اور تیس سواروں کے سردار مقرر کر کے روانہ کئے گئے۔ بعد کو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ تب آپ نے حضرت ابوعبیدہ کو دو سو جاں بازوں کے ساتھ ان کی کمک پر بھیجا۔ سلاسل نام ایک تالاب کے کنارے دشمنوں کا سامنا ہوا۔ دشمن پہلے ہی حملے میں شکست کھا کے بھاگ گئے! اور اسی تالاب کی نسبت سے اس سریے کا نام ذات السلاسل مشہور ہوگیا۔ عمرو بن عاصؓ کو اس پر بڑا ناز تھا کہ اس مہم میں۔ ابوبکرؓ و

عمرؓ اور ابوعبیدہؓ کے ایسے سابق الاسلام اور جلیل القدر صحابی اُن کے ماتحت اور اُن کے جھنڈے کے نیچے تھے۔

قریش نے معاہدۂ حدیبیہ کو توڑ دیا۔

اسی اثنا میں قریش نے اپنی حماقت و ناعاقبت اندیشی سے معاہدۂ حدیبیہ کو توڑ دیا۔ اور اس کا باعث یہ ہوا کہ قبائل بنی خزاعہ و بنی بکر میں قدیم الایام سے دشمنی چلی آتی تھی۔ جو حضور سرورِ عالم کے دعوائے نبوت کے غلغلہ میں دب گئی تھی۔ صلح حدیبیہ کے وقت پرانی عداوت کے زندہ ہو جانے کے اندیشے سے بنی خزاعہ نے قدیم تعلقات کی بنا پر جو اُن کے اور بنی ہاشم کے درمیان میں تھے آنحضرت صلعم کو اپنا کفیل بنایا اور بنی بکر نے قریش کو۔ مگر بنی بکر کے سردار نوفل نے غالباً اس اطمینان پر کہ رسول خدا صلعم اتنی دور ہیں کہ نہ پہنچیں گے اور نہ مدد کر سکیں گے۔ وتیر نام ایک تالاب کے کنارے جہاں بنی خزاعہ کا پڑاؤ تھا اُن پر ناگہاں حملہ کر دیا اور خونریزی شروع ہو گئی۔ قریش نے بجائے اس کے کہ بنی بکر کو اس فتنہ انگیزی سے روکیں خفیہ طور پر اسلحہ اور سواروں سے اُن کی مدد کی۔ اور معززین قریش خود خونریزی میں شریک ہوئے۔ بنی خزاعہ کو جب کہیں مفر نہ نظر آیا تو بھاگ کر حرم کعبہ میں پناہ لی۔ مگر یہاں بھی اُن کے خون سے ہاتھ نہ روکا گیا۔ بلکہ بنی بکر نے اپنے سردار نوفل سے کہا بھی کہ "بس بس۔ یہ خدا کا حرم ہے"۔ تو اُس نے کہا "آج خدا و دا نہیں۔ برابر انتقام لئے جاؤ۔"[1]

اس طریقے سے معاہدۂ حدیبیہ کو تحریر کے ایک سال دس مہینے بعد خود قریش نے توڑ دیا۔ بنی خزاعہ کے بیس آدمی کمال بیرحمی و بے حمیتی سے مار ڈالے گئے۔ مگر یہ لوگ رومین یہ کارروائی کر تو گذرے۔ تلواروں کے میان میں ہونے کے بعد بدعہدی کا خیال آیا تو اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ اور خود اُن کے دل ان کو لعنت ملامت کرنے لگے۔ اُدھر خزاعیوں میں سے عمرو بن سالم اور دو اور شخصوں نے مدینہ میں حاضر ہو کر حضور سرورِ عالم کے سامنے اپنے قبیلے کی تباہی کی سرگذشت بیان کی۔ اور آپ نے فرمایا "بے شک تمہاری مدد کی جائے گی"۔

پھر خود ہی پچھتائے۔

رسول خدا کو اس کی خبر۔

قریش پر ندامت کے ساتھ خوف بھی طاری تھا۔ اب وہ توحید کی قوت کا لوہا مان چکے تھے یقین تھا کہ ہم رسول خدا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور اب آپ دشمن ہو گئے تو کچھ بنائے نہ بنے گی آخر ابوسفیان تجدید معاہدہ کے لئے مدینے میں آیا۔ اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ کے پاس گیا تو اُنھوں نے بچھونے پر نہ بیٹھنے دیا کہ "یہ رسول اللہ کا بچھونا ہے اور تم کفر کی نجاست میں آلودہ ہو" بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کے معذرت خواہ ہوا۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ ابوبکر صدیقؓ سے سفارش

قریش اور تجدید معاہدہ کی کوشش۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۸۰۲ و ۸۰۳۔

[1] چاہی۔ انھوں نے کہا "میں کچھ نہیں کر سکتا"۔ عمر فاروقؓ سے سفارش کے لئے التجا کی۔ انھوں نے کہا۔ میں تم سے لڑوں گا یا تمھاری سفارش کروں گا؟" حضرت علیؓ کو اپنی قرابت کا واسطہ دلا کے سفارش چاہی۔ اُنھوں نے کہا "رسولِ خدا کی مرضی کے خلاف میں سفارش نہیں کر سکتا"۔ جناب سیدہؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ "اپنے دونوں فرزندوں سے کہو ہمیں اپنی حمایت میں لے لیں"۔ اُنھوں نے فرمایا "میرے بچوں کا ابھی اتنا سن نہیں کہ کسی کو پناہ دیں"۔ سب طرف سے مایوس ہو کے حضرت علیؓ سے اِس معاملے میں مشورہ کیا۔ انھوں نے فرمایا "میں کیا مشورہ دوں؟ مگر تم تو سردار بنی کنانہ ہو۔ خود اپنی کفالت میں کیوں نہیں لے لیتے؟" پوچھا "اس کو کوئی مانے گا؟" حضرت علیؓ نے فرمایا "اس کو تم جانو"۔ آخر وہ اٹھ کر مسجد نبوی میں آیا۔ اور پکار کے کہا "لوگو میں نے قریش کو خود اپنی حمایت میں لے لیا۔ اور اسی وقت اونٹ پر بیٹھ کر مکہ کی راہ لی۔ وہاں پہونچا تو لوگوں نے پوچھا "کیا کر آئے؟" کہا "علی کے کہنے سے میں نے سب لوگوں کو اپنی کفالت میں لے لیا"۔ اُنھوں نے کہا "اور تمھاری کفالت کو محمد (صلعم) نے قبول بھی کیا؟" جواب دیا "نہیں" اس پر سب نے ضحکہ اڑایا اور بولے خدا کی قسم علی نے خوب مذاق کیا۔

مکہ پر فوج کشی

اب آپ نے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ فرمادیا۔ اور مہاجرین کے ساتھ مدینے اور اُس کے قرب وجوار کے قبائل۔ اسلم۔ غفار۔ مُزینہ۔ جہینہ۔ اشجع اور سُلیم سب کو تیاری کا حکم ہو گیا۔ مگر کوشش کی کہ جب تک پہونچ نہ لیں اہل مکہ کو خبر نہ ہو۔

کوچ

۱۰ رمضان ۸ھ کو چہار شنبہ کے روز بعد عصر مدینہ طیبہ سے نکلے بمقام کدید تک برابر روزے رکھتے گئے۔ وہاں سے آگے بڑھے تو سفر کے عذر سے آپ نے اور تمام صحابہ نے جو ہمراہ تھے روزے ترک کر دیئے [2]۔ جحفہ میں پہونچے تو حضرت عباس ملے جو مکہ سے ہجرت کر کے آ رہے تھے ان کا اسباب مدینے بھجوا کے خود اُن کو ساتھ لے لیا اور فرمایا "تم آخری مہاجر ہو اور میں آخری پیغمبر ہوں" [3]

ترتیب فوج

قدید میں پہونچے تو فوج کا اندازہ کیا۔ دس ہزار پروانگان شمع رسالت ہمراہ رکاب تھے۔ یہاں جھنڈے اور بیرقیں بنا بنا کر مختلف قبائل کے سرداروں کو دیں۔ لشکر کو جدا جدا حصوں اور علموں میں

[1] ابن ہشام صفحہ ۸۰۷ و ۸۰۸

[2] تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۸۸۔

[3] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹۲۔

تقسیم فرمایا۔ اور بڑھ کر مرالظہران میں پڑاؤ ڈالا یہاں عشا کے وقت نزول اجلال ہوا تھا۔ لوگوں کو حکم ہوا کہ جابجا کثرت سے آگ روشن کریں اور حضرت عمر فاروق حکم رسالت سے فوج کے گرد گشت کرنے لگے۔ [۱]

حضرت عباس اور ابوسفیان

اس وقت تک اہل مکہ کو خبر نہ تھی کہ عساکر رسالت سر پر آپہونچے۔ حضرت عباس نے دل میں کہا اگر قریش نے ذرا بھی سرکشی کی تو مکہ تباہ ہو جائے گا۔ فوراً رسول اللہ صلعم کے خچر پر سوار ہو کر لشکر اسلام کے باہر نکلے اور چلے کہ کوئی آتا جاتا مل جائے تو کہلا بھیجیں کہ جلدی حاضر ہو کر امان مانگو۔ اسی فکر میں پیلو کے جنگل میں پھر رہے تھے کہ یکایک ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل خزاعی کے باتیں کرنے کی آواز کان میں آئی۔ ابوسفیان کہتا تھا "یہ کن لوگوں نے آگ روشن کی ہے؟" بدیل نے کہا "یہ بنی خزاعہ ہیں" ابوسفیان بولا "اُن لوگوں کی اتنی شان نہیں ہو سکتی"۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بدیل سب حال جانتا ہے۔ خود آنحضرت سے ملکے اور فوج کشی کا وعدہ لے کر آیا ہے۔ مگر چاہتا ہے کہ یہ لوگ غفلت میں رہیں اور صبح ہوتے ہی قریش و بنی بکر سے ہمیں اپنے مقتولوں کا بدلہ ملنے لگے۔

یہ گفتگو سن کر حضرت عباس ابوسفیان سے ملے اور فرمایا "تم کس فکر میں ہو؟ یہ رسول اللہ صلعم ہیں جو دس ہزار فوج کے ساتھ آپہونچے"۔ اتنا سنتے ہی ابوسفیان گھبرا گیا اور بولا۔ "تو پھر میں اب کیا کروں؟" جناب عباس نے کہا "میرے ساتھ چلو" اور اس کو خچر پر اپنے پیچھے بٹھا کے لشکر اسلام میں آئے۔ اور کسی نے تو نہیں پہچانا مگر حضرت عمرؓ جو گشت کر رہے تھے صورت دیکھتے ہی پہچان گئے "کہا خوب ملا" اور دوڑے کہ حضرت سرور عالم کو خبر کریں۔ اُن کو دوڑتے دیکھکر عباسؓ نے بھی خچر کو اڑ بتائی۔ اب حضور سرور عالم کے سامنے ابوسفیان پیش تھا۔ جناب عباس اُس کی سفارش کر رہے تھے اور حضرت عمرؓ کا تقاضا تھا کہ اُس کے قتل کا حکم ہو۔ عباس و فاروق میں کسی قدر منافقانہ گفتگو بھی ہو گئی۔ آخر عباس نے کہا "یا رسول اللہ میں نے ابوسفیان کو اپنی پناہ میں لیا ہے" تب دیر کی خموشی کے بعد جناب رسالت مآب نے فرمایا "عباس تمہارے کہنے سے میں نے انھیں کل تک کے لئے امان دی۔ مگر تمھارا فرض ہے کہ کل انھیں لا کے حاضر کر دو"۔

ابوسفیان آپکے سامنے

دوسرے دن صبح کو حضرت عباس نے ابوسفیان کو بارگاہ نبوت میں پیش کیا تو آپ نے

---

[۱] تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۸۸۔

فرمایا "ابوسفیان افسوس تمھیں یہ نہیں سوجھتا کہ خدا ایک ہے؟" عرض کیا "میرے ماں باپ فدا ہوں۔ بے شک یہ نظر آگیا۔ کوئی اور خدا ہوتا تو میری مدد نہ کرتا؟" ارشاد ہوا "تو پھر افسوس کیا تمھیں میری نبوت میں شک ہے؟" بولا "میرے ماں باپ فدا ہوں۔ جی ہاں بس اسی میں مجھے شک ہے"

اس کا ایمان لانا۔

حضرت عباس اس کا یہ جواب سُنکر گھبرائے اور کہا "کمبخت جلدی کلمۂ حق زبان سے نکال۔ ورنہ گردن ماری جائیگی"۔ عباس کے اس ڈانٹنے پر ابوسفیان کو تنبہ ہوا۔ اور کلمۂ شہادت پڑھکے مسلمان ہوگیا۔

اس طریقے سے ابوسفیان کی توبہ قبول ہوئی۔ اور آنحضرت نے حضرت عباس سے فرمایا انھیں لے جاکے مکہ کے راستے کی تنگ گھاٹی کے کنارے بلندی پر کھڑا کرو۔ اور لشکر اسلام کے گذرنے کی شان دکھاؤ؟" اصل یہ ہے کہ آپ کو سردارانِ مکہ اور رؤسا و دید قریش کے مسلمان ہونیکی بڑی تمنا تھی۔ اور چاہتے تھے کہ دینی و دنیاوی طریقے سے جس طرح بنے اُن کے دلوں کو مسخر کیا جائے۔ جناب عباس نے عرض کیا "اُن کے ساتھ کوئی ایسی رعایت ہونی چاہیئے جس سے انکا ممتاز ہونا ظاہر ہو" فرمایا "اچھا سنو۔ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو یا حکیم بن حزام کے گھر یا حرم کعبہ میں پناہ لے یا اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے ایسے سب لوگوں کو امان دی جاتی ہے"۔

اور شوکت اسلام کو دیکھنا۔

اب جناب عباس ابوسفیان کو لے کے لشکر اسلام کے آگے نکل گئے۔ اور گھاٹی کے کنارے ایک ٹیلے پر جاکر کھڑے ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد لشکر اسلام پوری ترتیب اور صف بندی سے جھنڈے اور بیرقیں اُڑاتا ہوا مکہ کی طرف بڑھا۔ اور حامی توحید قبائل آگے پیچھے گذرنے لگے۔ ابوسفیان کے دل پر ہر قبیلہ کا رعب پڑتا۔ روئیں کھڑے ہو جاتے۔ اور پوچھتا "یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت عباس اس قبیلہ کا نام بتاتے اور وہ کہتا "ہوں یہ گے مجھے کیا؟ یہاں تک کہ خود حضور رسولِ خدا کی سواری آئی۔ مہاجرین و انصار آپکو اپنے جھرمٹ میں لئے ہوئے تھے اور سر پر علم سبز لہرا رہا تھا۔ پوچھا "یہ کون گروہ ہے؟" کہا "یہ خود حضور سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ اور جلو میں مہاجرین و انصار ہیں" یہ شان و شکوہ دیکھ کر ابوسفیان کے ہاتھ پاؤں میں لرزہ پڑگیا۔ اور بولا "واقعی تمھارے بھتیجے کی سلطنت نے خوب اوج و عروج حاصل کیا" حضرت عباس نے جھنجھلا کے کہا "کمبخت یہ سلطنت نہیں نبوت ہے"۔ بولا "اچھا نبوت ہی سہی"۔

اہل مکہ کو اطلاع۔

اس کے بعد عباس کے کہنے سے ابوسفیان لپکتا ہوا مکہ میں گیا۔ فوج اسلام سے پہلے آبادی میں داخل ہو کے حرم کعبہ کے پاس جا کھڑا ہوا اور صدا بلند کی کہ "اے اہلِ قریش۔

محمدؐ مع لشکر کے آپہونچے۔ جو شخص میرے گھر میں چلا آئے یا حرم میں آجائے یا اپنا دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ رہے اُسے امان ہے۔ اور اب مناسب یہ ہے کہ تم سب ایمان لے آؤ۔ اسی میں خیریت ہے" یہ سنتے ہی لوگ بدحواسی کے ساتھ پناہ کی جگہوں کی طرف دوڑنے لگے

ہند کا جوش مخالفت۔

مگر ابوسفیان کی جورو ہند کو ایسا غصہ آیا کہ بے اختیار شوہر پر جھپٹ پڑی۔ اور اُسکی ڈاڑھی پکڑ کے چلائی۔" اے آلِ غالب اس بیوقوف بڈھے کو قتل کرو" ابوسفیان نے نہایت برہمی کے ساتھ کہا "ڈاڑھی چھوڑ۔ اور میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو نے اسلام نہ قبول کیا تو تو بھی قتل ہوگی" یہ جواب پا کے ہند نے شوہر کی ڈاڑھی چھوڑی اور اپنا راستہ لیا۔

مکہ میں آپکا داخلہ۔

اب لشکر اسلام چار حصوں میں تقسیم ہو کر چار طرف سے مکہ میں داخل ہو رہا ہے۔ ایک جانب خود حضور انور ہیں۔ اور آگے آگے ابوعبیدہ صفوں کو بڑھا رہے ہیں۔ باقی تین طرف سے زبیر بن عوام سعد بن عبادہ اور خالد بن ولید بڑھ رہے ہیں۔ قریش میں مقابلہ کی طاقت نہیں۔ مایوس ہیں اور بدحواس۔ یہ وہی شہر ہے جسمیں ہر شخص آپ کے خون کا پیاسا تھا۔ آپ گھر بار چھوڑ کے بحال تباہ اس کی سواد سے نکلے تھے۔ اور بچہ بچہ آپ کی جان کا خواہاں تھا۔ اسی شہر میں آج آپ فتحمندانہ شان و شکوہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ صحابہ کے دلوں میں یہاں کے بے رحم اور سنگدل باشندوں کی جانب سے خدا جانے کیا کچھ بغض بھرا ہوا ہے۔ مگر باوجود تمام گذشتہ واقعات کے پیغمبرانہ شفقت و مرحمت کا یہ عالم ہے کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت اتفاقاً سعد بن عبادہ کی زبان سے نکل گیا "آج معرکہ آرائی کا دن ہے۔ اور آج حرم کے اندر خونریزی جائز ہوگی۔ یہ کلمات آپ کے گوش گزار ہوئے تو فوراً حضرت علیؓ کو دوڑایا کہ سعد کے ہاتھ سے جھنڈا لے لو۔ اور گو آپ نے تھوڑی دیر کے بعد سعد کی دلشکنی کے خیال سے وہ جھنڈا ان کے بیٹے کو دیدیا۔ مگر ایسے شخص کی سرداری نہ گوارا فرمائی جو خونریزی کا آرزومند تھا۔

خفیف مقاومت

تاہم صفوان۔ عکرمہ اور سہیل نے چند لوگوں کو جمع کیا۔ اور خندمہ کا ناکا روک کر کھڑے ہوگئے کہ مسلمانوں کو بے لڑے اندر نہ داخل ہونے دیں گے۔ خالد بن ولید سے اُن کا سامنا ہوا۔ اور تلوار چلنے لگی۔ دم بھر میں تین مسلمان شہید ہوئے اور دس بارہ مشرکین مارے گئے تھے کہ مشرکین شکست کھا کے بھاگے اور خالد آگے بڑھے۔

عام امان

حضور سرور عالم نے عام حکم دے دیا تھا کہ بجز اس شخص کے جو مقابلہ کرے اور کسی پر

تلوار نہ بلند کی جائے۔ چنانچہ اب مشرکین بھاگ بھاگ کے اِدھر اُدھر چھپ رہے تھے۔ اور مسلمان امن واماں اور خاموشی کے ساتھ مکہ کی آبادی میں گذر رہے تھے کہ یکایک یہ تماشا نظر آیا کہ قریش کی مشرکہ عورتوں نے بال کھول دیے ہیں۔ اور بڑھ بڑھ کے مسلمانوں کے گھوڑوں کے منہوں کو دوپٹوں کے آنچلوں سے مار رہی ہیں۔ یہ دیکھکر حضور سرورِ عالم مسکرائے۔ اور صدیق اکبر کی طرف دیکھ کے فرمایا "حسان نے کیا کہا تھا؟" اُنھوں نے حسان کا یہ شعر پڑھا۔

مشرکہ عورتیں گھوڑے روکتی ہیں۔

تَکَادُ جِیَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ ۔ یُلَطِّمُہُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ عہ

ناقابل عفو مجرمین۔

اب بجز آٹھ مردوں اور چار عورتوں کے جن پر خاص خاص قسم کے سنگین جرائم عائد تھے سب کو امان دے دی گئی اور ان سخت ترین مجرموں سے بھی پانچ مردوں اور دو عورتوں نے حاضر ہو کے توبہ کی اور اپنے قصور پر اظہار ندامت کیا تو انھوں نے بھی جان کی امان پائی۔ مگر جن کو اسکی توفیق نہ ہوئی وہ البتہ قتل ہوئے۔

سجدۂ شکر

مکے میں داخل ہوتے ہی آپ نے درگاہ رب العزت میں سجدہ کیا اور فرمایا "خداوندا! اصلی عیش وہی ہے جو آخرت میں حاصل ہوگا۔" اس کے بعد سیدھے خانۂ کعبہ کے پاس آئے۔ سات بار طواف کیا۔ پھر کلید بردار کعبہ عثمان بن طلحہ سے کنجی لے کے کعبہ کا دروازہ کھولا۔ اور جتنے بُت ملے سب کو دست مبارک سے توڑ کے باہر پھینکدیا۔ دیواروں پر جو تصویریں تھیں اُن کو مٹوایا پھر

کعبہ بتوں سے پاک ہوا۔

کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کے فرمایا "بجز اُس خدائے واحد کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اُس کا وعدہ پورا ہوا۔ اپنے بندے کی اُس نے مدد کی۔ اور اکیلے اُس نے بڑے بڑے لشکروں کو شکستیں دیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمام خون حقوق۔ اور مال جن کا لوگوں کو دعوی ہو میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں (یعنی کالعدم ہیں) بجز خانہ کعبہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانیکی خدمت کے" اس سے صاف ظاہر ہے کہ سدانہ اور سقایہ کے سوا اور جتنے حقوق تھے سب اس وقت سے منسوخ ہو گئے۔

کل دعوے منسوخ ہوئے۔

بجز سدانہ اور سقایہ کے

نسب پر فخر کرنیکا استیصال۔

اس کے بعد آپ نے قریش کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا "اے جماعت قریش۔ خدا نے وہ جاہلیت کا غرور اور اپنے باپ داداؤں کی بڑائی کرنا تم سے دور کر دیا۔ سب آدمی آدم ہی سے ہیں

عہ اس شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ "عنقریب ہمارے گھوڑے دوڑتے چلے آتے ہوں گے اور عورتیں ان کو اپنے دوپٹوں کے آنچلوں سے مار رہی ہوں گی۔

اور آدم مٹی سے بنے تھے"۔ پھر اسی سلسلہ میں سب کو اللہ جل شانہ کا یہ قول سنایا۔ یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم عہ۔

یہ اسلام کا اعلی ترین مقصد تھا۔

یہ حکم آپ نے ایسے موقع پر دیا جبکہ اسلام کے اہم ترین اصول کی تعلیم اور اسلامی قومیت ومساوات کی تلقین ہو رہی تھی۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ حسب و نسب پر فخر کرنے کا استیصال کرنا اسلام کا سب سے اعلی مقصد تھا۔ مگر چند ہی روز میں یہ بلا مسلمانوں میں پھر پیدا ہو گئی۔ کسی کو سیادت پر فخر ہو گیا۔ اور کسی کو ہاشمی و قریشی ہونے پر۔ یہاں تک کہ عربی نژاد عجمی مسلمانوں کو اور پرانے خاندان والے مسلمان نومسلموں کو اپنے سامنے ذلیل و خوار سمجھنے لگے۔ اور اس طریقے سے دینی اخوت اور قومی مساوات کا مٹ جانا اور اصل اسلام کی اصلی روح کا نکل جانا تھا۔

عام معافی

اس نصیحت کے بعد آپ نے قریش سے جو بھیر لگائے کھڑے تھے فرمایا "جاؤ تم سب آزاد ہو"۔ اتنے میں حضرت علیؓ کعبہ کی کنجی لئے ہوئے آئے۔ اور درخواست کی کہ سدانہ اور سقایہ یعنی کعبہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمتیں بنی ہاشم کو عطا ہوں۔ آپ نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور کنجی لے کے پرانے کلید بردار عثمان بن طلحہ کو دے دی اور فرمایا آج احسان کرنے اور ایفائے عہد کا دن ہے"۔

ایمان لانے والوں کا ہجوم۔

اس کے بعد آپ کوہ صفا پر بیٹھ گئے۔ اور اہل مکہ جوق جوق آکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور ایمان لانے لگے۔ مردوں سے فراغت ہوئی تو عورتوں کی باری آئی مگر خود بیعت لینے کے بجائے آپ نے عمر فاروقؓ کو حکم دیا کہ بیعت لے کے انہیں مسلمان کرو۔ آپ کا معمول تھا کہ بیعت لینے اور توبہ کرانے کے لئے بھی کسی نامحرم عورتوں کے پنڈے میں ہاتھ نہ لگاتے۔

کعبہ میں اذان

اتنے میں ظہر کا وقت آگیا۔ اور آپ کے حکم سے حضرت بلالؓ نے (مسجد) کعبہ کے قریب کھڑے ہو کے اذان دی۔ جو مشرکین کو نہایت ہی ناگوار تھی۔ مگر دم مارنے کی مجال نہ تھی کعبہ کا جو احترام پہلے قائم تھا کہ اس کے حدود کے اندر کسی کی جان لینا حرام تھا وہی بعد اسلام بھی قرار رہا۔

انصار کی غلط فہمی

اس موقع پر انصار کے دل میں خیال گذرا کہ اب آپ نے اپنے وطن کو فتح کر لیا ہے

عہ ترجمہ یہہ ہے کہ اے لوگو ہم نے تمھیں نر و مادہ سے پیدا کیا اور تم کو شاخوں اور نسلوں میں تقسیم کیا تاکہ ان سے پہچانے جا سکو۔ اور تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

لہٰذا یہیں رہ جائیں گے۔ آپ نے سنا تو فرمایا "معاذ اللہ بھلا میں ایسا کروں گا! میرا جینا مرنا تمھارے ساتھ ہے"۔ اور وہ سب مطمئن ہو گئے۔

اطراف مکہ میں تبلیغ۔

مکہ فتح ہو جانے کے بعد آپ نے چھوٹی چھوٹی جماعتیں اطراف و جوانب میں بھیجیں کہ قرب و جوار کے لوگ بھی نعمتِ اسلام سے محروم نہ رہیں۔ اور سب کو تاکید کر دی کہ خبردار کہیں قتل و خونریزی کی نوبت نہ آئے۔ اس میں سے ایک گروہ خالد بن ولید کے زیرِ علم تھا وہ غمیصا نام ایک تالاب کے کنارے اترے جہاں بنی جذیمہ کا مسکن تھا۔ ان لوگوں نے ابھی جاہلیت میں خالد کے چچا کو لوٹ لیا تھا۔ خالد کی صورت دیکھتے ہی انھوں نے ہتیار سنبھالے۔ خالد نے کہا ہتیار رکھ دو اسلئے کہ سب لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا۔ انھوں نے اسلام کا نام سنتے ہی ہتیار رکھ دیے خالد نے بندھوا کر سب کی مشکیں کسوائیں اور ان میں سے جن کو چاہا قتل کر ڈالا۔ آنحضرت نے یہ واقعہ سنا تو گھبرا گئے اور بکمال پریشانی سے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کے فرمایا "خداوندا خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بری ہوں"۔ پھر حضرت علیؓ کو بہت سا روپیہ دے کے بنی جذیمہ میں بھیجا جنھوں نے جا کے ان مظلوموں سے آنحضرت کی براءت ظاہر کی۔ ہر خون کا خون بہا ادا کیا اور جب معلوم ہو گیا کہ اب کوئی خون نہیں باقی ہے تو جو رقم باقی تھی وہ بھی ان لوگوں کو بطریق انعام دے کے واپس آئے۔

خالد کی بے اعتدالی

آپ کی اس سے برأت۔

اب مکہ بتوں سے پاک ہو گیا۔ اور یہاں کی سب مورتیں جو کعبہ کے اندر اور جا بجا باہر تھیں توڑ کے گرا دی جا چکیں تو آپ نے کوشش فرمائی کہ اطراف و اکناف کے بتوں کو بھی توڑ کے بتخانے منہدم کرا دیے جائیں۔ کعبہ کے اندر والے بت ہبل کے بعد دوسرا درجہ نخلہ کے بت عزیٰ کا تھا۔ وہاں بھی کعبہ کی طرح طواف ہوتا قربانی کی جاتی اور سر منڈایا جاتا۔ پوجنے والے قریش اور بنی کنانہ تھے۔ اور پوجاری بنی شیبان۔ فتح مکہ کے پانچویں دن خالد نے جا کے اس بت کو توڑا اور بتخانہ منہدم ہوا۔ پھر عمرو بن عاص نے جا کر بنی ہذیل کے بت سواع کی مورت توڑی جو مکہ سے تین میل پر تھی۔ پھر سعد بن زید اشہلی نے سمندر کے کنارے مقام قدید میں جا کے مناۃ کی مورت توڑی یہ مدینے کے قبائل اوس و خزرج کا بت تھا۔ غرض سارا ماہ مبارک رمضان بت شکنی میں صرف ہوا۔

اطراف کے بتوں کا توڑنا۔

عزیٰ۔

سواع۔

مناۃ۔

ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹۰

السیرۃ النبویہ۔ جلد ۲ صفحہ ۳۰۰

تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۰۷

السیرۃ النبویہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۱

بنی ہوازن کی سرکشی۔

فتح مکہ کا حال بنی ہوازن کو معلوم ہوا تو اُنھوں نے خیال کیا کہ رسول اللہ ہماری بُت پرستی کو بھی گوارا نہ کریں گے۔ لہٰذا لڑنے کو تیار ہو گئے۔ ان کا سردار مالک بن نضر اپنے قبیلے کے علاوہ قبائل ثقیف قیس جشم اور ہلال کے لوگوں کو بھی جمع کر کے تیس ہزار کی جمعیت سے آپ پر حملہ کرنے کے لئے چلا۔ اور سپہگروں کے بیوی بچے بھی اس خیال سے ساتھ لے لئے کہ اُن کو چھوڑ کے کوئی نہ بھاگے گا۔

آپ بھی تیاری کرتے ہیں۔

آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے بھی مقابلہ کا سامان کیا۔ دولتمندان قریش سے روپیہ قرض لے کے غریبوں میں تقسیم کیا کہ اطمینان کے ساتھ جہاد کریں۔ صفوان بن امیہ سے جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا سو زرہیں اور اُن کے جوڑ کے اسلحہ اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے تین ہزار نیزے عاریتہ لئے۔ پھر عتاب بن اُسید کو والی مکہ قرار دے کے اور معاذ بن جبل کو نومسلموں کا معلم دین بنا کے مکہ میں چھوڑا اور خود بارہ ہزار فوج کے ساتھ ۶ شوال سنہ ۸ھ

مکہ سے کوچ

کو چل کھڑے ہوئے۔ دس ہزار جاں باز تو وہی تھے جو مدینے سے علم اسلام کے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار اہل مکہ تھے اُن میں بہت سے مشرک بھی تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اہل مکہ مفتوح ہونے کے بعد بھی مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کئے گئے۔

فوج کی ترتیب غزوۂ حنین

دشمن کے قریب پہونچ کے لشکر کو مختلف علموں اور سرداروں میں تقسیم کیا اور آگے بڑھے صبح کے تڑکے ابھی اندھیرا تھا کہ حُنین نام ایک تنگ گھاٹی میں پہونچے۔ اسوقت تک دشمنوں کا کہیں پتہ نہ تھا اور مسلمان نہایت اطمینان سے اس تیرہ و تار گھاٹی میں گذر رہے تھے کہ یکایک چاروں

دشمنوں کا ناگہاں آپڑنا

طرف سے دشمن نکل پڑے اور مسلمانوں پر تیروں کا مینھ برسنے لگا۔ بنی ہوازن کو اُن کے چالاک اور ہوشیار سرداروں نے پہلے سے لا کے گھاٹی کے دونوں جانب بلندیوں میں چھپا دیا تھا۔ اور قیامت یہ تھی کہ یہ لوگ مشہور ناوک افگن اور مشاق قادر انداز تھے۔ اس

مسلمانوں کو شکست۔

آفت ناگہانی سے مسلمان ایسے پریشان ہوئے کہ سب کا قدم اُکھڑ گیا اور اس طرح ہیبت کھا کے بھاگے کہ کسی کو کسی کا خیال نہ تھا دس بارہ جان بازان رسالت تو حضور سرور عالم کے پاس رہ گئے باقی سب نے راہ فرار اختیار کی۔ بلکہ بعض صحیح روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ تن تنہا رہ گئے کوئی پاس نہ تھا اور نومسلم اہل مکہ میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے۔ آپ نے تین دفعہ پکار کے کہا۔ لوگو ادھر آؤ۔ میں رسول اللہ ہوں۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ آپ کے رہوار دُلدل کی لگام تھامے ہوئے عباس کھڑے تھے آپ نے اُن سے فرمایا انصار کو پکارو۔ عباس

انصار کا جوش جاں نثاری۔

لمبے تڑنگے آدمی تھے اور آواز بھی سب سے نکلتی تھی۔ انھوں نے جیسے ہی انصار کو آواز دی سب اس جوش سے لبیک لبیک کہتے ہوئے دوڑے کہ بعض کو سواریوں کے موڑنے میں دشواری نظر آئی تو انکی پیٹھ پر سے پھاند پڑے اور آپ کے گرد سو جاں بازوں کا ہجوم ہوگیا۔ ان لوگوں نے ایسی بہادری و جوانمردی سے حملہ کیا کہ بے تحاشا دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے۔ بہت سے دشمن مارے گئے اور بہت سے اسیر کر لئے گئے۔

دشمنوں کا بھاگنا۔

دشمنوں کے مقتولین اور قیدی۔ مال غنیمت۔

اس معرکہ میں بنی ثقیف اور بنی مالک کے ستر آدمی مارے گئے اور دیگر قبائل جو ان کے ساتھ تھے اُن میں سے فقط دو آدمی کام آئے۔ بہت بڑی تعداد اسیروں کی تھی جنھیں فقط چھ ہزار عورتیں تھیں۔ مال غنیمت جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی۔[۵۷]

اپنی رضاعی بہن شیما۔

اسیروں میں حضرت حلیمہ کی صاحبزادی شیما بھی تھیں۔ اسیر کرنے والوں نے اُن پر کسی قدر سختی کی تو انھوں نے کہا۔ یہ جان لو کہ میں تمھارے پیغمبر کی رضاعی بہن ہوں" لوگ حضور سرور عالم کی خدمت میں لائے تو آپ نے پہچان کر اپنی روا بچھادی کہ اس پر بیٹھے نہایت مہربانی و شفقت سے پیش آئے۔ پھر فرمایا "آپ کا جی چاہے میرے ساتھ رہئے اور میری محبت و شفقت سے فائدہ اٹھائے اور چاہے اپنی قوم میں چلی جائے" انھوں نے اپنی صحرائی وطن کو اختیار کیا۔ چنانچہ آپ نے حسب حیثیت انکی خدمت کی اور وداع کر کے اُن کو رخصت کیا۔

جعرانہ

اب آپ نے سارے مال غنیمت اور اسیران جنگ کو جعرانہ میں چھوڑا۔ مسعود بن عمر انصاری کو ان کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ اور خود طائف کی راہ لی۔ اس لئے کہ حنین کی مفروریں وہیں جا کے پناہ گزیں ہوئے تھے مگر طائف جانے سے پیشتر ہی طفیل بن عمر دوسی کو حکم دیا کہ چند خدا پرست موحدین کے ساتھ جا کے ذوالکفین نام چوبی بُت کو جلادیں جس کا مندر وہاں سے قریب تھا۔

اور بت شکنی۔

محاصرہ طائف

اب آپ نے بڑھ کے طائف کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں کو اپنے قلعہ کی مضبوطی پر بڑا دعویٰ تھا جس کی نسبت صاحب اغانی کا بیان ہے کہ اس کو ایرانی کاریگروں نے آکے تعمیر کیا تھا۔ دشمنوں نے برس بھر کا غلہ فراہم کر لیا تھا۔ مسلمانوں کے پہونچتے ہی انھوں نے ایسی سخت تیر باری کی کہ مسلمانوں کو قلعہ کے قریب ٹھہرنا دشوار ہوگیا۔ خالد بن ولید نے اُن کو مقابلے

---

۵۷ السیرة النبویہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۲۔

بلایا۔ مگر جواب ملا کہ "ہمکو نکلنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس برسوں کا سامان موجود ہے اور جب یہ سامان نہ رہے گا تو تلواریں لے کے نکل پڑیں گے اور لڑتے لڑتے جان دیدیں گے" یہاں آپنے چمڑے کے متحرک برج بنوائے جن کے نیچے نیچے مسلمان تیروں اور پتھروں سے بچتے ہوے دیوار قلعہ تک جاتے اور نقب دینے کی کوشش کرتے۔ بنی ثقیف نے لوہے کے ٹکڑے آگ میں دھکا دھکا کے اُن قبوں پر پھینکے جن کی مضرت سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو دیوار چھوڑ کے ہٹنا پڑا۔ اور ہٹتے وقت اُن پر تیروں کی ایسی سخت بارش ہوئی کہ سب شہید ہو گئے۔ یہ دیکھ کر آپ نے قلعہ کے باہر کے بعض باغوں کو کٹوا ڈالا۔ اہل قلعہ نے التجا کی کہ ہمارے باغوں کو نہ کٹوائیے اور ہم پر رحم کیجئے۔ آپ نے اُنکی درخواست منظور فرمائی۔ اور اس سے زیادہ مہربانی یہ کی کہ قلعہ کے پاس پکروا دیا جو غلام قلعہ سے نکل کے ہمارے پاس حاضر ہو جائے گا آزاد ہے۔ اس وعدے پر بھروسہ کر کے دس بارہ آدمی بھاگ آئے۔ اور آپ نے ان میں سے ہر ایک کو کسی صحابی کے سپرد کر دیا جو لوگ اس موقع پر قلعہ سے نکل کے آئے اُن میں سے ایک ابوبکرہ بھی تھے۔

دشمنوں کے ساتھ عنایت

محاصرہ چھوڑ دیا گیا

آخر آپ نے صحابہ کے مشورے سے طائف کا محاصرہ چھوڑ دیا۔ محاصرے میں مسلمانوں کی طرف سے کل بارہ آدمیوں نے جام شہادت پیا۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے عبداللہ بھی تھے۔ ان کو ایک ایسا کاری تیر لگا کہ کئی سال تک اُس کے زخم کی تکلیف برداشت کر کے رہ نورد آخرت ہوئے۔

تقسیم غنیمت

طائف سے آپ پھر جعرانہ میں آئے جہاں حنین کا مال غنیمت تھا۔ یہاں پہونچکر آپ نے دس دن تک انتظار کیا کہ بنی ہوازن شاید اپنے اسیروں کے چھڑانے کو آئیں۔ مگر کوئی نہ آیا تب آپ نے غنیمت اور اسیروں کو تقسیم کر دیا۔

انصار کی شکایت۔

اس غنیمت کی تقسیم میں نومسلم معززین قریش کو سب سے زیادہ دیا گیا اور جو کچھ عطا ہوا فقط قریش کو انصار کو کچھ نہیں ملا۔ اس پر انصار میں شکایت پیدا ہوئی۔ بلکہ کسی کی زبان سے نکل گیا "اب کیا ہے؟ اب تو رسول اللہ اپنی قوم والوں سے آملے"۔ سعد بن عبادہ نے جو انصار کے سردار تھے یہ قول آپ کے گوش زد کر دیا۔ آپ نے پوچھا اور تمہارا کیا خیال ہے عرض کیا "میں بھی اپنی قوم ہی کا ایک شخص ہوں۔ یہ سنتے ہی آپ نے تمام انصار کو جمع کر کے

آپکا خطبہ۔

اُن کے سامنے یہ تقریر فرمائی۔ "اے انصار۔ میں کیا شکایت سن رہا ہوں؟ کیا تمھیں ان باتوں میں

شک ہے کہ تم گمراہ تھے میرے ذریعے سے خدا نے تمھیں ہدایت کی۔ تم محتاج تھے میرے ذریعے سے خدا نے تم کو مالا مال کر دیا۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ میرے ذریعے سے خدا نے تم سب کے دل ملا دیئے"۔ سب نے عرض کیا "بے شک ایسا ہی ہے۔ اور جو کچھ خوبی و فضیلت ہے سب خدا اور رسول کے طفیل میں ہے"۔ آپ نے فرمایا "تو تم جواب کیوں نہیں دیتے؟" عرض کیا "کیا جواب دیں؟" ارشاد ہوا "یہ کہہ سکتے ہو کہ تمھاری رسالت کو سب جھٹلا رہے تھے ہم نے تصدیق کی۔ تم بے نصر و بیکس تھے ہم نے مدد دی۔ تم بے خانماں تھے ہم نے گھر دیا۔ تم بے اہل و عیال تھے ہم نے عزیزوں کا کام دیا" یہ کہہ کر فرمایا "تم برابر یہی جواب دیتے جاؤ اور میں کہتا جاؤں گا کہ سچ کہتے ہو۔ لیکن اے انصار کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ اور لوگ تو اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم خدا کے رسول کو اپنے گھر لیجاؤ؟"[1]

اور انصار کا خلوص۔ انصار میں زیادہ سننے کی تاب نہ تھی۔ بے اختیار چیخ اٹھے "کہ ہم کو فقط محمدؐ درکار ہے" اور اکثر کا یہ حال ہوا کہ آنسوؤں سے ڈاڑھیاں تر ہو گئیں۔ آخر میں آپ نے انصار کو سمجھایا کہ "مکے کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں۔ ان کو جو کچھ دیا گیا حق کی بنا پر نہیں دیا گیا بلکہ ان کے دل ہاتھ میں لینے کے خیال سے دیا گیا"۔

وفد بنی ہوازن۔ مال غنیمت کے تقسیم ہو جانے کے بعد بنی ہوازن کا وفد آیا جنھوں نے اپنے مال و اسیروں کی واپسی کے لئے التجا کی۔ انھیں میں بنی سعد یعنی حضرت حلیمہ کے قبیلے کا ایک شخص تھا۔ اس نے کھڑے ہو کے عرض کیا "یا رسول اللہ ان اسیروں میں آپ کی چچیاں۔ خالائیں۔ اور پالنے والیاں ہیں۔ اگر کسی بادشاہ پر ہمارے ایسے حقوق ہوتے تو ہمیں اس سے بڑی مہربانی کی امید ہوتی۔ آپ کا رتبہ تو بادشاہوں سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا ہے"۔ آپ نے پوچھا "خیر بتاؤ تمھیں عیال و اطفال زیادہ عزیز ہیں یا مال و اسباب؟" انھوں نے کہا "عیال و اطفال"۔ ارشاد ہوا "ان میں جتنے میرے اور خاندان عبدالمطلب کے قبضہ میں ہیں وہ تو میں نے تم کو دے دیئے لیکن جو لوگ اور مسلمانوں کے قبضے میں جا چکے ان کے متعلق تم لوگ ظہر کی نماز کے وقت مجھ سے ان الفاظ میں درخواست کرنا کہ ہمارے اہل و عیال کے بارے میں مسلمانوں سے سفارش کر دیجئے"۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اور آپ نے اسوقت بھی یہ فرما کے کہ جتنے

[1] صحیح بخاری صفحہ ۶۲۰۔

اُن کے حالِ زار پر شفقت

اسیر میرے اور آلِ عبد المطلب کے قبضے میں ہیں وہ میں نے تم کو دیئے۔ پھر تمام مسلمانوں کی طرف مخاطب ہو کے خطبے کے طور پر فرمایا "مسلمانو تمھارے یہ بھائی آئے ہیں۔ اور کفر سے توبہ کرتے ہیں۔ لہٰذا مجھے اچھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بال بچے ان کو واپس کر دیئے جائیں جو شخص یونہیں دینا پسند کرے اس کا احسان ہوگا اور جو نہ پسند کرے اس کو میں اس حساب سے معاوضہ دینے کو تیار ہوں کہ ہر انسان کے عوض چھ اونٹ دوں گا۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ اس معاوضے کو سب سے پہلے موقع پر اپنے پاس سے ادا کروں گا"۔ یہ سنتے ہی تمام مہاجرین و انصار نے بلا معاوضہ اپنے اپنے حصے کے لونڈی غلام آنحضرتؐ کی نذر کر دیئے دو چار نے تامل کیا تو انھوں نے معاوضہ پایا۔ اور بنی ہوازن کو اپنی تمام عورتیں اور بچے واپس مل گئے۔

سردارِ بنی ہوازن پر عنایت۔

بنی ہوازن کا سردار مالک بن عوف طائف میں تھا اور آپ سے مقابلہ کرتا رہا تھا۔ اس موقع پر اس کے اہل و عیال کو لوگوں سے واپس لے کے آپ نے اپنی پھوپی جناب عاتکہ کے پاس رکھوا دیا۔ اور وفد والوں سے فرمایا۔ مالک سے کہدینا کہ اگر انھوں نے حاضر ہو کے دینِ اسلام قبول کیا تو اُن کے اہل و عیال بھی اُن کو واپس ملیں گے اسی قدر نہیں بلکہ اُن کو سو اونٹ ان کے علاوہ انعام میں ملیں گے چنانچہ وہ حاضرِ خدمت ہو کے ایمان لائے اور اپنے بال بچوں کے ساتھ وہ انعام کو وصول کر کے خوشی خوشی واپس گئے۔ اُن کے ایمان لانے کی یہ برکت تھی کہ چند ہی روز میں بنی ثقیف اور یہاں کے تمام سرکش قبائل مسلمان ہو کر سچی توحیدِ حنفی کے پیرو ہو گئے۔

عمرۂ جعرانہ۔

اس کے بعد ۵ ذیقعدہ کو آپ عمرے کا احرام باندھ کے مکے کی طرف روانہ ہوئے جو جعرانہ سے اٹھارہ میل ہے۔ حرم میں پہونچ کے طواف کعبہ کیا صفا و مروہ پر دوڑے۔ سر منڈایا۔ پھر جعرانہ میں واپس تشریف لائے۔ اور مدینۂ طیبہ کی جانب کوچ فرمایا۔ اور ختم ذیقعدہ کو تین روز باقی تھے کہ دار النبوۃ مدینہ میں رونق افروز ہو گئے۔

چھٹی فصل

غزوہ تبوک اور نبوت کی کامیابیاں

اہلِ یمن کا ایمان لانا۔ بنی تمیم کا تمرد۔ اور اس کی سزا۔ ان کا وفد۔ مسابقت و مشاعرہ۔ فصاحت عربی میں ان کا مقابلہ۔ ان کا ایمان لانا۔ اس سال کا حج۔ آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی ولادت۔ ۹ھ۔ کعب بن زہیر کا ایمان لانا۔ قصیدہ بردہ۔ بنی طے کا بت فلس توڑا گیا۔ عدی بن حاتم۔ سفانہ بنت حاتم۔ بہن کے کہنے سے بھائی کا ایمان لانا۔ غزوہ تبوک کی کوچ کی تیاریاں۔ فیاضیاں۔ منافقین۔ تین خوش نصیب گنہگار۔ روانگی۔ ترتیب فوج آثار ثمود۔ تبوک میں ورود۔ اس غزوے کے فوائد۔ خالد کا حملہ دومۃ الجندل پر۔ مسجد ضرار۔ بنی ثقیف کا وفد۔ انکی شرطیں۔ وہ ایمان لائے۔ لات کی مورت توڑی گئی۔ سارا عرب مسلمان ہو رہا ہے۔ ضمام بن ثعلبہ۔ یمن میں ترقی اسلام۔ ملک تمام حکام یمن کا سفیر مدینۂ نبوی۔ ابوبکر صدیقؓ امیر حج۔ علیؓ کے ذریعے سے تبلیغ احکام۔ فرضیت زکوٰۃ۔ وفات ام کلثوم۔ عبداللہ بن ابی کی موت۔ نجاشی کی وفات۔ ۱۰ھ۔ خالد نجران میں۔ عمرو بن حزم نجران میں۔ مدعیان مباہلہ۔ ان کا مرعوب ہونا۔ اہل جرش پر آفت۔ ان کے سفیر مدینے میں۔ آپ کا علم غیب۔ فروہ بن مسیک۔ فروہ رئیس بنو جذام۔ اور بہت سے قبائل کا ایمان لانا۔ مسیلمہ کذاب کی ابتدا۔ آپ کے قتل کی سازش۔ حضرت علیؓ یمن میں۔ پیمبرانہ نظم و نسق۔

اہل یمن کا ایمان لانا۔

مدینے میں تشریف لاتے ہی آپ نے سعد بن عبادہ کے فرزند قیس کو چار سو سواروں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ اُن کے جانے کے بعد یمن کے ایک معزز بزرگ زیاد بن حارث بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا "یہ سریہ حضور نے کیوں روانہ فرمایا ہے؟" ارشاد ہوا "اشاعتِ اسلام اور تبلیغ توحید کے لئے"۔ زیاد نے کہا "تو حضور اس فوج کو واپس بلا لیں میں انھیں لوگوں کا وکیل ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ وہ سب اسلام قبول کر لیں گے"۔ آپ نے قیس کو واپس بلایا۔ اور زیاد کی کوشش سے اُن کے ہموطن مسلمان ہو گئے۔[ع]

ع السیرۃ النبویہ سید احمد زینی دحلان بر حاشیہ سیرۃ الحلبیہ۔ جلد ۲ صفحہ ۳۱۲

بنی تمیم کا تمرد

بشر بن سفیان کو حضور سرورِ عالم نے بنی کعب میں تحصیلدار زکوۃ و صدقات مقرر فرما کے بھیجا تھا وہ لوگ ایک تالاب کے کنارے مقیم تھے۔ اور وہیں بنی تمیم کا بھی پڑاؤ تھا۔ بشر پہونچے تو بنی کعب نے بے عذر اطاعت کی اور زکوۃ دینے کو تیار ہو گئے۔ مگر بنی تمیم نے اُن کو اس سے روکا۔ اور جب دیکھا کہ بنی کعب نہیں مانتے اور زکوۃ دینے کو تیار ہی ہیں تو اُن سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور کہا "ہم تو خدا کی قسم یہاں سے ایک اونٹ بھی نہ جانے دیں گے۔ بشر مجبوراً واپس آئے اور یہ واقعات

ان کی سزا

دربارِ نبوت میں عرض کئے۔ آپ نے عیینہ بن حصن فزاری کو پچاس سواروں پر سردار مقرر کر کے بنی تمیم کی اصلاح و تادیب کے لئے روانہ کیا۔ وہ اچانک بنی تمیم پر جا پڑے۔ اور اُن کے گیارہ مرد اکیس عورتیں اور تیس بچے پکڑ لائے۔

ان کا وفد

اب بنی تمیم سے بجز اس کے کوئی تدبیر نہ بن پڑی کہ اُن کے ستر اسی اکابر قوم کا ایک نیابتانہ گروہ مدینے میں حاضر ہوا کہ عجز و الحاح سے اپنے قیدیوں کو چھڑا لے جائے۔ مدینے میں ان لوگوں کا گذر اس طرف سے ہوا جہاں ان کے اسیر رکھے گئے تھے۔ عورتوں اور بچوں نے اُن کی صورت دیکھتے ہی زار و قطار رونا شروع کیا۔ اور وہ اُن کو چھوڑ کر مسجد نبوی میں آئے۔ اس وقت بلال رضؓ ظہر کی اذان دے رہے تھے۔ اور صحابہ نماز کے لئے جمع تھے۔ نائبانِ بنی تمیم تھوڑی دیر انتظاری کر کے ازواجِ مطہرات کے حجروں کے پچھواڑے گئے۔ اور زور زور سے پکارنے لگے "باہر آئیے! ہم لوگ آئے ہیں کہ فخر و ناز کرنے میں آپ کا مقابلہ کریں۔ اور شاعری میں بھی ہمارا آپ کا مقابلہ ہو جائے ہمارا مدح سرائی کرنا موجب عزت ہے اور ہم جس کی ہجو کر دیں وہ بدنام ہو جاتا ہے۔ اب آپ باہر آئیے" بلالؓ نے فوراً تکبیر کہنا شروع کی۔ اور آپ نماز پڑہانے کو تشریف لیے جاتے تھے کہ اُن لوگوں نے روک کے کہا۔ ہم بنی تمیم ہیں۔ اپنے شاعر و خطیب کو لیتے آئے ہیں کہ مفاخرت و شاعری میں مقابلہ کریں۔ آپ نے فرمایا "میں نہ شاعری کے لئے مبعوث ہوا ہوں نہ خودستائی کے لئے" یہ کہہ کے آپ نے ظہر کی نماز پڑہی۔ پھر صحنِ مسجد میں بیٹھ گئے۔ اور اُن لوگوں نے اصرار کیا کہ ہمارے خطیب و شاعر کو اپنا کلام سُنانے کی اجازت ہو۔ آپ نے مصلحتاً اجازت دے دی اور اُن کے خطیب

فصاحت اور شاعری میں ان کا مقابلہ

عطارد نے اپنی قومی فضائل کے اظہار میں جوہر فصاحت دکھایا۔ ثابت بن قیس نے مسلمانوں کی طرف سے جواب دیا۔ پھر بنی تمیم کے شاعر زبرقان نے اپنا قصیدہ پڑھا اور حسان بن ثابت نے اس کا جواب دیا۔ آخر ان لوگوں نے تسلیم کیا کہ اسلام کے خطیب و شاعر ان کے خطیب و شاعر سے بڑھے ہوئے ہیں۔ پھر آپ کے

ان کا ایمان لانا

ہاتھ پر توبہ کر کے انھوں نے دین اسلام قبول کر لیا۔ آپ نے انکے سب قیدی چھوڑ دیئے اور جو لوگ اپنی قوم کے نائب بن کے آئے تھے انہیں سے

ہر ایک کو بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی۔ وہ لوگ چند روز تک دین کی تعلیم پانے کو مدینے میں ٹھہرے رہے۔ پھر واپس گئے۔

اس سال کا حج۔

اس سال آپ نے حج نہیں کیا اس لیے کہ فتح مکہ وحنین کی مہمیں سر کر کے ذیقعدہ ہی میں آپ واپس تشریف لائے تھے۔ عتاب بن اسید نے جو آپکی طرف سے والی مکہ تھے لوگوں کو حج کرایا۔

آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی ولادت۔

اسی سال ذی الحجہ میں حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے آپ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے۔ اُن سے آپکو بڑی محبت تھی! اور حفاظت کے لئے وہ ایک انصاریہ خاتون اُم برد کے آغوش میں دے دیئے گئے۔[۵]

۹ھ

اب ۸ھ ختم اور ۹ھ شروع ہوا۔ یہ اسلام کی عظیم الشان کامیابیوں اور قریب قریب سارے اہل عرب کے مسلمان ہو جانے کا سال تھا۔ لوگ اس امر کے منتظر تھے کہ دیکھیے قریش میں اور آپ میں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ جب مکہ فتح ہو گیا اور سارے قریش نے دین حنیفی ابراہیمی کو بدل و جان قبول کر لیا۔ سب نے علم اسلام کے آگے سر جھکا دیا اور توحید قبول کر لی۔ اس سال چونکہ مدینے میں قبائل عرب کے نائبوں اور وکیلوں کے آنے کا سلسلہ بندھ گیا تھا اور برابر ممالک عرب کے وفود (ڈیپوٹیشن) بارگاہ رسالت میں چلے آتے تھے اس لیے اس سال کا نام ہی سنہ وفود مشہور ہو گیا۔

کعب بن زہیر کا ایمان لانا۔

آغاز سال ہی تھا کہ مشہور شاعر عرب کعب بن زہیر جو آپ کی ہجو میں کہا کرتا تھا اور اپنے آپ کو ہرگز قابل عفو نہ جانتا تھا! اپنے بھائی کی زبان سے یہ سنکر کہ آپ ہر نادم و تائب کا قصور معاف فرما دیتے ہیں مدینے میں حاضر ہوا۔ اور اجنبیوں کی صورت میں آپ سے سوال کیا "یا رسول اللہ اگر کعب بن زہیر توبہ کر کے مسلمان ہو جائے تو حضور اُسے امان دیں گے؟" آپ نے فرمایا "بیشک" وہ بولا "تو میں ہی کعب ہوں" نام سنتے ہی ایک انصاری بزرگ تلوار کھینچ کے جھپٹے کہ اس کا سر اڑا دیں۔ مگر آپ نے روکا اور فرمایا "الگ بیٹھو۔ یہ توبہ کر کے آئے ہیں"۔ اس کے بعد کعب نے آپکی مدح میں اپنا پرزور قصیدہ سنایا۔ آپ اس وقت ایک چادر برد[۶] یمانی اوڑھے ہوئے تھے وہی خوش ہو کر اسے دیدی[۷] اور یہ قصیدہ بانت سعاد کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ چادر کعب کے

قصیدہ بانت سعاد

---

[۵] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۴

[۶] اس زمانے میں یہ دھاریدار چادریں یمن میں بنی جاتی تھیں بہت مشہور تھیں

[۷] ابن ہشام صفحہ ۸۰۰ تا ۸۰۹

فرزندوں سے جناب معاویہؓ نے بیس ہزار مثقال سونا دے کے خرید لی۔[۵]

اب مختلف ضرورتوں اور اصلاحوں کی غرض سے آپ نے جابجا چند سریے روانہ فرمائے

بنی طے کا بت فلس توڑا گیا عدی بن حاتم

ان میں سے ایک مہم تھی کہ ربیع الآخر میں حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو انصاریوں کے ساتھ روانہ فرمایا کہ بنی طے میں جائیں اور اُن کے بُت فلس کو توڑ دیں۔ حاتم طائی کا بیٹا عدی اِن لوگوں کا سردار تھا۔ وہ بھاگ کے ملکِ شام میں چلا گیا۔ اُس کے ساتھ اور مردوں نے بھی راہ فرار اختیار کی۔ حضرت علیؓ نے اُن کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کر لیا۔ اُن کے مویشیوں کو اپنے قبضے میں کیا۔ اور فلس کی مورت کو توڑ تاڑ کے مدینے میں واپس آئے۔

سفانہ بنت حاتم۔

اس مہم میں حضرت علیؓ مشہور فیاض عرب حاتم طائی کی بیٹی سفانہ کو گرفتار کر لائے تھے۔ مدینے میں پہونچکر اُس نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا "یا رسول اللہ۔ والد قضا کر گئے۔ جو خبر گیراں تھا بھاگ گیا۔ مجھ پر احسان کیجیے۔ خدا آپ پر احسان کریگا" آپ نے سفانہ کو آزاد کر دیا۔ اور بنی طے کے چند لوگوں کے ساتھ سواری اور زاد راہ دے کے کمال شفقت سے رخصت فرمایا۔

بہن کے کہنے سے بھائی کا ایمان لانا۔

سفانہ یہاں سے سیدھی شام میں جا کے بھائی سے ملی۔ اور انھیں آپ کی اطاعت و پیروی کی صلاح دی۔ چنانچہ انھوں نے فوراً مدینے میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور معززین صحابہ میں شمار کئے گئے۔[۶]

غزوہ تبوک کی بنا۔

مگر بنی طے کی مہم کے دو ہی مہینے بعد ایک بہت بڑی مہم پیش آئی۔ بنی غسان کے بادشاہ کا سارے عرب پر اثر تھا۔ مگر اب اسے نظر آیا کہ میرا اثر مٹا جاتا ہے اور لوگ حضور اکرم کے دلدادہ ہوے جاتے ہیں۔ اتفاقاً اُسے آپکی وفات کی خبر پہونچی۔ اُس نے فوراً قیصر روم ہرقل کو لکھا کہ عربوں کے مسیحی بنانے کا اس سے بہتر موقع نہیں ہو سکتا۔ عربوں میں سے قبائل لخم، جذام، [illegible] اور غسان، نصرانی قبائل کا ایک لشکر روم کے عقابی علم کے نیچے جمع ہوا۔ رومی سپہ سالار چالیس ہزار لشکر کے ساتھ دار السلطنت آلِ غسان بلقا میں پہونچ گیا۔ اور خود ہرقل حمص میں ٹھہر کے اس فوج کشی کی نگرانی کرنے لگا۔ غرض ان لوگوں نے مصمم ارادہ کیا کہ مدینے پر حملہ کر کے اسلام کی بیخ و بنیاد اکھاڑ کے پھینکدیں۔

---

[۵] الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۲۴

[۶] السیرۃ النبویہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۴

کوچ کی تیاریاں۔

بنجاروں کے ذریعے سے آپ کو خبر ہوئی تو فوراً ارادہ فرمایا کہ بڑھ کے دشمنوں ہی کی سرحد پر ان کا مقابلہ کریں۔ اور معمول کے خلاف سب میں اعلان فرما دیا کہ ہمیں شہر تبوک میں بنی الاصفر (رومیوں) کے مقابلے پر جانا ہے۔ سفر کی تیاری کی جائے۔" اہلِ عرب کی حالت کے لحاظ سے یہ زمانہ ایسی عظیم الشان فوج کشی کے لئے بالکل مناسب نہ تھا۔ شدید گرمیوں کا موسم تھا۔ بلا کی تپش تھی۔ بادِ سموم چل رہی تھی۔ پھر یہ خرمے کی فصل کی تیاری کا موسم تھا مگر فرمانِ رسالت ہوتے ہی سب روانگی کا سامان کرنے لگے۔ ذی استطاعت لوگوں سے جو کچھ ہو سکا انھوں نے لالا کے حاضر کر دیا عمر فاروق نے اپنا نصف سرمایہ پیش کیا۔ ابوبکر صدیقؓ نے اس قدر سامان و سرمایہ حاضر کیا کہ آپ نے پوچھا "اپنے اہل و عیال کے لئے کیا باقی رکھا ہے؟" عرض کیا "اُن کے لئے خدا اور رسول کافی ہیں۔" عبدالرحمٰن بن عوف نے دو سو اوقیہ چاندی حاضر کی۔ حضرت عثمان نے جو سب میں زیادہ مالدار تھے ایک ثلث فوج کی روانگی کا سامان کر دیا جس پر خوش ہو کے آپ نے فرمایا "خداوندا تو عثمانؓ سے راضی ہو۔ اس لئے کہ میں اُن سے راضی ہوں۔ اس کے بعد فرمایا "اب عثمان کے لئے کوئی اندیشہ نہیں رہا۔[۵] عورتوں نے اپنا زیور، بالیاں، انگوٹھیاں، گھونگھرو، بازو بند، اور خوشبو کا مشک لالا کے حاضر کر دیا۔[۶] غرض ہر زن و مرد نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق ایثارِ نفس کا جوہر دکھایا۔

فیاضیاں

مگر اس پر بھی جتنے آدمی جانے کو تیار تھے اُنکی سواری و زادِ راہ کا بندوبست نہ ہو سکا بہت سے لوگوں نے باری باری اونٹوں پر سوار ہونے پر قناعت کی اور پھر بھی پوری نہ پڑتی تھی۔

منافقین۔

منافقین اب بھی اپنی حرکتوں سے باز نہ آتے۔ لوگوں کو ڈرا دھمکا کے اور پھسلا پھسلا کے روکتے۔ باہم مل مل کے مشورے کرتے کہ لوگ کیونکر اس مہم میں جانے سے روکے جائیں۔ ایک مسخرے نے آپ سے کہا "سب جانتے ہیں کہ حسین عورتوں کو دیکھ کے میں بیتاب ہو جاتا ہوں۔ رومیوں کی پری جمال نازنینوں کو دیکھ کے دل ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مجھے یہیں پڑا رہنے دیجئے تو مناسب ہو۔"

تین خوش نصیب گنہگار۔

تین راسخ العقیدہ مسلمان بھی محض کاہلی اور سستی سے پڑے رہ گئے۔ اُن کو تمام مسلمانوں یہاں تک کہ ان کے بیوی بچوں تک نے برادری سے باہر کر کے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ خدا نے بذریعۂ وحی اُن کا قصور معاف کیا۔ اور انھیں اس پر مبارکباد دی گئی۔

[۵] السیرۃ النبویہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۶

[۶] خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۲۳۔

روانگی بہر حال آپ نے سباع بن عرفطہ کو اپنی جگہ والیٔ مدینہ اور حضرت علیؓ کو اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کے لئے مدینے میں چھوڑا اور باہر نکل کے ثنیۃ الوداع میں خیمہ زن ہوئے کہ سب لشکر جمع ہوئے تو آگے کوچ فرمائیں۔ عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی منافقین بھی یہاں تک ساتھ آئے مگر اپنی عادت کے مطابق یہاں سے یہ کہتے ہوئے پلٹ گئے کہ "خوب۔ محمدؐ اور بنی الاصفر کا مقابلہ! پھر اس بے سروسامانی سے اور ایسی گرمیوں میں! اور اتنی دور جاکر! مجھے تو یہ سب لوگ رسیوں میں بندھے ہوئے نظر آتے ہیں۔"[1]

ترتیب فوج ثنیۃ الوداع سے کوچ کرتے وقت آپ نے فوج کو جدا جدا علموں اور بیرقوں میں تقسیم فرمایا۔ اور اندازہ کیا گیا تو علم اسلام کے نیچے تیس ہزار جاں بازان توحید کا گروہ تھا۔[2]

آثار ثمود راستے میں قوم ثمود کے آثار اور اُن کے افتادہ اور سنسان مکان نظر آئے۔ جہاں کبھی اُس خدافراموش قوم پر غضب الٰہی نازل ہوا تھا۔ اس مرقع عبرت کو دیکھ کے آپ اس قدر متاثر ہوئے کہ سارے لشکر کو حکم ہوا کوئی یہاں کا پانی نہ استعمال کرے۔ اس روک سے گروہ اسلام میں پانی کا قحط ہوگیا۔ مگر آپکی دعا سے خدا نے پانی برسادیا۔ سب نے سیر ہو کے پانی پیا اور پکھالیں بھر لیں۔

تبوک میں ورود آگے منازل سفر طے کرکے آپ تبوک میں پہونچے مگر نہ کوئی رومی لشکر مقابلے کو آیا اور نہ غسانیوں نے مزاحمت کی۔ یا تو آپ کو مدینے میں ان لوگوں کے جماؤ کی خبر ہی غلط ملی تھی اور یا یہ ہوا کہ آپ کے پہونچنے کی خبر سُن کر وہ منتشر ہوگئے اور مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس غزوے کے فوائد مگر آپ کا آنا بیکار نہیں ہوا اس لئے کہ مختلف سرحدی قبائل نے حاضر ہو کر سر اطاعت جُھکایا۔ ایلہ کے فرمانروا یوحنا نے سالانہ جزیہ ادا کرتے رہنے کا وعدہ کیا اور اس سال کی رقم ادا کردی۔ اہل جربا اور اذرح نے بھی باج گزاری کا اقرار کیا اور انھیں آپ نے تحریری عہد نامے تحریر فرمادیے۔ اہل مقنا نے بھی اپنی پیداوار کا چوتھائی حصّہ دیتے رہنے کا وعدہ کیا۔[3]

خالد کا حملہ دومۃ الجندل پر خالد بن ولید کو آپ نے چار سو بیس شجاعان اسلام کے ساتھ دومۃ الجندل کے قلعہ مارد پر روانہ فرمایا۔ جو یہاں سے پانچ منزل تھا۔ اور اُن سے فرمایا وہاں کا حاکم اُکیدر تم کو جنگلی بیلوں کا شکار کرتا ملے گا۔ خالد چاندنی رات میں وہاں پہونچے۔ اُکیدر اپنی بیوی کے ساتھ فصیل کے کوٹھے پر

۱؎ السیرۃ النبویہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹

۲؎ ابن ہشام صفحہ ۹۰۷ تا ۹۱۲

۳؎ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۷

بیٹھا تھا۔ ناگہاں ایک جنگلی بیل نے آکر پھاٹک پر ٹکر ماری۔ وہ فوراً چند عزیزوں کے ساتھ شکار کے لئے اترا۔ بیل بھاگا اور سب نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ خود خالد کا شکار ہوگیا۔ اس کا بھائی حسان مارا گیا۔ رفقا بھاگ گئے۔ اور وہ خود مسلمانوں کے ہاتھ میں اسیر ہوا۔ دوسرے بھائی مصاد نے پھاٹک بند کر کے مقابلے کا ارادہ کیا۔ مگر اکیدر کی تجویز سے قلعۂ مازن نے دو ہزار اونٹ آٹھ سو گھوڑے چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دے کے اطاعت قبول کی۔ اور خالد اس نذرانے اور دونوں بھائیوں اکیدر اور مصاد کو اپنے ہمراہ لیکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے آپ نے اُن سے ادائے جزیہ کا وعدہ لے کے ایک تحریر لکھدی[عہ] اور مدینہ طیبہ میں واپس آئے۔

مسجد ضرار۔

مدینے کے قریب پہونچے تھے کہ آپ نے چند صحابہ کو بھیجکر ایک مسجد منہدم کرادی جسکو منافقوں نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے کے لئے تعمیر کیا تھا اور حکم فرمایا کہ اُس میں آگ لگادی جائے اس لئے کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے والوں کی یہی مقررہ سزا تھی۔ یہی وہ "مسجد ضرار" تھی جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔

بنی ثقیف کا وفد۔

اسی زمانے میں بنی ثقیف کا وفد اظہار اطاعت اور اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ یہ وہی بنی ثقیف ہیں جن کو اپنا کفیل بنانے کے لئے آپ طائف میں تشریف لے گئے تھے اور ان کے ہاتھ سے تکلیف و مصیبت اُٹھا کے ناکام و شکستہ دل واپس آئے تھے اور اسی قلعۂ طائف کے لوگ ہیں جس کو فتح حنین کے بعد آپ غیر مفتوح چھوڑ کے چلے آئے تھے۔ یا تو وہ تمرد تھا وہ سرکشی تھی اور یا آج یہ جوش اطاعت ہے اور یہ شوقِ اسلام۔ ابوبکر صدیقؓ نے آپ کو ان لوگوں کے آنے کا مژدہ سنایا۔ آپ نے انکی بڑی خاطر کی۔ اور خاص مسجد نبوی میں اُنکے لئے خیمہ کھڑا کیا گیا

انکی شرطیں۔

ان لوگوں نے یہ عجب شرط پیش کی کہ تین سال تک اُن کا بُت لات نہ توڑا جائے۔ اس کے ماننے سے آپ نے قطعاً انکار کیا۔ انھوں نے عرض کیا تو پھر اس کے لئے دو سال کی مہلت عطا ہو۔ یہ بھی نہ مانا گیا۔ تب انھوں نے ایک سال اور آخر میں ایک مہینے تک مہلت مانگی مگر آپ نے کوئی مدت نہیں منظور فرمائی۔ جب یہ درخواست کسی طرح نہ منظور ہوئی تو انھوں نے کہا۔ یہ نہیں تو پھر ہماری دو باتیں قبول فرمائیے۔ ایک یہ کہ لات کی مورت خود ہمارے ہاتھ سے نہ تڑوائی جائے۔ دوسرے یہ کہ نماز ہمارے لئے معاف ہوجائے۔" آپ نے پہلی بات تو مان لی

عہ تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۴۲

اور ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ مگر دوسری درخواست نہیں منظور کی۔ اور ارشاد ہوا "نماز کا معاف ہونا غیر ممکن ہے"۔

وہ ایمان لائے

اس کے بعد اُن لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ پر ایمان لائے۔ عثمان بن ابی عاص جو اُن سب میں کمسن تھے مگر علوم دین حاصل کرنے اور تعلیم قرآن کا شوق رکھتے تھے ان کو آپ نے اِن لوگوں پر سردار مقرر فرمایا۔ اور انھیں نصیحت کی کہ نماز کی پابندی کرنا اور یہ یاد رہے کہ تم میں بڑے چھوٹے تندرست ضعیف و ناتواں سب طرح کے لوگ ہیں کسی کے حقوق نہ تلف ہونے پائیں" پھر اُن کو ایک تحریر لکھدی اور جب وہ لوگ واپس چلے تو لات کی مورت توڑنے کو ابوسفیان اور مغیرہ انکے ساتھ گئے۔ وہاں پہونچ کے جب مغیرہ مورت کو توڑنے لگے تو مرد خاموش رہے مگر عورتیں برہنہ سر روتی پیٹتی آئیں۔ اور جبتک مغیرہ لات کی مورت کو توڑتے رہے وہ نظم میں گا گا کے انھیں گالیاں دیتی رہیں

لات کی مورت توڑی گئی

اسی بنی ثقیف کے وفد پر موقوف نہیں۔ تبوک سے واپس آتے ہی ہر قبیلہ اور گروہ کی جانب سے وکلا اور وفود حاضر ہونے لگے اور یکایک نظر آگیا کہ اسلام کس سرعت اور کیسی وقعت و مقبولیت کے ساتھ سارے عرب میں پھیل رہا ہے۔ بنی اسد۔ بنی بلی۔ بنی بہراء۔ بنی بکار۔ بنی فزارہ۔ بنی ثعلبہ بنی سعد۔ بنی بجر۔ سب کے وفود آئے جو اسلام قبول کرکے اطاعتِ رسول اور اپنی ساری قوم کے مسلمان کرنے کا وعدہ کرکے واپس گئے۔

سارا عرب مسلمان ہو گیا

بنی سعد کی طرف سے ضمام بن ثعلبہ آئے تھے وہ دین کی تعلیم پاکے واپس گئے تو سب قبیلہ والوں کو جمع کرکے ایک تقریر کی۔ پہلا فقرہ یہ تھا "برے ہیں لات و عزیٰ" ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ ان بتوں کو جو برا کہتا ہے مجنون ہو جاتا ہے یا کوڑھی۔ ضمام کی زبان سے یہ جملہ سنتے ہی سب نے چونک کر کہا۔ "ایسا نہ ہو تم مجنون یا کوڑھی ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا" تم کس وہم میں پڑے ہو۔ یہ بت کسی کو کچھ نفع پہونچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ سنو۔ اللہ نے ایک پیغمبر مبعوث کیا ہے اور اُسپر ایک کتاب نازل کی ہے"۔ انکی تقریر نے ایسا معجز نما اثر کیا کہ غروب آفتاب کے وقت سارے قبیلے میں نہ کوئی مشرک مرد باقی تھا نہ کوئی مشرکہ عورت۔

ضمام بن ثعلبہ

یمن میں بھی دین اسلام وہاں کا عام مذہب بن رہا تھا۔ وہاں کے والی عجم باذان نے تو پہلے ہی دین اسلام قبول کیا تھا اب لوگوں کی باری تھی۔ ان دنوں سارے یمن میں مختلف سلاطین اور حکام تھے جن میں سے اکثر دولتِ ساسانی فارس کے زیرِ فرمان تھے اور بعض خود مختار۔ انمیں سے سربرآوردہ حارث بن کلال نعیم بن عبد کلال۔ نعمان قیل ذی رعین ہمدان

یمن میں ترقی اسلام

اور معافر۔ غرض ان سب حکمرانان یمن کی طرف سے مالک بن مرہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے سب کی تحریریں پیش کیں اور عرض کیا کہ ان سب نے دین اسلام اور توحید ربانی کو قبول کیا۔ آپنے سب کے جواب میں ایک بڑا خط تحریر فرمایا۔ جس میں انھیں ان کے مالی و بدنی فرایض بتائے اور ہدایت فرمائی کہ مسلم و غیر مسلم رعایا کیساتھ کیسا برتاؤ رہے۔ اس خط کے ساتھ آپ نے ابوموسی اشعری اور معاذ بن جبل کو بھی روانہ فرمایا کہ ان لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دیں۔ یہ دونوں صاحب ایک ہی جگہ نہیں رہے۔ ابو موسی نے مشرقی یمن میں پہونچکے تبلیغ و تلقین دین شروع کی اور معاذ نے مغربی یمن میں شہر عدن کے پاس۔[۱]

ابوبکر صدیقؓ امیر حج۔

اب ۹ھ کا پچھلا مہینہ ذی الحجہ تھا اور حج کا زمانہ۔ آپ کسی مجبوری سے بنفس نفیس حج کو نہیں تشریف لے گئے۔ بلکہ ابوبکر صدیقؓ کو بھیجا کہ لوگوں کو حج کرائیں۔ وہ تین سو آدمیوں کے ساتھ آپکی طرف سے بیس اور اپنی طرف سے پانچ قربانی کے اونٹ لیکر روانہ ہوگئے۔ ان کے جانے کے بعد سورہ براءۃ نازل ہوئی جسمیں اللہ جل شانہ نے حج کے متعلق خاص ہدایتیں فرمائی ہیں اور جاہلیت کی مذموم و مشرکانہ رسموں کی بیخ کنی فرمائی ہے۔ آپ نے فوراً حضرت علیؓ کو خاص اپنی اوٹنی پر سوار کراکے بھیجا کہ حج کے موقع پر تمام حاجیوں کو سورہ براءۃ پڑھ کے سنادیں۔

علی کے ذریعے سے تبلیغ احکام

ابوبکرؓ ذی الحلیفہ تک گئے تھے کہ حضرت علیؓ جا پہونچے۔ ابوبکر کو خیال ہوا کہ شاید میرے خلاف کوئی بات ہوئی۔ تنہا مدینے میں آئے۔ اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا "کیا میرے خلاف کوئی حکم ہوا ہے؟" آپ نے فرمایا "نہیں لیکن ضرور ہے کہ جو شخص لوگوں کو میری طرف سے کوئی پیام پہونچائے وہ مجھسے قریبی تعلق رکھتا ہو۔ اور مجھ ہی سے ہو۔ ابوبکر کیا تم اس پر نہیں راضی ہو کہ غار ثور میں میرے ساتھ تھے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہوگے؟" عرض کیا "میں بیشک راضی ہوں" اس کے بعد حسب فرمان رسالت واپس گئے۔ حاجیان مدینہ سے جاملے۔ حج انکی سرداری میں اور ان کے حکم سے ہوا۔ اور حضرت علیؓ ہر موقع پر اپنا یہ فرض ادا کرتے تھے کہ سورہ براءۃ لوگوں کو پڑھ پڑھ کے سناتے اور اسی بنا پر انھوں نے عید الضحی کے روز تمام لوگوں میں پکار دیا کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک حج نہ کرنے پائے گا۔ نہ کوئی برہنہ طواف کرسکے گا۔[۲] بجز ان لوگوں کے جن سے حضرت رسالت سے کوئی خاص معاہدہ ہو۔ اور اس معاہدے کی پابندی میں وہ حج کرنیکے مجاز ہوں۔[۳]

---

[۱] تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۵۲ و ۱۵۷

[۲] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۱۔ جاہلیت میں معمول تھا کہ باہر کے زن و مرد انہیں کپڑوں میں حج کرسکتے ... بقیہ مضمون بصفحہ دیگر

فرضیت زکوٰۃ — اسی سنہ ۹ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی۔ اور اس کی تحصیل کے لئے آپ نے عامل جابجا روانہ فرمائے اور اسی سال شعبان میں آنحضرتؐ کی تیسری صاحبزادی ام کلثوم نے انتقال فرمایا جس کا (وفات ام کلثوم) ان کے شوہر حضرت عثمانؓ کو بڑا رنج ہوا۔ اور آپ نے فرمایا "میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو اس کو بھی عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا۔"[1]

عبداللہ بن ابی کی موت — اسی سال عبداللہ بن ابی سردار منافقین مرا۔ اس کے مومن بیٹے عبداللہ نے جب اس کے مرنے کی خبر بارگاہ رسالت میں عرض کی تو آپ نے کفن کے لئے اپنا کرتا اتار دیا۔ خود تشریف لیجا کے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور مٹی دی۔ اور اسی سال مومن فرمانروائے حبش نجاشی کی وفات (نجاشی کی وفات) کی خبر آئی۔ آپ نے مدینے میں اسکی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے حق میں دعائے مغفرت کی۔

سنہ ۱۰ھ — اب سنہ ۱۰ھ شروع ہوا جو سارے عرب کے خدا پرست بن جانے کا سال ہے۔ اوائل سال میں آپ نے خالد بن ولید کو چار سو بہادر صحابہ کے ساتھ شہر نجران میں بھیجا کہ نجران اور اُسکے (خالد بن ولید نجران میں) اطراف میں تبلیغ دین کریں۔ اور وہ لوگ نہ مانیں تو ان سے مقابلہ کریں۔ ان لوگوں نے فوراً دین اسلام قبول کر لیا تو خالد نے اطراف و جوانب میں مبلغان اسلام بھیجے۔ اور ہر جگہ بغیر مزاحمت کے لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا۔ یہ خوشخبری آپ نے سنی تو خالد کو تحریر فرمایا وہاں کے چند ذی اثر لوگوں کو اپنے ہمراہ لے کر مدینے میں آؤ۔" یہ لوگ مدینے میں آئے تو آپ نے انکی عزت کی اور وہ سب آپکے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ انھیں میں سے قیس بن حصین کو آپ نے ان پر سردار مقرر کیا اور جب یہ لوگ اپنے شہر میں واپس جا چکے تو آپ نے بنی نجار میں سے عمرو بن حزم کو روانہ فرمایا کہ ان میں جا کے رہیں اور (عمرو بن حزم نجران میں) انھیں عقائد اسلام کی تعلیم دیں۔ اس موقع پر آپ نے ایک ہدایت نامہ انکو لکھ دیا تھا جو دراصل ایک دینی معاشرتی اور سیاسی منشور ہے۔

وفد نجران مباہلہ — اسی زمانے میں نصارائے نجران کے مقتدا عاقب اور سید اپنے چند رفقا کے ساتھ مدینے میں آئے کہ آپ سے مباہلہ کریں۔ مباہلہ یہ ہے کہ دو مختلف الخیال مدعیان حق رُوبرو بیٹھ کے اپنے دعووں کے حق ہونے پر صدق دل سے قسم کھائیں اور کہیں کہ اگر ہم جھوٹے ہیں تو خدا ہم پر لعنت کرے اور ہمیں غارت کردے۔ حضور سرور عالم فوراً مباہلے کو تیار ہو گئے۔ اور حضرت علیؓ جناب فاطمہ زہرا اور

جو ان کو قریش سے ملتے۔ جن لوگوں کو قریش سے لباس نہ مل سکتا وہ برہنہ طواف کرتے۔ قریش کرایہ یا معاوضہ لیکر کپڑے دے دیتے تھے۔ جن غریبوں کے پاس کرایہ یا معاوضہ دینے کیلئے کچھ نہ ہوتا وہ ننگے مادر زاد حج کرتے۔

[1] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۵۔

انکار مباہلہ

حسنین رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ ان دونوں نے ان پانچوں بزرگوں کے نورانی چہرے دیکھے تو ایسے مرعوب ہوئے کہ مباہلے سے باز آ گئے۔ اور کہا "یہ تو ایسے پاکیزہ چہرے ہیں کہ اگر خدا کو قسم دلائیں گے تو وہ پہاڑوں کو بھی اُن کی جگہ سے ہٹا دے گا"۔ مباہلے سے دست بردار ہو کر انھوں نے اس اقرار پر صلح کر لی۔ کہ اُن کی قوم والے ہر سال دو ہزار حلّے جن میں سے ہر ایک چالیس درہم قیمت کا ہو گا پیش کرتے رہیں گے۔ آنحضرت کے بھیجے ہوئے لوگوں کی مہمانداری کریں گے۔ اور آنحضرت صلعم نے اقرار فرمایا کہ وہ لوگ خدا کی ذمہ داری پر مطیع الاسلام رہیں گے۔ ان کے دین میں نہ دخل دیا جائے گا۔ اور نہ ان کے لئے دشواریاں پیدا کی جائیں گی۔ لیکن ان کو بھی لازم ہے کہ سود خواری اور لین دین کا کاروبار نہ کریں۔

اہل جرش پر آفت۔

انکے سفیر مدینے میں۔

آپکا علم غیب

اسی سال بنی عامر، بنی سلامان، اور بنی ازد کے وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور چشمۂ توحید سے سیراب ہو کر واپس گئے۔ بنی ازد نے مدینے سے جاتے ہی شہر جرش کا محاصرہ کر لیا جس میں یمن کے بعض غیر مسلم قبائل آباد تھے۔ دوران محاصرہ میں اہل جرش نے اپنے دو وکیل حضور سرور عالم کی خدمت میں بھیجے اور محاصرہ کرنے والوں سے اسکو مخفی رکھا۔ ان سفیروں کے روانہ ہونے کے چند روز بعد ایکدن بنی ازد محاصرہ چھوڑ کے بھاگے۔ اہل جرش سمجھے کہ یہ ہمت ہار کے جا رہے ہیں۔ نکل کے اُن کا تعاقب کیا۔ جب قلعہ سے دور نکل گئے تو بنی ازد پلٹ پڑے اور کشر نام ایک پہاڑ کے پاس جرش والوں کو گھیر کے بے دریغ قتل کرنے لگے۔ عین اسوقت اُن کے دونوں وکیل بارگاہ رسالت میں حاضر تھے۔ آپ نے پوچھا "شکر کس ملک میں ہے؟" انھوں نے عرض کیا "شکر تو نہیں کشر نام ایک پہاڑ البتہ ہمارے شہر کے قریب ہے"۔ ارشاد ہوا "وہ کشر نہیں شکر ہے۔ اس وقت وہاں خدا کی قربانیاں ذبح ہو رہی ہیں"۔ وہ دونوں اس رمز کو کیا سمجھتے؟ مگر صحابہ میں سے کسی نے سمجھ کر اُن سے کہا "خاموش کیا ہو؟ عرض کرو کہ تمھاری قوم پر جو بلا آئی ہو دور ہو"۔ انھوں نے یہی بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ اور آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا کے فرمایا "بار الٰہا ان کی مصیبت دور کر"۔ یہ لوگ جب واپس گئے۔ اور حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ جس وقت آپ نے خبر دی تھی اسی وقت اہل جرش قتل ہو رہے تھے۔ یہ حال معلوم ہوتے ہی اُن کا دوسرا وفد مدینے میں آیا اور اس کی وساطت سے سب مسلمان ہو گئے۔[۵]

عـ۵ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۳

فروہ بن مسیک۔

انھیں دنوں میں بنی مراد کا سردار، فروہ بن مسیک حاضر ہو کر ایمان لایا۔ آپ نے اُس کو بنی مراد بنی زبید۔ اور بنی مذحج کا سردار مقرر فرما کے واپس کیا۔ اور خالد بن سعید بن عاص کو ساتھ کر دیا کہ رقم زکوٰۃ وصول کر کے بھیجا کریں[۵]۔

فروہ رئیس بنی جذام۔

اسی نام کا ایک رئیس بنی جذام کا سردار تھا وہ گو کہ دولت روم کی قلمرو میں اور اُن کا مطیع فرماں تھا۔ مگر حقانیت اسلام کا کچھ ایسا اثر پڑا کہ آپکی خدمت میں کچھ ہدیے بھیجے اور اظہار اسلام کیا۔ اس کی خبر رومیوں کو ہوئی تو اُسے ملک شام میں بلوا کر ایک ندی کے کنارے سولی دیدی۔

اور بہت سے قبائل کا ایمان لانا۔

اسی قرب میں اہل زبید۔ بنی عبد القیس۔ بنی کندہ۔ بنی محارب۔ بنی عبس۔ اہل رہا۔ بنی صدف۔ بنی خولان۔ بنی عامر۔ بنی صعصعہ اور بنی طے کے وفود بارگاہ نبوی میں حاضر ہوے۔ اور سب نے بت پرستی ترک کر کے توحید قبول کی۔

مسیلمہ کذاب کی ابتدا۔

انھیں وفود کے سلسلے بنی حنیفہ کا ایک وفد بھی آیا جس میں مسیلمہ نام ایک چالاک اور فتنہ انگیز شخص تھا۔ اُس نے آپکی حالت اور آپ کے اخلاق کو غور سے دیکھا اور اپنے وطن یمامہ میں واپس جا کے مشہور کیا کہ میں بھی نبی ہوں۔ اور محمدؐ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں۔ جب بہت سے بنی حنیفہ اُس کے پیرو ہو گئے تو اُس نے حضور سرورِ عالم کو لکھا کہ "میں نبوت میں آپ کے ساتھ شریک کیا گیا ہوں چنانچہ نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی لیکن قریش لوگ اپنی حد پر قایم نہیں رہتے"۔ اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا کہ "از جانب محمد رسول اللہ بنام مسیلمہ کذاب زمین خدا کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس میں وارث کرتا ہے" مگر مسیلمہ اسیطرح لوگوں میں اپنی نبوت کی تبلیغ کرتا رہا۔

آپکے قتل کی سازش۔

بنی عامر کے وفد میں عامر بن طفیل اور اربد بن قیس آپ کے قتل کرنے کی سازش کر کے آئے تھے۔ ان کو اگرچہ پورا موقع حاصل تھا مگر خدا نے اپنے رسول کو ان کے غدارانہ حملے سے بچا لیا اور ان دونوں کو بھی گھر پہونچنا نصیب ہوا۔ راستے ہی میں عامر طاعون کا شکار ہوا اور اربد پر بجلی گری۔

حضرت علیؓ یمن میں۔

اسی دوران میں آپ نے حضرت علیؓ کو ایک نامۂ نبوت دیکر یمن میں بھیجا۔ اور چونکہ خالد وہاں پہلے سے موجود تھے اس لئے اُن پر بھی حضرت علیؓ کو سردار مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ نے

---

[۵] ابن ہشام صفحہ ۹۵۰

وہاں پہونچکر نامۂ رسالت سنایا تو ایک ہی دن میں بنی ہمدان کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ جب آپکو یہ حال معلوم ہوا تو بہت محظوظ ہوے اور جوش میں آکر تین بار ارشاد فرمایا "السلام علی ہمدان"۔ اس کے بعد جب یمن کے اور لوگ بھی کثرت سے دین حق کو قبول کرنے لگے۔ اور آپ نے یہ مژدہ سُنا تو سجدے میں گر کے اللہ جل شانہ کا شکر بجالائے۔[ع۵]

پیرایۂ نظم و نسق

اب قریب قریب سارا عرب مسلمان اور دولتِ رسالت کا تابع فرمان تھا۔ لہذا ضرورت پیش آئی کہ نظم و نسق مملکت کی طرف توجہ کی جائے۔ چنانچہ آپ نے مختلف ممالک عرب اور دولتمند و قوی قبائل عرب میں اپنی طرف سے والی بنا کے بھیجے تاکہ وہاں سطوتِ اسلام کو قائم رکھیں اور رقوم زکوۃ وجزیہ وصول کرکے بھیجا کریں۔ یمن کا مسلمان ایرانی حاکم باذان آپکی طرف سے سارے یمن کا والی تھا اُسکی وفات کی خبر آئی تو آپ نے اس کے علاقہ کو کئی حصّوں میں تقسیم فرما کے جدا جدا والی مقرر فرما دیئے صنعاء میں باذان کے بیٹے شہر کو مامور کیا۔ مآرب میں ابو موسی اشعری کو جند (لشکرگاہ) پر یعلی بن اُمیہ کو ہمدان پر عامر بن شہر کو۔ قبیلۂ عک اور اشعری لوگوں پر طاہر بن ابی ہالہ کو۔ جو علاقہ زبید زمع اور نجران کے درمیان میں واقع ہے۔ اس پر خالد بن سعید بن عاص کو۔ نجران پر عمرو بن حزم کو۔ بلادِ حضرموت پر زیاد بن لبید کو۔ سکاسک اور سکون پر عکاشہ بن ثور کو۔ اور معاویہ بن کندہ کے قبیلے پر عبداللہ مہاجر بن ابی اُمیہ کو لیکن عبداللہ بیمار پڑ جانے کے باعث وہاں نہ پہونچ سکے تو اُن کے علاقہ کا انتظام بھی زیاد بن لبید نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اسی سلسلے میں آپ نے معاذ بن جبل کو حکم دیا کہ ارض یمن و حضرموت میں گشت کرکے لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دیا کریں۔

اس سے پیشتر آپ نے عدی بن حاتم طائی کو بنی طے اور بنی اسد پر اور مالک بن نویرہ کو بنی حنظلہ پر حاکم مامور فرما کے روانہ فرمایا تھا۔ بنی سعد میں اس خدمت کے لئے آپ نے انھیں میں سے دو شخصوں کو نامزد فرما دیا۔ اور علاء بن حضرمی بحرین پر مامور ہوے۔[ع۶]

ع۵ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۴ و ۱۱۵

ع۶ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۵۹

ساتویں فصل

حجۃ الوداع اور وفات

تکمیل تبلیغ۔ حجۃ الوداع۔ حج اور عمرے والوں میں امتیاز۔ حضرت علیؓ کا یمن سے آنا۔ آپ کا خطبہ۔ محترم مہینوں میں تغیر کی ممانعت۔ عورتوں کے حقوق۔ کتاب اللہ اور سنت رسول۔ واپسی مدینہ۔ اسامہ کو روانگی شام کا حکم۔ اسود عنسی۔ اس کا غلبہ۔ سارے یمن پر اُس کا قبضہ۔ عمرو بن معدی کرب کا ارتداد۔ آپ کے والیان یمن کی حالت۔ اسود کے زوال کا سامان۔ اُس کا قتل۔ پھر یمن پر اسلام کا قبضہ۔ آغاز مرض۔ ترقی مرض۔ عائشہ صدیقہ کے پاس قیام۔ بغاوت اور ارتداد کی خبریں۔ آپکا خواب اور اُسکی تعبیر۔ بیماری میں بھی فرائض رسالت کو انجام دینا۔ حضرت عائشہ سے مذاق۔ شدت مرض لوگوں کے حقوق ادا کرنا۔ آپ اپنی وفات کی خبر دیتے ہیں۔ ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم۔ پیمبر کا اُمت سے رخصت ہونا۔ آپکی وصیتیں۔ آپ کا دوات اور کاغذ مانگنا۔ جانشینی کے بارے میں کسی نے کچھ نہ پوچھا۔ آپکا مسجد میں برآمد ہونا۔ عالم نزع۔ مسواک کرنا۔ وفات۔ تاریخ وفات۔ صحابہ کا اضطراب۔ تجہیز و تکفین میں تاخیر۔ مدفن میں اختلاف۔ غسل دینے والے۔ کفن۔ نماز جنازہ۔ قبر میں اتارنے والے۔ دفن۔ عمر شریف۔

اب سنہ ۱۰ھ کے ختم ہونے کو چند ہی روز باقی تھے۔ اور حج کا زمانہ تھا۔ کعبہ خاص علم توحید کے سایہ میں تھا۔ ملت حنیفہ ابراہیمی کی پوری تجدید ہو گئی۔ بت پرستی اور شرک کی بیخ کنی ہو چکی دور دراز کے قبائل نے حاضر ہو ہو کے عقائد کفر سے توبہ کر لی۔ اور رسالت محمدی کو بصدق دل مان لیا۔ سال گزشتہ یہ بھی بتا دیا گیا کہ حج میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کی اصلی سنتیں کیا ہیں اور انہیں شرک کی کون کون رسمیں مل گئی ہیں۔ یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ آئندہ حج کے مناسک کیا رہیں گے۔ اور اُس کی تہذیب کیا ہوگی۔ — تکمیل تبلیغ

مگر اس کی ضرورت باقی تھی کہ حج کو حضور سرور عالم بذات خود انجام دے کے عملی طور پر بتا دیں کہ جو حج خداوند جل و علا کو پسند اور اس کی درگاہ میں مقبول ہے۔ اس کی اصلی شان کیا ہے۔ چنانچہ — حجۃ الوداع

۲۵ ذیقعدہ کو آپ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ قربانی کے لئے سو اونٹ ساتھ لئے اور اکثر معززین صحابہ اور عمائد اسلام ہمراہ رکاب تھے۔[1]

مدینے سے روانہ ہوتے وقت سب حج کے ارادے سے چلے تھے۔ مقام سرف میں پہونچکر ارشاد ہوا کہ جو لوگ قربانی کے لئے کوئی جانور لے چلے ہوں وہ تو حج کی نیت کریں اور جو قربانی نہیں کرنا چاہتے وہ عمرے کی نیت کریں۔[2]

حج اور عمرے والو نہیں کیا۔

۴ ذی الحجہ کو اتوار کے دن آپ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ہنوز حج کے ارکان نہیں شروع ہونے پائے تھے کہ حضرت علیؓ نجران سے آ گئے جو وہاں کی رقم زکوۃ وصول کر کے اپنا ساتھ لائے تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ" اور لوگوں کی طرح تم بھی طواف عمرہ کر کے احرام کھول ڈالو"۔ انھوں نے عرض کیا کہ" میں نے تو احرام باندھتے وقت دل میں کہا تھا کہ جو نیت رسول اللہ کی ہے وہی میری ہے"۔ آپ نے پوچھا" تو تم قربانی کے لئے جانور بھی لائے ہو؟ عرض کیا جی" نہیں" ارشاد ہوا" خیر تم حج ہی کرو"۔ اور اپنی قربانی میں ان کو بھی شریک کر لیا۔

حضرت علیؓ کا یمن سے آنا۔

اس کے بعد حج ہوا اور سب کو معلوم ہو گیا کہ آیندہ قیامت تک کن ارکان و مناسک سے حج ہوتا رہے گا۔ اس موقع پر آپ نے عام مجمع حجاج کے سامنے ایک نہایت پُر زور اور پُر جوش تقریر کی۔ جس میں حمد الٰہی کے بعد پہلے تو یہ فرمایا کہ" شاید پھر اس موقع پر مجھے تم سے ملنے کا موقع نہ ملے اس کے بعد ارشاد ہوا" اب مسلمانوں کے جان و مال تم پر حرام ہیں۔ جس کسی کے پاس کسی کی امانت ہو اس کو فوراً ادا کر دے۔ اور قرض میں جتنا سود تھا سب چھوڑ دیا گیا فقط اصل رقم ادا ہونی چاہیے۔ بعد ازاں فرمایا" جاہلیت کے جتنے خون باقی ہیں۔ (یعنی جن کا بدلہ نہیں لیا جا سکا) سب ساقط ہو گئے۔ عہد جاہلیت میں معمول تھا کہ کسی شخص کے ہاتھ سے کوئی شخص مار ڈالا جاتا تو مقتول کے خاندان اور قبیلے والے اور نیز اُن کے حلیف قبائل قاتل کے خاندان اور قبیلے والوں سے پشت ہا پشت تک انتقام لینے کے درپے رہتے۔ جس کی وجہ سے برابر فسادوں اور کشت و خون کا سلسلہ جاری رہتا۔ اس خونریزی و بدنظمی کو دور کر کے امن و امان قائم کر دینے اور تمام مسلمانوں میں مضبوط اخوت قائم کرنے کے لئے آپ نے یہ مختصر الفاظ زبان مبارک سے نکال کے فتنہ و فسا

آپکا خطبہ۔

[1] ابن ہشام صفحہ ۹۶۶

[2] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۵۸۔

[3] ابن ہشام صفحہ ۹۶۶

اور قتل و خونریزی کی بنیاد ہمیشہ کے لئے مٹادی۔ چنانچہ صاف فرمادیا کہ "اب اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرے گا تو اس کی سزا پائے گا۔" پھر ارشاد ہوا کہ "ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون جو قبیلۂ ہذیل پر ہے اس کو میں نے بھی چھوڑا۔" اس کے بعد آپ نے بشارت دی کہ "اب شیطان اس سے مایوس ہوگیا کہ اسکی پرستش اس سرزمین میں کیجائے۔"[۵]

محترم مہینوں میں تغیر کی ممانعت
جاہلیت میں سال کے چار مہینے رجب۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ اور محرم محترم مانے جاتے۔ اور ان میں خونریزی کرنا اور کسی کی جان لینا حرام تھا۔ مگر رواج پڑ گیا تھا کہ لوگ کبھی ان حرام مہینوں میں کسی کو حلال کر لیتے اور اس کے بجائے حلال مہینوں میں سے کسی مہینے کو حرام قرار دے لیتے اس سے اس موقع پر آپ نے منع فرمایا اور ارشاد ہوا کہ "مہینے ابتدائے تخلیق عالم سے جس سلسلے کے ساتھ چلے آتے ہیں چلے جائیں گے۔ انہیں تصرف کرنیکا کسی کو حق نہیں ہے۔"

عورتوں کے حقوق۔
بعد ازاں آپ نے عورت اور مرد کے تعلقات کی طرف توجہ فرمائی اور بتایا کہ "مردوں پر عورتوں کے اور عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں! اور عورتوں کے ساتھ مردوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہئے"

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ
پھر فرمایا "اپنے بعد میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اللہ جل شانہ کی کتاب قرآن اور اس کے رسول کی سنتیں۔" سب کے آخر میں آپ نے بڑے زور کے ساتھ اخوت اسلامی کو یاد دلایا۔ اور دسویں ذی الحجہ کو حج سے فارغ ہو کر مدینۂ طیبہ کو واپس روانہ ہوئے۔[۶]

واپسی مدینہ۔ اسامہ کو روانگی شام کا حکم
ورود مدینہ کے چند ہی روز بعد سنہ ۱۱ھ شروع ہوا اور اسی محرم یا صفر میں آپ نے اسامہ بن زید کو حکم دیا کہ ایک لشکر کے ساتھ تم ارض فلسطین کی جانب روانہ ہو۔ اور شہر بلقا یعنی دارالسلطنت بنی غسان اور علاقۂ داروم پر حملہ کرو۔ یہ لشکر فوراً جمع ہونے لگا اور اس میں جانے کے لئے تمام اکابر صحابہ حتی کہ ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ بھی نامزد ہوئے مگر یکایک آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی اور اس فکر میں سب کو جانا بھول گیا۔

اسود عنسی
چند روز سے یمن میں ایک بڑا متنفی مدعی نبوت پیدا ہوگیا تھا جو اسود عنسی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ایک کاہن تھا ذو الحمار اس کا لقب تھا اور عبہلہ بن کعب نام۔ اُس میں دو صفتیں ایسی تھیں کہ آسانی سے لوگوں کے دل اپنے ہاتھ میں لے لیتا۔ اول تو یہ کہ بڑا فصیح البیان اور

---

[۵] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۹

[۶] ابن ہشام صفحہ ۹۶۶۔

طلیق اللسان تھا۔ دوسرے یہ کہ اکثر عجیب و غریب کرشمے اور طرح طرح کی نیرنگیاں دکھاتا۔ انھیں دونوں قوتوں کے زور پر اُس نے یمن میں نبوت کا دعوی کیا سب سے پہلے اہل مذحج جو مسلمان ہو چکے تھے اس پر ایمان لے آئے۔ پھر نجران کے لوگوں نے اُس سے رفاقت کا وعدہ کیا۔ اتنی قوت حاصل کر لینے کے بعد اُس نے سات سو سواروں کا رسالہ اپنے ہمراہ لیکر شہر صنعاء پر حملہ کر دیا۔ عجمی الاصل والی یمن شہر بن باذان جو حضور سرور عالم کی جانب سے صنعاء پر حکمران تھا اُس سے مقابلے کو نکلا۔ مگر لڑائی میں اسے شکست ہوئی اسود کے ہاتھ سے مارا گیا اور اسود نے اس کی بیوی کو اسیر کر کے زبردستی اپنی جورو بنا لیا۔

اسود کا غلبہ۔

سارے یمن پر اس کا قبضہ۔

اس واقعہ نے یک بیک اس مدعی نبوت کا زور بہت بڑھا دیا نتیجہ یہ ہوا کہ آناً فاناً صنعاء حضر موت سے لے کر عدن اور طائف تک اس کا قبضہ ہو گیا۔ گویا مکہ سے لیکر بحر ہند تک سارا جنوبی عرب اسود کے قبضہ میں تھا۔ اس کی سطوت عجیب سرعت کے ساتھ بڑھتی جاتی تھی بعینہٖ جیسے آگ لگتی ہے کہ یہاں لگی اور دم بھر میں کوسوں تک دوڑ گئی۔ اسلام کی کمزوری دیکھ کر اکثر اہل یمن مرتد ہو گئے۔ حتیٰ کہ عمرو بن معدی کرب جو حضور رسالت کے والی خالد بن سعید بن عاص کے ہمراہ تھا اُن سے بگڑ کے اسود کا مطیع و رفیق بن گیا۔ خالد کو اس کی برگشتگی معلوم ہوئی تو سرکوبی کے لئے اس کے سر پر جا پہونچے

عمرو بن معدی کرب کا ارتداد۔

مقابلہ ہوا۔ اور دونوں حریفوں نے ایک دوسرے پر ساتھ ہی حربہ کیا۔ خالد نے عمرو کی مشہور تلوار صمصامہ اپنی تلوار سے کاٹ ڈالی۔ اور عمرو ایسا بدحواس ہوا کہ گھوڑے سے کود کے بھاگا۔ اور اسود کے بیٹے عمرو سے جا ملا۔ اسود نے اُسے بنی مذحج پر سردار مقرر کیا۔

آپ کے والیان یمن کی ہجرت۔

اسود کے غلبے سے آنحضرت صلعم کے والیوں کی یہ حالت ہوئی کہ چھپتے پھرتے تھے اور کچھ بنائے نہ بنتی تھی۔ معاذ بن جبل بھاگ کر مآرب میں پہونچے۔ وہاں سے ابو موسی اشعری بھی اُن کے ساتھ ہوئے اور حضر موت کی راہ لی۔ وہاں جا کر معاذ بنی سکون میں اور ابو موسی بنی سکاسک میں ٹھہر گئے۔ اس لئے کہ یہ قبائل دین اسلام پر قائم تھے۔ عمرو بن حزم اور خالد بن سعید ناکام ہو کر مدینے میں واپس چلے آئے۔ طاہر ابن ابی ہالہ البتہ اہل عک میں مقیم تھے۔ مگر وہ اس سرزمین میں تھے بھی تو اُن کا کچھ زور نہ چلتا تھا۔

یکایک حضرت رب العزت نے اس فتنے کے مٹانے اور دور کرنے کا ایک عجیب طریقے سے انتظام کر دیا۔ اور ہوا یہ کہ اسود اتنی ہی ترقی میں آپے سے باہر ہو گیا۔ دماغ آسمان پر تھا اور کسی کی کچھ ہستی نہ سمجھتا تھا۔ معزز رؤسائے یمن قیس بن عبد یغوث فیروز اور آذویہ کی خاطر داشت کرنے کے

اسود کی زوال کا سامان۔

ہو کر اُن کی تحقیر و توہین کرنے لگا۔ ادھر حضور سرور عالم کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے والیوں اور عاملوں کو لکھا کہ لوگوں کو حسن تدبیر کے ساتھ اسود سے توڑیں۔ اور قعر ضلالت میں گرنے سے بچائیں۔ ان لوگوں کی حسن تدبیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیس بن عبد یغوث جو اپنی توہین سے برہم ہو رہا تھا اُن کا ساتھ دینے کو تیار ہو گیا۔ دوسری طرف فیروز نے یہ کارروائی کی کہ شہر بن باذان کی بیوی آزاد کو اپنے ساتھ ملا لیا جسے اسود نے زبردستی اپنی جورو بنایا تھا اور اس پر فریفتہ تھا۔ آزاد نے وعدہ کر لیا کہ اسود کے قتل کرنے میں فیروز کا ساتھ دیگی۔

اسود کا قتل

اسی اثنا میں اسود کو پتہ لگ گیا کہ قیس۔ فیروز۔ اور داذویہ عجمی سرداران یمن میرے خلاف ہو گئے ہیں لیکن وہ کوئی کارروائی نہیں کرنے پایا تھا کہ آزاد نے فیروز سے کہلا بھیجا۔ آج رات کو مکان میں سیندھ دے کر آؤ اور اسود کا کام تمام کر دو۔ فیروز اور قیس اسی تجویز کے مطابق سیندھ دے کر اسود کے قصر میں گھسے۔ اور اُسے مار ڈالا۔ اور جیسے ہی تڑکا ہوا اور صبح کی روشنی نمودار ہوئی اسود کے محل سے اذان دی۔

پھر یمن پر اسلام کا قبضہ

اس طریقے سے یمن میں پھر اسلام کی حکومت قائم ہوئی اور جن صحابہ کو آپ نے والی مقرر فرمایا تھا اپنی اپنی جگہوں پر جا کے حکومت کرنے لگے۔ فقط صنعاء کی امارت باقی تھی۔ جہاں کا والی شہر اسود کے ہاتھ سے مارا گیا تھا تھوڑے اختلاف کے بعد سب نے معاذ بن جبل پر اتفاق کیا! اور وہی وہاں کے والی اور حکمراں قرار پائے۔ نماز پڑھائی۔ اور کامیابی اور فتح کا مژدہ مدینہ طیبہ میں بھیجا۔ مگر افسوس اس خبر کے پہونچنے سے پہلے ہی آپ سفر آخرت فرما چکے تھے۔ اس لئے کہ جس دن اسود مارا گیا ہے اس کے دوسرے دن آپ نے رحلت فرمائی۔

آغاز مرض

آپکی ناسازیٔ مزاج کا آغاز یوں ہوا کہ قبل اس کے کہ کوئی شکایت ہو۔ ایک شب کو آپ اُٹھے اپنے غلام ابو مویہبہ کو جگایا اور فرمایا "مجھے حکم ہوا ہے کہ جنت البقیع میں جا کر اُن لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کروں جو وہاں دفن ہیں"۔ ابو مویہبہ ہمراہ ہوئے اور آپ اسی وقت جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ اس شہر خموشاں والوں کے حق میں مغفرت کی دعا فرمائی اور فرمایا "میں نے اللہ سے ملنا قبول کر لیا ہے"

ترقی مرض

۲۸ صفر تک کسی کو آپ کی نسبت کسی قسم کی ناسازیٔ مزاج کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ مگر اُس دن ام المومنین زینب بنت جحش کے مکان میں تھے کہ یکایک طبیعت زیادہ ناساز ہوئی۔ آپ نے اس کی پروا نہ کی اور حسب معمول ازواج مطہرات پر دورہ فرماتے رہے۔ جناب ام المومنین میمونہ کی باری تھی کہ مرض نے زیادہ ترقی کی اور طبیعت بگڑنے لگی۔ مجبوراً آپ نے سب بیویوں کو وہاں جمع کیا اور ان سے

اجازت لی کہ بیماری کا زمانہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کے حجرے میں بسر فرمائے۔ سب نے خوشی سے اجازت دی۔ آپ حضرت صدیقہ کے مکان میں تشریف لے گئے۔ اور وہ تیمارداری میں مشغول ہوئیں۔

بیماری ہی کے زمانے میں اسود عنسی کے ہنگامے اور بعض لوگوں کے مرتد ہو جانے اور بلاد عرب میں آتش فساد بھڑک اٹھنے کی خبریں آئیں۔ چنانچہ سنا گیا کہ مسیلمہ نے یمامہ میں طلیحہ نے بنی اسد میں۔ اور مقام سمیراء میں عربوں نے بغاوت اختیار کی اور مرتد ہو گئے۔ حضور انور کی ناسازی طبع اور اس کے ساتھ ان لوگوں کے ارتداد کی خبروں کا یہ اثر ہوا کہ اسامہ کو شام کی طرف سفر کرنے کی کسی طرح جرأت نہ ہوئی۔

ایکا خواب اور اسکی تعبیر

ایکدن آپ کے سر میں شدت سے درد ہو رہا تھا جبیں مبارک پر پٹی باندھے باہر تشریف لائے اور فرمایا "میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے بازوؤں پر دو سونے کے زیور ہیں۔ میں نے پھونکا تو دونوں اڑ گئے۔ اس کی تعبیر میرے نزدیک یہی دونوں جھوٹے شخص مسیلمہ اور اسود ہیں" اس کے بعد آپ نے مکرر تاکید کی کہ "اسامہ اپنی فوج لے کر فوراً روانہ ہو جائیں" پھر ارشاد فرمایا "خدا لعنت کرے ان لوگوں پر جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنا لیا ہے۔"

بیماری میں بھی فرائض رسالت کو انجام دینا۔

یہ فرما کے آپ گھر میں تشریف لے گئے اور اسامہ نے بھی اسی وقت مدینے سے نکلکر جرف میں پڑاؤ ڈال دیا کہ سارا لشکر جمع ہو لے تو آگے بڑھیں۔ مگر حالت یہ تھی کہ آپ کو بیمار دیکھ کر کسی کا قدم نہ اٹھتا۔ یکایک آپکی طبیعت اور بگڑ گئی۔ مگر باوجود شدت مرض کے لوگوں کو ہدایت اور احکام الٰہی پہونچانے میں آپ ایسے ہی مستعد تھے جیسے کہ زندگی بھر رہے تھے۔ چنانچہ انصار کے پاس کہلا بھیجا "اسود کا فتنہ دور کرنے کی تدبیر کرو"۔ اسیطرح لوگوں کو تاکید کی کہ "مرتدوں کا مقابلہ کیا جائے"۔

حضرت عائشہ سے مذاق۔

ایام مرض میں ایکدن گھر میں آئے تو دیکھا کہ جناب عائشہ درد سر کی شدت سے بیقرار ہیں اور "ہائے سر۔ ہائے سر" کر رہی ہیں۔ فرمایا "عائشہ۔ تم درد سر کی شاکی ہوئی ہو۔ مگر میں بھی یہی کہتا ہوں کہ ہائے سر!" اسکے بعد ارشاد ہوا "تم اگر مجھسے پہلے مرجاؤ تو کوئی مضائقے کی بات نہیں ہے۔ اسلئے کہ میں تمھاری تجہیز و تکفین کرونگا نماز پڑھونگا۔ اور دفن کرونگا" حضرت عائشہ نے کہا "جی ہاں" اور اسکے بعد کے کسی سوبیے ہمکنار ہونگی یہ سنکر آپ مسکرا دیے۔

شدت مرض۔

الغرض اب مرض بڑھتا جاتا تھا۔ اسی شدت مرض کے زمانے میں ایکدن آپ اس شان سے برآمد ہوئے کہ ایک طرف حضرت عباس کے بیٹے فضل سہارا دیے ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف حضرت علیؓ۔ یوں باہر تشریف لاکر آپ مسجد کے ممبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور ایک پر اثر

خطبہ شروع فرمایا۔ پہلے حمد و ثنائے رب العزت کے بعد شہدائے اُحد کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔ پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا "لوگو۔ ممکن ہے کہ میرے ذمے تمہارے بعض حقوق رہ گئے ہوں۔ لہذا اس وقت تم مجھ سے اپنے حقوق وصول کر لو۔ اگر میں نے کسی کے دُرّے لگائے ہوں تو یہ میری پیٹھ موجود ہے۔ بدلے لے لے۔ اگر میں نے کسی کو سخت و سست کہا ہو تو مجھے اسی طرح سخت و سست کہہ لے۔ اگر میں نے کسی سے کچھ لیا ہو تو بتلائے اور وصول کرے"

لوگوں کے حقوق ادا کرنا

واقعی یہ عجیب جوش و خروش اور اضطراب و اضطرار کی گھڑی ہوگی جب خدا کا ایک معصوم پاک اور بے نفس پیغمبر دنیا کو رخصت کرتے وقت خود اپنے پیروؤں اور اپنے اوپر ایمان لانے والوں کے درمیان میں کھڑا کہہ رہا تھا کہ میرے ہاتھ سے جس کسی کی دل آزاری ہوئی ہو وہ مجھ سے اسی دنیا میں اُس کا بدلہ لے لے۔ اتنا ہی نہیں آپ نے فرمایا "یہ نہ سمجھو کہ یہ میرے خلاف یا ناگوار خاطر ہوگا۔ میں اس شخص کو زیادہ عزیز اور دوست سمجھوں گا جو اپنا محاسبہ اسی دنیا میں کرے گا" اس کے بعد آپ نے ممبر پر سے اتر کے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر ممبر پر تشریف لیجا کے انھیں پہلی درخواستوں کا اعادہ فرمایا۔

اس وقت تک سب خاموش تھے مگر اب دوبارہ اصرار ہوا تو ایک شخص نے تین درہموں کا دعویٰ کیا اور آپ نے وہ رقم فوراً ادا دی۔

اس کے بعد دیر تک اور لوگوں سے فرماتے رہے کہ جس کسی کا کوئی حق ہو وصول کر لے۔ پھر شہدائے اُحد کے لئے دوبارہ دعائے مغفرت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا "ایک بندے کو اللہ نے دنیا میں رہنے یا سفر آخرت کرنے کا اختیار دیا تھا۔ اور اُس نے سفر آخرت قبول کر لیا" یہ سنتے ہی ابوبکر صدیقؓ کمال بے تابی سے رونے لگے۔ آپ نے انکی تعریف کی۔ اور فرمایا "سوا ان کے گھر کی کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی مسجد کے اندر نہ باقی رہے"۔ اِس کے بعد آپ نے انصار کے حقوق کا ذکر کیا۔ اور مہاجرین سے ارشاد فرمایا "ان میں جو صاحب عزت ہوں اُنکی عزت کرو۔ اور جو گنہگار ہوں ان کے گناہوں سے جہاں تک بنے درگذر کرو"۔ ان کارروائیوں کے بعد آپ حجرۂ عائشہ میں اپنے بستر مرض پر واپس تشریف لے گئے۔

آپ اپنی وفات کی خبر دیتے ہیں

اب اشتداد مرض اور ناطاقتی سے حالت نازک ہوتی جاتی تھی۔ جب اس قدر ناتواں ہوئے کہ باہر آنے کی قوت نہ رہی۔ اور نماز میں دیر ہونے لگی تو بلال نے حاضر ہو کر نماز کی اجازت مانگی۔ فرمایا "ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں"۔ جب کئی بار آپ نے یہی حکم دیا تو ابوبکر صدیقؓ نماز

ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم

پڑھانے کو کھڑے ہوئے۔ وہ نماز شروع کر چکے تھے کہ آپ کو کسی قدر تخفیف محسوس ہوئی۔ اُٹھے اور انھیں دونوں صاحبوں فضلؓ اور علیؓ پر سہارا دیے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ابوبکر نے نماز میں آپ کی آہٹ پائی تو امامت کی جگہ خالی کرنے کے لئے پیچھے ہٹے۔ مگر آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہیں کھڑے ہو۔ پھر اُن کے برابر بیٹھ کر آپ نے نیت باندھ لی۔ اور یہ نماز اس طرح ادا ہوئی کہ ابوبکر صدیق آپ کی اقتدار کرتے تھے۔ اور سب مسلمان ابوبکر کی اقتدار کر رہے تھے۔

اس واقعہ کے بعد آپ تین دن تک زندہ رہے اور ابوبکر صدیقؓ نے آپ کے حکم سے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ انتقال کا وقت قریب تھا کہ آپ نے اکثر معززین صحابہ کو حجرۂ عائشہ میں بلوا کے جمع کیا۔ اور جیسے ہی لوگ اندر داخل ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور مرحبا کہہ کے سب کا خیر مقدم ادا فرمایا۔ دعا دی۔ گناہوں سے بچنے کی نصیحت فرمائی۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ کی وفات کا وقت کب آئیگا؟ ارشاد ہوا۔ مفارقت کا وقت آگیا۔ اور اب اللہ تعالیٰ کے پاس، سدرۃ المنتہیٰ میں، رفیق اعلیٰ میں، جنۃ الماویٰ میں، پلٹ کر جانا اور ٹھہرنا ہے"۔ پوچھا گیا" آپکو غسل کون دے؟" فرمایا" میرے اعزا واقارب" دریافت کیا گیا" کفن کس کپڑے کا دیا جائے؟" فرمایا" میرے کپڑوں یا کسی سفید کپڑے میں"۔ لوگوں نے سوال کیا" جنازے کی نماز کون پڑھائے؟ اس کے جواب میں فرمایا" ٹھیرو۔ خدا تمھاری مغفرت کرے۔ اور تمھارے نبی سے تم کو جزائے خیر دے"۔ اب سب لوگ زار وقطار رونے لگے۔ اور حجرۂ عائشہ میں آہ وزاری کی صدا بلند تھی کہ آپ نے روک کر فرمایا" میری میت کو تخت پر لٹا کے قبر کے کنارے رکھدینا۔ اور تھوڑی دیر کے لئے ہٹ جانا کہ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، اور عزرائیل تمام ملائکہ کیساتھ نماز پڑھیں۔ اس کے بعد تم لوگ گروہ گروہ آکر میرے جنازے کی نماز پڑھنا۔ اور خبردار اپنے نالہ وبکا سے مجھے تکلیف نہ دینا"۔ ان وصیتوں کے بعد ارشاد ہوا" تم سب میرا سلام قبول کرو۔ اور جو لوگ یہاں نہیں موجود ہیں انکو بھی میرا سلام پہونچا دینا۔ اور جو لوگ آیندہ میرے دین میں تمھاری پیروی کریں۔ انھیں بھی میری طرف سے سلام کہدینا یہی سلام ہے جس کو ہر مسلمان السَّلام علیکم کہہ کے دوسرے مسلمان بھائیوں کو پہونچاتا ہے۔

وفات سے پیشتر جو جمعرات گذری اس روز آپ کے مرض نے زور پکڑ لیا تھا اور حالت نازک نظر آتی تھی۔ اس دن آپ نے لوگوں سے فرمایا" مجھے دوات کاغذ لادو تمھیں ایک وصیت نامہ لکھدوں تاکہ میرے بعد تم لوگ گمراہ نہ ہوں۔ مگر لوگوں نے اس کے حاضر کرنے میں تامل کیا۔ اور باہم کہنے لگے" یہ بیہوشی کی باتیں ہیں ان کا لحاظ نہ کرنا چاہئے۔ اس امر میں اختلاف پڑا۔

پیمبر کا امت سے رخصت ہونا۔

آپکی وصیتیں۔

آپکا دوات اور کاغذ مانگنا۔

آپ کے بستر مرض کے پاس جھگڑا شروع ہو گیا۔ اور لوگ بار بار اسی امر کو آپ سے پوچھتے تھے۔ آخر آپ نے فرمایا "بس اب رہنے دو۔ میں جس حالت میں ہوں وہ اس حالت سے اچھی ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو"۔ اس کے بعد آپ نے یہ وصیت فرمائی کہ مشرکین جزیرہ نمائے عرب میں نہ رہنے پائیں۔ اور تبلیغ کے لیئے جس طرح میرے حکم سے مختلف جماعتیں روانہ ہوتی رہیں اسی طرح اب بھی برابر روانہ ہوا کریں[ع]۔

جانشینی کے بارے میں کسی نے کچھ نہ پوچھا

عین اس روز جس دن وفات ہونی والی ہے۔ آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ اس مرض سے آپ کے جاں بر ہونے کی امید نہیں ہے۔ اس لئے پوچھ لو کہ آپ کا جانشین کون ہوگا۔ مگر حضرت علیؓ نے اس سے قطعاً انکار کیا۔ اور فرمایا اگر آپ نے ہمارے خلاف کوئی لفظ فرما دیا تو پھر ہم ہمیشہ کے لیے اس حق سے محروم ہو جائیں گے۔

آپ کا مسجد میں برآمد ہونا۔

اسی دن صبح کے وقت کا واقعہ ہے کہ لوگ صفیں باندھے نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ سر میں پٹی باندھے حجرۂ عائشہ سے برآمد ہوئے۔ صحابہ کو خداوند جل وعلا کے سامنے صفیں باندھے اور ادب کے ساتھ رکوع و سجود کرتے دیکھ کر مسکرائے۔ ادھر نماز گزار مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ آپ کے برآمد ہونے کی خوشی میں قریب تھا کہ نماز توڑ دیں۔ تھوڑی ہی دیر میں ناتوانی اور ضعف نے مجبور کیا اور آپ واپس تشریف لے گئے۔ دم بھر کے لیے آپ کے برآمد ہونے کا یہ اثر ہوا کہ لوگوں کو گونہ اطمینان ہو گیا۔ اکثر لوگ نماز سے فارغ ہوتے ہی اطمینان سے گھر چلے گئے۔ یہاں تک کہ ابوبکر صدیق کا سا عاشق صادق جو ہر وقت حاضر رہتا تھا وہ بھی اپنے مکان چلا گیا جو یہاں سے ذرا فاصلے پر محلہ سنح میں تھا۔

عالم نزع

لوگ تو مطمئن ہو کر منتشر ہو گئے اور آپ کو حجرے پر واپس آتے ہی عالم نزع شروع ہو گیا۔ جناب عائشہ کے آغوش میں ان کے سینے پر سر رکھ کے لیٹ گئے۔ اور نزع کی تکلیف سے بیتاب تھے پیالے میں پانی بھروا کے پاس رکھوا لیا۔ بار بار ہاتھ کو اس میں ڈبو کر چہرۂ مبارک پر ملتے اور فرماتے "خداوندا! سکرات کی تکلیف میں میری مدد کر"۔ اتنے میں حضرت عائشہ کے بھائی عبدالرحمن

مسواک کرنا

ایک مسواک ہاتھ میں لیے ہوئے آ گئے۔ آپ نے مسواک کو شوق کی نظر سے دیکھا۔ عائشہ نے فوراً وہ مسواک لے کر اپنے دانتوں سے کچل کے نرم کی۔ اور آپ کے ہاتھ میں دے دی۔ آپ نے

ع ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ و ۱۲۲

وفات۔ چند لمحوں تک زور زور سے مسواک کی اور رکھدی۔ ساتھ ہی حضرت عائشہ کو محسوس ہوا کہ جسم مبارک بوجھل ہوگیا ہے۔ چہرے پر نظر وڑائی تو پتلیاں پھر گئی تھیں۔ اور زبان مبارک پر یہ کلمات تھے "بل الرفیق الاعلیٰ" جن کا مطلب یہ ہے کہ "میں نے رفیق اعلیٰ (خدا) کو اختیار کیا۔" جناب صدیقہؓ آپ سے سُن چکی تھیں کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے۔ اور جبتک وہ خود خدا کے پاس جانے کو قبول نہیں کر لیتے سفر آخرت نہیں کرتے۔ سمجھ گئیں کہ آپ نے خدا کے پاس جانے کو قبول فرمالیا۔ چنانچہ اسیوقت روح مبارک جسد اطہر کو چھوڑ کے سدرۃ المنتہیٰ پر جا پہونچی۔ پھر آپکے سر مبارک کو اپنے سینے پر سے اُٹھا کے تکیے پر رکھدیا۔ اور کھڑی ہوکر رونے پیٹنے لگیں۔

تاریخ وفات۔ یہ واقعہ جانگزا جس نے دنیا کو نبوت کی برکتوں سے محروم۔ امہات المومنین کو زندگی بھر کے لئے بیوہ اور مسلمانوں کو یتیم کر دیا دوشنبے کے روز سہ پہر دن چڑھے ۱۲ ربیع الاول کو پیش آیا۔

صحابہ کا اضطراب۔ اب کیا تھا؟ مدینے میں کہرام پڑگیا۔ صحابہ کے ہوش وحواس بجا نہ تھے۔ ہر شخص سہما ہوا تھا کہ حضور سرور عالم کے بعد دیکھئے دنیا میں کیا عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ ایک پیغمبر اولو العزم اور ہادی برحق کی وفات تھی۔ اور پیغمبر بھی کون جو فقط رہبر عالم نہ تھے بلکہ مصلح اور سچے تمدن الٰہی کے معلم تھے آپکی آنکھیں بند ہوتے ہی لوگوں کو نظر آیا کہ دین و دنیا دونوں حیثیتوں سے ہم ظلمت میں ہیں اور نہیں جانتے کہ کیا کریں۔

اسی وقت آپکی جانشینی کا جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا جس کا تصفیہ ہو جانے کے بعد دوسرے روز

تجہیز و تکفین میں تاخیر۔ یعنی ۱۳ ربیع الاول کو آپ کے اہل بیت آپکی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ آپکی وصیت کے مطابق یہ کام خاص گھر والوں اور عزیزوں کا تھا۔ اور انھیں کے ہاتھوں سے انجام پایا۔

مدفن میں اختلاف۔ تجہیز و دفن کے متعلق کئی باتوں میں اختلاف ہوا۔ پہلا اختلاف تو یہ تھا کہ آپ کہاں دفن ہوں انصار چاہتے تھے کہ آپ کے جسم سے خاک مدینہ کو شرف حاصل ہو۔ بعض مہاجرین کا خیال تھا کہ مکہ معظمہ میں لیجا کر آپ کو خانہ کعبہ میں دفن کریں۔ بعض لوگوں کی رائے تھی کہ بیت المقدس وارض فلسطین میں لیجا کے دفن کرنا چاہیے جو زمین تمام پیغمبروں کی خوابگاہ ہے۔ مگر ابوبکر صدیقؓ نے یہ کہکر اس نزاع کا فیصلہ کر دیا کہ "میں نے حضور سرور عالم کو یہ کہتے سنا کہ تمام پیغمبر اسی جگہ دفن ہوئے جہاں انھوں نے وفات پائی۔" یہ سُنکر سب نے اتفاق کر لیا کہ آپ حجرۂ عائشہ میں دفن کئے جائیں۔ چنانچہ آپکا بچھونا ہٹا کر اسی جگہ ابوطلحہ انصاری نے قبر کھودنا شروع کردی [۵]۔

---

[۵] ملل و نحل شہرستانی مطبوعہ طہران صفحہ ۸۔

غسل کے متعلق اختلاف۔

اب یہ بحث پیش ہوئی کہ نہلانے میں آپ کے کپڑے اتارے جائیں یا نہیں۔ اس بحث کا کوئی تصفیہ نہیں ہونے پایا تھا کہ تمام حاضرین پر ایک غنودگی کا سا عالم طاری ہوا اور اسی غنودگی میں کسی کو یہ کہتے سنا گیا کہ رسولخدا صلعم کو کپڑے پہنے ہی پہنے غسل دو"۔ یہ پتہ تو نہ لگا کہ یہ آواز کس کی تھی مگر غسل اسی ہدایت غیبی پر ہوا۔

غسل دینے والے

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو خاص آپ کے عزیزوں نے غسل دیا۔ اس خوش نصیبی میں حضرت علیؑ حضرت عباسؓ جناب عباس کے دونوں فرزند فضل اور قثم اور آپ کے دونوں غلام اسامہ اور شقران شریک تھے۔ حضرت علیؑ جسد اطہر کو مل مل کے دھوتے تھے۔ جناب عباس اور ان کے دونوں فرزند کروٹیں بدلواتے تھے۔ اور اسامہ و شقران پانی ڈالتے تھے۔

کفن

غسل کے بعد آپکو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ دو کپڑے اندر تھے اور ان کے اوپر ایک یمنی چادر لپیٹ دی گئی۔

نماز جنازہ

کفنانے کے بعد جنازہ مبارک قبر کے کنارے رکھکر تھوڑی دیر کے لیے وصیت کے مطابق تنہا چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد زن و مرد جوق جوق آکر نماز پڑھنے لگے۔

قبر میں اتارنے والے۔

جب دفن کا وقت آیا تو حضرت علیؑ قثم اور شقران اترے کہ آپ کو قبر میں اتار کر آخری خوابگاہ میں سلائیں۔ ان سب کے بعد اوس بن خولی انصاری بھی حضرت علی سے اجازت لے کے قبر میں اترے۔

دفن

سب نے ملکر آپکو اتارا اور قبر میں لٹایا۔ پھر لحد کا پہلو بند کر کے اوپر چڑھ آئے۔ اور سب نے مٹی دیکر تربت مبارک تیار کر دی۔

عمر شریف

الغرض ۶۳ سال کی عمر میں آفتاب رسالت آغوش لحد کے سپرد کیا گیا اور اتنے بڑے جوہر بے بہا کو ہاتھ سے کھو کر صحابہ کف افسوس ملتے اور خون کے آنسو بہاتے ہوئے اپنے گھروں کو سدھارے۔

آٹھویں فصل

حضور سرور عالم کی زندگی و تعلیم پر ایک نظر

آپکی تعلیم کا اثر۔ بہیمیت عرب۔ اس کی اصلاح کوئی نہ کرسکا۔ آپ کی بعثت کا اصلی مقصد۔ توحید۔ مخالفت اہل وطن۔ آپکی اصلاح۔ اصلاح تمدن۔ سارے اہل عرب ایک قوم۔ عام امن و اماں۔ اس نئی قوم کی شان۔ یہ عدیم المثال قوم تھی۔ ساری دنیا کی اصلاح۔ سارے مذہب کا فیصلہ۔ بڑوں کے حکمراں مذہب۔ دین عیسوی اور یہود۔ اُن میں آپکا فیصلہ۔ دونوں کا اُس سے اختلاف۔ دین مسیحیا کی حالت۔ دینی عیوب۔ جہالت۔ ابتدائی غلطی۔ پولوس کا طرز عمل۔ الوہیت مسیح۔ تثلیث۔ دوستی۔ کرنتھوس۔ ایوآئی نارس۔ آخری عام عقیدہ۔ نسطوریوس۔ اس کا مخالف سائرل۔ تصفیۂ محمدی۔ قیصر کو نامۂ رسالت۔ دین مجوس کی حالت۔ کیومرثیہ زردانیہ۔ ثنویہ۔ دو خدا۔ زردشت کا اصلی مقصد۔ اس کی زندگی۔ اس کی تعلیم۔ پھر ثنویت کا زور۔ سکندر کا اثر۔ اردشیر بابکاں۔ مجوسیت میں تفرقہ۔ اردشیر بابکا کی اصلاح۔ سارہ وادیراف۔ جستجوئے حق کا نیا طریقہ۔ مجوسیت کا عروج۔ مذہب مانوی۔ مزدک۔ بے کشی ثواب تھی۔ محرمات ابدیہ کی حلت۔ مجوسیت میں آپکی اصلاح۔ اصلاح انسان میں مسیحیت و مجوسیت کی ناکامی۔ بنائے اصلاح توحید۔ رومیوں کی طرف سے چھیڑ۔ خسرو عجم کا تمرد۔ عربوں کی کامیابیاں۔ اور اُن کا بگڑنا۔ عرب کی ابتدائی خلوص کی برکت۔ ہمارا اصلی مقصد۔

حضور سرور عالم کی مبارک اور پیمبرانہ زندگی کا مختصر خاکہ ہم نے گذشتہ فصلوں میں دکھایا اور ولادت سے وفات تک آپ کے حالات ناظرین کو معلوم ہوگئے۔ مگر ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ آپکی تعلیم اور آپ کے اثر سے ملک عرب کیا سے کیا ہوگیا اور ساری دنیا کیسی بن گئی۔

آپکی تعلیم کا اثر۔ بہیمیت عرب۔

صحرائے عرب میں منتشر قبائل پھیلے ہوئے تھے۔ جن کا بجز آپس میں لڑنے اور ادنی نفع ذاتی کے لئے انسان کے قتل کرنے کے اور کوئی مشغلہ نہ تھا۔ نہ اُن میں کوئی قانون تمدن تھا اور نہ کوئی ایسی شریعت جو اُن کو مہذب بنائے۔

انکی اصلاح کوئی نہ کر سکا

اسرائیلی، عیسوی، زرتشتی، اور صابئی سب مذہب وہاں پہونچ گئے تھے۔ مگر وہاں کے ابنائے بادیہ کی اصلاح میں ناکام ہونا درکنار ان میں رہ کے خود لٹیرے بدوی بن گئے تھے۔ متمدن و مہذب سلطنتوں نے بارہا کوششیں کی تھیں کہ ان کو اپنے زیر فرماں کر کے مہذب و شائستہ بنائیں۔ مگر وہ سب بھی ناکام و نامراد رہیں! اور اصلاح قوم عرب کے مقصد میں ایک ذرہ برابر کامیابی نہ نصیب ہوئی۔

آپکی بعثت کا اصلی مقصد

ایسی قوم اور ایسی سرزمین جس کی اصلاح ابتدائے تخلیق عالم سے چھٹی صدی عیسوی تک نہ کوئی شریعت کر سکی تھی نہ کوئی سلطنت۔ اسکی اصلاح کرنے اور اس کو ایک متمدن قوم بنانے کے لئے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم دنیا میں تشریف لائے۔ جس مقصد کے واسطے خدا نے آپکو وسط عرب میں پیدا کیا۔ آپ نے باشارۂ وحی ربانی قبائل عرب ہی نہیں ساری دنیا کی یکسوئی و اتحاد کی بنیاد توحید الٰہی کو قرار دیا۔ اور پکار کے کہدیا کہ جس عقیدے اور جس مسئلہ پر فلاح دارین منحصر ہے وہ توحید باری تعالیٰ ہے اور اسی کے ذریعہ سے تمام اخلاقی و تمدنی اصلاحیں شروع کر دیں۔

توحید

مخالفت اہل وطن

مخالفت کا آغاز اپنے ہی قبیلے اور وطن والوں سے ہوا جن کی عداوت و مزاحمت نے دنیا کو واضح ترین صورت میں دکھایا کہ کسی گروہ کو سیدھے راستے پر لگانا۔ اور کسی قوم کو سچے معنوں میں قوم بنانا کس قدر دشوار کام ہے۔ اس کوشش میں انسان کو صبر و استقلال اور تحمل و برداشت کے کیسے سخت ترین امتحان دینا پڑتے ہیں۔ کس درجے کے مظالم اور کیسی ناقابل برداشت تکلیفوں اور ایذاؤں سے سابقہ پڑتا ہے۔

انکی اصلاح

آخر مظلومی نے ظلم پر فتح پائی۔ ناقدردان اور سنگدل اہل وطن نے بے خانماں کیا تو غریب الوطنی ہی میں خدا نے حامی و مددگار معاون و انصار پیدا کر دیئے۔ تائید الٰہی کے لئے ان کی اعانت عالم اسباب کا بہانہ بن گئی۔ اور چار ہی پانچ سال میں ساری دشواریاں سامنے سے ہٹ گئیں۔ تمام قبائل عرب کے سر علم نبوت کے آگے جھکے ہوئے تھے اور سب کے بعد برادران بے مہر اور ہموطنان بے حمیت بھی آ کے قدموں پر گرے اور "لاتثریب علیکم الیوم" کہہ کے ان کا قصور معاف کر دیا گیا۔

اصلاح تمدنی

ہجرت سے پہلے فقط عقاید و اخلاق کی اصلاح مدنظر تھی۔ اب تمدنی اصلاح بھی شروع ہوئی اس لئے کہ بغیر سیاسی قوت کے ساری دنیا کی اصلاح جو رسالت محمدی کی اصلی غرض تھی غیر ممکن تھی۔ اس تمدنی اصلاح نے دو ہی سال کے اندر یہ معجزہ دکھا دیا کہ جس سرزمین میں دو قبیلے

سارے اہل عرب ایک قوم

کبھی ایک راستے پر نہ چل سکتے تھے۔ جہاں کے رہنے والوں کو نہ اگلے مذہب ایک قوم بنا سکے تھے اور نہ اگلی عظیم الشان سلطنتیں۔ وہاں کا ہر متنفس اور اُس قوم کا ہر فرد سارے اہل عرب کا ہم زبان و ہم خیال اور ہم عقیدہ و ہم مذاق تھا سب بھائی بھائی تھے۔ سب ایک دوسرے پر جان فدا کر رہے تھے۔ اور سب کو فقط اس بات کی دُھن تھی کہ ساری دنیا کو اپنا سا بنا لیں وہ ملک جہاں ہر شخص کو گھر سے دو قدم جانے میں بھی جان کا خطرہ تھا۔ وہاں اب نہ ڈکیتی تھی نہ قزاقی۔ نہ چوری تھی نہ لوٹ مار۔ شام سے یمن تک اور خلیج فارس سے بحر قلزم تک کمزور عورت سونا اچھالتی چلی جائے مجال کیا کہ کوئی لوٹ لے یا چھیننے کا خیال بھی دل میں لائے۔

عام امن و امان

اس نئی قوم کی شان۔

اس تعلیم نبوت نے جو قوم بنائی عجیب پارسا و خدا ترس قوم تھی۔ جس کے خصائل یہ تھے کہ شراب۔ جوئے۔ زنا۔ دغا۔ فریب۔ جھوٹ۔ بدعہدی۔ و بیوفائی کا کہیں نام نہ تھا۔ دن میں پانچ بار خدا کے آگے سر جھکانا۔ بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ روزے رکھ کے نفس کو خواہشات سے روکنا۔ عمر بھر میں ایک بار حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کے بنائے ہوئے معبد توحید میں حاضری دے جانا۔ دولتمند مسلمانوں سے زکواۃ کے نام سے بقدر حساب ایک قسم کا خفیف چندہ وصول کر کے غربائے اسلام محتاجوں اور مسکینوں کی خبرگیری کرنا۔ غیر مسلم رعایا میں سے جو لوگ مستطیع ہوں اُن سے بھی ایک مقررہ خفیف رقم جزیے کے نام سے وصول کر کے انکی حفاظت جان و مال کا ذمہ دار بننا۔ اس قوم کے اصول و آئین تھے۔ فقط ایک خدا سے ڈرنا اور کسی اور کی پروا نہ کرنا اس امت کا شعار تھا جس نے آزادی۔ خود داری۔ پابندی شرع اور جراءت و شجاعت کے صفات پیدا کیے۔ اور ان باتوں کی یہ برکت تھی کہ وہ لوگ پیروی دین اور پابندی اصول اخلاق میں بجز خدا کے دنیا کے سلاطین سے اور بڑی بڑی قہار قوتیں کیا چیز ہیں خود اپنے حکمرانوں سے بھی نہ ڈرتے تھے۔

بہرحال عرب کے بہائم صفت انسان ایسی قوم بنا دیئے گئے۔ اور سچ یہ ہے کہ ایسی برگزیدہ قوم کوئی مذہب اور کوئی قانون حکمرانی دنیا میں کبھی نہیں تیار کر سکا تھا۔ چنانچہ رومیوں کے ایک جاسوس نے دن بھر مسلمانوں کے لشکر میں رہ کے جو خبر پہونچائی یہ تھی کہ "یہ لوگ رات کو راہب شب زندہ دار ہیں اور دن کو شہسوار۔ خلیفہ کا بیٹا بھی زنا کرے تو رجم کیا جاتا ہے اور چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے"۔

یہ عدیم المثال قوم تھی۔

لیکن اہل عرب کو ایسی خدا پرست و نیکوکار قوم بنانے کی کوشش کے ساتھ ہی ساتھ

ساری دنیا کی اصلاح۔

اس کی کوشش بھی جاری تھی کہ ساری دنیا کی اصلاح ہو۔ کل بنی نوع انسان ایک ہی سچے عقیدے۔ اور ایک ہی اصول معاشرت اختیار کر کے ایک قوم بن جائیں۔ اور دنیا سے یہ قتل و قمع اور خونریزی و سفاکی کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے اُٹھ جائے۔ اس کے لئے سب سے پہلے ضرورت

سارے مذاہب کا فیصلہ

تھی کہ عالم کی تمام قوموں کے عقائد درست کیے جائیں۔ اور ان کے دینی جھگڑوں کا فیصلہ ہو۔ دنیا کی بت پرست قومیں ہندو اور چینی بہت دور تھے۔ اور انکی اصلاح کے لئے وہی تعلیمیں کافی تھیں جو مشرکین قریش کے مقابل عمل میں آچکی تھیں۔ اگرچہ وہ لوگ مشرکین عرب کے خلاف قدیم مذہبی کتابیں اور پُرانا روحانی فلسفہ رکھتے تھے مگر جس سادی توحید کی تعلیم حضرت سرورِ عالم نے دی اس کا اثر جسقدر اُمی و جاہل مشرکین عرب کے عقاید پر پڑتا تھا اسیقدر ہند و چین کے صاحب علم صنم پرستوں پر۔

ڈروس کے حکمران مذہب

لیکن عرب کے ڈروس میں دو ایسے مذہب تھے جن کے ہاتھ میں حکومت تھی اور انکی پرانی باعظمت و جبروت سلطنتیں اس فکر میں لگی ہوئی تھیں کہ ساری دنیا کو اپنی غلامی میں لے کر اپنے کیش و آئین کا پیرو بنالیں۔ مگر شاہی خودسری نے دونوں جگہ مذہبی مساوات کو پس پشت ڈال دیا تھا اور وہاں کے بادشاہ جب رعایا سے خدا کی عبادت سے زیادہ اپنی پرستش کرا رہے تھے تو اُن کے ذریعے سے خداپرستی کی کیا امید ہوسکتی تھی۔ اس سے بھی زیادہ خرابی یہ تھی کہ جن مذہبوں کو انھوں نے اپنا مسلمہ کیش و آئین بنایا تھا وہ بھی باہمی مخالفتوں مقتداؤں کی خودپرستیوں اور اپنے ذاتی جھگڑوں کی بدولت بالکل غارت اور حق پرستی کی صراط مستقیم سے دور جا پڑے تھے ایک کا دین عیسوی تھا۔ جو دولت روم کا عام مذہب تھا۔ اور مغربی حدود فارس کے اُدھر ساری مغربی دنیا اس کی پیرو تھی۔ دوسرے کا دین مذہب زرتشتی یا آتش پرستی تھا جو دولت ساسانی کی ساری قلمرو کا مقبول و مسلم کیش و آئین قرار پا گیا تھا۔

دین عیسوی اور یہود

دین عیسوی اور اُس زمانے کے محکوم و مظلوم دین موسوی یہود میں سخت عداوت و رقابت تھی۔ یہود جہاں جہاں تھے عیسائیوں کے ہاتھ سے ستائے جا رہے تھے۔ اُن کو مارنا۔ ستانا قتل کرنا۔ لوٹنا۔ اور اُن کی بے حرمتی کرنا مقتدایان ملت عیسوی کے نزدیک سب سے بڑے ثواب کا کام تھا۔ چنانچہ ان میں کے بہت سے خاندانوں نے بھاگ کے سرزمین عرب میں پناہ لی تھی۔ حضرت مسیح کے قتل کے بانی و باعث وہی سمجھے جاتے۔ اور کہا جاتا کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ کا خون اپنی گردن پر لیا۔ اُن کے مقابل یہود مسیح کو جھوٹا مدعی نبوت بتاتے

اُن کی والدہ محترمہ حضرت مریم کو (معاذ اللہ) زانیہ اور حضرت مسیح کو (عیاذاً باللہ) نتیجۂ زنا بتاتے۔ اور فخر کے ساتھ اقرار کرتے کہ ہاں ہم نے اُن کو سولی دلوائی اور قتل کرایا۔

انہیں آپ کا فیصلہ۔

عرب کے یہود چاہتے تھے کہ حضرت عیسٰی کو بُرا کہنے میں آپ اُن کے ہم زبان ہو جائیں اگر ایسا ہوتا تو یقیناً عرب کے سارے یہودی آپ کا ساتھ دیتے اور آپ پر جانیں فدا کرنے لگتے۔ مگر آپ نے درگاہ الٰہی سے دریافت فرما کے یہ بتایا کہ مسیح ہادی برحق تھے۔ انکی والدہ معصومہ محترمہ تھیں۔ وہ اُسی توحید کی تعلیم دیتے تھے جو حضرت ابراہیم و موسیٰ کے زمانے سے چلی آئی تھی۔ وہ خدا کے معصوم پیغمبر تھے۔ اور یہ غلط ہے کہ اُن کو سولی دی گئی یا وہ قتل ہوئے۔ بلکہ خدا نے اُن کو کفار کے پنجۂ ستم سے چھڑا لیا۔ اور دشمنوں نے اُن کے دھوکے میں کسی اور کو سولی دے کے مار ڈالا۔

دونوں کا اس سے اختلاف۔

بادی النظر میں دیکھیے تو اس سے بہتر فیصلہ یہود و نصاریٰ کے باہمی جھگڑے کا نہ ہو سکتا تھا۔ عیسائیوں نے کفارے کی خیالی نعمت سے محروم ہو جانے کے خیال سے اور یہود نے اپنے دلی کینہ و بغض کے جوش میں جو حضرت مسیح کے ساتھ تھا اس فیصلے کو نہ مانا۔ اور اُلٹے کوشش کرنے لگے کہ وادی فاران میں جو شمع توحید روشن ہوئی ہے اُس کو گل اور جو چند پروانگان شمع توحید ارض حجاز میں جمع ہوئے ہیں اُن کو دنیا سے فنا کر دیں چنانچہ سب کے پہلے اس ہوس میں اطراف مدینہ اور خیبر وغیرہ کے یہود نے سر اُٹھایا۔ مگر سینائے فاران کی آتش وحدت میں خود ہی جل بھن کے رہ گئے

یہود کے بعد شام و روم کے مسیحیوں نے اس چراغ ہدایت کے گل کرنے کی کوشش کی مگر بہ فحوائے "عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد" ان کی عداوت ہی کے نتیجے میں شمع توحید اسلام کی شعاعیں شام و روم سے گزر کر قسطنطنیہ تک اور مصر و افریقہ سے گزر کے قرطبہ اور غرناطہ تک پہونچ گئیں۔

دین مسیحی کی حالت۔

دین مسیحی کی حالت ان دنوں اِس قدر ابتر ہو رہی تھی کہ حضرت مسیح کی تعلیم بجائے سرچشمۂ نور و ہدایت ہونے کے مایۂ ظلمت و ضلالت بن گئی تھی۔ یورپ کا ایک[۵] محقق کہتا ہے "جسٹی نین کے بعد جسٹی نس ثانی۔ طبریوس۔ ماریطیوس۔ فوکس اور

---

[۵] "رائز اینڈ پراگرس آف محمڈنزم" (ترقی و عروج اسلام) مصنفہ ڈاکٹر ہنری اسٹوب صفحہ ۷۴۔

ہرقل شہنشاہ ہوئے۔ ہرقل کے زمانے میں آنحضرت صلعم کا عروج ہوا۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ان شہنشاہوں کے عہد میں علی العموم عادات و اطوار بگڑ گئے تھے۔ ان شہنشاہوں کے عہد کے تذکرے میں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ملتی کہ مسیحیت کی حالت اس قدر ذلیل ہو گئی تھی کہ اس میں قدیم قربانیاں داخل ہو گئیں۔ متعدد خدا مان لیے گئے۔ بلکہ بعض لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے تثلیث کی جگہ تین خدا مان لیے۔ بعض نے محترم دوشیزہ مریم عذراء کو بھی ایک دیوی بنا دیا۔ ولیوں کی عظمت نے اُن کو بت پرستوں کے ادنیٰ درجے کے دیوتاؤں تک پہنچا دیا۔ اور بغیر کسی اجازت و اختیار کے گرجوں کے اندر مورتیں قایم ہو گئیں"۔ — دینی عیوب

ایک دوسری جگہ یہی مصنف یورپ کہتا ہے "مسیحی مقتدا عالم نہ تھے بلکہ وہ علوم کے دشمن تھے۔ قوانین کلیمنس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام مہذب اور شایستہ کتابوں کی مخالفت کر دی گئی۔ پھر قرطاجنہ کی کونسل میں پادری بھی ان کتابوں کے پڑھنے سے روک دیے گئے۔ — جہالت

دین مسیحی کی اشاعت کی بنیاد ابتدا ہی سے غلط اُصول پر ہوئی۔ سب کے پہلے پولوس نے بھی محض اس شوق میں کہ رومی و یونانی دین مسیحی کے پیرو ہو جائیں حضرت مسیح کی ان تمام باتوں کو جو قدیم شریعت حقہ کے لوازم مگر بت پرستان مغرب کے مذاق و خیال کے خلاف تھیں پس پشت ڈال دیا۔ اور مسیحیت کو ایک اپنا طبعزاد دین بنا دیا جس کو حضرت مسیح کی تعلیموں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پولوس نے اتنا ہی نہیں کیا۔ بلکہ اسی ہوس میں وہ ان اصول پر بھی قایم نہ رہ سکا جس کی طرف وہ خود دنیا کو بلا رہا تھا۔ — ابتدائی غلطی۔

اسی مذکورہ بالا محقق کا قول ہے "پولوس کا طرز عمل یہ تھا کہ جس جگہ اور جن لوگوں میں جاتا اُنھیں کے اصول کے مطابق ان کو اطمینان دلاتا کہ میں حق پر ہوں۔ اس طرز عمل نے مسیحیوں کی تعداد میں تو بیشک اضافہ کر دیا مگر اسی سے بہت سے اختلافوں اور گمراہیوں کی بھی بنیاد پڑ گئی"۔ — پولوس کا طرز عمل

یہ پیروان پولوس یعنی مغربی مسیحی جن کو حضرت عیسیٰ ایک اسرائیلی نبی یا ہادی توحید نہیں بلکہ ان کے قدیم دیوتاؤں کی شان میں دکھائے گئے تھے انھوں نے ارض فلسطین کے یہودی الاصل مسیحیوں کو جو ابیونی اور ناصری کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے یہ الزام دینا

---

۵ کتاب مذکور صفحہ ۷۵۔

۵ کتاب مذکور صفحہ ۷۶۔

شروع کیا کہ اُن پر یہودیت کا بہت اثر ہے اس لئے کہ وہ حضرت مسیح کو انسانیت اور رسالت کے درجے سے بڑھا کر آسمانی خدا کے رتبے تک نہیں پہونچاتے تھے۔

الوہیت مسیح آخر مسیحین مغرب میں حضرت مسیح کی خدائی کا خیال پیدا ہوا۔ پھر فلسفہ یونان اور مصر کی دیومالا نے ایک خدا کے تین خدا بنا دیئے۔ موحد آریوس کو اس سے انکار تھا

تثلیث۔ مگر نقیہ کی کونسل نے اہل مغرب کی کثرت رائے سے تثلیث کو کلیسائے روم کا مسلم الثبوت عقیدہ تسلیم کر لیا۔ اور آریوس بے دین و کافر قرار پایا۔ آریوس اور رومی مسیحیوں۔ یعنے موحدوں اور تثلیثیوں کے جھگڑے طے نہیں ہونے پائے تھے کہ معتقدین تثلیث میں تثلیث ہی نیرنگیاں دکھانے لگی۔

دوسیتی دوسیتی فرقے والوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ سب سے پہلے دریائے یردن کے کنارے ایک جوان کی شکل میں نمودار ہوئے لیکن وہ فقط ایک ہی شکل تھی جسے خدا نے اس لئے پیدا کیا تھا کہ دنیا کی خرابیوں کو دور کرے۔ در اصل ان میں جسم اور گوشت اور پوست نہ تھا۔ مرقیانی۔ مانوی اور ناسٹک فرقوں کے بھی قریب قریب یہی عقاید تھے

کرنتھوس۔ کرنتھوس نے انھیں خیالات کو مجتمع کر کے ایک نیا فرقہ پیدا کیا اس پیرووں کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ انسان تھے۔ خدا نے انھیں دنیا کی اصلاح کے لیے منتخب کیا۔ لہذا جب یردن کے کنارے انھیں بپتسمہ دیا گیا تو خدا کا بیٹا فاختہ کی شکل میں آسمان سے اتر کر ان کے جسم میں حلول کر گیا لیکن جب یہود نے حضرت عیسیٰ کو پکڑا تو وہ ابن اللہ عیسیٰ کے جسم کو چھوڑ کے چلا گیا۔ اور جانکنی کی تکلیفیں اس جسم کو برداشت کرنا پڑیں جس میں ابن اللہ نہ تھا۔

ایولی نارس ایولی نارس نام ایک اور بزرگ نے یہ خیال قایم کیا کہ مسیح میں انسانیت اور الوہیت دونوں چیزیں تھیں۔ جسم انسان کا تھا مگر روح کی جگہ اس کالبد خاکی میں "لوگس" یعنی سرمدی دانشمندی و فراست تھی

ابیونی اور دوسیتی فرقے چند روز میں فنا ہو گئے۔ اور اب یہ مسلم عقیدہ مسیحیوں کا دین تھا۔

عام عقیدہ کہ پیکر مسیح میں ایک مکمل خدا اور ایک مکمل انسان دونوں ہیں اور یہ دونوں چیزیں کسی طرح ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتیں۔ پانچویں صدی عیسوی کے آغاز میں مسیحیت کا عام عقیدہ یہی تھا۔

نسطوریوس تھیوڈوسیوس قیصر کے عہد میں انطاکیہ کا مقتدائے اعظم نسطوریوس مقرر ہوا۔ اس نے زمین کے گمراہوں کی ہدایت کے معاوضے میں بادشاہ کو آسمانی بادشاہی دینے کا وعدہ کر کے ان تمام فرقوں پر جو اس کے عقاید کے خلاف تھے طرح طرح کے مظالم شروع کر دیئے وہ حضرت مسیح کے جسم اور اُلوہیت کو دو جداگانہ چیزیں بتاتا۔ اور دونوں کی مختلف حیثیتیں سمجھتا تھا

تمام مسیحی اس عقیدے کے خلاف تھے اس وجہ سے نسطوریوس کے خلاف شورش مچ گئی مصر میں ان دنوں سائرل نام ایک صاحب اثر شخص موجود تھا اس نے علانیہ اختلاف کیا۔ اور اس جھگڑے کے تصفیے کے لئے شہر افسوس میں کونسل منعقد ہوئی جسمیں نسطوریوس اپنے طرفداروں کی کمی کے باعث ملزم قرار پایا۔ اس تصفیے کے بعد نسطوریوس کے بھی بہت سے طرفدار جمع ہوگئے دونوں میں بڑا جھگڑا ہوا لیکن انجام میں سائرل ہی غالب آیا۔ اور نسطوریوس جلاوطن کر دیا گیا سائرل کے مرنے کے بعد پھر جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ نے پھر افسوس میں کونسل جمع کی جسمیں یہ فیصلہ ہوا کہ جو لوگ حضرت مسیح کی ذات میں تقسیم کرتے ہیں۔ وہ خود تلوار کے ذریعے سے ٹکڑے ٹکڑے کیے جائیں۔ اور زندہ جلا دیے جائیں۔ قلے ورین نے اس کی کچھ مخالفت کی۔ مگر وہ اور اس کے طرفدار ایفی میں درندوں سے بچوا ڈالے گئے۔ الغرض باتفاق آرا جسمانی مسیح بھی پورا خدا بن گیا۔

اس کا مخالف سائرل۔

حضور سرور عالم کے عہد تک یہ جھگڑے چلے جاتے تھے۔ اور مظلوم مسیحی فرقے آزاد و مہمان نواز سرزمین عرب میں بھاگ بھاگ کے پناہ لیتے تھے ان سب کا تصفیہ آپ نے ان مختصر الفاظ میں فرمایا کہ مسیح بیشک خدا کی قدرت سے بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ مگر خدا نہیں بلکہ خدا کے ایک پیغمبر مرسل تھے۔ انکی والدہ کوئی دیوی نہ تھیں۔ بلکہ ایک خدا کی نیک و پاک دامن بندی تھیں۔ کسی مخلوق کو خدا سے نسبت نہیں۔ اور اس کو خدا کہنا شرک ہے۔ خدا کی شانِ وحدت و کبریائی اس سے اعلےٰ و ارفع ہے کہ اس کے بیٹا ہو۔ لہذا وہ ایک ہے پاک و بے پروا ہے۔ نہ کسی نے اس کو جنا۔ اور نہ کوئی اس سے جنا گیا۔ اور نہ کوئی اُسکا شریک و ہمتا ہے۔

تصفیہ محمدی

قیصر کو حضور سرور عالم نے جو نامہ تبلیغ بھیجا تھا۔ اس میں یہ فیصلہ کن آیۂ قرانی تحریر فرمائی تھی کہ "اے اہل کتاب آؤ ہم تم اُس کلمہ کو اپنا عقیدہ بنالیں جس پر ہمیں تمھیں دونوں کو اتفاق ہے کہ خدا کی عبادت کریں اور کسی کو اُسکی خدائی میں شریک نہ کریں۔ اور بیشک اعتقاداً تمام مذاہب و ادیان کا ایسا مسلم الثبوت اصول ہے جس سے کسی کو مجال انکار نہیں۔ اور کوئی نہیں جو اس کا منکر ہو۔ مگر آنحضرت صلعم نے اس عقیدے کا ساری دنیا کو عملاً پابند بنانا چاہا۔ اور دیگر مذاہب والوں کی حالت یہ تھی کہ زبان سے کہتے ہی تھے مگر عمل بالکل اُسکے خلاف تھا۔

قیصر کو نامہ تبلیغ

ــــــــــــــ

عــہ انحطاط و زوال روم۔ مصنفہ گبن۔ باب ۴۷

دین مجوس کی حالت

دوسرا دین مذہب مجوس تھا یہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے مذہبوں سے بالکل جدا تھا اور نہ اسے بنی اسرائیل و توراۃ کی تاریخ انبیاء و رسل سے کوئی علاقہ تھا۔ یہ فارس کا قدیم مذہب تھا۔ پرانی آریہ قوم عناصر پرست تھی۔ ایرانی بھی عناصر اربعہ کی تعظیم کرتے تھے۔ اور جس طرح ہندو آگ کو پاک کرنیوالا مانتے تھے وہ بھی مانتے تھے۔ ایران میں پہونچکر اُن میں آگ کی وقعت بڑھ گئی۔ اور مرور زمانہ سے ساری قوم مجوس آتش پرست بنگئی۔ اُن میں پُرانا مذہب کیومرثیہ تھا۔

کیومرثیہ

اِن لوگوں کے نزدیک تخلیق عالم کا یہ نظام تھا کہ عالم کی بنائے اوّل قدیم و ازلی یزدان (خدا) ہے۔ اور اس کے مقابل اہرمن (شیطان) حادث مگر یہ گتھی کسیطرح نہ سلجھتی تھی کہ یزدان جو خیر محض ہے اُس نے اہرمن کو جو سراپا شر ہے کیونکر پیدا کیا۔ کیومرثیہ نے اسے یوں حل کیا کہ یزدان نے خیال کیا کہ "اگر کوئی میرا دشمن اُٹھ کھڑا ہوا تو کیا ہوگا؟" بس اسی خیال نے جو نور کی شان سے بعید تھا۔ اہرمن کو پیدا کر دیا۔

زروانیہ

اس کے بعد زروانیہ نام ایک دوسرا گروہ پیدا ہوا۔ ان لوگوں نے یہ بتایا کہ یزدان یعنے نور محض نے بہت سے روشن اور نورانی اشخاص پیدا کیے۔ اُن میں سب سے بڑا زروان تھا۔ زروان کو کسی امر میں شک ہوا بس اسی شک سے اہرمن پیدا ہوگیا بعض اس شک کی یہ تصریح کرتے ہیں کہ زروان اعظم نو ہزار نو سو ننانوے برس تک اولاد ہونے کی تمنا میں رہا مگر اولاد نہ ہوئی اس پر اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ معلوم ہوتا ہے اس عالم کی کچھ ہستی نہیں اسی شک نے اہرمن کو پیدا کیا جس حمل میں اہرمن تھا۔ اُسی میں ہرمز بھی تھا جو عالم خیر کا حاکم مختار ہے۔ ہرمز آگے تھا اور پیٹ سے نکلنے ہی کو تھا کہ اہرمن نے جلدی کر کے ماں کا پیٹ پھاڑ ڈالا! اور پہلے نکل آیا! اور ہرمز سے پہلے ہی عالم ارضی پر قابض و متصرف ہوگیا۔

مسنخیہ

ایک اور فرقہ جو مسنخیہ کہلایا اُس نے دعویٰ کیا کہ ابتداءً نور محض تھا۔ اُس کا کچھ حصہ مسخ ہو کر ظلمت بن گیا آخر کار نور و ظلمت اور یزدان و اہرمن کی پیچیدگیوں نے مجوس کو پورا پورا ثنوی المذہب بنا دیا۔ اس لیئے کہ وہ نور و ظلمت دونوں کو ازلی و ابدی قادر سمیع بصیر اور خالق بالذات ماننے لگے۔

دو خدا

اور اُن کے دو ممتاز و متضاد خدا بن گیئے۔

زروشت کا مقصد اصلی

معلوم ہوتا ہے کہ اسی غلطی کی اصلاح کے لئے زروشت دنیا میں آیا تھا جس نے حضرت رسالت سے تقریبًا ایک ہزار چوراسی سال پیشتر ۵۱۲ سنہ قبل مسیح میں وفات پائی۔ اسکی باتیں بھی تعلیمات نبوی سے ملتی جلتی معلوم ہوتی ہیں اس نے بتایا کہ مجھ سے پہلے انبیاء و ملوک گزر چکے ہیں جو مذہب حق بتاتے رہے۔

اسکی زندگی

اس کی ولادت تقدس اور معجزات کا عجیب و غریب نمونہ بتائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ

تیس برس کی عمر میں وہ مخلوق کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوا۔ اور کیانی دارائے عجم گشتاسپ اُس کا معتقد اور پیرو ہوگیا۔

اُس کی تعلیم

اس کی تعلیم یہ تھی کہ خدا کی عبادت کرو شیطان کو بُرا جانو۔ اچھے کاموں کو کرو۔ اور بُرے کاموں سے بچو۔ اُس کا دین[1] یہ تھا کہ یزدان اور خالق اوّل جس کی وجہ سے دنیا قائم ہے ازلی ہے۔ اگرچہ ازل کے معنی غیر محدود زمانے کے ہیں مگر مجوس کے نزدیک واجب الوجود اور علۃ العلل وہی ہے، اس غیر معین خالق سے دو اصلیں پیدا ہوئیں۔ ہرمز اور اہرمن۔ جن کا مظہر نور و ظلمت ہیں۔ یہ دونوں تخلیق کی قدرت رکھتے ہیں اور اپنی متضاد فطرتوں کے لحاظ سے نیکی و بدی کے مرکز ہیں[2]۔ انھیں کی نئی نئی ترکیبوں سے طرح طرح کی صورتیں پیدا ہوئیں۔ مگر اصل باری تعالیٰ وہ ہے جو خالق نور و ظلمت ہے۔ وحدہ لاشریک ہے۔ نہ کوئی اس کا ضد ہے نہ مثال! اور جائز نہیں کہ ظلمت کو اس کی جانب منسوب کیا جائے جیسا کہ زردادینہ کہتے ہیں لیکن نیکی۔ بدی صلاح و فساد۔ طہارت و نجاست سب نور و ظلمت کے امتزاج سے پیدا ہوئے۔ یہ باہم نہ ملتے تو عالم کا وجود نہ ہوتا۔ وہ ہمیشہ باہم لڑتے اور ایک دوسرے پر غالب آتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ انجام میں نور ظلمت پر اور خیر شر پر غالب آجائیں۔ تب نیکی اپنے مرکز اعلیٰ علیین میں چڑھ جائے گی۔ اور شر اپنے مرکز اسفل السافلین میں اتر جائیگا۔ خود باری تعالیٰ نے اپنے مصلحت سے جو اُسی کو معلوم ہے ان دونوں کو پیدا کردیا۔

بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ نور اصل ہے اور اس کا وجود حقیقی ہے۔ برخلاف اس کے ظلمت نور کے تابع ہے جیسے سایہ انسان کے ساتھ ہوتا ہے جو نظر تو آتا ہے مگر اصلیت دیکھو تو کچھ نہیں۔ چنانچہ یزدان نے نور کو بنایا اور ظلمت خود ہی اس سے پیدا ہوگئی اس لیے کہ ہر ہستی ضد کی متقاضی ہے۔ غرض اس خیال کی بنا پر خدا نے نور کو بنایا اور ظلمت اس سے تبعًا پیدا ہوگئی جس کا پیدا کرنا مقصود نہ تھا۔

پھر ثنویت کا زور۔

اِن عقائد و مسائل سے حق کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ گو کہ ان میں غلطیاں اور لغزشیں بھی نظر آتی ہیں۔ زردشت کے بعد پھر ثنویت کا زور رہا اور یزدان و اہرمن نیکی و بدی کے متقابل و ہم قوت خدامان لیے گئے[3]۔

---

[1] ملل و نحل شہرستانی صفحہ ۸، علامہ شہرستانی کی رائے میں زرتشت ایک فیلسوف تھا۔ [2] انحطاط و زوال روم مصنفہ گبن باب ۸

[3] ملل و نحل شہرستانی صفحہ ۸، ۹۹،

اور وجہ یہ ہوئی کہ سکندر نے جب دولت عجم کو تباہ کر دیا تو ساری مملکت عجم میں طوائف الملوکی ہوگئی اور جسطرح سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے اڑ گئے اسیطرح ملت مجوس بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہر گروہ اور ہر چھوٹی ریاست کا مذہب جداگانہ تھا یہاں تک کہ جب اردشیر بابکان نے جو ساسان اول کہلاتا ہے اور ۴۱۱ قبل محمد سنہ ۲۲۴ قبل مسیح ا میں دنیا سے رخصت ہوا۔ تمام منتشر ریاستوں کو فتح کر کے نئی سلطنت عجم قایم کی اور خاندان سلاطین کی بنیاد ڈالی تو اس بات کو بھی کوشش کی کہ دین زرتشتی کو زندہ کر دے۔

سکندر کا اثر۔

اردشیر بابکان

اس سے پیشتر کئی صدیوں تک مذہب مجوس یونانیوں اور پارتھیا والوں کی غلامی میں رہا تھا ذلت نے اس میں طرح طرح کے اختلافات پیدا کر دیے تھے۔ یونانی فلسفہ اور مغربی و مشرقی بت پرستی کا اس پر اثر پڑ گیا تھا۔ زرتشت کا نام لینے اور اس کا ادب کرنیوالے تو بہت تھے مگر ژند اوستا کی زبان کے مُردہ ہو جانے کے باعث اس کا صحیح مطلب سمجھنے والا کوئی نہ تھا چنانچہ اسی کتاب کے اصلی مطلب اور اس کے صحیح مفہوم کے بارے میں مجوس کے ستر فرقے لڑ رہے تھے اور سب کا عقیدہ جداگانہ تھا ایسی حالت میں اردشیر نے تاج و تخت پر قبضہ کر کے عام فرمان جاری کیا کہ تمام مقتدایان ملت زرتشتی اس کے دار السلطنت میں جمع ہوں۔ اسّی ہزار مقتدا ذوق و شوق سے جمع ہو گئے۔ اتنے ارکان دین کے مجمع میں کسی مسئلہ کا فیصلہ ہونا غیر ممکن تھا اس لیے پہلے ان میں سے چالیس ہزار دستور چھانٹ لیے گئے پھر ان چالیس ہزار نے اپنے میں سے چار ہزار دستوروں کو چھانٹ دیا۔ ان چار ہزار نے چار سو کو۔ چار سو نے چالیس کو۔ اور ان چالیس نے اپنے قائم مقام کی حیثیت سے سات بزرگوں کو منتخب کر دیا جو سارے مجوس میں زیادہ متقی و پرہیزگار اور صاحب علم و دانش تھے۔ آخر ان سات نے بھی اپنے میں سے ارداویراف نام ایک ایسے شخص کو چنا جس کی عظمت اور فضیلت میں کسی کو شبہ نہ تھا۔ اس کو باقیماندہ سات دستوروں نے بادۂ تند کے تین جام پلائے جن کو پی کے وہ بڑی دیر تک غافل و بدمست و محو خواب رہا۔ پھر آنکھ کھولی تو تمام معتقدین کے سامنے بادشاہ سے بیان کیا کہ سروش (فرشتہ) کے ساتھ میں نے آسمانوں کی سیر کی خدا سے مل آیا ہوں۔ اور وہاں سے معلوم کر لایا کہ مذہب حق کیا ہے۔ اس طرح اُس نے جو کچھ بتایا اُس کے مطابق مذہب زرتشتی کے عقائد و احکام از سر نو قایم و مرتب کیے گئے۔ سب نے اُن کو قبول کر لیا۔ اور وہی عقائد ساسان اوّل کے زمانے سے اصلی دین زرتشتی تسلیم کیے گئے۔

مجوسیت میں تفرقہ۔

اردشیر بابکان کی اصلاح۔

ارداویراف جستجوئے حق کا شاطریقہ۔

اب چند ہی روز میں سلطنت ساسانی کی عظمت سے مذہب مجوس کی قوت بہت بڑھ گئی شاہی نظم و نسق کی طرح تمام اضلاع و صوبہ جات میں ایک مذہبی حکومت بھی قایم تھی۔ اور دستور اعظم جو

مجوسیت کا عروج۔

بلخ میں رہتا تھا امام زمانہ یا زرتشت کا جائز جانشین تسلیم کیا جاتا۔ اس اثر نے دستوروں کو بڑی بڑی جائدادوں کا مالک کر دیا۔ اور میدیا کے زرخیز خطے کے سوا تمام صوبوں میں ایرانیوں کی آمدنی اور انکی تمام جائدادوں پر ایک عام مذہبی ٹکس عائد کر دیا گیا۔ یہ محصول ادا کرنا نہایت ہی ضروری اور دین کا فرض اولیں تھا۔ کیونکہ اُن کے ہاتھ میں اپنے دین کی یہ سند موجود تھی کہ "تمھارے مجوس کے الفاظ چاہے درختوں کے پتوں مینھ کے قطروں۔ آسماں کے تاروں اور ساحل کی بالُو کے ذروں سے بھی زیادہ ہوں مگر جب تک ان کو دستور نے نہ قبول کر لیا ہو۔ یہ سب بیکار ہیں۔ حصول نجات کے لیے لازم ہے کہ تم اپنی جائدادوں کا ٹکس ایمانداری کے ساتھ ادا کرتے رہو۔ تمھارا دستور تم سے خوش ہوگا تو تمھاری روح بھی دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گی"۔

چونکہ مقتدایان دین ہی قوم کے بچوں کو تعلیم دیتے۔ اور شاہی خاندان کے شہزادوں کی تعلیم اور نگرانی بھی انھیں کے ہاتھ میں تھی۔ لہٰذا اس اصول کو وہ بچپن ہی سے لوگوں کے ذہن نشین کر دیتے۔ اور ساری قلمرو میں کسی اور مذہب کے طریقے پر عبادت کرنے کی ممانعت تھی۔ اس کا انجام یہ تھا کہ سوا مجوس کے دولت ساسانی کی قلمرو میں شاذ و نادر ہی کسی اور مذہب کے لوگ باقی تھے۔

مذہب مانوی بعدازاں اسی قدیم زرتشتی مذہب سے پھوٹ کے دین مانوی پیدا ہوا۔ اُس کا بانی مانی ایک بڑا فلسفی اور عدیم المثال مصور تھا۔ اور ہمارے شعرا و ادیب اُس کے نام سے بخوبی واقف ہیں۔ مانی نے نور و ظلمت کے مسئلہ کو مجوسیت سے لیا۔ دونوں کو قادر مختار۔ سمیع و بصیر اور متصرف بالارادہ خدا مان لیا پھر اس عقیدے کو مسیحیت کا جامہ پہنایا۔ توراۃ اور انبیائے سلف کے برحق ہونے سے قطعاً انکار کیا۔ اور دعویٰ کیا کہ میں ہی وہ فارقلیط ہوں جس کے آنے کی حضرت مسیح پیشین گوئی کر گئے ہیں۔ مانوی مذہب چونکہ مجوسیت اور مسیحیت دونوں سے ماخوذ تھا۔ لہٰذا اُس نے ایران و روم دونوں سلطنتوں میں ہنگامہ مچا دیا۔ خود مانی ایران میں قتل ہوا مگر جو مذہب اُس نے پیدا کر دیا وہ ظہور اسلام کے بعد تک موجود تھا۔ اور یہ حالت تھی کہ اُس کے پیرو نہ خود کہیں چین سے بیٹھنے پاتے۔ اور نہ اور مذہب والوں کو چین سے بیٹھنے دیتے

مزدک مانویوں کی شورش ہنوز قایم تھی کہ نوشیروان عادل کے باپ قباد کے عہد میں مزدک نام ایک نیا بانی مذہب پیدا ہوا۔ نور و ظلمت اور یزدان و اہرمن کے مسئلہ میں وہ بھی تمام مجوسیوں اور مانویوں کا ہم خیال تھا مگر اتنی جدت تھی کہ وہ نور یعنے خالق خیر کو تو فاعل مختار اور عامل بالارادہ بتاتا۔ مگر ظلمت کے افعال کو

لہ انحطاط و زوال روم مصنفہ گبن باب ۳

کہتا کہ وہ محض خبط واتفاق ہیں۔ اس کا عقیدہ تھا کہ نور عالم وحساس ہے۔ اور ظلمت جاہل وعمی۔ مزدک کے مذہب میں ولیس بغض رکھنا اور لڑنا جھگڑنا قطعاً حرام تھا۔ اور ان باتوں کی باعث چونکہ اکثر دولت اور عورت ہوتی ہے اس لئے دونوں چیزوں کو اس نے سب پر یکساں طریقے سے حلال کردیا۔ اور کہدیا کہ پانی۔ ہوا۔ اور گھانس وغیرہ کی طرح ہر عورت اور دولت سے سارے آدمیوں کو نفع اور لطف اٹھانے کا یکساں حق حاصل ہے۔ اس عقیدے نے زنا کو مطلقاً حلال کردیا۔ اور ظاہر ہے کہ قباد کے عہد میں جبکہ یہ دین سلطنت کا مذہب بن گیا تھا کوئی عورت اور کسی گھرانے کی بہو بیٹیاں بے آبروئی سے نہ بچ سکی ہونگی۔ اور اس شرکت عام نے لوگوں میں کیسے کیسے جھگڑے اور فساد پیدا کردیے ہونگے نوشیروان عادل نے اپنے عہد میں مزدک اور مزدکیوں کو قتل کیا۔ اور حضور سرور عالم کے زمانے تک مزدکیوں کے قتل کا سلسلہ جاری تھا۔

مے کشی ثواب تھی۔

بلکہ ایران میں سب سے بڑی بداخلاقی کی چیز یہ تھی کہ مے کشی جائز ہی نہیں موجب برکت ثواب سمجھی جاتی۔ ان کا پیغمبر جمشید شراب کا موجد مانا جاتا۔ دوسرے بعد والے پیغمبر بھی شراب شیراز کے مزے لوٹنے میں کسی رند سبوکش سے پیچھے نہ تھے۔ پھر اسی بادۂ ناب کے جام تند نے آخری محقق دین ارداویراف کو خدا کے فرشتے سے ملایا۔ آسمان پر پہونچایا۔ اور خدا کا ہم نشین وہم کلام بنایا گیا تھا۔ اس کا انجام یہ تھا کہ پیروان ملت مجوس میں مے خواری کی کوئی حد ونہایت نہ رہی۔ بادشاہ سے لے کے ادنیٰ دریوزہ گر تک۔ آزاد اور رند مشرب سے لے کے مقدس دستور اور زاہد مرتاض تک سب بدمست اور از خود رفتہ رہتے۔ اس کے نتیجے میں ظاہر ہے کہ تمام ملک اور ساری قوم سے کیسے اخلاقی وتمدنی جرم سرزد ہوتے رہتے ہوں گے۔ اور غالباً شراب اور بدمستی کی کثرت نے یہ قیامت کی کہ محرمات ابدیہ

محرمات ابدیہ کی حلت

یعنی ماں بہن۔ بیٹی بھتیجی۔ پوتی۔ نواسی۔ سب کو حلال کردیا۔ اور زن ومرد کے تعلقات میں چھوٹے بڑے اور حلال وحرام کا کوئی امتیاز نہ باقی رہا۔ جس قوم میں شراب ثواب اور ماں بیٹی سے مقاربت حلال طیب ہو۔ اس کی جو اخلاقی حالت ہوگی۔ اور اس میں شہوت پرستی نے جو بہیمیت کی شان پیدا کرلی ہوگی ظاہر ہے۔

مجوسیت میں آپ کی اصلاح۔

مجوس کے ان تمام مشرکانہ عقائد۔ غیر منفصل جھگڑوں۔ اور ان کی بداخلاقیوں اور بدکاریوں کی اصلاح کے لیے آپ نے فرمایا کہ شیطان بیشک بندوں کو بہکاتا اور خراب کرتا ہے مگر وہ کوئی خدا کے مقابل کا خدا نہیں۔ بلکہ اس کا ایک گنہگار اور راندۂ دربار بندہ ہے۔ بندوں کی آزمائش کے لیے خدا نے اس کو زندہ رہنے دیا ہے۔ قیامت کے دن پکڑ کے سزا دے گا۔ اور اس کے ساتھ اس کے

تمام پیرو بھی جہنم میں جائیں گے۔ شراب ام الخبائث ہے لہٰذا اس کا پینا حرام ہے۔ اور وہ ایسی نجس و ناپاک ہے کہ ہاتھ کو چھو بھی جائے تو بغیر تین بار ہاتھ دھوئے ہاتھ پاک نہیں ہو سکتا۔ زنا بہت بڑا جرم ہے۔ زانی سنگسار کیا جائے۔ ماں بہن بیٹی اور تمام نزدیک کی قرابت رکھنے والی عورتیں مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہیں جو کسی طرح اور کسی حال میں حلال نہیں ہو سکتیں۔

اصلاح انسان میں مسیحیت و مجوسیت کی ناکامی۔

ان دونوں مذہبوں مسیحیت اور مجوسیت نے اپنی غلطیوں اور باہمی جھگڑوں کی وجہ سے بالکل ثابت کر دیا تھا کہ نوع انسانی کی اصلاح میں ان کو قطعاً ناکامی ہو چکی۔ بلکہ ان کے ذریعے سے فتنوں کی ایسی بنیاد پڑ گئی کہ اُن کو جس قدر زیادہ قیام ہوگا اُسی قدر دنیا میں بدامنی و بداخلاقی بڑھتی جائے گی۔

بنائے اصلاح توحید۔

ان تمام خرابیوں کے دور کرنے کے لیے حضور سرور عالم نے ایک ایسے مسلم الثبوت اور مقبول عام عقیدے کو پیش فرمایا جس میں کسی کو عذر کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ وہ عقیدہ توحید یعنے خدا کو قادر مطلق اور وحدہٗ لاشریک تسلیم کرنا تھا جس پر سارے عالم کی اصلاح کی بنیاد قرار دی جا سکتی تھی۔

روم و ایران کی مذہبی و تمدنی ابتری کا تقاضا یہی تھا کہ ایک پیغمبر مبعوث ہو کر اپنے الہامی کلمات شفا اور وحی ربانی کی اعانت سے دنیا کی اصلاح کرے اور ساری نوعِ انسانی کو تباہی سے بچائے۔ آپ ہنوز عربوں ہی کی اصلاح میں مصروف تھے اور ان کو ایک ایسی خدا ترس اور حق پرست قوم بنا رہے تھے کہ ساری دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے کہ ناگہاں روم و عجم کی سلطنتوں نے خود ہی اپنے آپ کو پیش کر دیا۔

رومیوں کی طرف سے چھیڑ۔

رومیوں نے کوشش کی کہ عرب کے امن و امان میں فرق ڈال کے آپکی تبلیغ کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

خسرو عجم کا تمرد

خسرو پرویز تاجدار عجم نے آپ کا نامۂ تبلیغ و ہدایت پھاڑ ڈالا۔ آپ کی گرفتاری کا حکم جاری کیا اور دولت عجم کے والی عراق نے سرحدی عربوں پر جو مسلمان ہو چکے تھے جور و ستم شروع کر دیا۔ اور عربوں کو خواہ مخواہ اس کی طرف توجہ کرنا پڑی۔

عربوں کا میدان میں آنا

اس اثنا میں حضور سرور عالم نے سفر آخرت فرمایا مگر اہل عرب کو ایک ایسی قوم بنا کے چھوڑ گئے جو اپنی نیکوکاری اور خدا شناسی کی بدولت بہ آسانی سارے عالم کی اصلاح کا کام اپنے ذمے لے سکتی تھی چنانچہ اس دینی اخلاقی اور تمدنی فرض ادا کرنے کے لیے وہ جوش و خروش سے اٹھ کھڑے ہوئے اور تیس ہی برس کی مدت میں اس وقت کی ساری مہذب دنیا اُن کے زیر نگیں تھی۔ سو رہائے سندھ کے کنارے سے بحر اوقیانوس تک ہر جگہ وہ توحید کے نعرے لگا رہے تھے۔ قرآن خوانی کے مدارس توحید جاری تھے۔ اور قومیں کی قومیں ان کے اثر سے خدا پرست مہذب اور متمدن بنتی چلی جاتی تھیں۔

مگر افسوس کہ جن اصول پر آپ نے جہاد اور تبلیغ کا سلسلہ جاری فرمایا تھا وہ ایک چوتھائی صدی

تک بھی اچھی طرح نہ چل سکے۔ اس لیے کہ فتحمند عربوں میں دولتمندی اور حکومت نے باہمی جھگڑے پیدا کر دیئے۔ آپس میں لڑائیاں ہونے لگیں اور انجام یہ ہوا کہ اُنکی لڑائیوں اور فوج کشیوں میں تبلیغ دین اور اشاعتِ توحید کا وہ خلوص نہیں باقی رہا۔ بلکہ اب اُن کا جہاد ذاتی شوکت و عظمت حاصل کرنے کے لیے تھا۔ نہ دین کی خدمت اور اقوام و امم عالم کو حضرت رسول آخر الزماں کا پیام توحید پہونچانے کے لئے۔

تاہم اس چوتھائی صدی کی کارروائیوں میں چونکہ خلوص تھا اور بالکل آپ کی ہدایت و تعلیم کے مطابق تھیں لہٰذا اس کی برکت سے دین اسلام ساری دنیا میں پھیل گیا۔ مسلمانوں کی بڑی بڑی باعظمت و جبروت سلطنتیں قائم ہوگئیں اور مغربی و شمالی یورپ کے سوا پُرانی دنیا کا کوئی ملک نہ رہا جہاں اسلام کے پیرو نہ موجود ہوں۔

اسلام کی انھیں برکتوں کا دکھانا ہماری اس تاریخ کا مقصود اصلی ہے۔ لہٰذا آیندہ ابواب میں بہ تفصیل بتائیں گے کہ آغوش نبوت میں پرورش پائی ہوئی قوم عرب نے کس طرح دنیا کو فتح کیا۔ ساری دنیا پر اپنا کیا اثر ڈالا۔ اور فاتح اور دولتمند بننے کے بعد پھر اُن میں وہ تبلیغ حق کا جوش خود پرستی اور دنیوی عیش سے کیونکر مبدّل ہوگیا۔

ہمارا اصلی مقصد۔

باب سوم

عہد صدیق اکبرؓ

پہلی فصل

حضرت صدیق کی خلافت اور مرتدوں کی شورش

شیعوں سنیوں کا اختلاف۔ ہمارا جادۂ تحریر۔ مورخین اہل سنت کی پیروی۔ آپ نے کسی کو نامزد نہیں کیا۔ خلافت کا جھگڑا۔ انصار۔ بنی ہاشم۔ عام مہاجرین۔ بنی ساعدہ کا چھتا۔ باہمی بحث اور رد و بدل۔ ایک بے نفس انصاری۔ ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت خلافت۔ انصار کا بھی بیعت کرنا۔ عام بیعت صدیقؓ۔ حضرت علی کی خاموشی۔ شکایت اور بیعت کرنا۔ حضرت علیؓ کمزور نہ تھے۔ پہلا خطبۂ خلافت۔ جیش اسامہ کی روانگی۔ مجاہدین کو نصیحتیں۔ صدیق اکبرؓ کا تدبر عام ارتداد۔ اہل مکہ ارتداد سے بچ گئے۔ اور اہل طائف بھی۔ صدیق اکبرؓ کا طرز عمل مرتدوں کی یورش۔ ان کا وفد مدینے میں۔ حضرت صدیق کا استقلال۔ مدینے کی حفاظت۔ مدینے پر حملہ۔ مرتدوں کو پہلی شکست۔ اسامہ کی واپسی۔ حضرت صدیق کا حملہ مرتدوں پر۔ اور فتح مسلمانوں کا ایک نقصان۔ سارے مرتد عرب پر فوج کشی۔ خود ابوبکر کا ارادۂ جہاد۔ اور اس سے روکا جانا۔ سپہ سالاروں کے نام فرمان ہدایت۔ عام رعایا کو تنبیہ۔

یہ بڑے افسوس کی بات اور مسلمانوں کی سخت ترین بدنصیبی ہے کہ پیغمبر برحق حضور سرور عالم کی آنکھ بند ہوتے ہی ان میں اختلاف پڑ گیا۔ اور جوں جوں زمانہ گذرتا گیا وہ اختلاف زیادہ مضر اور خطرناک ثابت ہوتا گیا آنحضرت کی جانشینی کے متعلق شیعوں اور سنیوں میں سخت اختلاف ہے۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آپ نے بصراحت حضرت علی کو اپنا وصی اور جانشین منتخب فرما دیا تھا جس کے متعلق

شیعوں سنیوں کا اختلاف۔

وہ اپنی روایتوں سے متعدد ثبوت پیش کرتے ہیں۔ اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ آپ نے خلافت کیلئے
صراحتہً کسی کو نامزد نہیں فرمایا تھا اور یہ امت محمدی کا کام تھا کہ جس کسی کو چاہے خلیفۂ رسول منتخب
کرلے۔ ان دونوں فریقوں میں جو ردّ وقدح ہوتا رہا ہے ہم اُس میں پڑنا نہیں چاہتے اور نہ مناقب
ومطاعن سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔ ہم بحیثیت مورخ اسلام فقط یہ بیان کریں گے کہ فی نفس الامر
آپ کے بعد کیا ہوا۔ اور سب نے نہیں تو مسلمانوں کے غالب گروہ نے کس کو آپ کا جانشین تسلیم کرلیا۔

مشہور مورخین اور قدیم مستند اہل سیر اہل سنت میں سے ہیں اور انھیں کی پیروی میں یہ تاریخ لکھی گئی ہے
چنانچہ ہم حضرات اہل شیعہ کے روایات وخیالات سے قطع نظر کرکے محض سنی مورخین ومحدثین کے نقش قدم پر چلیں گے
ان مورخین کے نزدیک یہ امر طے شدہ ہے کہ آپ نے کسی خاص شخص کو خلافت کے لئے نامزد
نہیں فرمایا تھا۔ تمام صحابہ خصوصاً حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ زندگی بھر ہر معاملے میں آپ کی ایسی
بے عذر فرماں برداری کرتے رہے تھے اور بعد بھی ایسے خلوص کے ساتھ آپ ہی کی پیروی کو دین
وایمان سمجھتے رہے کہ یہ غیر ممکن نظر آتا ہے کہ آپ نے کسی کے لیے جانشینی کی وصیت کی ہوتی اور
وہ اس کے ظاہر کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ذرا سا بھی تامل کرتے۔

اسامہ بن زید کی مہم روانہ فرمانے کو جس میں ابوبکر وعمر بھی شریک کیے گئے تھے اس پر محمول کرنا کہ
آپ انتخاب جانشینی کے وقت ابوبکر وعمر یا حضرت علی کے مخالفین کو مدینے سے ہٹانا چاہتے تھے
یا وفات سے پیشتر جو آپ نے کوئی وصیت تحریر فرمانے کے لیے قلم دوات کاغذ مانگا تھا۔ اور عمر فاروقؓ
نے نہیں دینے دیا اس سے یہ سمجھنا کہ آپ حضرت علی کے لیے سند جانشینی تحریر فرمانا چاہتے تھے محض
قیاسات ہیں اور بہت ہی بعید از عقل جن سے معاذ اللہ خود حضور سرور عالم کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے
بلکہ آپ پر یہ الزام قایم ہوجاتا ہے کہ مخالفوں کے غلبہ سے مرعوب ہوکر آپ نے ایک اہم فرض
تبلیغی کو مخفی رکھا اور زبان سے نہ نکالا۔ علاوہ بریں ان قیاسات سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ
زمانہ وفات سے پیشتر آپ نے کسی کے بارہ میں کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی جو علمائے شیعہ کے مسلمات
کے خلاف ہے۔ پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو اس بات سے کون چیز مانع تھی کہ صحابہ کے مجمع عام
کے سامنے صاف صاف الفاظ میں فرما دیتے کہ میرے بعد علی جانشین ہوں۔ کیا وہ لوگ
جو زندگی بھر اطاعت کرتے رہے اور آپ کے ہر حکم پر چلنے کو مایۂ فلاح دنیا وآخرت سمجھتے تھے
اس حکم کی تعمیل میں ذرا بھی تامل کرتے؟ اور اگر ایسا کرنا چاہتے بھی تو بھلا یہ ممکن تھا کہ سارے
مسلمان ان کی ایسی جرات کو گوارا کرلیتے۔ یہ قیاس سے باہر ہے کہ حضور رسول اکرم جنھوں نے زندگی بھر

کسی معاملے میں کسی کی رو رعایت نہیں کی تھی وفات کے وقت اس قدر کمزور ہو گئے کہ خود اپنے پیروؤں کی مروت یا اُن کے دباؤ سے ایک اہم ترین فرض کو ظاہر نہ فرما سکے اور ایسے معاملے کو تشنہ چھوڑ دیا جس پر نظام امت اور فلاح اسلام کا دارومدار تھا۔

سقیفہ بنی ساعدہ

اسی حالت میں کہ مہاجرین مسجد نبوی میں جمع تھے ایک شخص نے آکر کہا کہ انصار سقیفۂ بنی ساعدہؓ میں فراہم ہو کر خلافت کے بارہ میں مشورہ کر رہے ہیں۔ اگر تم کو امت کے بچانے کی ضرورت ہے تو بچا لو قبل اس کے کہ کام ہاتھ سے نکل جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ ہم کو اپنے بھائیوں انصار کے پاس چلنا چاہئیے۔ چنانچہ دونوں صاحب روانہ ہوئے راستہ میں حضرت ابو عبیدہؓ بھی شامل ہو گئے۔ آگے بڑھے تو دو انصاری ملے اور پوچھا کہاں جاتے ہو۔ فاروق اعظم نے جواب دیا انصار کے جلسے میں انصاریوں نے کہا وہاں نہ جائیے۔ مہاجرین کو اپنا معاملہ خود طے کر لینا چاہئیے۔ حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر کہا کہ ہم ضرور جائیں گے۔ اس موقع پر یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہو رہا تھا جب انصار سقیفے میں جمع ہو لیے تو سب سے اوّل حضرت سعد بن عبادہ نے خطبہ دیا۔ پہلے حمد و ثناء الٰہی بیان کی پھر کہا :۔

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَكُمْ سَابِقَةٌ فِي الدِّيْنِ وَفَضِيْلَةٌ فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَتْ لِقَبِيْلَةٍ مِنَ الْعَرَبِ أَنَّ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَبِثَ بِضْعَ عَشَرَةَ سَنَةٍ فِي قَوْمِهِ يَدْعُوْهُمْ إِلَى عِبَادَةِ الرَّحْمٰنِ وَخَلْعِ الْأَنْدَادِ وَالْأَوْثَانِ فَمَا آمَنَ بِهِ مِنْ قَوْمِهِ إِلَّا رِجَالٌ قَلِيْلٌ وَكَانَ مَا كَانُوْا يَقْدِرُوْنَ عَلَى أَنْ يَمْنَعُوْا رَسُوْلَ اللهِ وَلَا أَنْ يُعِزُّوْا دِيْنَهُ وَلَا أَنْ يَدْفَعُوْا عَنْ أَنْفُسِهِمْ ضَيْمًا عَمُّوْا بِهِ حَتّٰى إِذَا أَرَادَ بِكُمُ الْفَضِيْلَةَ سَاقَ إِلَيْكُمُ الْكَرَامَةَ

اے گروہ انصار تم کو دین میں وہ سبقت اور اسلام میں وہ فضیلت حاصل ہے جو عرب کے کسی قبیلہ کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد علیہ السلام اپنی قوم میں کچھ اوپر دس برس رہ کر اس کو خدا کی عبادت اور بت پرستی کے ترک کی جانب بلاتے رہے۔ مگر باستثناء قلیل انکی قوم میں سے کوئی ایمان نہ لایا۔ جو ایمان لائے انھیں اتنی قوت نہ تھی کہ رسول اللہ کی حفاظت کرتے دین کا اعزاز بڑھاتے اور اپنے آپ سے ظلم اعدا کو دفع کرتے جن میں سب مبتلا تھے۔ یہاں تک کہ جب اللہ کو منظور ہوا کہ تم کو عزت دے تو اس نے تم کو شرف بخشا فضیلت کے ساتھ مخصوص فرمایا اور

ع حسب تقیفہ مجبرا اتفاقی مولوی عبدالحلیم صاحب کے مضمون کے عوض یہ مضمون کتاب سیرۃ الصدیق مولفہ مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی سے شامل کیا گیا۔ سعد بن عبادہ و حضرت ابوبکر کے پہلے خطبے کے الفاظ تاریخ طبری مطبوعہ یورپ میں موجود ہیں۔

وَخَصَّكُمْ بِالنِّعْمَةِ فَرَزَقَكُمُ اللّٰهُ الْإِيْمَانَ بِهٖ وَبِرَسُوْلِهٖ وَالْمَنْعَ لَهٗ وَلِأَصْحَابِهٖ وَالْإِعْزَازَ لَهٗ وَلِدِيْنِهٖ وَالْجِهَادَ لِأَعْدَائِهٖ وَكُنْتُمْ أَشَدَّ النَّاسِ عَلٰى عَدُوِّهٖ مِنْكُمْ وَأَثْقَلَهٗ عَلٰى عَدُوِّهٖ مِنْ غَيْرِكُمْ حَتّٰى اسْتَقَامَتِ الْعَرَبُ لِأَمْرِ اللّٰهِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَأَعْطَى الْبَعِيْدُ الْمَقَادَةَ صَاغِرًا دَاخِرًا حَتّٰى أَثْخَنَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِرَسُوْلِهٖ بِكُمُ الْأَرْضَ وَدَانَتْ بِأَسْيَافِكُمْ لَهُ الْعَرَبُ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ وَهُوَ عَنْكُمْ رَاضٍ وَبِكُمْ قَرِيْرُ عَيْنٍ اسْتَبِدُّوْا بِهٰذَا الْأَمْرِ دُوْنَ النَّاسِ، فَإِنَّهٗ لَكُمْ دُوْنَ النَّاسِ۔

اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ نیز اس امر کی کہ تم رسول اللہ اور ان کے اصحاب کی حفاظت کرو۔ اُن کا اور اُن کے دین کا اعزاز بڑھاؤ اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو۔ اس کے بعد تم ان کے دشمنوں پر (خواہ وہ تم میں سے تھے یا تمہارے غیر) سب سے زیادہ سخت اور بھاری ہوگئے یہاں تک کہ تمام عرب کے سر حکم الٰہی کے سامنے طوعًا و کرہًا جھک گئے۔ اور تمہاری تلواروں نے عرب کو فرماں بردار بنا دیا اور تمہارے ذریعے سے خداوند تعالیٰ نے سرزمین عرب کو مطیع۔ خداوند تعالیٰ نے انخود (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) وفات دی اور وہ تم سے راضی و خوش تھے (خلافت کی نسبت) پورا اصرار کرو وہ تمہارا حق ہے نہ کہ اوروں کا۔

اس خطبے کے ختم ہوتے پر تمام مجمع نے تحسین کی اور کہا ہم تمہاری رائے پر عمل کریں گے۔ تم ہم میں سے سر برآوردہ ہو اور صلحائے مومنین کے محبوب۔ اس کے بعد باہم بحث و گفتگو ہوتی رہی دوران بحث میں کسی نے کہا کہ اگر مہاجرین نے اپنا یہ دعویٰ پیش کیا کہ ہم مہاجرین اور اولین صحابہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و رفیق پھر تم کس طرح ہمارے مقابلہ پر دعویٰ کرتے ہو تو ہمارا جواب کیا ہوگا اس پر کسی نے کہا کہ ہم یہ جواب دیں گے:۔

اِذًا مِنَّا أَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيْرٌ

اس صورت میں ایک امیر ہم میں سے ہو ایک تم میں سے اس کے بغیر ہم کبھی راضی نہ ہوں گے یہ سنکر حضرت سعد نے کہا کہ یہ پہلی کمزوری ہے یہ مکالمہ ہو رہا تھا کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور ابوعبیدہ وہاں پہونچے۔ دیکھا کہ ایک آدمی چادر اوڑھے لیٹا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا یہ کون ہے۔ کسی نے کہا سعد بن عبادہ

اس طرح کیوں لیٹے ہیں۔؟

بیمار ہیں"

اس سوال و جواب کے بعد تینوں صاحب بیٹھ گئے۔ اُن کے بیٹھ جانے پر انصار کا ایک خطیب کھڑا ہوا اور اس نے انصار کے حقوق و فضائل پوری تفصیل کے ساتھ بیان کئے۔ اسی طرح متعدد انصاریوں نے خطبے دیئے۔ جب اُن کے سب خطیب سلسلۂ کلام ختم کر چکے تو حضرت عمر نے خطبہ دینا چاہا (جس کو پہلے سے سوچ چکے تھے) حضرت ابوبکر نے کہا ٹھہرو وہ رُک گئے۔ صدیق اکبر نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا۔ اوّل حمد و ثنائے الٰہی بیان کی پھر کہا:۔

إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا رَسُوْلًا إِلٰى خَلْقِهٖ وَشَهِيْدًا عَلٰى أُمَّتِهٖ لِيَعْبُدُوا اللهَ وَيُوَحِّدُوْهُ وَهُمْ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ آلِهَةً شَتّٰى وَيَزْعُمُوْنَ أَنَّهَا لَهُمْ عِنْدَهٗ شَافِعَةٌ وَلَهُمْ نَافِعَةٌ إِنَّمَا هِيَ مِنْ حَجَرٍ مَنْحُوْتٍ وَخَشَبٍ مَنْجُوْرٍ ثُمَّ قَرَأَ "وَيعبدون من دون الله ما لا يضرهم ولا ينفعهم ويقولون هٰؤلاء شفعاؤنا عند الله" وقالوا "ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى"، فعظم على العرب ان يتركوا دين آبائهم فخص الله المهاجرين الاولين من قومه بتصديقه والايمان به والمواساة له والصبر معه على شدة اذى قومهم لهم وتكذيبهم اياهم وكل الناس لهم مخالف زار عليهم فلم يستوحشوا لقلة عددهم وشنف

واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے محمدؐ کو اپنی مخلوق کے پاس رسول اور انکی اُمّت کے واسطے راہنما بنا کر بھیجا اس غرض سے کہ بندے اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کا اقرار کریں حالت یہ تھی کہ لوگ متفرق معبودوں کو اس خیالِ خام سے پوجتے تھے کہ وہ اللہ کے سامنے اُن کے شفیع بن کر نفع پہنچائیں گے ان معبودوں کی حقیقت یہ تھی کہ چوب و سنگ سے تراش لئے گئے تھے پھر آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے) اور وہ لوگ اللہ کے سوا ایسے معبود پوجتے ہیں جو نہ نقصان پہونچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمارا قرب بارگاہ الٰہی میں بڑھائیں نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں کو اپنا دین آبائی کا چھوڑنا گراں گزرا اس وقت اللہ تعالیٰ نے رسول کی قوم میں سے مہاجرین اوّلین کو یہ خصوصیت بخشی کہ انھوں نے آپکی تصدیق کی اور ایمان لائے خدمت کے لئے کمربستہ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سخت مصیبتیں جھیلیں اُس حالت میں کہ تمام آدمی اُن کو جھٹلاتے تھے اور

الناس لهم واجماع قومهم عليهم فهما ول من عبد الله فى الارض وامن بالله وبالرسول وهم اوليائه وعشيرته واحق الناس بهذا الامر من بعده ولا ينازعهم فى ذلك الا ظالم وانتم يا معشر الانصار من لا ينكر فضلهم فى الدين ولا سابقتهم العظيمة فى الاسلام رضيكم الله انصاراً الدينه و رسوله وجعل اليكم هجرته وفيكم جلة ازواجه واصحابه فليس بعد المهاجرين الاولين عندنا بمنزلتكم فنحن الامراء وانتم الوزراء لا تفتاتون بمشورة ولا نقضى بدونكم الامور

دشمن جانی ہو رہے تھے وہ اس سے باوجود اپنی قلت اور دشمنوں کی سختی کے گھبرائے نہیں۔ لہذا یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے سب سے اوّل روئے زمین پر اللہ کی عبادت کی اور رسول پر ایمان لائے اسی کے ساتھ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقا اور کنبے والے ہیں اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار سوائے ظالم کے اس معاملہ میں اُن سے کوئی شخص نزاع نہیں کر سکتا اے معشر الانصار تمہاری دینی فضیلت اور اسلامی شرف سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ تم کو اللہ نے اپنے دین اور رسول کی مدد کے واسطے انتخاب کیا اپنے رسول کو تمہاری پناہ میں ہجرت کے بعد بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ازواج واصحاب تم میں ہیں لہذا مہاجرین اولین کے بعد تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے پس ہم امرا ہیں تم وزرا تم اپنے مشورہ پر شبہ مت کرنا ہم بغیر تمہارے مشورہ کے معاملات طے نہیں کریں گے

ایک روایت کے بموجب آخر میں یہ کہا۔

وقد رضيت لكم احد هذين الرجلين ايهما شئتم۔

میں ان دونوں میں سے جس ایک کو تم چاہو انتخاب کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر حضرت ابوعبیدہ اور حضرت عمر کی طرف اشارہ کیا اور دونوں کے مختصر فضائل بیان کئے۔ انصار اس کے بعد بھی جوش کے ساتھ اپنے حقوق بیان کرتے رہے آخر کار حضرت ابوعبیدہ نے کہا۔

يا معشر الانصار انكم اوّل من نصر وآزر فلا تكونوا اوّل من بدّل وغيّر

اے گروہ انصار تم نے مدد اور قوت پہونچانے میں سبقت کی تھی لہذا تغیر تبدل کرنے میں سبقت نہیں کرنی چاہئے۔

یہ سُن کر دو جلیل القدر انصاری یعنی حضرت زید بن ثابت اور حضرت بشیر بن سعد نے

اپنے فریق کو سمجھایا۔ اور حضرت زید بن ثابت نے کہا:۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان من المهاجرین فان الامام یکون من المهاجرین ونحن انصاره کما کنا انصار رسول الله صلی الله علیه وسلم

یہ واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمرۂ مہاجرین میں تھے پس ضرور ہے کہ امام بھی مہاجرین میں سے ہو اور ہم اس کے اسیطرح مددگار ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

حضرت بشیر بن سعد نے کہا:۔

یا معشر الانصار انا والله لئن کنا اولی فضیلة فی جهاد المشرکین وسابقة فی هذا الدین ما اردنا به الا رضا ربنا وطاعة نبینا والکدح لانفسنا فما ینبغی لنا ان نستطیل علی الناس بذلك ولا نبتغی به من الدنیا عرضا فان الله ولی المنة علینا بذلك الا ان محمدا صلی الله علیه وسلم من قریش وقومه احق به واولی وایم الله لا یرانی الله انازعهم هذا الامر ابدا فاتقوا الله ولا تخالفوهم ولا تنازعوهم

اے گروہ انصار اگر ہم نے مشرکوں کے جہاد میں سب سے زیادہ فضیلت حاصل کی اور دین میں عزت تو اس سے مقصود صرف اللہ کی رضا اور اپنے نبی کی طاعت اور خود اپنے لئے کسب عمل تھا ہم کو روا نہیں کہ ہم اس کو دوسرے آدمیوں کے حقوق میں دست اندازی کا ذریعہ بناویں نہ اسکے عوض ہم کو جاہ دنیا طلب کرنا چاہئے۔ خدا ہم کو اس کی جزا دیگا۔ خوب سمجھ لو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریشی تھے اُنکی قوم اُن کی جانشینی کی سب سے زیادہ مستحق و اہل ہے۔ میں بالقسم کہتا ہوں کہ خدا مجھ کو کبھی نہ دیکھے گا کہ میں نے اس بارہ میں نزاع کروں پس تم خدا سے ڈرو۔ اور اُنسے مخالفت در جھگڑا نہ کرو۔

حضرت بشیر کی گفتگو ختم ہونے پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ عمر اور ابوعبیدہ موجود ہیں انمیں سے جس سے چاہو بیعت کر لو۔ دونوں نے کہا:۔

لا والله لا نتولی هذا الامر علیك فانك افضل المهاجرین وثانی اثنین اذ هما فی الغار وخلیفة رسول الله علی الصلوة والصلوة افضل دین المسلمین فمن ذا ینبغی له ان یتقدمك او یتولی هذا الامر علیك ابسط یدك نبایعك۔

نہیں قسم رب کی اس معاملہ میں ہم تم پر سبقت نہیں کر سکتے تم افضل مہاجرین ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار اور خلیفہ نماز اور نماز مسلمانوں کے دین میں سب سے بڑھ کر ہے پس یہ کس کو زیبا ہے کہ وہ تم پر مقدم ہو یا تمہارے ہوتے ہوئے خلافت کا متولی بنے ہاتھ بڑھاؤ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں۔

جس وقت ان دونوں صاحبوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کا ارادہ کیا حضرت بشیر بن سعد انصاری نے سبقت کر کے سب سے اوّل بیعت کی ان کے بعد حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ نے پھر تو یہ عالم ہوا کہ تمام مجمع بیعت پر ٹوٹ پڑا اور خوف ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ جو بوجہہ مرض مجمع کے اندر لیٹے ہوئے تھے کچل نہ جائیں۔ جب بیعت کی خبر جلسہ کے باہر پہونچی تو ہر طرف سے آدمی جوق جوق آنے لگے۔ یہاں تک کہ گلیاں اُن کے ہجوم سے بھر گئیں یہ بیعت خاصہ تھی۔

بیعت عامہ

اگلے روز سہ شنبہ کو بیعت عامہ ہوئی۔ مسجد نبوی میں مسلمان جمع ہوئے۔ اوّل حضرت عمر نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا۔

كنت ارجوان يعيش رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يدبرنا فان يك محمدًا صلى الله عليه وسلم قد مات فان الله قد جعل بين اظهركم نورًا تهتدون به هدى الله محمدًا صلى الله عليه وسلم وان ابابكر صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وثانى اثنين وانه اولى المسلمين بامور كم فقوموا فبايعوه

میری یہ توقع تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے بعد تک زندہ رہیں گے لیکن اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو تمہارے پاس وہ نور موجود ہے۔ (قرآن) جو تم کو راستہ دکھائیگا جس پر اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چلایا تھا اور ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رفیق غار ہیں اور وہ سب مسلمانوں سے زیادہ تمہارے معاملات کے انصرام کے اہل ہیں اب اٹھو اور ان سے بیعت کرو۔

حضرت عمر نے کلام بالا ختم کر کے حضرت ابوبکر سے اصرار کیا کہ منبر پر بیٹھیں مگر وہ انکار کرتے رہے۔ آخر حضرت فاروق کا اصرار غالب آیا اور حضرت ابوبکر منبر پر بیٹھے لیکن اس مقام سے ایک درجہ نیچے جہاں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے جلوس منبر کے بعد عام طور پر مسلمانوں نے بیعت کی (بایعہ الناس عامۃ) بعد بیعت حضرت ابوبکر نے کھڑے ہو کر خطبۂ خلافت دیا۔ اوّل حمد وثنائے الٰہی بیان کی پھر کہا۔

اما بعد ايها الناس فوالله ما كنت حريصًا على الامارة

بعد حمد الٰہی اے آدمیو واللہ مجھکو ہرگز امیر بننے کی حرص نہ کبھی دن میں تھی نہ رات میں اور نہ میرا

يوماً ولا ليلة قط ولا كنت راغباً فيها ولا سألتها الله عزّ وجلّ في سرٍّ وعلانيةٍ ولكني اشفقت من الفتنة ولكن كلفت امراً عظيماً مالي به طاقة ولا يد الا بتقوية الله عزّ وجلّ ولوددت انّ اقوى الناس عليها مكاني اليوم انّي قد وليّت عليكم ولست بخيركم فان احسنت فاعينوني وان اسأت فقوموني الصدق امانةٌ والكذب خيانةٌ والضعيفُ فيكم قويٌّ عندي حتّى ازيح عليه حقه ان شاء الله والقويُّ منكمُ ضعيف حتّى آخذ الحقّ منه ان شاء الله لايدعُ قومٌ الجهاد في سبيل الله الّا ضربهم الله بالذل ولايشيع الفاحشة في قوم قط الا عمّهم الله بالبلاء اطيعوني ما اطعت الله ورسوله فاذا عصيت الله ورسوله فلا طاعة لي عليكم قوموا الى صلوتكم يرحمكم الله تعالےٰ۔

ہے میلان اس کی جانب تھا۔ اور نہ میں نے اللہ ظاہر یا پوشیدہ اس کیلئے دعاء کی البتہ مجکو یہ خوف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو مجکو حکومت میں کچھ راحت نہیں ہے بلکہ مجکو ایک ایسے امر عظیم کی تکلیف دی گئی ہے جس کی برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں اور نہ وہ بدوں اللہ عزوجل کی مدد کے قابو میں آسکتا ہے میری ضرور یہ آرزو تھی کہ آج میری جگہ سب سے زیادہ قوی آدمی ہوتا یہ تحقیق ہے کہ میں تمھارا امیر بنایا گیا اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں راہ راست پر چلوں مجکو مدد دو اگر بے راہ چلوں مجکو سیدھا کردو صدق امانت ہے اور کذب خیانت جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے انشاء اللہ اس کا حق دلوادونگا اور تم میں جو قوی ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے اس سے انشاء اللہ حق لے کر چھوڑونگا جو قوم راہ حق میں جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل کردیجاتی ہے اور جس قوم میں بے حیائی کا رواج ہوجاتا ہے اس پر عام طور پر عذاب آلہی نازل ہوتا ہے جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تم کو میری اطاعت نہیں کرنی چاہئیے اب نماز کے واسطے کھڑے ہوجاؤ خدا تم پر رحم کرے۔

بعد بیعت خلیفۂ رسول اللہ لقب ہوا۔ ایک موقع پر کسی نے خلیفۃ اللہ کہہ کر مخاطب کیا تو کہا کہ میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوں اور اسی میں خوش ہوں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں معنی خلافت پر ایک لطیف بحث لکھی ہے اگرچہ اس کی اصلی شان تو خود شاہ صاحب کے الفاظ میں ہے مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خلاصہ

عام فہم پیرایہ میں یہاں بھی لکھدیا جائے۔

یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام تھی اور آپ تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ بعد بعثت آپ نے جن امور کا اہتمام کوشش بلیغ کے ساتھ فرمایا اگر اُن سب کا استقراء کر کے جزئیات سے کلیات بنائیں اور کلیات سے کلی واحد جو جنس اعلیٰ ہو تو ثابت ہو گا کہ تمام کوششوں کا مرجع اقامت دین تھی یہ جنس اعلیٰ ہے اس کے تحت میں حسب ذیل کلیات آتی ہیں۔

۱ علوم دین کا احیاء (قائم رکھنا اور رائج کرنا) علوم دین سے مراد ہے قرآن وسنت کی تعلیم اور وعظ ونصیحت۔

۲ ارکانِ اسلام نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج وغیرہ کا قیام واستحکام۔

۳ لشکر کا تقرر غزوات کا اہتمام۔

۴ مقدمات کا انفصال۔ قاضیوں کا تقرر۔

۵ امر بالمعروف (عمدہ افعال و اوصاف کا حکم دینا اور ان کو رائج کرنا) ونہی عن المنکر (بری باتوں کو روکنا اور ان کا انسداد کرنا) جو حکام نائب مقرر ہوں انکی نگرانی کہ پابند حکم رہیں درخلاف ورزی احکام نہ کریں۔ ان جملہ امور کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس فرمایا اور ان کے انصرام کے واسطے نائب بھی مقرر فرمائے۔ وعظ ونصیحت فرمائی صحابہ کو ممالک میں وعظ ونصیحت کے واسطے بھیجا جمعہ وعیدین وپنج وقتہ نماز کی امامت خود فرمائی۔ دوسرے مقامات کے واسطے امام مقرر کیے وصول زکوٰۃ کے واسطے عامل مامور کیئے۔ وصول شدہ اموال کو مصارف مقررہ میں صرف کیا۔ رویت ہلال کی شہادت آپ کے حضور میں پیش ہوتی اور بعد ثبوت روزہ رکھنے یا عید کرنے کا حکم صادر ہوتا۔ حج کا اہتمام بعض اوقات خود فرمایا بعض اوقات نائب مقرر کئے جس طرح ۹ھ میں حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا۔ غزوات کی سپہ سالاری خود کی۔ نیز امراءِ نائب سے یہ کام لیا گیا۔ مقدمات ومعاملات فیصل کیے۔ قاضیوں کا تقرر عمل میں آیا۔ علیٰ ہذا القیاس باقی امور۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین کے قیام وحفاظت کے واسطے ضروری تھا نائب مطلق یا خلیفہ کا تقرر۔ تاکہ وہ اقامتِ دین کی مذکورۂ بالا خدمات کو انجام دے۔[ع۱]

عام بیعت صدیقی

دوسرے روز جس دن حضرت صدیقؓ کے ہاتھ پر مسجد نبوی میں عام لوگوں نے بیعت

ع۱ سیرۃ الصدیق کا مضمون ختم ہوا۔

کی ہے۔ حضرت علیؓ آئے جناب صدیق سے ملے اور کہا آپ نے ہمارے معاملے میں خلل ڈالدیا نہ ہم سے مشورہ کیا اور نہ ہمارا کچھ حق سمجھا جناب صدیقؓ نے جواب دیا کہ بے شک یہ ہوا۔ مگر مجھے اندیشہ تھا کہ صحابہ میں فساد نہ اٹھ کھڑا ہو اور واقعی اگر حضرت صدیقؓ نے اس وقت جھگڑے کو مٹا دیا ہوتا تو یقیناً انصار کی مخالفت خوفناک طول کھینچتی۔ اور ابوبکرؓ و علیؓ ور کنار قریش میں سے کسی کو بھی جانشینی رسول اکرم نہ نصیب ہوتی۔

ع۵ مروج الذہب مسعودی برحاشیہ ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۰۳۔

ع۵ حضرت علی کی بیعت کے متعلق علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر خطبہ کے لئے جب منبر پر کھڑے ہوئے تو حضرت زبیر اور حضرت علی کو نہیں پایا۔ حضرت زبیر کو بلوایا اور فرمایا آپ رسول اللہ کی پھپی کے فرزند اور آپ کے حواری ہو کیا مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہو؟ حضرت زبیر نے فرمایا کوئی الزام نہیں ہے اور بیعت کرلی۔ اسی طرح حضرت علی کو بلوایا اور فرمایا آپ رسول اللہ کے چچازاد بھائی اور آپ کے داماد کیا مسلمانوں میں اختلاف ڈالتے ہو حضرت علی نے فرمایا کوئی الزام نہیں اور بیعت کرلی۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت علی اور زبیر نے فرمایا ہمکو ابوبکر کے خلیفہ ہونے پر اعتراض نہیں ہے بلکہ ہمارے رنج کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ مشورۂ انتخاب خلافت میں شریک نہیں کئے گئے۔

طبری اور ابن اثیر اور نیز دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت اسامہ لشکر اسلام کو لیکر روانہ ہو گئے تو بدوی جو مدینہ کے اطراف رہا کرتے تھے مرتد ہو گئے اور مدینہ پر ڈاکہ ڈالنے اور لوٹ مار کرنے کا ارادہ کرلیا حضرت ابوبکر نے مدینہ کے راستوں اور گھاٹیوں پر حضرت علی۔ زبیر۔ طلحہ اور سعد بن ابی وقاص وغیرہم کو پاسبانی کے لئے مقرر فرمایا۔ تمام اہل مدینہ آپ کے حکم سے شب کو مسجد میں مسلح موجود رہتے تھے اور جب ان بدویوں نے حملہ کا تہیہ کرلیا تو حضرت صدیقؓ نے اہل مدینہ کو ساتھ لیکر ان پر دھاوا کیا اور وہ مغلوب ہو گئے۔ اسامہ کا لشکر واپس آنے کے بعد آپ انکو لیکر مرتدوں سے جہاد کرنے کے لئے مدینہ سے باہر مقام ذوالقصہ تک تشریف لے گئے جب وہاں سے آگے بڑھنا چاہا تو حضرت علی نے آپ کے اونٹ کی مہار پکڑلی اور فرمایا جنگ احد کے روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکو یوں فرمایا تھا "ابوبکر تم اپنی تلوار کو نیام میں داخل کرلو اور اپنی جان کی مصیبت کا درد ہم کو نہ دکھاؤ"۔ اب میں وہی بات آپ سے کہتا ہوں آپ مدینہ واپس چلئے اگر آپ پر کوئی صدمہ گذر جائے تو پھر اسلام کا۔ بقیہ مضمون بر صفحہ دیگر

اس میں اختلاف ہے کہ حضرت علی کبتک رُکے رہے بعض مورخین کہتے ہیں کہ اُسی زمانے میں انھوں نے آکر بیعت کرلی اور بعض کا بیان ہے کہ جب تک جناب فاطمہ زندہ رہیں حضرت علی نے بیعت نہیں کی حضرت سیدہ کی وفات کا سانحۂ جانکاہ حضرت سرور عالم کی رحلت کے چھ ہی مہینے بعد پیش آیا اور اُن کے انتقال کرتے ہی حضرت علیؓ نے خود آکے حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اور اُن کے بعد تمام بنی ہاشم نے بیعت کی۔

حضرت علی کروہ نہ تھے

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر حضرت علیؓ اس وقت مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوتے تو ایک بڑی جماعت اُنکی طرفدار تھی کہ بڑی سخت خونریزی ہوتی اور انصار بھی غالبًا ان کا ساتھ دیتے مگر انھوں نے پسند نہ فرمایا کہ اپنے ذاتی مقصد کے لیے مسلمانوں میں خونریزی کرائیں۔

جیش اسامہ کی روانگی

حضرت ابوبکر نے جو پہلا حکم جاری کیا یہ تھا کہ اُسامہ بن زید اپنا لشکر لے کر شام کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اور حضرت رسول خدا کے حکم کی فورًا تعمیل ہو۔ مگر حضرت سرور عالم کی وفات کے ساتھ ہی دولت اسلامیہ کی حالت نہایت نازک ہو گئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ منتخب ہوئے دسواں روز

انتظام کبھی نہ سدھریگا۔

یہ تمام واقعات خود طبری کی روایت کے مطابق حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے وفات کے قبل واقع ہوئے ہیں اس صورت میں یہ خیال کرلینا کہ حضرت علی نے تاحیات فاطمہ زہرا بیعت نہیں کی بعید از قیاس ہے۔ البتہ یہ بات صحیح ہے کہ تاحیات فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آپ ابوبکر صدیق کی مجلس میں نہیں آتے تھے بلکہ اپنے گھر سے باہر بہت کم نکلتے تھے اس کی وجہ حضرت فاطمہ زہرا کی بیمارداری۔ اور نیز حضرت علی کا قرآن مجید کے حفظ کرنے میں مشغول رہنا بیان کیا جاتا ہے۔ علامہ سیوطی نے کتاب الاتقان میں عکرمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر کی بیعت کے بعد حضرت علی اپنے گھر میں بیٹھ رہے۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کو آپ کی بیعت ناپسند ہوئی ہے حضرت ابوبکر نے حضرت علی کو بلوایا اور پوچھا کیا آپ میری بیعت سے ناراض ہیں حضرت علی نے قسم کھا کر جواب دیا کہ نہیں۔ پوچھا پھر کیوں آپ میرے پاس نہیں آتے فرمایا یہ خیال کرکے کہ کتاب اللہ میں کوئی چیز بڑھا نہ دیجائے میں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک اس کو جمع نہ کرلوں سوائے نماز کے اور کسی کام کے لئے باہر نہ نکلوں حضرت ابوبکر نے فرمایا آپکی رائے بالکل درست ہے۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے کتاب تکمیل الایمان میں لکھا ہے "صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی نے روز وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر وقت یا دوسرے روز بیعت کرلی" ۱۲ ناظر ندوی

ؔ مروج الذہب مسعودی۔ برحاشیہ ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۰۱۔

تھا کہ ہر طرف سے لوگوں کے مرتد ہونے کی خبریں آنے لگیں۔ خود مدینے کے اندر باہم اختلاف اور نفاق تھا۔ یہود اور نصاریٰ کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ معلوم ہوتا بارش کی اندھیری رات میں بھیڑیاں اِدھر اُدھر بھٹکتی پھرتی ہیں۔ پیغمبر کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ اور جدھر دیکھئے ہر شخص دشمن نظر آتا ہے عس۔ اسی خیال سے لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔ "اُسامہ اور ان کے لشکر کے چلے جانے سے اسلام کی قوت منتشر اور نہایت کمزور ہو جائے گی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مہم کو ابھی آپ چندے ملتوی رکھیں" انھوں نے کہا "یہ نہیں ہو سکتا میری مجال نہیں کہ جس فوج کو رسول اللہ نے روانہ ہونے کا حکم دیا ہے میں اُس کو روک دوں عہ" یہ کہتے ہی حکم جاری کیا کہ جتنے لوگ اُسامہ کے ساتھ جانے کے لئے نامزد ہوئے ہیں۔ سب مقام جرف میں جمع ہوں جن میں عمر فاروق بھی تھے۔ جب سارا لشکر وہاں جمع ہو چکا تو اُسامہ نے حضرت عمر فاروقؓ کو بھیج کے بارگاہ خلافت میں عرض کرایا کہ تمام کبار صحابہ میرے ساتھ ہیں ایسا نہ ہو مشرکین میرے بعد مدینے پر حملہ کر دیں۔ ساتھ ہی بعض انصار نے جو فوج میں تھے اُنکی معرفت یہ پیام بھیجا کہ اسامہ کے عوض کسی سن رسیدہ شخص کو سپہ سالار مقرر فرمائیے۔ حضرت عمرؓ نے مدینے میں حاضر ہو کر پہلے اُسامہ کا پیام پہونچایا۔ ابوبکرؓ نے سماعت نہ کی اور کہا "چاہے مجھے بھیڑیے گھر میں گھُس کر پھاڑ ڈالیں۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول کا حکم ٹلے"۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے انصار کا پیام سنایا تو جناب صدیق نے بے اختیار لپک کے انکی داڑھی پکڑ لی اور کہا "جسے رسول اللہ نے سردار مقرر کیا ہے۔ اُس کو میں ہٹا دوں؟ میری مجال ہے؟" پھر خود پا پیادہ جرف کی طرف روانہ ہوئے۔ اُسامہ نے تعظیم کے لیے گھوڑے سے اترنا چاہا مگر اترنے نہ دیا۔

لیکن جب اُسامہ جانے لگے تو اُن سے کہا "اگر مضائقہ نہ ہو تو عمر کو میرے پاس چھوڑ جاؤ۔ اس لیے کہ مجھے ان سے اکثر مشورہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے"۔ اُسامہ نے جانشین رسالت کی یہ درخواست خوشی سے منظور کی عث۔ اور جناب خلافت پناہی نے مسلمانوں کو روانہ کرتے وقت یہ ہدایتیں کیں "خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا۔ تشدد نہ کرنا۔ دشمنوں کی

مجاہدین کو نصیحتیں

عس فتوحات اسلامیہ جلد ۱ صفحہ ۴

عہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۷۔

عث تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۵۴-۵۵۔

لاشوں کو مثلہ نہ کرنا۔ (یعنی اُن کے ناک کان اور دیگر اعضا نہ کاٹنا) کسی بچے بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا۔ کھجور کے درختوں کو نہ اکھاڑنا نہ جلانا۔ اور نہ کسی میوہ دار درخت کو کاٹنا۔ غذا کی ضرورت کے سوا کسی اونٹ بکری یا بیل کو ذبح نہ کرنا عنقریب تمہارا گزر ایسے لوگوں میں ہوگا جو خانقاہوں میں تارک الدنیا ہو کے بیٹھ رہے ہیں۔ انھیں چھوڑ دینا۔ اور ان کے مشاغل میں خلل نہ ڈالنا۔ اور تمھیں ایسے لوگ بھی ملیں گے جنھوں نے سروں پر چندیا منڈا ڈالی ہے۔ اور گرد اگر دبال چھوڑ دیئے ہیں ان سے مقابلہ کرنا۔"

پھر خاص اُسامہ کو سمجھایا کہ "ہمیشہ رسول اللہ صلعم کی پیروی کرنا" اس کے بعد اُن کو رخصت فرمایا۔ اور حضرت عمرؓ کو ساتھ لیے ہوئے مدینے میں آئے۔

صدیق اکبر کا تدبر

اُسامہ کی فوج میں شریک ہونے کو اطراف مدینہ کے قبائل والے گھر چھوڑ چھوڑ کر آئے تھے۔ اُن میں سے جو اسامہ کے ہمراہ جانے کے لئے منتخب ہوئے تھے وہ تو چلے گئے جو باقی رہے اُن کو بھی حضرت ابوبکرؓ نے مدینے میں روک لیا۔ اور اُن کے جو ہم قوم مرتد ہو گئے تھے اُن کی روک تھام میں انھیں لوگوں سے کام لیا۔ ابوبکر صدیقؓ کی یہ پہلی حکمت عملی تھی جو بہت کارگر ہوئی۔

تاہم اسامہ کی روانگی کے بعد حضرت صدیقؓ کوئی فوجی کارروائی نہیں کر سکتے تھے اور حالت یہ تھی کہ روز ایک نہ ایک قبیلے کی مرتد ہونے کی خبر آتی سُنا جاتا کہ فلاں قبیلہ سارا کا سارا باغی و مرتد ہو گیا۔ فلاں قبیلے میں سے فلاں فلاں معزز و ذی اثر اشخاص مرتد ہو گئے۔ اور طرح طرح کے خیالات ظاہر کرنے لگے۔ کوئی کہتا محمد نبی ہوتے تو مر نہ جاتے۔ کوئی کہتا ان کی نبوت بھی اُن کی وفات کے ساتھ ختم ہو گئی۔ اب ہم کسی کی اطاعت نہ کریں گے۔ کسی نے کہا بس اب خدا ہی کی ماننے کی ضرورت ہے۔ کسی نے یہ خیال ظاہر کیا کہ خدا اور رسول دونوں کو ہم مانیں گے۔ اور نماز بھی پڑھیں گے مگر اس کی ضرورت نہیں کہ ہم کوئی خراج یا زکواۃ ادا کریں۔

عام ارتداد

خلاصہ یہ کہ عرب کے ہر صوبے میں بغاوت پھیل گئی۔ اور جو تھا مرتد اور دائرہ اسلام سے باہر تھا۔ بعض قبائل مسلمان رہے اور اُن کی شکایت نہیں سنی گئی مگر اُن میں بھی خاص خاص ذی اثر لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ اور اپنے سارے قبیلے کو بہکا رہے تھے کہ اسلام کے مقابلے پر ہتیار اُٹھائے بجز مکّہ کے قریش اور طائف کے بنی ثقیف کے جن میں ارتداد نہیں ظاہر ہونے پایا۔ اور

اہل مکہ ارتداد سے بچ گئے۔

ﮯ ابن خلدون بقیہ جلد دوم صفحہ ۶۵۔

اُس کا باعث یہ ہوا کہ مکہ میں جیسے ہی وفات سرورِ عالم کی خبر پہونچی۔ ایک لرزہ سا پڑ گیا لوگوں میں جوش پیدا ہوا۔ اور بغاوت وارتداد کے ایسے آثار نمایاں ہوئے کہ آپ کے مقرر کیے ہوئے والی عتاب بن اُسید اپنی جان کے خوف سے روپوش ہو گئے مگر سہیل بن عمر کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ سب کو پکار پکار کے جمع کیا۔ اور وفات حضرت سرورِ انبیا کی خبر سنا کے پہلے قرآن سے ثابت کیا کہ نبوت موت سے آزاد نہیں اور کوئی بھی نہیں جس کے لیے موت نہ ہو۔ پھر کہا اے اہل قریش۔ تم سب کے بعد ایمان لائے ہو۔ لہذا ایسا نہ ہو کہ سب کے پہلے مرتد ہونیوالے بھی تم ہی مشہور ہو۔" اس کے بعد انھوں نے کہا "حضور سرورِ عالم کی وفات سے اسلام کو کوئی ضرر نہ پہونچے گا۔ یہ دین مشرق اور مغرب تک پھیل جائے گا۔ میں نے اسی مقام پر رسول خدا کو یہ فرماتے سنا تھا کہ میرے ساتھ توحید میں شریک ہو جاؤ۔ پھر دیکھ لینا کہ سارا عرب تمھارا ہم کیش ہوگا اور سارے عجمی تم کو خراج ادا کریں گے۔ خدا کی قسم تم لوگ کسریٰ و قیصر کے خزانوں کو خرچ کروگے۔ اس وقت آپ کا یہ قول سنکر کسی نے تمسخر کیا۔ اور کسی نے تصدیق کی۔ اور پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور جو کچھ ہونا باقی ہے اس کو وہ لوگ دیکھیں گے۔ جو زندہ رہیں گے۔ اب ابوبکر صدیقؓ جو بہترین شخص ہیں آپ کے جانشین ہوئے ہیں۔ اور اس سے دین کی عظمت گھٹے گی نہیں بلکہ بڑھے گی۔ لہذا تم لوگ خاموشی سے دین کی اطاعت کرو اور جس کو ہم سنیں گے کہ دین سے برگشتہ ہوا۔ اس کا سر اڑا دیں گے۔" سہیل کی اس تقریر نے ایسا اثر کیا کہ پھر مکہ میں کسی کو سر اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔

یہ سہیل نامور فصحائے قریش میں تھے۔ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے۔ اس سے پہلے حضور سرورِ عالم کے خلاف ایسی تقریر کرتے کہ دشمنوں پر بڑا اثر پڑتا۔ اور صحابہ کو نہایت ہی ناگوار گزرتا۔ بدر میں قید ہوئے تو حضرت عمرؓ نے کہا "یا رسول اللہ اجازت ہو تو اس کے دانت توڑ دوں۔ پھر اس میں وہ فصاحت نہ باقی رہے۔" ارشاد ہوا "جانے بھی دو۔ کبھی یہ ایسی تقریر کریں گے کہ تم بجائے شکایت کرنے کے خوش ہو گے۔" چنانچہ تمام لوگوں کا اعتقاد ہے کہ سہیل کی اسی تقریر کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا تھا۔

اور اہل طائف بھی۔ ایسی ہی تقریر طائف میں بنی ثقیف کے سامنے عثمان بن ابی عاص ثقفی نے کی اور اپنی قوم کو ارتداد سے بچا لیا۔ مگر چند ہی روز میں خبریں آئیں کہ مسیلمہ کا معاملہ نہایت سنگین ہو گیا ہے

ف فتوحات اسلامیہ جلد اصفحہ ۲۔

طلیحہ کے گرد تمام بنی طے اور بنی اسد جمع ہو گئے ہیں۔ اور انھیں کے ساتھ بنی غطفان نے بھی ارتداد اختیار کر لیا۔ بنی ہوازن گو کہ ابھی پس و پیش کر رہے ہیں مگر زکوٰۃ دینے سے انھوں نے بھی انکار کر دیا۔ بنی سلیم میں سے خاص خاص لوگ دین سے پھر گئے ہیں اور یہی حالت ہر جگہ سارے عرب میں ہے۔ گویا بغاوت کی ایک آگ لگی ہے جو ساعت بہ ساعت بڑھتی اور پھیلتی جاتی ہے حضور سرورِ عالم نے جن لوگوں کو بھیجا تھا۔ وہ یمن سے۔ یمامہ سے بنی اسد میں سے۔ اور ہر مقام کے اُمرا کے پاس سے واپس آ گئے۔ اور خبر لائے کہ ہر جگہ بغاوت و ارتداد کی آگ بھڑک رہی ہے۔

صدیق اکبر کا طرزِ عمل۔

جناب صدیق اکبرؓ نے اس موقع پر یہ حکمتِ عملی اختیار فرمائی کہ نامہ و پیام اور رسل و رسائل کے ذریعے سے دفع الوقتی کرنے لگے۔ فوج کشی کا ارادہ نہ کر سکتے۔ اس لئے کہ مدینے کی ساری قوت اسامہ کے ساتھ تھی۔ اور مرکزِ نبوت میں اتنی طاقت نہ تھی کہ کسی دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔

مرتدوں کی یورش

مگر مرتد قبائل میں سے بنی عبس اور بنی ذبیان نے جناب ابوبکرؓ کو اپنی وضع پر قائم نہ رہنے دیا وہ جماؤ کر کے مدینے کے قریب مقام ابرق میں اُتر پڑے اور مرتد باغیوں کے دوسرے گروہ نے مجتمع ہو کر ذو القصہ میں پڑاؤ ڈالا۔ بنی کنانہ بھی ان لوگوں کے ہمراہ تھے۔ اور حبال نام ایک اسدی شخص جس کو طلیحہ نے بھیجا تھا ان کا سردار تھا۔

انکارِ زکوٰۃ دینے میں۔

اب بھی حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے کوئی فوج اُن کے مقابلے پر نہ گئی۔ تو انھوں نے اپنے وکیلوں کا ایک وفد بھیجا اور صلح کے لئے یہ شرط پیش کی کہ ہم نماز پڑھنے کو تیار ہیں۔ زکوٰۃ کلیتہً معاف کر دی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان شرطوں کے ماننے سے قطعاً انکار کر دیا۔[عه] اکثر صحابہ دشمنوں کا زور اور غلبہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے خلاف تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے ایسے مشدد بزرگ نے بھی "آپ کس بنا پر اِن لوگوں سے لڑیں گے؟ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جب تک لوگ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں مجھے ان سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو اس کلمۂ توحید سے انکار نہیں"۔

حضرت صدیق کا استقلال۔

جناب صدیقؓ نے فرمایا "حضور رسولِ خدا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب تک اس کلمہ کا حق نہ ادا کریں میں لڑوں گا۔ اور اس کا حق یہی ہے کہ نماز پڑھیں۔ اور زکوٰۃ دیں۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلعم کے عہد میں یہ لوگ کوئی ادنیٰ سی چیز بھی دیتے رہے ہوں اور اب اس کے ادا کرنے سے انکار کریں گے تو میں اُن سے لڑوں گا۔ کوئی میرا ساتھ

عه ابن خلدون جلد ۲ صفحہ

نہ دیگا تو اکیلا جا کے جہاد کرونگا"۔ یہ کہتے ہی حضرت صدیقؓ نے تلوار لے لی۔ اور تن تنہا چل کھڑے ہوئے۔ یہ دیکھ کر سب نے مجبوراً ان کا ساتھ دیا۔ اور چند روز بعد حضرت عمرؓ بھی قائل ہوئے اور اکثر کہا کرتے کہ "خدا نے اُن کا دل کھول دیا تھا۔ اور مرتدوں سے لڑنے میں اُن کا ایمان ساری امتوں کے ایمان سے بڑھ گیا"۔ دیگر صحابہ کی رائے تھی کہ ابوبکر نے اس امر میں انبیا کا سا کام کیا[۵]۔

مدینے کی حفاظت۔ بہر حال جب وہ لوگ واپس گئے تو جناب خلافت پناہ نے حضرات علیؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ کو مدینے کی حفاظت اور دشمنوں کی روک تھام پر مامور فرمایا۔ اور تمام اہل مدینہ کو حکم دے دیا کہ مسجد میں حاضر رہا کریں۔ خدا جانے کس وقت ضرورت پیش آجائے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں مدینے کی حالت کس قدر نازک ہو رہی تھی اور نیز یہ کہ حضرت علیؓ۔ زبیرؓ۔ اور طلحہؓ اگر ابوبکرؓ کی جانشینی کے خلاف بھی رہے ہوں۔ مگر حمایت دین اور دشمنوں کے مقابلے کے وقت انھیں ابوبکر کی اطاعت میں مطلق عذر نہ تھا۔ اختلاف ہو، مگر اختلاف میں شر نہ تھا اور صحبت یافتگاں رسول جو کچھ کرتے تھے خلوص نیت سے اور خالص دین کے لئے کرتے تھے۔

مدینے پر حملہ۔ مرتدوں کے وکیلوں نے واپس جا کے اُن کو بتایا کہ مدینے میں بہت تھوڑے آدمی ہیں۔ اور اتنی قوت نہیں کہ تمھارا مقابلہ کر سکیں۔ یہ سنتے ہی ان لوگوں نے حملہ کر دیا۔ جو حضرات دار النبوۃ کی حفاظت پر مقرر تھے۔ اُنھوں نے بہادری سے روکا۔ اور فوراً ابوبکر صدیقؓ کو خبر کی۔ مدینے میں ان دنوں سواری کے جانور بھی نہ تھے۔ جناب ابوبکرؓ نے پانی لانے کے اونٹوں پر لوگوں کو سوار کرا کے حملہ کر دیا۔ خدا نے مدد کی۔ دشمن بھاگے اور صدیق اکبر نے ذی حسی تک ان کا تعاقب کیا۔

مرتدوں کو پہلی شکست

اُسامہ کی واپسی۔ اس اثنا میں اُسامہ بنی قضاعہ وغیرہ پر تاختیں کر کے حضرت رسول اکرم نے جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل کر کے اور مال غنیمت اور لونڈی غلاموں کو ساتھ لے کے روانگی کے چالیسویں روز مدینے میں واپس آ گئے۔ اس مہم کا دشمنوں پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اور سارا عرب سمجھ گیا کہ وفات حضرت رسول سے اسلام کی قوت گھٹی نہیں ہے۔

[۵] تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۲۲۴۔

مگر حملہ آور دشمنوں کو چونکہ مدینے کی کمزوری کا یقین دلا دیا گیا تھا۔ اس لیے انھوں نے
آدمی دوڑا کے ذوالقصّہ والوں کو بھی اپنی مدد پر بلا لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ خبر سنی تو اسامہ کے لشکر
کو مدینے میں چھوڑا کہ چند روز آرام لے لیں اور خود اس فوج کے ساتھ جو پہلے سے اُن کے
پاس تھی دشمنوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسامہ اور حضرت علی اور دیگر حضرات نے روکا کہ آپ
دارالخلافت میں ٹھہریں ہم لوگ جا کے مقابلہ کریں گے مگر نہ مانا۔ اور راتوں رات کوچ کر کے
پو پھٹتے ہی دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ آفتاب پوری طرح نکلنے بھی نہیں پایا تھا کہ مرتد ہمت ہار کے بھاگے
اور مسلمان ظہر کے وقت تک لوٹتے مارتے رہے طلیحہ کا دوست حبال اس لڑائی میں مارا گیا
اور ابوبکرؓ دشمنوں کو بھگاتے ہوئے ذوالقصّہ تک چلے گئے۔ وہاں نعمان بن مقرنؓ کو تھوڑے
آدمیوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور خود مدینے میں واپس آئے۔

حضرت صدیق کا حملہ مرتدوں پر

اور فتح

اُن کے ہٹتے ہی بنی ذبیان و بنی عبس نعمان اور اُن کے رفقا پر اس کثرت سے ٹوٹ پڑے کہ
سب کو شہید کر ڈالا۔ اور یہی کارروائی اور مرتدوں نے اپنے قریب کے مسلمانوں کے ساتھ کی۔ مسلمانوں کا ایک نقصان
ابوبکرؓ کو یہ سن کر ایسا طیش آیا کہ قسم کھا گئے "جتنے مسلمانوں کو انھوں نے مارا ہے اتنے ہی بلکہ
ان سے زیادہ مشرکوں کو جب تک قتل نہ کر لوں گا چین نہ لوں گا۔"

اب اُسامہ کے لشکر والے خوب ستا چکے تھے۔ اور اطراف مدینے کے جن مرتدوں نے ہنگامہ
مچا دیا تھا۔ وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ اس لیے جناب صدیق اکبر سارے لشکر کو ساتھ لے کے
مقام ذوالقصّہ میں تشریف لے گئے جو نجد کے راستے پر مدینہ سے ایک منزل تھا۔ وہاں پہونچکر
انھوں نے سارے عرب کی اصلاح کے لیے کارروائی شروع کی۔ اور گیارہ جھنڈے بنا کے
گیارہ نامور سرداروں کو دیے اور سارا لشکر گیارہ حصّوں میں تقسیم کر دیا۔

سارے مرتد عرب پر فوج کشی

پہلا جھنڈا خالد بن ولید کو دے کر طلیحہ کے مقابلے پر روانہ کیا اور حکم دیا کہ اُس جھوٹے مدعی
نبوت کا استیصال ہو جائے تو تم مالک بن نویرہ پر حملہ کرنا۔ دوسرا جھنڈا عکرمہ بن ابی جہل کو دیا۔
اور ان کو مسیلمہ کے مقابلے کے لیے یمامہ کی طرف روانہ کیا۔ تیسرا جھنڈا شرحبیل بن حسنہ کو دیا۔
اور فرمایا تم عکرمہ کے پیچھے پیچھے کوچ کرو۔ اور جب یمامہ کی مہم سے فراغت ہو جائے تو بنی قضاعہ
کے مقابلے پر چلے جانا۔ اور ان سے بھی فارغ ہونا تو حضرموت میں بنی کندہ پر جا کے حملہ

ﻉﮧ ابن خلدون۔ بقیہ جلد دوم صفحہ ۶۵ و ۶۶

کرنا۔ چوتھا جھنڈا مہاجر بن امیہ کو دیا۔ اور ان کو اسود عنسی کی فوجوں کے مقابلے اور یمن کے ابنائے عجم کی مدد پر روانہ کیا۔ پانچواں جھنڈا خالد بن سعید بن عاص کو دیا۔ اُن کو حضور سرورِ عالم نے یمن میں بھیجا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد وہاں کے فتنوں سے عاجز آکر مدینے میں واپس آگئے تھے۔ اب حضرت صدیق نے یہ علم دے کر انھیں حدود شام کی طرف روانہ فرمایا۔ چھٹا جھنڈا عمرو بن عاص کو دیا۔ اور بنی قضاعہ و بنی ودیعہ و بنی حارث کے مجمع کی طرف بھیجا۔ ساتواں جھنڈا حذیفہ بن محصن کو دیکر اہلِ دبا کے مقابل روانہ کیا۔ اور آٹھواں جھنڈا عرفجہ بن ہرثمہ کو دیکر بنی مہرہ کے مقابل بھیجا۔ اور ان دونوں کو حکم دیا کہ ساتھ ساتھ رہنا اور ہر ایک کی ذاتی مہم میں دوسرا اس کے تابع فرمان رہے۔ نواں جھنڈا طریفہ بن حاجز کو دیا اور بنی ہوازن میں سے بنی سلیم کے مقابلے پر مامور فرمایا۔ دسواں جھنڈا سوید بن مقرن کو عطا ہوا۔ اور وہ تہامۂ یمن کی طرف روانہ کیے گئے۔ اور گیارہواں علاء بن حضرمی کو دے کر بحرین میں بھیجا۔

خود ابو بکر کا ارادہ جہاد۔

ان لوگوں کو روانہ کرنے کے ساتھ ہی حضرت صدیق نے ارادہ کیا کہ خود جاکے مرتدوں پر جہاد کریں۔ چنانچہ سو مہاجرین اور انصار کو اپنے ساتھ لیا اور فوج جمع ہونے کا انتظار کرنے لگے مگر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے خود اُن کے نکلنے کو پسند نہ کیا۔ یہاں تک کہ حضرت علی نے اُنکے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور اسطرح سمجھایا کہ حضرت صدیق مدینے میں واپس آئے۔

اور اس سے روکا جانا

سپہ سالاروں کے نام فرمان ہدایت۔

سرداران فوج کو روانہ کرتے وقت حضرت صدیق نے دو قسم کی تحریروں کے مسودے تیار کرائے پہلی تحریر فرمان خلافت کی حیثیت سے سرداران عساکر اسلام کے نام تھی اس کی ایک ایک نقل ہدایت نامے کے طور پر ہر سردار فوج کو دی گئی جس پر اس سردار کا نام درج تھا جسے وہ عطا ہوئی۔ اس میں ہدایت تھی کہ خدا سے ڈرتے رہو۔ نیک کام کرو۔ گناہوں سے بچو۔ اور جہاں پہونچو اذاں دو۔ اگر وہاں کے لوگوں سے بھی اذاں کی آواز سنی جائے تو حملے سے رک جاؤ ورنہ جدال و قتال اور تاخت و تاراج شروع کردو۔ بہر حال بغیر اتمام حجت کے کسی پر ہتھیار نہ اٹھانا۔

عام رعایا کو تنبیہ۔

دوسری تحریر تمام اہل عرب کے نام تھی عام اس سے کہ وہ مومن ہوں یا کافر۔ دین اسلام پر قائم ہوں یا مرتد۔ اس میں حضرت رسول کے پیغمبر مبعوث ہونے اور لوگوں کے اُن پر ایمان لانیکا تذکرہ کرکے وفات رسول خدا کی خبر دی گئی تھی اور آیات قرآنی سے ثابت کیا گیا تھا کہ موت سے نبوت کی شان میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ لہذا سب کا فرض ہے کہ دین حق کے پابند رہیں۔ فرائض دین کو بجا لائیں۔ ہر امر میں رسولِ اکرم کی پیروی کریں۔ اس کے بعد لکھا تھا کہ میں نے فلاں شخص کو

مہاجرین وانصار کی فوجوں کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا ہے وہ جہاں پہونچیں گے اذان دینگے انکی اذان سنتے ہی تم بھی اذان دو اور اپنے اسلام کا اظہار واعتراف کرو۔ جو کوئی اس میں تامل اور پیروی دین میں انکار کرے گا اُس سے مقابلہ کرنے اور اس کے لوٹنے مارنے کا انھیں حکم دے دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ بجز اسلام کے کسی کا کوئی عذر نہ سُنا جائے گا۔ میں نے اپنے قاصدوں کو یہ حکم بھی دے دیا ہے کہ اس تحریر کو عام مجمعوں میں پڑھ کے سُنا دیں۔عہ

الغرض سپہ سالارانِ اسلام کے آگے آگے قاصدانِ خلافت اس فرمان یا اعلان کو لے کے روانہ ہو گئے۔ جو ہر جگہ اس تحریر کو مجمع عام میں سُناتے اور بتا دیتے کہ عساکر اسلام جو ہمارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں اُن کا طرز عمل کیا ہوگا اور تم کو اُن کے مقابل کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے۔

عہ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۲۲۵۔۲۲۶۔۲۲۷

دوسری فصل

مدعیان نبوت اور مرتدوں کا استیصال

طلیحہ بعہد رسالت۔ آپکی وفات اور اس کا زور۔ اور شورش۔ خالد کی روانگی عدی کی کارگزاری۔ سرداران طلیعۂ اسلام کی شہادت۔ لڑائی طلیحہ کی مصنوعی پیمبری اُس کے جبریل کے آنے میں تاخیر۔ اس کی شکست۔ بھاگنا اور ایمان لانا۔ ارتداد بنی عامر۔ ان کا سردار علقمہ۔ دوسرا سردار قرہ۔ اُن کی توبہ قبول ہوئی۔ مگر مجرموں کی سزا ملی۔ ایک مرتد عورت اور اس کا انجام۔ ایک مکار مرتد۔ اور دغابازی کی سزا۔ سجاح نبیۂ بنی تمیم۔ مسیلمہ اور سجاح۔ دونوں کا نکاح۔ سجاح کا مہر۔ اور باہمی صلح۔ سجاح کی واپسی۔ اور خاتمہ بالخیر۔ مالک بن نویرہ۔ اس کے ساتھ خالد کا سلوک۔ خالد پر الزام۔ حضرت عمرؓ اُن کے مخالف اور جناب صدیق موافق ہیں۔ عکرمہ کو مسیلمہ سے شکست۔ صدیق اکبر کے انتظامات۔ خالد مسیلمہ کے مقابلے پر۔ مسیلمہ کی قوت۔ شرجیل کو بھی شکست۔ مسیلمہ کے حالات۔ رجال بن عنفوہ۔ مجاعہ مسلمانوں کا قیدی۔ آغاز جنگ۔ دونوں طرف کی قوت کا موازنہ۔ مسلمانوں کی پسپائی۔ مرتدوں کا پسپا ہونا۔ سخت خونریزی۔ براء بن مالک مسیلمہ کا قتل مسیلمہ کے ہاتھ کا ایک مظلوم۔ اور اس کی بہادر ماں اُم عمارہ۔ اُم عمارہ کی شجاعت۔ بنی حنیفہ سے صلح۔ شہدائے اسلام۔

طلیحہ بعہد رسالت

عساکر خلافت کو سب سے پہلا سابقہ طلیحہ کے پیروں سے پڑا۔ یہ حضور سرور عالم کی زندگی ہی میں مرتد ہوا تھا۔ اور چونکہ کاہن تھا لہذا ارتداد کے ساتھ نبوت کا بھی دعوی کر دیا۔ چند قبائل کے کچھ لوگ پیرو ہو گئے۔ اُن کے ساتھ وہ مقام سمیراء میں آکے ٹھہرا اور لوگوں کو بہکانے لگا۔ آنحضرت صلعم نے سُنا تو تھوڑی فوج کے ساتھ ضرار بن ازور کو اس کے مقابلے پر بھیجا۔ ضرار علم رسالت لیکر پہونچے تو بہت سے مسلمان اُن کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ وہ طلیحہ کے مقابلے کی تیاریاں کر ہی رہے تھے کہ ناگہاں آپ کی وفات کی خبر پہونچی اور ایک بیک طلیحہ کی قوت بہت بڑھ گئی۔ بنی غطفان۔ بنی ہوازن اور بنی طے کا گروہ کثیر اُس کے ساتھ جمع ہو گیا۔ اور اس انبوہ کثیر کا ایسا دباؤ پڑا کہ اس علاقے میں آنحضرت کے جتنے مقرر کئے ہوئے عامل تھے اور ضرار بن ازور بھی

آپکی وفات اور اس کا زور۔

جان بچا کے مدینے میں چلے آئے[۵]۔

اور شورش

پھر اس کے بعد فتنہ انگیز طرفداران طلیحہ نے جو کارروائیاں کیں اُن کا حال ہم بیان کر چکے ہیں۔ یہی لوگ تھے جنھوں نے سب سے پہلے مدینۂ طیبہ پر نرغہ کیا۔ پھر اُن کے سفیر زکوٰۃ معاف کرانے کو ابوبکر صدیق کی خدمت میں آئے۔ ان کی درخواست نامنظور ہوئی آخر ذی القعدہ ۱۱ھ میں اُن کو سخت شکست ہوئی۔ اور جو لوگ مسلمانوں کی تلواروں سے بچ کر بھاگے۔ بزاخہ میں جا کے طلیحہ اور مرتدین بنی اسد سے مل گئے۔ اور بہت سے بنی طے بھی اُن کے ساتھ تھے۔

خالد کی روانگی۔

اب خالد بن ولید علم خلافت لے کے چلے تو ظاہر کیا کہ میں خیبر کی طرف جاتا ہوں بنی طے کے پہاڑوں سلمیٰ اور اجا میں اتروں گا۔ اور بنی طے ہی سے کارروائی شروع کروں گا۔ بنی طے کے سردار عدی بن حاتم خالد کے ہمراہ تھے انھوں نے کہا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ آپ سے پہلے جا کے اپنی قوم والوں کو سمجھاؤں اور آپ کے موافق بنا دوں تاکہ وہ آپ کے شریک ہو کر مرتدوں سے لڑیں۔ خالد نے اجازت دی۔ اور عدی نے جو کہا تھا کر دکھایا۔

عدی کی کارگزاری

سرداران اسلام کی شہادت اور لڑائی۔

اب خالد نے عکاشہ بن محصن اور ثابت بن اقرن کو طلیعۂ فوج کی حیثیت سے آگے بڑھایا ان پر طلیحہ اور اس کا بھائی ناگہاں آپڑے۔ اور کمر توڑ کے دونوں کو شہید کر ڈالا مسلمانوں نے بڑھ کے جب ان دونوں کی لاشیں دیکھیں تو سب کو نہایت ہی ملال ہوا۔ خالد فوراً مقابلے کیلئے لشکر مرتب کرنے لگے۔ انصار پر ثابت بن قیس کو اور بنی طے پر عدی بن حاتم کو افسر مقرر کیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔

طلیحہ کی مصنوعی پیغمبری۔

عیینہ بن حصن فزاری بھی اپنے سات سو بہادروں کے ساتھ طلیحہ کے ہمراہ تھا وہ بہادری اور جانبازی سے لڑ رہا تھا طلیحہ ایک لمبی عبا پہنے صفوں کے پیچھے پیمبروں کے انداز سے کھڑا تھا۔ اور کہہ رہا تھا "مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آنے ہی کو ہے"۔ دیر تک مقابلہ کر کے عیینہ آیا اور پوچھا "جبریل آئے؟" بولا "ابھی نہیں"۔ پھر جا کے لڑنے لگا۔ اور جب دیکھا کہ دیر ہو گئی۔ لڑائی کا فیصلہ نہیں ہوتا تو پھر جا کے وہی سوال کیا۔ اور وہی جواب پایا۔ پھر دیر تک شمشیر زنی کے بعد

آمد جبرئیل کے آنے میں تاخیر۔

---

۵ خلافت صدیق خصوصاً سرکوبی مرتدین اور فتوح عراق و شام و مصر کے تمام حالات تاریخ طبری، ابن اثیر اور ابن خلدون سے لئے گئے ہیں۔ لہٰذا ہر جگہ حوالہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں کہیں کوئی واقعہ کسی اور کتاب سے لیا گیا ہے۔ یا انھیں کتابوں سے کسی کی خصوصیت بتانے کی ضرورت سمجھی گئی حوالہ بقید صفحہ دے دیا گیا ہے۔ مصنف۔

سہ بارہ یہی سوال کیا۔ تو طلیحہ نے کہا "ہاں اب وحی آئی! اور وہ یہ ہے کہ لڑائی میں جو موقع دشمنوں کو حاصل ہے۔ وہی تم کو بھی حاصل ہے۔[ع] اور یہ ایسا واقعہ ہے کہ جسکو تم کبھی نہ بھولو گے۔ یہ جواب سن کے علینیہ نے اپنے رفقا سے پکار کے کہا۔ اے بنی فزارہ۔ یہ شخص جھوٹا ہے۔ لہٰذا چلو"۔ اور سب کو

اُسکی شکست

ساتھ لے کے بھاگ کھڑا ہوا۔ اُس کے بھاگتے ہی طلیحہ کے سارے لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی طلیحہ نے جو لڑائی کا یہ انجام دیکھا تو اُچک کے ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا جو پاس کسا کھڑا تھا۔ اپنی جورو کو

بھاگنا اور ایمان لانا

پیچھے بٹھا لیا اور ارض شام کی راہ لی۔ وہاں بنی قضاعہ کے گروہ بنی کلب میں اترا۔ پھر جب سارے بنی کلب اور بنی غطفان مسلمان ہو گئے تو اس نے بھی دین اسلام قبول کیا اور اپنی بنوت سے دست بردار ہو کے اُمت محمدی میں شامل ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق کے عہد میں عمرے کی غرض سے مکہ معظمہ جاتے وقت مدینے میں ٹھہرا اور حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر تجدید توبہ کی۔ انھوں نے اُس کو مجاہدین اسلام کے ہمراہ کر کے جہاد پر بھیجدیا۔

ارتداد بنی عامر

بنی عامر ارتداد کے معاملے میں متردد اور مذبذب تھے! اور منتظر تھے کہ دیکھئے طلیحہ کا کیا انجام ہوتا ہے اور اُس کے ہمسری بنی اسد اور بنی غطفان کیا کرتے ہیں۔ ان کا ایک نامور شخص قرہ بن

اُنکا سردار علقمہ

ہبیرہ بنی کعب میں تھا۔ دوسرا نامی شخص علقمہ بن علاثہ بنی کلاب میں تھا۔ فتح طائف کے بعد وہ مرتد ہو کے بھاگ گیا تھا۔ مگر وفات سرور عالم کی خبر پہونچی تو فوراً اپنی قوم میں واپس آیا تاکہ اُن کو بھکائے۔ اور مخالفت پر اُبھارے۔ حضرت صدیقؓ نے اُس کی شورش کا حال سُنا تو قعقاع بن عمرو کو بنی تمیم کے ایک گروہ پر سردار مقرر کر کے اُس کے مقابلے پر بھیجا۔ قعقاع نے جاتے ہی بنی عامر پر تاخت کی۔ اور اُن کو اور اُن کے اہل وعیال کو اسیر کر کے دربار خلافت میں حاضر کر دیا۔ یہاں آکر سب نے ارتداد اور بیدینی سے توبہ کی اور از سر نو مسلمان ہوئے۔

دوسرا سردار قرہ

رہا قرہ بن ہبیرہ اُسے عمان سے واپس آتے وقت عمرو بن عاص ملے۔ قرہ نے ان کو عزت سے ٹھیرایا۔ دعوت کی۔ اور مشورے کے طور پر کہا "مناسب یہ ہوگا کہ آپ لوگ زکوٰۃ کو چھوڑ دیں۔ یہ امید نہ رکھئے کہ اہل عرب کچھ دے کے آپکی اطاعت کریں گے۔ عمرو بن عاص یہ سُن کر بہت برافروختہ ہوئے۔ اُسے ڈانٹا اور مدینے میں آکے یہ واقعہ حضرت صدیقؓ سے بیان کیا۔

خالد بن ولید جب طلیحہ کے ہمراہیوں یعنی بنی اسد اور بنی غطفان کو پامال کر چکے تو بنی عامر

[ع] طلیحہ کی وحی کے اصلی الفاظ یہ ہیں "جیسی چکی ان کی ہے ویسی ہی تمھاری ہے۔" عرب لوگ لڑائی کو چکی سے اس قدر زیادہ تشبیہ دیتے کہ کبھی چکی ہی کے لفظ سے تعبیر کیا کرتے۔ لہٰذا مفہوم اس کا وہی ہوا جو ہم نے لکھا ہے۔

بنی ہوازن اور بنی سلیم جو اس لڑائی کا انتظار کر رہے تھے اُمیں سے بنی عامر اور بنی ہوازن خود ہی خالد کے پاس حاضر ہوگئے اور اطاعت و دینداری کا اقرار کیا انھوں نے سب کی توبہ قبول کی اور سب کو امان دی بجز ان لوگوں کے جنھوں نے ارتداد کے جنوں میں مبتلا ہو کر مسلمانوں پر جبر و ستم کیا تھا چنانچہ ایسے مجرموں کو وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پکڑتے اور جیسے مظالم اُن سے ثابت ہوئے ویسی ہی سزائیں دیتے۔ بنی عامر کے متعلق جب یہ کارروائی ہوچکی تو خالد نے عیینہ بن حصن کو جو طلیحہ کے ساتھ شریک ہو کر لڑا تھا اور قرہ بن ہبیرہ کو جس نے عمرو بن عاص سے زکوٰۃ چھوڑنے کو کہا تھا۔ دونوں کو بندھوا کے بارگاہ خلافت میں بھیجدیا۔ حضرت صدیق نے ان کے قصور معاف کیئے اور جان بخشی کی۔

انکی توبہ قبول ہوئی۔

اگر مجرموں کو سزائیں۔

اس[ع] کے بعد خالد کو خبر ملی کہ قریۂ حوأب میں سلمی بنت مالک نام ایک بہادر اور جانباز عورت کے پاس بہت سے مرتد جمع ہوئے ہیں اور شورش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ عورت بہ عہد رسالت اسیر ہو کے آئی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ کو ملی تھی۔ اور ان کی لونڈی بنی تھی۔ انھیں دنوں ایک روز چند عورتوں میں ملی ہوی حضرت عائشہ کے گھر میں بیٹھی تھی کہ حضور سرور عالم تشریف لائے۔ اور فرمایا "تم میں سے ایک حوأب کے کتوں کو پناہ دے گی" آپکی وہ پیشین گوئی اب پوری ہو رہی ہے چنانچہ کچھ بنی غطفان۔ کچھ بنی ہوازن۔ کچھ بنی سلیم۔ کچھ بنی طے اور کچھ بنی اسد حوأب میں اُس کے ساتھ جمع ہوئے۔ اور علم بغاوت بلند کر دیا۔ جناب سیف اللہ فوراً ان لوگوں کی سرکوبی کو جا پہونچے۔ اور جاتے ہی حملہ کر دیا سلمی کی محمل اُن لوگوں کے بیچ میں تھی جس کے گرد سو آدمی بڑی جانبازی سے کٹ کٹ کے ڈھیر ہو گئے۔ آخر مسلمانوں نے کونچیں کاٹ کے اونٹنی کو گرا دیا۔ وہ کینہ جو عورت ماری گئی اور اُس کے رفقا قتل ہوتے ہوئے بھاگے۔

ایک مرتد عورت۔

اور اس کا انجام۔

مگر بنی سلیم سے سب سے بڑا جرم یہ ہوا کہ اُن کا سردار فجاءہ بن عبد یالیل ابوبکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا۔ مدد مانگی۔ اور وعدہ کیا کہ میں مرتدوں سے لڑوں گا۔ انھوں نے سامانِ جنگ اور روپیہ سے اُس کی مدد کی۔ اور مرتدوں سے لڑنے کی اجازت دی واپس جا کے وہ مقام جون میں ٹھہرا۔ اور مرتد ہو گیا۔ ارتداد کے بعد اُس نے بنی شرید کے ایک شخص نجبہ بن ابی مثنی کو روانہ کیا کہ بنی سلیم اور بنی ہوازن کے لوگوں کو اپنے ساتھ لے۔ اور مسلمانوں پر حملے شروع کر دے۔ یہ حال جناب صدیق نے سُنا تو طریفہ بن حاجز کو اُس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور عبداللہ بن قیس حاسبی کو اُن کی مدد پر بھیجا۔ دونوں نے فوراً حملہ کر دیا۔ نجبہ

ایک مکار مرتد۔

ع ابن خلدون ج صفحہ ۲

اور وغا بانی کی سزا۔

مارا گیا۔ فجاءہ بھاگ گیا تھا مگر طریفہ نے تعاقب کر کے اُسے اور بہت سے بنی سلیم کو گرفتار کر لیا۔ یہ قیدی جناب صدیق کی خدمت میں پہونچے تو فجاءہ اپنے کیفر کردار کو پہونچا۔ ان اسیرانِ بنی سلیم میں شاعرۂ عرب خنساء کا بیٹا ابو شجرہ بھی تھا۔

سجاح نبیہ بنی تمیم۔

ترتیب واقعات کے لحاظ سے ضرورت ہے کہ اب ہم بنی تمیم کی طرف توجہ کریں جن کو ان دنوں دنیا بھر کی قوموں میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ اُن میں ایک نبیہ عورت پیدا ہو گئی۔ مدعیانِ نبوت اس زمانے میں بہت سے پیدا ہوئے مگر کسی عورت کو یہ حوصلہ نہیں ہوا تھا کہ حضرت جبریل سے برہنہ سر عورتوں کے سامنے نہ آنے کا عہد تڑواڈالنے کی کوشش کرے۔ بنی تمیم کی یہ نبیہ سجاح تھی جس پر اُس کے پیروان دین ناز کرتے اور کہتے تھے کہ

امست نبیتنا انثی نطوف بہا
واصبحت انبیاء الناس ذکرانا

یعنی ہماری نبیہ عورت نکلی جس کے ساتھ ہم گشت لگا رہے ہیں۔ حالانکہ اور سب لوگوں کے پیغمبر مرد ہیں۔ بنی تمیم دین اسلام قبول کر چکے تھے اور ان میں حضرت سرورِ عالم کے عامل اور تحصیلدار ان زکوٰۃ موجود تھے کہ مرتدوں اور باغیوں کی شورش سے اُن میں ایک تذبذب پیدا ہو گیا اور انتظار کرنے لگے کہ ان جھگڑوں کا انجام ظاہر ہو تو مناسب طرز عمل اختیار کریں۔ اسی گو مگو کی حالت میں تھے کہ اُن کے قبیلے کا جو گروہ حرّان کے اُدھر علاقہ جزیرہ میں آباد تھا اس میں کی ایک عورت سجاح بنت حارث نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بہت سے لوگوں کو اپنا پیرو بنا لیا جن میں زیادہ تر بنی تمیم تھے بنی تغلب سے اس سے ننھیالی تعلق تھا اس لیے اُن میں سے بھی بعض اُس کی طرفداری کو اُٹھ کھڑے ہوئے سجاح چونکہ فصاحت و بلاغت میں ممتاز تھی اس لئے مسیلمہ اور طلیحہ کی طرح مقفی و مسجع عبارتیں تصنیف کر کے اپنے مریدوں کو سناتی اور کہتی "یہ وحی آسمانی ہے"۔

مُسیلمہ اور سجاح۔

آخر ایک زبردست لشکر جمع کر کے وہ چلی کہ مدینے پر حملہ اور حضرت صدیق اکبر سے مقابلہ کرے۔ مگر راستے میں بنی حنیفہ کا علاقہ پڑتا تھا جہاں مسیلمہ نبوت کا ڈنکا بجا رہا تھا۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ پہلے اُس سے سمجھ لیجئے اور وہ مدینہ کا راستہ چھوڑ کے یمامہ کی طرف چلی۔ مسیلمہ کے مقابلے کیلئے عساکر اسلام روانہ ہو چکے تھے۔ وہ ڈرا کہ دو حریفوں سے کیونکر مقابلہ کروں گا۔ اس لیے کچھ

ف حضرت خدیجہ نے سر سے خمار الگ کی تو حضرت جبریل حضور سرورِ عالم کی نظر سے غائب ہو گئے۔ اسی کو حضرت خدیجہ نے ان کے فرشتۂ الٰہی ہونے کی علامت سمجھا۔ دیکھو ابن ہشام صفحہ ۱۵۴۔

ہدیے بھیجکر سجاح کو نرم کیا۔ پھر درخواست کی کہ اگر مجھے امان دی جائے تو خود حاضر ہو کر زیارت کروں۔ سجاح نے اجازت دی اور وہ چالیس رفقائے بنی حنیفہ کے ساتھ اُس کے پڑاؤ کے قریب گیا وہاں سے کہلا بھیجا کہ آپ اپنے لشکر سے باہر آکر اور اپنے تمام رفقا سے الگ ہو کر مجھ سے ملیں سجاح نے اُس کو منظور کیا اور مسیلمہ نے بنی تمیم کے لشکر گاہ سے ذرا فاصلہ پر ایک پُرتکلف خیمہ کھڑا کرایا اُس کو حجلۂ عروسی کی طرح خوب آراستہ کر کے خوشبوؤں سے معطر کیا اور اس میں سجاح سے تنہا ملا۔

سجاح جوان تھی اور خوبصورت مسیلمہ صورت دیکھ کے سمجھ گیا کہ اس کے دل میں جوانی کا جوش بھرا ہوا ہے۔ جیسے ہی سجاح نے کہا کہ اپنی وحی کی کچھ آیتیں سنایئے ایک فحش مگر مقفی و مسجع عبارت تصنیف کر کے سنائی جو مرد و عورت کے جذبات نفسانی کو ہیجان میں لانیکے لیئے کافی تھی سجاح نے سُن کر کہا "میں آپکی نبوت کی قائل ہو گئی" مسیلمہ بولا تو پھر کیا یہ مناسب ہو گا کہ ہم آپ میاں بیوی بن جائیں اور آپ کی اور اپنی دونوں اُمتوں کی قوت سے ہم ساری سرزمین عرب کو ہضم کر جائیں سجاح نے کہا بیشک یہی ہونا چاہیے اب کیا تھا۔ باتوں باتوں میں وہیں بیٹھے بیٹھے نکاح ہو گیا اور مسیلمہ نے موقع پا کر چند شعر سنائے جو نہایت فحش اور جوش شہوانی کو اُبھارنے والے تھے۔ اس کے بعد مسلسل تین روز تک مسیلمہ اور سجاح اسی حجلۂ عروسی میں رہے تیسرے روز سجاح اس سے رخصت ہو کے اپنی قوم میں گئی اور مسیلمہ اپنے قلعہ میں آیا۔ سجاح سے اس کے رفقا نے پوچھا کیا کر آئیں؟ بولی "وہ پیغمبر برحق ہے۔ لہذا میں نے اُس سے نکاح کر لیا" پوچھا "اور آپ کو انھوں نے مہر کیا دیا؟" کہا "کچھ نہیں" لوگوں نے کہا "نکاح بغیر مہر کے کوئی چیز نہیں ہے۔ واپس جا کے مہر مانگیے" سجاح دوبارہ گئی تو مسیلمہ نے اپنے قلعہ کا پھاٹک بند کر لیا۔ اور بالاخانے سے سر نکال کر پوچھا "اب آپ کیوں آئی ہیں؟" بولی "نکاح کیا ہے تو میرا مہر دو" کہنے لگا "اچھا اپنے موذن کو بلائیے۔ فوراً سجاح کا موذن شبث بن ربعی ریاحی حاضر ہوا اور مسیلمہ نے اُسے حکم دیا کہ اپنی قوم میں پکار دو کہ "رسول خدا مسیلمہ نے محمد (صلعم) کی لائی ہوئی پانچ نمازوں میں سے دو تمھاری نبیہ کے مہر میں تم کو معاف کیں۔ ایک فجر کی دوسری عشا کی۔"

اسی دوران میں مسیلمہ نے سجاح سے اس اقرار پر صلح کر لی کہ بنی حنیفہ یمامہ کی ایک سال کی پیداوار سجاح کی نذر کریں گے جس میں سے نصف اسی وقت دے دی۔ اور نصف کے لیے کہا "اپنے چند آدمیوں کو چھوڑ جایئے جو اس کو وصول کرے جائیں گے۔"

دونوں کا نکاح۔

سجاح کا مہر۔

اور باہمی صلح

ع ابن خلدون جلد ۲ حصہ ۲ صفحہ ۳

سجاح کی واپسی اور خاتمہ بالخیر

یہ صلح کر کے سجاح بنی تغلب میں واپس گئی اور کہتے ہیں کہ بہت دنوں تک زندہ رہی۔ مرتدوں کا فتنہ فرو ہونے کے بعد مسلمان ہوگئی۔ اور اچھی دیندار بیوی بن کے زندگی بسر کی۔ آخر میں بصرے میں آکے رہی اور وہیں مری۔ جب کہ سمرہ بن جندب جناب معاویہ کی طرف سے والی بصرہ تھے۔ اور انھیں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مالک بن نویرہ

اس کے طرفداروں میں زبرقان اور اقرع حضرت صدیق کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں سے تائب ہوئے اور اس کے بعد حضرت خالد کے ہمراہ یمامہ اور تمام معرکوں میں شریک رہے مگر مالک بن نویرہ جو تمیمیوں میں سے بنی حنظلہ کا سردار تھا اور خود حضور سرور عالم کا مقرر فرمایا ہوا عامل تھا۔ سجاح کے واپس جانے کے بعد حیران تھا کہ کیا کرے۔ اس لیے کہ وہ بھی سجاح کے فتنے میں پڑ گیا تھا۔ آخر وہ بنی حنظلہ کے ساتھ مقام بطاح میں مقیم ہوا۔ خالد نے سنا تو فوراً اس کے مقابلے کو روانہ ہوئے۔ ان کے لشکر میں جتنے انصار تھے انھوں نے عذر کیا کہ جب تک دار الخلافت سے حکم نہ ملے مالک کے مقابلے پر نہ جانا چاہیے مگر خالد نے کہا کہ مجھے ہر ایک معاملے میں پوچھنے کی ضرورت نہیں اور ان کے عذر کو نہ سنا۔ انصار نے طوعاً و کرہاً ان کی اطاعت کی اور کوچ کر دیا۔

اس کے ساتھ خالد کا سلوک

مالک نے خالد کی آمد سنی تو بنی حنظلہ کو ادھر ادھر منتشر کر دیا اور لڑنے سے منع کیا۔ چنانچہ خالد پہونچے تو کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ وہاں ٹھہر گئے اور مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی فوجیں اطراف و جوانب میں بھیجنے لگے کہ تبلیغ اسلام کریں۔ اور جو مخالف ملیں ان کو اسیر کر لائیں۔ انھیں میں سے ایک گروہ والے مالک بن نویرہ اور اس کی قوم کے کچھ لوگوں کو پکڑ لائے۔ اس گروہ مجاہدین میں ابو قتادہ انصاری بھی تھے۔ انھوں نے بیان کیا کہ مسلمانوں کی اذان پر ان لوگوں نے اذان دی۔ اور نماز پڑھی تھی لیکن خالد نے سماعت نہ کی۔ اور ضرار بن ازور کو حکم دیا کہ اسیروں کو اپنی حراست میں رکھو۔ اس کے بعد رات اندھیری تھی اور پانی برستا تھا۔ خالد کے حکم سے منادی نے پکارا "ادفئوا اسراکم" یعنے قیدیوں کو تاپنے کا موقع دو۔ ضرار بنی کنانہ میں سے تھے اور بنی کنانہ کے محاورے میں اس فقرے کے یہ معنی تھے کہ قیدیوں کو قتل کر ڈالو۔ ضرار نے سنتے ہی ان سب کو قتل کر ڈالا۔ خالد کو ضرار کی یہ غلط فہمی معلوم ہوئی تو کف افسوس ملتے ہوئے دوڑے مگر قیدیوں کا کام تمام ہو چکا تھا۔ ابو قتادہ نے اس کارروائی پر اعتراض کیا تو خالد نے اس کی بھی پروا نہ کی۔ بلکہ ان کو جھڑک دیا۔ ابو قتادہ برہم ہو کے مدینے میں آئے۔ اور سارا ماجرا حضرت صدیق رض

۱۔ فتوحات اسلامیہ جلد اول صفحہ ۷۰۔۸۔

کی خدمت میں عرض کر دیا۔

بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ یہ قیدی جب حضرت خالد کے سامنے لائے گئے تو مالک بن نویرہ نے حضور سرور عالم کا ذکر ان الفاظ میں کیا کہ "تمھارے صاحب کی یہ شان تھی۔ اور تمھارے صاحب کی یہ حالت تھی"۔ خالد کو اس کے یہ الفاظ سخت ناگوار ہوئے تو کہا "کیا وہ تیرے صاحب نہ تھے؟" اور یہ کہتے ہی اُسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا۔

خالد پر الزام حضرت عمرؓ ان کے مخالف۔ اور جناب صدیق موافق ہیں۔

حضرت صدیق نے خالد بن ولید کو جوابدہی کے لیے مدینے میں بلایا اور ان کا بیان لیا۔ جس کو سنکر حضرت عمرؓ نے کہا "مالک کے قصاص میں خالد کو قتل کرنا چاہئے" جناب صدیق نے فرمایا "گو ان سے غلطی ہوئی مگر وہ اس کی تاویل کرتے ہیں۔ لہذا یہ اجتہادی غلطی تھی"۔ حضرت عمرؓ نے کہا "تو ان کو قید کیجئے"۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "اجتہادی غلطی پر میں قید بھی نہیں کر سکتا" جناب فاروق بولے "تو پھر انھیں معزول کر دیجئے" صدیق اکبر بولے "میں اس تلوار کو روک بھی نہیں سکتا جسے اللہ نے مشرکوں پر کھینچا ہے"۔

عکرمہ کو مسیلمہ سے شکست۔

اسی اثنا میں عکرمہ کا قاصد یہ خبر لایا کہ انھیں مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں شکست ہو گئی۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ ابو بکر صدیقؓ نے عکرمہ کو مسیلمہ کے مقابلے پر بھیجا تھا اور ان کے پیچھے پیچھے شرجبیل بن حسنہ روانہ کیے گئے تھے۔ عکرمہ شجاعت کے جوش میں جلدی جلدی کوچ کرتے ہوئے گئے اور بے سوچے سمجھے لڑائی چھیڑ دی جس میں انھیں زک اٹھانا پڑی۔ حضرت صدیقؓ نے یہ سنتے ہی ان کو حکم دیا کہ

صدیق اکبر کے انتظامات

خبردار مدینے میں نہ آنا ورنہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیے ہوئے حذیفہ اور عرفجہ کے پاس چلے جاؤ اور اہل مہرہ واہل عمان سے مقابلہ کرو۔ پھر جب وہاں سے فراغت ہو تو یمن کی طرف چلے جانا۔ اس کا بھی خیال رہے کہ راستے میں جو مسلمان قبائل ملیں ان کو جہاد پر آمادہ کر کے ساتھ لیتے رہنا تاکہ یمن میں پہونچو تو تمھارے زیر علم بہت بڑا لشکر ہو ساتھ ہی حضرت صدیقؓ نے شرجبیل کو لکھا کہ تم خالد کے لشکر سے مل جاؤ جنھیں میں نے مسیلمہ کے مقابلے پر مامور کیا ہے اور جب اس مہم سے فراغت ہو لے تو تم بنی قضاعہ کی طرف کوچ کرنا اور عمرو بن عاص کے ساتھ مل کے وہاں کے مرتدوں سے لڑنا۔

خالد مسیلمہ کے مقابلے پر۔

یہ احکام جاری کرتے ہی حضرت صدیقؓ نے خالد کو حکم دیا کہ اب تم مسیلمہ کے مقابلے پر جاؤ۔ پھر خود ہی ان کے لشکر میں مہاجرین کا افسر ابو حذیفہ اور زید کو۔ اور انصار کا سردار ثابت بن قیس اور براء بن عازب کو مقرر فرما دیا۔ خالد مدینے سے روانہ ہو کر بطاح میں پہونچے اور جب

سارا لشکر جمع ہو لیا تو یمامہ کی راہ لی۔

مسیلمہ کی قوت۔ بنی حنیفہ یعنی پیروان مسیلمہ کی تعداد بہت زیادہ تھی اُن میں چالیس ہزار جنگجو سپہ گر موجود تھے۔ جو متفرق گاؤں اور بستیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ نہایت دشوار تھا کہ کوئی معمولی قوت کی فوج اُن پر غالب آسکے یہی سبب تھا کہ عکرمہ کو ان لوگوں سے شکست ہوگئی۔

شرجبیل کو بھی شکست۔ اور وہی غلطی شرجبیل بن حسنہ سے ہوی۔ عکرمہ کے بعد وہ بھی نہایت عجلت سے مسیلمہ کے مقابل جا پہونچے۔ مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ جب خالد پہونچے اور یہ حال سُنا تو شرجبیل کو اُنھوں نے اس جلد بازی اور ناعاقبت اندیشی پر سرزنش کی۔ اور مقابلے کے لیے آگے بڑھے۔ خالد کے بعد ابوبکر صدیق نے تھوڑی فوج کے ساتھ بطریق کمک خلیط کو بھیجا اور حکم دیا کہ تم خالد کے پیچھے پیچھے رہنا تاکہ کوئی حریف اُن کے عقب سے حملہ آور نہ ہوسکے اس فوج کشی کا پہلا اثر یہ ہوا کہ سجاح کے ہمراہیوں میں سے جو منتشر لوگ یہاں جمع ہوئے تھے بھاگ کھڑے ہوئے[عــ۵]۔

مسیلمہ کے حالات۔ مسیلمہ تمام مصنوعی پیمبروں میں زیادہ چالاک تھا۔ اصلی نام ہرون بن حبیب تھا کُنیت ابوثمامہ تھی، اور لقب مسیلمہ تھا۔ مگر حضور سرورعالم نے چونکہ اُسے "کذاب" کا خطاب دیا تھا اس لیے مسلمانوں میں عموماً اسی ذلیل لقب سے مشہور ہوگیا مگر اس کے لوگ اسے زیادہ تر "رحمٰن یمامہ[عــ۶]" کہا کرتے۔ وہ نہایت ہی سن رسیدہ شخص تھا اور اس نے عجب مکر پھیلا رکھا تھا۔ اس کی کامیابی کا سب سے بڑا راز یہ تھا کہ

رجال بن عنفوہ۔ رجال بن عنفوہ نے تمام لوگوں کے سامنے گواہی دی کہ محمد رسول اللہ صلعم نے میرے سامنے مسیلمہ کو اپنی نبوت میں شریک کیا۔ رجال حضور سرورعالم کی خدمت میں ایک مدت تک رہا تھا مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ مدینہ طیبہ میں قرآن کی تعلیم پائی۔ اور دین میں بصیرت حاصل کی۔ جب آپ نے مسیلمہ کے مرتد ہونے کا حال سُنا تو اُسے یمامہ میں بھیجا کہ بنی حنیفہ کو دین کی تعلیم دے اور مسیلمہ کے مکر سے بچائے۔ اس حکم کے مطابق وہ بنی حنیفہ میں پہونچا تو خود مسیلمہ کی سازش میں شریک ہوگیا اُس کا کلمہ پڑھ کے اس گمراہ گروہ کا رکن رکین بن گیا اور عوام کے سامنے مسیلمہ کے دعووں کی تصدیق کرنے لگا۔ وہی مسیلمہ کا موذن تھا اور کہتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے بعد مسیلمہ ہی پیغمبر برحق ہے۔ مسیلمہ بھی ہر معاملے میں اُس کی بات بالا رکھتا۔ وہ مقفی اور مسجع آیتیں بنا کے لوگوں کو سُناتا اور کہتا کہ یہ قرآن ہے جو مجھ پر نازل ہوا ہے بعض کرشمے بھی اس سے ظاہر ہوتے

عــ۵ ابن خلدون جلد دوم حصہ ۲۔ عــ۶ فتوحات اسلامیہ جلد ا صفحہ ۱۰۔

اور وہ اس کے معجزے بتائے جاتے۔

مسیلمہ نے خالد کے آپہونچنے کا حال سنا تو یمامہ کی سرحد پر آکے پڑاو ڈال دیا اور اپنے لشکر کو جمع کیا۔

مجاعہ مسلمانوں کا قیدی۔

خالد کے لشکر میں مقدمۃ الجیش کے افسر شرحبیل بن حسنہ تھے۔ ایک رات کو مجاعہ نام ایک شخص بنی عامر اور بنی تمیم کے چالیس یا ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مسیلمہ کی کمک کو جا رہا تھا شرحبیل نے اُسے گھیر کے پکڑ لیا۔ اس کے تمام ہمراہی مارے گئے اور وہ پابزنجیر کرکے خالد کے خیمے میں بٹھا دیا گیا۔

آغاز جنگ

اب خالد بڑھ کے بنی حنیفہ کے سامنے اترے۔ اور اسی وقت لڑائی شروع ہوگئی۔ یہ بڑی سخت لڑائی تھی۔ اور اس کے دباؤ کو روکنا اور سنبھالنا بظاہر مسلمانوں کی حالت اور حیثیت سے زیادہ تھا۔ اوّل تو دو بار ان لوگوں سے مسلمان فوجوں کو شکست ہو چکی تھی۔ دوسرے مسلمانوں کی تعداد دشمنوں کے مقابلے میں بہت کم تھی مسیلمہ کی فوج یعنی بنی حنیفہ کے سپاہیوں کا شمار چالیس ہزار بتایا جاتا ہے اور اس زبردست قوت پر چڑھ کے آنے اور حملہ کرنے والے ہمراہیان خالد فقط چار ہزار تھے۔

دونوں طرف کی قوت کا موازنہ۔

لڑائی کے آغاز میں خالد نے میدان میں نکل کے مقابل طلب کیا۔ کئی آدمی دعوی کے ساتھ آئے اور حضرت سیف اللہ کے ہاتھ سے مارے گئے۔ آخر انھوں نے خود مسیلمہ کو بلایا کہ اس سے کچھ گفتگو کریں مگر اُسے آنے کی جرات نہ ہوئی۔ اور دونوں طرف سے عام حملہ ہوگیا۔ بنی حنیفہ نے اس زور سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کو قدم جمانا دشوار ہوگیا۔ دباؤ کھا کے پیچھے ہٹنے لگے! اور یہاں تک ہٹے کہ دشمن خاص خالد بن ولید کے خیمے تک پہونچ کر اُس کے اندر گھس پڑے۔ خالد تو میدان میں تھے انکی بیوی اُم تمیم اندر بیٹھی تھیں۔ اور اُن کے پاس مجاعہ زنجیروں میں جکڑا بیٹھا تھا دشمنوں نے محترم خاتون پر حملہ کرنے کا قصد کیا تو مجاعہ نے روکا اور انکی نیکیوں کی تعریف کرکے انھیں بچا لیا۔

مسلمانوں کی پسپائی۔

اتنی دیر میں مسلمانوں نے سنبھلکر اس زور سے حملہ کیا کہ بنی حنیفہ ہٹنے لگے۔ اور جب زیادہ پسپا ہوئے تو ان کے ایک سردار محکم بن طفیل نے اس خیال سے کہ میدان چھوڑ کے بھاگ نہ جائیں سب سے پکار کے کہا "لوگو باغ کی چار دیواری کے اندر چلے جاؤ اور اس کا میں ذمہ دار ہوں کہ تمھارے پیچھے کوئی نہ آسکے گا"۔ یہ سنکر بنی حنیفہ کا زیادہ گروہ باغ میں داخل ہوگیا۔ اور

مرتدوں کا پسپا ہونا۔

محکم مسلمانوں کو حملہ کرنے سے روکے ہوئے تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے فرزند عبدالرحمن نے ایک زبردست حملہ کرکے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُدھر حضرت عمرؓ کے بھائی زید بن خطاب نے رجال بن عنفوہ کو قتل کیا۔ اب مسلمانوں نے ہر طرف سے حملہ کیا اور ایسی سخت لڑائی ہونے لگی کہ ثابت بن قیس۔ زید بن خطاب۔ ابو حذیفہ اُن کے غلام سالم اور بہت سے جلیل القدر صحابیوں نے جام شہادت پیا۔ انس بن مالک کے بھائی براءؓ عجب وضع کے بزرگ تھے۔ ان کا معمول تھا کہ لڑائی میں جوش آتا تو کانپنے لگتے۔ یہ دیکھتے ہی لوگ اوپر چڑھ کے انھیں خوب دباتے کچلتے اس کے بعد وہ پیشاب کرتے اور پیشاب کرتے ہی شیر غراں بن جاتے۔ یہی حال اس میدان میں ہوا۔ اور آخر میں جب بنی حنیفہ نے باغ میں گھس کے دروازہ بند کر لیا تو انھوں نے مسلمانوں سے کہنا شروع کیا "کوئی مجھے دیوار پر چڑھا کے اندر اُتار دیتا" اُن کی یہ تمنا لوگوں نے پوری کر دی۔ اور اندر اترتے ہی وہ پھاٹک کے پاس پہونچ کے ایسی جوانمردی سے لڑے کہ اگرچہ شہید ہو گئے مگر دروازہ کھول لیا۔ فوراً سارے مسلمان اندر گھس پڑے۔ دشمنوں کے حواس جاتے رہے مگر باغ کے اندر ہونے کے باعث کسی کو بھاگنے کا راستہ بھی نہ ملتا تھا۔ انجام یہ ہوا کہ بنی حنیفہ کے سترہ ہزار آدمی اسی باغ کے اندر مارے گئے۔ مسیلمہ کے منہ میں جوش غضب سے کف تھا اور لکڑی پر سہارا دیے کھڑا تھا کہ ناگہاں وحشی حبشی جس نے غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور عبداللہ بن زید نام ایک انصاری جوان دونوں نے اس پر حملہ کیا۔ وحشی نے اپنا چھوٹا نیزہ پھینک کے مارا جو قلب میں اُتر گیا اور عبداللہ بن زید نے تلوار ماری۔

ان عبداللہ بن زید کے بھائی حبیب بن زید عمان سے مدینے آرہے تھے۔ راستے میں مسیلمہ نے پکڑوا لیا۔ اور اُن سے اپنی رسالت کا اقرار کرانے لگا۔ مگر اُنکی یہ حالت تھی کہ جب مسیلمہ کہتا میری نبوت کا اقرار کرو بہرے بن جاتے اور جواب نہ دیتے مگر جب محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کی نسبت پوچھا جاتا تو فوراً سُن لیتے اور اقرار کرتے اس غصے میں مسیلمہ نے ان کے تمام اعضا کاٹ کاٹ کے جُدا کیے۔ اور بڑی بیرحمی سے انھیں شہید کیا۔ جب خالد اس کے مقابلے کے لیے چلے تو انکی والدہ ام عمارہ نے بھی سپاہیوں کا بھیس بدلا۔ اور حضرت صدیقؓ سے جہاد پر آنے کی اجازت مانگی یہ محترم صحابیہ حضرت سرور عالم کے ساتھ کفار سے لڑ چکی تھیں اور ان کی شجاعت سارے مسلمانوں میں ضرب المثل تھی۔ لہذا حضرت خلافت مآب نے فوراً اجازت دے دی۔

اس لڑائی میں اُم عمارہ بڑی بہادری سے لڑیں۔ اور اگرچہ ایک ہاتھ کٹ گیا تھا مگر جب مسلمان باغ

سخت خونریزی
براء بن مالک۔
مسیلمہ کا قتل
مسیلمہ کے ہاتھ کا ایک مظلوم۔
اور اس کی بہادر ماں ام عمارہ۔
اُم عمارہ کی شجاعت۔

میں گھسے تو وہ بھی گھسیں اور ہر طرف مسیلمہ کو ڈھونڈھتی پھرتی تھیں۔ عین اسوقت جبکہ اُن کے دوسرے فرزند عبداللہ اور وحشی نے مسیلمہ کو مار کے گرایا ہے وہ بھی اس جگہ پہونچ گئیں مسیلمہ کو زمین پر تڑپتے دیکھ کر سجدے میں گر پڑیں۔ اور اپنا انتقام ملنے پر خدا کا شکر بجا لائیں۔

لڑائی ختم ہو چکی تو خالد نے مجاعہ کے ساتھ جاکر مسیلمہ کی لاش دیکھی۔ اور اسی کی معرفت صلح بھی ہو گئی۔ مگر اس نے قلعہ کے برجوں پر عورتوں کو مردانے کپڑے پہنا کے اور مسلح کر کے کھڑا کر دیا اور خالد کو باور کرا کے کہ قلعہ میں ابھی بہت سی فوج باقی ہے ایسی صلح کر لی جو ان لوگوں کے حق میں مفید تھی صلح کے بعد جب خالد کو معلوم ہوا کہ انھیں دھوکہ دے کے صلح کی گئی ہے۔ تو مجاعہ سے شکایت کی۔ مجاعہ نے کہا یہ میری قوم کے لوگوں کا معاملہ تھا ایسا نہ کرتا تو ان کی جان کیسے بچتی؟ خالد نے کچھ تعرض نہ کیا۔ اور اس معاہدے کی جو محض فریب کی وجہ سے ہو گیا تھا یہاں تک پابندی کی گئی کہ گو خود حضرت صدیقؓ کے پاس سے حکم آیا کہ بعد فتح بنی حنیفہ پر سختی کی جائے مگر خالد نے اسی پر عمل کیا۔ اور بارگاہِ خلافت میں لکھ بھیجا کہ "آپ کے حکم کے پہونچنے سے پہلے صلح ہو چکی تھی" چنانچہ جناب صدیق اکبر نے بھی اس صلح کو قبول فرمالیا۔

بنی حنیفہ سے صلح۔

اس لڑائی میں ۳۶۰ سے کچھ زیادہ مہاجرین۔ اتنے ہی انصار۔ اور اتنے ہی اور لوگ شہید ہوے اور جو لوگ زندہ رہے ان میں بھی اکثر زخمی تھے۔ اسی فتح کے بعد خالد بن ولید نے عراق اور حدود ایران پر حملے شروع کر دیے جن کا حال ہم مدعیان نبوت اور مرتدوں کا استیصال ہو جانے کے بعد لکھیں گے۔

شہدائے اسلام

تیسری فصل

مدعیانِ نبوت اور مرتدوں کا استیصال

ارتدادِ بحرین۔ جارود کی ایمانداری۔ حطم بن ضبیعہ مرتدوں کا سردار۔ مسلمان محصور۔ سپہ سالار اسلام علاء۔ مرتدوں کا خاتمہ۔ علاء حضرمی کی کرامت۔ فتح جزیرہ بحرین۔ علاء کی ولایت۔ ان کی ایک اور کرامت۔ عمان و مہرہ۔ لقیط مدعی نبوت۔ اس کی اصلاح کا بندوبست۔ مقابلہ۔ مسلمانوں کی کمک۔ اور مرتدوں کو شکست۔ مہرہ کی اصلاح۔ ارتداد یمن۔ مسلمان والیان یمن۔ یمن کی اہمیت۔ عمرو بن معدی کرب کا ارتداد۔ فیروز کی مدد۔ حضرت صدیق کا اعلیٰ تدبر۔ عتاب کی کارگزاری۔ عثمان بن ابی عاص کی کارگزاری۔ طاہر بن ابی ہالہ کی کارگزاری۔ مہاجر کی روانگی۔ ان کا لشکر۔ مرتدوں کی سرکوبی۔ ان کا استیصال۔ عکرمہ کا لشکر یمن پہونچ گیا۔ حضرموت پر فوج کشی۔ مرتدین بنی کندہ پر مہاجر کا حملہ۔ قلعہ نجیر کا محاصرہ۔ اشعث کی قوم فروشی۔ تحریری معاہدہ۔ نجیر پر مسلمانوں کا قبضہ۔ معاہدے میں اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ اس کی سزا۔ اشعث حضرت صدیق کے سامنے۔ وہ حضرت صدیق کا بہنوئی ہے۔ اس کی جان بخشی۔ اور خاتمہ بالخیر۔ پھر سارا عرب مسلمان ہے۔ اور یہ فقط حضرت صدیق کی برکت ہے۔ ان مہموں کے وقت میں اختلاف۔

ارتداد بحرین

اسی یمامہ سے ملا ہوا۔ بحرین کا علاقہ ہے۔ ارتداد کی زہریلی ہوا نے اس سرزمین کو بھی بغاوت و سرتابی پر آمادہ کر دیا۔ گو کہ وہاں کا فرماں روا منذر بن ساوی مسلمان ہو چکا تھا۔ مگر حضرت سرور عالم کی وفات کی خبر پہونچتے ہی ملک کا رنگ بدلنے لگا۔ اس سرزمین میں بکر بن وائل کی نسل کے قبائل آباد تھے۔ جن میں سے بنی ربیعہ اور بنی عبد القیس کھلے خزانے مرتد ہو گئے اور ان لوگوں کو مرتد دیکھ کر خود منذر بھی اسلام سے منحرف ہو گیا جس کو حضرت رسول اکرم صلعم نے یہاں کا والی متقرر فرمایا تھا۔

جارود کی ایمانداری

مگر بنی عبد القیس خوش نصیبی سے لغزش ہونے کے بعد پھر سنبھل گئے اور وجہ یہ ہوئی کہ ان کے سردار جارود بن معلی پکے مسلمان اور خالص موحد تھے۔ بذات خود بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کے ایمان لائے تھے۔ اور نبوت کی تعلیم ان کے دل پر ایسا اثر کر گئی تھی کہ کوئی چیز ان کے قدم کو صراط مستقیم سے نہ ہٹا سکی۔ آنحضرت صلعم کی وفات کا حال سنکر ان کی قوم والوں نے ارتداد کا علم بلند کر کے

کہنا شروع کیا کہ "یہ سچے پیغمبر ہوتے تو ہرگز نہ مرتے" جارود نے انکو جمع کرکے ایک پُرجوش و پُراثر تقریر کی اور کہا خدا نے بہت سے پیغمبر بھیجے جو گذر چکے ہیں۔ تم لوگ ان سب کے حالات سُن چکے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ سب مر گئے۔ لہٰذا جس طرح ان سب کو موت سے سابقہ پڑا حضور پیغمبر آخر الزماں نے بھی وفات پائی"۔ اتنا کہکر انھوں نے جوش و خروش سے کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور اُن کی اس کارروائی نے ایسا اثر کیا کہ جن لوگوں نے سُنا سب کلمہ پڑھ کے پھر مسلمان ہو گئے۔

بہرحال جارود کی وجہ سے بنی عبدالقیس تو بچ گئے۔ باقی تمام بنی ربیعہ نے علم بغاوت بلند کیا ان کو لے کر حطم بن ضبیعہ مقام ہجر اور قطیف میں ٹھہرا۔ بہت سے وہ لوگ جو اسوقت تک مشرک رہے تھے وہ بھی اُسکے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور قوت پکڑنے کے بعد اُس نے یہاں سے دارین اور جواثا کی طرف فوجیں بھیجیں۔ جہاں ان اطراف کے مسلمان جمع تھے۔ ان مرتد فوجوں نے جاتے ہی ان کا محاصرہ کر لیا۔ اور یہ محاصرہ مسلمانوں پر نہایت سخت تھا۔ یہی سُنکر حضرت صدیق اکبر نے علاء بن حضرمی کو اس جانب روانہ فرمایا تھا۔ وہ بھی آ کے ہجر میں اُترے۔ اور جارود کے پاس کہلا بھیجا کہ "آپ اپنے گروہ بنی عبدالقیس کے ساتھ حطم بن ضبیعہ کے مقابلے پر پڑاؤ ڈالیے"۔

حطم بن ضبیعہ مرتدوں کا سردار۔ مسلمان محصور ہیں

سپہ سالار اسلام علاء۔

اس کے بعد علاء نے اپنے اور مسلمانوں کے گرداگرد خندق کھودی اور پورے مہینہ بھر تک خندق کی لڑائی ہوتی رہی۔ مسلمان اپنی خندقوں سے نکل کے جاتے اور دشمنوں کی خندق کے حلقے کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے، ایک رات کو مرتدوں کے پڑاؤ میں سخت شور و غل سُنا گیا۔ علاء نے ایک شخص کو بھیجکر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سب شراب سے بدمست ہیں اور نشے میں شور مچا رہے ہیں۔ علاء نے اُسی وقت راتوں رات حملہ کر دیا اور قبل اس کے مرتدوں کو ہوش آئے ان پر تلواریں برسنے لگیں۔ بدحواسی کے ساتھ بھاگے۔ مگر بھاگنا بھی دشوار تھا۔ بہت سے لوگ خندق پھاندنے میں قتل ہوئے یا پکڑ لیے گئے۔ جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا تقسیم ہوا اور علاء نے ان مسلمانوں کے پاس جن کو دارین میں مرتدوں کے محاصرے سے نجات ملی تھی کہلا بھیجا کہ "تمھیں اللہ جل شانہ نے خشکی میں اس لیے اپنی قدرت کا تماشا دکھایا ہے کہ سمندر میں بھی تم کو قدرت اور عبرت کا سبق ملجائے۔ لہٰذا چلو! اور بغیر اس کے کہ سمندر سے ڈرو۔ دشمنوں پر حملہ کرو"۔ الغرض علاء اور سارا لشکر اسلام اب سمندر کی طرف بڑھا

مرتدوں کا خاتمہ

اس لیے کہ دارین اور بحرین کے درمیان سمندر حائل تھا اور مرتدوں نے جزیرے میں جا کے ساری کشتیاں جلادی تھیں۔ تمام مورخین عرب بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ علاء نے ایک دعا پڑھنا شروع کی اور بلا تامل گھوڑا سمندر میں ڈال دیا۔ ان کو دیکھ کر اور مسلمانوں نے بھی یہی کیا۔ اب سارا لشکر گھوڑے۔ خچر۔ اونٹ اور پیدل سپاہی سب نے اس خلیج کو خدا کے حکم سے اس طرح عبور کیا گویا کسی ریتیلی زمین پر چل رہے ہیں اور اس پر صرف اس قدر پانی ہے کہ اونٹوں کے کھر اس میں ڈوبتے ہیں[عـ]۔ ان بزرگانِ امت نے ایک رات اور دن پورے چوبیس ۲۴ گھنٹے سمندر پر سفر کیا اور جزیرۂ بحرین میں جا پہونچے۔ آجکل کے نوجوان جو سائنس کے شوقین ہیں وہ اس واقعہ پر تعجب کریں گے لیکن تمام مورخین نے جن الفاظ میں یہ واقعہ بیان کیا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ علاء کی دعا سے خلیج پایاب ہو گئی تھی۔ اگر غور کیا جائے تو ایک فوج کو عبور کے وقت کسی خلیج کے ایک حصہ کا پایاب ملنا خواہ وہ کسی وجہ سے ہو کوئی بڑے تعجب کی بات نہیں۔

علاء حضرمی کی دعا کی برکت۔

فتح جزیرہ بحرین۔

بہرحال علاء بحرین میں پہونچے۔ فتحیاب ہوئے۔ دشمنوں کا قلع قمع کیا۔ اور ان کا سردار حطم بھی قتل ہوا۔ جتنے قتل ہونے سے بچے اُن کو مسلمانوں نے اسیر کرلیا۔ اسی طرح سمندر پر سے گذر کے ساحل عرب پر واپس آگئے اور پھر وہیں دارین میں پڑاو ڈال دیا۔ یہاں سے مژدۂ فتح حضرت صدیق کو لکھا۔ اس مہم میں اتنی غنیمت میسر آئی کہ فی سوار چھ ۶ ہزار اور فی پیادہ دو ہزار درہم کے حساب سے مجاہدین کو ہاتھ لگے۔

علاء کی ولایت اور انکی ایک کرامت۔

علاء بڑے مقبول اور محترم صحابیوں میں تھے اور سب لوگوں کو یقین تھا کہ اُن کی دعا بے قبول ہوئے نہیں رہتی۔ اور یہ سمندر پر آنا جانا ہی نہیں اس مہم میں اُن سے اور کرامتیں بھی ظاہر ہوئیں جن میں سے ایک یہ بھی کہ اُن کا لشکر ایک ایسے دشت میں پہونچا جہاں پانی کا نام نہ تھا۔ سارے ہمراہیوں کو تڑپ تڑپ کے پیاسے مرنے کا یقین ہو گیا۔ علاء نے گھوڑے سے اُتر کے دو رکعت نماز پڑھی اور پانی کے لیے دعا مانگی۔ فوراً ابر کا ایک ٹکڑا اوپر آکے ٹھہر گیا اور اتنا برسا کہ سب نے اپنی چھاگلیں اور پکھالیں بھر لیں۔

عمان و مہرہ

بحرین و یمامہ سے ملحق اور جنوب کی طرف ہٹا ہوا عمان کا ملک ہے ان دونوں یہ ملک

عـ فتوحات اسلامیہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۔

دو علاقوں پر بنٹا ہوا تھا۔ ایک عمان اور دوسرا مہرہ حضور سرور عالم کی طرف سے ان دونوں علاقوں پر جلندی کے دو بیٹے جیفر اور عیاذ حکمراں تھے۔ یہی دونوں یہاں کی حکومت کے خاندانی وارث تھے۔ اور چونکہ انھوں نے دین اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے وہی حکومت پر بحال رکھے گئے۔

لقیط مدعی نبوت۔

لیکن آپ کی وفات کی خبر پہونچتے ہی لوگوں میں ایک اضطراب پیدا ہوا۔ لقیط بن مالک نام ایک ازدی الاصل شخص اُٹھ کھڑا ہوا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور لوگ اس جوش و خروش سے اُس کے پیرو ہونے لگے کہ وہ سارے عمان و مہرہ پر متصرف ہو گیا۔ اور دونوں حکمراں شہزادے اپنی آبائی حکومت سے محروم ہو گئے جیفر نے حضرت صدیق کو یہ حالات لکھے

اُس کی اصلاح کا بند و بست۔

اور آپ نے جو انتظام فرمایا ہم بیان کر چکے ہیں کہ حذیفہ بن محصن کو عمان میں اور عرفجہ بارقی کو مہرا میں اس ہدایت کے ساتھ روانہ فرمایا کہ جو کچھ کریں دونوں شاہزادوں کے مشورے سے کریں پھر ان کے بعد جب عکرمہ نے مسیلمہ سے شکست کھائی تو انہیں بھی ان دونوں کی کمک پر جانے کا حکم دیا۔ اور ان دونوں سرداروں کو لکھا کہ عکرمہ کی رائے پر چلیں۔ یہ دونوں سردار منزل مقصود میں نہیں پہونچنے پائے تھے کہ عکرمہ اُن سے جا ملے۔ اور سب نے عمان کے قریب پہونچکر جیفر اور عیاذ سے مراسلت کی۔

لقیط کو اس لشکر کے پہونچنے کی خبر ہوئی تو اپنا لشکر مرتب کر کے شہر دبا میں خیمہ زن ہوا۔ اُدھر جیفر اور عیاذ اپنے لشکروں کے ساتھ آکر مقام صحار میں اُترے۔ اور عساکر خلافت اور اُن کے سرداروں کو بھی اپنے ہی وہاں بلوایا۔ پھر اپنے اور عمانی طرفداروں کو لکھا کہ اپنی فوجیں لے کے ہمارے پاس آجاؤ۔ جب یہ سب لشکر جمع ہو گیا تو دونوں شاہزادے لقیط کی طرف بڑھے۔

مقابلہ

اس مدعی نبوت مرتد نے اپنے اہل و عیال کو اپنی صفوں کے پیچھے کیا اور ایسی زبردست قوت سے مسلمانوں پر حملہ کیا کہ نہایت سخت لڑائی شروع ہو گئی جس میں دونوں حریفوں میں سے کسی کا قدم پیچھے نہ ہٹتا تھا۔ آخر مسلمانوں کی طرف کمزوری ظاہر ہوی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ لشکر اسلام شکست کھا کے بھاگنے ہی کو ہے۔ ناگہاں خریث بن راشد۔ اور سیحان بن صوحان بنی ناجیہ کے

مسلمانوں کی کمک۔ اور مرتدوں کو شکست۔

ایک لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی کمک پر آ گئے۔ ان لوگوں نے جو یکبیک نمودار ہو کے حملہ کیا تو مرتدوں کے قدم اکھڑ گئے۔ گھبرا کے بھاگے۔ اور مسلمانوں نے تعاقب کیا مسلمانوں کو یہ ایسی نمایاں فتح حاصل ہوی کہ اسی نے مسلمانوں کے حق میں سارے ملک کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ دس ہزار مرتد مارے گئے۔ لونڈی غلام پکڑے گئے۔ مال غنیمت تقسیم ہوا۔ اور پانچواں حصہ مع مژدۂ فتح

کے ساتھ دربار خلافت میں بھیجا گیا۔

مہرہ کی اصلاح۔

فتح کے بعد حذیفہ تو عمان میں ٹھہر گئے مگر عکرمہ اور عرفجہ نے مہرہ میں جا کے وہاں کے مرتدوں کو بھی شکست دی اور ان کے سرغنا کو قتل کیا۔

ان مہموں کا انجام یہ ہوا کہ ملک کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے۔ جیفر اور عیاذ کو پھر اپنی حکومت ہاتھ آئی اور عکرمہ ان دونوں مہموں کو سر کر کے حسب حکم خلافت اپنے سارے لشکر کے ساتھ یمن کی طرف روانہ ہوئے۔

ارتداد یمن

یمن کی حالت یہ تھی کہ حضرت سرور عالم کی زندگی میں جب اسود عنسی نے پیغمبری کا دعویٰ کر کے آتش فساد بھڑکائی ہے تو اکثر اہل یمن مرتد ہو گئے تھے۔ پھر جب فارسی النسل حکمران یمن فیروز دیلمی نے اسود کو قتل کیا تو اکثر لوگ گذشتہ ارتداد سے توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہاں حضرت رسول خدا صلعم کی وفات کی خبر پہونچی تو پھر ارتداد کا شعلہ بھڑکا اور اس شدت سے بھڑکا کہ بجز چند لوگوں کے سب مرتد ہو گئے۔

مسلمان والیان یمن

اس زمانے میں صنعاء کا مسلمان حاکم وہی فیروز دیلمی تھا۔ عمرو بن حزم نجران میں نماز پڑھاتے تھے اور ابو سفیان جو ان کے ساتھ تھے رقم زکوٰۃ وصول کر کے بھیجا کرتے تھے۔ مقامات زمع و زبید اور نجران کے درمیان جو علاقہ تھا اس کے حاکم سعید بن عاص تھے۔ سارے بنی ہمدان پر عامر بن شہر مامور تھے۔ جند یعنی لشکر گاہ پر یعلی بن امیہ حاکم تھے۔ مارب میں ابو موسیٰ اشعری تھے۔ اشعریوں اور بنی عک پر طاہر بن ابی ہالہ تھے۔ حضرموت پر زیاد بن لبید بیاضی اور عکاشہ بن ثور تھے۔ اور بنی کندہ پر مہاجر بن امیہ کا تقرر ہوا تھا۔ مگر وہاں پہونچنے نہیں پائے اس لیے کہ مدینہ طیبہ میں بیمار پڑ گئے۔ اور معاذ بن جبل قرآن کی تعلیم دینے کے لیے سارے یمن میں گشت لگاتے رہتے تھے۔ بغاوت کا زور ہوا تو یہ سب والی اپنے علاقوں میں نہ رہ سکے۔ بلکہ بعض مدینے میں بھاگ آئے۔

یمن کی اہمیت۔

اسلام کے لیے سب سے زیادہ اندیشہ ناک بغاوت اور بے دینی یمن والوں کی تھی عرب کی روح رواں یمن کا ملک تھا۔ اور بغیر یمن پر پورا قبضہ ہوئے اسلام کی حکومت پوری نہ ہو سکتی تھی۔ یمن کے باغی ہونے کے معنی یہ تھے کہ جنوب کی طرف مکہ معظمہ سے سمندر تک سارا ملک خلافت کی قلمرو سے نکل گیا۔

عمرو بن معدی کرب کا ارتداد

یہاں سب سے بڑا مرتد عمرو بن معدی کرب تھا۔ اس نے اسود کی منتشر فوجوں کو اپنے پاس جمع کر لیا اور اس فکر میں تھا کہ فیروز دیلمی اور تمام مسلمان سرداران فارس کا خاتمہ کر دے

جن میں ممتاز و نامور تین شخص تھے۔ فیروز۔ داذویہ اور خشنش ۔ ان لوگوں نے چونکہ اس سے دوستی واتحاد کی کوشش کی۔ اس لیے عمرو نے یہ تدبیر کی کہ اُن تینوں کو دعوت کے بہانے اپنے گھر میں بلا کے قتل کر ڈالے۔ داذویہ اس فریب میں آ کے شہید ہوا مگر فیروز اور خشنش جان بچا کے بھاگ گئے۔ دوسرے مرتد قیس ابن مکشوح نے اُن کا تعاقب کیا مگر نہ پاسکا اسلیے کہ وہ دونوں بنی خولان میں پہونچ کے پناہ گزیں ہو گئے۔ اور قیس جب ان کو نہ پاسکا تو واپس جا کے صنعاء پر قابض ہو گیا۔

فیروز کی مدد

اب فیروز نے حضرت صدیقؓ کو ان تمام واقعات کی اطلاع کی۔ آپ نے ولایت صنعاء کی سند اسی کو لکھ کے بھیجدی۔ اور طاہر بن ابی ہالہ۔ ذوالکلاع سمیفع۔ ذوظلیم حوشب اور ذوبتان شہر کو لکھا کہ فیروز کی مدد کریں اور عکاشہ بن ثور کو حکم دیا کہ مسلمانان تہامہ کا ایک لشکر جمع کر کے طاہر کی جگہ تہامہ میں ٹھہریں۔

حضرت صدیق کا اعلیٰ تدبر

حضرت صدیق نے اس فتنے کے مٹانے کے لیے جو طرز عمل اختیار کیا اُن کے انتہائی تدبر اور اعلیٰ ترین حکمتِ عملی کو ظاہر کرتا ہے۔ اُنھوں نے کسی طرف فوج بھیجنے سے پہلے مسلمان عاملوں اور سرداروں کو خط بھیجے اور جابجا قاصد دوڑا کر حکم جاری کرایا کہ جہاں جہاں مسلمان قبائل موجود ہوں ان کو جمع کر کے اُن سے مرتدوں کے استیصال میں کام لیا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے انھوں نے والی مکہ عتاب بن اُسید۔ اور والی طائف عثمان بن ابی عاص کو لکھا کہ فوراً مسلمان فوجوں کو مرتب کر کے مرتدوں کے مقابلے پر بھیجو۔

عتاب کی کارگزاری

عتاب نے سُنا کہ بنی مدلج اور بنی خزاعہ کے کچھ اوباش تہامہ میں جمع ہوے ہیں۔ فوراً ان کے مقابلے پر ایک لشکر بھیجا جس نے جاتے ہی ان مرتدوں کا قلع و قمع کر دیا اور ایسی فاش شکست دی کہ ان اوباشوں میں بہت سے گھبرا کے سمندر میں پھاند پڑے اور ڈوب مرے۔

عثمان بن ابی عاص کی کارگزاری

اسی طرح عثمان بن ابی عاص نے سُنا کہ مقام شنوءہ میں بنی ازد۔ بنی خثعم اور بنی بجیلہ کے بدمعاش مرتد جمع ہوئے ہیں۔ فوراً اُن کی سرکوبی کو فوج بھیجی اور انھیں منتشر کر دیا۔

طاہر بن ابی ہالہ کی کارگزاری

تہامہ میں ساحل کے راستے پر بنی عک اور اشعریوں کے کچھ مرتد جمع ہوئے تھے طاہر بن ابی ہالہ اور مسروق عکی ان کے سر پر جا پہونچے شکست دی قتل کیا اور یمنی لشکر گاہ اسلام میں جا کے ٹھہر گئے کہ دربار خلافت سے جو حکم آئے اُس کی تعمیل کریں۔ ایک فوج حضرت صدیق نے نجران کی طرف بھی بھیجی جس نے وہاں تبلیغ دین کی۔

ان کارروائیوں کے علاوہ طائف میں عثمان بن ابی عاص نے حضرت صدیقؓ اکبر کے حکم سے طائف اور اطراف طائف کے تمام گروہوں سے بیس بیس آدمی لے کر ایک فوج جمع کر رکھی جس پر اپنے بھائی عبدالرحمن کو سردار مقرر کیا۔ اور مکہ میں عتاب بن اُسید نے قریش کے پانچ سو بہادران اسلام کا لشکر جمع کر لیا اور اپنے بھائی خالد کو اُس کا سردار مقرر کیا۔ یہ دونوں لشکر تیار اور منتظر تھے کہ بارگاہ خلافت سے جس مہم پر جانے کا حکم ہو فوراً کوچ کر دیں۔

مہاجر کی روانگی۔

مذکورہ انتظام کے بعد حضرت صدیقؓ نے مستعدی کے ساتھ فتنۂ یمن کے دور کرنے کی کارروائی شروع کر دی۔ اور مہاجر بن امیہ مخزومی کو جنھیں حضرت سرور عالمؐ نے بنی کندہ یمن کا سردار مقرر فرمایا تھا اور بیماری کی وجہ سے اس خدمت پر نہ جا سکے تھے بُلا کے سردار فوج بنایا اور حکم دیا کہ تم فوراً یمن کی طرف کوچ کرو۔ اور سارے ملک کو مرتدوں اور باغیوں سے صاف کرتے ہوئے اپنے علاقہ بنی کندہ میں چلے جاؤ جو حضرموت میں ہے۔ اور اُس خدمت کے انجام دینے میں مصروف ہو جاؤ جو حضرت رسول خدا نے تمھارے سپرد کی ہے۔

اُن کا لشکر

مہاجر علم صدیقیؓ کندھے پر رکھ کے چلے تو مکہ اور طائف میں ہوتے ہوئے گئے۔ یہاں سے خالد بن اُسید لشکر مکہ کے ساتھ۔ اور عبدالرحمن بن ابی عاص لشکر طائف کے ساتھ ان کے ہمراہ ہوئے۔ آگے کوچ کر کے جب وہ نجران کے علاقے میں پہونچے تو جریر بن عبدالرحمن اور عکاشہ بن ثور بھی اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کی فوج میں شامل ہو گئے۔

مرتدوں کی سرکوبی۔

نجران سے آگے بڑھے تو اُس سرزمین میں تھے جہاں عمرو بن معدی کرب اور قیس بن مکشوح نے ہنگامہ مچا رکھا تھا۔ فوراً بڑھ کے اُن سے مقابلہ کیا اور ایسے جوش و خروش سے دشمنوں پر جا پڑے کہ ایک ہی لڑائی میں اُن کی شورش کا خاتمہ کر دیا۔ دونوں مرتد سرغنا گرفتار ہو گئے جو باندھ کر مال غنیمت کے پانچویں حصے کے ساتھ دربار صدیقی میں بھیجدیے گئے۔ وہاں اپنے کفر سے توبہ کر کے آزاد اور پھر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہوئے۔ ادھر اُن کے رفقائے اشرار کا کلیتہً قلع و قمع ہو گیا۔

اُن کا استیصال

اب مہاجر آگے بڑھے اور مرتدوں میں سے جو ہاتھ آیا اُسے قتل کیا جو مقابلے پر آیا اُس سے لڑے اور جس نے توبہ کی اُس کا قصور معاف کیا اور سالم و غانم صنعاء میں پہونچکر حضرت صدیقؓ کو خبر کی۔ وہاں سے حکم آیا کہ اب تم عکرمہ کے ساتھ حضرموت کی طرف بڑھو اور سرکش مرتدان بنی کندہ کا استیصال کرو۔

عکرمہ کا ساتھ یمن پہونچ گئے

عکرمہ اب عمان کی مہم سے فارغ ہوکر ایک لشکر عظیم کے ساتھ صنعاء میں پہونچ گئے تھے ان کے جھنڈے کے نیچے اہل مہرہ اور قبائل بنی ازد۔ بنی ناجیہ۔ اور بنی عبد القیس وغیرہ کے مجاہدین تھے۔ چنانچہ حسب الحکم خلافت مہاجر اور عکرمہ دونوں لشکروں کو ساتھ لے کر حضرموت کی طرف چلے۔

حضرموت پر فوج کشی۔

اس اثنا میں زیاد بن لبید نے جو مہاجر کی طرف سے نیابتہ کام کر رہے تھے۔ مہاجر کو لکھا کہ جلدی آئیے۔ مہاجر کو یہ تحریر مارب اور حضرموت کے درمیان ایک وادی میں ملی جس کو پڑھتے ہی انھوں نے عکرمہ کو ساری فوج کی سرداری پر چھوڑا۔ اور خود بعجلت کوچ کر کے بنی کندہ کے علاقے میں پہونچ گئے۔

مرتدین بنی کندہ پر مہاجر کا حملہ۔

وہاں مرتدوں کا بہت بڑا گروہ تھا اور سب سے بڑا مرتد اشعث بن قیس سکسکی تھا سب نے اس کو اپنا حاکم بنا لیا تھا۔ مہاجر نے پہونچتے ہی بغیر اس کے کہ سارے لشکر کے پہونچنے کا انتظار کریں اس پر حملہ کر دیا۔ لڑائی میں مرتدوں کو شکست ہوی۔ اشعث مارا گیا۔ اس کے بہت سے رفقا بھی قتل ہوئے۔ اور بقیۃ السیف نے بھاگ کر نجیر نام ایک قلعہ میں پناہ لی۔ مہاجر نے بڑھ کر اس قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اور ہر طرف سے رسد بند کر دی۔ ایک راستہ کھلا ہوا تھا کہ عکرمہ اور ان کے ساتھ سارے لشکر نے پہونچکر وہ بھی بند کر دیا۔

قلعہ نجیر کا محاصرہ۔

اشعث کی قوم فروشی۔

اشعث سے اور عکرمہ سے پرانے تعلقات تھے۔ لہذا اس نے عکرمہ سے ملنے کی خواہش کی۔ عکرمہ نے اس کو امان دے کے اپنے پاس بلایا۔ اور ساتھ لے کر مہاجر کے پاس آئے یہاں اس نے درخواست کی کہ اگر مجھے میرے اہل وعیال۔ اور میرے نو رفیقوں کو آزادی ملے اور اپنا مال و اسباب نکال لیجانے کی بھی اجازت دی جائے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ چپکے سے پھاٹک کھول کر قلعہ پر آپ کا قبضہ کرا دوں گا۔ مہاجر نے ان شرطوں کو قبول کیا اور کہا مناسب یہ ہے کہ تم جو کچھ چاہتے ہو اس کو قلمبند کر کے مجھے دو کہ میں اپنی مہر کر دوں۔ اشعث نے فوراً اسی مضمون کی تحریر لکھی۔ مہاجر نے اس پر مہر کی اور اشعث سند کے طور پر اسے اپنے ساتھ لیے گیا۔

تحریری معاہدہ

نجیر پر مسلمانوں کا قبضہ۔

قلعہ کے اندر داخل ہو کے وقت مقررہ پر اس نے پھاٹک کھول دیا۔ چنانچہ قبل اس کے کہ کسی قلعے والے کو خبر ہونے پائے مسلمان اندر گھس پڑے۔ اور ہر طرف قتل و قمع ہونے لگا۔ فتحیابوں کے سامنے جو مسلح آدمی آتا قتل ہوتا۔ جو عورتیں اور بچے ملتے اسیر کر لیے جاتے آخر ایک ہزار عورتیں گرفتار ہوئیں۔ اور قلعہ مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔

قتل و قمع اور تاخت و تاراج سے فراغت ہوئی تو مہاجر نے اشعث سے کہا "میری وہ مہری تحریر لاؤ تاکہ جن باتوں کا تم سے اقرار کیا گیا ہے اُن کی تعمیل ہو جائے"۔ اشعث نے تحریر پیش کی تو اس میں اتفاق سے وہ خود اپنا نام لکھنا بھول گیا تھا۔ اس کے نو رفیقوں اور اور اہل و عیال کے نام تھے مال و اسباب کے لیجانے کی بھی تصریح تھی۔ مگر خود اس کا نام نہ تھا جس ذلیل طریقے سے اُس نے اپنی جان بچانے کے عوض میں ساری قوم کے جان و مال کو بیچ ڈالا تھا وہ مسلمان اور کفار سب کو ناپسند تھا۔ مہاجر نے تحریر دیکھتے ہی کہا "الحمد للہ کہ اس تحریر میں تیرا نام نہیں ہے۔ او دشمنِ خدا میرا جی چاہتا تھا کہ خدا تجھکو ذلیل کرے اور وہی ہوا" یہ کہتے ہی مہاجر نے اس کی مشکیں بندھوا دیں۔ اور خمس مالِ غنیمت اور لونڈی غلاموں کے ساتھ اُسے بھی حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں بھیجدیا۔ کہ اس کے حق میں جو مناسب جانیں کریں۔ راستے بھر عجیب حالت تھی۔ اشعث بندھا ہوا جا رہا تھا اور اُسے مسلمان بھی اور اس کی قوم والے بھی برابر لعنت ملامت کرتے جاتے تھے۔ قیدی عورتیں گویا اس کا نام بھول گئی تھیں اور اُسے "عرف النار" کہتی تھیں۔ جو اہلِ عرب میں دغاباز و غدار کا عام لقب تھا۔

معاہدے میں اپنا نام لکھنا بھول گیا

اُس کی سزا

اشعث حضرت صدیق کے سامنے

جب مدینہ میں پہونچا اور حضرت صدیق کے سامنے پیش ہوا تو انھوں نے اس سے پوچھا "بتا تیرے نزدیک میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں گا" بولا "میں کیا جانوں کہ آپ کیا کریں گے؟" فرمایا "میرا ارادہ ہے کہ تجھے قتل کروں" بولا "میں وہ شخص ہوں جس نے مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ میرا خون کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا" جناب صدیق نے فرمایا "جب تحریر ہو گئی اور اس پر مہر بھی ہو گئی تو آزادی کے مستحق فقط وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن کے نام اس میں درج ہیں" اب اشعث کو زندگی سے یاس ہوئی۔ کہنے لگا "مجھے آزادی کا حق نہیں حاصل ہے تو آپ مہربانی کر کے اور احسان کر کے میری جان بچائیں اور میری بیوی میرے حوالے کریں"۔

وہ حضرت صدیق کا بہنوئی ہے

حضور سرورِ عالم کی زندگی میں جب اشعث مدینے میں حاضر ہو کر ایمان لایا ہے تو اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بہن ام فروہ سے نکاح کیا تھا مگر انھیں یہیں چھوڑ گیا تھا کہ دوبارہ آ کر اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اس کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ حضرت رسولِ خدا کی وفات کی خبر سنکر مرتد ہو گیا۔ اب اسیر ہو کے آیا تو جان بخشی کی التجا کے ساتھ بیوی کے ملنے کی بھی درخواست کی اور کہا "اگر مجھ پر احسان کیا تو آپ مجھے میرے تمام شہر والوں سے زیادہ دیندار اور نیکوکار پائیں گے" اب اسلام قبول کرنے اور تائب ہونے کے بعد قصور معاف ہونے میں کیا تامل ہو سکتا تھا

اسکی جان بخشی

حضرت صدیق رضؓ نے اس کا قصور معاف کیا۔ اپنی بہن کا دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کردیا۔ اسلیے کہ کافر ہوجانے سے پہلا عقد ٹوٹ گیا تھا۔

اشعث نے اپنی بعد کی زندگی سے ثابت کردیا کہ اُس نے جن باتوں کا اقرار کیا تھا۔ صدق دل سے کیا تھا۔ چنانچہ اب وہ نہایت ہی نیک نفس اور متقی و پرہیزگار تھا۔ مدینے میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ یہاں تک کہ سارا ملک عراق فتح ہوگیا اور اسے قادسیہ اور یرموک کے میدانوں میں شریک ہونے کی عزت حاصل ہوئی صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھا اور ۴۲ھ میں سفر آخرت کیا۔ بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کی شہادت کے چالیس روز بعد اُس نے وفات پائی اور حضرت امام حسنؓ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

فتح یمن کے ساتھ ہی مرتدوں کی لڑائی کا خاتمہ ہوگیا اور سارا عرب پھر مسلمان پیرو دین مبین اور دولت خلافت کے زیر نگین تھا۔ مرتدوں کی شورش دنیائے اسلام میں ایک ایسا خوفناک طوفان تھا جس کے آغاز میں معلوم ہوتا تھا کہ دین اسلام کا خاتمہ ہوگیا اور حضرت رسول آخرالزماں نے تبلیغ دین اور ترویج توحید میں جو کچھ کوشش کی تھی کالعدم ہوگئی۔ بڑے بڑے صاحب رائے اور مستقل مزاج صحابہ کے قدم کو لغزش ہوگئی تھی۔ اور سب اس پر آمادہ تھے کہ مرتدوں کی بعض شرطوں کو مان لیا جائے مگر خدا کو دین کی تکمیل منظور تھی کہ حضرت صدیقؓ خلیفہ ہوئے جنھوں نے اسلام کے اصول ارکان میں ایک ادنی سی تبدیلی بھی نہ گوارا فرمائی۔ فقط اپنی پامردی اور خوش تدبیری سے کامیاب ہوئے اور دو سال سے بھی کم زمانے میں سارے عرب کو مسلمان اور مطیع الاسلام بنالیا۔

علامہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ خلافت صدیقی کو مرتدوں سے جو لڑائیاں لڑنا پڑیں۔ اُن کے زمانے کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے ابن اسحٰق کا قول ہے کہ یمامہ یمن اور بحرین کی فتحیں اور شام پر عساکر اسلام کا روانہ ہونا یہ سب ۱۲ھ کے واقعات ہیں مگر ابو معشر۔ یزید بن عیاض۔ اور ابو عبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر کا قول ہے کہ مرتدوں کے مقابلے پر تمام فتحیں خالد کی ہوں یا اور سپہ سالاران اسلام کی ۱۱ھ میں ہوئیں۔ خالد بن ولید کی عراق کی طرف روانگی البتہ ۱۲ھ کے آغاز میں ہوئی اور یہی قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ نفس واقعات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

اشعث کا خاتمہ بالخیر

پھر سارا عرب مسلمان ہے۔

اور یہ فقط حضر صدیق کی برکت تھی۔

ان لڑائیوں کے وقت میں اختلاف

چوتھی فصل

جہادِ عراق و فارس

فارس و عراق پر فوج کشی۔ مثنیٰ بن حارثہ۔ خالد سپہ سالار اعظم۔ تعداد مجاہدین دو طرف سے حملہ۔ پہلی کامیابی۔ اہلِ حیرہ سے صلح۔ خالد کا اور بڑھنا۔ کسریٰ اردشیر اور ہرمز سپہ سالار۔ ہرمز کی ہوشیاری۔ بارانِ رحمت۔ خالد و ہرمز کا مقابلہ۔ ہرمز کا قتل۔ اور ایرانیوں کو شکست۔ یہ جنگ ذات السلاسل تھی۔ فتح حصن المرأة۔ رعایا پروری۔ قارن سالار عجم۔ جنگ ثنی۔ قارن مارا گیا۔ عجمیوں کو شکست۔ اندرزغر سالار عجم۔ جنگ ولجہ۔ دشمنوں کو شکست۔ اندرزغر کی موت۔ کفار عرب کی شورش۔ ایرانی عربوں کی کمک پر۔ جنگ الیس۔ عرب دشمنوں کو شکست۔ خون کا دریا بہ گیا۔ فتح منیشیہ۔ اہل حیرہ کی بدعہدی۔ نوعت بے لڑے بھاگنا۔ اردشیر کی موت۔ حیرہ کے قصروں کا محاصرہ۔ اہل حیرہ خواستگار صلح۔ عمرو بن عبد المسیح۔ خالد کی کرامت صلح۔ وعدہ رسالت وفا کیا گیا۔ صلح حیرہ کے فوائد۔ عام تاخت و تاراج خالد کا اعلان بنام خاندان شاہی عجم۔ دوسرا اعلان بنام حکام۔ حیرہ میں خالد کا قیام۔ تیریز بے شہریار۔ اس کا سبب۔ فرخ زاد وارث عجم۔ انبار پر حملہ۔ شیرزاد حاکم انبار۔ معرکہ جنگ یہ جنگ ذات العیون کہلائی۔ فتح اور صلح اور فتحیں۔

حضرت سیف اللہ خالد بن ولید کو جب یمامہ کے ہنگامے اور مسیلمۂ کذاب کے فتنے سے فراغت ہوئی تو محرم ۱۲ھ میں حضرت صدیق اکبرؓ نے انھیں حکم دیا کہ سرحد فارس پر اور مملکت حیرہ و عراق میں جہاد شروع کر دیں۔ اور کوشش کریں کہ حضرت سرور عالم ؐ نے جو فرمایا تھا کہ فارس و روم زیر حکومت اسلام ہوں گے اس کا ظہور انھیں کے ہاتھوں سے ہو۔ چنانچہ انھیں ہدایت فرمائی کہ حملے کا آغاز بندرگاہ ابلہ سے کریں جو بصرے کے قریب خلیج فارس کے شمالی منتہیٰ پر واقع ہے۔ ان دنوں یہ شہر فارس کی بری اور بحری قوتوں کا بڑا مستقر تھا اور ساری خلیج فارس و اس ساحلی علاقے کا حاکم ہرمز نام ایک عجمی سردار تھا جو براہ خشکی عربوں پر اور سمندر کے راستے سے ہندوستان کے سواحل پر حملے کرتا رہتا۔ بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ خالد یمامہ سے سیدھے ادھر چلے گئے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ

فارس و عراق پر فوج کشی۔

مدینۂ طیبہ میں آکر اور حضرت صدیقؓ کی زیارت سے بہرہ یاب ہو کر تشریف لے گئے۔ بہرحال حکم ہوتے ہی وہ جوش و خروش سے اس عظیم الشان مہم پر روانہ ہو گئے۔

مثنیٰ بن حارثہ

اُن کے جانے سے پیشتر مثنیٰ بن حارثہ شیبانی نے جن کا قبیلہ سرحد عراق پر مقیم تھا حضرت ابوبکر صدیق سے عراق میں جہاد کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ اور آپ نے انھیں اجازت دیدی تھی چنانچہ خالد کے پہونچنے سے پہلے ہی انھوں نے وہاں حملہ آوری شروع کر دی تھی لیکن اب حضرت خالد سپہ سالار اعظم مقرر کر کے بھیجے گئے تو دربار خلافت سے ہدایت ہوئی کہ مثنیٰ جرملہ مذعور اور سلمان اس علاقے کے تمام سردار اپنی فوجوں کے ساتھ خالد سے جا ملیں اور اُن کے حکم پر چلیں۔ اِن چاروں سرداروں کے ساتھ آٹھ ہزار سوار تھے۔ اور حضرت خالد کے زیر علم دس ہزار جوانمردانِ اسلام تھے۔ الغرض کل اٹھارہ ہزار فوج سے یہ مہم شروع کی گئی جس کے لیے بظاہر لاکھوں سپاہیوں کی فوج بھی کم نظر آتی تھی۔

خالد سپہ سالار اعظم

تعداد مجاہدین

بعض اہل روایت کا بیان ہے کہ حضرت صدیقؓ نے مملکت عجم پر دو جانب سے حملہ شروع کرایا۔ خالد کو اُبلہ کی طرف بھیجا۔ اور حکم دیا کہ جنوبی سرحد سے بزورِ شمشیر عراق میں داخل ہوں دوسری طرف عیاض بن غنم کو لکھا کہ شمال و مغرب عراق سے جو صحرا ملا ہوا ہے جس میں جا بجا قبائل عرب پھیلے ہوئے ہیں اُدھر بڑھ جائیں اور ایرانیوں پر اُن کی مغربی سرحد سے حملہ کریں۔

دو طرف سے حملہ۔

بہرحال حضرت خالد سب سے پہلے سواد عراق کے قریوں باقیا اور برسوما پر پہونچے۔ جابان نام ایک عجمی سردار وہاں کا حاکم تھا اُس میں چونکہ مقابلے کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اُس نے دس ہزار دینار دے کے صلح کر لی۔ اس پہلی کامیابی سے شگون نیک لے کر خالد آگے بڑھے۔ اور خاص شہر حیرہ پر جا پہونچے۔

پہلی کامیابی

یہ شہر ایران کے فرماں بردار ملوک آل منذر کا دار السلطنت اور بڑا بارونق تاریخی شہر تھا۔ جنگ ذی قار کے وقت سے یہاں ایاس بن قبیصۂ طائی کی حکومت تھی۔ ایاس بہت سے معززین و عمائد حیرہ کے ساتھ آکے جناب خالد سے ملا۔ خالد نے پہلے تو اسلام کی تبلیغ کی۔ اور جب اس نعمت کو انھوں نے نہ قبول کیا تو صاف کہدیا کہ جزیہ دے کر مطیع اسلام ہو۔ اور یہ بھی نہیں منظور تو مقابلہ کرو۔ لڑائی فیصلہ کر دے گی۔ دفع الوقتی کے لیے ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ اور نوّے ہزار درہم پر صلح ہو گئی۔

اہل حیرہ سے صلح

اب حضرت صدیقؓ نے قعقاع بن عمرو تمیمی اور عیاض بن عوفل جمی کو حضرت خالد کی

کمک پر بھیجا۔ اور مثنیٰ وغیرہ بھی ان کے لشکر میں آکے شریک ہوگئے۔ ساری فوج کے جمع ہوجانے کے بعد خالد اس طریقے سے بڑھے کہ مثنیٰ کو تھوڑی فوج کے ساتھ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے آگے بڑھایا۔ اُن کے ایک منزل پیچھے عدی بن حاتم تھوڑی فوج کے ساتھ چلے۔ اور اُن کے ایک منزل بعد خود خالد سارے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے مگر دونوں سرداروں کو فہمائش کر دی گئی مقام حفیر میں ٹھہر جائیں اور وہاں سارا لشکر اسلام مجتمع ہو جائے۔ اس لیے کہ دشمنوں سے وہیں مقابلہ ہوگا۔

خالد کا اور بڑھنا۔

کسریٰ اردشیر اور ہرمز سپہ سالار

عجمی حاکم ابلہ ہرمز نے عربوں کی اس فوج کا حال کسرائے عجم اردشیر کے دربار میں لکھا۔ پھر جلدی میں جتنی فوج فراہم ہو سکی جمع کر کے خالد سے پہلے ہی حفیر میں آکے خیمہ زن ہوگیا۔ اور اپنے دونوں پہلوؤں کی فوجوں کا سردار قباد اور انوش جان نام بہادر سپہگران عجم کو مقرر کیا جو اردشیر بابکان کی نسل سے تھے۔ نامور سپہگران عجم نے باہم ایک دوسرے کو زنجیروں میں باندھ لیا کہ کوئی بھاگنا چاہے بھی تو نہ بھاگ سکے۔

ہرمز کی ہوشیاری

حضرت سیف اللہ نے جب سُنا کہ لشکر عجم حفیر میں آپہونچا۔ تو انھوں نے مقام کاظمہ کا رُخ کیا کہ فارسیوں سے پہلے پہونچ کے وہاں مناسب مقام پر اپنے لشکر کو ٹھہرائیں۔ مگر ہرمز ایسا ہوشیار سردار تھا کہ اُن کے ارادے سے واقف ہو کر فوراً اس نے حفیرہ سے کوچ کر دیا۔ خالد سے پہلے ہی کاظمہ میں جا پہونچا۔ اور میدان کے مناسب مقامات اپنے قبضے میں کر لیے۔

باران رحمت

مجبوراً خالد عجمی لشکر کے مقابل ایسے مقام پر اُتر پڑے جہاں پانی مفقود تھا۔ اور ہمراہی بہادران اسلام سے کہا "پانی پر قبضہ کرنے کے لیے ان لوگوں سے لڑو۔ اللہ اس فریق کو پانی عطا کرے گا جو زیادہ صابر و پامرد ثابت ہوگا" خدا کی قدرت ابر کا ایک ٹکڑا اوپر آکے ٹھہر گیا۔ اور مسلمانوں کے لشکر سے پیچھے برسنے لگا جس سے سب نے سیراب ہو کر کھالیں اور مشکیں بھر لیں۔

خالد و ہرمز کا مقابلہ

اب خالد نے لڑائی کے لیے صفیں درست کیں اور میدان میں نکل کر مقابل طلب کیا۔ خود ہرمز اُن کے مقابلے پر آیا۔ ذاتی جوہر شجاعت دکھانے کے لیے دونوں حریف گھوڑے سے اُتر پڑے۔ اور سامنا ہوتے ہی دونوں نے ایک ساتھ پوری طاقت سے حریف پر وار کیا ہرمز کا وار تو کارگر نہ ہوا مگر خالد کا نیزہ ہرمز کے سینے پر اس زور سے پڑا کہ وہ زمین پر گر پڑا۔

ہرمز کا قتل

سپہگران عجم اصولِ جنگ کے خلاف جھپٹے کہ اپنے سردار کو موت کے پنجے سے چھڑا لیں۔ مگر خالد نے مطلق پروا نہ کی۔ اور جب تک ہرمز کو قتل نہ کر لیا کسی کی طرف توجہ نہ کی۔

ایرانیوں کو شکست

عجمیوں کو بڑھتے دیکھ کر قعقاع اور سارے لشکر اسلام نے بھی حملہ کر دیا۔ اور جنگ مغلوبہ

شروع ہو گئی جس میں سخت خونریزی کے بعد ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ بھاگے مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ اور لشکرگاہ عجم کو عربی سپہگر لوٹنے لگے۔ خود ہرمز کے کپڑے حسب فتوائے شرع خالد کو ملے۔ فقط تاج کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی۔ اس لڑائی میں عربوں کو چونکہ پہلے پہل حریف کے سپہگر زنجیروں میں بندھے ہوئے نظر آئے۔ اس لیے اس کا نام ان میں "ذات السلاسل" یعنے زنجیروں والی لڑائی مشہور ہو گیا

یہ جنگ ذات السلاسل تھی۔

غنیمت کا پانچواں حصہ مژدۂ فتح کے ساتھ بارگاہ خلافت میں بھیجا گیا۔ اور خالد نے آگے بڑھ کے اس مقام پر پڑاؤ ڈالا جہاں بعد کو شہر بصرہ آباد کیا گیا۔ یہاں سے انھوں نے مثنی بن حارثہ کو آگے بڑھایا جنھوں نے جا کے "حصن المرأة" کا محاصرہ کر لیا۔ اس قلعہ کی حاکم ایک معزز عجمیہ عورت تھی۔ اور اسی کی نسبت سے مسلمان اس قلعے کو "عورت کا قلعہ" کہتے ہیں۔ صحابہ نے تھوڑی ہی کوشش میں اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ اس کی عجمیہ حاکمہ اسلام کی خوبیاں دیکھ کر مسلمان ہو گئی۔ اور مثنی نے اُس کو اپنے عقد نکاح میں لے لیا۔

فتح حصن المرأة۔

دوسری طرف جناب خالد نے معقل بن مقرن کو شہر ابلہ پر بھیجا مگر وہ ایسا زبردست قلعہ تھا کہ اُس زمانے میں فتح نہ ہو سکا۔ جس علاقے پر خالد کا قبضہ ہو گیا وہاں کے کاشتکاروں سے حسب ہدایات خلافت حضرت خالد نے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔ بلکہ ساری رعایا کو اور نیز پرانی عجمی عمارتوں کو انہیں کی حالت پر رہنے دیا۔

رعایا پروری۔

شہریار عجم کسرائے اردشیر کو جب ہرمز کا خط پہونچا تو اُس کی کمک پر اُس نے ایک نامور سردار فارس قارن بن فریانس کو روانہ کیا۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو کر مقام مذار تک پہونچا تھا کہ ہرمز کی فوج کے شکست خوردہ مفرورین پہونچے۔ اور ہرمز کے مارے جانے کا حال بیان کیا۔ اُن کے ساتھ قباد اور انوشجان بھی تھے۔ سب نے وہاں جمع ہو کر باہم مشورہ کیا۔ اور قرار پایا کہ نہر مثنی کے کنارے مسلمانوں سے مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ سارے لشکر عجم نے بڑھ کے اس ندی کے کنارے خیمے ڈال دیئے۔

قارن سالار عجم

جناب خالد نے سُنا تو اپنے لشکر کو بڑھایا۔ اور ان لوگوں کے مقابل خیمہ زن ہوئے۔ دونوں لشکروں کا سامنا ہوتے ہی مقابلے کی تیاریاں ہو گئیں صفوف جنگ مرتب ہوئیں۔ اور قارن خود ہی سبقت کر کے میدان میں آیا۔ معقل بن اعشی نے نکل کے مقابلہ کیا۔ اور اُن کے ہاتھ سے قارن مارا گیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ ایسی سخت لڑائی تھی کہ لوگوں کو عرصۂ رستخیز

جنگ مثنی۔

قارن مارا گیا۔

یاد آگیا۔ عاصم نام ایک بہادر جاں باز اسلام نے انوش جان کو اور عدی بن حاتم نے قباد کو قتل کیا۔ سرداروں کے مارے جاتے ہی ایرانی شکست کھا کے بھاگے۔ اور عربوں نے رگید رگید کے قتل کرنا شروع کیا۔ اسی نہر کی نسبت سے یہ لڑائی "جنگ ثنی" کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور اس میں تقریباً تیس ہزار ایرانی مارے گئے۔ اور بہت سے بھاگنے کی بدحواسی میں ندی کے اندر پھاند پھاند کے جو ڈوب کر مرے۔ اس معرکے میں مسلمانوں کو غنیمت بھی بہت ہاتھ آئی۔ اور کہا جاتا ہے کہ خالد کے مقابلے میں پھر عجمی کوئی اتنی بڑی لڑائی نہیں لڑ سکے۔ اب ایک بہت بڑے حصۂ ملک کی قسمت خالد کے ہاتھ میں تھی جس کی رعایا سے جزیہ وصول کیا گیا۔ اور وہ لوگ مطیع الاسلام ذمی قرار پائے۔

عجمیوں کو شکست

اس شکست کی خبر اردشیر کو ہوئی تو بہت پریشان ہوا۔ بڑی کوشش سے پھر فوج جمع کی اور اندرزغر نام ایک عراقی النسل سردار کو سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا۔ اور اس کی کمک کے لیے اس کے پیچھے پیچھے بہمن جاذویہ کو بھیجا کہ برابر مدد پہونچاتا رہے۔ اندرزغر چلا تو رعایا میں سے سپاہی پکڑ پکڑ کے ساتھ لیتا آیا۔ چنانچہ حیرہ اور کسکر کے درمیان جتنے دہقان اور قبائل عرب آباد تھے سب کو ابھار کے اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر لیا۔ اور بڑھ کے مقام ولجہ میں پڑاؤ ڈالا۔

اندرزغر سالار عجم

خالد نے اس کے آنے کی خبر سنی تو فوراً اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سر پر جا پہونچے اور جاتے ہی جوش و خروش سے لڑائی چھیڑ دی۔ ایرانیوں نے بڑے صبر و تحمل اور نہایت جانبازی و پامردی سے مقابلہ کیا۔ دیر تک لڑتے رہے۔ اور کسی طرح قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔ مگر جب ایک عربی فوج نے ناگہاں کمین گاہ سے انکی پشت پر نکل کے حملہ کیا تو سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اور بکمال بدحواسی کے ساتھ بھاگے۔ اندرزغر کو بھاگنے میں اپنے ملک کی طرف جانے کا راستہ نہ ملا تو ایک دشت بے آب میں جا پڑا۔ اور وہیں تشنہ لب پیوند زمین ہو گیا۔

جنگ ولجہ

دشمنوں کو شکست

اندرزغر کی موت

اس فتح کے بعد خالد نے یہاں کے تمام کاشتکاروں اور زمینداروں کو گو کہ انھوں نے لڑائی میں دشمنوں کا ساتھ دیا تھا امان دے کر ذمیوں میں شامل کر لیا۔ مگر مسلح سپہ اور جو لوگ ان کے مدد و معاون ثابت ہوے وہ سب مع زن و فرزند گرفتار کر لیے گئے۔ ان اسیروں میں دو عربی نژاد مسیحی بھی تھے۔ جابر بن بجیر اور عبد اسود عجلی کا بیٹا۔ ان لوگوں کے گرفتار ہونے پر قبیلۂ بکر بن وائل کے لوگ نہایت برہم و برافروختہ ہوے اور مسلمانوں سے لڑنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ چنانچہ عبد اسود کے جھنڈے کے نیچے مقام الیس میں بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا جس میں

کفار عرب کی شورش

قبائل بنی عجل۔ بنی تیم اللات۔ اور بنی ضبیعہ۔ اور دیگر متوطن عراق قبیلوں کے لوگ تھے۔

ایرانی عربوں کی کمک پر

اردشیر نے ان عرب دشمنان اسلام کی شورش کا حال سنا تو بہمن جاذویہ کو لکھا کہ مقام الیس میں جا کر تم بھی نصارائے عرب کی مدد کرو۔ اور جبتک میرا سپہ سالار اعظم جابان نہ پہونچے تم انھیں لوگوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑتے رہنا۔ مگر بہمن تدابیر جنگ میں مشورہ کرنے کے لئے اردشیر کے پاس چلا گیا۔ اور جابان اپنے لشکر کے ساتھ نصارائے عرب کے پاس جا پہونچا۔

جنگ لیس

خالد نے ان لوگوں کے جمع ہونے کا حال سنا تو فوراً ان کے مقابلے کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ پہونچتے ہی ان کے سامنے خیمہ زن ہوئے صفیں درست کر کے میدان میں آئے اور کہا "میرے مقابلے پر کون آتا ہے؟" دشمنوں کی طرف سے مالک بن قیس آیا اور ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ساتھ ہی عام حملہ ہو گیا۔ اور بے دین عرب بڑی جوانمردی سے جانبازان اسلام کا مقابلہ کرنے لگے۔ اس وقت بڑی خونریزی ہو رہی تھی۔ دشمن اسلام عرب اس امید پر قدم جمائے ہوئے تھے کہ عنقریب سپاہ عجم ہماری کمک پر آجائے گی۔ مگر عجمی ان کے لشکر گاہ کے پیچھے کھانا کھاتے رہے اور خبر نہ لی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے پے در پے حملے کر کے مشرکین عرب کے حوصلے پست کر دیے اور آخر دشمنوں کو اس فضول انتظار میں تھک تھک کے میدان چھوڑنا پڑا۔ شکست ہوی تو ایرانی بھی دسترخوان چھوڑ کے بھاگے جس پر ان کی جگہ لڑائی کے تھکے ماندے فتحیاب مسلمانوں نے بیٹھ کے ذوق وشوق سے کھانا کھایا۔ عجمی چپاتیاں عربوں کی نظر میں نئی چیز تھیں جنھیں اٹھا کے ایک ایک کو دکھاتے اور پوچھتے یہ کیا چیز ہے۔

عرب دشمنوں کو شکست۔

اس لڑائی میں کفار عرب بکثرت اسیر کر لیے گئے۔ اور سب واجب القتل قرار پائے چنانچہ ان کے خون سے ندی بہ نکلی۔ اور اس ندی کا نام ہی عربوں میں نہرالدم مشہور ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ یہاں ستر ہزار آدمی مارے گئے۔

خون کا دریا بہ گیا۔

لیس سے تھوڑی مسافت پر منیشیہ نام ایک شہر تھا۔ جو غالباً ایک منڈی ہونے کے باعث ہر قسم کے سامان سے مالامال تھا۔ فتح کے بعد خالد نے اسی طرف کا قصد کیا۔ اور اس طرح ناگہاں جا پہونچے کہ لوگ مال ہٹا کے کہیں لیجانے نہیں پائے تھے خالد نے پہونچتے ہی اس شہر کو فتح کر لیا۔ جو کچھ ملا لوٹا۔ اور اس شہر کو ویران کر کے آگے بڑھے۔

فتح منیشیہ۔

اب معلوم ہوتا ہے کہ حیرہ والوں نے جو اس سے پہلے صلح کر چکے تھے بدعہدی کی اور عجمیوں کے بھروسے پر لڑنے کو تیار ہو گئے۔ لہذا حضرت خالد کو مناسب معلوم ہوا کہ بجائے

اہل حیرہ کی بدعہدی۔

ایرانیوں کی طرف بڑھنے کے اسی طرف توجہ فرمائیں چنانچہ جو کچھ سامان ہمراہ تھا اس کو کشتیوں پر لاد کے ایک نہر کے راستے سے حیرہ کی طرف روانہ کر دیا اور خود خشکی کی راہ سے چلے۔

دشمنوں کے سپہ سالار ابن زیابہ نے مع عجمی سپہ سالار اعظم آزادبہ کے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے حیرہ کے باہر قلعہ غربین کے میدان میں پڑاو ڈالا اور یہ سنکر کہ مسلمانوں کا سامان نہر کے راستے سے آرہا ہے اپنے بیٹے کو بھیجا کہ نہر کا پانی کاٹ کر اسے ایسا پایاب کر دے کہ کشتیاں کیچڑ میں پھنس کے رہجائیں اس نے ایسا ہی کیا اور مسلمانوں کی کشتیاں راستے میں رک گئیں۔ خالد فوراً افرات بادقلا میں جا پہونچے جہاں ابن زیابہ کا بیٹا موجود تھا حملہ کر کے اسے اور اس کے رفقا کو قتل کر ڈالا۔ پھر اسباب کو اونٹوں پر بار کرایا۔ اور حیرہ کی طرف چلے کہ ابن زیابہ کو سرکشی کی سزا دیں۔ مگر وہاں پہونچے تو معلوم ہوا کہ ابن زیابہ اور آزادبہ دونوں بھاگ گئے اور اس کی وجہ یہ ہوی کہ اول تو ان لوگوں کو کسرائے عجم اردشیر کی موت کی خبر پہنچی۔ اور پھر اس کے بعد ابن زیابہ کو اپنے بیٹے کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا جن باتوں نے اس کا حوصلہ بالکل پست کر دیا۔ بہرحال جس جگہ ان لوگوں کا پڑاو تھا وہیں اب خالد نے اپنے خیمے کھڑے کیے۔

بے لڑے بھاگ گئا۔

اردشیر کی موت۔

میدان غربین میں خیمہ زن ہوتے ہی خالد نے حیرہ کے تمام قصروں کا محاصرہ کر لیا جن میں قصر ابیض۔ قصر غربین۔ قصر بازن۔ اور قصر ابن بقیلہ زیادہ مشہور تھے۔ ان قصروں کے قریب جو آبادی تھی اور مسیحی کنیسے تھے اُن میں مسلمانوں نے قتل و غارت شروع کر دیا کنیسے والوں پر آفت آئی تو سارے راہب اور بشپ چلا چلا کے قصر والوں کو الزام دینے لگے کہ تم نے اپنی جان بچائی اور ہمیں خراب کیا۔ ان مذہبی لوگوں کی بد دعائیں سن کر قصروں کے امرا مجبور ہوئے کہ نکل کے مسلمانوں سے صلح کریں۔ چنانچہ ایاس بن قبیصہ قصر ابیض سے اور عمرو بن عبد المسیح قصر ابن بقیلہ سے نکل کے آئے تا کہ خالد سے صلح کی گفتگو کریں۔ ابن عبد المسیح پیر فانی تھا۔ اپنی عمر سیکڑوں برس کی بتاتا تھا۔ اور وہی گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ خالد نے خیال کیا کہ اس قریب الموت بڈھے کے ہوش و حواس نہیں درست ہو سکتے۔ بہت سے سوالات کر کے اس کی عقل کو آزمایا اور ثابت ہوا کہ بڑھاپے سے اس کی عقل میں کوئی فتور نہیں آیا ہے۔

حیرہ کے قصروں کا محاصرہ۔

اہل حیرہ خواستگار صلح عمرو بن عبد المسیح

اس اثنا میں اس کے ایک خادم کے ہاتھ میں ایک بٹوا دیکھ کے پوچھا "اس میں کیا ہے"۔ اس نے کہا "زہر ہلاہل" جس کو میں اس خیال سے لیتا آیا کہ شاید آپ میرے ساتھ

ایسا برتاؤ نہ کریں جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں اور میری قوم کے ساتھ صلح کرنے میں ایسی شرطیں کی جائیں جن کے قبول کرنے سے مرجانا بہتر ہو۔ لہذا اس صورت میں بجائے قلعہ میں واپس جانے کے میں زہر کھا کے جان دے دوں اور قلعہ والوں کو منھ نہ دکھاؤں۔" خالد نے وہ پڑیا لے کے زہر کو اپنی ہتھیلی پر انڈیل لیا۔ ایک دعا پڑھی اور بلا تامل پھانک گئے۔ جس سے اُن کے چہرے پر ایک فرحت و سرور کی کیفیت پیدا ہوئی اور کہنے لگے "موت نہ ہو تو انسان ہرگز نہیں مر سکتا"۔ یہ حیرت ناک واقعہ دیکھ کر عمرو بولا "تم لوگوں میں جبتک اِس شان اور اِن صفات کا ایک شخص بھی موجود ہے تم کسی مقصد میں نامراد نہیں رہ سکتے۔"

خالد کی کرامت

اس کے بعد اِن لوگوں سے ایک لاکھ نوّے ہزار یا دو لاکھ نوّے ہزار پر صلح ہو گئی۔ مگر اس شرط کے ساتھ یہ شرط بھی تھی کہ عمرو بن عبد المسیح اپنی بہن کرامہ کو شویل کے حوالے کر دے۔ شویل[۱] ایک صاحب تھے جن کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشگوئی کے فرمایا تھا کہ "میری امت کے لوگ حیرہ کو فتح جب کریں گے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ کرامہ تم کو دلوا دی جائے گی"۔ اس وعدہ کی تکمیل کے لئے حضرت خالد نے صلح میں یہ شرط لگائی۔ عمرو منظور نہ کرتا تھا مگر خود کرامہ نے کہلا بھیجا کہ میری وجہ سے آپ صلح کرنے میں تامل نہ کیجئے۔ اپنا معاملہ میں آپ سمجھ لونگی۔ چنانچہ صلح ہوی اور کرامہ کا ہاتھ شویل کے ہاتھ میں دے دیا گیا۔ مگر یہ عشق کا قصہ اس زمانے کا تھا جب کرامہ اور شویل دونوں جوان تھے۔ اب دونوں بوڑھے تھے۔ کرامہ نے کہا "ایک ہزار

صلح

وعدۂ رسالت وفا کیا گیا۔

---

[۱] ابن اثیر نے تاریخ الکامل کے بعد کتاب اسد الغابہ فی احوال الصحابہ تصنیف کی ہے۔ اس میں ان صحابی کا نام بجائے شویل کے خریم بن اوس الطائی اور کرامہ کا نام شیما لکھا ہے۔ تاریخ ابن خلدون میں صحابی کا نام شریک لکھا ہوا ہے۔ بیہقی۔ ابو نعیم۔ طبرانی وغیرہ نے بھی اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔ یہ حدیث عدی بن حاتم الطائی اور خود خریم بن اوس الطائی دونوں سے مروی ہے۔ بنی طی کے لوگ پہلے عیسائی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنہ ۹ھ میں سرحد شام پر بمقام تبوک چڑھائی کی اور وہاں سے آپ نے فاتحانہ مراجعت فرمائی تو بنی طی کے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

سید احمد دحلان نے کتاب غزوات الاسلام میں بھی اس قصہ کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ شویل یا شریک صحابی کا لقب ہوگا اس طرح کرامہ شیما کا لقب ہوگا۔ کیونکہ قصہ ایک ہی ہے۔

درہم دے لو اور مجھے بخشو"۔ شویل نے کہا "لاؤ" یہ جواب پاتے ہی کرامہ نے فوراً مطلوبہ رقم منگوا کر اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ اور مسلمان شویل کو الزام دینے لگے کہ اتنی بڑی امیر زادی کو فقط ایک ہزار درہم لے کر چھوڑ دیا۔ انھوں نے کہا "ہزار سے زیادہ بس خدا کا نام ہے۔ اس سے بڑی کوئی رقم بھی ہے جو میں مانگتا؟"

بہر حال آغاز سنہ ۱۲ھ میں حیرہ دوبارہ فتح ہوا۔ اور مسلمانوں کے لئے ایران کا راستہ بالکل صاف ہوگیا۔

صلح حیرہ کے فوائد

یہ فتح بظاہر اگرچہ معمولی نظر آتی ہے۔ مگر اس نے حملہ آوران اسلام کو بیحد فائدہ پہونچایا۔ اطراف وجوانب کے بڑے بڑے زمیندار اسی کا انتظار دیکھ رہے تھے کہ حیرہ والوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ اور خالد اُن کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ جب ان لوگوں سے صلح ہوگئی اور انتظام درست ہوگیا تو تمام زمیندار آ آ کے صلح کی درخواستیں پیش کرنے لگے۔ اور جو آتا خالد بلا تامل اس سے صلح کر لیتے۔ یہ صلحیں علی العموم لاکھ لاکھ اور دو دو لاکھ سالانہ پر ہوتیں۔ خلاصہ یہ کہ بجز اس علاقے کے جو خاندان کسریٰ کے صرف خاص میں داخل تھا سارے عراق پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

عام تاخت وتاراج۔

ادھر ان صلحوں کا سلسلہ جاری تھا۔ ادھر خالد نے ضرار بن ازور۔ ضرار بن خطاب قعقاع بن عمرو۔ اور عتیبہ بن شماس کو تھوڑی تھوڑی فوج کے ساتھ چاروں طرف پھیلا دیا اور حکم دیا کہ جن علاقوں کے لوگوں سے صلح نہیں ہوئی ہے۔ اُن پر تاخت وتاراج کا سلسلہ جاری رکھیں۔ چنانچہ ان سرداران عرب نے دجلے کے کنارے کنارے سارے عراق میں ہلچل ڈال دی۔

خالد کا اعلان بنام خاندان شاہی عجم۔

اسی دوران میں خالد نے دو طرح کے اعلان شایع کرائے۔ ایک شاہان فارس اور شاہزادگان خاندان ساسانی کے نام جس کا مضمون یہ تھا کہ "حمد وثنا اس خدا کی جس نے تمھارا انتظام درہم وبرہم کر دیا تمھارے مکر کو کمزور کیا۔ اور تمھاری بات میں فرق ڈال دیا۔ اور اگر ہم یہ نہ کرتے تو تمھارے حق میں اس سے بھی بدتر انجام ہوتا۔ لہذا ہمارے حکم کے تابع ہو جاؤ۔ اس صورت میں ہم تم کو اور تمھاری سرزمین کو چھوڑ کے اور طرف رُخ کریں گے۔ ورنہ یاد رکھو کہ اُن لوگوں کے ہاتھ سے جو موت کو اتنا ہی عزیز رکھتے ہیں جس قدر تم جینے کے آرزومند ہو ایسے واقعات پیش آئیں گے جو تمھیں ناگوار گزریں گے"۔

دوسرا اعلان بنام حکام

دوسرا اعلان تمام والیان ملک۔ حاکموں اور بڑے تعلقداروں کے نام تھا۔ اُس کا مضمون یہ تھا کہ "حمد وثنا اس خدا کی جس نے تمھاری صولت کو توڑ دیا تمھاری بات میں فرق ڈال دیا

تمھاری حرموں کو ذلیل کیا۔ اور تمھاری شوکت مٹادی۔ لہٰذا اسلام لاؤ۔ اچھے رہوگے۔ ورنہ میری ذمہ داری پر بھروسہ کرکے جزیہ ادا کرو۔ اور یہ بھی نہیں تو واضح رہے کہ میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں کہ جتنے تم شراب کے رسیا ہو اُس سے زیادہ وہ موت کے شائق ہیں"۔

حیرہ میں خالد کا قیام

اس کے بعد خالد تقریباً ایک سال تک حیرہ میں مقیم رہے کبھی کبھی اِدھر اُدھر بڑھ جاتے اور دریائے دجلہ کے مغرب جانب۔ اور سارے عراق سے جزیہ اور مالگذاری وصول کرتے رہے اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ ایرانیوں کی طرف سے کوئی لشکر اُن کے مقابلہ پر نہیں آیا۔

سریر بے شہریار

ایرانیوں میں اردشیر کے مرنے پر سخت جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے سلطنت کی طرف سے بہمن جاذویہ البتہ نہرشیر میں پڑا ہوا تھا کہ مسلمانوں کو آگے نہ بڑھنے دے۔ مگر وہ نہ بڑھ کے آتا تھا۔ نہ خالد کے انتظام میں کسی قسم کی مزاحمت کرتا تھا۔ سردارانِ عجم کی یہ حالت ہورہی تھی کہ نہ کسی کو تخت پر بیٹھنے دیتے۔ اور نہ کسی کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتے۔ اس بات پر تو سب متفق تھے کہ عربوں کی روک تھام کی جائے اور مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا موقع نہ دیا جائے۔ مگر جب تک کوئی بادشاہ تخت پر نہ بیٹھ جائے اس مقصد میں کامیابی غیر ممکن تھی۔

اس کا سبب۔

کسی متفق علیہ وارث تاج و دیہیم کے نہ ملنے کی وجہ یہ تھی کہ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے خاندان نوشیروان کے تمام شہزادوں کو قتل کر ڈالا تھا۔ پھر اُس کے اور اُس کے بیٹے اردشیر کے بعد ایرانیوں نے اُن تمام شہزادوں کا خاتمہ کر دیا جو نوشیروان سے بہرام گور تک کسی تاجدار عجم کی نسل سے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب کوئی ایسا شہزادہ نہیں باقی تھا جس کی تخت نشینی پر سب کو اتفاق ہو۔ اور یہ حالت تھی کہ ایک شہزادے کو چند ارکانِ دولت پیش کرتے۔ اور دوسرے اس سے اختلاف کر دیتے۔

فرخ زاد دارائے عجم۔

جب خالد بن ولید کا مذکورۂ بالا اعلان پہونچا۔ تو محل سرائے خسروی اور حریم شہریاری کی معزز خاتونوں نے رو پیٹ کے فرخ زاد کو تخت پر بٹھایا۔ اور امرائے ارکان دولت کی خوشامد کی کہ جب کوئی ایسا وارث تخت ساسانی ملے جس پر سب کو اتفاق ہو تو اُسے ہٹا دینا۔

انبار پر حملہ۔

اب خالد بن ولید لشکر مرتب کرکے شہر انبار کی طرف چلے۔ انبار میں اُن دنوں غلہ کی بہت بڑی منڈی تھی۔ اور چونکہ وہاں ہر قسم کے غلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ اس لئے اس کا

سے اِن دونوں فرمانوں کے اصلی الفاظ ابن خلدون بقیہ جلد ثانی صفحہ ۸۱ میں موجود ہیں۔

شیرزاد حاکم انبار

نام ہی "انبار" مشہور ہوگیا تھا۔ حاکم ساباط شیرزاد یہاں کا حاکم تھا۔ اس نے لڑائی کا بندوبست کیا۔ اس کے مقابلے پر پہلے مقدمۃ الجیش کا لشکر پہونچا جس کے سردار اقرع بن حابس تھے۔ پھر خود

معرکۂ جنگ

حضرت خالد نے پہونچکر شہر کے گرد چکر لگایا۔ اب شیرزاد مقابلے کو نکلا اور لڑائی چھڑ گئی۔ خالد کو فتح کرنے کی جلدی تھی۔ اپنے کمانداروں کو حکم دیا کہ ایک ساتھ تیر چلائیں۔ اور دشمنوں پر تیروں کا منھ برسا دیں۔ اشارہ پاتے ہی کمانداروں نے اس طرح نشانہ باندھ کے تیر باری کی کہ دم بھر میں دشمنوں کی

یہ جنگ ذات العیون کہلاتی ہے

طرف ایک ہزار آنکھیں چھید گئیں۔ اور اس لڑائی کا نام ہی "ذات العیون" یعنے "آنکھوں والی لڑائی" پڑ گیا۔ یہ حالت دیکھ کے شیرزاد نے صلح کا پیام دیا مگر خالد نے اس کی شرطیں منظور نہ کیں۔

یہاں مسلمانوں کو مانع شہر کے گرد کی گہری اور چوڑی خندق تھی۔ خالد نے یہ کارروائی کی کہ لشکر میں بار برداری کے جتنے کمزور اونٹ تھے سب کو ذبح کر کے اس میں ڈالا اور ان سے خندق کو پاٹ کے اتنا راستہ بنا لیا کہ حملہ آور اس پر سے گذر سکیں۔ اُن مردہ اونٹوں کی سڑک پر سے جب مسلمانوں نے گذرنا چاہا تو اہل شہر نے بڑے جوش و خروش سے جان پر کھیل کر روکا۔ مگر عربوں کے سیلاب کا روکنا امکان سے باہر تھا۔ عجمی سپاہ کو کمزور پڑتے دیکھ کے شیرزاد نے پھر صلح کا پیام دیا۔ اور خالد کی شرطیں منظور کر لیں۔

فتح اور صلح

اس صلح کی رو سے شیرزاد کو فقط اتنا موقع ملا کہ یکہ و تنہا بغیر کسی مال و اسباب کے نکل جائے۔ اور جب تک کسی امن کی جگہ نہ پہونچ لے اس سے مزاحمت نہ کی جائے۔ چنانچہ وہ انبار سے نکل کے بہمن جاذویہ کے پاس چلا گیا۔ اور اس کے جاتے ہی مسلمانوں نے انبار

اور فتحیں۔

اُس کے نواح کی تمام بستیوں اور شہر کلواذی پر قبضہ کر لیا۔ اور بے انتہا غلہ اور سامان رسد ان کے ہاتھ لگا۔

پانچویں فصل

دہی جہادِ عراق و فارس

عین التمر اور سالارِ عجم مہران۔ عرب دشمنانِ اسلام۔ خالد کی غیر معمولی جرأت۔ دشمنوں کی شکست۔ عین التمر کا محاصرہ۔ چند ہوشیار طلبہ۔ خالد کا دومۃ الجندل جانا۔ اکیدر اور جودی۔ اکیدر کا بھاگنا اور قتل ہونا۔ دشمنوں کو شکست۔ بنی کلب کو امان۔ شہر فتح ہوا۔ کفارِ عرب کی شورش۔ زرمہر اور روزبہ۔ خالد کی واپسی۔ فتح حصید۔ زرمہر اور روزبہ مارے گئے۔ فتح مضیح۔ دو مسلمانوں کا قتل ہونا۔ حرقوص کا قتل۔ فتح ثنی۔ فتح بشر۔ ہلال بے لڑے بھاگا۔ الجزیرہ پر فوج کشی۔ جنگ فراض۔ دشمن بھاگ گئے۔ خالد کا حج۔ حضرت صدیق کی ناراضی۔ عراق میں مسلمانوں کی تاختیں۔ خالد کو شام جانے کا حکم۔ فوج کی تقسیم۔ مثنیٰ سپہ سالارِ مجاہدین عجم۔ شہریزان کسرائے عجم۔ ہرمز جاذویہ سالارِ عجم۔ شہریزان اور مثنیٰ میں مراسلت۔ جنگ بابل۔ ایرانیوں کو شکست۔ شہریزان کی موت۔ شاپور کسرائے عجم۔ آزرمی دخت کی سازش۔ اور اس کی تخت نشینی۔ مثنیٰ مدینہ طیبہ میں۔ صدیق اکبر کی وصیتیں اور وفات۔

عین التمر اور سالارِ عجم مہران۔ انبار کی مہم سے فارغ ہو کر خالد نے زبرقان بن بدر کو وہاں کا والی مقرر کیا اور خود اپنے لشکر کے ساتھ مقام عین التمر کی طرف بڑھے اس شہر میں بہرام چوبینہ کا بیٹا۔ مہران زبردست لشکرِ عجم کے ساتھ موجود تھا۔ اور اُس کے ہمراہ کفارِ عرب کا سردار عقہ بن ابی عقہ بھی تھا جس کے زیرِ علم عظیم الشان لشکرِ عرب میں، قبائل نمر، تغلب۔ ایاد وغیرہ کے لوگ تھے۔ جب خالد کی آمد ہوئی تو

عرب دشمنانِ اسلام۔ عقہ نے مہران سے کہا "عربوں سے لڑنا کچھ عرب ہی خوب جانتے ہیں۔ لہٰذا آپ الگ رہیے ہم اور خالد آپس میں سمجھ لیں گے۔" مہران نے کہا "بیشک تم عربوں کی لڑائی ہم سے زیادہ جانتے ہو۔ اور اہلِ عجم کا مقابلہ ہو تو اُس میں بھی ہم سے کم نہیں رہتے لیکن اگر تم کو کمک کی ضرورت پیش آئی تو ہم اُس میں کوتاہی نہ کریں گے۔"

مہران کے یہ الفاظ ایرانیوں کو ناگوار ہوئے۔ مگر اُس نے انھیں سمجھا دیا کہ تم اپنی نازک حالت نہیں دیکھتے؟ اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر یہ عرب مسلمانوں پر غالب آئے تو جیت تمھاری

ہو گی۔ اور اگر معاملہ دیگر گوں ہوا تو تم کو مسلمانوں سے اُس وقت سابقہ پڑے گا جب تم تازہ دم ہو گئے۔ اور وہ اُن لوگوں کے مقابلے سے تھکے ہوئے ہوں گے۔ اور تھوڑی ہی جان بازی میں تم اُن کو شکست دے دو گے!!

خالد کی غیر معمولی جرأت۔

بہر حال سپہگران عجم تو مطمئن ہو گئے۔ خالد کا لشکر آ پہونچا۔ اور عقہ اپنے عربوں کو بڑھا کے اور اُن کے آگے کھڑے ہو کے اپنی صفیں درست کرنے لگا۔ ناگہاں خالد بن ولید تن تنہا اُس کے قریب آئے۔ اور ایک آناً فاناً میں جھپٹ کر اُسے پکڑ لے گئے۔ یہ حالت دیکھتے ہی کفار عرب کا لشکر بغیر لڑے بھڑے بھاگ کھڑا ہوا جس میں سے اکثر لوگوں کو مسلمانوں نے حملہ کر کے بھاگتے میں اسیر کر لیا۔ ان عربوں کے بھاگنے کا حال مہران نے سُنا تو وہ بھی اپنے سارے لشکر عجم کے ساتھ بھاگا۔ اور مسلمانوں نے دونوں کا تعاقب کیا۔

دشمنوں کو شکست۔

عین التمر کا محاصرہ۔

آخر مفرورین نے قلعہ میں گھس کے پھاٹک بند کر لیے۔ اور خالد نے فوراً قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ تھوڑے ہی زمانے میں ان لوگوں نے چند شرطوں پر امان مانگی۔ مگر خالد نے کہلا بھیجا کہ بغیر کسی شرط کے نکل آؤ۔ آخر وہ لوگ نکلے۔ سب اسیر کر لیے گئے۔ اور قلعہ میں جو کچھ مال و اسباب ملا لوٹ لیا گیا۔

چند ہونہار طلبہ

یہاں ایک کنیسہ تھا جس کے متعلق خانقاہ میں چالیس نوعمر لڑکے ملے جو انجیل کی تعلیم پاتے تھے۔ یہ سب گرفتار کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ انھیں لڑکوں میں ایک سیرین تھے جن کے صاحبزادے محمد بن سیرین تابعین میں ممتاز بہت بڑے محدث اور فن تعبیر خواب کے امام تھے۔ انھیں میں نصیر بھی تھے جن کے فرزند موسیٰ بن نصیر نے سارے افریقہ اور اسپین کو فتح کیا۔ اور انھیں میں حضرت عثمانؓ کے صاحب علم و فضل غلام حمران تھے۔

خالد کا دومۃ الجندل جانا۔

اب خمس غنیمت کے ساتھ فتح کی خوشخبری دار الہجرت مدینہ میں بھیجی گئی۔ اور خالد آگے بڑھنے کا قصد کر رہے تھے کہ انھیں عیاض بن غنم کا خط ملا جس میں لکھا تھا "دومۃ الجندل میں مشرکین کا زور ہے فوراً میری مدد کیجیے"۔ خط پڑھتے ہی خالد نے قعقاع کو اپنی جگہ حیرہ میں چھوڑا اور خود ایک معتدبہ لشکر کے ساتھ دومۃ الجندل کی راہ لی۔ عیاض سے سرکش اور بہادر قبائل عرب لڑ رہے تھے جو دومۃ الجندل میں آباد تھے۔ ان لوگوں کو خالد غزوہ تبوک کے موقع پر حضور سرور عالم کے حکم سے زیر کر چکے تھے۔ اور رسول خدا صلعم نے اُن کو صلحنامہ بھی لکھ دیا تھا مگر اب مختلف پر فتن قبائل کے جمع ہو جانے سے انھوں نے شورش مچادی۔ اور عیاض کو

تنہا اُن پر غالب آنا دشوار ہو گیا۔

ان دنوں دومۃ الجندل میں جو شام و عراق کے درمیان تھا۔ کافر قبائل بنی بہرا، بنی کلب
بنی غسان، تنوخیوں اور ضجاعم کا مجمع تھا۔ اُن کے دو سردار تھے۔ ایک اُکیدر بن عبدالملک۔ اور
دوسرا جودی بن ربیعہ۔ اُکیدر وہی شخص تھا جس کو خالد رسول مقبول صلعم کے سامنے گرفتار کر کے لے گئے
تھے۔ اور وہ ادائے خراج کا معاہدہ کر چکا تھا۔ وہ عیاض سے تو برابر لڑتا رہا۔ مگر جب خالد بن ولید کے
آنے کی خبر سُنی تو اپنے لوگوں کو مشورہ دیا کہ اب مسلمانوں سے صلح کر لینی چاہیئے۔ مگر جودی
اس رائے کے خلاف تھا۔ اس کے بہکانے سے کسی نے اُکیدر کی بات نہ مانی۔ اُکیدر خالد سے
اسقدر ڈرا ہوا تھا کہ ان کے پہونچنے سے پیشتر ہی اپنے چند رفقا کے ساتھ قلعہ والوں کا ساتھ
چھوڑ کے دومۃ الجندل سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مخبروں نے خالد کو اُس کے بھاگنے کی خبر پہونچا دی
انھوں نے فوراً ایک دستہ فوج اس راستے پر بھیجدیا جدھر سے وہ گزرنے والا تھا۔ چنانچہ وہ
لوگ اس کو پکڑ لائے۔ خالد نے بدعہدی کی پاداش میں اُسے قتل کیا۔ اور خود دومۃ الجندل
کے سامنے جا پہونچے۔

اُکیدر بھاگ... اور قتل ہو...

یہاں وہ عیاض کے مقابل جانب خیمہ زن ہوئے یعنی شہر درمیان میں رہا۔ ایک طرف
عیاض کا لشکر تھا۔ دوسری طرف سے آ کے خالد کے لوگوں نے گھیر لیا۔ اب خالد کے مقابلے
میں جودی نکلا۔ اور اسی وقت دوسرے گروہ نے نکل کے عیاض پر حملہ کیا۔ عیاض نے اپنے
مقابل والوں کو شکست دے کے قلعے اندر کر دیا۔ اور خالد نے تھوڑی دیر کی لڑائی میں جودی کو
اسیر کر لیا۔ اور اس کے رفقا شہر کی فصیل میں پناہ لینے کو بھاگے۔ مگر بہت سے ابھی باہر ہی تھے کہ
اندر والوں نے ڈر کے پھاٹک بند کر لیا۔ اور جو باہر تھے ان کو خالد کے لشکر والوں نے پکڑ پکڑ کے
باندھ لیا۔ اس کے بعد جودی اور تمام اسیر قلعہ کے پھاٹک کے سامنے قتل کیے گئے۔ اور ان کی
لاشوں کا اتنا بڑا انبار لگ گیا کہ اُس نے پھاٹک کو چھپا دیا۔

دشمنوں کو شکست۔

لیکن ان اسیروں میں بنی کلب کے جتنے لوگ تھے۔ وہ زندہ چھوڑ دیے گئے۔ اس لیے کہ
خالد کے ہمراہی بنی تمیم نے کہا "یہ لوگ ہمارے حلیف ہیں۔ اور ہم نے ان کو امان دی ہے"۔

بنی کلب کو امان۔

اب شہر والوں میں نکل کے مقابلہ کرنے کی تاب نہ تھی۔ مسلمانوں نے دھاوا کر کے
اسے فتح کر لیا۔ اندر جو مسلح لڑنے والے ملے قتل ہوئے۔ اُن کے زن و فرزند اسیر کر لیے گئے۔
اور یہاں کی اسیر شدہ عورتیں جب فروخت ہونے لگیں تو جودی کی بیٹی کو جو نہایت حسین اور

شہر فتح ہوا۔

پری تمثال تھی۔ خالد نے مول لے لیا۔

کفار عرب کی شورش

اب خالد دومۃ الجندل میں تھے۔ مگر عراق میں اُن کے چلے آنے سے عجمیوں کا حوصلہ بڑھ گیا! اور واقعہ یہ تھا کہ عقہ کے مارے جانے سے جس کا دشمن اسلام عربوں پر بڑا اثر تھا سارے عربی قبائل میں ایک آگ سی لگ گئی تھی۔ چنانچہ الجزیرہ کے سارے مشرک عربوں نے سرداران عجم سے مراسلت کی! اور انھیں مسلمانوں کے مقابلے پر اُبھارا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ دو ایرانی سردار زرمہر اور روزبہ انبار کی طرف روانہ ہوئے! اور مقامات حصید و خنافس سے آگے بڑھ آئے۔

زرمہر اور روزبہ

اس کی خبر قعقاع نے سنی تو اعبد بن فدکی کو ایک لشکر کے ساتھ اور عروہ بن جعد بارقی کو دوسرے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ دونوں مسلمان سردار گئے اور ان دونوں ایرانی سرداروں اور شہر ریف کے درمیان حائل ہو گئے۔ اس اثنا میں خالد بھی دومۃ الجندل سے واپس آکے حیرہ میں پہونچ گئے! اُن کا ارادہ مدائن پر حملہ کرنے کا تھا مگر مشیروں نے اس سے روکا اور کہا بغیر حضرت صدیق کی اجازت کے اتنی بڑی مہم کو نہ اختیار کرنا چاہئے۔

خالد کی واپسی

اس ارادے سے دست بردار ہوئے تو انھوں نے خود قعقاع بن عمرو کو بھی روزبہ اور زرمہر کے مقابلے پر روانہ کر دیا۔ اس کے بعد خالد کو مخبروں سے معلوم ہوا کہ کفار عرب میں سے حصین بن عمران نے شہر مضیح میں لشکر جمع کیا ہے۔ دوسرے لشکر عرب کے ساتھ ربیعہ بن بجیر نہر ثنی کے پاس ٹھیرا ہوا ہے! اور چاہتا ہے کہ زرمہر اور روزبہ سے جا ملے! اور یہ سنا کہ کفار عرب کا یہ سارا جوش و خروش عقہ کے انتقام میں ہے۔ یہ سنتے ہی خالد بذات خود حیرہ سے روانہ ہو کے مقام عین میں قعقاع اور ابو یعلی سے جا ملے! اور وہاں سے قعقاع کو حصید کی طرف اور ابو یعلی کو خنافس کی طرف روانہ کیا۔

فتح حصید

حصید میں زرمہر اور روزبہ کے لشکر جمع تھے۔ قعقاع نے پہونچتے ہی اُن سے لڑائی چھیڑ دی سپہگران عجم بھی حمایت وطن میں داد مردانگی دینے لگے۔ مگر مسلمانوں کے حملے اس بلا کے تھے کہ عجمی جسقدر زیادہ استقلال دکھاتے اسیقدر زیادہ مارے جاتے۔ خود قعقاع نے زرمہر کو اور عصمت بن عبداللہ ضبی نام ایک نیکوکار اور پرہیزگار بزرگ نے روزبہ کو قتل کیا۔ ایرانیوں نے اپنے سپہ سالاروں کو خاک و خون میں غلطان دیکھ کر راہ فرار اختیار کی! اور خنافس کی طرف بھاگ گئے۔ حصید کو مسلمانوں نے خوب لوٹا۔ اِدھر خنافس میں ابو یعلی پہونچے تو وہاں فارسی

زرمہر اور روزبہ مارے گئے

سپہ سالار مہبوذان ایرانی لشکر کے ساتھ موجود تھا ان کی آمد سنتے ہی وہ شہر مضیح کی طرف بھاگا جہاں ہذیل بن عمران کفار عرب کے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔

فتح مضیح

خالد کو حصید کی فتح اور خنافس والوں کے بے لڑے بھاگ کھڑے ہونے کا حال معلوم ہوا تو اپنے چاروں سرداروں قعقاع۔ ابو یعلی۔ اعبد۔ اور عروہ کو لکھ بھیجا کہ فلاں رات کو فلاں ساعت میں سب مضیح میں ہوں۔ پھر خود بھی مقام عین سے اسی طرف چلے۔ اور شب مقررہ کو معینہ ساعت میں وہاں پہونچے تو سب کو موجود پایا۔ ہذیل کے لشکر والے غافل پڑے سو رہے تھے سرداران اسلام تین حصوں میں تقسیم ہو کر تین طرف سے ان پر جا پڑے۔ تلواریں سینے پر لگیں نیند کے ماتے بدمستان عیش اٹھ اٹھ کے موت کی نیند سونے لگے۔ آخر ہذیل چند گنتی کے ہمراہیوں کے ساتھ جان بچا کے بھاگا۔ اور اس کی فوج میں سے اکثر لوگ قتل ہوئے۔

دو مسلمانوں کا قتل ہو جانا۔

ہذیل کے لشکر میں عبد العزی بن ابی رہم اور لبید بن جریر نام دو مسلمان شخص تھے جن کے پاس خاص حضرت صدیق اکبرؓ کی دستخطی تحریر ان کے مسلمان ہونے کی تصدیق میں موجود تھی۔ جناب خلافت مآب کو ان کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو متاسف ہوئے۔ اور ان کا خون بہا ادا کیا۔ مگر حضرت عمرؓ کو اس سے اطمینان نہ ہوتا تھا۔ وہ بار باران دونوں مسلمان شخصوں کے مارے جانے اور نیز مالک بن نویرہ کے قتل ہونے کا الزام خالد کو دیتے۔ مگر جناب صدیق فرماتے "جو اہل شرک میں جا کے رہے گا اس کا یہی انجام ہو گا"۔

حرقوص کا قتل

ہمراہیان ہذیل میں حرقوص بن نعمان نام ایک معزز شخص تھا اس نے ہذیل اور دیگر سرداروں کو لڑائی سے روکا مگر کسی نے سماعت نہ کی اس رات کو وہ اپنی بیوی اور لڑکے بالوں کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ اور سامنے بڑے کاسے میں بھری ہوئی شراب رکھی تھی۔ پیتے پیتے اس نے کہا "یہ رخصتی شراب ہے عین میں خالد موجود ہیں۔ اور حصید میں ان کا لشکر ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک شعر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "ابو بکر کے سواروں کے آنے سے پہلے پلاؤ شاید ہم سب کی موت سر پر آ پہونچی ہو اور نہ جانتے ہوں"۔ شعر کے پڑھتے ہی کسی مجاہد کی تلوار گردن پر پڑی۔ اور سر کٹ کے کاسے میں چکر کھانے لگا۔ اس کے لڑکے قتل ہوئے۔ اور لڑکیاں اسیر ہوئیں۔

اب خالد نے مقامات ثنی اور بشر کی جانب توجہ کی جو رصافہ کے مشرق جانب واقع تھے شہر بشر کو زمیل بھی کہتے ہیں۔ یہاں ربیعہ بن بجیر اپنے غیر مسلم عربوں کے ساتھ موجود تھا۔ اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ کیونکہ اسے عقہ کے انتقام کی فکر تھی۔ اور روزبہ

زرمہر اور ہذیل سے اس سے لڑائی میں ساتھ دینے کا وعدہ تھا۔ خالد نے اُس کے بارے میں بھی اسی کارروائی کا ارادہ کیا جو مضیح میں کی تھی۔ چنانچہ ایک رات کو وقت قرار پاگیا جبکہ راتوں رات کوچ کر کے خالد، قعقاع اور ابو لیلیٰ ثنی میں پہونچے۔ اور تینوں نے تین طرف سے حملہ کر کے ربیعہ کے لشکر والوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ تکبیر کی ہول انگیز آوازوں نے انھیں اٹھا دیا۔ اور جو اٹھا ہمیشہ کے لیے سو گیا۔ یہ لوگ سوتے سوتے ایسے مضطر و بدحواس اُٹھے کہ کوئی بھاگ نہ سکا۔ اور سب تہ تیغ ہوئے۔ عورتیں اور لڑکے اسیر ہوئے۔ اور خمس مدینے میں روانہ ہوا۔ اسی ربیعہ کی بیٹی صہباء کو حضرت علیؓ نے مول لیا۔ اور اُن کے بطن سے خدا نے انھیں اولاد دی۔ جن میں ایک صاحبزادے عمر اور ایک صاحبزادی رقیہ تھیں۔[۱] — فتح ثنی۔

فتح بشر۔ اب فقط مقام بشر باقی رہ گیا جہاں عتاب تھا۔ اور ہذیل بھی بھاگ کے اُسی کے پاس آ گیا تھا۔ ان لوگوں کو ربیعہ اور اس کی فوج کی تباہی کی خبر بھی نہ پہونچی تھی کہ خالد اور اُن کے سرداروں نے ان پر بھی ایک رات کو شبخون مار کے اُن کے لشکر کو تباہ کر دیا۔ یہاں اتنے کفار قتل ہوئے جتنے کہیں نہیں مارے گئے تھے۔

ہلال بے لڑے بھاگا۔ اس کے بعد خالد مقام رضاب کی طرف روانہ ہوئے جہاں عقبہ کا بیٹا ہلال اپنی جماعت کے ساتھ موجود تھا۔ لیکن اب خالد کی ایسی دھاک بیٹھ گئی تھی کہ اُن کی روانگی کی خبر سنتے ہی سب لوگ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ اور آخر اسے بھی کسی طرف بھاگ کے جان بچانا پڑی۔

عراق کے حملے میں چونکہ کفار عرب خود دولت عجم کے سرداروں سے زیادہ ستا رہے تھے اس لیے خالد کی کوشش تھی کہ پہلے انہیں کا استیصال کیا جائے۔ وادی دجلہ کے علاقے میں تو اب ان کا قلع و قمع ہو گیا تھا۔ مگر اُن کی قوت کا اصلی مرکز ملک الجزیرہ بلندی فرات کے شہر اور اُن کے پاس کا صحرائے شام تھا۔ جہاں دولت فارس اور سلطنت روم کی سرحد ملی تھی۔ وہاں سُنا گیا کہ دشمن عربوں اور نیز فارسیوں کی بہت بڑی قوت جمع ہے۔ یہ علاقہ رومیوں کی قلمرو میں تھا۔ رومیوں نے مسلمانوں کے مقابلے کے لیے قرب و جوار کی عجمی لشکرگاہوں سے کمک مانگی فارسیوں نے پوری سرگرمی سے اُنکی مدد کی۔ اور قبائل عرب میں سے بنی تغلب۔ بنی ایاد اور — الجزیرہ پر فوج کشی۔

---

[۱] ان فتحوں کو بعض مورخین نے اسوقت بیان کیا ہے۔ جب حضرت خالد عراق سے شام کو روانہ ہوئے ہیں۔ اور راستے میں ان شہروں کو فتح کیا۔ جیسا کہ آگے ذکر ہوگا۔

بنی نمر کا بہت بڑا گروہ بھی جمع تھا جو اصلی بنائے فساد تھے۔ یہ سنتے ہی حضرت خالد نے فوراً ادھر کوچ کر دیا۔ اور گو کہ رمضان مبارک کا مہینہ آگیا تھا مگر اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ بلکہ قدم قدم پر لڑائیاں پیش آنے کے باعث روزے بھی قضا کر دیئے۔ حضرت خالد فرات کے کنارے شہر فراض میں پہونچے تھے کہ دشمنوں کا علم اس پار نمودار ہوا۔ دشمنوں کا سپہ سالار نے کہلا بھیجا۔ "یا تم اِدھر آؤ۔ یا ہمیں اس پار آنے دو۔" خالد نے جواب دیا "تم ہی اِدھر آؤ۔" انھوں نے کہا تو لشکر اسلام سامنے سے ہٹ جائے تاکہ ہم اطمینان سے اتریں۔" خالد نے کہلا بھیجا کہ "ہم تو اپنی جگہ سے نہ ہٹیں گے۔ تم دریا کے بہاؤ پر دور نکل جاؤ۔ اور جہاں موقع پاؤ اُترو۔" دشمنوں کے متحدہ لشکر نے یہی کیا۔ پار اُترتے ہی یہ عظیم الشان لشکر مسلمانوں کے سامنے صف آرا ہوا۔ اور اس خیال سے کہ ہر قوم کی پامردی و شجاعت کا اندازہ ہو سکے۔ عرب۔ رومی۔ ایرانی سب لشکر جدا جدا اپنے علموں کے نیچے کھڑے ہوئے۔

جنگ فراض

تھوڑی دیر میں لڑائی شروع ہو گئی۔ اور بڑی قیامت خیز لڑائی ہونے لگی۔ مگر انجام وہی ہوا جو اس زمانے میں عموماً ہوا کرتا تھا۔ دشمنانِ اسلام میدان چھوڑ کے بھاگے۔ اور خالد ایسے غصے میں بھرے ہوئے تھے کہ حکم دیا تعاقب میں بھی مسلمان قتل سے ہاتھ نہ روکیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ اس لڑائی اور تعاقب دونوں میں ایک لاکھ آدمی مارے گئے۔

دشمن بھاگے۔

لڑائی کے بعد دس روز تک خالد فراض میں مقیم رہے۔ اور ۲۵ ذی قعدہ سنہ ۱۲ھ کو یہاں کے سارے لشکر نے حیرہ کی طرف کوچ کر دیا۔ فوج کے سب سے آخری حصے کے سردار شجرہ بن اغر تھے۔ اور سارے لشکر کو یقین تھا کہ اس حصے میں خود خالد بھی ہیں۔

خالد کا حج۔

مگر خالد نے دینداری کے جوش میں یہ کارروائی کی کہ فراض میں چند مخصوص رفقا کو ساتھ لے کے بھیس بدلا۔ اور دو منزلوں کو ایک منزل کرتے ہوئے مکہ معظمہ کی طرف چلے تاکہ حج مبرور سے شرفیاب ہوں۔ چنانچہ مکہ میں پہونچے حج کیا۔ اور عراق میں واپس آگئے۔ اس سال کا حج اگرچہ حضرت صدیق کی زیر سیادت ہوا تھا مگر انھیں پتہ بھی نہ لگا کہ اُن کا سپہ سالار عجم بھی اُن کے ساتھ شریک اور لبیک لبیک کہہ رہا ہے۔ حضرت صدیق کو جب اُن کے واپس جانے کے بعد یہ حال معلوم ہوا تو اُن کی اس بے احتیاطی اور خود رائی پر کہ بغیر اجازت کے اپنے فرض منصبی کو چھوڑ کے چلے آئے ناراض ہوئے۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسی کی سزا میں حضرت صدیقؓ نے اُن کو عراق کے معاملات چھوڑ کے ارض شام کے جہاد پر جانے کا حکم دیا۔ مگر یہ غلط قیاس ہے۔ شام میں

حضرت صدیق کی ناراضی۔

اُن کو بھیجنا قدردانی اور دینی ضرورت سے تھا نہ سزا کے لیے۔ جیسا کہ بعد کے واقعات سے خود ہی ظاہر ہو جائے گا۔

عراق میں مسلمانوں کی تاختیں

حج سے واپس جا کے خالد نے ارضِ عراق میں اور کئی تاختیں کیں۔ چنانچہ پہلے انھوں نے سوق بغداد پر حملہ کر کے اسے لوٹا۔ پھر مثنّیٰ کو ایک اور بازار پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا جہاں غیر مسلم بنی قضاعہ اور بنی بکر کا ایک گروہ جمع تھا۔ اس کے بعد مثنّیٰ نے مقامات مسکن۔ قطربل۔ پل عقرقوف اور باد وریا پر تاختیں کیں۔

خالد کو شام جانے کا حکم

حضرت خالد بن ولید انھیں کاموں میں مصروف تھے کہ یکایک بارگاہ خلافت سے حکم پہونچا کہ خالد اپنی ہمراہی نصف فوج ہمراہ لے کر عراق سے شام میں جائیں۔ چونکہ وہاں نہایت ہی اہم معرکے پیش ہیں۔ لہٰذا مجاہدین اسلام کی مدد کریں۔ اور سپہ سالاری عراق کی باگ اپنی جگہ مثنّیٰ بن حارثہ شیبانی کو دے دیں۔ جب فوج کو اپنے اور مثنّیٰ کے درمیان تقسیم کریں تو اس کا بھی لحاظ رہے کہ جتنے چیدے ہوئے بہادر سپہگرا اپنے ساتھ لیں اتنے ہی مثنّیٰ کے پاس بھی چھوڑ دیں۔ اس کے بعد جب ملکِ شام میں مسلمانوں کو فتح ہو جائے گی تو وہ اپنے تمام ہمراہی لشکر کے ساتھ پھر سرحد عجم پر واپس آجائیں گے۔

فوج کی تقسیم

خالد نے فوراً کوچ کی تیاری کر دی۔ فوج کو تقسیم کیا۔ اور سارے صحابہ رسول اللہ صلعم کو اُس فوج میں لے لیا جو اُن کے ہمراہ جانے والی تھی۔ مثنّیٰ نے کہا "یہ خدا کی قسم نہ ہوگا۔ جتنے صحابیوں کو آپ لیجئے اتنے ہی حضرت صدیقؓ کے حکم کے مطابق مجھے بھی دیجیے۔ فتح و نصرت کی جو کچھ اُمید ہے مجھے صحابۂ رسول اللہ کی برکت سے ہے۔" اُن کے کہنے پر خالد نے اُن کی مرضی کے مطابق صحابہ کو بھی مساوی حصّوں میں بانٹ لیا۔ اور شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اُن کے سفر شام کے حالات ہم آیندہ باب میں واقعات شام کے سلسلے میں بیان کریں گے۔ ابھی ہمیں یہ بتانا ہے کہ اُن کے جانے کے بعد مثنّیٰ نے عراق میں کیا کیا کارروائیاں کیں۔

مثنّیٰ سپہ سالار مجاہدینِ عجم

انھوں نے حیرہ کو اپنا مستقر قرار دیا۔ جا بجا شہروں میں حسب ضرورت اسلامی لشکر گاہیں قائم کیں۔ اور اس ملک سے جو ان کے زیر فرماں تھا خراج وصول کرتے رہے۔

شہر یران کسرائے عجم

خالد کے جانے کے چند ہی روز بعد سلطنت ایران کی حالت ذرا سنبھل گئی۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ سنہ ۱۳ھ کے آغاز میں اردشیر شہریار شاپور کا بیٹا شہر یراں سریر ساسانی پر بٹھایا گیا۔ اُس نے عنان سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی مسلمانوں کی طرف توجہ کی۔ اور فارسی سردار ہرمز جاذویہ کو دس ہزار

فوج کے ساتھ مثنیٰ کے مقابلے پر روانہ کیا۔ مثنیٰ نے جو اس لشکرِ عجم کے روانہ ہونے کا حال سنا تو فوراً لشکر جمع کر کے حیرہ سے چلے۔ میمنہ اور میسرہ پر اپنے دونوں بھائیوں معنّیٰ اور مسعود کو سردار مقرر کیا اور قدیم شہر بابل کے کھنڈروں پر پڑاؤ ڈال دیا۔ اور ہرمز بھی انکی آمد سن کر ان کی طرف بڑھا۔

شہر براز اور مثنیٰ میں مراسلت۔

اسی دوران میں مثنیٰ کو خود وارث دیہیم ساسانی شہریارِ عجم شہر براز کا ایک خط ملا جس میں درج تھا کہ "تمہارے مقابلے پر میں نے ملک فارس کے وحشی لوگوں کا لشکر بھیجا ہے جس میں فقط مرغیاں اور سور چرانے والے ہیں یہی لوگ تم سے لڑنے کے لیے موزوں ہیں" اس فضول تبختر کا جواب مثنیٰ نے یہ دیا کہ "تم یا متکبر و مغرور ہو یا جھوٹے۔ پہلی صورت میں تو اپنے لیے برے ہمارے لیے اچھے ہو۔ اور دوسری صورت میں یہ ہے کہ خدا کے نزدیک اور نیز انسانوں کی نظر میں سب سے بدتر وہ جھوٹے ہیں جو بادشاہ ہوں۔ دراصل ان لوگوں سے خود تم نے نقصان اٹھایا اس لیے ہمیں خدا کا شکر کرنا چاہیئے جس نے تمہارے مکر کو مرغیاں اور سور چرانے والوں میں محدود رکھا۔" یہ خط پڑھ کے شہریارِ عجم نہایت برہم اور مشتعل ہوا۔

جنگ بابل۔ ایرانیوں کو شکست۔

اب ہرمز مثنیٰ کے مقابلے پر پہونچ گیا۔ اور بابل کے ویران کھنڈروں میں عظیم الشان لڑائی ہوئی۔ عجمی سپاہ کے ساتھ ایک ہاتھی تھا وہ جدھر رخ کرتا مسلمان بہادروں کو منتشر کر دیتا۔ مثنیٰ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو چند سر بکف رفقا کو ساتھ لے کے اس پر حملہ کیا۔ اور اپنے نیزوں سے بھونک بھونک کے اس کو مار ڈالا۔ ہاتھی کے گرتے ہی اہل عجم بھاگے۔ اور مسلمان مدائن تک ان کو مارتے اور اسیر کرتے چلے گئے۔

شہر براز کی موت۔

دار السلطنت عجم میں ہرمز جاذویہ کی شکست کی خبر پہونچی تھی کہ کسرائے شہر براز مر گیا۔ اور اس کے مرتے ہی دجلے کے اس طرف کا سارا ملک مثنیٰ کے قبضے میں آگیا۔ اب پھر ارکانِ دولت میں اختلاف پڑا۔ اور بعض سرداروں نے کسریٰ کی بیٹی دخت زناں کو تخت پر بٹھایا۔ مگر مخالفت اس قدر زیادہ تھی کہ اس کی حکومت چلنے نہ پائی۔ دو ہی چار روز میں تاج و تخت سے محروم کر دی گئی اور شہر براز کا بیٹا شاپور اورنگ نشین شہریاری ہوا۔

شاپور کسرائے عجم۔

اس نے شہنشاہ ہوتے ہی فرخ زاد بن بندوان کو اپنا وزیر اور نائب السلطنت بنایا۔ یہ وہی شخص تھا جس کو چند روز پیشتر حریم شہریاری عجم کی عورتوں نے تخت پر بٹھایا تھا۔ اور غالباً حقدار تخت نشینی نہ ہونے کے باعث ہٹا دیا گیا تھا۔ اس لیے اب کوشش کرنے لگا کہ کسی حقدار سلطنت شاہزادی کا شوہر بن کے اس استحقاق کو حاصل کرے۔ چنانچہ اس نے شاپور کو آمادہ کیا کہ کسریٰ کی بیٹی آزرمی دخت سے اس کی شادی کر دے۔ شاپور چونکہ بالکل

اس کے ہاتھ میں تھا راضی ہوگیا۔

آزرمی دخت کی سازش

مگر خود آزرمی دخت کو یہ نسبت منظور نہ تھی۔ وہ سُن کے نہایت برہم ہوئی۔ اور ایک زبردست سردار فارس سیاوش رازی کے پاس شکایت کی۔ اُس نے کہلا بھیجا "آپ علانیہ مخالفت نہ کریں۔ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ بظاہر شادی کو قبول کر لیجیے۔ اور فرخ زاد کو اجازت دیجیے کہ برات لے کے آئے۔ مگر جس وقت آنے والا ہو مجھے خبر کر دیجیے۔" آزرمی دخت نے یہی کیا۔ مقررہ شب عروسی میں فرخ زاد دولھا بن کے آیا۔ اور جیسے ہی دولھن کے گھر میں قدم رکھا سیاوش بلائے ناگہانی کی طرح آپہونچا۔ اور فرخ زاد کو پکڑ کے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد سیاوش اور آزرمی دخت دونوں نے ایوان خسروی پر حملہ کر دیا۔ شاپور بھی ان کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور آزرمی دخت بہ زور شمشیر اورنگ ساسانی پر بیٹھ گئی۔

اور اُس کی تخت نشینی

ان واقعات نے ایرانیوں کو لڑائی کی طرف سے اس قدر غافل کر دیا تھا کہ اُنکی روک تھام کی زیادہ ضرورت نہ تھی۔ ادھر مدینہ طیبہ سے بھی ایک زمانے سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ اس لیے مثنیٰ نے ارادہ کیا کہ مدینے میں حاضر ہوکر حضرت صدیق اکبر سے ملیں۔ دشمن عجمیوں کی حالت بیان کریں۔ اور اس بات کی اجازت حاصل کریں کہ مرتدوں میں سے جو لوگ توبہ کر چکے ہیں اور ان کا طرز عمل دیندارانہ ثابت ہوا ہے اُن سے بھی جہاد میں مدد لی جائے اس لیے کہ انھیں شرکت جہاد کا بڑا شوق ہے۔ چنانچہ انھوں نے بشیر بن خصاصیہ کو اپنا قائم مقام بنا کے فوج میں چھوڑا۔ اور خود دارالخلافت کی راہ لی۔ مگر وہاں پہونچے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیمار پایا۔ اتفاقاً اُنکے پہونچنے کے روز اُن کے مرض میں سکون تھا۔ خندہ پیشانی کے ساتھ مثنیٰؓ سے ملے۔ اور مثنیٰؓ نے تمام واقعات بیان کر کے کمک مانگی۔

مثنیٰ مدینہ طیبہ میں

صدیق اکبرؓ کی وصیتیں

حضرت صدیقؓ نے اسی وقت جناب فاروقؓ کو بلا بھیجا۔ جیسے ہی وہ آئے۔ اُن سے کہا۔ "مجھے امید ہے کہ میں آج ہی دنیا سے رخصت ہونگا۔ لہٰذا اگر میں مر جاؤں تو غروب آفتاب سے پہلے نئی کمکی فوج مثنیٰ کے حوالے کر دی جائے۔ کوئی مصیبت تمھیں ادائے فرائض ملت سے غافل نہ کرے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت دیکھ چکے ہو کہ میں نے کیا کیا۔ حالانکہ مخلوق کے لیے اُس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی۔ تم اس کا بھی خیال رکھو کہ ملک شام میں جو لڑائی درپیش ہے اُس میں خدا کے فضل سے فتح ہو جائے تو عراق سے جو لوگ وہاں بھیجے گئے ہیں۔ اُن کو پھر عراق ہی میں واپس کر دینا۔ اس لیے کہ عراق کی مہم کے لیے وہی لوگ زیادہ موزوں ہیں۔ انھیں نے وہاں کی

لڑائی چھیڑی ہے! اور اُن کے حوصلے بھی عجمیوں کے مقابلے میں بڑے ہوئے ہیں"۔

اور وفات

اس کے بعد اسی شب کو جناب صدیق اکبرؓ نے فردوس بریں کا سفر کیا جس کے مشرح حالات ہم کسی بعد کے باب میں بیان کریں گے۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ نے جو پہلا کام کیا یہ تھا کہ حسب وصیت صدیق اکبرؓ مثنیٰ کو فوج دی اور فرمایا" ابوبکر صدیق جانتے تھے کہ خالد کو سردار مقرر کرنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اسی وجہ سے انھوں نے عام الفاظ میں حکم دیا کہ عراق والوں کو شام سے پھر عراق میں واپس بھیجدینا۔ خالد کا نام نہیں لیا"۔

چھٹی فصل

جہاد ملک شام اور وفات صدیق اکبرؓ

پہلی تحریک جہاد شام۔ شرحبیل بن حسنہ کا خواب۔ کارروائی کا آغاز۔ عزم جہاد۔ اس کا زمانہ۔ پہلے سپہ سالار خالد بن سعید۔ دشمنوں کا جماؤ۔ اور بے لڑے بھاگنا۔ خالد کی سبقت پہلی فتح۔ مدینے میں فوجوں کا جمع ہونا جیش البدال۔ عمرو بن عاص۔ وہ فلسطین میں۔ اور ولید بن عقبہ اُردن میں۔ یزید بن ابی سفیان سپہ سالار اعظم۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی نصیحتیں۔ ابو عبیدہ حمص پر۔ پہلی فاتحانہ صلح پہلی لڑائی اور فتح۔ حسن تدبیر صدیقی۔ خالد اور باہان کا مقابلہ۔ خالد کا شکست کھانا۔ اور بُری طرح بھاگنا۔ عکرمہ کی شجاعت۔ شرحبیل شام میں۔ متویہ شام میں۔ شام میں کون سردار کہاں تھا۔ رومیوں کی پریشانی۔ ہرقل کا مشورہ۔ رومی فوج کی حرکت مسلمانوں کا اضطراب۔ اور ایک جگہ جمع ہونا۔ خالد بن ولید کو شام جانے کا حکم۔ خوفناک سفر یا خالد کی ہفتخوان۔ صحرائے بے آب وگیاہ۔ چشمہ رحمت۔ علم نبوی رایۃ العقاب۔ خالد بصرے میں۔ اجنادین۔ مسلمانوں کا حال ایک رومی جاسوس کی زبانی۔ جنگ اجنادین۔ شہر فحل۔ دمشق۔ اس کا محاصرہ۔ حاکم دمشق انطا۔ دمشق میں جشن تقریب ولادت۔ خالد کی تدبیر۔ اور فتح دمشق۔ ابو عبیدہ سے صلح۔ وفات صدیق اکبرؓ اور خالد کی معزولی تاریخ وفات صدیق اکبرؓ۔ مرض موت۔ زمانۂ ولادت اور عمر۔ تجہیز وتکفین۔ حضرت عائشہؓ کے یہاں ماتم۔ درۂ عمری کا پہلا کارنامہ۔ حضرت صدیق کا نام ونسب۔ حلیہ۔ بیویاں اور اولاد۔

ملک شام اور فلسطین اور سرحد شام کی عربی سلطنت بنی غسان سے چھیڑ تو حضرت سرور عالمؐ کی زندگی ہی میں سریہ موتہ اور غزوہ تبوک کے موقعوں پر ہو چکی تھی مگر اس ملک پر فوج کشی ہونے کا آغاز درحقیقت اس وقت ہوا جب حضرت صدیق اکبرؓ کو مرتدین عرب اور جھوٹے مدعیان نبوت کے استیصال میں پوری طرح کامیابی حاصل ہو چکی۔ پہلی تحریک جہاد شام

شرحبیل کا خواب

حضرت صدیق اکبرؓ کے دل میں ابھی فقط اس کا خیال آیا تھا کہ شرحبیل بن حسنہ نے خواب میں شام پر جہاد ہوتے دیکھا۔ اور بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو کے پوچھا "کیا آپ کا ارادہ شام پر جہاد کرنے کا ہے؟" فرمایا "ہاں" اس کا خیال تو ہے مگر میں نے کسی کے سامنے زبان سے نہیں نکالا تم سے کس نے کہا؟ عرض کیا "میں نے خواب دیکھا ہے" ارشاد ہوا "تو اس کی تعبیر یہی ہے کہ شام پر فوج کشی ہوگی۔ اور وہ ملک فتح ہوگا۔"

کارروائی کا آغاز

اس کے بعد جناب صدیقؓ[1] نے تمام اکابر صحابہ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ سب نے حوصلہ دلایا۔ اور اسی وقت سے جہادِ شام کی کارروائی شروع ہو گئی۔ مؤذن رسول اللہ حضرت بلالؓ نے مدینے میں پکار دیا کہ "لوگو۔ رومِ شام کے دشمنانِ اسلام پر جہاد کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔ اس کے بعد حضرت صدیقؓ نے اہلِ مکہ۔ طائف۔ اور یمن وغیرہ کے نام خطوط روانہ فرمائے جن میں حمدِ الٰہی اور نعت رسالت پناہی کے بعد درج تھا۔ کہ میں تمھیں جہاد کے لیے سرزمین شام کی طرف بھیجنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا جو کوئی جہاد کا شوق رکھتا ہو خدا کا حکم بجا لانے کے لیے تیار ہو جائے اور آخر میں قرآن مجید کی وہ آیت لکھی جس میں مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

دعوت جہاد

اِن خطوط کے جاری ہوتے ہی لوگ ہر جگہ سپہگری کی مشق اور لڑائی کا سامان کرنے لگے۔ انس بن مالک یمن میں خط لے کے گئے تھے۔ بہت جلد واپس آئے۔ اور یہ مژدہ سُنایا کہ آپ کی استدعا سب نے قبول کی۔ ساز و سامان سے آرہے ہیں اور میں آگے بڑھ آیا کہ خوشخبری سناؤں۔

اس کا زمانہ

اکثر اہلِ روایت کا بیان ہے کہ یہ تحریک ۱۳ھ کے آغاز میں ہوئی۔ مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ۱۱ھ کے آخر یا ۱۲ھ کے شروع کا واقعہ ہے۔ جبکہ خالد بن ولید کو مرتدین یمامہ کے استیصال کے بعد عراق کی طرف روانہ ہونے کا حکم ہوا تھا۔

[1] گبن نے اور اُس کی تقلید میں اکثر مورخین یورپ نے شام کی فتحوں کو واقدی کے بیان کے مطابق لکھا ہے لیکن مورخین و محققین اسلام کے نزدیک واقدی کی وقعت بہت کم ہے۔ گو کہ ہم واقدی کو دنیا کی اور قوموں کے تمام مورخین سے زیادہ معتبر مانتے ہیں۔ مگر اپنے علمائے تاریخ طبری و فتوح البلدان وغیرہ سے زیادہ مستند نہیں سمجھ سکتے۔ تاہم طبری کے خلاف جنگ۔ یرموک کو ہم نے مولانا شبلی کی طرح عہد فاروق اعظم کے واقعات میں شامل کیا ہے۔ اس لیے کہ بہت سے خارجی قرائن سے اُس کی تصدیق ہوتی ہے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ سوا اس کے اور تمام واقعات جو آئندہ ابواب میں لکھے گئے ہیں طبری ابن خلدون۔ اور تاریخ الخلفائے سیوطی سے ماخوذ ہیں۔ اسی سبب سے ہم نے ہر جگہ حوالہ بھی نہیں دیا۔

پہلے سپہ سالار خالد بن سعید

ایرانیوں پر حملہ کرنے کا آغاز جس طرح مثنّیٰ بن حارثہ سے ہوا۔ اسی طرح شام میں لڑائی خالد بن سعید بن عاص نے شروع کی۔ اور شام میں جانے کے لیے سب سے پہلا حکم جناب صدیق نے انھیں کو دیا۔

انھیں فقط یہ حکم ہوا تھا کہ وادی القریٰ کے قریب تیماء میں جا کے ٹھہرو۔ اور مسلمانوں کو جہاد کے لیے جمع کرو۔ مگر بغیر اجازت کے کسی طرف جانے کا قصد نہ کرنا۔ اور جبتک کوئی دشمن تم پر خود چڑھ کے نہ آئے۔ کسی سے مقابلہ نہ کرنا۔ یہ حکم پاکر خالد بن سعید تیماء میں گیے اور مسلمان مجاہدین کا ایک زبردست گروہ جمع کر لیا۔ اس کی خبر بنی غسان اور رومیوں کو ہوی۔ تو ان لوگوں نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے غیر مسلم سرحدی قبائل عرب بنی سلیم۔ بنی غسان۔ بنی کلب۔ بنی لخم اور بنی جذام کا ایک لشکر مرتب کر کے ان کے مقابلے پر بھیجا۔ خالد نے اس کی اطلاع بارگاہِ خلافت میں کی۔ اور یہاں سے حکم گیا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لے کے آگے بڑھو۔ مگر خبردار اپنی طرف سے چھیڑ نہ کرنا۔

دشمنوں کا جماؤ۔

اس حکم کے مطابق خالد بن سعید نے آگے قدم بڑھایا۔ مگر جب دشمنوں کے لشکر کے قریب پہونچے تو ان لوگوں کو مقابلے کی جرأت نہ ہوی۔ منتشر ہو گئے۔ خالد اسی میدان میں جا کے خیمہ زن ہوئے جہاں دشمنوں کا پڑاو تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر کو ان حوصلہ افزا واقعات کی اطلاع کی انھوں نے لکھا "اور آگے بڑھو۔ مگر اس احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ کہ تمھاری پشت کی جانب دشمن نہ پیدا ہونے پائیں"۔ اب خالد بن سعید نے اور آگے بڑھنا شروع کیا۔ مگر آہستہ آہستہ تھوڑی دور جاتے اور ٹھہر جاتے۔

اور بے لڑے بھاگ گنا۔

خالد کی سبقت۔

ان کی یہ سبقت دیکھ کر ایک رومی بطریق[ع] نے جس کا نام باہان تھا بڑھ کے ان پر حملہ کر دیا۔ مگر خالد نے جوشِ مردانگی دکھا کے اسے شکست دی۔ اس کی فوج کے بہت سے آدمی میدان میں مارے گئے۔ اور خالد نے اس فتح کے مژدہ کے ساتھ ہی حضرت صدیق سے کمک طلب کی۔

پہلی فتح۔

اب اس زمانے میں حضرت صدیق رضؓ کے پاس مجاہدین یمن کا پہلا گروہ آ کے پہونچا تھا۔ جس میں وہاں کے نامور سردار ذوالکلاع حمیری بھی تھے۔ اس کے علاوہ عکرمہ بن ابی جہل اپنے

مدینے میں فوجوں کا جمع ہونا۔

ع قدیم الایام سے رومیوں میں جو معزز درجے کے صاحب اثر شرفا ہوتے۔ پٹریشین کہلاتے۔ اور عام رعایا پلبین کہلاتی اسی بنا پر ہر رومی سردار پٹرک کہا جاتا جسکو عربوں نے معرب کر کے "بطریق" بنا لیا۔

اُس زبردست لشکر کے ساتھ مدینے میں واپس آ گئے تھے۔ جو مرتدین عمان و یمن کا ہنگامہ مٹا کے اور سطوت اسلام کو ایک بڑے حصۂ عرب میں قایم کر کے آیا تھا۔ یہ لوگ چونکہ ابھی ابھی لڑائی پر سے آ رہے تھے۔ اس لیے حضرت صدیق اکبر نے ملک عرب کے تمام تحصیلداران زکوۃ کے نام حکم بھیجا کہ ان لوگوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں اپنی بدلی کرالیں۔ شوق جہاد اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ تمام سرداران زکوۃ نے اس فوج کے کسی نہ کسی شخص کو اپنی جگہ بلا کے اپنا نام مجاہدین میں درج کرالیا۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے اس لشکر کا نام "جیش البدال" یعنی بدلی والوں کا لشکر مشہور ہو گیا۔ اور اس سارے لشکر کو حضرت صدیق نے خالد بن سعید کے پاس بھیجدیا۔ تاکہ قوت کے ساتھ دشمنوں سے مقابلہ کریں۔

جیش البدال

عمرو بن عاص

عمرو بن عاص اس عہد کے بہادر اور عقلمند شرفائے قریش میں تھے۔ حضور سرور عالم نے اُن کو بنی سعد و بنی عذرہ وغیرہ میں تحصیلدار زکوۃ مقرر فرمایا تھا۔ جب مرتدوں کا زور ہوا تو حضرت صدیق نے ان کو یہ اقرار کر کے مرتدوں کے مقابلے پر بھیجا تھا کہ ان کے فتنے سے فراغت ہوتے ہی تم پھر اپنی اُسی خدمت پر بھیجدیے جاؤ گے جس پر تمھیں رسول اللہ صلعم نے مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ مرتدوں کا ہنگامہ مٹانے کے بعد پھر اُس خدمت پر بھیجدیے گیے۔ اب حضرت خلافت پناہ کو جہاد شام کی فکر ہوی تو انھیں لکھا کہ "میں نے اگرچہ وعدے کے مطابق تم کو پھر اُسی خدمت پر بھیجدیا جس پر حضرت رسول خدا نے تمھارا تقرر فرمایا تھا۔ مگر میرا جی چاہتا ہے تمھیں ایسے کام میں لگاؤں جو دنیا و آخرت دونوں میں تمھارے لیے زیادہ مفید ہو۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ خود تمھاری کیا مرضی ہے"۔ انھوں نے جواب دیا کہ "میں اسلام کے تیروں میں سے ایک تیر ہوں۔ اور آپ ناوک انداز۔ لہذا آپ کی نظر میں جو تیر سب سے تیز۔ کاری۔ اور اچھا ہو اُسے جدھر مناسب جانیے پھینکیے"۔ یہ خط پڑھتے ہی جناب صدیق نے اُن کو اور ولید بن عقبہ کو جو انھیں کے علاقے میں ایک محصل زکوۃ تھے حکم بھیجا کہ آپ لوگ اپنے علاقے میں مجاہدین کو جمع کریں۔ اور اس کے چند ہی روز بعد عمرو بن عاص کو دار الخلافت سے حکم ملا کہ جتنی فوج جمع ہوی ہو اس کو اپنے ساتھ لے کر اسی طرف سے سیدھے ارض فلسطین میں چلے جاؤ۔ اور ولید کو شہر اُردن کی طرف جانے کا حکم ہوا۔ اور کچھ فوج اُن کی مدد کو مدینے سے بھی روانہ ہو گئی۔

وہ فلسطین میں

اور ولید بن عقبہ اردن میں۔

مگر اعلان جہاد کی وجہ سے مدینے میں مجاہدین کے آنے کا سلسلہ قایم ہو گیا تھا۔ اور مدینہ اتنا بڑا شہر نہ تھا کہ زیادہ فوجیں اس میں ٹھہر سکیں۔ اس لیے جو گروہ آتا۔ اور اس کی معتدبہ تعداد ہو جاتی

حضرت صدیق کسی کو اس پر سپہ سالار مقرر فرما کے شام کی طرف روانہ کر دیتے۔ چنانچہ اس کے بعد جو لشکر جمع ہوا تو اس میں بہت سے معززین قریش اور شرفائے مکہ تھے۔ اُس کا سپہ سالار آپ نے ابوسفیان کے بڑے بیٹے یزید کو مقرر فرمایا۔ یہ ایک بڑا لشکر تھا اور خاص شان سے روانہ ہوا تھا۔ حضرت صدیق مدینے سے باہر دور تک پاپیادہ اُس کے ساتھ گئے۔ اور رخصت کرتے وقت یزید بن ابی سفیان سے مخاطب ہو کر جو تقریر فرمائی وہ ہمارے قدیم لٹریچر کا ایک نہایت ہی پاکیزہ اور عظیم بالشان نمونہ مانا جاتا ہے۔ لہٰذا ہم اُس کا پورا پورا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔ حضرت صدیق نے فرمایا:

یزید بن ابی سفیان سپہ سالار اعظم

"یزید بن ابی سفیان۔ میں نے تمھیں سردار مقرر کیا ہے تاکہ تم کو آزماؤں، تمھارا امتحان لوں، اور تمھیں امتیاز دوں۔ تم نے اچھا کام کیا تو تم کو پھر اس خدمت پر مامور کروں گا۔ اس سے زیادہ ترقی دوں گا۔ اور اچھی خدمت نہ انجام دے سکے تو معزول کر دوں گا۔ سنو۔ خدا سے ہمیشہ ڈرتے رہنا۔ اس لیے کہ جس طرح وہ تمھارے ظاہر کو جانتا ہے تمھارے باطن کا حال بھی جانتا ہے۔ سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو خدا پر بھروسا کرنے میں نہایت ثابت قدم ہیں۔ اور خدا کے سب سے زیادہ مقرّب وہ بندے ہیں جو اپنے ہر معاملے کے متعلق اس کا تقرب ڈھونڈھنے میں نہایت مستقل ہیں۔ میں نے خالد بن سعید کی جگہ تم کو سپہ سالار مقرر کیا۔ مگر خبردار عہد جاہلیت کے نخوت و تکبر سے بچتے رہنا۔ اللہ اُس سے اور جن میں وہ ہوں اُن سے دونوں سے نفرت کرتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر کی نصیحتیں

"جب تم اپنے لشکر میں جانا تو لوگوں سے بہ اخلاق پیش آنا۔ اور تمھارے طرز عمل کی ابتدا حسن سلوک سے ہو۔ انھیں نصیحت کرنا تو مختصر الفاظ میں۔ اس لیے کہ زیادہ گوئی میں ایک بات دوسری کو بھلا دیتی ہے۔ خود اپنے نفس کی اصلاح کرنا اس سے تمھارے سب ساتھیوں کی اصلاح ہو جائیگی۔ نمازوں کو ان کے معینہ اوقات پر پورے رکوع و سجود سے اور خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا۔ تمھارے پاس دشمنوں کی ایلچی آئیں تو ان کی تعظیم کرنا۔ مگر انھیں اپنے لشکر میں ٹھہرنے کا بہت کم موقع دینا تاکہ جائیں تو تمھارے لشکر کے حال سے ناواقف جائیں۔ انھیں اپنے لشکر میں نہ پھرانا۔ اس سے ان کو تمھاری کمزوریوں کا پتہ لگ جائے گا۔ اور جن باتوں کو تم جانتے ہو وہ بھی جان جائینگے۔ ان کو اپنے لشکرگاہ کے سب سے زیادہ پُرشوکت حصے میں ٹھہرانا۔ اور اپنے لوگوں کو اُن سے باتیں کرنے کا موقع نہ دینا۔ بس اکیلے تم ہی اُن سے گفتگو کرنا۔

"اپنی راز کی باتوں کا آشکارا نہ کرنا اس سے تمھارے ہی لوگوں کے دلوں میں تمھاری طرف سے شبہات پیدا ہوں گے۔ جب مشیروں سے مشورہ لینا تو جو کچھ واقعہ ہوا ہے اُسے سچ سچ بیان

کر دینا تاکہ مشورہ بھی سچا ملے۔ مشیروں سے اپنے معاملات کو مخفی نہ رکھنا۔ راتوں کو اپنے لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر اُن سے باتیں کیا کرنا۔ تاکہ لشکر کے حالات معلوم ہوتے رہیں۔ اور تمھاری آنکھوں کے سامنے سے پردے اٹھیں۔ لشکرگاہوں میں چوکی پہرے اور گشت لگانیوالوں کی کثرت رکھنا۔ اور انھیں ہر طرف لشکر میں پھیلا دینا۔ پہرے والوں کی لاعلمی میں اکثر اُن کے پاس جا پہونچا کرنا۔ اور جس کسی کو غافل پانا اس کی شائستگی کے ساتھ تادیب کرنا۔ اور اسے تعزیر دینا مگر سزا دینے میں سختی اور زیادتی نہ کرنا۔ رات کو پہرے والوں کی باریاں مقرر کرنا۔ اور اول شب کی باری آخر شب کی باری سے زیادہ لمبی رکھنا۔ اس لیے کہ اول شب کا پہرہ آسان ہوتا ہے۔ جو لوگ سزا کے مستحق ہوں اُن کے حق میں کمی نہ کرنا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی خیال رہے کہ سزا دینے میں کثرت اور عجلت نہ ہو۔ اور نہ یوں سزا دیجائے کہ لوگوں کو ذلیل کرنا مقصود ہو۔

"اپنے لشکر کے حال سے غافل نہ ہونا۔ اور نہ ان کی جاسوسی کرنا جس میں انھیں رسوا کرنا مقصود ہو۔ لوگوں کے پوشیدہ حالات کے پتہ لگانے کی کوشش نہ کرنا۔ بس اسی حالت کے معلوم کرنے پر کفایت کرنا جو ظاہر اور کھلی ہوی ہے۔ فضول گپیں اڑانے والوں کے پاس نہ بیٹھنا۔ ہاں اہل صدق و صفا سے صحبت رہے اور ملنے جلنے میں راست بازی کا برتاؤ ہو۔ خبردار تم سے بزدلی نہ ظاہر ہو۔ ورنہ سب بزدل ہو جائیں گے۔ اور فضول خرچی سے بچتے رہو۔ اس لیے کہ وہ محتاج بناتی اور تائید الٰہی سے محروم کرتی ہے۔

"تم عنقریب ایسے لوگوں کو دیکھو گے جو اپنی خانقاہوں میں خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کی خموشی میں فرق نہ ڈالنا۔ اور اُن سے تعرض نہ کرنا۔"

بڑے بڑے لوگوں نے ان نصیحتوں کو والیانِ ملک اور سالارانِ عساکر کے لیے بہترین ہدایتیں تسلیم کیا ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ ان سے بہتر نصیحتیں نہیں ہو سکتیں۔

یزید بن ابی سفیان کے جانے کے بعد پھر جو لشکر جمع ہوا۔ اس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ ابن الجراح کو سردار مقرر کرکے شہر حمص کی طرف روانہ کیا۔ وہ شہر بلقاء میں پہونچے تو اس کے پھاٹک پر وہاں کے لوگوں سے مقابلہ ہوا۔ پھر ان لوگوں نے صلح کر لی۔ اور کہا جاتا ہے کہ ملکِ شام میں یہی پہلی صلح تھی۔ | ابو عبیدہ حمص پر۔ یہ پہلی فتح صلح سے

اس کے بعد شہر عربہ کے پاس ایک رومی لشکر جمع ہوا۔ اس کے مقابلے پر یزید بن ابی سفیان نے ابو امامہ باہلی کو روانہ کیا۔ انھوں نے جاتے ہی رومیوں کو شکست دے دی۔ | یہ پہلی لڑائی اور فتح۔

اور کہتے ہیں کہ یہی ابوآمامہ کی فتح سرزمین شام کی پہلی لڑائی تھی۔ عربہ سے بھاگ کے رومی شہر داثم میں جمع ہوے۔ اور ابوامامہ نے وہاں سے بھی اُن کو نکال دیا۔

حسن تدبیر صدیقی

اب شام میں مسلمانوں کو ایک بڑی بھاری خوفناک شکست ہوی جس کی مضرت سے مسلمانوں کو حضرت صدیقؓ نے نہایت عاقلانہ کارروائی اور اپنے بے نظیر تدبر سے بچایا۔ اور قوت اسلام کو ایسا سنبھالے رکھا کہ مسلمانوں کی فاتحانہ سبقت میں کوئی فرق نہیں آنے پایا۔

خالد و باہان کا مقابلہ خالد کا شکست کھانا

خالد بن سعید بن عاص جو سب سے پہلے حدود شام میں داخل ہوے تھے۔ اور اُن کے پاس سب سے بڑا اسلامی لشکر تھا۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ انھوں نے رومی بطریق کو شکست دیدی تھی۔ اور جبکہ اُن کا لشکر پہلے سے زیادہ زبردست تھا۔ اور ذوالکلاع۔ عکرمہ۔ اور ولید اُن کے علم کے نیچے تھے باہان سے اُن سے پھر مقابلہ ہوا۔ باہان نے اب کی بھی بظاہر شکست کھائی۔ اور خالد اس کا تعاقب کرتے ہوے برابر بڑھتے چلے گئے۔ ناگہاں مرج الصفر میں پہونچکے معلوم ہوا کہ باہان کا بھاگنا فریب تھا۔ اور تعاقب کے بہانے وہ لشکر اسلام کو ایسے مقام پر بہالے گیا۔ جہاں وہ اپنے مددگاروں سے دور اور ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوے ہیں۔ یہاں موقع پاتے ہی باہان پلٹ پڑا۔ اگلے حصۂ فوج کے سردار خالد بن سعید کے بیٹے تھے ان کو رومیوں نے شکست دے کے شہید کر ڈالا۔ اور خالد نے یہ خبر سنی تو کمال بدحواسی کے ساتھ بھاگے۔ رومیوں نے کچھ دور تک تعاقب کیا۔ مگر وہ ایسے بھاگے کہ مدینۂ طیبہ کے قریب مقام ذی المروہ میں پہونچکے دم لیا۔ حضرت صدیق نے جو یہ حال سُنا تو فوراً ان کے پاس حکم بھیجا کہ خبردار مدینے آنے کا قصد نہ کرنا۔ اپنے سارے لشکر کے ساتھ وہیں ذی المروہ میں ٹھہر جاؤ۔ شام میں غنیمت یہ ہوا کہ خالد کے بھاگنے کے بعد عکرمہ نے دشمنوں سے قدم جما کے مقابلہ کیا۔ اور رومیوں کو آگے نہ بڑھنے دیا۔

اور بد طرح بھاگنا

عکرمہ کی ہمت

شرحبیل شام میں

اس زمانے میں شرحبیل بن حسنہ جو مسیلمۂ کذاب کے مقابلے پر خالد بن ولید کے ہمراہ تھے خالد کے عراق جانے کے بعد اپنی فوج کے ساتھ بارگاہ خلافت میں حاضر ہوے کہ اب کدھر جانے کا حکم ہوتا ہے۔ حضرت صدیقؓ کو ان دنوں سب سے زیادہ فکر شام کی تھی۔ انھیں بھی شام کی طرف روانہ کر دیا۔ وہ اِدھر جاتے وقت ذی المروہ میں پہونچے تو خالد بن سعید کی شکست خوردہ فوج کے بہت سے مجاہدین اُن کے لشکر کے ساتھ ہو کر پھر شام چلے گئے۔

معویہ شام میں

شرحبیل کے روانہ ہو جانے کے بعد پھر جو گروہ مدینے میں جمع ہوا اُس پر حضرت صدیقؓ نے معویہ بن ابی سفیان کو سردار مقرر کر کے شام میں جانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ تم اپنے بھائی

یزید کے پاس جاکر ٹھیرو۔ معاویہ جب ذی المروہ میں پہونچے تو خالد کے ساتھ جتنے آدمی رہ گئے تھے وہ بھی ہمراہیان معاویہ کے ساتھ شریک ہوکر شام چلے گئے۔ اور اکیلے خالد بن سعید رہ گئے۔ جب حضرت صدیق نے سُنا کہ اب خالد بالکل یکہ و تنہا ہیں تو اُن کو مدینے میں آنے کی اجازت دی۔

شام میں کون سردار کہاں تھا۔

اب جتنے سرداران عساکر اسلام ارض شام میں گئے تھے وہاں اس طرح تقسیم ہوگئے کہ ابو عبیدہ شہر جابیہ میں تھے۔ یزید بن ابی سفیان اور اُن کے بھائی معاویہ بلقاء میں۔ شرجبیل اُردن میں بعض اہل روایت اُن کو بصری میں بتاتے ہیں۔ اور عمرو بن عاص عربہ میں۔

رومیوں کی پریشانی۔

رومیوں کو جب معلوم ہوا کہ عربوں نے ہر طرف سے اُن کے قلمرو پر حملہ کردیا ہے۔ تو پریشان ہوئے۔ اور قیصر روم ہرقل کو خبر کی جو ان دنوں زیارت کے لیے بیت المقدس میں آیا ہوا تھا۔ حضور سرور عالم کا خط دیکھ کے وہ کئی سال پہلے سے مرعوب ہوچکا تھا۔ اب یہ خبریں پہونچیں تو گذشتہ اندیشوں کی تصویر پھر آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور ارکان دولت کو جمع کرکے مسلمانوں کی یورش کا حال بیان کیا اور کہا۔ "میری یہ رائے ہے کہ جسطرح بنے تم مسلمانوں سے صلح کرلو۔

ہرقل کا مشورہ۔

مملکت شام کے آدھے خراج پر اُن سے صلح کر لینا اس سے اچھا ہے کہ وہ ملک شام پر قبضہ کرکے آدھے علاقۂ روم پر بھی قابض ہوجائیں"۔ رومی جنھیں اپنی عظمت و شوکت پر ناز تھا اور ان دنوں ایرانیوں کو شکست دے کے اُن کا غرور بدرجہا زیادہ بڑھ گیا تھا ایسے مشورے کو بھلا کیسے گوارا کرسکتے تھے؟ بادشاہ کا یہ مشورہ سُن کے بھڑکے۔ اور اُن سے نافرمانی اور سرتابی کے آثار ظاہر ہوئے۔ یہ رنگ دیکھ کے ہرقل نے سب کو تسلی دی۔ اور انھیں لے کر شہر حمص میں چلا گیا۔ اور وہاں سے فوج کشی کی کارروائیاں شروع کردیں۔

رومی فوجوں کی حرکت۔

دولت قیاصرہ روم کے پاس فوج کی کمی نہ تھی۔ فوراً یہ نظر آیا کہ سارا ملک اور ہر شہر و قریہ فوجوں کو اُگل رہا ہے۔ اب ہرقل نے یہ انتظام کیا کہ ہر ہر اسلامی سپہ سالار کے مقابلے میں جداگانہ فوج بھیجی۔ چنانچہ اپنے سگے بھائی تذارق (تھیوڈورک) کو نوّے ہزار سپاہ کے ساتھ عمرو بن عاص کے مقابل۔ جرجہ بن توذر (جارج بن تھیوڈور) کو یزید بن ابی سفیان کے مقابل۔ قیقار (سسرو) بن نسطور کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ ابو عبیدہ کے مقابل اور دارقص (ڈریفس) کو شرجبیل بن حسنہ کے مقابل روانہ کردیا۔

مسلمانوں کا اضطراب۔

ان عظیم الشان لشکروں کا حال سُن کر مسلمان بہت گھبرائے۔ اُن کے دلوں پر رومی نقل و حرکت کی ہیبت طاری ہوئی۔ اور سب سرداروں نے عمرو بن عاص کو لکھا کہ آپ کے

اور ایک جگہ جمع ہونا۔

نزدیک یہ سیلاب عظیم کس تدبیر سے روکا جائے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ اس موقع پر ہم لوگوں کیلئے مناسب تدبیر یہ ہے کہ سب سردار اور ساری عربی فوجیں ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ باوجود کمی کے دشمنوں سے مغلوب نہ ہو سکیں گے۔ اور متفرق رہے تو سب کا اپنے دشمنوں پر غالب آنا دشوار ہے۔ کوئی نہ کوئی شکست ضرور کھا جائے گا۔ اور اس سے سب کو ضرر پہونچے گا۔ حسن اتفاق کہ دو چار روز بعد حضرت صدیقؓ سے جو مشورہ ملا وہ بھی یہی تھا۔

خالد بن ولید کو شام جانے کا حکم۔

فوراً اس مشورے پر عمل شروع ہو گیا اور دار الخلافت سے کمک طلب کی گئی۔ حضرت صدیقؓ نے رومیوں کے لشکر عظیم اور مسلمانوں کی پریشانی کی خبر سُنی تو عراق میں خالد بن ولید کو حکم بھیجا کہ فوراً ارض شام میں پہونچکر مجاہدین شام کی مدد کریں۔

خوفناک سفر یا خالد کی ہفتخوان۔

حضرت خالد بن ولید کو جو یہ حکم پہونچا تو فوراً نو ہزار لشکر کے ساتھ چل کھڑے ہوئے۔ جلدی پہونچنے کے خیال سے انھوں نے براہ راست صحرائے شام کے بے آب و گیاہ میدانوں کو بڑی دشواریوں اور نہایت جانکاہیوں سے قطع کیا۔ غور سے دیکھیے تو خالد کی یہ ہفتخوان رستم و اسفندیار کی خارج از عقل ہفتخوانوں سے زیادہ سخت تھی۔ پہلے حدوداء اور مضیح میں گذرے اور دونوں مقاموں کو عرب قبائل سے لڑ کر فتح کیا۔ اسی مضیح میں صہباء بنت حبیب بن بجیر ہاتھ آئیں جنھیں حضرت علیؓ کے حرم میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آگے بڑھے تو قراقر نامی مقام میں بنی کلب سے لڑائی ہوئی۔

صحرائے بے آب و گیاہ

یہاں سے آگے پانچ منزلوں تک پانی نہ مل سکتا تھا۔ رافع بن عمیرہ طائی رہبر نے جو کبھی طفولیت میں اپنے باپ کے ساتھ اِدھر سے گذرے تھے۔ بہت سے اونٹوں کو مکرر پانی پلا کے۔ اور مشکوں کی طرح اُن کے مُنھ باندھ کے ساتھ لیا۔ روز بقدر ضرورت اونٹ ذبح کیے جاتے۔ گوشت کھایا جاتا۔ اور اُن کے پیٹ کے پانی سے پیاس بجھائی جاتی۔ اب پانچویں منزل تھی۔ یہ مقام علمین کے نام سے مشہور تھا۔ اونٹ ختم ہو چکے تھے اور اس منزل میں پانی نہ ملتا تو سارے لشکر کی ہلاکت میں کوئی شک نہ تھا۔ رافع کی آنکھ میں آشوب تھا۔ لوگوں سے کہا چاروں طرف نظر دوڑاؤ۔ دیکھو دشت میں کسی طرف کوئی درخت نظر آتا ہے جسکی قطع ایک بیٹھے ہوئے انسان کی سی ہے۔ سب نے خوب غور سے دیکھا اور کہا "نہیں کسی طرف کسی درخت کا پتہ نہیں"۔ اس جواب پر انا للہ کہہ کے رافع نے کہا "تم سب ہلاک ہوئے اور تمھارے ساتھ میں بھی گیا گزرا ہوا۔ دیکھو دیکھو پھر دیکھو"۔ اب کی جو غور سے دیکھا تو درخت تو نہیں درخت کا ایک ٹھونٹ دکھائی دیا۔ قریب جا کے معلوم ہوا کہ وہی درخت ہے جس کی رافع کو تلاش تھی۔

کسی نے اس کو کاٹ ڈالا تھا۔ فقط ٹھونٹ باقی تھا۔ رافع نے اُس کی جڑ میں کھدوایا تو ایک چشمہ نکلا جسے چشمۂ رحمت کہئے تو بجا ہے! اس لیے کہ اُس سے سارا لشکر سیراب ہو گیا۔ (چشمۂ رحمت)

یہاں سے بڑھ کر سوئی کے کوئیں پر پہونچے۔ بنی بہراء جو یہاں رہتے تھے اسوقت اتفاقاً بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ اور مغنی اس مضمون کے اشعار گا رہا تھا کہ ابوبکر کے سواروں اور خالد کے آنے کے پہلے پلا دو۔ یکایک انھیں صدیقی سواروں اور خالد نے پہونچکر انھیں جام شراب کی جگہ جام مرگ پلا دیا۔ بعض راویوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حرقوص کے قتل کا واقعہ بھی اسی موقع پر پیش آیا۔

یہاں سے کوچ کر کے خالد آرک میں پہونچے۔ وہاں کے لوگوں نے اطاعت کے اقرار پر صلح کر لی۔ اور خالد نے بڑھ کے شہر تدمر کا محاصرہ کر لیا۔ جو ملکۂ زنوبیہ کا مشہور تاریخی شہر ہے یہاں والوں نے بھی صلح کر کے اپنی جان بچائی! ادھر خالد کا گزر حوارین میں ہوا۔ جہاں کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ شکست کھائی مارے اور پکڑے گئے۔ اب خالد شہر قصم میں پہونچے بنی قضاعہ کی ایک شاخ جو لوگ بنی مشجعہ کہلاتے تھے یہاں آباد تھی اُنھوں نے مطیع ہو کر صلح کر لی۔ اس مقام سے چلے تو چونکہ اب مملکتِ شام کا آباد اور متمدن حصہ شروع ہو گیا تھا اس لیے خالد نے حضرت رسول خدا صلعم کا عطا کیا ہوا سیاہ علم کھولا جو رایۃ العقاب کہلاتا تھا! ور اس کا پھریرا اڑاتے ہوے ثنیہ نام ایک بستی میں پہونچے۔ جس کا اس وقت سے اور اسی علم کی بدولت ثنیۃ العقاب نام مشہور ہو گیا۔ (علم نبوی رایۃ العقاب) آگے بڑھ کر مرج راہط میں حضرت سیف اللہ نے بنی غسان پر تاخت کی۔ اور انھیں قتل واسیر کر کے غوطۂ دمشق[ع۵] کے قریب سے گزرے۔ اس خطے میں ایک کنیسے کی آبادی پر ایک چھوٹی فوج بھیجی جس نے لوٹا مارا۔ اور لونڈی غلام پکڑ کے واپس آگئی۔ یہاں سے سفر کر کے بعض راویوں کے بیان کے مطابق حضرت خالد بصری میں پہونچے۔ وہاں شرحبیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان کا لشکر پہلے سے پڑا ہوا تھا۔ (خالد بصرے میں) خالد کے پہونچتے ہی بصری والوں نے جزیہ کا اقرار کر کے صلح کر لی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ بصری شام کا پہلا شہر ہے جو لشکر عراق اور حضرت خالد کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اب یہاں سے خالد اور لشکر اسلام عمرو بن عاص کی مدد کے لیے مقام عربات کی طرف روانہ ہوے۔

ع۵ دمشق کے گرد سو سوا سو میل کے رقبے میں ایک نہایت ہی شاداب خطۂ زمین ہے۔ جس میں نہریں جاری ہیں۔ میوے کے باغ لگے ہوے ہیں۔ اور کھیت لہلہایا کرتے ہیں۔ اس خطہ کو اہل عرب غوطۂ دمشق کہتے ہیں۔

عمروؓ نے جوان کی روانگی کا حال سُنا تو خود مع لشکر کے آگے بڑھے۔ راستے میں دونوں لشکر مل گئے۔
اجنادین۔ اور سب نے اجنادین میں جا کے پڑاؤ ڈال دیا۔ جو ارض فلسطین میں شہر رملہ اور بیت جبرین کے درمیان واقع تھا۔

اس وقت تک راستے کی تمام فتحوں کا مال غنیمت اور اسیر شدہ لونڈی غلام جمع ہوتے رہے تھے۔ یہاں حضرت خالدؓ نے ان کو تقسیم کیا۔ اور پانچواں حصہ اپنے شام پہونچنے اور راستے کے معرکوں کی اطلاع کے ساتھ بارگاہ خلافت میں روانہ کیا۔

اجنادین میں رومیوں کا سپہ سالار خود ہرقل کا سگا بھائی تذارق یا ایک دوسرا نامور سردار
مسلمانوں کا حال ایک رومی جاسوس کی زبانی۔ قبقلار تھا۔ وہ عربوں کی کامیابی سُن سُن کے حیران تھا۔ اپنی فوج کے ایک عربی نژاد جاسوس کو بھیجا۔ مسلمانوں کے لشکر میں ٹھہر کے ان کے حالات دریافت کر لائے۔ یہ شخص خالدؓ کے لشکر میں ایک رات دن ٹھہر کے واپس گیا۔ اور مسلمانوں کے یہ حالات بیان کیے کہ "وہ لوگ رات کو راہب شب زندہ دار ہوتے ہیں۔ اور دن کو سپہگر و شہسوار۔ ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ اور زنا کرے تو رجم ہو جاتا ہے۔ تاکہ حق یکساں طور پر جاری رہے"۔ یہ واقعات سُن کے سپہ سالار روم نے کہا "اگر تمھارا یہ بیان صحیح ہے۔ تو مر کے زمین میں دفن ہو جانا اچھا ہے اور ان سے لڑنا اچھا نہیں"۔

جنگ اجنادین۔ آخر ہفتے کے روز جمادی الاول سنہ ۱۳ھ م سنہ ۶۳ محمدی (۶۳۴ء) کو لڑائی چھڑ گئی۔ بڑی سخت لڑائی تھی جس میں بہت کشت و خون ہوا۔ یہاں تک کہ عربوں کی شجاعت نے رومی شان و شوکت کو شکست دی۔ دشمنوں کا سپہ سالار مارا گیا۔ ان کے ہزاروں نبرد آزما کھیت رہے۔ اور مسلمانوں میں سے بھی تین ہزار سرشاران مَی توحید نے جام شہادت پیا۔

فحل۔ اس کے بعد خالدؓ نے سُنا کہ مفرورین اجنادین فحل نام ایک شہر میں جمع ہوئے ہیں جو بحر طبریہ کے جنوب میں واقع تھا۔ رومیوں نے مسلمانوں کے خوف سے قرب و جوار کی نہروں کے بند توڑ دیے۔ اور فحل کے گرد اسقدر پانی بھر گیا کہ گزرنا دشوار تھا۔ تاہم ان لوگوں کو اپنی طرف مصروف رکھنے کی غرض سے فحل کے پاس مسلمانوں کا تھوڑا لشکر ٹھہر گیا۔ اور باقی تمام سرداروں نے دمشق کی راہ لی۔

دمشق۔ دمشق دنیا کا سب سے پُرانا شہر ہے بعض لوگ حضرت نوحؑ کے زمانے تک اس کا پتہ لگاتے ہیں۔ ظہور اسلام کے وقت وہ شام میں رومیوں کا مشہور و معروف مستقر حکومت تھا۔

اور اسی وجہ سے بڑا مشہور مقام تھا۔ گرد شہر پناہ تھی۔ اس پر ہر جگہ قلعہ بندی تھی۔ اور اس زمانے میں جب قلعہ شکن توپیں نہ تھیں ایسے مضبوط شہر کا فتح کرنا آسان کام نہ تھا۔ خالد نے نہایت ہی مستعدی اور ہوشیاری سے اس کے محاصرے کا بندوبست کیا۔ سرداران عرب اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ شہر کے پھاٹکوں کے مقابل خیمہ زن ہو گئے۔ چنانچہ عمرو بن عاص باب توما پر (ٹامس) شرحبیل بن حسنہ باب الفرادیس پر۔ ابو عبیدہ باب جابیہ پر اترے۔ اور خود حضرت خالد نے پانچ ہزار فوج کے ساتھ مشرقی پھاٹک کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ ان سرداروں کے علاوہ ایک لشکر نے وہ سڑک روک دی جو دمشق سے حمص کو گئی ہے تاکہ ادھر سے شہر والوں کو کوئی کمک نہ پہونچنے پائے۔ اور ایک دوسرے لشکر نے فلسطین کا راستہ روک دیا۔

اس کا محاصرہ

نسطاس حاکم دمشق

شہر کا حاکم نسطاس نام ایک رومی سردار تھا۔ اس نے پوری ہوشیاری سے مقابلے کا بندوبست کیا۔ اور ابتدا اہل شہر نے اپنے شہر کی مضبوطی اور رسد کے بافراط جمع ہونے کے باعث اس محاصرے کی مطلق پروا نہ کی۔ فصیل پر تیر انداز اور سنگ باری کرنے والے مقرر کر دیے جو مسلمانوں کو قریب نہ آنے دیتے۔ اس کے علاوہ ان کو یقین تھا کہ جب سردی کا موسم آئے گا تو عرب لوگ شدت سرما کی تاب نہ لا سکیں گے اور خود ہی بھاگ کھڑے ہوں گے۔ مگر جب دیکھا کہ موسم سرما آیا اور گزر بھی گیا۔ مگر مسلمانوں کی استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ہرقل نے جو فوجیں کمک پر بھیجیں وہ دور ہی پر روک دی گئیں تو گھبرائے اور ان کے حوصلے پست ہونے لگے۔

دمشق میں جشن تقریب ولادت۔

اسی اثنا میں نسطاس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی خوشی میں اس نے سارے سپاہیوں کی دعوت کی جس میں سب نے الوان نعمت کے مزے لوٹے۔ اور آزادی سے شرابیں لنڈھائیں۔ خالد بن ولید کی یہ حالت تھی کہ راتوں کو نہ خود سوتے نہ ساتھ والوں کو سونے دیتے۔ اور دشمنوں کی گھڑی گھڑی کی حالت کا پتہ لگاتے رہتے تھے۔ چنانچہ انھیں اس کا بھی پتہ لگ گیا کہ آج حاکم شہر کے محل میں دعوت ہے۔ اور سب سپاہی حفاظت شہر کو چھوڑ کے کھانے پینے میں مصروف۔ اور مست بادۂ عیش ہیں۔ انھوں نے پیشتر سے بہت سی کمندیں اور رسی کی سیڑھیاں بنوا رکھی تھیں۔ قعقاع۔ اور مذعور بن عدی کے ایسے چند جانبازوں کو ساتھ لے کر شہر پناہ کے نیچے پہونچے۔ اور اس کے برجوں پر کمند پھینکنے لگے۔ دو کمندیں اٹک گئیں۔ فوراً قعقاع اور مذعور اوپر چڑھ گئے۔ اور سب کمندیں اور سیڑھیاں اٹکا کے قائم کر دیں۔

خالد کی تدبیر فتح۔

اب خالد نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ سب حملے کے لیے تیار رہیں۔ اور ہماری تکبیر کی آواز

فتح دمشق

سنتے ہی پھاٹک پر حملہ کر دیں اور پھاٹک کھلا ملے تو اندر گھس پڑیں۔ یہ کہکر خالد بھی بہت سے رفقا کے ساتھ اوپر چڑھ گئے۔ دو چار بہادروں کو کمندوں کی حفاظت کے لیے فصیل پر چھوڑا۔ اور خود باقی ہمراہیوں کے ساتھ شہر میں اندر اُتر گئے۔ زمین پر قدم رکھتے ہی انھوں نے اور فصیل والوں نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا اور وہ جو سامنے آیا اُسے قتل کرتے ہوے پھاٹک پر جا پہونچے اس کو کھولا۔ اور ساتھ ہی سارے مسلمان جوش و خروش سے اندر گھس پڑے۔

ابو عبیدہ کی صلح۔

فصیل پر اور شہر میں تکبیر کی آوازیں بلند ہوتے ہی ہنگامہ مچ گیا۔ ہر شخص اپنے قریب کے حصۂ فصیل کی طرف دوڑا۔ اس پھاٹک والوں نے جن کے سامنے ابو عبیدہ کا پڑاؤ تھا۔ فوراً نکل کے ان کے سامنے صلح کی درخواست پیش کر دی۔ اُن کو چونکہ خالد کے واقعات کی خبر نہ تھی صلح قبول کر لی۔ لہذا خالد تو اپنے سامنے والے پھاٹک سے لڑتے ہوے گھسے۔ مگر ابو عبیدہ اور اُن کے لشکر والے اپنے سامنے کے پھاٹک سے اس طرح داخل ہوے کہ تلواریں میان میں تھیں اور امن و امان کے ساتھ سیر کر رہے تھے مقسلاط یعنی ٹھٹھیروں کے بازار میں دونوں گروہوں کا سامنا ہوا۔ آخر باہمی رد و بدل کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ شہر کا بصلح فتح ہونا قرار پایا۔ اور جس حصۂ شہر کو خالد نے بزور شمشیر فتح کیا تھا اس کو بھی امان دے دی گئی۔

وفات صدیق اکبر اور خالد کی معزولی۔

عین اسی دن خبر آئی کہ حضرت صدیق رض نے وفات کی۔ جناب عمر فاروق رض خلیفہ ہوے۔ اور انھوں نے پہلا یہ حکم جاری کیا کہ خالد کو معزول اور ابو عبیدہ بن الجراح کو سارے لشکر اسلام پر سپہ سالار اور ملک شام کا والی مقرر کر دیا۔

تاریخ وفات صدیق اکبر

حضرت صدیق نے سنہ ۱۳ھ میں ۲۲ جمادی الآخر روز شنبہ کو ۶۳ سال کی عمر میں سفر آخرت کیا۔ کہتے ہیں کہ وفات سے ایک سال پیشتر ایک یہودی نے انھیں چاولوں یا حریرے میں ملا کے ایسا زہر دیا تھا کہ جس کا اثر سال بھر بعد ظاہر ہوا۔ انھوں نے اور مشہور طبیب عرب حارث بن کلدہ نے اس غذا کو ایک ساتھ کھایا تھا۔ حارث نے کھاتے کھاتے ہاتھ روک لیا اور کہا "ہمیں ایک سال بعد قتل کرنے والا زہر دیا گیا" چنانچہ سال پورا ہوتے ہی دونوں صاحبوں نے ایک ہی دن انتقال فرمایا۔

لیکن بقول حضرت عبداللہ بن عمر کے سچ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض کو حضور سرور عالم کی مفارقت کے صدمے نے مارا جس کی خلش ہر وقت دل میں رہتی کسی کی تعزیت کرتے تو کہتے کہ رسول اللہ کی وفات کو یاد کرو جس سے بڑا کوئی صدمہ نہیں اپنی مصیبت خود ہی کم معلوم ہونے لگے گی۔

مرض موت۔

لیکن مرض موت جس عنوان سے ظاہر ہوا یہ ہے کہ جاڑوں کا موسم تھا۔ ٹھنڈے پانی سے نہائے۔ اور فوراً بخار چڑھ آیا۔ بخار کی اس قدر شدت ہوئی کہ نماز کے لیے باہر آنے کی طاقت نہ رہی۔ حکم دیا کہ عمر فاروقؓ نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت عمر نے پندرہ دن تک مسجد نبوی میں مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔

مرض کو شدت پکڑتے دیکھ کر لوگوں نے کہا "آپ کسی طبیب کو کیوں نہیں بلواتے؟" فرمایا "طبیب آیا اور کہتا ہے کہ جو میں چاہتا ہوں کرتا ہوں۔" لوگ ان کا مافی الضمیر سمجھ کے خاموش ہو رہے۔ اور اس کے تھوڑے زمانے بعد انھوں نے انتقال فرمایا۔

زمانۂ ولادت اور عمر

واقعۂ فیل کے تین سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے عمر میں حضرت سرور عالم سے تین سال چھوٹے تھے۔ اس کمی کا تکملہ اُن کے عہد خلافت نے کیا۔ اور حضور رسول خدا کی طرح ترسٹھویں سال انھوں نے بھی دنیا کو رخصت کیا۔ انھوں نے دو برس تین مہینے اور دس دن یا بقول بعض بیس دن مسند خلافت پر بیٹھ کے جہانبانی کی۔

تجہیز و تکفین

وفات سے پہلے وصیت کر دی تھی کہ میری بیوی اسماء بنت عمیس اور میرا فرزند عبدالرحمن میری میت کو غسل دیں۔ اور کفن کے متعلق جو حضور سرور عالم نے فرمایا تھا انھوں نے بھی کہا کہ مجھے میرے دو پہننے کے کپڑے پہنا دیے جائیں۔ اور ایک تیسرا کپڑا مول لے لیا جائے۔ پھر فرمایا نئے کپڑے کی ضرورت مُردے سے زیادہ زندے کو ہے۔ مُردے کو جو کپڑے دیے جاتے ہیں وہ تو خراب اور ضایع ہونے کے لیے ہیں۔

اُن وصیتوں پر جب عمل ہو چکا تو اس تابوت میں رکھ کر اٹھائے گئے جس میں حضور سرور عالم اٹھائے گئے تھے۔ مسجد نبوی میں حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور رات کے وقت آغوش لحد کے سپرد کیے گئے۔ قبر میں اتارنے کے لیے ان کے صاحبزادے عبدالرحمنؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ اور حضرت طلحہؓ اترے۔ قبر میں اس طرح لٹائے گئے کہ ادب کے خیال سے اُن کا سر حضرت رسالت کے دوش مبارک کے برابر رکھا گیا۔ اس کے بعد لوگ قبر سے نکل آئے اور مٹی دے کے ویسی ہی تربت بنائی گئی جیسی کہ رسول اللہ صلعم کی تھی۔ اور دونوں تربتیں ایک دوسرے سے ملا دی گئیں۔

حضرت عائشہ کا بزم ماتم

حضرت صدیقؓ کی وفات کے بعد اُن کی صاحبزادی اُم المومنین عائشہ صدیقہ نے دفور غم سے بزم ماتم مرتب کی جس میں عورتیں بیٹھ کے منہ چھپا کے رونے پیٹنے اور بین کرنے لگیں۔ حضرت عمرؓ نے

درۂ عمری کا پہلا کارنامہ۔

جو یہ حال دیکھا تو اس طرح رونے اور بین کرنے سے منع کیا۔ مگر عورتوں نے سماعت نہ کی۔ تب انھوں نے ہشام بن ولید کو بھیجا کہ جاکر ابوبکر صدیقؓ کی بہن ام فروہ بنت ابی قحافہ کو بلا لاؤ۔ اور وہ جیسے ہی آکے سامنے کھڑی ہوئیں۔ حضرت عمرؓ نے اُن کو درے مارنا شروع کیے وہ گھبرا کے بھاگیں۔ مگر کئی درے پڑ گئے اور اس کا یہ اثر ہوا کہ تمام بین کرنے والی عورتیں بھاگ کے منتشر ہو گئیں۔ اور وہ ناجائز بین و بکا موقوف ہوا۔

حضرت صدیقؓ کا نام و نسب۔

جناب صدیقؓ کا پورا نام و نسب یہ ہے۔ ابوبکر عبداللہ عتیق بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی۔ مرہ میں اُن کا نسب نسب مبارک نبوی سے مل گیا ہے۔ اور لطف یہ کہ جس طرح حضور سرور عالم کی ساتویں پشت پر مرہ ہیں۔ اسی طرح جناب صدیق کی بھی ساتویں پشت پر مرہ ہیں۔ ان کے والد ابی قحافہ فتح مکہ کے وقت ایمان لائے۔ اور ان کی وفات کے چھ مہینے بعد انھوں نے وفات پائی۔ اُن کی والدہ ماجدہ ام الخیر سلمیٰ ابوقحافہ کے چچا کی بیٹی تھیں جو آغاز اسلام ہی میں حضرت صدیقؓ کے ایمان لانے کے چند روز بعد ایمان لائیں۔

حلیہ۔

صدیق اکبر کا حلیۂ مبارک یہ تھا کہ گورا رنگ تھا۔ خوش رو تھے۔ آنکھیں میٹھی ہوئی تھیں۔ اور رخسارے پچکے ہوئے۔ دُبلا کتابی چہرہ تھا۔ نتھنے تنگ تھے۔ اور بانسہ پھیلا ہوا۔ مگر باوجود دُبلے پن کے توند نکلی ہوئی تھی جس پر ازار نہ ٹھہر سکتی۔ اور بالوں میں مہندی اور وسمے سے خضاب کرتے تھے۔

بیویاں اور اولاد۔

عہد جاہلیت میں سب سے پہلے انھوں نے قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے عقد کیا تھا۔ اُن کے بطن سے عبداللہ اور اسماء بہن بھائی پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح جاہلیت ہی میں انھوں نے اُم رومان سے کیا جن کا نام وعد بنت عامر تھا۔ ان کے بطن سے دو بہن بھائی عبدالرحمٰن اور عائشہ پیدا ہوئے۔ اس کے بعد عہد اسلام میں انھوں نے ایک نکاح حضرت جعفر طیار کی بیوہ بیوی اسماء بنت عمیس سے کیا۔ اُن کے بطن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ پھر سب کے بعد انھوں نے ایک انصاریہ خاتون حبیبہ بنت خارجہ کو اپنے عقد نکاح میں لیا جن کے بطن سے اُن کی وفات کے بعد ایک صاحبزادی اُم کلثوم پیدا ہوئیں۔

ساتویں فصل

حضرت صدیق اور انکے عہد پر ایک نظر

عہد صدیق اکبر۔ سادی زندگی۔ بھیڑیں دُوہ دینا۔ محتاجوں کی خدمت۔ انکسار اور عبرت پکڑنا۔ فیاضی و خدا ترسی۔ حضرت رسول کی کفالت۔ آپ کی احسانمندی۔ آپ سے پُرانی دوستی۔ رفاقت۔ اعدا کے نرغے سے بچانا۔ آپکو چھوڑ کے کہیں نہ گئے۔ اپنی بیٹی دیدی۔ ہجرت میں رفاقت۔ اُحد و حنین میں رفاقت۔ اولاد کے قربان کرنے کو تیار۔ رسالت کے مشیر اعلیٰ۔ اصابت رائے۔ دربار رسالت سے خطاب۔ رسول اللہ کے بعد اُن کا درجہ۔ تئیس برس صحبت رسالت میں۔ مفتی اور امام۔ اشارۂ خلافت۔ رسول اللہ صلعم کی وصیت۔ وفات پیمبر کے بعد اُن کی کارگزاریاں۔ اس کا تصفیہ کہ واقعی آپ نے رحلت کی۔ مقام دفن کا تصفیہ۔ مسئلہ خلافت کا فیصلہ۔ اُن کو خلافت کی ہوس نہ تھی۔ حضرت زبیرؓ و علیؓ کی عذر خواہی۔ ارتداد عرب کے وقت پیمبرانہ پامردی۔ لشکر اُسامہ کے روانہ کرنے میں استقلال۔ زکوٰۃ نہ چھوڑنے میں ثابت قدمی۔ عربوں کی سرکشی۔ پیمبرانہ استقلال۔ ارتداد کا استیصال۔ ایران و روم پر فوج کشی۔ عہد فاروقی اُن کے عہد کا ضمیمہ تھا۔ تجارت چھوڑنا پڑی۔ وظیفہ۔ اس کی عذر خواہی۔ خزانۂ خلافت سے جو کچھ لیا واپس کر دیا۔ وظیفہ کی رقم بھی واپس کی۔ خزانۂ خلافت۔ اُس کے مصارف۔ عدیم المثال اتقاء و احتیاط۔ رقت قلب۔ قرآن کو جمع کرنا۔ حضرت عمرؓ محرک ہوئے۔ زید بن ثابت اس کام پر مامور ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو شایع کیا۔ شوق تلاوت۔ رسول خدا کا ادب۔ حضرت حسن کی طفلانہ حرکت۔ اور حضرت صدیق کی نیک نفسی۔ اوّل درجے کے خطیب۔ عالم انساب عرب۔ معبر۔ شان اجتہاد۔ اُن کے عہد کے عہدہ دار۔ روایت حدیث۔ نقش خاتم۔ اسلام پر سب سے بڑا احسان۔ عمر فاروقؓ کے انتخاب میں مشورہ۔ طلحہ کا اعتراض اور جواب۔ وصیت نامے کی تحریر۔ اُس کی اشاعت۔ حضرت عمر کو نصیحت۔

عہد صدیق اکبر

حضرت صدیق کا عہد حضور سرور عالم کے بعد بہترین زمانہ تھا جس سے اچھا زمانہ پھر کبھی اسلام کو نہ نصیب ہوا۔ اور نہ نصیب ہونے کی اُمید ہے۔ اُن کو سوا پیروی دین اور امت محمدی کی

خدمت کے زندگی بھر کسی چیز سے سروکار نہیں رہا۔ اُن کی زندگی قومی سلطنت کی سربراہی کا بہترین نمونہ تھی جس سے اچھا طرزِ حکمرانی دنیا کی کسی جمہوری سلطنت میں بھی نہیں نظر آسکتا۔

سادی زندگی

اور اس کی وجہ یہ بھی کہ جو سادی زندگی ایک خوش باش شریف مکّی کی حیثیت سے شروع ہوئی تھی۔ اس کو انھوں نے آخر تک نباہ دیا۔ سارے عرب پر حکمراں ہونے۔ ایران و روم پر غالب آنے اور ایک زبردست شہنشاہ بن جانے کے بعد بھی ان کی حالت اور وضع و رفتار میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہونے پایا۔

بھیڑیں دوہنا

مدینے کی ایک شریف خاتون انیسہ کہتی تھیں کہ "ابوبکر خلیفہ ہونے سے پہلے تین سال اور اُس کے بعد ایک سال تک ہمارے ساتھ رہے معمول تھا کہ پاس پڑوس کی لڑکیاں اپنی بھیڑیں اور بکریاں لے کر اُن کے پاس آتیں۔ اور وہ دودھ دوھ دیا کرتے[عہ] جب مسندنشین خلافت ہوئے تو کسی عورت نے کہا "اب ہماری بکریاں کیوں دوہنے لگے"۔ یہ الفاظ ان کے گوش گزار ہوئے تو فرمایا "نہیں اپنی جان کی قسم میں تمھاری بکریاں برابر اسی طرح دوھ دیا کروں گا۔ اور اُمید ہے کہ خلافت میرے ذاتی معاملات میں فرق نہ ڈالے گی"۔

محتاجوں کی خدمت

حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ روز رات کو ایک اندھی عورت کے پاس جاکے اُس کے ضروری کام کردیا کرتے۔ چند روز بعد نظر آیا کہ کوئی شخص اُن سے پہلے آکر اُس کے کام کرجاتا ہے۔ ایک دن چھپ کر بیٹھے کہ دیکھوں یہ کون صاحب ہیں۔ تھوڑی دیر انتظار کیا تو حضرت صدیق دکھائی دیے اور معلوم ہوا کہ وہی روز مخفی طور پر آکے اُس کی تمام حاجتیں پوری کردیا کرتے ہیں۔ اور یہ اُن کی خلافت[عہ] کا زمانہ تھا۔

انکسار اور عبرت پکڑنا

انکسار نفس اور انسانی ذمہ داریوں سے آگاہ ہونے کا یہ حال تھا کہ ایک دن دیکھا کہ ایک مرغی ایک درخت کے سایے میں ٹھہری ستا رہی ہے۔ ایک ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا "مرغی تو کیسی خوش نصیب ہے کہ درخت کے پھل پتیوں کو کھاتی اور اس کے سایے میں ستاتی ہے اور تیرے ذمے کوئی حساب کتاب نہیں کاش ابوبکر تجھ سا ہوتا"۔ اسی طرح ایک روز ایک درخت کو دیکھ کے بولے "کیا اچھا ہوتا میں درخت ہوتا جس سے لوگ پھل کھاتے اور تکیہ لگا کے بیٹھتے ہیں"۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک بار بکریوں کو نرم گھانس چرتے دیکھ کر حسرت کے لہجے میں فرمایا: "کاش میں گھانس ہوتا

عہ تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۵۹۔

عہ ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۲۔ اس باب کے تمام واقعات طبری ابن اثیر تاریخ الخلفا اور مروج الذہب سے لیے گئے ہیں۔

جیسے چوپائے کھا کے پیٹ بھرتے"۔ ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ میں خلق اللہ کی خدمت و نفع رسانی عام کا ذوق و شوق کسقدر بڑھا ہوا تھا۔

فیاضی و خدا ترسی

ابوبکرؓ جاہلیت سے مالدار تھے۔ تجارت کرتے تھے جسکے لیے اٹھارہ سال کی عمر سے کئی سفر کیے۔ نہایت فیاض و کریم النفس تھے۔ محتاجوں اور مظلوموں پر ترس کھاتے اور ان کی دست گیری فرماتے۔ قریش کے ذی اثر امرا میں سے تھے۔ اور جب کوئی قتل کا واقعہ ہو جاتا تو خونبہا تشخیص کرنا اور قاتل کو اپنی کفالت میں لینا خاص اُن کا حق تھا۔ جب اسلام لائے ہیں تو چالیس ہزار درہم کا سرمایہ ان کے پاس موجود تھا۔ یہ سب حضور رسالت کی خدمت اور ایثار نفس کی نذر ہو گیا۔ مشرکین مکہ کو اپنے موحد اور خداپرست غلاموں پر ظلم کرتے دیکھ کے نہ رہا گیا۔ جو دام مانگے دے کر سات لونڈی غلاموں کو خرید خرید کے آزاد کیا۔ انھیں میں ایک حضرت بلال بھی ہیں۔ جو مشہور و مقبول موذن رسول اللہ تھے۔ ان فیاضیوں کا نتیجہ یہ تھا کہ ہجرت کے وقت فقط پانچ ہزار درہم باقی تھے۔ ہجرت سرور عالم کے تمام مصارف اسی رقم سے پورے ہوے۔ پھر مسجد نبوی کی زمین بھی اسی روپیہ سے خریدی گئی۔ اور اس کے متصل حضرت صدیقؓ کے لیے بھی ایک مکان تعمیر ہوا جس میں سے مسجد میں آنے کے لیے ایک کھڑکی لگی ہوی تھی۔ رسول اللہ صلعم اکثر فرماتے "ہم نے کسی سے کچھ نہیں لیا جس کا معاوضہ نہ کر دیا ہو بجز ابوبکرؓ کے روپیہ کے کہ اس کا معاوضہ خدا کرے گا"۔ اسیطرح ایکدن جناب رسالت مآب فرمانے لگے "میں نے جتنا نفع ابوبکر کے سرمایہ سے اٹھایا کسی کے سرمائے سے نہیں اُٹھایا"۔ یہ سن کر ابوبکرؓ رونے لگے اور کہا "میں اور میرا مال آپ کے سوا کس کا ہے؟" حضور سرور عالم اور ابوبکر صدیق کے اتحاد اور ایک جہتی کی یہ حالت تھی کہ ابوبکر کے روپیہ میں آپ ویسا ہی تصرف فرماتے جیسا کوئی اپنے روپیہ میں کرتا ہے۔

حضرت رسول کی کفالت۔

آپ کی احسانمندی

آپ سے پرانی دوستی

جناب رسول خدا سے ابوبکرؓ سے بچپن کی دوستی تھی۔ اور بعثت سے پہلے بھی آپ کے یار باصفا تھے۔ چنانچہ بعض لوگ ابوبکرؓ کے سابق الاسلام ہونے کو اس وقت سے ثابت کرتے ہیں جب بحیرا نے آپ کی بعثت کی پیشین گوئی کی تھی۔ اور ابوبکر صدیقؓ کو اسی وقت سے آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا تھا۔ غرض جیسی رفاقت حضرت رسول کی آپ نے کی کوئی نہیں کر سکا۔ اسی اتحاد و یک جہتی و ہم مذاقی کی برکت تھی کہ آپ کو دیکھ کر بچپن ہی سے شراب چھوڑ دی۔ جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو بے عذر اور بغیر کسی دلی تامل کے قبول کر لیا۔ گویا پہلے ہی سے ایمان لانے کو تیار تھے۔ خود حضرت رسالت فرماتے ہیں کہ "میں نے تم سب سے کہا کہ میں تم پر رسول مامور ہوا ہوں۔ مگر سب نے انکار کیا بجز ابوبکر کے جو فوراً ایمان لے آئے"۔

رفاقت

اعدا کے نرغے سے بچانا۔

اس کے بعد ابتدائی مسلمان جو سابقین اولین کے محترم القاب سے یاد کیے جاتے ہیں سب حضرت صدیقؓ ہی کے سمجھانے اور آپ کے اثر سے مسلمان ہوئے۔ جب مشرکین کی مخالفت بڑھی اور حضور سرورِ عالم پر دست تظلم دراز ہونے لگا تو ایک دن کفار نے آپ کو نرغے میں لے لیا۔ گلے میں چادر ڈال کے کھینچنے اور اینٹھنے لگے کہ گلا گھٹ جائے۔ ابوبکر سے نہ رہا گیا۔ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر تن تنہا دوڑے۔ کافروں کو ڈھکیلتے ہٹاتے ہوئے قریب پہونچے۔ آپ کو بچایا اور رو رو کے کہنے لگے "ارے کیا اس شخص کو مار ڈالو گے جو خدائے وحدہٗ لاشریک کا قائل ہے؟" کفار رسول اللہ کو چھوڑ کر ان پر جھپٹ پڑے۔ اور اتنا مارا کہ سر پھٹ گیا۔ مگر پٹتے جاتے تھے اور یہ کلمۂ شکر و خلت زبان پر تھا "تبارکت یاذوالجلال والاکرام" (او جلال و عظمت والے تو بڑا برکت والا ہے) آخر ان کے عزیز و بنی تیم درمیان میں پڑ کے جان بچائی۔

آپ کو چھوڑ کے کہیں نہ گئے۔

اکثر لوگ حبش گئے۔ دیگر مقامات میں بھاگے۔ اور آخر مدینۂ یثرب میں بھاگ بھاگ کے جان بچانے لگے مگر ابوبکر صدیقؓ آپ کو چھوڑ کے کہیں جانا گوارا نہ کرتے تھے۔ ایکبار زندگی سے عاجز آ کر گھر چھوڑنے پر تیار ہو گئے تھے۔ حبش کے ارادے سے نکلے۔ پانچویں منزل تک گئے تھے کہ ایک رئیس مکہ ابن الدغنہ ملا اور اپنی کفالت کا وعدہ کر کے پلٹا لایا لیکن انھوں نے مکان کے باہر سر راہ ایک عبادت خانہ بنا کے ایسے خشوع و خضوع سے عبادت اور ایسی رقت قلب سے تلاوت شروع کی کہ عورتیں اور نوجوان گھنٹوں کھڑے سنا کرتے اور متاثر ہوتے۔ قریش نے ابن الدغنہ سے شکایت کی اُس نے اس طرزِ عمل سے روکنا چاہا۔ انھوں نے کہا کفالت کے لیے یہی شرط ہے تو میں آپ کی کفالت سے باز آیا۔ چنانچہ اُس نے اپنی کفالت مسترد کر دی۔ اور یہ خدا کے بھروسے پر اسی وضع و شان سے تلاوت کرتے رہے۔ آخر جب نظر آیا کہ اب کسی طرح نہیں نبھ سکتی تو مدینے کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت رسول کے لیے ان کی صحبت اس درجہ ضروری ہو گئی تھی کہ نہ جانے دیا اور اپنی رفاقت کے واسطے روک دیا۔

اپنی بچی بیاہنا

اُم المومنین خدیجہ نے وفات فرمائی تو جناب رسالت کو بے مونس و غمگسار دیکھ کے اپنی کمسن بیٹی عائشہ کو آپ کے عقد میں دے دیا۔ اور اس کی مطلق پروا نہ کی کہ آپ کی عمر پچاس سال کے قریب ہے۔ اور عائشہ بالکل کمسن بچی ہیں۔

ہجرت میں رفاقت۔

پھر جب ہجرت کا وقت آیا اور مشرکین بالاتفاق آپ کی جان لینے پر آمادہ ہو گئے تو حضور سرورِ عالم نے اپنے محصور گھر سے نکل کے سب سے پہلے جس مکان میں پناہ لی وہ ابوبکرؓ کا گھر تھا۔ اُن کو ساتھ لے لیا تو وطن چھوڑا اور دونوں غار ثور میں جا کے چھپ رہے۔ اس موقع پر

ابوبکرؓ نے جیسی رفاقت کی جس ایثار نفس سے آپ کو بچایا اور آپ کی خدمت کی اس کی تصدیق وحی الٰہی نے کی۔ اور قرآن مجید قیامت تک تصدیق کرتا رہے گا۔ اُحد اور حنین میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور سب لوگ آپکا ساتھ چھوڑ کے بھاگے۔ تو ابوبکر ہمیشہ آپ کے ہمراہ اور ہمقدم رہے اور اپنی جان فدا کرنے کو تیار تھے۔ بدر میں عبداللہ اُن کے صاحبزادے جو ایمان نہیں لائے تھے مقابلے کے لیے میدان میں آئے تو خود ابوبکرؓ اُن کے خون سے ہاتھ رنگنے اور اُن کی جان لینے کو تیار ہو گئے۔

احد و حنین میں رفاقت۔

اولاد کے قربان کرنے کو تیار۔

مدینہ طیبہ میں بھی ہر وقت رسولِ خدا کے ہمدم و ہمراز اور ہر معاملے میں سب سے مقدم مشیرکار ابوبکر تھے۔ اِس سے بڑھ کے کیا ہوگا کہ غزوۂ بدر میں جب رسولِ خدا صلعم کے لیے ایک چھپّر بنایا گیا تو آپ نے اس میں اپنے برابر ابوبکر صدیقؓ کو بٹھالیا۔ پھر اس کے بعد آپ کے تمام سفروں جہادوں اور کُل معاملات میں وہ شریک رہے۔ اُن کے صائب الرائے ہونے کا جناب سرورِ عالم کو اس قدر یقین تھا کہ فرماتے "اللہ کو نہیں پسند ہے کہ ابوبکرؓ سے غلطی ہو" اور کیونکر نہ ہو۔ جن لوگوں کو حضرت رسولِ خدا نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اُن میں سب سے پہلے وہی تھے۔ اُن کو عتیق کا خطاب دے کے نجات کا یقین دلایا پھر صدّیق کے خطاب سے ممتاز کر کے اپنا خالص العقیدہ جان نثار ظاہر فرمایا۔ ان باتوں کا تمام لوگوں پر یہ اثر پڑا ہوا تھا کہ جناب رسالت مآب کی زندگی ہی میں سب رسولِ خدا صلعم کے بعد ابوبکرؓ کا اور پھر عمرؓ کا مرتبہ جانتے تھے۔ اُن کا یہ امتیاز عہدِ رسالت کا ایک مسلم الثبوت واقعہ ہے جس کی روایت خود حضرت علیؓ سے بخاری نے کی ہے۔ مسلمان ہی نہیں کفار بھی آپ کے بعد ابوبکرؓ ہی کا درجہ جانتے تھے۔ غزوۂ اُحد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور آنحضرت کی شہادت کی خبر مشتہر ہونے کے بعد مشتبہ نظر آئی تو ابوسفیان نے مسلمانوں کے مجمع کے قریب آکے باآواز بلند پوچھا "محمدؐ ہیں"۔ جواب نہ ملا تو پوچھا "ابوبکرؓ ہیں"۔ اس کا بھی جواب نہ ملا تو پوچھا "عمرؓ ہیں"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کفارِ قریش بھی مسلمانوں میں جناب رسولِ خدا کے بعد ابوبکرؓ کا درجہ جانتے تھے۔

رسالت کے مشیر اعلیٰ۔

اصابت رائے۔

دربار رسالت سے صدیق کا خطاب۔

رسول اللہ کے بعد ان کا درجہ۔

یہی نہیں ابوسفیان جب معاہدۂ حدیبیہ کے ٹوٹنے کے بعد تجدید معاہدہ کے لیے مدینے میں آئے۔ اور رسولِ خدا صلعم سے اطمینان بخش جواب نہیں ملا تو سب کے پہلے وہ سفارش اٹھوانے کے لیے ابوبکرؓ کے پاس گئے۔

ایکدن آپ مسجد میں آئے داہنے بائیں ابوبکرؓ و عمرؓ تھے۔ اور آپ دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

قیامت تک صحبت رسالت

خود ہی اپنی یہ وضع دیکھ کر فرمایا "یونہیں ہم قیامت کے روز اٹھیں گے"۔ ایکدن فرمایا "ابوبکرؓ و عمرؓ میرے کان اور میرے آنکھیں ہیں"۔ آپ کے زمانے میں سوا ابوبکرؓ و عمرؓ کے اور کوئی مفتی نہ تھا۔ پھر مرض موت اور معذوری کے زمانے میں ابوبکرؓ کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کی اجازت دی۔ اور فرمایا کہ مسجد میں بجز ابوبکرؓ کے اور کسی کی کھڑکی کھلی نہ رہے۔ وفات سے پہلے بیماری کے زمانے میں ایک عورت غالباً کچھ مانگنے کو آئی۔ آپ نے پھر بلایا۔ اُس نے پوچھا آپ کو نہ پاؤں تو کس کے پاس آؤں؟" فرمایا "ابوبکرؓ کے پاس"

مفتی اور امام۔

اشارۂ خلافت

اب اس سے بڑھ کے کیا ہوگا کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کی روایت موجود ہے کہ زمانۂ مرض میں رسول اللہ نے مجھ سے کہا "اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک تحریر لکھدوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کسی اور کو ہوس ہو اور کہے میں زیادہ استحقاق رکھتا ہوں۔ مگر خدا اور مومنین کو بجز ابوبکرؓ کے سب سے انکار ہے" یہی روایت دوسرے طریقے سے یوں ہے "اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ ابوبکرؓ کے لیے لکھدوں"۔ پھر خود ہی فرمایا "جانے بھی دو ممکن نہیں کہ مسلمانوں کو ابوبکرؓ کے بارے میں عذر ہو"

رسول اللہ صلعم کی وصیت۔

قدیم تعلقات اور زندگی بھر کی صحبت و رفاقت کا نتیجہ یہ تھا کہ حضور سرورعالم کی وفات کے بعد جتنے جھگڑے پیدا ہوئے ان سب کا تصفیہ حضرت صدیقؓ ہی نے کیا۔ پہلے عمر فاروقؓ نے اسی میں شبہ ڈالا کہ واقعی آپ نے رحلت کی یا نہیں۔ حضرت صدیقؓ نے اس کا ایسی فصاحت اور خلوص عقیدت سے فیصلہ کیا کہ کسی کو مجال انکار نہ رہی۔ پھر جب اس میں جھگڑا پڑا کہ آپ کہاں دفن کیے جائیں تو ابوبکرؓ نے ہی فیصلہ کیا کہ جہاں انتقال ہوا وہیں دفن ہوں۔ سب سے بڑا نازک معاملہ خلیفۂ رسول کے انتخاب کا تھا۔ اگرچہ مہاجرین اُن کی پیروی کو تیار تھے مگر بنی ہاشم الگ کھنچے ہوے تھے۔ اور قیامت یہ ہوی کہ انصار اُٹھ کھڑے ہوے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو جن کی مدینے میں تعداد و قوت بہت زیادہ تھی۔ اور دراصل شہر بھی انھیں کا تھا۔ بظاہر کوئی ایسی قوت موجود نہ تھی جو اُن کو دبا سکتی۔ اور اگر اُن میں سے کوئی خلیفہ ہو جاتا تو ممکن نہ تھا کہ قریش بلکہ سارے اہل عرب اُن کی اطاعت کریں۔ ایسا فتنہ پیدا ہوتا کہ اس کا دبانا غیر ممکن ہو جاتا۔ اور مخالفت کی کشمکش میں دین اسلام کا پنپنا دشوار ہو جاتا۔ ابوبکر صدیقؓ کی فصاحت اور سچی محبت دین نے اس مہم کو بہ آسانی سر کر لیا۔ اور بنی ہاشم کا اختلاف بھی کوئی ناگوار صورت نہ پیدا کر سکا۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ اگر اس وقت ابوبکرؓ کا ایسا مصلحت شناس شخص نہ موجود ہوتا۔ تو جو فتنے تیس پچیس برس بعد پیدا ہوے اُسی وقت پیدا ہو جاتے اور دین محمدی کو عروج پکڑنا درکنار اپنی زندگی بچانا دشوار ہو جاتا۔

وفات پیمبر کے بعد عمرؓ کا انکار۔ اس کا تصفیہ کہ واقعی آپ نے رحلت کی۔ مقام دفن کا تصفیہ۔ مسئلۂ خلافت کا فیصلہ۔

خلیفہ ہونے کے بعد ایک بار حضرت صدیقؓ نے خطبہ میں کہا "میں نے خدا کی قسم کبھی خلافت کی حرص نہ کی۔ نہ دن کو نہ رات کو۔ نہ ظاہر میں نہ باطن میں۔ نہ مجھے اس کا شوق تھا۔ اور نہ میں نے کبھی پوشیدہ یا علانیہ خدا سے اس کی تمنا کی مگر مسلمانوں میں فتنہ پیدا ہوتے دیکھ کے نہ رہا گیا۔ قبول کر لیا۔ ورنہ مجھے حکومت میں کوئی آرام بھی نہیں ہے۔ اتنا بڑا بوجھ میرے گلے میں پڑ گیا جس کے اٹھانے کی بجز تائید الٰہی کے مجھ میں طاقت نہیں ہے۔" یہ سن کر حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے کہا "ہم کو فقط اس پر غصہ آگیا کہ ہم سے مشورہ تک نہیں لیا گیا۔ ورنہ ہم جانتے ہیں کہ آپ سے زیادہ کوئی مستحق نہیں۔ آپ یار غار ہیں۔ اور آپ کی فضیلت اور شرافت سے ہم کو انکار نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔"

خلیفہ ہونے کے بعد یک بیک نظر آیا کہ مکے اور مدینے کے سوا سارا عرب مرتد ہو گیا۔ مدینے کے اطراف و جوانب کے لوگ بھی باغی و بے دین ہو گئے۔ جا بجا نئے مدعیان نبوت پیدا ہو گئے۔ جن سے نبوت کی شان تو کیا ظاہر ہوتی مگر رسالت کے ساتھ تمسخر ہونے لگا۔ اور پیغمبری کی تضحیک ہو رہی تھی۔ جو لوگ کسی مصنوعی پیغمبر کے زیر اثر نہ تھے اور اپنے آپ کو مسلمان بتاتے وہ بھی یہ شرط پیش کرنے لگے کہ ہم سے زکوٰۃ نہ لو۔ غرض کہ حضرت صدیقؓ کو خلیفہ ہوتے ہی سارا ملک اسی حالت میں ملا جس حالت میں کہ آغاز تبلیغ کے وقت رسول خدا صلعم کو ملا تھا۔ ابوبکرؓ کے استقلال میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ اور جس پامردی و صبر سے کوئی پیغمبر اپنی امت کی اصلاح کرتا ہے وہ امت محمدیؐ کی اصلاح کرنے لگے۔

سارے صحابہ کو اصرار تھا کہ سردست اسامہ کی روانگی کو ملتوی رکھئے جنہیں رسول خدا صلعم زمانۂ مرض میں شام کی طرف جانے کا حکم دے چکے تھے۔ اور ان کا لشکر مرتب ہو چکا تھا۔ اس لیے کہ مرتدوں اور باغیوں کی شورش سے مدینہ نہایت ہی خطرناک حالت میں نظر آتا تھا۔ لیکن حضرت صدیقؓ نے کسی طرح گوارا نہ کیا کہ حضور سرور عالم کے حکم کی تعمیل کسی اور وقت پر اٹھا رکھی جائے۔ سختی کے الفاظ میں فرمایا "مجھے اور ازواج رسول کو بھیڑیے بھی آ کے پھاڑ ڈالیں تو میں حکم رسول کی تعمیل کو نہ روکوں گا۔"

پھر اس کے بعد ساری خدائی کہہ رہی تھی کہ مرتد باغیوں سے زکوٰۃ معاف کرنے کا اقرار کر لیا جائے۔ حضرت صدیقؓ نے کسی کی نہ سنی۔ اور صاف کہہ دیا "کہ احکام شرع میں شمہ بھر تغیر کو بھی میں نہیں جائز رکھ سکتا۔ کوئی ساتھ نہ دے تو میں اکیلا جا کے جب تک دم میں دم ہے لڑوں گا۔" اور یہ کہتے ہی تلوار کھینچ کر تنہا چل کھڑے ہوئے مگر سب نے روکا اور ساتھ دینے پر تیار ہوئے۔ آخر ان کے

استقلال نے بے دینیوں، ارتدادوں، اور جھوٹی پیمبریوں سب پر فتح پائی۔ علم توحید پھر پورے عرب میں لہرا رہا تھا۔ اور سارا جزیرہ نما ایک دین کا پیرو اور ایک ہی کلمۂ حق کا دلدادہ تھا۔

عربوں کی سرکشی

قبائل عرب ہزارہا سال سے آزاد و خود سر چلے آتے تھے۔ اور کوئی قبیلہ کسی دوسرے قبیلے کے مقابلے میں زیردستی کے سوا اطاعت کا ہرگز روادار نہ تھا۔ نبوی سلطنت اسلام سے سارے قبائل کو یہ دھوکا ہوا کہ پیروی دین کے بہانے ہم قریش کے غلام اور فرماں بردار بنے جاتے ہیں۔ اسی خیال نے اکثر کو ارتداد اور بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور اسی سے اس عہد کے جھوٹے پیغمبروں نے فائدہ اٹھایا۔

بے مثال استقلال

ابوبکرؓ نے ان خرابیوں کے دور کرنے میں استقلال اور حسن تدبیر کی ایسی شان دکھائی کہ سچ یہ ہے دنیا میں آج تک یہ کام سوا انبیا کے نہ کسی بادشاہ سے ہو سکا تھا نہ کسی مدبر سلطنت سے اور نہ کسی سپہ سالار سے۔ اور اسی بنا پر بعض صاحب بصیرت علما کا قول ہے کہ "نسل آدم میں انبیا و رسل کے بعد ابوبکر سے افضل شخص نہیں پیدا ہوا۔ مرتدوں کے معاملے میں انھوں نے انبیا کا کام کر دکھایا"

ارتداد کا استیصال

بے دینی وارتداد کا فتنہ جو اپنے آغاز میں نہ ٹلنے والا پہاڑ نظر آتا تھا۔ ابوبکر کی خوش تدبیری سے ایک ہی سال کے اندر ہباءً منثوراً تھا۔ اور خاک بن کے اڑ گیا۔ اور اس قدر اطمینان ہو گیا کہ اسی سال کے آخر میں عساکر خلافت دنیا کی سب سے زبردست سلطنتوں ایران و روم پر حملے کرنے لگیں۔ اور دونوں کو ایسی زبردست شکستیں دے دیں کہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور عہد صدیقی نے باور کرا دیا کہ ہماری سپاہ ان سلطنتوں پر بڑی آسانی سے غالب آ جائے گی۔ سچ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی تمام فتحیں اسی کارروائی کا ضمیمہ تھیں جس کا آغاز حضرت صدیقؓ کے ہاتھوں سے ہوا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ جناب صدیقؓ کو "سیدنا" (اپنا سردار) کہہ کے یاد کرتے۔ اور اپنے آپ کو ان کے ایک رونگٹے کے برابر بھی نہ جانتے۔

ایران و روم پر فوج کشی۔

عہد فاروقی کی فتوحات عہد صدیقی کا ضمیمہ تھیں

عہد صدیقی کی برکتوں اور عالم گیریوں نے اپنے آغاز ہی سے اہل عرب کو دولتمند و ذی ثروت بنانا شروع کر دیا تھا۔ مگر خود وہ شخص جو سارے عرب کا حکمراں تھا۔ اور روم و شام اور عراق و عجم پر اس کی ہیبت چھائی ہوئی تھی۔ وہ کتنی دولت رکھتا تھا۔ اس کا اندازہ واقعات ذیل سے ہو سکتا ہے۔

تجارت چھوڑنا پڑی

جب مسند خلافت پر بیٹھ چکے۔ اور تمام لوگوں نے بیعت کر لی تو فروخت کے لیے کلائی پر چادریں ڈال کے بازار کی طرف چلے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا "کہاں" فرمایا "بازار"۔ انھوں نے کہا "اب آپ مسلمانوں کے معاملات کو دیکھیں گے یا بازار جائیں گے؟ جواب دیا "نہ جاؤں گا تو لڑکے بالوں کو کھلاؤں گا کیا؟" جناب فاروقؓ نے کہا "تو آپ ابو عبیدہؓ کے پاس چلیے وہ آپ کیلئے

بیت المال سے کچھ مقرر کر دیں گے۔" اس لیے کہ مہتمم خزانہ کی خدمت کو انھوں نے اپنے ذمے لے لیا تھا۔ پھر جب وہ جہاد پر چلے گئے تو ان کا کام خود حضرت صدیق اکبرؓ کرنے لگے۔ بہر حال عمرؓ آپ کو ابو عبیدہؓ کے پاس لے گئے۔ انھوں نے اس مقدار میں وظیفہ مقرر کر دیا جس میں ایک اوسط درجے کے مہاجر کی زندگی بسر ہو سکے۔ اور اس کے علاوہ گرمی جاڑے کے کپڑے بھی مقرر کیے مگر اس شرط سے کہ جب وہ پرانے ہو جائیں تو بیت المال میں داخل کر دیں۔ اور ان کے عوض نئے لے لیں۔ اس بنا پر ان کے لیے روزانہ آدھی بکری اور لباس مقرر ہوا۔ پھر اس کے بعد ایک دن عذر خواہی کے طور پر مسلمانوں سے کہنے لگے" قوم جانتی ہے کہ میں ایک پیشہ کرتا تھا جس سے میری اور میرے اہل و عیال کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ اب مسلمانوں کے معاملات میں ایسی مصروفیت ہے کہ تجارت کی فرصت نہیں ملتی۔ لہٰذا ابو بکرؓ کا خاندان اُمت کے خزانے ہی سے لے کر نہ کھائے گا تو کیا کرے گا؟"

مگر یہ بھی فقط کہنے کے لیے تھا انھوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ چنانچہ مرض موت میں حضرت عائشہؓ سے فرمایا "ہم نے جب سے انتظام سلطنت ہاتھ میں لیا ہے نہ کبھی مسلمانوں کے مال میں سے کوئی درہم کھایا ہے نہ دینار۔ بلکہ ہم نے نہایت معمولی غذا کھائی۔ اور موٹے جھوٹے کپڑے پہنے۔ اب اس وقت میرے پاس خلافت کی جائداد میں سے یہ اونٹنی ہے جس کا ہم دودھ پیتے ہیں۔ یہ غلام ہے جس سے کام لیتے ہیں اور یہ چادر ہے جس کو اوڑھتے ہیں۔ میرے مرنے کے بعد ان تینوں چیزوں کو عمرؓ کے پاس بھیج دینا کہ ان کو پھر داخل خزانہ کر لیں۔" حضرت عائشہؓ نے یہ چیزیں بھیج دیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو بے اختیار رونے لگے۔ بڑی دیر تک روتے رہے۔ اور بار بار کہتے تھے۔ "خدا ابو بکرؓ پر رحمت کرے۔ اپنے جانشین کو انھوں نے کیسی مصیبت میں ڈال دیا۔" پھر حکم دیا کہ وہ چیزیں لے کے احتیاط سے رکھی جائیں۔ عبد الرحمن بن عوف پاس بیٹھے تھے۔ بگڑ کر بولے "ابو بکرؓ کے ورثہ سے آپ ان چیزوں کو جن کی قیمت کچھ بھی نہیں لے لیں گے۔ حکم دیجیے کہ انھیں کے پاس پہنچا دی جائیں۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا "رسالت محمدی کی قسم میرے عہد میں یہ نہ ہو گا کہ ابو بکرؓ تو اس ذمہ داری سے نکل جائیں اور میں اس کو اپنی گردن پر لے لوں۔"

علاوہ بریں مرتے وقت یہ بھی وصیت کر دی کہ "میری فلاں زمین بیچ ڈالی جائے۔ اور میں نے

۵ے ابن اثیر میں دوسری چیز غلام ہے اور تاریخ الخلفا میں سیوطی نے دوسری چیز ایک کاسہ کو بتایا ہے۔

خزانۂ خلافت سے جو کچھ لیا ہے اس کے معاوضے میں اس زمین کی قیمت داخل کر دی جائے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ انھوں نے اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کے لیے بیت المال سے کچھ نہیں لیا۔ بلکہ جو کچھ لیا تھا اُس کو قرض سمجھتے رہے۔ اور آخر اُسے اپنے ذاتی سرمائے سے ادا کر دیا۔ یہ احتیاط تھی کہ اگرچہ عنانِ حکومت ایک شخص کے ہاتھ میں تھی مگر سچی قومی جمہوری سلطنت وہی تھی۔ حضرت رسول اکرم نے ان میں اور خارجہ بن زید انصاری میں بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ لہٰذا انھیں کے مکان پر بمقام سنخ میں رہنے لگے۔ اور انھوں نے اپنی صاحبزادی حبیبہ بنت خارجہ ان کے عقد میں دے دی۔

خزانۂ خلافت

فقط آغاز خلافت میں وہ سنخ میں رہے۔ خزانے کے لیے وہاں ایک مکان مخصوص تھا جب مدینے میں اُٹھ آئے تو خزانہ بھی یہاں آ گیا کسی نے کہا "خزانے پر آپ پہرہ کیوں نہیں مقرر کرتے؟" فرمایا "اس کی ضرورت نہیں ہے"۔ وجہ یہ تھی کہ جو کچھ آتا غربا اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور تقسیم میں بھی درجے اور مرتبے کا کچھ لحاظ نہ کرتے۔ بلکہ سب کو برابر دیتے۔ اُن کے عہد میں بنی سلیم کی کان برآمد ہو گئی تھی۔ اُس میں سے جو کچھ آتا اس کو بھی برابر تقسیم کرتے۔ اِس پر لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ "یہ لوگ خدا کے لیے اسلام لائے ہیں اِس کا اجر خدا دے گا۔ دنیا تو بالحاظ دینے کیلئے ہے"۔

انکے مصارف

جاڑوں میں کپڑے خرید کے بیواؤں میں تقسیم کرتے۔ علاوہ بریں اونٹ گھوڑے اور سلاح جنگ خرید کر خدا کی راہ میں دیتے۔ اُن کے بعد دیکھا گیا تو بیت المال میں کچھ باقی نہ تھا۔ تھیلیاں جھاڑیں تو فقط ایک میں سے ایک دینار گر پڑا۔

عدیم المثال اتقا

اُن کی احتیاط کا سب سے زیادہ عجیب عبرتناک واقعہ یہ ہے کہ ان کی بیوی کا مٹھائی کھانے کو جی چاہا۔ فرمایا "ہمارے پاس اتنے دام نہیں ہیں کہ مٹھائی خریدیں"۔ انھوں نے کہا "اچھا آپ نہ دیں میں اپنے خرچ میں سے روز تھوڑا تھوڑا جمع کرتی جاؤں گی جب کافی مقدار میں رقم جمع ہو جائے گی اُس سے مٹھائی خرید لوں گی"۔ کہا "اس کا تمھیں اختیار ہے"۔ اس تجویز کے مطابق بیچاری نے مدت میں کھانے سے بچا بچا کے مٹھائی کے دام جمع کیے اور آپ کو دیے کہ بازار سے مٹھائی منگوا دیجئے۔ آپ نے وہ رقم لے کر بیت المال میں داخل کر دی۔ اور فرمایا "یہ رقم ہماری ضرورت غذا سے زیادہ تھی"۔ اور اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ جتنی رقم روزانہ بچائی رہی تھیں اتنی ان کے نفقے میں سے گھٹا دی۔ اور اس کو بیت المال کا حق قرار دیا۔ یہ اس درجے کا اتقا تھا جس سے بڑھ کر نہ دیکھا گیا ہے نہ سنا گیا ہے۔

رقت قلب

باوجودیکہ مرتدوں اور باغیوں نے حد سے زیادہ ستایا۔ ایران اور روم کی لڑائیوں نے بھی

دشمنوں پر غصہ دلایا۔ مگر وہ اپنی ذات سے نہایت ہی رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ ایک دن کسی شخص پر نہایت برہم ہوئے اور اس قدر غصہ آیا کہ آپے سے باہر ہو گئے۔ کسی نے کہا "تو آپ اس کی گردن مارنے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟" فرمایا "واہ اس کا حق بجز رسول اللہ صلعم کے کسی کو نہیں ہے"۔ عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ نے شام کے ایک بطریق (سردار فوج) بنان کا سر حضرت صدیق کے ملاحظے میں بھیجا۔ اُنھوں نے اُن کے اس فعل کو ناپسند کیا۔ عقبہ پاس بیٹھے تھے کہنے لگے "وہ لوگ ہمارے ساتھ بھی تو ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں"۔ فرمایا "تو کیا تم فارس و روم کی سنت پر چلو گے؟" پھر سرداران فوج کو حکم بھیجدیا کہ خبردار میرے پاس دشمنوں کے سر نہ بھیجے جائیں۔ خط لکھنا اور اطلاع دینا کافی ہے۔

قرآن کو جمع کرنا۔ اسلام پر یہ بھی اُن کا سب سے بڑا احسان تھا کہ قرآن مجید کو جمع اور محفوظ کر دیا۔ یوں تو قرآن مجید کا اصلی محافظ خداوند جل و علا ہے۔ مگر بہ اسباب ظاہر قرآن کو دست برد زمانے سے بچانے والے حضرت صدیق اکبر ہیں۔ اس وقت تک قرآن مجید ایک جلد میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔ متفرق اور منتشر آیتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی موجود تھیں جنھیں قاریوں نے حفظ بھی کر لیا تھا۔ مسیلمۂ کذاب سے مقابل جنگ یمامہ میں صحابہ کے ساتھ جب بہت سے قاریان قرآن بھی شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ کو خیال آیا کہ اسی طرح اگر اور قراء قرآن بھی شہید ہو گئے تو قرآن کی سورتوں اور آیتوں کو یکجا کرنا دشوار ہو جائے گا۔

حضرت عمرؓ تحریک کرتے ہیں۔ اپنا یہ خیال جناب ابوبکر صدیقؓ پر ظاہر کیا۔ اُنھوں نے کہا "تمھارا اندیشہ بجا ہے۔ مگر جس کام کو خود رسول خدا نے نہیں کیا میں کیسے کر سکتا ہوں"۔ حضرت عمرؓ نے کہا "جو کچھ ہو مگر بخدا یہ اچھا کام ہے"۔ اور یہانتک اصرار کیا کہ ابوبکر صدیقؓ کے ذہن میں یہ بات جم گئی اور دین کی اس اہم ترین خدمت کی طرف اُن کو توجہ ہوئی۔

زید بن ثابت اس کام پر مامور ہوئے۔ انھوں نے زید بن ثابت کو بلا کے اُن سے کہا جو صحابہ میں اعلیٰ درجے کے مستند قاری قرآن تھے انھوں نے بھی پہلے یہی کہا کہ "جس کام کو رسول اللہ صلعم نے نہیں کیا میں کیسے کروں؟" مگر آخر سمجھانے اور اصرار کرنے سے ان کو بھی اس کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس کام کے انجام دینے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر یہ کام اُن کو اتنا بڑا بار گراں نظر آیا کہ سمجھ میں نہ آتا تھا میں اس خدمت کو کیسے انجام دے سکوں گا۔

قرآن کی آیتیں اور سورتیں کپڑوں کے ٹکڑوں۔ اونٹ کے شانوں کی ہڈیوں۔ کھالوں اور پتوں پر لکھی ہوئی۔ اور بہت سے لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھیں۔ زید نے آیتوں کو اسی ترتیب سے جس طرح رسول اللہ صلعم کے زمانے میں سورتوں میں مرتب تھیں یکجا کر کے کتاب کی صورت میں لکھا۔

اور اُس ساری وحی متلو کو جو حضور رسولِ خدا پر نازل ہوئی تھی قلم بند کرالیا۔ یہ مجموعہ پہلے حضرت صدیق کے پاس رہا پھر حضرت عمرؓ نے اس کو احتیاط سے رکھا اور اُن کے بعد اُن کی صاحبزادی اُم المومنین حضرت حفصہ کے پاس تھا جن سے حضرت عثمانؓ نے لیا۔ قریش کے محاورے اور لہجے کے مطابق آپ کی تصحیح کر کے اسے دنیا میں شائع کر دیا۔ الغرض قرآن کے پہلے محفوظ اور جمع کرنے والے حضرت صدیق ہی تھے۔

تلاوتِ قرآن کا انہیں بڑا شوق تھا۔ اُن کی قرآن خوانی مشہور تھی۔ ہجرت سے پیشتر مکہ میں اُن کی تلاوت سننے کو زن و مرد جمع ہو جاتے۔ اور اس کا اتنا بڑا اثر پڑتا کہ کفار اُن کی قرآن خوانی سے عاجز تھے۔ اور کوشش کرتے کہ وہ کسی کے سامنے قرآن نہ پڑھا کریں۔

رسولِ خدا کا ادب

حضرت رسولِ خدا صلعم کا اس قدر ادب ملحوظِ خاطر تھا کہ ایامِ خلافت میں ممبر پر کھڑے ہوتے تو کبھی سب سے اوپر والے زینے پر قدم نہ رکھا جس پر حضور سرورِ عالم کھڑے ہوا کرتے تھے۔ ابوبکرؓ اس کے نیچے والے زینے پر کھڑے ہوتے۔

ایک دن ممبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت علیؓ اور اکثر صحابہ سامنے بیٹھے تھے کہ جناب سبطِ اکبر حسن رضی اللہ عنہ آ گئے جن کا ابھی بچپن کا زمانہ تھا۔ رسول اللہ کے ممبر پر ابوبکرؓ کو دیکھ کر کہا "میرے باوا کی جگہ پر سے اترو" حضرت صدیقؓ نے انہیں گود میں اٹھا لیا۔ اور کہا "صاحبزادے آپ سچ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلعم کی جگہ ہے" یہ کہہ کے زار و قطار رونے لگے۔ حضرت علیؓ کو خیال ہوا کہ شاید اس میں میری تحریک سمجھی جائے۔ فرمایا "یہ میرا کام نہیں ہے" حضرت ابوبکرؓ نے کہا "بیشک آپ کو اس سے تعلق نہیں اور نہ میں آپ کو الزام دیتا ہوں۔"

اول درجے کے خطیب

ابوبکرؓ اس زمانے کے اوّل درجے کے خطیب یعنی اسپیکر تھے۔ عہدِ صحابہ میں دو ہی شخص اعلیٰ ترین آریٹر مانے گئے ہیں۔ ایک حضرت صدیقؓ اور دوسرے حضرت علیؓ۔ اور علم انساب عرب کا اُن دونوں ابوبکرؓ سے بڑا مستند عالم کوئی نہ تھا۔ اس تاریخِ قبائل کی واقفیت سے حضور سرورِ عالم نے حسانؓ کو قریش کی رد و قدح میں ابوبکر سے مشورہ لینے کا حکم دیا تھا۔ اگرچہ اُنھوں نے کبھی زندگی بھر شعر نہیں کہا تھا اسی طرح تعبیرِ خواب میں بھی ابوبکرؓ کو اعلیٰ ترین ملکہ حاصل تھا۔ امامِ تعبیرِ رؤیا محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ "سب سے بڑے معبّر حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔"

عالم انساب عرب

معبّر

شانِ اجتہاد

اسی طرح احکامِ خلافت جاری کرنے میں ان سے ایک کامل ترین مجتہدِ اسلام کی شان ظاہر ہوتی۔ سب سے پہلے قرآن سے استدلال کرتے۔ قرآن میں نہ ملتا تو سنتِ رسول کی جستجو کرتے۔ خود کوئی حدیث نہ معلوم ہوتی تو صحابہ سے دریافت فرماتے۔ اور جب ان سے بھی کوئی حدیث

اس بارے میں نہ ملتی تو اکابر صحابہ کو جمع کر کے اُن سے مشورہ کرتے۔

اُن کے عہد کے عہدہ دار۔

عنانِ خلافت ہاتھ میں لی تو ابو عبیدہؓ نے مہتمم خزانہ کی خدمت اپنے ذمے لی۔ حضرت عمرؓ نے قاضی کی خدمت انجام دینے کو اپنا فرض قرار دیا۔ مگر وہ ایسا امن و امان اور سچائی اور صلح جوئی کا زمانہ تھا کہ پورا سال گذر گیا اور حضرت عمرؓ کے سامنے فیصل ہونے کو کوئی مقدمہ نہ آیا۔ حضرت علیؓ اور زید بن ثابتؓ اور عثمانؓ بن عفان منشی کی خدمت انجام دیتے تھے۔ یہ کام حضرت صدیقؓ کبھی ہر ایسے شخص سے لے لیتے جو سامنے موجود ہوتا۔

روایت حدیث۔

حضرت صدیقؓ سے محدثین نے ۱۴۲ حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ مقدار اور صحابہ کے دیکھتے کم ہے اور وجہ یہ ہے کہ تابعین کو جب جستجوئے احادیث ہوئی۔ اُس زمانے سے پہلے ہی حضرت صدیقؓ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

نقش خاتم

جناب صدیق کی انگوٹھی پر یہ فقرہ نقش تھا "نعم القادر اللہ" مگر فرمانوں اور معاہدوں پر جو مہر کی جاتی وہ وہی حضرت رسول علیہ السلام کی مہر تھی جس پر "محمد رسول اللہ" منقوش تھا۔

اسلام پر سب سے بڑا احسان۔

حضرت صدیقؓ کا بہت بڑا بلکہ سب سے بڑا احسان اسلام پر یہ تھا کہ اپنے بعد خلافت کے لیے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین منتخب کر گئے۔ جن کی سعی مشکور نے اسلام کو اقصائے عالم میں پھیلا دیا۔ اور آج جن ممالک دور دراز کی مسجدوں میں صدائے اللہ اکبر بلند ہو رہی ہے بادی النظر میں حضرت عمر فاروقؓ کی دینی خدمت۔ اور بواسطہ حضرت صدیقؓ ہی کی برکت ہے۔

عمر فاروق کے انتخاب میں مشورہ۔

جب زندگی سے یاس ہوئی تو جناب صدیقؓ نے عبد الرحمن بن عوف کو بلا بھیجا اور اُن سے پوچھا "بتاؤ عمرؓ کیسے ہیں"۔ انھوں نے کہا "اُن کی نسبت جو آپ کی رائے ہے وہ اُس سے بھی اچھے ہیں۔ مگر ہاں اُن میں ذرا سختی ہے"۔ جناب صدیق نے کہا "بیشک ہے۔ مگر یہ اس وجہ سے ہے کہ مجھ کو نرم پاتے ہیں۔ لیکن جب خود اُن کے ہاتھ میں عنانِ حکومت ہوگی تو اُس سختی کا بہت زیادہ حصہ دور ہو جائے گا۔ میں ہمیشہ اُن کی حالت کا اندازہ کرتا رہا ہوں۔ کسی پر میں غصہ کرتا تو ان کو اس سے راضی پاتا اور جس کے ساتھ میں نرمی کرتا اس کے معاملے میں ان کو سخت پاتا"۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کو بلایا اور ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انھوں نے کہا "عمرؓ کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے ہم میں ان کا سا ایک شخص بھی نہیں ہے"۔ یہ جواب سن کر دونوں صاحبوں کو منع کر دیا کہ اس گفتگو کو ابھی کسی پر ظاہر نہ کریں مگر کسی حد تک اس کو شہرت ہو ہی گئی۔

طلحہ کا اعتراض اور جواب۔

اب طلحہ بن عبید اللہ ملنے کو آئے۔ اور آتے ہی کہنے لگے "آپ نے عمرؓ کو اپنا جانشین قرار دے دیا آپ کے سامنے اور آپ کے ہوتے اُن کا جو برتاؤ رہا ہے ظاہر ہے۔ جب وہ خود سر ہو جائیں گے تو

کیا کریں گے؟ اس وقت آپ خدا کے پاس جا رہے ہیں۔ وہ رعایا کے متعلق پوچھے گا تو کیا جواب دیں گے؟ یہ سُن کر حضرت صدیقؓ کو طیش سا آگیا۔ لوگوں سے کہا "مجھے اُٹھا کر بٹھاؤ"۔ اور جب بٹھائے گئے تو طلحہ کی طرف دیکھ کے کہا "مجھے خدا کا خوف دلاتے ہو؟ خدا سے کہوں گا کہ میں نے اس شخص کو اپنا جانشین کیا جو تیرے لوگوں میں سب سے زیادہ نیک ہے"۔

وصیت نامہ کی تحریر۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ کو بلا کے یہ وصیت نامہ لکھوایا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ یادداشت ہے ابوبکر کی تمام مسلمانوں کے نام۔ امابعد" اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ ناتوانی کے غلبے سے غافل ہو گئے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے بے بتائے لکھ لیا کہ "امابعد میں نے تمھاری حکومت کے لیے اپنا جانشین عمر بن الخطابؓ کو مقرر کیا"۔ چند لمحوں کے بعد آنکھیں کھول دیں اور فرمایا "سناؤ تم نے کیا لکھا ہے؟" جناب عثمانؓ نے یہ الفاظ سنا دیے تو خوشی کے لہجے میں فرمایا "اللہ اکبر" پھر حضرت عثمانؓ سے کہا "غالباً تم کو اندیشہ ہوا کہ اسی غفلت میں میرا دم نکل گیا تو لوگوں میں اختلاف پڑ جائے گا"۔ انھوں نے جواب دیا کہ "جی ہاں" فرمایا "تم کو خدا۔ اسلام۔ اور اہل اسلام سے جزائے خیر ملے"۔

اس کی اشاعت۔

جب یہ وصیت نامہ مکمل ہو گیا تو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو پڑھ کر سنا دیا جائے۔ چنانچہ اس غرض کیلئے سب لوگ جمع کیے گئے۔ جب پورا مجمع ہو گیا تو اپنے ایک غلام کے ہاتھ انھوں نے یہ وصیت نامہ بھیجا۔ حضرت عمرؓ اس غلام کے ساتھ تھے لوگوں میں چونکہ ایک ہنگامہ مچا ہوا تھا انھوں نے باواز بلند کہا "خاموش" "خلیفہ رسول اللہ کا فرمانا سنو"۔ اب وہ تحریر سنائی گئی اور سب نے کہا "ہمیں بسر و چشم قبول ہے"۔ اس موقع پر خود حضرت صدیقؓ نے بھی اپنے مکان سے سر نکال کے کہا "جس شخص کو میں نے اپنا جانشین کیا ہے تم سب اُس سے راضی ہو؟ میں نے اپنے کسی عزیز کو نہیں منتخب کیا بلکہ عمرؓ کو منتخب کیا ہے۔ لہٰذا تم لوگ اُن کا حکم سنو۔ اور ان کی اطاعت کرو"۔ سب نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور مان لیا۔

حضرت عمرؓ کو نصیحت۔

اس کارروائی کے بعد جناب صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو بلا کے کہا "میں نے تمھیں اصحاب رسول اللہ ﷺ کی حکمت کرنے کے لیے اپنا جانشین مقرر کیا ہے"۔ پھر اُن کو نصیحتیں کرنے لگے جن میں یہ کلمات بھی تھے کہ "عمر کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ قرآن میں نرمی کی آیتوں کے ساتھ سختی کی آیتیں اور سختی کی آیتوں کے ساتھ نرمی کی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ تاکہ مومن میں ذوق و شوق بھی رہے اور خوف و بیم بھی"۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ حضرت عمرؓ میں جو سختی تھی دور ہو جائے۔ اور حالات عہد فاروقی بتا دیں گے کہ اس نصیحت کا ان پر کیسا اثر ہوا۔

باب چہارم

خلافت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

پہلی فصل

جناب فاروق رضؓ کی بیعت اور فتح اُردن و شام

بیعت خلافت۔ حضرت عمرؓ کا خطبہ۔ خالد کی معزولی۔ اُن کی نسبت حضرت عمرؓ کا خیال۔ اور احکام خلافت۔ اُن کی تعمیل۔ حیرت ناک واقعہ۔ ہماری ترتیب بیان لشکر عراق کی واپسی۔ جنگ فحل۔ معاذ بن جبل کی سفارت۔ رومی قاصد لشکر اسلام میں۔ آغاز جنگ۔ عام حملہ۔ دوسرا روز۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ رومیوں کا نقصان عظیم۔ رعایا نوازی عام شرائط صلح۔ فتح بیسان۔ فتح طبریہ۔ مرج الروم میں مقابلہ۔ دمشق کے قریب لڑائی۔ اور فتح عظیم۔ فتح مرج الروم۔ ہرقل رہا میں۔ فتح بعلبک۔ حمص کا محاصرہ۔ عربوں کا حیرت انگیز استقلال۔ رومیوں کو کمک کی اُمید۔ اور مایوسی۔ تکبیر کے نعروں کا زور۔ فتح حمص اُس میں مسلمانوں کا بسنا۔ فتح حماہ۔ فتح شیزر۔ فتح معرۃ النعمان۔ لاذقیہ کا محاصرہ اور فتح۔ فتح کی نئی تدبیر۔ فتح انطرطوس۔ قنسرین پر خالد کا حملہ اُس کا محاصرہ اور فتح۔

چونکہ جناب صدیق اکبر رضؓ حضرت عمرؓ کی جانشینی کی وصیت کر گئے تھے۔ اور اس وصیت کو تمام صحابہ نے بلا عذر تسلیم کر لیا تھا۔ لہٰذا جس رات کو حضرت صدیق رضؓ نے رحلت فرمائی اسی شب کو مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ بیعت کے بعد اُنھوں نے کھڑے ہو کر ایک پُر جوش تقریر کی جس میں زیادہ تر درگاہ حضرت رب العزت میں اسلام کی خیریت۔ اپنے مفید ثابت ہونے۔ اور آخر تک اپنے متقی و پرہیزگار رہنے کی دُعا تھی۔ — بیعت خلافت

چنانچہ حمد و ثنائے رب العالمین کے بعد فرمایا" لوگو میں تمھیں بلاتا ہوں۔ میری طرف آؤ۔ — حضرت عمرؓ کا خطبہ

خداوندا! میں سخت ہوں۔ مجھے اپنے فرماں بردار بندوں کے حق میں اس طرح نرم کردے کہ تیری خوشنودی اور عاقبت خیر کے شوق میں پیروی حق کرتا رہوں اور اپنے دشمنوں اور بدکاروں کے حق میں مجھے اسی حد تک سخت رکھ کہ میرے ہاتھ سے اُن پر ظلم و تعدی نہ ہونے پائے۔ خدایا! میرے دل میں حرص ہے۔ لہذا مناسب موقعوں پر صرف کرنے کے لیے مجھے فیاض بنادے۔ مگر اتنا نہیں کہ اسراف و فضول خرچی کروں۔ یا جود و سخا میں لوگوں کو دکھانا اور سُنانا مقصود ہو۔ خداوندا! مومنین کے حق میں مجھے نرم دل اور فروتن بنا۔ خدایا! مجھ میں غفلت اور نسیان زیادہ ہے توفیق دے کہ ہر حال میں تجھے یاد کروں۔ اور ہر گھڑی موت پیش نظر رہے۔ خدایا! میں عبادت گزاری میں کمزور ہوں۔ میرے دل میں اس کی مسرت پیدا کر۔ مجھے اس کے ادا کرنے کی قوت دے۔ اور اس میں میری نیت بخیر رکھ۔ جو بغیر تیری اعانت و توفیق کے ممکن نہیں۔ بارالٰہا! یقین نیکی اور انقیاد دے۔ اور اپنی طاعت و اطاعت پر ثابت قدم رکھ۔ جن کاموں میں تیری خوشنودی ہو اُن کے بہ خشوع ادا کرنے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے۔ اپنے اوقات کی اصلاح کرنے۔ اور شکوک و شبہات سے بچنے کی مجھے توفیق دے۔ خداوندا! مجھے یہ نعمت عطا کر کہ تیرے کلام کو پڑھتے وقت اُس میں غور و خوض کروں۔ اُس کے مطلب کو جانوں۔ اُس کے معنوں کو سمجھوں۔ تیرے کلام کے نکات و رموز پر غور کروں۔ اور جبتک زندہ رہوں انھیں باتوں پر میرا عمل رہے تو ہر چیز پر قادر ہے۔ عـــه

دیگر مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبے میں یہ بھی فرمایا تھا کہ "اہل عرب اُن اونٹوں کے مثل ہیں جو ساربان کے پیچھے پیچھے جا رہے ہوں۔ ساربان کا کام ہے کہ دیکھ لے کہ وہ ان کو کدھر لیے جاتا ہے۔ میں پروردگار کعبہ کی قسم کھا کے اقرار کرتا ہوں کہ تم کو راہِ راست پر سے لے چلوں گا۔" عـــه

دوسرے ہی روز سے کاروبار خلافت میں مصروف ہو گئے۔ اور سب سے پہلا جو حکم جاری فرمایا وہ حضرت ابوعبیدہ کے نام خالد بن ولید کی معزولی کے بارے میں تھا۔ خالد کے طرز عمل کو جیسا کہ حضرت صدیق کی زندگی اور نیز عہد ہمایوں رسالت میں ظاہر ہوتا رہا تھا جناب عمر فاروق رض کسی طرح نہ برداشت کر سکتے تھے۔ حضرت صدیق رض کی حکمتِ عملی اُن کے بارے میں یہ بھی کہ ان کے خالد کی معزولی۔

عـــه یہ پورا خطبہ عقد الفرید۔ جلد دوم صفحہ ۱۲۹ میں موجود ہے۔

عـــه طبری و ابن اثیر وغیرہ۔

طرزِ عمل کو خلافت کی سطوت سے روکا اور ان کی شجاعت اور فوجی قابلیت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ جیسا کہ خالد کے بارے میں خود حضرت سرورِ عالم کا طرزِ عمل رہا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ اب کوئی ایسی قوت نہیں ہے جو میدانِ جنگ اور بلاد دور دراز میں اُن کو اس طرزِ عمل سے روک کر انصاف پر قائم رکھ سکے۔ اپنے اس خیال کو انھوں نے ایک خطبے میں ظاہر بھی فرمایا جس میں ارشاد ہوا کہ "پہلے رسول اللہ صلعم موجود تھے۔ آپ پر وحی آتی تھی اور آپ اپنے اس علم سے تمھارے حالات ہم کو بتا دیا کرتے تھے۔ اب حضرت سرورِ عالم خدا کے پاس تشریف لے گئے اور وحی منقطع ہو گئی۔ لہٰذا اب تمھاری حالت کا اندازہ تمھارے ہی قول و فعل سے ہو سکتا ہے۔ جس کو ہم اچھا دیکھیں گے اسے اچھا جانیں گے اور اُس کو دوست رکھیں گے اور جس کو برا دیکھیں گے اسے برا جانیں گے اور اُس کے دشمن ہو جائیں گے[لہ]۔"

انکی نیت حضرت خیال

بہرحال حضرت عمرؓ کو اطمینان نہ تھا کہ میں مدینے سے خالد کے افعال کی نگرانی کر سکوں گا۔ لہٰذا فوراً اُن کے سرداری فوج سے علٰحدہ کر دیے جانے کا حکم جاری فرما دیا۔ اسی قدر نہیں انھوں نے ابو عبیدہ کو خالد کی معزولی کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ "خالد اگر اپنی غلطیوں کا اقرار کریں تو جس لشکر کے سردار ہوں اُس کی سرداری پر انھیں رہنے دو۔ لیکن اگر اُس سے انکار کریں تو اُن کے لشکر کے حاکم تم ہو۔ اُن کا عمامہ اُن کے سر سے اتار لو۔ اور ان کے پاس جو کچھ ہو اس کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔"

ازاحکام خلافت۔

ابو عبیدہ نے جب یہ حکم خالد کو سنایا تو انھوں نے گھر جا کے اپنی بہن فاطمہ سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا "اس کی امید نہ رکھو کہ عمرؓ تم کو کسی حال میں پسند کریں گے۔ ان کا مقصد فقط اتنا ہے کہ تم گناہ کا اعتراف کر لو پھر اس کے بعد وہ تم کو مجرم بنا کے معزول کریں۔" خالد نے بہن کا سر چوم لیا اور کہا "سچ کہتی ہو۔" پھر ابو عبیدہ کے پاس آ کر اپنی خطا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

ان کی تعمیل

ابو عبیدہ نے حسبِ فرمانِ خلافت فوراً اُن کا عمامہ اتار لیا اور ان کے مال کو لوگوں میں بانٹ دیا۔ جس کے بعد بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ وہ مدینے میں واپس چلے آئے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ شام میں حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ جہاد کرتے رہے[عہ] جنگی کارروائیوں میں ان کو ایسی خصوصیت

لہ عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۱۲۸۔

عہ مولانا شبلی اس کو نہیں تسلیم کرتے کہ حضرت عمرؓ نے مسندِ خلافت پر بیٹھتے ہی خالد کی معزولی کا حکم جاری کیا۔ اپنے اس دعوے کی تائید میں وہ ابنِ حجر کو پیش کرتے ہیں اور جن مورخین نے یہ واقعہ لکھا ہے ان کا مضحکہ اُڑاتے ہیں کہ انھوں نے آئندہ زمانے میں خالد کی معزولی مکرر بیان کی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ (بقیہ بر صفحہ دیگر)

(بقیہ بر صفحہ دیگر)

حاصل تھی۔ اور فتحوں میں اُن کی شجاعت اور حُسن تدبیر کو اتنا دخل ہوا کرتا تھا کہ حضرت ابو عبیدہ نے ان کو نہیں چھوڑا اور ان کے ہمراہ ایک سردار فوج کی حیثیت سے وہ برابر دشمنوں سے مقابلہ کرتے رہے۔ غالباً حضرت فاروق اعظم کو بھی اطمینان تھا کہ ابو عبیدہ کی ماتحتی میں خالد سے کوئی ایسی بات نہ ہو سکے گی جو قابل اعتراض ہو۔ چنانچہ باوجود معلوم ہونے کے کبھی اُنھوں نے خالد کے عساکر اسلام میں موجود رہنے اور سرداری کرنے پر اعتراض نہیں کیا۔

حیرت ناک واقعہ۔

لیکن ایسے زبردست سپہ سالار کا خاص اپنی فوج کے اندر اس آسانی کے ساتھ خدمت سے علیحدہ کر دیا جانا دنیا کی تاریخ میں ایک حیرت ناک واقعہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس کو حضرت عمرؓ کی شوکت وحسن تدبیر کا نتیجہ خیال کریں۔ یا حضرت خالد کی بے نفسی اور سچی دینداری پر محمول کریں۔ سچ یہ ہے کہ اس میں دونوں باتوں کو دخل تھا۔ خیر چاہے جو ہو مگر یہ بہت بڑی غیر معمولی بات ہے کہ عساکر اسلام میں اتنا بڑا غیر معمولی انقلاب ہو گیا اور ان کے انتظام ان کی سبقت اور ان کی فتحمندی میں کوئی فرق نہیں پڑنے پایا۔ اور خالد معزولی کے بعد سپہ سالاری کے زمانے سے زیادہ سرگرمی اور جانبازی کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔

حضرت عمر اس معزولی کے بعد خالد سے خوش ہو گئے تھے۔ اور فرمایا تھا کہ ابو بکرؓ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔ مگر جب خالد سے دوبارہ بے احتیاطی ہوئی تو اُن کو پھر معزول کیا۔ یہ ایسے مستند مورخین نے لکھا ہے جن کے سامنے ابن حجر فقط حدیث میں چاہے کتنے ہی بڑے شخص ہوں مگر بلحاظ روایت بالذات معلوم۔

تاریخ الکامل
اسد الغابہ فی احوال الصحابہ
الاصابہ فی احوال الصحابہ
تاریخ ابن خلدون
تاریخ طبری
تاریخ واقدی
تاریخ ابی الفدا
تاریخ الخمیس
فتوح البلدان
ہشت گلزار اور مناقب رفیق الغار الفاروق
تاریخ ابن کثیر

عــہ حضرت خالد بن الولید کے معزولی کے متعلق کتب مندرجہ حاشیہ میرے پیش نظر ہیں اور ان میں مختلف روایات دیکھنے کے بعد میرا خیال یہ ہے کہ سنہ ۱۳ھ میں جبکہ حضرت خالد بن الولید ملک شام میں امیر الامراء کی حیثیت سے فتوحات حاصل کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق خلیفۂ رسول اللہ کی وفات ہوئی۔ حضرت امیر المومنین عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے امیر الامرائی کے عہدہ پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو مامور فرمایا لیکن حضرت ابو عبیدہ تمام فوجی کام حضرت خالد کی رائے کے مطابق کیا کرتے تھے۔ اور حضرت خالد اسی طرح اسی درجوش وخروش سے انکی ماتحتی میں کام کرتے رہے۔ سنہ ۱۵ھ میں حضرت ابو عبیدہ خود تو حمص میں رہے بقیہ بر صفحہ دیگر

ہماری ترتیب بیان

حضرت عمر فاروق رض کے عہد کی لڑائیوں اور فتحوں کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ مورخین اسلام نے تمام واقعات سنین کی ترتیب سے بیان کیے ہیں جس کی وجہ سے انھیں ایک ملک کے حالات کو ناتمام چھوڑ کے دوسرے ملک کے واقعات شروع کر دینا پڑے ہیں۔ ہم برخلاف اُن کے ایک ایک ملک کے واقعات کو یکجا کر کے بیان کریں گے۔ اور جب ایک ملک کی فتحوں کا سلسلہ ختم ہو جائے گا تو دوسرے ملک کی طرف توجہ کریں گے۔ چنانچہ پہلے ہم ملک شام و فلسطین کے واقعات لکھتے ہیں۔ اُن کے ختم ہونے کے بعد اور ملکوں کی فتحوں کا ذکر آئے گا۔

لشکر عراق کی واپسی

ابو عبیدہ نے حضرت عمر کو فتح دمشق کی اطلاع کی اور دمشق کے مال غنیمت کا خمس بھیجا تو یہاں سے جواب گیا کہ "عراق سے جو فوج شام میں آئی ہے اُس کو وہیں واپس بھیجدو"۔ ابو عبیدہ نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی۔ اور اس فوج کے جو لوگ شام کی لڑائیوں میں شہید ہوگئے تھے اُن کے عوض میں اپنے شام کے لشکر میں سے مجاہدین شامل کر کے اس کو اتنا ہی کر دیا جتنی کہ عراق سے آئی تھی۔

اور خالد کو قنسرین پر بھیجا وہاں خالد کے فتوحات دیکھنے کے بعد ہرقل مقام رہا سے مقام سمیساط میں آیا اور اور روانہ قسطنطینیہ ہوگیا جہاں سے جاتے وقت اُس نے ایک بلند پشتہ پر ملک شام کے طرف مُنہ کر کے کہا "السّلام علیک یا سوریہ سلام لا اجتماع بعدہ ولا یعود الیک رومی ابداً الا خائفاً حتی یولد المولود المشؤم و یا لیتہ لا یولد فما احلی فعلہ وامر فتنۃ علی الروم"۔ کہا جاتا ہے کہ شعرا نے خالد کی تعریف میں قصائد کہے انھیں میں اشعث بن قیس بھی تھے جن کو خالد نے دس ہزار (درہم) انعام دیے اس پر ۱۷ھ میں حضرت عمر نے ان کی معزولی اور جرمانہ کا حکم بھیجا جس کی تعمیل ابو عبیدہ نے کر دی۔ وہاں سے خالد مدینہ آئے۔ حضرت عمر نے اُن کے ہمراہی مال کا حساب لگایا اور بیس ہزار (درہم) ان سے لیکر داخل بیت المال کر دیے۔ ان تمام واقعات کے بعد حضرت عمر نے حضرت خالد سے فرمایا یا خالد۔ واللہ انک علی لکریم وانک الی لحبیب۔ پھر تمام ملکوں میں لکھ بھیجا کہ "میں نے خالد کو کسی برائی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ میں نے دیکھا کہ لوگ انکی نہایت تعظیم کرتے ہیں اور ان پر مفتون ہیں۔ مجھے خوف ہوا کہ لوگ ان فتوحات کو دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑ جائیں اس لیے یہ بات لوگوں کو معلوم کرانا ضرور تھا کہ فتح دینے والا خدائے عزوجل ہے"۔ پھر حضرت عمر نے جو کچھ خالد سے لیا تھا اس کا معاوضہ دیدیا۔ اس کے بعد خالد نے حمص میں سکونت اختیار کی اور بقول صحیح ۲۱ھ میں یہیں انتقال فرمایا چنانچہ اب بھی زائرین کے لیے آپ کی قبر وہاں ایک مشہور زیارت گاہ ہے چونکہ ۱۳ھ سے ۱۷ھ تک خالد بحیثیت نائب امیر الامرا کام کرتے تھے اس لیے۔ بقیہ بر صفحہ دیگر

جنگ فحل

اس کارروائی کے بعد ابوعبیدہ نے یزید بن ابی سفیان کو والی بنا کے دمشق میں چھوڑا اور خود فحل کی طرف واپس چلے جہاں تھوڑی سی مسلمان فوج کثیر التعداد دشمنوں کے مقابلے پر چھوڑ دی گئی تھی۔ اس کوچ میں مقدمۃ الجیش کے سردار خالد بن ولید تھے۔ قلب لشکر میں شرحبیل بن حسنہ تھے۔ جناحین پر ایک جانب خود ابوعبیدہ۔ اور دوسری جانب عمرو بن عاص تھے۔ رسالے کے افسر ضرار بن ازور تھے۔ اور پیدل کے سردار عیاض بن غنم۔ رومیوں نے مسلمانوں کے زبردست لشکر کی آمد سنتے ہی ارادہ کیا کہ دریائے یردن سے اتر کے بیسان میں چلے جائیں۔ اس لیے کہ فحل یردن کے مشرق جانب واقع ہے۔ جدھر ملک کا غالب حصّہ مسلمانوں کے قبضے میں آچکا تھا۔ اور بیسان اُس کے مغربی کنارے کے قریب تھا۔ مسلمانوں کے روکنے کے لیے انھوں نے یہ بھی کیا کہ یردن کا پانی کاٹ کے فحل کے گرد بہا دیا۔ جس کی وجہ سے ہر طرف یا پانی بھرا تھا یا دلدل تھی۔ مگر شرحبیل نے بڑھ کے اُن کا راستہ روک دیا اور اُن کے لیے مفر نہ تھا کہ یا پانی میں پھاند پڑیں۔ یا مسلمانوں سے مقابلہ کریں[۱]۔

جب دیکھا کہ مسلمانوں کے استقلال میں پانی کاٹ دینے سے بھی فرق نہیں آیا۔ اور وہ اُسی طرح راستہ روکے ہوئے ہیں تو گھبرائے اور ابوعبیدہ کے پاس پیام بھیجا کہ کسی کو بھیجے تاکہ صلح کی گفتگو کی جائے۔ یہاں سے معاذ بن جبل بھیجے گئے۔ انھوں نے سردار روم کے خیمے میں دیبائے زریں کا فرش دیکھا تو رک گئے۔ کسی رومی نے کہا "گھوڑے کو مجھ پر چھوڑیے۔ اور آپ اندر تشریف لیجا کر دربار میں بیٹھیں۔" جواب دیا "میں اس فرش پر نہیں بیٹھ سکتا جو غریبوں کا حق چھین کر تیار کیا گیا ہے۔" یہ کہکر وہیں زمین پر بیٹھ گئے۔ رومیوں نے کہا "ہم تو آپ کی عزت کرتے ہیں۔ مگر آپ ہی کو اپنی عزت کا خیال نہیں تو مجبوری ہے۔" معاذ طیش میں آکر گھٹنوں کے بل اُٹھے اور کہا "زمین پر بیٹھنا غلاموں کا شیوہ ہے تو مجھ سے بڑھ کر خدا کا کون غلام ہو سکتا ہے؟" اب کسی نے اُن سے پوچھا "مسلمانوں میں آپ سے بڑھ کر کوئی اور بھی ہے؟" انھوں نے حیرت کے چشم و ابرو سے کہا "معاذ اللہ! یہی غنیمت ہو کہ میں سب سے بدتر نہ ہوں۔" ان غیر متعلق باتوں میں دیر ہوئی تو انھوں نے کہا "اگر تم لوگوں کو کچھ پوچھنا نہیں ہے تو میں واپس جاتا ہوں۔" کہا گیا "پوچھنا یہ ہے کہ تم نے ہم پر حملہ کیوں کیا؟ حبش کا ملک تم سے قریب ہے۔

معاذ بن جبل کی سفارت

وہ کام سے معزول نہیں سمجھے جاتے تھے۔ بایں وجہ ابن اثیر اور ابن حجر کے کلام میں تناقض نہیں معلوم ہوتا۔ حافظ ذہبی

[۱] ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۵۔

اس کو فتح کرو۔ ایران کا بادشاہ مرگیا عنانِ حکومت ایک عورت کے ہاتھ میں ہے اُدھر کا رُخ کرو۔ ہمارا بادشاہ سب سے بڑا ہے۔ اور ہماری فوج کی تعداد آسمان کے تاروں اور بالو کے ذرّوں کے برابر ہے۔" معاذ نے اس کے جواب میں اپنی معمولی تین شرطیں پیش کر دیں کہ دینِ اسلام قبول کر دیا جزیہ دو یا مقابلہ کرو۔ کثرت فوج کی ہمیں پروا نہیں۔ اس لیے کہ خدا نے فرمایا ہے تھوڑی فوج بڑی فوج پر اس کے حکم سے غالب آجاتی ہے۔ تمھیں اپنے بادشاہ کی عظمت پر ناز ہے تو ہو۔ ہمیں تو ایسے حکمراں پر فخر ہے جو کسی بات میں اپنے آپ کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ زنا کرے تو دُرّے لگائے جاتے ہیں۔ چوری کرے تو ہاتھ کاٹے جاتے ہیں۔ سب سے بے روک ملتا ہے۔ اپنے آپ کو کسی سے بڑا نہیں جانتا۔ اور دولت میں بھی اوروں سے زیادہ نہیں ہے۔" انھوں نے کہا "اچھا ہم تم کو بلقار کا علاقہ اور اُردن کا وہ حصّہ جو تمھارے ملک سے ملا ہوا ہے دیتے ہیں۔ ہمیں چھوڑ کے ارض فارس کی طرف چلے جاؤ۔" معاذ نے نہ مانا اور اُٹھ کے چلے آئے۔

رومی قاصد لشکرِ اسلام میں

اب رومیوں نے اپنا قاصد براہ راست حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں بھیجا وہ پہونچا تو دیکھا کہ ابوعبیدہ بیٹھے تیروں کو اُلٹ پلٹ کے دیکھ رہے ہیں۔ خیال کیا کہ یہ سپہ سالار نہیں ہو سکتے۔ کوئی اور ہوگا۔ مگر جسے دیکھا ایک ہی رنگ اور ایک شان میں پایا۔ گھبرا کے پوچھا "آپ لوگوں کے سپہ سالار کون ہیں؟" سب نے ابوعبیدہ کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے حیران ہو کر ابوعبیدہ سے پوچھا "آپ ہی سپہ سالار اسلام ہیں؟" انھوں نے کہا "ہاں میں ہی ہوں۔" بولا "تو ہم آپ کی فوج کے ہر سپاہی کو دو اشرفیاں دیں گے۔ آپ پلٹ جائیں۔" ابوعبیدہ نے اس کے ماننے سے انکار کیا۔ قاصد برہم ہو کے اٹھا تو ابوعبیدہ نے اُس کے تیور دیکھ کے فوراً کمر بندی کا حکم دیدیا۔ اور تمام حالات حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجے۔

آغازِ جنگ

مگر اس دن رومی میدان میں نہیں آئے۔ دوسرے روز سواروں کے رسالے کے ساتھ خالد بڑھے۔ رومیوں نے فوج کے تین حصے کر دیے پہلا حصہ جیسے ہی بڑھا خالد نے قیس بن ہُبیرہ کو حکم دیا کہ اسے جا کے رسالے سے روکیں۔ رومی فوج کا دوسرا حصّہ بڑھا تو خالد کے اشارے سے میسرہ بن مسروق اُس کے مقابل ہوئے۔ تیسرا رومی لشکر سب سے زیادہ ساز و سامان سے آیا۔ یہ خالد کے مقابلے پر آ کے ٹھہر گیا۔ سپہ سالار روم نے ایک افسر کو تھوڑی فوج کے ساتھ خود خالد کے لشکر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ خالد نے یہ حملہ نہایت پامردی سے

عام حملہ۔

روکا۔ اور اب سارے رومی لشکر نے حملہ کر دیا۔ دونوں فوجیں مل گئیں۔ اور سخت خونریزی ہونے لگی۔ آخر رومیوں نے یہ دیکھ کے کہ مسلمانوں کے قدم کو کسی طرح لغزش ہی نہیں ہوتی خود پیچھے ہٹنا چاہا۔ خالد اُن کا منشا سمجھ گئے اور فوراً اپنے لشکر کو للکار کے حملے کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں نے ایسا حملہ کیا کہ رومیوں کو دور تک پیچھے ڈھکیلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ شام ہوئی اور لڑائی بند اُٹھ رہی۔

اب عیسائی لڑائی کو ٹال رہے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ کمک آجائے تو پوری قوت سے مقابلہ کریں۔ خالد اُن کے اِس خیال کو سمجھ گئے۔ اور ابو عبیدہ سے کہا "کہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیجیے۔ رومیوں کے دلوں میں کمزوری پیدا ہو چکی ہے۔ سارے لشکر سے زبردست حملہ ہوا تو فوراً ہمت ہار دیں گے"۔ اسی وقت لشکر اسلام میں پکار دیا گیا کہ کل عام حملہ ہو گا۔

دوسرا روز۔

دوسرے دن کچھ رات رہے ابو عبیدہ بستر خواب سے اُٹھے۔ اور فوج مرتب کی۔ معاذ بن جبل کو میمنہ پر۔ ہاشم بن عتبہ کو میسرہ پر۔ سعید بن زید کو پیدل فوج پر اور خالد کو سواروں پر سردار مقرر کیا۔ اس کے بعد ابو عبیدہ نے صفوف جنگ کے آگے چکر لگایا۔ ہر جھنڈے کے پاس ٹھہر کے کہتے "خدا کے بندو۔ صبر دکھائے تائید آلہی کے مستحق ہو جاؤ۔ اس لیے کہ خدا اُنھیں کے ساتھ ہے جو صبر کرتے ہیں"۔

رومی بھی اُن کو تیار دیکھ کے اس وضع سے صف آرا ہوئے کہ آگے پیچھے پانچ صفیں تھیں پہلی صف میں ہر سوار کے داہنے بائیں دو کماندار تھے میمنہ و میسرہ پر بھی رسالے تھے۔ اور سواروں کے عقب میں پیدل فوجیں تھیں آخر اس وضع میں وہ طبل جنگ بجاتے ہوئے بڑھے مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش پر چونکہ خالد تھے اس لیے پہلا حملہ اُنھیں پر ہوا۔ حملہ کرتے وقت رومیوں نے تیروں کا ایسا شدید مینھ برسایا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ مگر اس ہٹنے میں خالد نے یہ ہوشیاری کی کہ داہنے پہلو پر مڑ کے فوج میمنہ کی طرف چلے۔ اور اُن کو اِس کا موقع اِس لیے ملا کہ اُن کے ہمراہ فقط سوار تھے۔ جن میں تیر انداز نہ تھے۔ اُن کو جگہ سے ہٹتے دیکھ کر رومیوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور ان کے رسالے نے فوج سے الگ ہو کر خالد پر حملہ کیا۔ خالد مقابلہ میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے۔ یہاں تک کہ رومی رسالہ اپنی فوج سے دور نکل آیا۔ اب موقع پا کے خالد یکایک پلٹ پڑے۔ اور ایسے زور و شور سے حملہ کیا کہ دم بھر میں دشمنوں کی صفیں اُلٹ دیں اُن کے گیارہ افسر مارے گئے۔ دوسری طرف قیس بن ہبیرہ نے میسرہ پر حملہ کر کے رومیوں کا دوسرا بازو بھی کمزور کر دیا۔

لڑائی شروع ہو گئی۔

مگر رومیوں کی قلب کی فوج اپنے تیر اندازوں کی وجہ سے ابھی تک پامردی سے قدم جمائے ہوئی تھی۔ اُس کے استقلال کو دیکھ کر ہاشم بن عتبہ نے جو میسرہ کے سردار تھے۔ جھنڈے کو ہلا کر کہا "خدا کی قسم جب تک اس کو قلب میں پہونچ کے نہ گاڑ دوں گا واپس نہ آؤں گا"۔ یہ کہتے ہی گھوڑے سے اتر پڑے۔ ہاتھ میں سپر لی۔ اور لڑتے بھڑتے رومیوں کے اس قدر قریب پہونچ گئے کہ تیروں کی لڑائی موقوف اور سنان و شمشیر سے دست بدست لڑائی ہونے لگی۔ یہ سخت خونریزی ایک گھنٹہ بھر رہی ہوگی کہ میدان خون سے لبریز ہو گیا اور رومیوں کے قدم اُکھڑ گئے۔[۱]

رومیوں کا نقصان عظیم

اسی لڑائی میں بھاگتے وقت رومیوں کو راستہ نہ ملتا تھا اس لیے کہ سب طرف دلدل اور پانی تھا اور جو راستہ کھلا ہوا تھا اس کو مسلمان روکے ہوئے تھے۔ جب ہر طرف سے لشکر اسلام کا دباؤ پڑا اور کوئی مفر نظر نہ آیا تو رومیوں نے کمال بے بسی اور مجبوری سے ہتھیار ڈال کے خود ہی اپنے ہاتھ پاؤں زنجیروں اور رسیّوں میں بندھوا دیے۔ ان کا کل اسی ہزار لشکر تھا جس میں سے تھوڑے ہی بھاگ سکے۔ باقی سب مارے گئے یا اسیر ہوئے۔ یہ لڑائی ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۴ ہجری م سنہ ۶۴ محمدی (۶۳۵ء) میں ہوئی۔

رعایا نوازی

مژدۂ فتح کے ساتھ خمس غنیمت مدینے میں بھیجا گیا۔ اور حضرت عمرؓ سے دریافت کیا گیا کہ مفتوحین کے ساتھ کیا برتاؤ ہو۔ حکم آیا "کہ رعایا ذمی قرار دی جائے۔ اور زمین کو بدستور زمینداروں کے قبضے میں چھوڑ دو"۔ اس لڑائی کے نتیجے میں سارا علاقۂ اُردن مسلمانوں کے قبضے میں آگیا جو شہر باقی تھے وہ بھی نہایت آسانی سے فتح ہو گئے اور ہر جگہ رعایا کے مقابل

عام شرائط صلح

شرائط صلح میں یہ بھی لکھ دیا گیا کہ "مفتوحین کی جان و مال۔ زمین۔ مکانات۔ گرجے عبادت گاہیں سب محفوظ رہیں گی۔ فقط مسجد کی تعمیر کے لیے کسی قدر زمین البتہ لی جاوے گی"۔

فتح بیسان

اب لشکر اسلام فحل سے شہر حمص کی طرف بڑھا۔ مگر روانہ ہوتے وقت ابو عبیدہ نے شرحبیل بن حسنہ کو بیسان کی طرف بھیجا جو وہاں سے قریب ہی تھا تاکہ اس شہر کو بھی دشمنوں سے خالی کرا کے اپنے قبضے میں کر لیں۔ شرحبیل سے ان لوگوں سے بڑی بھاری لڑائی ہوئی۔ جس میں ایک خلقت عظیم قتل ہو گئی۔ مگر مسلمان کسی طرح محاصرہ نہ چھوڑتے تھے آخر رومیوں نے

---

[۱] الفاروق بحوالہ فتوح الشام ازدی۔ طبری کا بیان اس سے بالکل الگ ہے۔

عاجز آکر صلح کا پیام دیا۔ اور انھیں شرطوں پر صلح ہو گئی جو اہل دمشق سے ہوئی تھیں۔

فتح طبریہ

اسی طرح حضرت ابو عبیدہ نے اپنے ایک سردار اعور کو طبریہ کے فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ اعور نے اس شہر کا محاصرہ کیا تو وہاں کے لوگوں نے بھی دمشق کی شرطوں پر صلح کرلی اور اس کے ساتھ یہ بھی شرط تھی کہ شہر کے ایک حصے کو اہل شہر خالی کر دیں گے تاکہ اس میں مسلمان سردار اور سوار آکر اتریں۔

مرج الروم میں مقابلہ

خود ابو عبیدہ اور خالد حمص کی طرف آگے بڑھے تو راستے میں سنا کہ ہرقل نے توذر نام ایک نامور سردار کو بڑے بھاری لشکر کا سردار مقرر کر کے مسلمانوں کے مقابلے پر بھیجا ہے۔ اور وہ دمشق کے مغرب جانب مقام مرج الروم تک پہونچ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی ابو عبیدہ نے اسی طرف کا رخ کر دیا۔ اور وہاں پہونچکر توذر کے مقابل خیمے ڈال دیے جس دن وہ مرج الروم میں پہونچے تھے اسی روز شنس نام ایک اور بطریق روم اتنے ہی لشکر کے ساتھ جتنا توذر کے ہمراہ تھا اس کی کمک پر آگیا۔ لہذا لشکر اسلام یوں تقسیم ہو گیا کہ خالد نے توذر کے مقابلے پر صفیں جمائیں۔ اور ابو عبیدہ نے شنس کے مقابلے پر۔ مگر توذر بجائے اس کے کہ خالد کا مقابلہ کرے اپنے لشکر کے ساتھ دمشق کی طرف چلا کہ اس پر قبضہ کرلے۔ خالد نے پیچھا نہ چھوڑا۔ تھوڑے سواروں کے ساتھ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے۔

دمشق کے قریب لڑائی اور فتح عظیم

توذر جب دمشق کے قریب پہونچا تو یزید بن ابی سفیان نے جو دمشق کے والی تھے نکل کے اس سے مقابلہ کیا۔ ان سے لڑائی شروع ہی ہوئی تھی کہ خالد نے رومیوں کی پشت کی طرف سے تکبیریں کہہ کے حملہ کیا۔ دشمنوں کو دونوں طرف دیکھ کے رومی ایسے گھبرائے کہ بھاگتے بھی نہ بنتا تھا خلاصہ یہ کہ بجز چند لوگوں کے سب کھیت رہے۔ خود توذر بھی مارا گیا۔ اور مسلمانوں کو جب تاخت و تاراج اور تقسیم غنیمت سے فرصت ہوئی تو یزید پھر دمشق میں داخل ہوئے اور خالد ابو عبیدہ کے پاس واپس آئے۔

فتح مرج الروم

خالد کے آنے کے بعد مرج الروم میں ابو عبیدہ اور شنس کے لشکر میں لڑائی ہوئی اس میں بھی رومیوں کی ایک خلقت عظیم ماری گئی۔ خود شنس بھی قتل ہوا۔ اور مسلمان مفرورین کا تعاقب کرتے ہوئے حمص کے قریب تک پہونچ گئے۔ یہ دونوں لڑائیاں ۱۵ھ کے آغاز میں ہوئیں۔

ہرقل رہا میں

خود ہرقل حمص میں موجود تھا۔ اس نے جو مسلمانوں کی آمد سنی تو فوراً شہر کے حاکم کو بھیجا کہ مسلمانوں کو روکے اور خود گھبرا کے شمال کی طرف شہر رہا میں چلا گیا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ وہ انطاکیہ میں گیا تھا۔

عہ یہ ابن اثیر کا بیان ہے۔ واقدی اور بعض اور مورخین کہتے ہیں کہ حمص سے وہ انطاکیہ میں گیا۔

فتح بعلبک

مسلمانوں کو حمص آتے ہوئے راستے میں شہر بعلبک ملا۔ حضرت ابو عبیدہ نے اُس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر سُن چکے تھے کہ جن جن شہروں نے مسلمانوں کی مزاحمت کی ان کا کیا انجام ہوا۔ فوراً امان مانگی اور صلح کا پیام دیا۔ اُن پر جزیہ مقرر کر کے انھیں امان دی گئی۔ اور اس کے بعد خالد کوچ کر کے حمص کی دیواروں کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔

محاصرۂ حمص

یہ شہر شام کے عظیم الشان شہروں میں تھا۔ رومیوں کا ایک مرکز حکومت تھا۔ اور بڑا پرانا تاریخی مقام تھا۔ فوراً شہر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ شہر والے روز صبح کو نکل کے مقابلہ کرتے۔ مگر جس دن سردی کی شدت ہوتی نہ نکلتے۔ یہاں سردی بہت شدت سے پڑتی ہے اور ان دنوں جاڑوں کا موسم تھا۔ چونکہ مسلمان کھلے میدان میں تھے۔ ان کے پاس کپڑے بھی جاڑوں کے نہ تھے۔ اور ایسی گرم سرزمین کے رہنے والے تھے۔ جہاں کے لوگ سردی کو کم برداشت کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اِدھر تو مسلمانوں کو شدتِ سرما سے سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ اور اُدھر رومی بھی محاصرے کی مصیبت سے عاجز تھے۔ تاہم دونوں صبر و استقلال سے مقابلہ کیے جاتے تھے۔

عربوں کا حیرت انگیز استقلال

مگر باوجود محاصرے کی سختی کے رومیوں کو یقین تھا کہ مسلمان یہاں کی سردی نہ برداشت کر سکیں گے۔ اور باہم ایک دوسرے سے کہتے کہ شہر کو بچاتے رہو۔ عرب ننگے پانوں ہیں۔ جب زیادہ برف پڑے گی۔ اور اُن کے پانوں کٹ کٹ کے گرنے لگیں گے۔ اُس وقت حال معلوم ہوگا۔ خدا کی قدرت جب زیادہ برف باری ہوئی تو بہت سے رومیوں کے پانوں کٹ کے گر گئے۔ مگر مسلمانوں میں کسی کی ایک انگلی کو بھی صدمہ نہ پہونچا۔

آخر برف باری موقوف ہوئی۔ جاڑوں کا موسم نکل گیا۔ اور مسلمان اُسی طرح حمص کا محاصرہ کیے پڑے تھے۔ یہ دیکھ کر اہل شہر میں سے اکثر ہمت ہارنے لگے۔ ایک معزز و ذی اثر آدمی نے مشورہ دیا کہ اب مسلمانوں سے صلح کر لینی چاہئے مگر انھوں نے نہ مانا۔ دو چار روز بعد ایک اور رومی سردار نے یہی مشورہ دیا۔ مگر اس کی بھی نہ سُنی گئی۔

رومیوں کو کمک کی امید

اہل حمص کے اس استقلال کی وجہ یہ تھی کہ ہرقل نے اُن سے زبردست کمک بھیجنے کا مضبوط وعدہ کیا تھا۔ اور وعدہ کرتے ہی اپنی قلمرو کے علاقہ الجزیرہ میں حکم بھیج دیا تھا کہ وہاں کا سارا لشکر مجتمع اور تیار ہو کر اہلِ حمص کو کمک پہونچ جائے۔ مگر وہاں جیسے ہی لشکر جمع ہونا شروع ہوا عراق و عجم کے سپہ سالار اسلام حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنی کچھ فوجیں الجزیرہ میں بھیج دیں۔

اور مایوسی

جن میں سے ایک لشکر نے جا کے شہر ہیت کا محاصرہ کر لیا۔ اور دوسرا قرقیسیا کی طرف بڑھا۔ اہل الجزیرہ کے لیے جب خود اپنے گھر میں مصیبت پیدا ہو گئی تو اور کسی کی کیا مدد کرتے۔ الجزیرہ کا ایک سپاہی بھی حمص کی مدد پر نہ پہونچ سکا۔

تکبیر کے نعروں کا زور۔

اب حمص کی یہ حالت تھی کہ مسلمانوں کے حملوں نے اہل شہر کے حواس بگاڑ دیے تھے۔ اور ان کی تکبیروں کے نعروں سے شہر کے در و دیوار میں لرزہ پڑ گیا تھا! اس وقت کے ناقلان اخبار کہتے ہیں کہ ایک دن مسلمانوں نے اس زور و شور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ شہر کے اندر کے بہت سے مکان گر گئے۔ اور دیواروں میں لرزہ پڑ گیا۔ پھر اس کے بعد دوسری صدائے اللہ اکبر نے اہل شہر کو اور زیادہ تباہی میں مبتلا کر دیا۔ خود مسلمانوں کو اپنی تکبیروں کے اس اثر کی خبر نہ تھی۔ مگر رومی

فتح حمص۔

اس قدر بدحواس ہوئے کہ فوراً پھاٹکوں سے نکل کے امان مانگی۔ اور جزیہ دینے کا اقرار کر کے صلح کی درخواست پیش کی۔ مسلمانوں نے اُن کی درخواست قبول کی۔ اور جن شرطوں پر اہل دمشق سے صلح ہوئی تھی انھیں شرطوں پر حمص والوں سے بھی ہو گئی۔ یہ صلح جس کو ایک عظیم الشان فتح کہنا چاہیے سنہ ۱۴ ہجری (سنہ ۶۳۵ء) میں ہوئی جس کے بعد ابو عبیدہ نے عبادہ بن صامت کو

اس میں مسلمانوں کا بسنا۔

والی حمص مقرر کیا۔ اور سمط بن اسود کندی کو چند شجاعان بنی معاویہ کے ساتھ۔ اشعث بن میناس کو چند جانبازان بنی سکون کے ساتھ۔ اور مقداد کو قبیلۂ بلی کے چند بہادروں کے ساتھ اس شہر میں آباد کیا۔ مال خمس کو عبداللہ بن مسعود کے ہاتھ حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں بھیجا۔ اور غالباً قیصر کے دارالسلطنت شام انطاکیہ کی طرف بڑھنے کی اجازت مانگی۔ بارگاہ خلافت سے حکم آیا کہ ”ابھی تم وہیں ٹھہرے رہو۔ اور علاقۂ شام کے زبردست قبائل عرب کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرو۔ میں بھی یہاں سے برابر کمک بھیجتا رہوں گا۔“

فتح حماۃ۔

اس حکم کی پابندی میں ابو عبیدہ نے اگرچہ انطاکیہ کا رُخ نہیں کیا مگر اس کوشش میں اسی طرح مصروف رہے کہ تمام بلاد شام مسلمانوں کے قبضے میں ہو جائیں۔ چنانچہ بڑھ کے شہر حماۃ پر پہونچے۔ وہ لوگ علم اسلام کو دیکھتے ہی باہر نکل آئے۔ اظہار اطاعت کیا۔ اور ان شرطوں پر صلح ہو گئی کہ اُن کے اشخاص جزیہ ادا کر دیں گے۔ اور اُن کی زمین سے خراج وصول کیا جائیگا۔

فتح شیزر۔

یہاں سے لشکر اسلام شیزر میں پہونچا۔ وہاں کے لوگوں نے بھی علم اسلام کے آگے سر جھکا دیا۔ اور جیسی صلح اہل حماۃ سے ہوئی تھی اُن سے بھی ہو گئی۔

فتح معرۃ النعمان

آگے کوچ کر کے ابو عبیدہ شہر معرہ میں پہونچے جو بعد کے زمانہ میں معرۃ النعمان کے

لقب سے مشہور ہوا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے قبضے میں آنے کے بعد یہاں صحابی رسول اللہ نعمان بن بشیر انصاری نے سکونت اختیار کی تھی۔ جن شرطوں پر اہل حمص سے صلح ہوئی تھی انھیں شرطوں پر معرہ والوں سے بھی ہوگئی۔

لاذقیہ محاصرہ

معرہ سے کوچ کرکے ابوعبیدہ لاذقیہ میں پہونچے۔ اور چونکہ اہل شہر نے مقابلہ اور لڑنے کا ارادہ کیا اس لیے لشکر اسلام شہر کے سامنے تھوڑے فاصلے پر خیمہ زن ہوگیا۔ یہ قدیم تاریخی شہر اور نہایت مضبوط مقام تھا۔ اور اس میں اتنا بڑا زبردست پھاٹک لگا تھا کہ جب بہت سے آدمی ملکر زور لگاتے تو کھلتا۔ ابوعبیدہ چند روز تک گھیرے پڑے رہے۔ مگر شہر جس کے چاروں طرف قلعہ بندی تھی کسی طرح فتح نہ ہوسکا۔ آخر ایک دن لشکر اسلام یک بیک شہر کو چھوڑ کے چلا گیا۔ شہر والے میدان خالی دیکھ کر بے انتہا خوش ہوئے۔ فوراً بہتوں نے قلعے کے پھاٹک کھولا۔ اور باہر نکل کے جابجا اپنے کھیتوں اور باغوں میں پھیل گئے۔ کام کرتے کرتے یکایک

اور فتح

کیا دیکھتے ہیں کہ پھاٹک کے پاس اور آس پاس کے مقامات سے تکبیر کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ گھبرا گھبرا کے اور چاروں طرف سے سمٹ کے قلعے میں گھسنے لگے۔ انھیں میں سٹے ہوئے بہت سے مسلمان بھی تکبیروں کے نعرے لگاتے شہر میں داخل ہوگئے۔

فتح کی تدبیر

اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت ابوعبیدہ نے محاصرے کے وقت اپنی لشکرگاہ میں رومیوں سے چھپا کے اتنی گہری خندقیں اور کھائیاں کھودی تھیں کہ پورے پورے رسالے ان میں چھپ رہیں بھی تو کسی کو خبر نہ ہو۔ اس کے بعد دن کو رومیوں کو دکھا کے مسلمان چلے گئے۔ مگر رات کو بہت سے پیدل اور سوار نہایت خاموشی کے ساتھ واپس آکر ان خندقوں میں چھپ رہے۔ صبح کو جب شہر والے پھاٹک کھول کے چاروں طرف پھیل گئے تو انھوں نے پھاٹک کے پاس پہونچ کے اللہ اکبر کے نعرے لگانا شروع کیے۔ اور جب شہر والے سمٹ کر اندر چلے تو ان زیں اہل کردہ بھی شہر میں گھس پڑے۔ اور دم بھر میں شہر پر قبضہ کرلیا۔ یہ دیکھ کر کچھ اہل شہر تو باہر ہی سے بھاگ گئے مگر جو شہر میں تھے انھوں نے فاتحوں کے آگے سر اطاعت جھکا دیا۔ دو چار روز بعد ابوعبیدہ نے مفرورین کو بھی امان دے دی۔ اور وہ سب واپس آکر اپنے گھروں میں آباد ہوئے۔ صلح کی رو سے ان پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج عائد کیا گیا۔ اور مسلمانوں نے وہاں ایک جامع مسجد تعمیر کی۔ جس کے بانی عبادہ بن صامت تھے۔

فتح انطرطوس

اس کے بعد عبادہ بن صامت نے تھوڑی فوج کے ساتھ جاکے شہر انطرطوس کو

فتح کیا۔ یہ بھی شام کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ مسلمانوں کا قبضہ ہونے کے بعد یہاں کے تمام لوگ گھر چھوڑ کر چلے گئے۔ معاویہ نے جو یہاں کے والی تھے اس قلعے کے پاس شہر انطرطوس کو تعمیر کر کے بسایا۔ فوج کے لیے اُس میں جاگیریں مقرر کیں اور یہی کارروائی انھوں نے شہر بانیاس اور سلمیہ میں بھی کی۔

قنسرین پر خالد کا حملہ

ان فتحوں کے بعد ابو عبیدہ نے خالد بن ولید کو قنسرین کی طرف بھیجا۔ وہاں زبردست رومی لشکر موجود تھا۔ اور اُن کا سپہ سالار میناس اتنا بڑا شخص تھا کہ عزت اور مرتبے میں خود قیصر کے بعد اُسی کا درجہ تھا۔ اُس نے بڑے جوش و خروش سے خالد کے لشکر پر حملہ کیا۔ اور خالد نے بھی قدم جما کے دادِ مردانگی دی۔ بڑی قیامت خیز لڑائی ہوئی جس میں اتنے آدمی مارے گئے کہ اور کسی شہر میں نہیں مارے گئے تھے یہاں تک کہ خود میناس بھی مارا گیا۔ بقیۃ السیف رومی ہمت ہار کے بھاگے۔ اور شہر قنسرین میں گھُس کے پھاٹک بند کر لیے۔ خالد نے محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے

اُس کا محاصرہ۔

اُن سے پکار کے کہا کہ "یاد رکھو اگر تم بادلوں پر چڑھ جاؤ گے تو بھی خدا یا ہم کو چڑھا کے تم تک پہونچا دے گا یا تمھیں کو نیچے اُتار کے ہمارے سامنے کھڑا کر دے گا۔" یہ فقرہ سُن کے محصورین ڈرے اپنے معاملے میں غور کیا۔ اور یاد کیا کہ اہل حمص اور شہروں کو کیا پیش آ چکا ہے۔ آخر صلح کی درخواست پیش کی۔ اور کہا جو صلح اہل حمص سے ہوئی ہے ہم بھی وہی چاہتے ہیں۔ مگر خالد نے اس سے انکار کیا اور کہا تمھارا شہر ویران کر دیا جائے گا۔ اہل شہر نے مجبور ہو کے اس کو قبول کیا۔ سامنے آ کے ہتھیار ڈال دیے۔ اور شہر ویران۵ کر دیا گیا۔

اور فتح۔

۵ مورخین نے یہی لکھا ہے کہ شہر ویران کر دیا گیا۔ مگر میرے خیال میں فقط فوجی حصہ یا شاہی قلعہ ویران کیا گیا ہوگا اس لیے کہ یہ شہر برابر آباد اور مشہور رہا۔ اور خود خالد ایک مدت تک اس کے والی تھے اگر پورا ویران کیا گیا ہوتا تو پھر اُس میں قیام کیونکر کیا جاتا؟

دوسری فصل

جنگ یرموک

رومیوں کی ہرقل سے فریاد۔ زبردست مقابلہ کا سامان مسلمانوں کو تردد۔ حمص سے واپسی سچا انصاف۔ اُس کا اثر۔ اُردن میں بغاوت۔ جوسے یرموک لشکرگاہ اسلام۔ رومیوں کا سیلاب۔ مدینے میں پریشانی۔ مجاہدین کو امیرالمومنین کا پیام۔ رومیوں کا پڑاؤ اور اُن کا شمار۔ اُن کا سپہ سالار اعظم۔ مسلمانوں کی کل تعداد۔ لشکر اسلام کی ترتیب۔ رومیوں کا حملہ۔ ایک ایک کی لڑائی۔ عام حملہ اور شام کو واپسی۔ باہان صلح چاہتا ہے۔ رومی قاصد پر نماز کا اثر اُس کا ایمان لانا۔ خالد رومی لشکرگاہ میں۔ باہان کی تقریر۔ خالد کا جواب۔ باہان کو صلح سے یاس۔ لڑائی کی تیاریاں۔ خالد کا مشورہ فوج کو۔ وہی سپہ سالار اعظم بنے۔ تائید الٰہی کا یقین۔ رومی بطریق جارج اور خالد۔ جارج ایمان لایا۔ دونوں طرف سے حملہ۔ عمرو بن عاص کا مشورہ فوج کو۔ مسلمانوں کی پسپائی۔ عورتوں کی کارگزاری۔ معاذ کی شجاعت۔ بنی ازد کی پامردی۔ عکرمہ کا جوش اسلامی۔ دیگر جانبازان اسلام۔ جارج کی شہادت اور خالد کا حملہ۔ عورتوں کی جوانمردی۔ نامور شجاعان اسلام۔ قباث۔ ابوالاعور۔ یزید بن ابی سفیان۔ شرحبیل بن حسنہ۔ خاتونان اسلام۔ رومیوں کی پسپائی اور شکست۔ رومیوں کا بے لڑے جان دینا۔ خالد تدارق کے خیمے میں۔ عکرمہ اور اُن کے فرزند کا نزع۔ پسپوع۔ رومی مقتولین۔ شہدائے اسلام۔ مژدہ فتح مدینے میں اس لڑائی کا زمانہ۔

رومیوں کی ہرقل سے فریاد۔

اب رومی ہر طرف سے بھاگ کے اور بڑے بڑے آباد اور بارونق شہروں کو ہاتھ سے کھو کے انطاکیہ میں پہونچے۔ اور ہرقل سے فریاد کی۔ جو وہاں آگیا تھا۔ قیصر نے ان مفرورین سے چند معزز و ذی ہوش رومیوں کو اپنے سامنے بلایا۔ اور پوچھا "عرب جو تعداد و قوت اور ساز و سامان سب باتوں میں تم سے کم ہیں اُن کے مقابلے میں تمھیں ہر جگہ شکست کیوں ہو جاتی ہے؟" جواب میں سب نے تو ندامت سے سر جھکالیا۔ مگر ایک معمر اور تجربہ کار بڈھے نے ادب سے عرض کیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ وہ رات کو عبادت کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں۔ جور و تعدی نہیں کرتے۔ آپس میں ایک دوسرے سے برابری کے ساتھ ملتے ہیں۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ شراب پیتے ہیں۔ بدکاریاں کرتے ہیں۔ اپنے عہد کو پورا نہیں کرتے۔ اور ماتحتوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عربوں کے ہر کام میں جوش و استقلال ہوتا ہے۔ اور ہمارا کام ان صفات سے خالی رہتا ہے۔"

زبردست مقابلہ کا سامان۔

ہرقل قطعی ارادہ کر چکا تھا کہ ملکِ شام کو چھوڑ کے قسطنطنیہ چلا جائے۔ مگر عیسائیوں نے ہر طرف سے گھیرا۔ اور ہر شہر کی رعایا اس کے سامنے آکر داد و بیلا کرنے لگی۔ تو ہمت باندھ کر آمادہ ہوا کہ پھر ایکبار عربوں کو سطوتِ قیصری اور شوکتِ شاہنشاہی کا زور دکھا دے۔ روم، قسطنطنیہ، جزیرہ، آرمینیہ اور اپنی ساری قلمرو میں تاکیدی فرمان بھیجے کہ ہر جگہ کی فوجیں ایک معینہ تاریخ کو انطاکیہ پہنچ جائیں۔ تمام صوبوں کے حاکموں کو لکھا کہ جس قدر آدمی مہیا ہو سکیں فوراً جمع کر کے بھیجو۔ ان فرمانوں کے جاری ہوتے ہی سارے ملک میں نقل و حرکت شروع ہو گئی۔ اور چند ہی روز میں انطاکیہ کے گرد ایک خلقتِ عظیم پڑی ہوئی تھی۔ مسیحی جاسوسوں کے ذریعے سے جب یہ حالات حمص میں حضرت ابوعبیدہؓ

مسلمانوں کو تردد۔

کو معلوم ہوئے تو انھوں نے تمام سرداران افواجِ عرب کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ یزید بن ابی سفیانؓ نے رائے دی کہ عورتوں اور بچوں کو ہم شہر میں چھوڑ دیں اور خود شہر سے نکل کے مقابلہ کریں۔ اور خالد و عمرو بن عاص کو لکھا جائے کہ دمشق و فلسطین سے روانہ ہو کے ہماری مدد پر آجائیں۔ شرحبیل بن حسنہ نے کہا "شہر والوں کا کیا اعتبار؟ اگر وہ ہمارے اہل و عیال کو پکڑ کے دشمنوں کے حوالے کر دیں تو ہم کیا کریں گے؟ یا وہ خود ہی اُن کو قتل کروا لیں تو ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟" ابوعبیدہؓ نے کہا "اس کی یہ تدبیر ہے کہ ہم شہر کو عیسائیوں سے خالی کرا لیں"۔ شرحبیل نے کھڑے ہو کر جوش سے کہا "اے امیر! تجھے یہ حق ہرگز نہیں حاصل ہے۔ ان عیسائیوں کو ہم نے اس شرط پر امان دی ہے کہ وہ اطمینان سے شہر میں رہیں"۔ ابوعبیدہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اور تسلیم کیا کہ بیشک ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ الغرض کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ عام لوگوں نے یہ رائے دی کہ سردست حمص میں ٹھہر کر کمک کا انتظار کیا جائے۔ ابوعبیدہ نے کہا "مگر اتنی مہلت نہیں ہے"۔ آخر

حمص سے واپسی۔

دیر کے غور و خوض کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ سارا لشکرِ اسلام حمص کو چھوڑ کے دمشق کی راہ لے۔ وہاں خالد بن ولید موجود ہیں۔ اور بہ نسبت یہاں کے وہ شہر عرب کی سرحد سے بھی قریب ہے۔

سچا انصاف۔

جب یہ رائے قرار پا چکی تو ابوعبیدہ نے فوج کے خزانچی حبیب بن سلمہ کو بلا کے کہا عیسائیوں سے

جزیہ اس اقرار پر لیا جاتا ہے کہ اُن کی حفاظت کی جائے گی! اس وقت ایسی حالت ہے کہ ہمیں خود اپنی فکر ہے۔ اُن کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس مد میں جو رقم اُن سے وصول ہوئی ہو واپس کر دی جائے اور اُن سے کہدیا جائے کہ ہم کو تم سے جو تعلق تھا اب بھی ہے۔ لیکن اس وقت چونکہ ہم تمھاری حفاظت کی ذمہ داری نہیں کر سکتے اس لیے جزیہ کی بابتہ جو تم سے رقم وصول ہوئی تھی واپس کر دی گئی۔ فقط حمص میں نہیں وہ تمام شہر اور اضلاع جو فتح ہو چکے تھے اور اُن سے جزیہ وصول کر لیا گیا تھا سب کے ساتھ یہی برتاؤ ہوا۔ حمص کے مسیحیوں پر اس کارروائی کا یہ اثر ہوا کہ لشکر اسلام کے روانہ ہوتے وقت رو رو کے دعائیں مانگتے "خدا تم کو جلد واپس لائے"! یہودیوں پر اس سے بھی زیادہ اچھا اثر ہوا۔ اُنھوں نے توراۃ کی قسم کھا کر کہا "جب تک ہمارے دم میں دم ہے قیصر حمص پر قبضہ نہ کر سکے گا"۔ یہ کہہ کے اُنھوں نے شہر پناہ کے پھاٹک بند کر لیے۔ ہر جگہ پہرہ بٹھا دیا۔ اس کا اثر

حمص سے روانہ ہوتے وقت حضرت عمرؓ کو بھی ان واقعات کی اطلاع کی گئی۔ جناب خلافت مآب نے جواب میں تسلی دی۔ مدد کا وعدہ کیا۔ اور تحریر فرمایا کہ یاد رکھو فتح و شکست فوج کی کثرت و قلت پر نہیں منحصر ہے"۔ دمشق میں پہونچکر کوئی رائے نہیں قایم ہونے پائی تھی کہ اُردن سے عمرو بن عاص کا خط آیا "یہاں کے تمام اضلاع میں بغاوت پھیل گئی ہے اور رومیوں کی آمد آمد نے ہلچل ڈال دیا ہے"۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ آپ نے حمص کو چھوڑ دیا جس سے اور بے رعبی ہو گئی"! ابو عبیدہ نے جواب دیا کہ "ہم نے حمص کو ڈر کے نہیں چھوڑا بلکہ اس میں ہمارا مقصد یہ تھا کہ دشمن محفوظ مقامات سے آگے نکل آئے۔ اور ادھر تمام اسلامی فوجیں جمع ہو جائیں"! اس کے ساتھ اُن کو یہ بھی لکھا کہ آپ وہیں ٹھہرے رہیں۔ میں وہیں آکر آپ سے ملتا ہوں"۔ یہ خط بھیجنے کے دوسرے ہی روز ابو عبیدہ دمشق سے روانہ ہو کے علاقہ اُردن میں پہونچے۔ جس میں بحر طبریہ واقع ہے۔ اسی بحر طبریہ کے جنوب میں پندرہ بیس میل کی مسافت پر یرموک نام ایک ندی شمال و مشرق جانب سے آکے دریائے یردن میں مل گئی ہے۔ اسی نہر یرموک کے جنوبی کنارے پر ابو عبیدہ نے پڑاؤ ڈال دیا۔ اور فیصلہ کر لیا کہ یہیں رومیوں کے سیلاب کو روکیں گے۔ اب حضرت فاروقؓ کی بھیجی ہوئی کمکی فوج بھی سعید بن عامر کی سرداری میں آگئی۔ اُردن میں بغاوت۔ جو یرموک لشکر گاہ اسلام

مگر باوجود اس کے رومیوں کی کثرت و عظمت کے متعلق روز بروز زیادہ خوفناک خبریں آرہی تھیں اور مسلمان سُن سُن کے پریشان ہوئے جاتے تھے۔ حضرت خلافت مآب کو لکھا گیا کہ رومیوں کا سیلاب آرہا ہے۔ اور مسیحیوں کے جوش کا حال ہے کہ اُن کی فوج جن شہروں میں ہو کے گذرتی ہے، ہاں کے رومیوں کا سیلاب۔

راہب بھی اپنے عزلت کدے چھوڑ چھوڑ کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔

مدینے میں پریشانی

یہ خط پڑھ کے حضرت عمرؓ نہایت متردد ہوئے۔ اکابر صحابہ اور مہاجرین و انصار کو جمع کر کے ابو عبیدہؓ کا خط سنایا۔ سنکر سب کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اکثر نے پکار کے کہا "امیر المومنین۔ للہ ہمیں اجازت ہو کہ ارض شام میں جا کے اپنے بھائیوں پر نثار ہو جائیں۔ ان کا بال بھی بیکا ہوا تو جینا بے سود ہے"۔ اتنے میں عبد الرحمن بن عوف نے اٹھ کے کہا "امیر المومنین۔ تو خود سپہ سالار بن۔ اور ہم کو ساتھ لیکے چل"۔ مگر اس رائے سے دیگر معززین صحابہ نے اختلاف کیا۔ اور قرار پایا کہ امدادی فوجیں بھیجی جائیں۔ قاصد سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کی روانگی کے وقت رومیوں کو لشکر اسلام تک پہونچنے میں فقط تین چار منزلیں باقی تھیں۔ حضرت عمرؓ یہ سن کے نہایت ملول ہوئے کہ اب تو کمک کا بھی وقت پر پہونچنا غیر ممکن ہے۔

مجاہدین کو امیر المومنین کا پیام۔

فوراً چند الفاظ لکھ کے قاصد کو دیے اور کہا "جسقدر جلد جایا جائے جاؤ۔ اور یہ خط خود جا کے فوج میں ہر ہر سپاہی کو سنا دو۔ ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے۔ "عمرؓ تم کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اہل اسلام مقابلے میں سچے ثابت ہو۔ دشمنوں پر شیروں کا سا حملہ کرو۔ اور اپنی کچھ ہستی نہ سمجھو۔ ہمیں پہلے سے معلوم ہے کہ خدا تمھاری مدد کرے گا۔ یہ قاصد جس روز پہونچا ہے اسی روز مسلمانوں کو تھوڑی سی کمک بھی پہونچ گئی۔[ع]

رومیوں کا ٹڈی دل اور ان کا شمار۔

اب رومی لشکر آگیا جس نے مسلمانوں کے مقابل ندی پار دیر الجبل میں قیام کیا۔ ان کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ راویان سلف میں سے کوئی آٹھ لاکھ بتاتا ہے۔ کوئی چھ لاکھ۔ اور کوئی اس سے کم۔ مگر معتبر روایتوں کی جانچ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ رومی لشکر کی تعداد کسی حال میں دو لاکھ چالیس ہزار سے کم نہ تھی۔ ان میں سے چالیس ہزار پاؤں میں فولادی بیڑیاں ڈالے ہوئے تھے کہ بھاگنا چاہیں بھی تو نہ بھاگ سکیں۔ چالیس ہزار رسیوں میں بندھے ہوئے تھے

ان کا سپہ سالار اعظم

ان میں ایک لاکھ اسی ہزار پیدل تھے۔ اور باقی سوار۔ بروایت طبری ان کا سپہ سالار اعظم قیصر کا سگا بھائی تذارق تھا۔ مقدمۃ الجیش کی عنان سالاری جرجہ کے ہاتھ میں تھی۔ جناحین پر باہان اور دراقص تھے مگر واقدی نے سپہ سالار اعظم باہان کو بتایا ہے۔

مسلمانوں کی کل تعداد

اس کے مقابل مسلمانوں کی کل فوج چھتیس ہزار تھی۔ اور چھ ہزار عرب لشکر اسلام کے پیچھے فاصلے پر تھے کہ کسی حریف کو لشکر گاہ اسلام کے عقب میں نہ آنے دیں۔ مگر اہل اسلام کی سب سے

ع یہاں تک واقعات الفاروق سے لیے گئے ہیں۔

بڑی اطمینان بخش قوت یہ تھی کہ ان میں ایک ہزار محترم صحبت یافتگان حضرت رسول خدا تھے۔ اور ان میں بھی سو ایسے منتخب بزرگان امت تھے جنھیں غزوۂ بدر میں شریک ہونے کا شرف حاصل تھا۔ رومیوں کے پہونچتے ہی مسلمان لڑائی کی تیاریاں کرنے لگے۔ خالد نے لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ میمنہ پر معاذ بن جبل کو، میسرہ پر قباث بن اشیم کو، پیدل فوج پر ہاشم بن عتبہ کو افسر مقرر کیا۔ خود اپنے ساتھ کی فوج کے بھی چار حصے کیے۔ ایک کو اپنے ماتحت رکھا۔ اور باقی تین حصے قیس بن ہبیرہ، میسرہ بن مسروق، اور عمرو بن طفیل کے زیر علم کیے۔

لشکر اسلام کی ترتیب۔

اب رومیوں کا لشکر عظیم چوبیس حصوں میں منقسم ہو کر ایک دریائے قہار کی طرح موجیں مارتا ہوا بڑھا۔ راہب اور اسقف صلیبیں بلند کیے آگے آگے تھے جو انجیل کی دعاؤں اور تثلیث کے نعروں سے سپاہیوں کا دل بڑھاتے آتے تھے۔ جب دونوں لشکروں کا سامنا ہوا تو ایک بطریق روم اپنی صفوں میں سے نکلا۔ اور مقابل طلب کیا۔ میسرہ نے گھوڑا بڑھایا مگر خالد نے ان کو نحیف و ناتواں دیکھ کے روکا۔ اور قیس کی طرف اشارہ کیا وہ ایک برق تپاں کی طرح رجز پڑھتے ہوئے گئے اور قبل اس کے کہ حریف کو وار کرنے کی مہلت ملے اس کے سر پر تلوار کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ تلوار خود کو کاٹتی ہوئی گردن تک اتر آئی۔ بطریق تیورا کے گرا۔ اور لشکر اسلام سے تکبیر کے نعرے بلند ہوئے۔ اب عام لڑائی چھڑ گئی۔ دیر تک شور محشر بپا رہا۔ اور سخت خونریزی ہوتی رہی۔ مگر رومیوں کے ہر حصۂ فوج نے اپنے مقابل کی فوجوں سے شکست کھائی۔ اور شام ہوتے دیکھ کر واپس گئے۔

رومیوں کا حملہ۔

ایک ایک کی لڑائی۔

عام حملہ اور شام کو واپسی

اس پہلی ہی لڑائی میں رومیوں پر عربوں کا ایسا رعب پڑ گیا تھا کہ رات کو باہان نے اپنے تمام سرداروں کو جمع کر کے کہا "عربوں کو شام کی دولت و نعمت کا مزہ پڑ گیا ہے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجائے لڑنے کے وہ مال و زر کی طمع دے کر ٹالے جائیں"۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور اسی وقت ابو عبیدہ کے پاس جارج نام ایک قاصد گیا کہ اپنے کسی معزز افسر کو ہمارے پاس بھیجئے تاکہ اس سے صلح کی گفتگو کریں۔ حضرت امین الامۃ نے اس خدمت کیلئے خالد کو نامزد کیا۔ قاصد شام کے وقت پہونچا تھا۔ مسلمانوں نے مغرب کی نماز اسی کے سامنے پڑھی۔ مسلمانوں نے جس ذوق و شوق سے تکبیر کہہ کے صفیں باندھیں۔ اور جس محویت، سکون و وقار اور خضوع و خشوع سے نماز پڑھی اس کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا۔ جب نماز ہو چکی تو اس نے حضرت ابو عبیدہ سے پوچھا "حضرت عیسیٰ کی نسبت آپ کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟" انھوں نے قرآن کی آیت سنا دی

باہان صلح چاہتا ہے۔

رومی قاصد پر نماز کا اثر۔

جس میں حضرت مریم اور مسیح کی اصلی حقیقت بتائی گئی ہے۔ اُس نے سُن کر کہا "حضرت عیسیٰ کے یہی سچے اوصاف ہیں۔ اور بے شک تمہارے پیغمبر سچے ہیں"۔ یہ کہہ کے اُس نے کلمۂ توحید پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ اس کے دل پر دینِ حق کا ایسا گہرا اثر پڑ گیا تھا کہ وہ رومیوں میں واپس جانا نہیں پسند کرتا تھا مگر حضرت ابوعبیدہ نے سمجھا بُجھا کر واپس بھیجا اور کہا "کل ہمارا سفیر جائے گا اُس کے ساتھ واپس آنا۔"

اُس کا ایمان لانا

دوسرے روز خالد رومی لشکر میں گئے۔ اُن کے دل پر رُعب ڈالنے کے لیے دونوں جانب رومیوں نے سواروں کو صف باندھ کے کھڑا کر دیا تھا جو زرق برق زرہیں اور خود پہنے تھے۔ مگر خالد اُن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے باہان کے خیمے میں گئے۔ تعظیم و تکریم سے لیے گئے۔ اُس کے برابر بٹھائے گئے۔ اور مترجم کے ذریعے سے گفتگو شروع ہوئی۔ باہان نے ایک تقریر کی جس میں حضرت مسیح کی تعریف کے بعد ادب و تعظیم سے قیصر کا نام لیا اور کہا "وہ سارے بادشاہوں سے بڑا اور شہنشاہ ہے"۔ خالد نے درمیان میں روک کے کہا "تمہارا بادشاہ شاید ایسا ہی ہو مگر ہم نے تو جس شخص کو اپنا سردار بنایا ہے اُسے ایک لحظہ بھر کے لئے بھی بادشاہی کا خیال آئے تو اسی وقت اس کو معزول کر دیں"۔

خالد رومی لشکر گاہ میں۔

باہان کی تقریر۔

اب باہان نے اپنی دولت و حشمت اور شوکت و حکومت کا اظہار کر کے کہا "اے اہل عرب تمہاری قوم کے جو لوگ آ کے شام میں آباد ہوئے ہیں ہم نے ہمیشہ ان کے ساتھ دوستانہ سلوک کیا۔ خیال تھا کہ ہماری اس مہربانی کے سارے عرب شکر گزار ہوں گے۔ مگر ہماری اُمید کے خلاف تم نے ہمارے ملک پر حملہ کر دیا۔ اور چاہتے ہو کہ خود ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو۔ یہ ہوس بہتوں کو ہوئی مگر مقصد کو کوئی نہ پہونچ سکا۔ اب سب کے بعد تم سی وحشی اور جاہل قوم کو یہ حوصلہ ہوا۔ مگر ہم اب بھی تمہارے ساتھ درگزر کرنے کو تیار ہیں۔ اور واپس جانے کا وعدہ کرو تو ہم تمہارے سپہ سالار کو دس ہزار دینار۔ اور ہر سپاہی کو سو سو دینار دیں گے"۔

اُس کی تقریر کے جواب میں خالد نے حمد و نعت کے بعد کہا "بیشک تم دولتمند ہو۔ صاحب حکومت ہو اور اپنے پڑوس کے عربوں کے ساتھ تم نے جو سلوک کیا اُس کا یہ معاوضہ بھی مل گیا کہ وہ سب عیسائی ہو گئے اور تمہارے ساتھ شریک ہو کر ہم سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ ہم واقعی نہایت مفلس و نادار۔ خانہ بدوش اور وحشی جانور سے بھی بدتر تھے۔ مشرک تھے خدا نے اپنی مہربانی سے ایک پیغمبر بھیجکر ہماری ہدایت کی بتایا کہ خدا وحدہ لاشریک ہے۔ بیوی اور اولاد نہیں رکھتا۔ اور حکم دیا کہ ان عقائد کو ہم ساری دنیا کے سامنے پیش کریں۔ جو مانے ہمارا بھائی ہے۔ جو نہ مانے وہ اگر جزیہ دینا قبول کرے تو ہم اس کے

خالد کا جواب۔

باہان کو صلح سے یاس۔

حامی و محافظ بن جائیں گے۔ ورنہ تلوار سے فیصلہ ہو جائے گا۔" باہان نے جزیہ کا نام سن کے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ اور اپنے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ لوگ مر جائیں گے مگر جزیہ نہ دیں گے ہم جزیہ لیتے ہیں دیتے نہیں۔"

لڑائی کی تیاریاں

خالد کا مشورہ فوج کو۔

الغرض کوئی بات طے نہیں ہوئی اور خالد اُٹھ کر چلے آئے اور اس گھڑی سے دونوں طرف لڑائی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ دوسرے روز رومی بڑے جوش و خروش اور نہایت ہی اعلیٰ ترتیب سے میدان میں آئے حتیٰ کہ اُن کے لشکر کی ترتیب و کر و فر کا مسلمانوں کے دلوں پر اثر پڑتا تھا حضرت خالد نے یہ دیکھ کر پہلے مسلمانوں میں ایک تقریر کی جس کا ماحصل یہ تھا کہ تمھارا یہ طریقہ جنگ کہ ہر سردار اپنے اپنے لشکر پر جدا جدا حاکم ہے رومیوں کے آراستہ اور باضابطہ لشکر کے مقابلے میں نہایت خوفناک ہے مناسب یہ ہے کہ ترتیب فوج کے اصول کو اپنے دشمنوں سے اخذ کر کے ہم بھی اختیار کریں ہم میں سے ایک شخص کو سارے لشکر کا سپہ سالار اعظم ہونا چاہئے۔ جو سب پر حاکم ہو اور سب اس کی اطاعت کریں۔ مگر یہ اعلیٰ سرداری ہم میں روز بدلتی رہے۔ یعنے ایک دن ایک دوسرے دن دوسرا سردار ہو تاکہ ہم ہی سب کو اعلیٰ افسری کا موقع مل جائے۔ پھر اس کے بعد سارا لشکر اسلام مختلف رسالوں اور پلٹنوں میں مرتب کر دیا جائے۔ سب نے اس تجویز کو پسند اور منظور کیا۔ تب خالد نے درخواست کی کہ آج کے دن سرداری اعظم مجھ کو دی جائے۔ اس کو بھی سب نے قبول کر لیا۔

خالد ہی سپہ سالار اعظم بنے۔

سپہ سالار اعظم بنتے ہی خالد نے لشکر اسلام کو بالکل نئے طرز پر مرتب کیا۔ سارے لشکر کو چھتیس رسالوں اور پلٹنوں میں تقسیم کر دیا اور اُن رسالوں کو فوج کے قلب۔ مقدمۃ الجیش۔ جناحین اور ساقہ میں جدا جدا پھیلایا۔ قلب میں ابو عبیدہ تھے۔ عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ میمنہ کے سردار ہوئے۔ یزید بن ابی سفیان نے میسرہ کا علم اپنے ہاتھ میں لیا۔ طلیعہ پر قباث بن اشیم تھے۔ ایک اور حصہ فوج عبداللہ بن مسعود کے زیر علم تھا۔ ابو درداء سارے لشکر کے قاضی مقرر ہوئے۔ اور ابو سفیان کر کیتی کرتے پھرتے۔ اور مسلمانوں کو جوش دلاتے تھے۔

تائید الٰہی کا یقین۔

الغرض خالد نے دم بھر میں فوج کو ایسی خوبی سے مرتب کر دیا کہ دیکھنے والے عش عش کر گئے مگر دشمنوں کی کثرت اور فوج اسلام کی کمی کا فرق کہاں جا سکتا تھا؟ کسی کی زبان سے نکل گیا "رومی کتنے زیادہ اور مسلمان کس قدر کم ہیں!" یہ فقرہ خالد نے سنا تو کہنے لگے "یہ نہ کہو۔ بلکہ یہ کہو کہ دشمن کتنے کم اور ہم کس قدر زیادہ ہیں۔ فوجوں کی اصلی قوت تائید الٰہی ہے۔ اور کمی اُس کی ناراضی۔ ہم کو یقین ہے کہ خدا ہماری طرف ہے۔"

رومی بطریق جارج اور خالد۔

اب خالد کے اشارے سے فوجوں نے لڑائی کے لیے سبقت شروع کی۔ اور بڑھنے لگے۔ اتنے میں جارج نام ایک رومی بطریق میدان میں آیا اور پکارا کہ خالد میرے مقابلے پر آئیں۔ مجھے اُن سے کچھ پوچھنا ہے۔" خالد فوراً تلوار کھینچے ہوئے اس کے مقابل ہوئے۔ جارج نے کہا۔ "میں آپ سے چند باتیں کروں گا۔ اس لیے جب تک باتیں ہوں ہم میں سے کوئی دوسرے پر وار نہ کرے" خالد نے منظور کیا۔ اور اُس نے یوں گفتگو شروع کی۔

جارج۔ "خالد سچ بتاؤ کیا تمھارے رسول پر کوئی تلوار آسمان سے اتری تھی جو انھوں نے تمکو دیدی ہے؟"

خالد۔ "نہیں۔"

جارج۔ "تو پھر تم سیف اللہ کیوں کہلاتے ہو؟"

خالد۔ "میں مدت تک حضرت رسول کے مخالف اور اُن سے لڑتا رہا۔ اس کے بعد خدا نے ہدایت کی اور ان پر ایمان لے آیا۔ اس وقت انھوں نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کی تلوار ہو۔ اور میرے حق میں فتح و نصرت کی دُعا فرمائی۔ اس وقت سے سیف اللہ میرا خطاب ہو گیا اور ہر معرکہ میں مجھے فتح حاصل ہونے لگی۔"

جارج۔ "اور تم ہم سے چاہتے کیا ہو؟"

خالد۔ "اسلام لاؤ۔ ورنہ جزیہ دو۔ اور یہ بھی نہیں منظور ہو تو مقابلہ کرو۔"

جارج۔ "اور جو کوئی تمھارے دین میں داخل ہو اس کا مرتبہ تمھارے یہاں کیا ہے؟"

خالد۔ "ہمارا اس کا درجہ ایک ہے۔"

جارج۔ "اور تمھارا ہی سا اجر و ثواب بھی اس کو ملے گا؟"

خالد۔ "بیشک۔ بلکہ ہم سے زیادہ۔ اس لیے کہ ہم خود حضرت رسول کی نصیحتیں سُن کے اور ان کے معجزات دیکھ کے ایمان لائے۔ اور وہ بغیر اس کے ایمان لائے گا۔"

جارج کا ایمان لانا۔

یہ جواب سُنکر جارج کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گیا۔ اُن کے ساتھ لشکر اسلام میں چلا آیا۔ اُن سے عقائد و اعمال سیکھے۔ فوراً غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھی۔ اور میدان میں نکل کے خالد کے دوش بدوش رومیوں سے لڑنے لگے۔

دونوں طرف سے حملہ۔

جس وقت رومیوں کا لشکر لڑائی کے لیے بڑھا ہے۔ زمین ہل رہی تھی۔ دو ڈھائی لاکھ فوج کا ایک ساتھ حملہ کرنا عرصۂ حشر کو یاد دلائے دیتا تھا۔ ہزاروں اُسقف اور راہب فوجوں کے آگے آگے صلیبیں اٹھائے تثلیث کے نعرے مارتے اور تثلیث کی جے پکارتے آتے تھے۔

ادھر لشکر اسلام میں حضرت مقداد نے نہایت خوش آوازی سے صفوف اسلام کے آگے سورۂ انفال پڑھنا شروع کی۔ رومی زور و شور کے نعرے بلند کرتے اور تیروں کا مینھ برساتے ہوئے

مسلمانوں پر آپڑے۔ عمرو بن عاص نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی ہر حصۂ فوج کے سامنے جا کے یہ نصیحت کی تھی کہ "اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ نیزے تان لو۔ اور اپنی جگہ پر جمے رہو۔ دشمن حملہ کریں تو اُن کو آنے دو۔ اور جیسی ہی نیزوں کی نوک تک پہونچیں شیر غرّاں بن کے اُن پر ٹوٹ پڑو"۔ اسی نصیحت کے مطابق سب مسلمان نیزے اڑے گئے اور سر جھکائے حضرت مقداد کا لحن داؤدی سن رہے تھے۔ یہاں تک کہ رومی نیزوں کی زد پر آگئے اور سب نے ایک ساتھ اُن پر حملہ کر دیا۔ آناً فاناً میں سخت خونریزی ہونے لگی۔ خون کے دریا بہنے لگے۔ بہادروں کے سر ہاتھ پاؤں کٹ کٹ کے گر رہے تھے۔ اور کسی کو ہوش نہ تھا کہ اُس پر کیا گزر رہی ہے۔ مگر رومیوں کی کثرت کا اس قدر دباؤ پڑا کہ مسلمانوں کی فوج میمنہ پیچھے ہٹنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ ہٹتے ہٹتے حرم کے خیموں تک پہونچ گئے۔ یہ دیکھتے ہی مومنہ عورتیں بجائے خوف کھانے کے طیش و غضب کے ساتھ خیموں سے نکل پڑیں خیموں کی چوبیں اکھاڑ کے ہاتھ میں لے لیں۔ اور مفرور مسلمانوں سے کہنے لگیں "۔ اِدھر آئے تو ہم چوبوں سے تمھارا سر توڑ دیں گے"۔ خولہ جوش دلانے والے اشعار سنا سنا کے انھیں غیرت دلانے لگیں۔

میمنہ کے ایک حصۂ فوج کے سردار معاذ بن جبل تھے انھیں جوش آیا تو گھوڑے سے کود پڑے اور کہا "جو بہادر گھوڑے کا حق ادا کر سکے اُس کے لیے یہ گھوڑا حاضر ہے"۔ اُن کے بیٹے نے لپک کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور کہا "اس کا حق میں ادا کروں گا۔ میں سوار ہو کر اچھا لڑ سکتا ہوں"۔ اس کے بعد دونوں باپ بیٹوں نے دشمن کے دریائے قہار میں غوطہ لگایا۔ اور ایسی جوانمردی دکھائی کہ دشمن رُکے اور ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی قدم جمانے کا موقع مل گیا۔ اسی اثنا میں بنی زبید کے سردار حجاج نے اپنے پانچ سو جاں باز رفیقوں کے ساتھ حملہ کر کے رومیوں کو بڑھنے سے بالکل روک دیا۔

اسی میمنۂ اسلام کی خوش نصیبی سے اس جانب بنی آزد کے جتنے بہادر تھے اُن کے قدم کو ذرا بھی لغزش نہ ہوئی۔ رومیوں نے اُن پر سب سے زیادہ ہجوم کیا۔ مگر ان کی صفیں دیوار آہنی تھیں جن پر حملہ کرنے والا بجز اپنا سر توڑ لینے کے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ ازدیوں کے سردار عمرو بن طفیل اُنکو برابر جوش دلاتے رہے کہ "دیکھو تمھاری وجہ سے مسلمانوں کے نام کو دھبہ نہ لگے" یہانتک کہ اسی کوشش میں انھوں نے شربت شہادت پیا۔

عکرمہ بن ابی جہل جو فتح مکہ کے وقت تک اسلام کے جانی دشمن رہے تھے انھوں نے میمنۂ اسلام کو ہٹتے دیکھا تو باآواز بلند کہا "میں ہر لڑائی میں رسول اللہ صلعم کے مخالف رہا۔ اور آج

عمرو بن عاص کا شورہ فوج کو

مسلمانوں کی پسپائی۔

عورتوں کی کارگزاری۔

معاذ کی شجاعت۔

بنی ازد کی پامردی۔

عکرمہ کا جوش اسلامی

دلیر جانبازانِ اسلام۔

جو دین کی خدمت کا موقع ملا ہے تو میدان چھوڑ کے ہٹوں! کون مرنے کے لیے میرے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے؟ سب کے پہلے جس نے ہاتھ بڑھا کے اُن سے بیعت کی اُن کے چچا حرث بن ہشام تھے۔ خیال کرو کہ عکرمہ دشمن رسول اللہ ابوجہل کے بیٹے اور حرث اُس کے بھائی ہیں جو آج اُسی دین حق پر جان دینے کو بڑھے ہیں جس کے کبھی وہ سخت ترین دشمن تھے۔ حرث کے بعد ضرار بن ازور نے عکرمہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اُن کے بعد اور چار سو جان نثاران اسلام نے بیعت کی۔ یہ سب لوگ ہتھیلیوں پر سر لے کے بڑھے۔ اور خالد کے خیمے کے سامنے قدم جما کے لڑنے لگے۔ یہانتک کہ سارے لشکر اسلام کو سنبھال لیا۔ مگر ان بہادروں نے اپنی جانیں بھی نثار کر دیں۔ اس لیے کہ اکثر شہید ہوئے۔ اور جو بچے وہ بھی زخموں سے اسقدر چور تھے کہ چند ہی جاں بر ہو سکے۔

جارج کی شہادت اور خالد کا حملہ

فوج کے سب حصوں میں ایسی ہی قیامت بپا تھی۔ خالد اور نومسلم جارج نے بھی اعلیٰ ترین شجاعت اور پامردی کا ثبوت دیا۔ ظہر کی نماز انھوں نے اشاروں میں ادا کی۔ دن کے آخری حصے میں جارج نے بھی شرف شہادت حاصل کر لیا۔ مگر خالد نے اُس وقت اپنے سواروں کے ساتھ ایسے جوش و خروش سے حملہ کیا کہ رومیوں کے قلب میں گھس گئے۔ رومی سوار خالد کے حملے کی تاب نہ لا سکے۔ کمال بدحواسی سے پیدلوں کو چھوڑ چھوڑ کے بھاگنے لگے۔ اور ان کے الگ ہو جانے سے رومی لشکر جدا جُدا اور منتشر ہو گیا۔

عورتوں کی جوانمردی اور نامور شجاعانِ اسلام۔

مسلمانوں کے میسرہ کو بھی سخت شکست ہو گئی تھی۔ اِدھر رومی سردار ابن قناطر نے نہایت ہی شدید حملہ کیا۔ اس لشکر اسلام میں اکثر مسلمانان بنی لخم و بنی غسان تھے جو سرحد شام کے رہنے والے۔ اور مدتوں دولت روم کے مطیع و باجگذار رہ چکے تھے۔ وہ رومیوں سے اسقدر مرعوب ہوئے کہ دشمنوں کی طرف سے حملہ ہوتے ہی بھاگنے لگے۔ مگر سچ یہ ہے کہ سرداران اسلام اور عورتوں نے بچا لیا ورنہ شکست میں کوئی بات اُٹھا نہ رہی تھی۔ جب وہ بھاگتے ہوئے عورتوں کے خیموں تک پہونچے تو وہ جوش کے ساتھ خیموں سے نکل پڑیں۔ اور سچ یہ ہے کہ اُنھیں کی جوانمردانہ شجاعت نے رومیوں کے سیلاب کو روک دیا۔ افسروں میں سے قباث۔ سعید۔ یزید بن ابی سفیان عمرو بن عاص۔ شرحبیل بن حسنہ سب اِدھر آ کے دشمنوں کو روکنے لگے۔ اور جو جہاں تھا وہاں اُس کے پاؤں زمین میں گڑ گئے تھے۔

قباث۔

قباث کا یہ عالم تھا کہ تلواریں اور نیزے ٹوٹ ٹوٹ کر اُن کے ہاتھ سے گرتے جاتے تھے۔ اور اُن کی وضع میں فرق نہ آتا۔ جب کوئی ہتھیار ٹوٹتا اُسے پھینک کے کہتے "کوئی ہے جو اُس شخص کو ہتھیار دے جس نے خدا سے عہد کیا ہے کہ مر کے میدان سے ہٹے گا"۔ لوگ فوراً تلوار یا نیزہ دے دیتے۔

اور وہ پھر شیرانہ حملے کرنے لگتے۔ ابو الاعور دست بدست لڑنے کے شوق میں گھوڑے کی پیٹھ پر سے کود پڑے۔ اور ساتھ والوں سے کہا "صبر سے دنیا میں عزت ہے اور عقبے میں رحمت۔ دیکھو یہ دولت ہاتھ سے نہ جانے پائے۔" یزید بن ابی سفیان داد مردانگی دے رہے تھے کہ اُن کے باپ ابوسفیان قریب آئے جن کا کام یہ تھا کہ لوگوں کو کڑکیتی کر کے جوش دلائیں بیٹے کو لڑتے دیکھ کر کہا "بیٹا اس وقت میدان میں ہر سپاہی جوہر شجاعت دکھا رہا ہے۔ تو چونکہ سردار ہے لہٰذا تجھ پر اظہار شجاعت کا حق سب سے زیادہ ہے۔ کوئی ماتحت سپاہی تجھ سے بازی لے گیا تو تیرے لیے شرم کی بات ہے۔"

ابو الاعور — یزید بن ابی سفیان

شرحبیل بن حسنہ کا یہ حال تھا کہ چاروں طرف رومی تھے اور وہ اُن کے بیچ میں پہاڑ کی طرح جمے کھڑے تھے اور قرآن کی آیت "اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ" پڑھ پڑھ کے نعرے مارتے تھے کہ "خدا کے ساتھ سودا کرنے اور خدا کے ہمسایہ بننے والے کہاں ہیں؟" جس کے کان میں آواز پڑی ٹوٹ پڑا۔ اور آخر اتنے لوگ جمع ہو کے دشمنوں پر حملہ کرنے لگے کہ رومیوں کو جو بڑھتے چلے آتے تھے رُکنا پڑا۔

شرحبیل بن حسنہ

لڑائی کی شدت دیکھ کے عورتیں ہر حصۂ فوج کے پیچھے نکل کھڑی ہوئی تھیں اور چلا چلا کے مسلمانوں سے کہتی تھیں "میدان سے قدم ہٹایا تو پھر ہمارا منہ نہ دیکھنا!"

خاتونان اسلام۔

مگر خدا کو مسلمانوں کی فتح منظور تھی۔ اِدھر تو خالد اور اُن کے سواروں نے دشمن کی فوج میں گھس کر اُن کے رسالوں کو بھگا دیا۔ اُدھر قیس بن میسرہ جو میسرۂ اسلام کی پشت پر تھے عقب سے نکلتے ہی رومیوں پر اس طرح ٹوٹ کر گرے کہ رومی سرداروں نے لاکھ سنبھالا مگر اُن کی فوج نہ سنبھل سکی تمام صفیں درہم برہم ہو کے پیچھے ہٹیں۔ ساتھ ہی سعید بن زید نے قلب لشکر سے نکل کے حملہ کیا۔ اور رومی اُن کے حملے کی شدت سے برابر پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

رومیوں کی پسپائی۔

آخر رومی سب طرف سے ہٹتے ہٹتے میدان کے سرے پر نہر یرموک کے کنارے پہونچے جہاں مجبوراً رُکے۔ مگر اسقدر مغلوب ہو رہے تھے کہ ان کی لاشوں سے نہر پٹ گئی۔ آخر شکست کھا کے بھاگے اور میدان خالی ہو گیا۔

اور شکست۔

خالد کے ہمراہیوں نے جب رومیوں کو شکست دی اور وہ رومی سردار درنجار تک پہونچے تو درنجار اور تمام رومی افسروں نے ٹوپیاں آگے جھکا کے آنکھیں ڈھانپ لیں کہ کسی کو کیا منہ دکھائیں اور اسی عالت میں وہ بغیر لڑے مارے گئے۔

رومیوں کا بے لڑے جان دینا۔

اب بالکل فتح تھی۔ رومیوں نے لشکرگاہ کو بھی چھوڑا اور جدھر راستہ ملا بھاگنے لگے۔

خالد تذارق کے خیمے میں۔ شام ہو چکی تھی۔ خالد رومیوں کے پڑاؤ میں داخل ہو کر تذارق کے خیمے میں اترے۔ جو شاہانہ سامان سے سجا ہوا تھا۔ اور اکثر مسلمانوں نے دشمنوں ہی کے خیموں میں رات بسر کی۔

عکرمہ و ان کے فرزند کا نفسِ واپسیں دوسرے دن صبح کو لوگ عکرمہ اور اُن کے بیٹے عمرو کو خالد کے پاس اُٹھا لائے۔ جو زخموں سے چُور۔ اور بالکل جاں بلب تھے۔ خالد نے عکرمہ کا سر اپنی ران پر اور عمرو کا سر اپنی ساق پر رکھ لیا۔ اُن کے نورانی چہروں پر ہاتھ پھیرا۔ اُن کے حلقوں میں پانی ٹپکایا۔ اور کہا "خدا کی قسم عمرؓ کا گمان غلط تھا کہ ہم شہید ہو کر نہ مریں گے"۔ چنانچہ چند ہی لمحوں کے بعد دونوں نے فردوس بریں کی راہ لی۔

رومی مقتولین اس لڑائی میں رومیوں کی جیسی کثرت تھی ویسی ہی اُن کے مقتولوں کی تعداد بھی ہونی چاہئے۔ اکثر مورخین ایک لاکھ بتاتے ہیں۔ بلاذری نے ستر ہزار بتائی ہے مگر سچ یہ ہے کہ بہت کثرت سے مارے گئے اور اتنی لاشیں میدان میں بچھی ہوئی تھیں جن کی تعداد کا صحیح اندازہ اس زمانے میں بہت دشوار تھا۔

شہدائے اسلام۔ مسلمانوں کے لشکر میں سے تین ہزار آدمی شہید ہوئے۔ جن میں عکرمہ کے علاوہ ضرار بن ازور۔ ہشام بن عاص۔ ابان اور سعید وغیرہ نامور جاں بازان اسلام تھے۔

مژدۂ فتح مدینے میں فتح کے بعد ابو عبیدہ نے مژدۂ فتح حضرت عمرؓ کو لکھا۔ اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ بھیجا۔ مدینے میں اس لڑائی کی وجہ سے سخت تشویش تھی۔ حضرت عمرؓ خبر کے انتظار میں کئی دن سے سوئے نہ تھے یکایک قاصد شام حضرت حذیفہ بن الیمان نے پہونچکر فتح کی خوشخبری سُنائی تو بے اختیار سجدے میں گر کے خدا کا شکر ادا کیا۔

اس لڑائی کا زمانہ۔ یہ لڑائی ۵ رجب سنہ ۱۵ھ مطابق سنہ ۹۵ محمدی (۶۳۶ء) میں ہوئی لیکن اکثر مستند مورخین نے اس کو سنہ ۱۳ھ آخر عہد حضرت صدیق اکبرؓ میں بتایا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ عین جس وقت یہ لڑائی ہو رہی تھی۔ حضرت صدیقؓ کی وفات۔ حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے اور خالد کی معزولی ابو عبیدہ کے تقرر کی خبر میدانِ جنگ میں پہونچی۔ اور ختم جنگ کے بعد عام مجاہدین اسلام پر ظاہر کی گئی۔

تیسری فصل

فتح انطاکیہ و حلب و بلاد فلسطین و بیت المقدس

عربوں کا ہر سمت حملہ۔ ہرقل بھاگا۔ وہ ملک شام سے رخصت ہوتا ہے۔ ملک کو رعایا سے خالی کر دیا۔ حضرت عمرؓ خالد سے راضی ہو گئے۔ قنسرین بکر ر فتح ہوا۔ جوار حلب میں عربوں کا بسنا۔ فتح حلب۔ انطاکیہ پر حملہ۔ محاصرہ اور قبضہ۔ اس میں مسلمان آبادی۔ رومیوں کی ایک اور شکست۔ دیگر بلاد پر قبضہ۔ قورس پر قبضہ۔ فتح تل عزاز۔ قورس سلمان۔ فتح منبج ولوک دعیان۔ مسلمانوں کی دھاک۔ فوجی انتظام۔ فتح قاصرین وغیرہ۔ فتح بلاد سواحل۔ فتح جرجومہ۔ فتوح شمالی انطاکیہ۔ فتح بغراس۔ فتح مرعش۔ فتح حصن حدث۔ مجاہدین شام کی رفتار۔ ارض فلسطین پر حملہ۔ انتظامات فاروقی۔ فتح قیساریہ۔ غزہ پر حملہ۔ قیقار کی دغابازی۔ علقمہ کا اس کے فریب سے بچنا۔ عمرو بن عاص اور ارطبون۔ عمرو بن عاص کی کارروائیاں۔ ابن عاص کا فریب سے بچنا۔ دوسری جنگ اجنادین اور فتح۔ ارطبون بیت المقدس میں۔ ابن عاص کا عام شہروں پر حملہ۔ فتح غزہ اور عام فتحیں۔ اسلام کا ایلچی بیت المقدس میں۔ فقط عمر فاروق سے بیت المقدس فتح ہوگا۔ بارگاہ خلافت سے مراسلت۔ رسولوں کے شہر کو خلیفۂ رسول ہی فتح کرے۔ حضرت عمر کی سچی پیشین گوئی۔ آپ کا سفر شام۔ آپ کی شان۔ جابیہ میں ورود۔ سرداروں کو بے اعتدالی پر سرزنش۔ ایک یہودی کا مشورہ۔ بیت المقدس کے نائبوں کا آنا اور اس پر قبضہ۔ رملہ بھی فتح ہو گیا۔ فلسطین کا بندوبست۔ حضرت عمر بیت المقدس جاتے ہیں۔ آپ کی سادی وضع۔ مسجد اقصیٰ کی جستجو۔ کنیسے کی سیڑھیوں پر نماز۔ مسجد اقصیٰ کے کھنڈر اور ان کی حالت۔ آپ مسجد اقصیٰ میں۔ اس کی صفائی اور تجدید۔ مسیحیوں کو اس سے عداوت۔ ایک شاہد عینی کا بیان۔ فوج کی خوراک کا انتظام۔ واپسی مدینہ۔

عربوں کا ہر سمت حملہ۔

یرموک کی فتح کے بعد مسلمانوں کا حوصلہ بدرجہا زیادہ بڑھ گیا۔ خالد اور عیاض بن غنم تو ادھر خود ہرقل کی طرف بڑھے۔ ادھر سرداران عساکر عراق و عجم میں سے عمرو بن مالک حیرہ کے قریب سے بڑھے تو سرحد شام کے قریب صوبۂ الجزیرہ کے شہر قرقیسیا میں پہونچکر دم لیا۔ اسی طرح لشکر عراق کے

ایک اور سپہ سالار عرب عبداللہ بن معتمر نے جو تاخت کی تو موصل تک پہونچکر پلٹ آئے۔

ہرقل بھاگا۔

یہ حالات ہرقل نے سُنے تو انطاکیہ سے بھاگ کر رہا[۱] میں گیا۔ زیاد بن حنظلہ جن کا شمار صحابۂ رسول کرم میں ہے۔ رہا کے پاس بھی جا پہونچے تو ہرقل نے وہاں سے بھاگ کر شہر شمشاط میں پناہ لی۔ اور وہاں سے سیدھا قسطنطینیہ کی طرف چلا جب ملک شام کو چھوڑ کر جانے لگا ہے تو ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کے اس نے ملک شام کے میدانوں پر حسرت کی نگاہ ڈالی۔ اور کہا "اے سوریہ (شام) تجھے سلام۔ وہ سلام جس کے بعد پھر کبھی ملاقات نہوگی۔ اور اگر کوئی، رومی تیری طرف رخ بھی کریگا تو ڈرتا اور سہما ہوا۔" جاتے وقت اس نے یہ کارروائی کی کہ اسکندریہ (اسکندرون) سے طرطوس تک جتنے قلعے تھے سب کو خالی کرتا گیا۔ ان کی فوج اپنے ساتھ لے لی۔ قلعے اجاڑ دیے۔ اور کوشش کی کہ انطاکیہ اور بلاد روم کے درمیان مسلمانوں کو کوئی شہر آباد نہ ملے چنانچہ اب مسلمان جس شہر میں پہونچتے وہ اکثر آدمیوں سے خالی ملتا بعض جگہ رومی ہوتے بھی تو مسلمانوں کے داخلہ کے وقت کمین گاہوں میں چھپ کے بیٹھ رہتے۔ اور جب لشکر اسلام شہر میں داخل ہونے لگتا تو لشکر کے پیچھے جو بچھڑے ہوئے مسلمان مل جاتے ان کو یکایک گھیر کے قتل کر ڈالتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد مسلمان جس شہر پر جاتے پوری احتیاط۔ گروہ بندی۔ اور ہوشیاری کے ساتھ اندر داخل ہوتے۔

وہ ملک شام سے رخصت ہوتا ہے۔

ملک کو رعایا سے خالی کر دیا۔

حضرت عمرؓ خالدؓ سے راضی ہو گئے

اب حضرت عمرؓ کو گذشتہ لڑائیوں میں خالدؓ کی کارگزاریاں معلوم ہوئیں۔ ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر نادم ہوئے۔ اور فرمایا "خدا غریق رحمت کرے ابوبکرؓ کو وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔" خالد کے ساتھ انھوں نے مثنیٰ بن حارثہ کو بھی سپہ سالاری عراق سے معزول کیا تھا۔ اتنے زمانے میں دونوں کی طرف سے ان کا دل صاف ہو گیا۔ اور لوگوں پر ظاہر فرما دیا کہ "ان دونوں کو میں نے کسی بدگمانی اور جرم پر نہیں معزول کیا تھا لیکن لوگوں نے اُن کو اسقدر بڑھانا چڑھانا شروع کر دیا تھا کہ مجھے اندیشہ ہوا سارے لوگ اُن کا دم نہ بھرنے لگیں۔ اور انھیں پر بھروسہ نہ کرلیں۔"

قنسرین پھر فتح ہوا۔

اب ابوعبیدہ حلب کی طرف بڑھے مگر تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ سُنا اہل قنسرین نے غدر کر دیا ہے۔ فوراً سمط کندی کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا جنھوں نے جاتے ہی شہر مذکور کا محاصرہ کر لیا۔ دوبارہ فتح کیا۔ وہاں شہر والوں کے جتنے گائے بیل اور بھیڑ بکریوں کے گلے ملے سب کو ہنکا لائے۔ اور مال غنیمت میں داخل کر دیا۔

جوار حلب میں عربوں کا بسنا۔

ابوعبیدہ جب حلب کے قریب ایک آبادی میں پہونچے جو حلب ہی کے علاقے میں شمار

[۱] رہا سے مراد غالباً موجودہ نقشہ کا شہر ریہا ہے۔ جو حلب اور انطاکیہ کے درمیان جنوب میں ہٹا ہوا واقع ہے۔

فتح حلب۔

کی جاتی تھی تو بعض غیر مسلم قبائل عرب کو جمع کر کے وہاں آباد کیا۔ اور ان پر جزیہ مقرر کیا۔ مگر چند روز میں وہ سب مسلمان ہو گئے۔ اور جزیہ موقوف ہوا۔ اب وہ خاص حلب پر پہونچے۔ عیاض بن غنم مقدمۃ الجیش کے سردار تھے۔ ان کا نشان دیکھتے ہی شہر والوں نے پھاٹک بند کر لیے۔ لڑنے پر آمادہ ہوئے اور مسلمانوں نے بڑھ کے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ حلب والے چند ہی روز میں عاجز آ گئے۔ اور اطاعت و صلح کی درخواست پیش کر کے خواہش کی کہ ہمیں۔ ہماری اولاد کو۔ ہمارے شہر کو۔ ہمارے کنیسوں کو۔ اور ہمارے قلعہ کو امان دی جائے۔ یہ درخواست اتنی شرط کے اضافے کے ساتھ قبول کی گئی کہ مسجد کی تعمیر کے لیے تھوڑی زمین ان سے لی جائے گی۔ یہ صلح عیاض نے کی۔ اور ابو عبیدہ نے اس کی منظوری دی۔

بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ حلب والے مسلمانوں کے پہونچنے کے پہلے بھاگ کے انطاکیہ چلے گئے تھے۔ لہذا حلب میں کسی کا سامنا نہیں ہوا۔ بلکہ اہل شہر نے انطاکیہ میں سے مراسلت کر کے صلح کی شرطیں طے کیں۔ اور جب صلح مکمل ہو گئی تو واپس آ کے اپنے گھروں میں آباد ہوئے۔

انطاکیہ پر حملہ۔

حلب سے ابو عبیدہ نے انطاکیہ کا رُخ کیا۔ یہ شام کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جو ساحل بحر روم کے قریب ایک دریا کے کنارے آباد ہے۔ ان دنوں یہ دولت روم کا سب سے بڑا مستقر تھا۔ اور انقلابات دین مسیحی کی تاریخ میں ہمیشہ حصہ لیتا رہا تھا۔ مسلمانوں کے اندیشے سے گرد و جوار کی تمام آبادیوں اور بہت سے بلاد بعیدہ کے لوگوں نے بھاگ بھاگ کے اس میں پناہ لی تھی۔ اور آدمیوں کی کثرت سے شہر میں تِل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ لشکر اسلام قریب پہونچا تو انطاکیہ کے ایک لشکر نے بڑھ کے ان کو روکنا چاہا۔ مگر پہلی ہی لڑائی میں شکست کھائی۔ بھاگ کر شہر کی چار دیواری میں پناہ لی۔ ابو عبیدہ نے اُن کے تعاقب ہی کے سلسلے میں بڑھ کے محاصرہ کر لیا۔ آخر مجبور و نا اُمید ہو کر اہل شہر نے صلح کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی۔ بعض لوگ گھر بار چھوڑ کے جلا وطن ہو گئے۔

محاصرہ اور قبضہ۔

جو باقی رہے انھوں نے جزیہ دینے کا اقرار کر کے سر اطاعت جھکا دیا۔ مگر ابو عبیدہ جیسے ہی اتب صلح مکمل کر کے واپس آئے اہل شہر نے بغاوت کر دی۔ عیاض بن غنم اور حبیب بن مسلمہ نے جا کے شہر کو دوبارہ فتح کیا اور انھیں پہلی شرطوں پر صلح ہو گئی۔

اہل عرب خصوصاً مسلمانوں میں انطاکیہ کی عظمت کی بڑی شہرت تھی۔ اس کا فتح ہونا اہلی ترین کامیابی سمجھا گیا۔ اور حضرت عمرؓ نے ابو عبیدہ کو لکھا کہ انطاکیہ میں مسلمانوں کے ایک گروہ کو آباد کر دو۔ اور ان کے لیے جاگیریں۔ اور رقوم انعام مقرر کر دو۔

اس میں مسلمان آبادی۔

رومیوں کو ایک اور شکست

اس اثنا میں ابو عبیدہ نے سنا کہ معرۃ مصرین عہ اور حلب کے درمیان ایک بڑا رومی لشکر آگیا ہے۔ فوراً کوچ کر کے وہاں جا پہونچے۔ اور اس لشکر کو ایسی فاش شکست دی کہ کئی زبردست رومی سردار مارے گئے۔ بہت سے رومی اسیر کر لیے گئے۔ بہ کثرت مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اور مسلمانوں نے بڑھ کے شہر معرۃ مصرین پر حسب شرائط صلح قبضہ کر لیا۔ یہاں سے سواران عرب نے متواتر تاختیں کر کے بوقا۔ جومہ۔ سرمین اور تیزین نام گاؤں پر قبضہ کیا۔ اور سارے علاقہ ہائے قنسرین و انطاکیہ مسلمانوں کے زیر فرمان ہو گئے۔

دیگر بلاد پر قبضہ

اتنے میں خبر آئی کہ اہل حلب نے بغاوت کی۔ ابو عبیدہ فوراً باغیوں کے سر پر جا پہونچے محاصرہ کر لیا اور جب تک اہل شہر کو مطیع کر کے پھاٹک نہ کھلوا لیے نہ ہٹے۔

قورس پر قبضہ

اب ابو عبیدہ نے شہر قورس کی طرف کوچ کیا جو حلب کے شمال میں سرزمین مشرقی روم میں تھا۔ مقدمۃ الجیش کے سردار عیاض تھے۔ اُن کو شہر کے قریب ایک مسیحی راہب ملا جس نے اہل شہر کی طرف سے صلح کی درخواست پیش کی۔ عیاض نے اس کو ابو عبیدہ کے پاس بھیج دیا۔ اور انھوں نے جن شرطوں پر اہل انطاکیہ سے صلح کی تھی اس سے بھی صلح کر لی۔ صلح ہو جانے کے بعد ابو عبیدہ نے اپنے لشکر کو تقسیم کر کے علاقہ قورس میں پھیلا دیا۔ اور تھوڑے ہی زمانے میں سارے علاقہ قورس پر قابض و متصرف ہو گئے۔ اسی سلسلہ میں شہر تل عزاز بھی فتح ہوا۔ جو قورس کے قریب جنوب مشرق میں واقع ہے۔ ابو عبیدہ کے لشکر میں ایک بزرگ تھے سلمان بن ربیعہ الباہلی انھوں نے قلعہ قورس میں سکونت اختیار کی۔ اور اسی وجہ سے عربوں میں وہ شہر "قورس سلمان" مشہور ہو گیا۔

فتح تل عزاز

قورس سلمان

فتح منبج و دلوک و رعبان

اب ابو عبیدہ نے مشرق کا رخ کیا اور منبج کی طرف چلے جو دریائے فرات کے قریب واقع ہے۔ وہاں کے لوگوں نے بھی انطاکیہ کی شرطوں پر صلح کر لی۔ عیاض فوج لے کر بلاد دلوک اور رعبان کی طرف گئے۔ اور اُن لوگوں نے بھی انھیں شرطوں پر اطاعت قبول کر لی۔ مگر چونکہ یہ مقام ایران و روم کی گذرگاہ پر تھا اس لیے اُن لوگوں سے صلح میں یہ بھی شرط کی گئی کہ مسلمانوں کو رومیوں کی نقل و حرکت کی خبر پہونچاتے رہیں۔

عہ ملک شام میں معرہ نام کے دو شہر ہیں۔ ایک دمشق کے قریب تقریباً ۹۰ میل شمال و مشرق میں واقع ہے اور یہی معرۃ النعمان کہلاتا ہے۔ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ دوسرا معرہ دمشق سے تقریباً ڈیڑھ سو میل شمال میں واقع ہے۔ غالباً اہل عرب اس کو امتیاز کے لیے معرۃ مصرین کہتے تھے۔

مسلمانوں کی دھاک۔

ان فتحوں سے مسلمانوں کی اسقدر دھاک بیٹھ گئی تھی کہ اب کسی کو لڑنے اور مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ جس شہر کے سامنے لشکر اسلام پہونچتا اہل شہر فوراً حاضر ہوگئے اظہار اطاعت کرتے اور جو شرطیں پیش کی جاتیں ان کو بلا عذر قبول کر لیتے۔ ابو عبیدہ نے یہ انتظام کیا کہ جتنے علاقے علم اسلام کے سایے میں آچکے تھے۔ ان میں حفاظت کے لیے تھوڑی تھوڑی فوج چھوڑ دی اور جن شہروں میں دشمنوں کی طرف سے زیادہ خطرہ نظر آیا ان کو خوب مضبوط کر دیا۔

فوجی انتظام

اب ابو عبیدہ خود شہر نابلس کی طرف بڑھے۔ اور حبیب بن مسلمہ کو قاصرین پر بھیجا۔

فتح قاصرین وغیرہ

قاصرین والوں میں سے بعض نے جلاوطنی کا اظہار کر کے۔ اور بعض نے جزیہ قبول کر کے صلح کر لی۔ جو لوگ جلاوطن ہوئے ان میں سے کچھ بلاد روم میں۔ کچھ علاقہ الجزیرہ میں چلے گئے۔ جزیرہ جانیوالے قریہ جسر منبج[ع] کی طرف گئے۔ اور مسلمان دریائے فرات کے مغرب جانب اس کے کنارے تک قابض ہو گئے۔

اس موقع پر اتنا اور بیان کر دینے کی ضرورت ہے کہ جب ابو عبیدہ یزید بن ابی سفیان کو والی دمشق مقرر کر کے روانہ ہو گئے تو یزید نے لشکر لے کے ساحلی شہروں کی طرف کوچ کیا تاکہ سمندر کے کنارے کنارے جو شہر ملک شام کے بندرگاہیں اُن کو اپنے قبضے میں کر لیں۔ اس جہاد میں اُن کی فوج مقدمۃ الجیش کے سردار ان کے بھائی معاویہ تھے۔ انھوں نے چند ہی روز میں بلاد صیدا۔ عرقہ جبیل اور بیروت کو باسانی فتح کر لیا۔ عرقہ کو معاویہ نے تنہا اپنی قوت بازو سے فتح کیا۔ یزید نے ان شہروں میں سے بہت سے لوگوں کو جلاوطن کر کے دوسرے شہروں میں بسایا۔ اور امن وامان قائم کیا۔ مگر آخر عہد فاروقی میں ان میں سے بعض ساحلی شہروں کو رومیوں نے پھر چھین لیا تھا۔ جنھیں کہ اوائل عہد عثمانی میں معاویہ نے دوبارہ اپنے قبضے میں کیا۔

فتح بلاد ساحل

اب چونکہ پورا ملک شام فتح ہو چکا تھا۔ اس لیے حضرت ابو عبیدہ جنوب کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر حبیب بن مسلمہ نے انطاکیہ سے نکل کے کوہ لکام میں جرجرومہ نام ایک شہر پر حملہ کیا۔ جرجرومہ

فتح جرجرومہ

ع یہ منبج کے قریب فرات کے کنارے تھا کوئی گاؤں تھا۔ اور کہتے ہیں کہ پل وہاں حضرت عثمان کے زمانے میں تعمیر ہوا۔ اسوقت تک پل نہ تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ گو پل نہ تھا مگر کسی قدیم منہدم پل کے آثار ان دنوں بھی موجود تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں رومیوں نے پل بنایا تھا جو مسلمانوں کی فتح کے وقت نہیں باقی رہا تھا۔ اور غالباً یہی کا اتنا بڑا سب سے بڑا گھاٹ تھا جس سے الجزیرہ و روم میں آمد و رفت رہتی۔

دراصل ایک قوم کا نام تھا جو کوہ لکام پر ایک شہر میں رہتی تھی۔ ان کا شہر بلاد بیاس اور بوقا کے درمیان پھٹکری کی کان کے پاس واقع تھا۔ رومیوں کے عہد میں وہ لوگ حاکم انطاکیہ کے ماتحت تھے۔ جب مسلمانوں نے انطاکیہ پر قبضہ کر لیا تو انھوں نے اپنے آپ کو رومیوں سے وابستہ رکھنا چاہا مگر مسلمانوں نے ان کی طرف توجہ نہ کی۔ مگر جب اہل انطاکیہ نے بغاوت کی اور شہر دوبارہ فتح کیا گیا۔ اور حبیب بن مسلمہ اس کے والی قرار پائے تو انھوں نے ان لوگوں پر فوج کشی کی انھوں نے مقابلہ نہیں کیا بلکہ خوشی سے اطاعت قبول کر لی۔ اور وعدہ کیا کہ مسلمانوں کے لڑائی میں معین و مددگار رہیں گے۔ اور پہاڑی ایک عربی لشکر گاہ کا کام دیتے رہیں گے۔ اس بنیاد پر ان کو جزیہ معاف کر دیا گیا اور یہ معاہدہ جب ان سے ہو گیا تو ان کے شہر کے دوکانداروں، تاجروں، اور ان کے ماتحت نبطیوں کے ساتھ بھی یہی رعایت کی گئی۔ اور جن لوگوں سے ان کی پیروی میں یہ معاہدہ ہوا وہ "ردیف" کہلاتے یعنی ان کا ضمیمہ تصور کیے جاتے۔ اور ان سے علاوہ جزیے کے اس اقرار پر صلح ہوئی کہ ہمیشہ مسلمانوں کے دوست اور مدد و معاون رہیں گے۔

فتوح شمالی انطاکیہ

فتح بغراس

پھر اسی سال حضرت ابو عبیدہ نے میسرہ بن مسروق عبسی کے زیر علم ایک فوج روانہ کی جس نے انطاکیہ کے شمال جانب ساحلی علاقے کو زیر و زبر کرنا شروع کیا۔ میسرہ شہر بغراس پر پہونچے۔ اور ایک رومی لشکر سے مقابلہ ہوا جس میں قبائل بنی غسان۔ بنی تنوخ اور بنی ایاد کے بہت سے لوگ شامل تھے۔ یہ لوگ شام سے نکل کے چلے تھے کہ ہرقل کے پاس جائیں۔ اور اس کے دامن میں جا پہونچے میسرہ نے گھیر کے انھیں شکست دے دی۔ اور بہتوں کو قتل و اسیر کیا۔ پھر اس کے بعد مالک اشتر نخعی جا پہونچے جن کو حضرت ابو عبیدہ نے انطاکیہ سے میسرہ کی کمک پر بھیجا تھا۔ بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ اس علاقے میں سب کے پہلے عمیر بن سعد انصاری گئے جبکہ وہ جبلہ بن ایہم کے معاملے میں بھیجے گئے تھے۔ اور ابو الخطاب ازدی کا بیان یہ ہے کہ خود ابو عبیدہ نے اس علاقے پر حملہ کیا۔ اور قیصیہ و طرسوس میں گئے۔ اور ان مقامات کے اور ان اطراف کے قلعوں کے لوگوں کو جلاوطن کر دیا۔ اور جہاد کرتے ہوئے شہر زعمہ تک پہونچ گئے۔

فتح مرعش

ابو عبیدہ نے ایک دوسرا لشکر حضرت خالد کے زیر علم مرعش پر بھیجا۔ خالد نے پہونچکر

عــه فتوح البلدان صفحہ ۱۱۶

عــه فتوح البلدان صفحہ ۱۷۱

اُس شہر کو فتح کر لیا۔ وہاں کے لوگ چونکہ لڑے تھے۔ اس لیے اُن کو اس شرط پر امان دی کہ شہر چھوڑ کے چلے جائیں۔ اور ان کے جانے کے بعد شہر مسمار کر دیا گیا۔

فتح حصن حدث

حضرت امین الامۃ ابو عبیدہ نے ایک اور لشکر حبیب بن مسلمہ کی ماتحتی میں حصن حدث کی طرف بھیجا۔ حدث نو عمر آدمی کو کہتے ہیں۔ اس شہر کا نام حدث اس لیے پڑ گیا کہ یہاں ایک نوجوان شخص شہر والوں کا سردار بن کر مسلمانوں سے نہایت دلیری کے ساتھ لڑا تھا۔ اُس کے کارناموں کی قدر شناسی میں مسلمان اُس کو حصن حدث اور درب حدث کہنے لگے۔ اور خلفائے بنی اُمیہ کے عہد میں لوگ اس مقام کو دار السلامہ کہا کرتے تھے۔

مجاہدین شام کی رفتار۔

فتوح شام میں مسلمانوں کی رفتار کو اگر نقشہ سامنے رکھ کے دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ شہر بصریٰ کے بعد وہ لوگ بحر لوط (ڈڈسی) کے مشرقی پہلو سے شمال کی طرف بڑھتے چلے گئے ہیں۔ اور اسی طرف سے ان دنوں قافلوں کے جانے کا سیدھا راستہ تھا۔ ملک فلسطین جو بحر لوط کے مغرب جانب اُس کے اور سمندر کے درمیان میں واقع ہے اس کی طرف ابتداءً انھوں نے پوری توجہ نہیں کی۔ عمرو بن عاص ادھر گئے ہوئے تھے اور غزہ وغیرہ کے ایسے دو ایک شہر لے بھی لیے تھے۔ مگر یرموک کی لڑائی نے ان کا خیال بھی اُدھر سے ہٹا دیا۔ اور وہ مقامات پھر رومیوں کے تصرف میں ہو گئے۔ یہی باعث تھا کہ بیت المقدس۔ یافا۔ اور قیساریہ وغیرہ گو کہ سرحد عرب سے قریب تھے۔ ابتداءً مسلمانوں کے ہاتھ سے بالکل بچے رہے۔

اسی باعث بحر لوط کے شمال میں وادی یردن کے مشرق جانب یرموک کی لڑائی ہوئی۔ پھر وہ دمشق پر پہونچ گئے۔ اور ملک شام میں چاروں طرف پھیل کے انھوں نے حلب۔ حماۃ۔ حمص۔ بعلبک۔ اور انطاکیہ وغیرہ تمام مشہور شہر اپنے قبضے میں کر لیے۔ جب پورا ملک شام فتح ہو گیا تو انھوں نے ایشیائے کوچک کے رومی صوبوں میں گھسنا مناسب نہ جانا۔ اور آگے کی رفتار روک کے جنوب کی طرف پلٹے۔ اور اس بات کی کوشش کرنے لگے کہ ارض فلسطین کو اپنے قبضے میں کر لیں۔

ارض فلسطین پر حملہ۔

چنانچہ جب ابو عبیدہ شمالی بلاد شام سے حمص میں واپس آئے تو عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ نے بحر طبریہ کے جنوب میں شہر بیسان پر پڑاؤ ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقے کے

ھ فتوح البلدان صفحہ ۱۴۵

لوگوں نے بغاوت کردی تھی جس کا باعث یہ ہوا کہ غالباً بحری راستے سے بہت بڑا رومی لشکر ارض فلسطین میں پہونچ گیا۔ جو بیسان۔ اجنادین۔ قیساریہ اور غزہ میں پھیل گیا۔ گویا دولتِ روم نے کوشش کی کہ ارض یہودا کو جو مسیحیوں کا مذہبی مرکز تھی۔ عربوں کے ہاتھ میں جانے سے بچالیں۔ اور کیا عجب کہ یہی سنکر سپہ سالاران خلافت بجائے بلادِ روم کی طرف بڑھنے کے الٹے واپس آئے ہوں۔

انتظامات فاروقی

اس کی اطلاع ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو کی۔ جناب خلافت مآب نے مدینے سے بیٹھے ہی بیٹھے اس کا یہ تدارک کیا کہ ایک خط عمرو بن عاصؓ کو لکھا کہ فوراً علاقہ اُردن کے بلاد اجنادین و بیسان میں جا کر اَرطبون سے مقابلہ کرو۔ جو وہاں زبردست رومی لشکر کے ساتھ آیا ہے۔ دوسرا خط علقمہؓ بن مجزز کے نام لکھا کہ تم فوراً شہر غزہ پر جا کے حملہ آور رومی سردار قیقار سے مقابلہ کرو۔ تیسرا خط یزیدؓ بن ابی سفیان کو لکھا کہ تم اپنے بھائی معاویہؓ کو پوری قوت کے ساتھ روانہ کرو کہ شہر قیساریہ پر جا کے قبضہ کریں۔ پھر خود معاویہ کو بھی براہ راست تحریر فرمایا کہ "میں تم کو قیساریہ کا والی مقرر کرتا ہوں۔ خدا کی مدد پر بھروسہ کر کے جاؤ۔ سپہ سالار روم میخائیل کو شکست دے کر اس شہر کو قلمرو اسلام میں داخل کرو اور اکثر یہ کلمات وردِ زبان رکھو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اللہ ربنا و ثقتنا و رجاؤنا و مولانا نعم المولیٰ و نعم النصیر۔ یعنی بجز خدا کے کسی میں کچھ طاقت و قوت نہیں۔ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے! اللہ ہی پر ہمیں بھروسہ ہے وہی ہماری امیدگاہ و ہی ہمارا مالک ہے۔ کیا اچھا مالک اور کیا اچھا مددگار ہے۔ الغرض اس حکم کے مطابق تینوں لشکر روانہ ہو گئے۔

فتح قیساریہ

معاویہ قیساریہ پر پہونچے۔ رومیوں نے باہر آ کے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کے شہر میں بھاگ گئے اور معاویہ نے محاصرہ کر لیا۔ اب وہ لوگ بار بار نکل کے مقابلہ کرتے اور معاویہ ہر مرتبہ شکست دے کے اُن کو شہر کے اندر کر دیتے۔ معاویہ کا دوران جنگ میں یہ طرز عمل تھا کہ جتنے دشمن اسیر ہو کے آتے اُن کو بحفاظت قید رکھتے اور کہتے میخائیل ہمارے قیدیوں کے ساتھ جیسا سلوک کریگا ویسا ہی سلوک میں ان کے ساتھ کروں گا۔ آخر ایک دن وہ لوگ جان پر کھیل کے اور کفن باندھ کے آئے اور نہایت جوش سے لڑے مگر استقلال و پامردی کا انجام یہ ہوا کہ اس لڑائی میں ان کے اسّی ہزار آدمی مارے گئے۔ اور اس کے بعد جب شکست کھا کے بھاگے تو تعاقب میں ایک لاکھ مقتولین کا تکملہ ہو گیا۔ یہ خاتمے کی لڑائی تھی جس کے بعد معاویہ قیساریہ پر قابض ہو گئے۔ اور فتح کی خوشخبری خمس غنیمت کے ساتھ دارالخلافت میں بھیجی۔ علامۂ بلاذری اس کی فتح کا باعث یہ بتاتے ہیں کہ یوسف نام شہر کا ایک یہودی رات کو چھپ کے مسلمانوں میں آیا اور اپنے اہل و عیال کے لیے امان مانگی۔ اور

اس کے معاوضے میں اُس نے ایک سُرنگ کے راستے سے جس میں کمر کمر پانی تھا مسلمانوں کو شہر کے اندر پہونچا دیا۔ اندر داخل ہوتے ہی مسلمانوں نے تکبیر کے نعرے مارے۔ رومیوں نے اسی سُرنگ سے بھاگنا چاہا مگر اس پر مسلمان قابض تھے جنھوں نے پھاٹک کھول لیے اور سارا لشکر اسلام اندر گھس پڑا۔ قیساریہ سات سال کے محاصرے کے بعد شوال ۱۹ھ میں فتح ہوا۔ محاصرے کے طول کھینچنے کے باعث معویہ کو فتح سے یاس ہو گئی تھی۔ عمرو بن عاص اور اُن کے فرزند اُن سے پہلے محاصرہ کر کے ناکام رہ چکے تھے۔ اس کی آبادی سات لاکھ تھی جن میں تیس ہزار مذہب سامرہ کے پیرو اور دو لاکھ یہودی تھے۔ اس کے اندر تین سو بازار تھے اور سب آباد تھے۔ اس کی شہر پناہ پر رات بھر ایک لاکھ پہرہ گشت لگاتے رہتے تھے۔[۵] فتح قیساریہ کا مژدہ سن کر امیر المومنین عمرؓ اور تمام مسلمانان مدینہ بہت خوش ہوئے اس لیے کہ یہ سب سے بڑا ساحلی شہر اور رومیوں کا مرکز تھا۔

علقمہ بن مجزز نے غزہ پر پہونچ کے قیقار کو محصور کر لیا۔ اثنائے محاصرہ میں باہم صلح کے بارے میں نامہ و پیام ہونے لگا۔ علقمہ نے اپنے کئی ایلچی بھیجے مگر کسی سے کام نہ نکلا۔ آخر خود ایلچی بن کر غزہ میں گئے مگر قیقار سمجھ گیا کہ خود سپہ سالار عرب سفیر بن کے آیا ہے۔ فوراً ایک سپاہی کو بلا کے کان میں کہا "تم راستے میں جا کے کھڑے ہو جاؤ اور جیسے ہی یہ مسلمان سفیر تمہارے پاس سے گذرے اس کو قتل کر ڈالنا"۔ وہ شخص تعمیل کے لیے واپس گیا مگر علقمہ بھی دل میں کھٹک گئے اور دو چار باتوں کے بعد اُس کی شرطیں سُن کے کہنے لگے "میرے ساتھ کئی صاحب رائے معزز لوگ ہیں۔ بغیر اُن سے مشورہ کیے میں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں اُن کو بھی اپنے ساتھ یہاں لے آؤں۔ اور سب کی موجودگی میں تصفیہ ہو جائے"۔ قیقار نے کہا "ہاں ہاں یہی مناسب ہے"۔ اب علقمہ چلے تو اُس نے فوراً ایک شخص کو دوڑایا کہ اس شخص کو جو راہ میں کھڑا ہے منع کر دو کہ ابھی اس پر حملہ نہ کرے جب یہ اپنے رفیقوں کو لے آئیگا تو ہم ایک ساتھ سب کا فیصلہ کر دیں گے۔ یوں علقمہ اس کے شر سے بچ کے نکل آئے اور جب وہ دوبارہ نہ گئے تو قیقار سمجھا کہ میں خود فریب میں آ گیا۔

ادھر عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ نے بیسان کو فتح کر لیا۔ اور علاقہ اُردن کے لوگوں سے صلح کر کے ابو الاعور کو اپنا نائب بنا کے وہاں چھوڑا اور خود دونوں ارطبون کے مقابلے پر روانہ ہوئے جس نے اجنادین میں زبردست لشکر جمع کیا تھا۔ یہ رومی سردار بڑا چالاک

غزہ پر حملہ۔

قیقار کی دغا بازی۔

علقمہ کا اس کے فریب سے بچنا۔

عمرو بن عاص اور ارطبون۔

[۵] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۱۴۸

مکار اور خوفناک شخص تھا۔ اس نے ایک عظیم الشان لشکر رملہ میں ٹھہرایا اور دوسرا کثیر التعداد لشکر خاص ایلیاؔ یعنی بیت المقدس میں قائم کیا۔ اور خود اجنادین میں مقابلے کے لئے تیار تھا۔ حضرت فاروق اعظم کو یہ حالات معلوم ہوئے تو فرمایا کہ "ہم نے ارطبون روم کے مقابلے پر ارطبون عرب کو بھیجا ہے۔ دیکھیں کیا سیر ہوتی ہے"۔ ارطبون عرب سے مراد عمرو بن عاص تھے۔ اور اُن کے کارنامے بتا رہے ہیں کہ ان کی چالاکیوں کے مقابلے میں ارطبون کوئی چیز نہ تھا۔

چنانچہ اس معرکہ میں انھوں نے یہ کارروائی کی کہ ایک طرف تو معاویہ نے اہل قیساریہ کو اپنی طرف مصروف کر کے اس قابل نہ رکھا کہ ارطبون کی کچھ مدد کریں۔ دوسری طرف انھوں نے ابو ایوب مالکی کو تھوڑے لشکر کے ساتھ اہل رملہ کے مقابلے پر روانہ کر دیا جنھوں نے جا کے وہاں کے رومی لشکر کو اپنی طرف پھنسا لیا۔ تیسری طرف عمرو نے علقمہ بن حکیم خراجی اور مسروق علی کو تھوڑی قوت سے خود ایلیا پر بھیجدیا جنھوں نے وہاں لڑائی چھیڑ کے اُس لشکر کو اس قابل نہ رکھا کہ ارطبون کو مدد پہونچائے۔

مگر باوجود اس کے کہ حضرت عمرؓ کے پاس سے عمرو بن عاص کو برابر کمک پہونچتی رہتی تھی۔ اجنادین میں ارطبون پر اُن کا کچھ زور نہ چلتا تھا۔ اور نہ نامہ وپیام سے کچھ فیصلہ ہوتا تھا۔ آخر علقمہ بن مجزز کی طرح عمرو بن عاص بھی خود ایلچی بن کر ارطبون کے پاس پہونچے۔ اُن کی صورت دیکھ کر وہ پہچان گیا کہ یقیناً یہی شخص مسلمانوں کا سپہ سالار ہے۔ اور قیقار کی طرح بندوبست کیا کہ یہ زندہ واپس نہ جائیں۔ عمرو بھی اُس کے چشم وابرو سے اس کارروائی کو سمجھ گئے۔ اور وہی فقرہ جو علقمہ نے قیقار کو دیا تھا عمرو ارطبون کو دے کے چلے آئے۔ اور اُس کے شر سے محفوظ رہے۔

آخر کار اجنادین کے میدان میں عمرو اور ارطبون کے لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ یہ لڑائی بھی اس قدر سخت تھی کہ مسلمانوں کو یرموک کا قیامت خیز واقعہ یاد آگیا۔ مگر رومیوں نے جتنا استقلال دکھایا تھا اتنے ہی زیادہ اُن کے سپاہی مارے گئے۔ آخر میدان چھوڑ کے بھاگے۔ ارطبون نے جب دیکھا کہ میدان ہاتھ سے جاتا رہا تو جتنے منفرورین مل سکے اُن کو لے کر بیت المقدس میں بھاگ گیا جو مختصر لشکر اسلام بیت المقدس کا محاصرہ کیے پڑا تھا اُس پر اندر باہر دونوں طرف سے ایسا سخت

عمرو بن عاص کی کامدرانی شیائیاں

ابن عاص کا فریب سے بچنا۔

دوسری جنگ اجنادین اور فتح۔

ارطبون بیت المقدس میں

۵ بیت المقدس کا پرانا اسرائیلی نام تو اورشلیم تھا۔ رومیوں نے قبضہ کرنے کے بعد اس کا نام ایلیا کیپی ٹولینا قرار دیا تھا۔ پھر جب مسلمانوں کا زمانہ آیا تو وہ اُس کو بیت المقدس یا قدس کہنے لگے مگر ان دنوں اس کا مشہور اور زبان زد خلق نام ایلیا تھا۔

دبا؟ پڑا کہ وہ لوگ شکست کھا کے اجنادین میں چلے آئے۔ اور مغرور ارطبون کے پڑاؤ اور رومیوں کے خیموں میں عمرو بن عاص سے مل کر سرگزشت بیان کی۔

اب ارطبون نے تو بیت المقدس میں ٹھہر کر وہاں کی قلعہ بندیوں کو مضبوط کرنا شروع کیا اور کوشش کی کہ جہاں تک بنے اس محترم تاریخی شہر کو مسلمانوں کے قبضے میں نہ جانے دے۔ اور عمرو بن عاص نے کوشش شروع کی کہ ساری سرزمین فلسطین اور اُس کے تمام شہروں کو اپنے قبضے میں کر لیں۔ اور جب کوئی شہر اور بستی رومیوں کے زیر تصرف نہ باقی رہے تب بیت المقدس پر حملہ کریں۔ چنانچہ انھوں نے پہلے تو علقمہ بن مجزز کی مدد کر کے شہر غزہ کو فتح کیا پھر ایک دوسرے شہر شبسطیہ پر قابض ہوئے۔ جس میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا مزار ہے۔ پھر نابلس پر پہونچے۔ اور وہاں کے لوگوں سے جزیے کے اقرار پر صلح کر لی۔ اس کے بعد بڑا نے شہر لُد کو فتح کیا پھر بلاد تبنی، عمواس، بیت جبرین اور یافا کو اپنے تحت تصرف میں لائے۔ یافا کی نسبت بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کو جناب معویہ نے فتح کیا تھا اس کے بعد عمرو نے بڑھ کر مرج عیون پر قبضہ کیا۔ غرض سارے فلسطین میں کسی شہر کو اپنے قلمرو سے باہر نہ رہنے دیا۔

ابن عاص کا عام شہروں پر حملہ

فتح غزہ اور عام فتحیں

ان شہروں کی فتح کا سلسلہ شروع کرتے وقت عمرو بن عاص نے ایک ایسے شخص کو جو رومی زبان بخوبی سمجھ سکتا تھا اپنا ایلچی قرار دیا۔ ایک خط دے کر ارطبون کے پاس بیت المقدس میں بھیجا۔ اس سے تاکید کر دی کہ خبردار رومیوں کو نہ معلوم ہونے پائے کہ تم رومی زبان جانتے ہو۔ اور جس وقت ارطبون آزادی کے ساتھ اپنے مشیروں سے گفتگو کرے۔ تو وہ اور اس کے مشیر جو کچھ کہیں اُس کو خیال کر کے یاد کر لینا۔ اور واپس آ کے مجھ سے بجنسہ بیان کر دینا۔

اسلام کا ایلچی بیت المقدس میں۔

یہ شخص گیا تو اُس کے سامنے ہی ارطبون نے اپنے مشیروں سے کہا "اجنادین میں کامیاب ہو جانا اور بات ہے۔ مگر یہ غیر ممکن ہے کہ عمرو بن عاص ساری ارض فلسطین اور بیت المقدس پر قبضہ کر سکے"۔ سب نے پوچھا "یہ آپ کس اطمینان پر فرماتے ہیں؟" اُس نے کہا "بیت المقدس کا فاتح اس وضع قطع اور اس حلیے کا شخص ہو سکتا ہے"۔ یہ کہہ کے ایک خاص حلیہ بیان کیا جس کو ایلچی نے یاد کر لیا۔ اسکے بعد ارطبون کہنے لگا "اور میں نے خوب غور سے دیکھ لیا کہ عمرو بن عاص کا یہ حلیہ نہیں ہے"۔ یہ کہکر اُس نے ایلچی کو لاپروائی کا جواب دے کے واپس کر دیا۔ ایلچی نے عمرو بن عاص کے پاس آکر وہ حلیہ بیان کیا تو انھوں نے کہا "یہ تو خاص عمر بن خطابؓ کی وضع اور اُن کا حلیہ ہے۔ اُسی وقت بارگاہ خلافت میں خط بھیجا جس کی عبارت یہ تھی "میں سخت دشمن کا تدارک کر رہا ہوں۔ اور ایسے

فقط عمر فاروق سے بیت المقدس فتح ہوگا۔

بارگاہ خلافت سے مراسلت۔

شہروں میں ہوں جو خاص آپ کے لئے ودیعت رکھے گئے ہیں۔ لہٰذا جو آپ کی رائے ہو اُس پر عمل فرمائیے۔ حضرت عمرؓ نے یہ خط پڑھ کے خیال کیا کہ عمرو بن عاص نے یہ الفاظ بے وجہ نہیں لکھے ہیں چنانچہ اُسی وقت کوچ کا سامان کر دیا۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ اہلِ شہر مسلمانوں کی اطاعت پر آمادہ ہو گئے تھے۔ مگر اَرطبون نہ مانتا تھا اور کہتا تھا کہ فاتح ارضِ مقدس عمرو بن عاص نہیں کوئی اور شخص ہے۔ اس وجہ سے اہلِ شہر نے ابوعبیدہ سے خواہش کی کہ خود حضرت عمرؓ تشریف لاکر صلح کریں بعض کا بیان ہے کہ ابوعبیدہ نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے لوگوں نے انھیں شرطوں پر جو اور بلادِ شام والوں سے ہو چکی تھیں۔ صلح کی درخواست کی۔ مگر اس میں اتنی شرط اور بڑھائی کہ چونکہ یہ انبیا کا مرکز اور مقدس و محترم شہر ہے لہٰذا خود خلیفۂ رسول حضرت عمرؓ آئے تکمیل صلح کریں۔ اس زمانے میں ارضِ فلسطین کی مہم کی سختیاں دیکھ کر ابوعبیدہ بن الجراح اور دیگر سردارانِ اسلام بھی اسی علاقے میں آ گئے تھے۔ لہٰذا اگرچہ اس مہم کے اصلی چھیڑنے والے عمرو بن عاص تھے مگر ابوعبیدہ وغیرہ بھی یہاں موجود تھے۔

رسولوں کے شہر کو خلیفۂ رسولؐ فتح کرے

بہر حال حضرت عمرؓ نے اپنی جگہ حضرت علی کو چھوڑا اور چل کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا امیر المومنین آپ بنفسِ نفیس کہاں تشریف لیے جاتے ہیں؟ کہا جہاد کا ارادہ ہے۔ عباس کے مرنے کے پہلے مجھے جہاد کر لینے دو۔ جس دن تم میں عباس نہ ہوں گے شر و فساد اُٹھ کھڑا ہو گا۔" اور واقعی یہی ہوا جناب عباسؓ نے خلافتِ عثمانی کے چھٹے سال سفرِ آخرت فرمایا۔ اور اسی سال سے نظمِ خلافت کا بگاڑ شروع ہوا۔

حضرت عمرؓ کی پیشین گوئی

حضرت عمرؓ نے مدینہ چھوڑ کر فلسطین کے شہر جابیہ کا راستہ لیا۔ مگر اس سفر کی شان دکھانے کے لیے ہمیں مولانا شبلی سے زیادہ فصیح اور پُراثر الفاظ نہیں مل سکتے جو تحریر فرماتے ہیں۔ "نقارہ و نوبت۔ خدم و حشم۔ لاؤ لشکر۔ ایک طرف معمولی خیمہ ڈیرہ تک نہ تھا سواری میں گھوڑا تھا۔ اور چند مہاجرین و انصار ساتھ تھے۔ تاہم جہاں یہ آواز پہونچی تھی کہ فاروق اعظم نے مدینے سے شام کا ارادہ کیا ہے زمین دہل جاتی تھی[1]"

آپ کا سفر شام

آپ کی شان۔

روانہ ہوتے وقت شام کے تمام سردارانِ مجاہدین کے نام حکم بھیجا کہ فلاں تاریخ مجھ سے جابیہ میں ملو۔" آپ جیسے ہی اس شہر میں پہونچے۔ پہلے یزید بن ابی سفیان۔ اور ابوعبیدہ ملے۔ پھر ان کے بعد

جابیہ میں ورود۔

---

[1] الکامل لابن الاثیر الجزری۔

خالد بن ولید کا سامنا ہوا تینوں سردار گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور دیبا و حریر کے چلتے پہنے ہوئے تھے۔ صورت دیکھتے ہی حضرت فاروقؓ گھوڑے سے اتر پڑے۔ زمین سے سنگ ریزے اٹھا اٹھا کے انھیں مارنے لگے۔ اور فرمایا "کتنی جلدی تم لوگ میرے مذاق کے خلاف ہو گئے! اس وضع میں مجھ سے ملنے آئے ہو؟ اور دو ہی برس میں اتنے دولتمند ہو گئے! خدا کی قسم اگر دو سو برس تک تمھارا یہی طرزِ عمل رہا تو خدا تم کو بدل کے تمھاری جگہ اوروں کو حکمراں کر دے گا۔" انھوں نے عرض کیا۔ امیر المومنین۔ ان چلتوں کے نیچے ہم زرہ وغیرہ پہنے ہوئے ہیں۔ یہ شانداری اس کی اور اسلحہ کی وجہ سے ہے۔" فرمایا "یہ ہے تو خیر مضائقہ نہیں"۔ اس کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کے جابیہ میں داخل ہوئے۔ مگر عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ نے بیت المقدس کا محاصرہ چھوڑ کے واپس آنا مناسب نہ جانا۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی اس کا کچھ خیال نہ کیا۔

ایک یہودی کا مشورہ۔

آپ جابیہ میں فروکش تھے کہ ایک یہودی نے بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کے عرض کیا۔ امیر المومنین۔ آپ جب تک ایلیا کو فتح نہ کر لیں واپس نہ تشریف لے جائیں۔" اور یہاں حالت یہ تھی کہ ایلیا کے لشکر روم نے عمرو بن عاص کو اور عمروؓ نے ان کا تھکا رکھا تھا۔ لڑائی کا کسی طرح فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ علیٰ ہٰذا القیاس رملہ پر بھی اس وقت تک مسلمانوں کا کچھ زور نہ چلا تھا۔

بیت المقدس کے نائبوں کا آنا۔

ایک دن حضرت عمر جابیہ میں تھے کہ یکایک بہ گرانِ اسلام نے چونکنے ہو کر ہتھیار سنبھالے۔ آپ نے پوچھا "کیا ہے؟" جواب ملا "آپ سامنے نہیں ملاحظہ فرماتے کہ دشمن سوار آ رہے ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں ہیں"۔ آپ نے ان کو غور سے دیکھا۔ اور ان کی حالت کا اندازہ کر کے فرمایا "گھبراؤ نہیں۔ یہ لوگ تم سے امان مانگ رہے ہیں"۔ اور یہی ہوا۔ انھوں نے قریب آ کے امان مانگی۔ اور اگر ملے تو معلوم ہوا کہ اہلِ ایلیا ہیں۔ اور ان کا مذہبی مقتدا ہے۔ حضرت فاروقؓ نے جزیہ کا اقرار کرا کے ان سے صلح کر لی۔ اور انھوں نے فوراً واپس جا کے شہر بیت المقدس کے پھاٹک کھول دیئے۔

اور اس پر قبضہ۔

اور وجہ یہ ہوئی کہ ارطبون حضرت عمرؓ کی آمد سنتے ہی بھاگ کر ملک مصر میں چلا گیا۔ اور اس کے جانے کے بعد اہل شہر نے اپنے مقتدا کو ساتھ لا کے صلح کر لی۔

رملہ بھی فتح ہو گیا۔

یہ صلح فقط ایلیا کی بابت نہ تھی۔ بلکہ رملہ بھی اس صلح میں شریک تھا۔ اس لیے کہ ارطبون کے بھاگ جانے کے بعد وہاں کے لشکر میں بھی لڑنے کا حوصلہ نہیں رہا تھا۔ حضرت فاروقؓ نے دونوں شہروں کے متعلق معاہدے کی تحریر دی۔ جس پر ان کے دیگر سردارانِ اسلام کے۔ اور اس یہودی کے بھی دستخط تھے جس نے مشورہ دیا تھا کہ آپ بغیر ایلیا کو فتح کیے نہ تشریف لیجائیں۔

فلسطین کا بند و بست

اب حضرت عمرؓ نے سارے علاقہ فلسطین کو دو علاقوں پر تقسیم فرما دیا۔ ایک کا والی علقمہ بن حکیم کو مقرر فرمایا۔ اور اس کا مرکز حکومت رملہ کو قرار دیا۔ دوسرے کا والی علقمہ بن مجزز کو مقرر کیا۔ اور اس کا مستقر ولایت خاص شہر بیت المقدس کو بنایا۔

حضرت عمرؓ بیت المقدس جاتے ہیں

ان انتظامات کے بعد عمرو بن عاص اور شرحبیل بن حسنہ نے جابیہ میں حاضر ہو کر حضرت عمرؓ کے زانو کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد تمام سرداروں کو ساتھ لے کر آپ نے بیت المقدس کی راہ لی۔ پہلے عربی گھوڑے پر سوار ہوئے وہ شوخیاں کرنے لگا تو اتر پڑے۔ اب ایک مضبوط ترکی گھوڑا پیش کیا گیا۔ اس پر بیٹھے تو وہ تنتاہوا چلا۔ اس پر سے بھی اتر پڑے۔ اور اس کے منہ پر ایک تھپڑ مار کے فرمایا "خدا جانے تجھے یہ غرور کس نے سکھا دیا؟" اور پاپیادہ بیت المقدس کی راہ لی۔

آپ کی سادی وضع

آپ کا سامان اور لباس بالکل معمولی تھا۔ سرداران اسلام کو دیکھ کر شرم آئی۔ عرض کیا "جب خدا نے دیا ہے تو ہم آپ کو اچھے ساز و سامان اور شان و شوکت سے کیوں نہ لے چلیں؟" یہ کہہ کر ایک ترکی خوبصورت گھوڑا اور پر تکلف کپڑوں کا جوڑا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا "خدا نے ہمیں جو عزت دی ہے وہ اسلام سے ہے۔ لہٰذا ہمارے لیے یہی شان اور یہی لباس موزوں ہے"۔ غرض اسی وضع سے بیت المقدس میں داخل ہوگئے۔

آپ کے ہمراہ مقتدائے نصاریٰ اسفرونیوس تھا جو ایک دمشقی پادری تھا۔ اور جلو میں چار ہزار مجاہدین اسلام تھے۔

مسجد اقصیٰ کی جستجو

شہر میں داخل ہوتے ہی آپ نے سفرونیوس سے پوچھا "مسجد اقصیٰ یعنی ہیکل سلیمانی کہاں ہے؟" اس نے حضرت مسیح کے فرضی مقبرے کنیسۃ القمامہ میں لیجا کر کھڑا کر دیا۔ اور کہا "یہی ہے" آپ نے فرمایا "غلط کہتے ہو"۔ اب ظہر کی نماز کا وقت آگیا تھا۔ سفرونیوس نے کہا کنیسے کی شہ نشین پر نماز پڑھ لیجیے۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ تب وہ آپ کو قسطنطین اعظم کے گرجے میں لے گیا۔ اور کہا "ہیکل سلیمانی یہی ہے"۔ حضرت عمرؓ نے اس کی بھی تکذیب کی۔ پھر اس گرجے کے پھاٹک کے

کنیسے کی سیڑھیوں پر نماز

باہر سیڑھیوں پر نماز پڑھی۔ اور فرمایا "میں نے کنیسے کے اندر اس لیے نماز نہیں پڑھی کہ ممکن ہے آئندہ زمانے میں مسلمان محض میرے نماز پڑھنے کو حجت قرار دے کے تمہارے کنیسے پر قبضہ کر لیں اور اس کو مسجد بنا لیں۔ چنانچہ قلم دوات کاغذ منگوا کے ایک تحریر لکھ دی کہ گو میں نے اس گرجے کی سیڑھیوں پر نماز پڑھی ہے مگر مسلمان کبھی اس کے مجاز نہ ہوں گے کہ اس کو مسجد بنائیں"۔

---

[۱] ابن اثیر۔ جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ و ۱۹۴

اب سفرونیوس آپ کو اس گرجے میں لے گیا جو صیہون پر بنا ہوا ہے اور اس کو مسجد اقصیٰ بتایا۔ مگر آپ نے بھی اس کو نہ مانا۔ تب وہ مسجد اقصیٰ کے اصلی کھنڈر پر لے گیا۔ اُس کے جس دروازے پر حضرت عمرؓ پہونچے۔ وہ اب باب محمدؐ کہلاتا ہے۔ یہ مسجد اندر باہر کوڑے اور لید سے پٹی ہوئی تھی۔ دروازے ہی پر لید کا اتنا بڑا انبار تھا کہ اوپر کی محراب سے جا لگا تھا۔ اور اُس سے گر گر کے لید سیڑھیوں اور سڑک پر پھیل گئی تھی۔ سفرونیوس بولا "اس میں تو جانوروں کی طرح ہاتھوں اور گھٹنوں سے چلیں تو جا سکیں گے"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "ہم ہاتھوں اور گھٹنوں ہی سے چلیں گے"۔

مسجد اقصیٰ کے کھنڈر اور ان کی حالت

غرض اسی طرح آپ سفرونیوس۔ اور سارے مسلمان اس کے اندر داخل ہوئے۔ اندر کے صحن کی یہ حالت تھی کہ مارے کوڑے اور لید کے کہیں پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی آخر ایک جگہ جہاں قدم جم سکے کھڑے ہو کر حضرت فاروقؓ نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا "خدا کی قسم یہی جگہ ہے جہاں سے رسول خدا صلعم آسمان پر گئے تھے"۔ پھر جھک کے اپنی آستینوں سے کوڑا ہٹانا شروع کیا۔ امیر المومنین کو جاروب کشی کرتے دیکھ کر سارے مسلمان اور خود سفرونیوس بھی جھک پڑے۔ دم بھر میں مسجد اقدس لید اور کوڑے سے پاک ہو گئی اور اگلی عمارت انبیا کی یادگار قدیم صخرہ برآمد ہوا۔ اب حضرت عمرؓ نے یہاں پرانے آثار پر ایک نہایت سادی مگر وسیع مسجد تعمیر کرائی۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ "جب مینہ کے تین چھینٹے پڑیں تو یہاں نماز پڑھنا"۔ اسی وجہ سے ابھی اس مسجد کو مسجد عمرؓ کہتے ہیں۔

آپ مسجد اقصیٰ میں۔

اس کی صفائی و تجدید

حضرت عیسیٰ نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا تھا "دیکھو تمھارا گھر افتادہ پڑا رہے گا۔ یہاں تک کہ تم فنا ہو جاؤ"۔ رومی مسیحی اس کا مطلب یہ سمجھے کہ اس معبد الٰہی سے برکت اور تقدس رخصت ہو گئے اور اس کو دوبارہ تعمیر کرنا گناہ ہے۔ اور چونکہ یہودیوں کو اس سے خصوصیت تھی لہذا اُن کے ذلیل کرنے کے لیے یہاں کوڑا ڈالا جاتا۔ اور لید کا انبار لگا دیا گیا۔ مسیحیت کے عہد کا رومی مورخ یوتی شیوس کہتا ہے "جب قسطنطین کی ماں ہلینا نے بیت المقدس میں کنیسے تعمیر کیے تو صخرہ اور اُس کے آس پاس کی زمین کو یونہیں پڑا رہنے دیا۔ پھر عیسائیوں نے اس پر کوڑے اور لید کا ڈھیر لگا دیا۔ اور رومیوں نے حکم جاری کر دیا تھا کہ اُن کھنڈروں پر کوئی معبد نہ تعمیر ہونے پائے۔[1]

یسیعوں کو اس سے عداوت۔

---

[1] یروشلیم دی سٹی آف ہیروڈ اینڈ سلادین (صلاح الدین) مصنفہ والٹر بزنٹ پامر صفحہ ۸۱ و ۸۲

ایک شاہدِ عینی کا بیان۔

اس مسجد عمر کو مسیحی زائر بشپ آرقلف نے سنہ ۶۸۰ء[1] کے قریب دیکھا تھا۔ وہ اس کی یہ حالت لکھتا ہے کہ "ایک شہتیروں پر پٹی ہوئی بالکل معمولی قسم کی مربع عمارت ہے جو پرانے آثار پر تعمیر کی گئی ہے۔ اور اس میں تین ہزار آدمی آ سکتے ہیں۔"

فوج کی خوراک کا انتظام۔

بیت المقدس میں حضرت عمرؓ کا کئی دن قیام رہا۔ حضرت بلالؓ نے شکایت کی کہ ہمارے افسر یہاں میدے کی روٹیاں۔ اور پرندوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ اور عام مسلمانوں کو کھانا بھی نہیں نصیب ہوتا۔ افسرانِ فوج گھبرا گئے اور عرض کیا "یہاں سب چیزیں ارزاں ملتی ہیں کہ عرب میں جتنے کو روٹی اور کھجور ملتی ہے اُتنے ہی داموں میں یہاں یہ نعمتیں مل جاتی ہیں۔" حضرت عمرؓ افسروں کو تو نہ مجبور کر سکے لیکن عام حکم دے دیا کہ مال غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ ہر سپاہی کی خوراک بھی مقرر کر دی جائے۔

واپسی مدینہ۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ مدینہ طیبہ کو واپس تشریف لے گئے۔ یہ واقعات سنہ ۱۵ھ مطابق ۱۵ محرم / دسمبر ۶۳۶ء میں پیش آئے اور بعض لوگ اس کے ایک سال بعد سنہ ۱۶ھ میں بتاتے ہیں۔

[1] ارلی ٹریولس ان پلس ٹائن مرتبہ ٹامس رائٹ صفحہ ۱ و ۲

چوتھی فصل

الجزیرہ پر حملہ۔ قحط حجاز۔ طاعون عمواس اور حالات شام تا آخر عہد فاروقی

نیا رومی لشکر مسلمانوں میں تشویش۔ فاروق اعظم کے انتظامات۔ مجاہدین عراق شام کو جاتے ہیں۔ امداد الجزیرہ کو۔ خود امیر المومنین فلسطین میں۔ اہل الجزیرہ کی شام سے واپسی۔ ابوعبیدہ کا حملہ رومیوں پر۔ اور فتح ۱۷ھ۔ خالد کی فیاضی شعرا کے ساتھ۔ ایک اور بے اعتدالی۔ حضرت عمر کا عتاب۔ اور خالد کو تادیب۔ اُن سے جواب طلب ہوتا ہے۔ اُن کا جواب۔ مدینے میں اُن کی طلبی۔ حضرت عمرؓ کی اور اُن کی گفتگو۔ حضرت عمرؓ خالد کے مداح ہیں۔ اُن کے حال پر مہربانی۔ اُن کے ساتھ حسن سلوک۔ قحط عام الرمادہ بھوکوں سے خلیفہ کی ہمدردی۔ غلہ منگوانے کا بندوبست۔ خود ابوعبیدہ کا غلہ لانا عمرو بن عاص کا انتظام۔ نماز استسقا۔ چند میخواروں کو سزا۔ طاعون عمواس۔ ابوعبیدہ کا ایثار نفس۔ خود حضرت فاروق عازم شام۔ آگے بڑھنے میں مشورہ۔ ابوعبیدہ کا اعتراض اور جواب۔ جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ۔ واپسی مدینہ۔ ابوعبیدہ کی وفات۔ معاذ اور اُن کے فرزند کی وفات۔ عمرو بن عاص نے پڑاؤ چھوڑ دیا۔ یزید بن ابی سفیان کی وفات طاعون کی مضرتیں۔ حضرت فاروق کا ارادہ سفر۔ تواضع۔ سفر کی شان۔ آپ کا بھٹا کرتہ۔ شام کا دورہ اور کارروائیاں۔ معاویہ حاکم دمشق۔ واپسی امیر المومنین۔ دمشق میں بلالؓ کی اذان۔ اس کا اثر۔ مملکت روم پر حملہ۔ ایک ناکام بحری مہم۔ ہرقل۔ عیاض اور بلال کی وفات۔ یہود خیبر کی جلاوطنی ۲۱ھ۔ خالد بن ولید کی وفات

اب رومی ہر جگہ ناکام تھے۔ سارا ملک شام و فلسطین اُن کے قبضے سے نکل چکا تھا۔ اور رومیوں کی خموشی سے معلوم ہوتا تھا کہ ہرقل اس نقصان پر صبر کر کے خاموش بیٹھ رہے گا۔ اور در اصل اُس کا یہی ارادہ تھا۔ مگر اہل الجزیرہ نے اس کو خاموش نہ بیٹھنے دیا۔ بہت قدیم زمانے سے الجزیرہ وہ قطعۂ زمین کہلاتا ہے جو دجلے اور فرات کے درمیان واقع ہے۔ یہاں بہت سے غیر مسلم اور سرکش قبائل عرب بھی رہتے تھے۔ اور گو کہ یہ سرزمین رومیوں کے تصرف میں تھی مگر دولت روم

نیا رومی لشکر۔

و عجم کے درمیان میں ہونے کے باعث دونوں سلطنتوں کا اس پر اثر تھا۔ وہاں کے لوگوں نے ہرقل کو عرضداشتیں بھیجیں کہ آپ ملک شام میں فوج بھیجئے۔ ہم بھی مدد کے لیے تیار ہیں۔ اور وعدہ کرتے ہیں کہ پوری قوت سے اگر آپ کے عقابی علم کے نیچے جاں فشانی کریں گے۔ اُن کے اُبھارنے سے ہرقل نے ایک زبردست لشکر شام میں بھیجدیا جو شمالی سرحد شام پر مرتب اور مجتمع ہو کر حمص کی طرف بڑھا۔

ابو عبیدہ نے جو حمص میں تھے اس لشکر کے جمع ہونے کا حال سُنا تو قریب کی تمام اسلامی لشکر گاہوں سے فوج جمع کی۔ اور حمص کے باہر وسیع میدان میں پڑاؤ ڈال دیا۔ خالد بھی قنسرین سے اُن کی مدد کو آ گئے تو ابو عبیدہ نے اُن سے مشورہ کیا کہ کافی کمک پہونچنے تک قلعہ بند ہو کر دشمنوں کے حملوں کو روکنا مناسب ہے یا کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا چاہئے؟ خالد نے مشورہ دیا کہ میدان میں نکل کے لڑنا چاہئے۔ مگر اور سب لوگوں نے اختلاف کیا۔ ان لوگوں کی یہ رائے تھی کہ امیر المومنین کو اس نازک حالت کی اطلاع کی جائے۔ اور جب تک وہاں سے جواب نہ آئے شہر میں قلعہ بند ہو کر لڑنا زیادہ مناسب ہے۔ کثرت رائے دیکھ کر حضرت امین الامۃ نے آخری مشورے پر عمل کیا۔

مسلمانوں میں تشویش۔

حضرت فاروق اعظم نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ بیت المال کی رقم توفیر سے ہر شہر میں اُس کی حالت و حیثیت کے مطابق سواروں کے جنگی رسالے مقرر کیے تھے جو ہر وقت تیار رہتے۔ اور ضرورت پر کام آتے۔ چنانچہ اسی قسم کے چار ہزار سوار خاص کوفے؏ میں متعین تھے جن کے سردار سلمان بن ربیعہ باہلی تھے۔ اور ان کے ساتھ کچھ کوفے کی عام سپاہ بھی تھی۔ ابو عبیدہ کا خط پڑھتے ہی امیر المومنین نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ جس روز یہ خط ملے اُسی دن وہاں کے مقررہ لشکر کو قعقاع کی سرداری میں شام کی طرف روانہ کر دو۔ اس لیے کہ رومیوں نے نرغہ کیا ہے۔ اور ابو عبیدہ حمص میں محصور ہو گئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم جاری کیا کہ یہ حملہ چونکہ اہل الجزیرہ نے برانگیختہ کر کے اور مدد دینے کا وعدہ کر کے رومیوں سے کرایا ہے اس لئے فوراً تھوڑے تھوڑے لشکر کے ساتھ سہیل بن عدی کو الجزیرہ کے شہر رقہ پر۔ اور عبداللہ بن غسان کو وہاں کے شہر نصیبین پر بھیجو اور تاکید کر دو کہ جاتے ہی حرّان اور رُہا پر حملہ کر دیں۔ ان کے علاوہ ولید بن عقبہ کو الجزیرہ کے

فاروق اعظم کے انتظامات

مجاہدین عراق شام کو بھیجے جاتے ہیں۔

اور الجزیرہ کو۔

؏ شہر کوفہ اور بصرہ ابھی نہیں بسائے گئے تھے۔ مگر اُن کے علاقہ کا ذکر اکثر اہل روایت اُن کے آباد ہونے سے پہلے کے واقعات میں بھی انھیں ناموں سے کرتے ہیں۔ یا ممکن ہے کہ یہ نام پہلے سے موجود ہوں۔

ان غیر مسلم عربوں کے مقابلے پر روانہ کرو جو قبائل تغلب ربیعہ اور تنوخ میں سے ہیں۔ اور عیاض بن غنم کو بھی اسی جانب بھیجو اور سب کو سمجھا دو کہ اگر کوئی بڑی لڑائی پیش آئے تو سب کے سالار اعظم عیاض بن غنم ہوں گے۔

خود امیر المومنین فلسطین میں۔

سعد نے خط پڑھتے ہی ان احکام کی تعمیل کر دی۔ اور ہر سردار اور لشکر اس طرف روانہ ہوا جہاں مامور کیا گیا تھا۔ حضرت عمرؓ کو رومیوں کے اس حملے کا حال سن کر اس درجہ تردد ہو گیا تھا کہ ان احکام کے جاری کرنے ہی پر بس نہ کی بلکہ خود بھی مدینۂ طیبہ سے کوچ کر کے فلسطین کے شہر جابیہ میں آگئے۔ اور ارادہ کیا کہ بنفس نفیس حمص میں جا کے ابوعبیدہ کی مدد کریں۔

اہل الجزیرہ کی شام سے واپسی۔

مذکورہ سرداران اسلام نے جو الجزیرہ میں پہونچکر ہر طرف حملے شروع کر دیئے اور اس کی خبر لشکر روم میں پہونچی تو وہ تمام اہل جزیرہ جو ان کی مدد کو گئے ہوئے تھے سب نے رومیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور گھبرائے ہوئے اپنے گھروں میں آئے اس لئے کہ اپنے وطن کو بچانا اور اپنے بال بچوں کی حفاظت کرنا سب سے مقدم تھا۔

ابوعبیدہ کا حملہ و [illegible]۔ اور فتح۔

رومی جب تنہا رہ گئے اور اس کی خبر ابوعبیدہ کو ہوئی تو خالد سے مشورہ کر کے خود ہی رومیوں کی طرف بڑھے۔ اور ان پر زور و شور سے جا پڑے۔ رومی تھوڑی دیر تک جم کر لڑے۔ مگر جب دیکھا کہ مسلمانوں کے پائے ثبات کو کسی طرح لغزش نہیں ہوتی تو راہ فرار اختیار کی۔ لڑائی کے تیسرے دن قعقاع کوفے کے رسالوں کے ساتھ پہونچے۔ اور حضرت امین الامۃ نے جناب خلافت مآب کو مژدۂ فتح اور اس کے بعد کمک پہونچنے کی اطلاع کی۔ جواب آیا کہ "جو لوگ تمہاری کمک کو آئے ہیں اگرچہ فتح کے بعد پہونچے مگر اپنی غنیمت میں ان کو بھی شریک کرو۔ یہ لکھتے وقت حضرت فاروقؓ نے فرمایا "خدا جزائے خیر دے اہل کوفہ کو کہ اپنے ملک کی حفاظت کرنے کے علاوہ ممالک غیر کے مجاہدین اسلام کی مدد بھی کرتے ہیں۔"

سنہ ۱۷ھ

اب سنہ ۱۷ھ شروع ہوا جب کہ حمص کے والی ابوعبیدہ تھے اور ان کی جانب سے قنسرین کی حکومت خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ دمشق کے حاکم یزید بن ابی سفیان تھے اور اردن کے والی ان کے چھوٹے بھائی معاویہ بن ابی سفیان۔ فلسطین کی حکومت علقمہ بن مجزز کے ہاتھ میں تھی۔ اور بلاد سواحل بحیرۂ روم کے حاکم عبداللہ بن قیس تھے۔

خالد کی فیاضی شعرا کے ساتھ

ان دنوں عام شہرت ہو رہی تھی کہ خالد بن ولید اور عیاض بن غنم نے مملکت روم پر تاختیں کر کے بہت سی دولت جمع کر لی ہے۔ عرب کے قدیم مذاق کے مطابق شعرا اور شرفا امیدوار

ہوئے کہ اُن سے انعام واکرام حاصل کریں۔ اور خالد نے بھی اُسی فیاضی سے دینا شروع کیا۔ جو اُن کے مرتبے کی شایاں تھی۔ چنانچہ اشعث بن قیس نام ایک شخص کو انھوں نے دس ہزار درہم دے ڈالے۔ اس کے علاوہ خالد کے امیرانہ تکلفات کی بھی شہرت ہوئی۔ منجملہ اُن کے ایک واقعہ یہ تھا کہ جب وہ حمام کرنے کو جاتے ہیں۔ تو شراب ملے ہوئے پانی سے پنڈے کو دھو کر مشت مال کی جاتی ہے۔

ایک اور بے اعتدالی۔

حضرت عمرؓ فتح حمص کے بعد جابیہ سے مدینے کو تشریف لئے جاتے تھے کہ راستے میں یہ واقعہ گوش گزار ہوا۔ فوراً خالد کو تحریر فرمایا کہ "میں نے سُنا ہے تم جسم کو شراب میں بھگو کے مشت مال کراتے ہو حالانکہ خدا نے شراب کے ظاہر و باطن دونوں حرام کیے ہیں۔ خبردار شراب تمھارے پنڈے میں نہ لگے"۔ خالد نے اس کے جواب میں لکھا "ہم شراب کو اس قدر کمزور کر دیتے ہیں کہ بالکل پانی ہو جاتی ہے اور شراب نہیں رہتی"۔ حضرت عمرؓ نے پھر اس سے مخالفت کی۔

حضرت عمرؓ کا عتاب۔

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے سُنا کہ خالد بڑی فیاضی سے خزانہ لٹا رہے ہیں اور بعض لوگوں کو انھوں نے انعام واکرام سے سرفراز کیا۔ جناب فاروق اعظم ایسی بیدار مغزی سے حکومت کر رہے تھے کہ ہر جگہ کی چھوٹی بڑی خبر اُن کو پہونچ جایا کرتی۔ اور کوئی بات اُن سے چھپی نہ رہتی تھی۔ خالد کی ان مسلسل فیاضیوں کا حال سُنا تو فوراً ایک قاصد کے ہاتھ ابو عبیدہ کے نام حکم جاری کیا کہ "خالد کو بلواؤ ان کی کلاہ اُتار لو۔ پھر انھیں کے عمامے میں اُن کی مشکیں کسو۔ اور پوچھو کہ اشعث کو انھوں نے کہاں سے انعام دیا۔ اگر جہاد کی غنیمت سے دیا ہے تو خیانت کی۔ اور اگر اپنے پاس سے دیا ہے تو فضول خرچی کی۔ مگر دونوں صورتوں میں اُن کو معزول کرو۔ اور اُن کے علاقے کو اپنی ولایت میں شامل کر لو"۔

اور خالد کو تادیب۔

ابو عبیدہ نے اس حکم کے مطابق فوراً خالد کو بلوا بھیجا۔ اور جب وہ آ گئے تو تمام لوگوں کو جمع کر کے بھرے دربار میں ممبر پر جا کے بیٹھ گئے اور حضرت عمرؓ کے قاصد نے اُٹھ کر خالد سے پوچھا "تم نے اشعث کو کس مد سے انعام دیا؟" مگر خالد نے باوجود بار بار پوچھنے کے کچھ جواب نہ دیا ابو عبیدہ منبر پر خاموش بیٹھے رہے۔ اور اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا۔ آخر جب خالد نے کسی طرح جواب نہ دیا تو موذن رسول اللہ بلالؓ نے پاس جا کے اُن کا عمامہ اُتارا۔ کلاہ لے کر ان کو برہنہ سر کیا۔ پھر انھیں کھڑا کر کے اُن کے عمامے میں اُن کی مشکیں کسیں۔ خالد نے اگرچہ خلافت کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ مگر امیر المومنین کے حکم کی تعمیل میں بھی کوئی عذر یا انکار نہیں کیا۔

اُن سے جواب طلب ہوتا ہے۔

اُن کا جواب

اب اس حالت میں جب کہ وہ بندھے کھڑے تھے۔ بلال نے پھر وہی سوال کیا کہ "تم نے اشعث کو کہاں سے انعام دیا؟" خالد نے کہا "میں نے اشعث کو اپنے پاس سے اور اپنے ذاتی سرمائے سے انعام دیا تھا" یہ جواب پاتے ہی بلال نے اُن کی کلاہ پھر اُن کو پہنا دی اور مشکیں کھول کر عمامہ اپنے ہاتھ سے باندھ دیا۔ اس موقع پر خالد نے کہا "ہم اپنے حاکموں کا حکم سنتے اور اطاعت کرتے ہیں"۔ مگر حیران تھے کہ میرا انجام کیا ہونے والا ہے۔ خدمت پر بحال رہوں گا یا معزول کیا جاؤنگا۔ حضرت امین الامۃ ابو عبیدہ نے اُن کی عزت و وقار کے خیال سے اس بارے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا۔

مدینے میں اُن کی طلبی۔

حضرت عمر کو جب کافی زمانہ گزر جانے پر بھی اطلاع نہ ہوئی کہ اُن کے احکام کی تعمیل ہوئی یا نہیں تو براہِ راست خالد کے نام حکم بھیجا کہ "میرے پاس مدینے میں حاضر ہو"۔ خالد یہ حکم پاتے ہی حمص سے اپنے مرکزِ حکومت قنسرین میں گئے وہاں کے تمام لوگوں کو جمع کر کے مجمع عام میں ایک تقریر کی جس میں سب کو نصیحتیں کیں۔ اور اُن سے رخصت ہوئے پھر حمص میں آکر یہاں کے لوگوں کو بھی جمع کیا۔ باضابطہ طور پر یہاں بھی اپنے احباب اور سب لوگوں سے رخصت ہوئے۔ اور مدینۂ طیبہ کی راہ لی۔

اس موقع پر اور کسی افسر کو خصوصًا اس کو جو خالد کے پائے کا شخص ہوتا ہرگز مدینہ جانے کی جرأت نہ ہوتی۔ مگر خالد کی سچی شجاعت نے اُن کو فورًا آمادہ کر دیا۔ اور حضرت عمر کی حق پرستی پر جو پورا پورا بھروسہ تھا وہ ان کو کھینچ لایا۔ دار الخلافت میں حاضر ہو کر حضرت عمرؓ سے ملے۔ اور بجائے اس کے کہ

حضرت عمر کی اور اُن کی گفتگو۔

عذرخواہ ہوں جناب فاروق کے سامنے اُن کے سلوک اور ان کے طرزِ عمل کی شکایت کی۔ کہا "میں صاف صاف کہتا ہوں کہ میں نے تمام لوگوں کے سامنے علی الاعلان آپ کی شکایت کی ہے اور میں اس میں حق پر ہوں۔ آپ خدا کی قسم میرے معاملے میں غیر منصف ہیں"۔ حضرت فاروقؓ نے فرمایا "پھر اتنی دولت تمہارے پاس کہاں سے آگئی؟" جواب دیا "مالِ غنیمت کے حصوں میں سے جس کی مجموعی تعداد ساٹھ ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ آپکا جی چاہے پوری تنقیح کر کے جانچ لیجئے"۔ حضرت عمر نے اُنکی تمام مقبوضہ اور صرف شدہ رقموں کو اُن سے پوچھ پوچھ کے جوڑا تو بیس ہزار درہم زیادہ نکلے۔ ان بیس ہزار درہموں کو فورًا اُن سے وصول کر کے بیت المال میں داخل کر لیا۔

حضرت عمر خالد کے مداح ہیں۔

اس کے بعد مہربانی اور خلق کے لہجے میں خالد سے کہنے لگے "خالد میں جانتا ہوں کہ تم فیاض ہو اور مجھے تم سے محبت ہے۔ اور یہ جو کچھ کیا گیا انتظام امورِ خلافت اور مصالحِ ملت کے لحاظ سے کیا گیا تم کو

ان کے حال پر مہربانی۔

بُرا ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔" پھر تمام ملکوں کے عالموں کو لکھ بھیجا۔ اور اس کا اعلان کرنے کا حکم دیا کہ "خالد کسی ناراضی کی بنا پر کسی خیانت کے جُرم میں معزول نہیں کیے گئے ہیں۔ بلکہ مجھے نظر آیا کہ لوگ اُن کی حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کرنے لگے ہیں۔ اور اُن کے نہایت ہی گرویدہ ہیں۔ عام طور پر یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ فتحوں کے اسباب میں زیادہ حصّہ اُن کی شجاعت کا ہوتا ہے۔ اس سے مجھے اندیشہ ہوا کہ لوگ اُن پر بھروسہ کر کے کاہل نہ ہو جائیں۔ لہٰذا مجھے یہ دکھا دینا مناسب نظر آیا کہ جو کچھ کرتا ہے اللہ جل شانہ کرتا ہے۔ یہ ظاہری کارنامے اور بہادریاں فقط دکھانے کی چیزیں ہیں۔

اُنکے ساتھ حُسن سلوک۔

حضرت عمرؓ نے اسی قدر نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ رقم خالد سے لے کے ضبط کر لی تھی اتنی ہی اُن کو انعام و اکرام کے طریق پر مرحمت فرما دی۔ اور نقصان کا معاوضہ کر دیا۔ جناب فاروقؓ نے اگرچہ اب انھیں اُنکی خدمت حکومت قنسرین پر نہیں مامور کیا مگر وہ ملک شام میں واپس چلے گئے۔ اور ایک شریف عرب مسلمان کی حیثیت سے شام کی سکونت اختیار کر لی۔ جہاں اب پوری طرح امن و امان قائم تھا اور مسلم و غیر مسلم رعایا اطمینان سے زندگی بسر کر رہی تھی۔

قحط عام الرمادہ

اب سنہ ۱۸ھ شروع ہوا۔ اس سال ارض حجاز میں ایسا قحط عظیم پڑا کہ اس زمانے کے لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابر کا کہیں نام نہ تھا۔ خشک ہوا میں اس قدر خاک اڑتی کہ لوگوں میں اس برس کا نام ہی "عام الرمادہ" یعنے خاک والا برس پڑ گیا۔ انسان و حیوان کے بھوکوں مرنے کی یہ حالت تھی کہ وحشی جانور انسان سے بھڑکنا بھول گئے۔

بھوکوں سے خلیفہ کی ہمدردی۔

قحط کی یہ شدت اور لوگوں کو بھوک سے بیتاب دیکھ کر حضرت عمرؓ قسم کھا گئے کہ جب تک یہ بلا نہ دور ہو گی گھی دودھ اور گوشت کو نہ چکھیں گے۔ ایک روز اتفاق سے مکہ کے بازار میں گھی اور دودھ بکنے کو آ گیا۔ حضرت عمرؓ کا غلام وہاں موجود تھا اس نے چالیس درہم دے کے مول لے لیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ چیزیں چونکہ مکہ میں آ کے بکنے لگیں۔ اس لیئے آپ کی قسم پوری ہو گئی۔ اور اسی خیال سے میں نے آپ کے لیئے یہ چیزیں خرید لیں"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "تم اُس عہد میں جو خدا کے ساتھ کیا گیا ہے فریب کرنا چاہتے ہو۔ فوراً جا کے ان چیزوں کو خیرات کر دو۔ فضول خرچی کا میں روادار نہیں۔ اور جب تک میں خود لوگوں کی مصیبت میں شریک نہ رہوں گا مجھے ان کی تکلیف کا کیسے اندازہ ہو گا؟"

غلہ منگوانے کا بندوبست۔

رعایائے حجاز کو اس آفت سے بچانے کے لیئے آپ نے تمام والیان ملک اور حکام وقت اطلاف کو

خود ابو عبیدہ کا غلہ لانا۔

تحریر فرمایا کہ اس مصیبت میں مدینے اور اطراف مدینہ کے لوگوں کی مدد کرو۔ اس حکم کے پہونچتے ہی حضرت امین الامۃ ابو عبیدہ چار ہزار اونٹوں پر غلہ لدوا کے بذات خود مدینے میں آئے۔ اور اس کو اطراف مدینہ کے لوگوں میں تقسیم کرکے واپس گئے۔ اس کے بعد اور امیروں نے اپنی استطاعت کے موافق مدد کی۔ یہاں تک کہ اہل حجاز کو خدا نے مستغنی کر دیا۔ عمرو بن عاص نے سب سے عمدہ یہ کارروائی کی کہ بحر قلزم (ریڈ سی) میں دریائی راستہ جاری کرکے برابر غلہ پہونچانا شروع کیا۔ اور اتنا غلہ حرمین اور اُس کے علاقے میں پہونچ گیا کہ غلہ کا جو بھاؤ مصر میں تھا وہی حجاز میں بھی ہو گیا۔

عمرو بن عاص کا انتظام۔

نماز استسقاء۔

اسی قحط میں آخر کار حضرت عمرؓ نے مدینے کے باہر نکل کر نماز استسقاء پڑھی جس میں عم محترم رسول اللہ حضرت عباسؓ کا واسطہ دلا کے درگاہ رب العزت میں دعا کی۔ اور پانی برسا۔

چند میخواروں کو سزا۔

قحط ہی کے اثناء میں حضرت عمرؓ کی خدمت میں جناب امین الامۃ کی جانب سے اس مضمون کی تحریر آئی کہ یہاں چند لوگوں نے شراب پی۔ اُن سے جواب طلب کیا گیا تو توبہ کر لی۔ مگر وہ لوگ قرآن سے استدلال کرتے ہیں کہ ہمیں شراب پینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے لکھا کہ "ان لوگوں کو مجمع عام میں بلا کے اُن سے سوال کرو کہ شراب حلال ہے یا حرام۔ اگر حرام بتائیں تو گزشتہ میخواری کی سزا میں اُن کو اسّی اسّی دُرے مارو۔ اور اگر حلال بتائیں تو قتل کیے جائیں"۔ یہ حکم پہونچتے ہی ابو عبیدہ نے اس کی تعمیل کی۔ اور ان لوگوں کو چونکہ انھوں نے شراب کو حرام تسلیم کیا ۸۰ درّے مارے گئے۔

شام میں طاعون ہوا۔

مگر قلمرو اسلام میں سب سے بڑی آفت اور مصیبت طاعون تھا جو شام کے شہر عمواس سے شروع ہوئے یا وہاں اس کا زیادہ زور ہونے کے باعث طاعون عمواس مشہور ہوا۔ رعایا کے علاوہ مجاہدین اسلام بھی جو لشکر گاہوں میں خیمہ زن تھے بکثرت مرنے لگے۔ حضرت فاروقؓ کو خبر ہوئی تو محض اس خیال سے کہ ابو عبیدہ بن الجراح اس آفت سے بچ جائیں انھیں لکھا "مجھے تم سے ملنے کی شدید ضرورت ہے۔ اور بالمشافہہ گفتگو کرنا چاہتا ہوں خط دیکھتے ہی وہاں سے چل کھڑے ہو"۔

ابو عبیدہ کا ایثار نفس۔

جب یہ خط پہونچا تو شام میں بازار مرگ گرم تھا۔ ابو عبیدہ حضرت عمرؓ کا مطلب سمجھ گئے۔ جواب لکھا "امیر المومنین آپ کا مطلب میں سمجھ گیا لیکن مسلمانوں کے لشکر میں ہوں۔ اور اُن کی زندگی سے زیادہ اپنے جینے کا آرزومند نہیں ہوں۔ لہٰذا ان کو چھوڑ کے آنا پسند نہیں کرتا۔ خدائے تعالیٰ کو جو منظور ہو گا کرے گا۔ اور امید ہے کہ میرے اس عذر کو آپ قبول فرمائیں گے"۔ یہ خط حضرت عمرؓ کو

پہونچا اور آپ نے اُسے کھول کے پڑھا تو بے اختیار رونے لگے۔ لوگوں نے گھبرا کے پوچھا "کیا ابو عبیدہؓ کا انتقال ہوگیا؟ فرمایا "نہیں"۔

خود حضرت فاروق عازم شام۔

ملکِ شام کی اس تباہی نے آخر حضرت عمرؓ کو اسقدر پریشان کیا کہ خود سوار ہو کے چل کھڑے ہوئے۔ اور جابیہ میں پہونچکر دم لیا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھ کے سرغ نام ایک شہر میں پہونچے ہمراہ رکاب بہت سے مہاجرین وانصار تھے۔ جو جہاد کی غرض سے آئے تھے یہیں آکر تمام سرداران فوج ملے جن میں حضرت ابو عبیدہ بھی تھے۔ ان لوگوں نے شدت وبا کے حالات بیان کیئے۔ تو آپ نے مہاجرین اولین وانصار کو جمع کیا اور پوچھا "آگے بڑھنے کے بارے میں آپ سب لوگوں کی کیا رائے ہے؟" بعض لوگوں کی رائے تھی کہ "آپ خدا کی راہ میں نکلے ہیں تو رکئے نہیں برابر بڑھتے چلے چلیئے"۔ اور بعض نے کہا "یہ آزمائش اور موت کا مقام ہے۔ اس میں جانا ٹھیک نہیں"! اب حضرت عمرؓ نے ان سب لوگوں کو رخصت کردیا۔ اور ان کے جانے کے بعد فتح مکہ کے وقت کے مہاجرین اور قریش کو جمع کرکے ان کی رائے پوچھی۔ انھوں نے بغیر کسی اختلاف کے یہ رائے دی کہ "آگے جانا مناسب نہیں یہیں سے پلٹ چلنا چاہئے"!

آگے بڑھنے میں مشورہ۔

یہ سنتے ہی آپ نے سارے ہمراہیوں میں پکروادیا کہ کل صبح کو مدینے کی طرف واپس چلیں گے۔

ابو عبیدہ کا اعتراض اور جواب۔

حضرت ابو عبیدہ اس مسئلہ میں نہایت متشدد تھے۔ واپسی کی شہرت سُنکر حضرت فاروق سے کہا "آپ قضائے الٰہی سے بھاگتے ہیں؟" فرمایا "ہاں قضائے الٰہی سے بھاگتا۔ اور قضائے الٰہی ہی کی طرف جاتا ہوں تمھیں چرانے کو دو مرغزار ملیں۔ ایک سرسبز وشاداب۔ اور دوسرا خشک وبے گیاہ۔ انہیں سے تم جس میں اپنے اونٹوں کو چراؤ گے خدا ہی کی قضا پر بھروسہ کرکے چراؤ گے"! آپ کا یہ کلام سُن کر عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جس شہر میں وبا آئے وہاں تم نہ جاؤ۔ اور نہ وبا سے بھاگنے کے لیئے اس شہر کو چھوڑو[1]"! اس حدیث نے سب کو خاموش اور مطمئن کیا۔

جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ۔

واپسی مدینہ

الغرض حضرت عمر مدینے کو واپس چلے اور ابو عبیدہ وغیرہ سرداران فوج نے اُن سے رخصت ہو کے اپنی اپنی لشکر گاہوں کی راہ لی۔

ابو عبیدہ کی وفات۔

ابو عبیدہ نے حمص میں پہونچکر جب طاعون کی بے انتہا شدت دیکھی اور لوگوں پر یاس چھا گئی

---

[1] یہ نہایت صحیح حدیث ہے۔ بخاری مسلم دونوں نے اپنی صحیحوں میں اس کو معتبر سندوں کے ساتھ درج کیا ہے۔

عالم طاری پایا۔ تو سب کو جمع کر کے یہ تقریر کی "لوگو یہ مرض تمہارے پروردگار کی رحمت اور تمہارے پیغمبر صلعم کی دعا[عہ] ہے۔ ازمنۂ ماضیہ میں بہت سے نیک بندے اس مرض میں وفات پا چکے ہیں"۔ پھر اس موقع پر درگاہ رب العزت میں دعا کی کہ "بار آلہا میں اس نعمت سے محروم نہ رہوں"۔ وہی چار روز میں خدا نے ان کی دعا قبول کر لی۔ اور وہ مبتلائے طاعون ہوئے۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو معاذ بن جبل کو اپنا جانشین مقرر کر کے دنیا سے رخصت ہوئے اور جوار رحمت میں پہونچ گئے۔

معاذ اور ان کے فرزند کی وفات۔

ان کی وفات کے بعد معاذ بن جبل[عہ] نے بھی مسلمانوں کے مجمع عام میں کھڑے ہو کر وہی تقریر کی جو ابو عبیدہ نے کی تھی۔ اور دعا کے موقع پر یہ الفاظ فرمائے "خداوندا! اس نعمت کا جتنا حصہ خاندان معاذ کے حصے میں ہو اسے مل جائے"۔ اس دعا کے بعد پہلے اُن کے صاحبزادے عبد الرحمن مبتلا ہوئے۔ اور سفر آخرت کیا۔ اُن کو دفن کر کے اُنھوں نے خود اپنے لئے دعا کی۔ اور خود بھی بیمار پڑے۔ اُن کی ہتھیلی میں گلٹی نکلی تھی۔ بار بار ہتھیلی کو چومتے اور کہتے "مجھے نہیں پسند کہ تجھ میں کوئی دنیا کی چیز ہو"۔ جب بالکل آخری وقت ہوا تو عمرو بن عاص کو اپنا جانشین بنایا اور فردوس بریں کی راہ لی۔

عمرو بن عاص نے پہاڑ پر ڈیرا جما دیا۔

اُن کی وفات کے بعد عمرو بن عاص نے عنان حکمرانی اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر وہ فوراً سارے لشکر کو لے کر پہاڑوں میں چلے گئے۔ جس کے بعد خدا نے اس مرض کو دور کر دیا۔ اور عمرو بن عاص کے اس فعل پر حضرت عمرؓ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

یزید بن ابی سفیان کی وفات۔

یہ نہایت شدید طاعون تھا۔ بہت سے مسلمان رہگرائے عالم جاوداں ہو گئے۔ غازی شام اور حاکم دمشق یزید بن ابی سفیان نے بھی اسی مرض میں وفات پائی اور خدا جانے کتنے صحبت یافتگان رسول اور کیسے کیسے موحدان خدا پرست اس آفت کی نذر ہو گئے۔ مگر جس پامردی۔ استقلال۔ اور اطمینان قلب کے ساتھ انھوں نے جانیں دیں اُن کی نظیر سے دنیا کی تاریخ خالی ہے۔

عہ آپکا اپنی امت کے لیئے طاعون کی دعا کرنا احادیث سے ثابت ہے۔

عہ فتوح البلدان صفحہ ۱۸۰ میں ہے کہ ابو عبیدہ نے وفات کے وقت عیاض بن غنم کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اس کے بعد حضرت فاروق نے ان کو حمص۔ قنسرین اور الجزیرہ کا والی مقرر فرمادیا اور الجزیرہ کے فتح کرنے کو روانہ ہو گئے۔ اس کا مفصل بیان فتوح الجزیرہ کے سلسلہ میں آئے گا۔

طاعون کی مفرتیں۔

مہینوں اسی طاعون کی وجہ سے آفت مچی رہی۔ یہانتک کہ مسلمانوں کی فتوح کا سلسلہ رک گیا۔ دشمنوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حوصلہ ہو گیا۔ اور شام وفلسطین کے بعض شہروں پر انھوں نے قبضہ بھی کر لیا۔ اس طاعون کا زور اگرچہ ملک شام میں تھا۔ مگر عراق تک پہونچ گیا۔ اور بصرے کے لشکر گاہِ اسلام میں بھی لوگ مرنے لگے۔ اور کہتے ہیں کہ وہاں پچیس ہزار آدمی اس مرض کی نذر ہو گئے۔

طاعون جب موقوف ہوا تو ہر طرف سے سرداران عساکر اور والیان ملک نے بارگاہ خلافت میں لکھا کہ "ہمارے پاس بہت سے لوگوں کا ترکہ جمع ہو گیا ہے وہ کیا کیا جائے؟ اور کس کو دیا جائے؟"

حضرت فاروق کا ارادۂ سفر۔

حضرت عمرؓ نے تمام لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کیا۔ اور ان سے فرمایا "میرا جی چاہتا ہے کہ قلمرو اسلام کے تمام شہروں کا دورہ کروں۔ تمھاری کیا رائے ہے؟" اس میں تو کسی نے مخالفت نہیں کی۔ مگر اس میں اختلاف پڑا کہ یہ دورہ کس طرف سے شروع کیا جائے۔ کعب احبار کی رائے تھی کہ آپ پہلے ملک شام میں تشریف لے جائیں۔ اور حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ کوفہ اچھی جگہ ہے وہیں سے دورے کا آغاز ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا طاعون عمواس میں جان دینے والوں کا ترکہ ضایع ہو رہا ہے۔ اور یہی تحریک اس دورے کی محرک ہوئی ہے۔ لہٰذا میں شام ہی سے شروع کروں گا۔ وہاں کا دورہ ختم ہونے کے بعد اگر مناسب ہو گا تو عراق وعجم کا دورہ کروں گا۔

روانگی سفر کی شان۔

یہ فیصلہ کر کے آپ نے حضرت علیؓ کو اپنا جانشین بنا کے مدینے میں چھوڑا اور ایلہ کے رستے سے شام کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ ایلہ کے قریب پہونچے تو اونٹ پر سوار تھے۔ کجاوے پر الٹی پوستیں پڑی ہوئی تھی۔ اور آپ کا غلام گھوڑے پر تھا۔ اہل شہر استقبال کو نکلے تو آپ ہی سے پوچھا "امیر المومنین کہاں ہیں؟" فرمایا "تمھارے سامنے" آپ کی مراد تو خود اپنی ذات تھی مگر وہ آگے بڑھ گئے۔ اس لیے کہ آپ کی وضع پر کسی کو فاتح شام وعجم کا گمان نہ ہو سکتا تھا۔ جب آپ ایلہ کے اندر داخل ہو گئے تو ان لوگوں کو دور جا کے معلوم ہوا کہ جناب امیر المومنین شہر کے اندر پہونچ گئے اور فوراً واپس آ کے مع اپنے مقتدا کے حاضر بارگاہ ہوئے۔

آپ کا پھٹا کرتا۔

آپ باخلاق پیش آئے اور مقتدائے شہر کو اپنا کرتا اتار کے دیا کہ "سفر میں میلا ہو گیا ہے اس کو دھو دو۔ اور پشت کی جانب پھٹ گیا ہے اس میں کسی کپڑے کا پیوند لگا دو"۔ اس نے گھر جا کے آپکا کرتا خود پہن لیا۔ اور نیا کرتا سلوا کے پیش کیا۔ مگر آپ نے اس کے لینے سے انکار کیا۔

شام کا دورہ اور کارروائیاں۔

یہاں سے آگے بڑھے اور تمام بلاد شام کا دورہ کیا۔ اس دورے میں آپ نے جو کارروائیاں کیں یہ تھیں کہ مستحقین کے وظیفے مقرر کیئے۔ عربوں کے لیئے جاڑوں اور گرمیوں کی

فرودگاہیں قرار دیں جن راستوں سے ملکِ شام پر دشمنوں کے حملے ہو سکتے تھے۔ ان کی روک تھام کی۔ سرحدی لشکرگاہوں کو مضبوط کیا۔ عبداللہ بن قیس کو ساحلی شہروں کا حاکم مقرر کیا۔ یزید بن ابی سفیان کی جگہ اُن کے بھائی جناب معاویہ کو والیٔ دمشق بنایا۔ شرجیل بن حسنہ کو معزول کیا اور عام لوگوں کے سامنے ایک تقریر میں فرمایا کہ شرجیل کی معزولی کسی ناراضی یا ان کے کسی عیب کی وجہ سے نہیں ہے، در اصل میں ایسے لوگوں کو حکومت پر مقرر کرنا چاہتا ہوں جو ان سے نرم دل نہوں۔ بلکہ قوت سے حکومت کریں۔ عمرو بن عتبہ کو مقام اہراء کا حاکم مقرر فرمایا۔ اسی سلسلے میں تمام مرحومین عمواس کا ترکہ مستحقین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر انھیں پہونچا دیا اور ان سب کاموں سے فراغت کر کے واپس روانہ ہوئے تو ذیقعدہ میں مدینۃ النبی کے اندر داخل ہو گئے۔

معاویہ حاکم دمشق

واپسی امیرالمومنین۔

دمشق میں بلال کی اذان۔

یہ اسی سفر کا واقعہ ہے کہ غالباً دمشق میں ایک دن نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے خواہش کی کہ حضرت بلالؓ سے اذان دلوائی جائے۔ انھوں نے وفات سرورِ عالم کے زمانے سے اذان دینا ترک کر دی تھی۔ اور فتوحِ شام کے بعد ملکِ شام میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ کے فرمانے سے مجبور ہو گئے۔ اذان دی۔ اور اُن کا نعرۂ اللہ اکبر سنتے ہی سب کو عہدِ رسالت یاد آگیا۔ کوئی نہ تھا جو زار و قطار نہ رو رہا ہو۔ جن صحابہ نے حضورِ سرورِ عالم کو دیکھا تھا وہ تو اس عہدِ ہمایوں کو یاد کر کے بیتاب ہو گئے اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور سب سے زیادہ رقت خود حضرت عمرؓ پر طاری تھی۔ مگر جن لوگوں نے آپ کا زمانہ نہیں دیکھا تھا وہ بھی اوروں کو روتے دیکھ کر اور زیارتِ رسول سے محروم رہ جانے کا خیال کر کے آنسو بہانے لگے۔

اس کا اثر۔

واقدی کا بیان ہے کہ اسی سال الجزیرہ کے بلاد۔ رُہا۔ حرّان۔ رقہ اور رأس عین عیاض بن غنم کے ہاتھوں فتح ہوئے جن کو حضرت فاروق کے حکم کے بموجب سعد بن ابی وقاص نے روانہ کیا تھا۔ ان فتوحات کا مجمل تذکرہ اس فصل میں ہو چکا مگر مفصل حالات مع مختلف روایتوں کے کسی آئندہ فصل میں آئیں گے۔

مملکتِ روم پر حملہ۔

اب سنہ ۲۰ھ تھا کہ عبداللہ بن قیس نے شام کی سرحد سے آگے بڑھ کر مملکت روم پر حملہ کیا۔ بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ روم پر پہلے قبضہ کرنے والے میسرہ بن مسروق عبسی ہیں مگر اسی زمانے میں

عـه الفاروق میں مولانا شبلی نے بلال کی اذان دینے کے واقعے کو اس سفر کے موقع پر بیان کیا ہے جب آپ بیت المقدس میں تشریف لے گئے تھے مگر میں طبری اور ابن اثیر میں اس کے خلاف پاتا ہوں۔ علاوہ بریں حضرت بلالؓ دمشق میں مقیم تھے بیت المقدس میں اُن کا ہونا ثابت بھی نہیں ہے۔

ایک ناکام بحری مہم۔

مسلمانوں کو ایک نقصان بھی پہونچ گیا۔ حضرت فاروق نے علقمہ بن مجزز مدلجی کو ایک لشکر کے ساتھ دریا کے راستے سے ملک حبش پر روانہ کیا تھا۔ جہاں وہ مع اپنے لشکر کے تباہ ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے عہد کر لیا کہ پھر کبھی کسی کو دریا کے راستے سے جہاد پر نہ بھیجیں گے۔

ہرقل عیاض اور بلال کی وفات۔

اسی سال قیصر روم ہرقل مر گیا۔ اور اس کا بیٹا قسطنطین سریر قیصری پر بیٹھا۔ اسی زمانے میں عیاض بن غنم نے الجزیرہ میں وفات پائی اور انھیں دنوں حضرت بلالؓ نے بھی دمشق میں سفر آخرت کیا۔

یہود خیبر کی جلاوطنی۔

اس زمانے میں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ مظہر بن رافع انصاری ملک شام سے مدینے کو آرہے تھے اور ان کے ہمراہ شام کے چند عیسائی بھی تھے۔ خیبر میں پہونچے تو وہاں کے یہودیوں نے لکھ کر سب کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عمرؓ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو نہایت برہم ہوئے اور تمام یہودیوں کو خیبر سے نکال دیا جو جلا وطن ہو کے عرب کے باہر اور مقامات میں جا بسے۔

سنہ ۲۱ھ

خالد بن ولید کی وفات۔

سنہ ۲۱ھ میں دمشق۔ حوران۔ حمص۔ قنسرین اور الجزیرہ کے حاکم عمرو بن سعد تھے۔ اور بلقاء۔ اردن فلسطین۔ بلاد سواحل۔ انطاکیہ۔ قرقیہ۔ اور معرۃ مصرین کے حاکم معاویہ تھے۔ اور اسی سال حضرت خالد بن ولید نے شہر حمص میں سفر آخرت کیا۔

سنہ ۲۲ھ میں حضرت معاویہ نے بلاد روم پر دس ہزار فوج سے حملہ کیا جس میں ان کا بیٹا یزید اور عبدالملک بن مروان بھی تھے۔

پانچویں فصل

فتوح عراق

جہاد عراق کی ترغیب مدینے میں۔ ابو عبید ثقفی۔ مثنیٰ کی تقریر۔ ابو عبید کی سپہ سالاری۔ ان کو نصیحت۔ مثنیٰ کی سفر دلی۔ ایرانیوں کی حالت۔ آزرمی دخت تاجدار عجم۔ پوران دخت۔ رستم بن فرخ زاد۔ پوران دخت تاجدار عجم۔ رستم مختار کل۔ نجومیوں کا زور۔ مقابلے کی تیاری۔ تمام جوش و خروش۔ جاپان مقابلے پر۔ مثنیٰ کا پیچھے ہٹنا۔ ابو عبید پہنچ گئے۔ جنگ نمارق اور فتح۔ جابان کا مکر۔ بے نظیر پابندی عہد۔ نرسی سالار عجم۔ دوسرا سردار جالینوس۔ فتح کسکر۔ غنائم شاہی طعام۔ فتح بارو سما وغیرہ۔ وہاں کے زمیندار آفسر و ماتحت کی مساوات۔ ابو عبید کی بے لوثی اور سادہ مزاجی۔ فتح باقسیاثا۔ لشکر اسلام کی دعوت۔ پھر حیرہ مرکز عساکر اسلام بنا۔ بہمن جاذویہ و ذوالحاجب۔ ہاتھی اور درفش کاویانی۔ جنگ جسر ناطف۔ ابو عبید کی بیوہ کا خواب۔ شہادت کی خوشی اور تیاری۔ مسلمان فرات سے اترے۔ لڑائی چھڑ گئی۔ عربی گھوڑوں کا بھڑکنا۔ سرداران عرب کی شجاعت۔ ہاتھیوں کی عماریاں گرا دیں۔ ابو عبید کی شہادت۔ پیہم سات سپہ سالاران عرب کی شہادت۔ مثنیٰ کی پامردی۔ پل توڑ دینا۔ مسلمانوں کی پسپائی۔ سرداروں کا سینہ سپر ہونا۔ پل جوڑا گیا۔ مسلمانوں کو شکست۔ ایرانی تعاقب نہ کر سکے۔ وزرائے عجم میں پھوٹ۔ مسلمانوں کا نقصان عظیم۔ مقتولین عجم۔ مدینے میں شکست کی خبر۔ مثنیٰ کی تازہ شجاعت۔ فتح الیس۔ بنی بجیلہ کی یکجائی۔ ان کی غازیان عجم میں شرکت۔ اور ان کی پہلی معرکہ آرائی۔ سرحدی قبائل عرب کا اجتماع۔ غیر مسلم حامیان اسلام۔ مہران بن مہرویہ۔ جنگ بویب۔ لشکر عجم فرات سے اترا۔ دونوں لشکروں کی ترتیب۔ ہاتھی۔ مثنیٰ مسلمانوں کو جوش دلاتے ہیں۔ ایرانیوں کا حملہ۔ مثنیٰ اور غیر مسلم عربوں کا حملہ۔ مثنیٰ کے بھائی کی جوانمردانہ شہادت۔ مہران مارا گیا۔ عجمیوں کو شکست۔ ان کے بھاگنے کا راستہ بند ہوا۔ دریا میں ڈوب کر زیادہ مارے گئے۔ تو ایم شار۔ راستہ روکنے پر مثنیٰ کا پچھتانا۔ دجلہ تک مسلمانوں کا قبضہ۔ مثنیٰ کی تاختیں۔ دو بازاروں کو لوٹنا اور تاختیں تائید غیبی۔ ایک بے اعتدالی کا حملہ۔ اس کی بازپرس۔ مسلمان پوری طرح کامیاب ہیں۔

جہاد عراق کی ترغیب مدینے میں

حضرت صدیق کی وفات کے وقت مثنی بن حارثہ کا انکی خدمت میں حاضر ہونا اور اُن کا مثنی کے متعلق حضرت عمرؓ کو وصیت کرنا ہم بیان کر چکے ہیں۔ جس شب کو انھوں نے فردوس بریں کی راہ لی۔ اسکی صبح کو حضرت عمرؓ نے پہلا یہ کام کیا کہ مسلمانوں کو مثنی کے ہمراہ جانے اور مملکت عراق میں جہاد کرنے پر ابھارا۔ جن لوگوں نے رات کو بیعت نہیں کی تھی وہ بڑھ بڑھ کے حضرت فاروق کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ آپ بیعت لینے کے درمیان بار بار اسی بات کا اعادہ فرماتے کہ "مسلمانو جاؤ۔ اور عراق میں جہاد کرو"۔ مگر کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی[1]۔

اصل یہ ہے کہ ایرانیوں کی شوکت و عظمت اور دولت عجم کے جاہ و جلال کا عربوں کے دل پر اتنا بڑا اثر پڑا ہوا تھا کہ ان کے مقابلے پر ہتھیار اُٹھانے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ ایرانیوں سے مقابلہ کرنے کو وہ ساری دنیا سے زیادہ سخت اور حوصلہ شکن کام خیال کرتے تھے۔ غرض مسلسل تین دن تک مسلمانوں سے بار بار کہا گیا۔ مگر کسی نے آمادگی نہ ظاہر کی۔ چوتھے دن حضرت عمرؓ نے پھر کہا۔ تو ابو عبید ثقفی جوش میں آ کے اٹھ کھڑے ہوے اور کہا "میں اس کام کے لئے حاضر ہوں"۔ مختار جس کے کارنامے حضرت امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینے میں بہت مشہور ہیں یہ اس کے والد تھے۔ اور یہی پہلی بنا اس خاندان کے عراق جانے کی ہے۔ ابو عبید کے بعد سعد بن عبید انصاری اور سلیط بن قیس نے بھی آمادگی ظاہر کی۔ یہ دونوں بزرگ صحبت یافتۂ رسول اکرم صلعم اور شرکائے غزوۂ بدر میں سے تھے۔

ابو عبید ثقفی۔

اس موقع پر خود مثنی نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر ایک حوصلہ افزا تقریر کی۔ جس میں ظاہر کیا "اس مہم کو آپ لوگ زیادہ اہم اور خوفناک نہ جانیں۔ فارس کی سر سبز اور شاداب زمین ہم نے فتح کر لی ہے۔ ایرانیوں پر غالب آ چکے ہیں۔ علاقۂ سواد کا بہترین حصہ ہمارے قبضے میں ہے اور ہمارے مجاہدین کا حوصلہ ان لوگوں کے مقابلے پر بڑھ گیا ہے۔ اور اب انشاءاللہ ہم زیادہ آسانی سے فتحیاب ہوں گے"۔ یہ تقریر سُن کر بہت سے لوگ تیار ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ سے عرض کیا گیا کہ اس گروہ مجاہدین پر آپ مہاجرین و انصار کے سابق الاسلام بزرگوں میں سے کسی کو سردار مقرر فرمائیں۔ انھوں نے فرمایا۔ میں تو اس کو ترجیح دوں گا جس نے پہلے آمادگی ظاہر کی۔ پھر سعد بن عبید اور سلیط سے کہا "تم اگرچہ صحابی ہو اور بدری ہونیکی فضیلت رکھتے ہو۔ مگر میں ابو عبید ثقفی ہی کو سردار مقرر کرتا ہوں اس لئے کہ تم ابتداءً خاموش بیٹھے رہے اور انھوں نے عراق جانے کی حامی بھر لی۔ اس کے بعد ابو عبید ثقفی کو سمجھایا کہ ہمیشہ اصحاب رسول اللہ کا

مثنی کی تقریر۔

ابو عبید کی سپہ سالاری۔

[1] تمام واقعات طبری اور ابن اثیر سے ماخوذ ہیں۔ بجز انکے جو خاص طور پر کسی اور کتاب سے بتا دیئے گئے ہیں۔

[2] مروج الذہب جلد ۵ صفحہ ۱۱۲۔

اُن کو نصیحت

کہنا مانا کرنا۔ اور اُن کو اپنی حکومت میں شریک سمجھنا۔ اگرچہ وہ تمھارے بعد جہاد پر آمادہ ہوئے مگر میں پھر بھی انھیں کے ہاتھ میں علم دیتا۔ لیکن وہ لڑائی میں جلد بازی کرتے ہیں اور لڑائی میں عجلت کرنے سے زیادہ جانیں ضایع ہوتی ہیں۔ سرداری کے لئے زیادہ موزوں وہ شخص ہے جو تھم تھم کر اور خوب سمجھ کے کام کرتا ہو۔ تم کو اس کا بھی خیال رہے کہ اپنے لشکر والوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرتے رہنا۔" اسی سلسلہ میں اُن کو یہ بھی نصیحتیں کیں کہ تم ایسے ملک میں جا رہے ہو جو مکر و فریب اور جبر و تعدی کی سرزمین ہے اور ایسی قوم کے مقابلے پر جاتے ہو جس میں بدکاری کی جرأت بڑھ گئی ہے جہاں کے لوگ بُرائی میں مشاق ہیں۔ اور نیکی کو مطلق بھولے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہمیشہ ہوشیار رہنا۔ دیکھتے رہنا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھنا اور اپنا راز فاش نہ کرنا۔ جس شخص کا راز محفوظ ہے وہ اس شخص کے مانند ہے جو مضبوط قلعہ میں پھاٹک بند کرکے بیٹھ رہا ہو۔ اور کسی کو اس تک پہونچنے کا راستہ نہ معلوم ہو۔ خوب یاد رکھو کہ اگر تم نے اپنا بھید کھولا تو گویا اپنا قلعہ ہاتھ سے کھو دیا۔"

مثنیٰ کی معزولی۔

الغرض حضرت عمرؓ نے ایران کی مہم پر یہی پہلا لشکر روانہ فرمایا اور اسی وقت مثنیٰ کو سپہ سالاری سے معزول بھی کر دیا۔ ان کو حکم دیا کہ اس لشکر سے پہلے اپنی فوج میں پہونچ جاؤ۔ جب تک یہ لشکر مجاہدین نہ پہونچے تم ہی سپہ سالار رہنا۔ مگر جب یہ لوگ پہونچ جائیں تو امیر الجیش ابوعبید ثقفی ہوں گے۔ تم اُن کی اطاعت کرنا۔ اس کے بعد اُنکی خواہش کے مطابق انھیں اس بات کی بھی اجازت دی کہ مرتدوں میں سے جن لوگوں نے توبہ کی ہے اور خوش عقیدہ اور نیکوکار ثابت ہوئے ہیں اُن کو اپنے لشکر مجاہدین میں شامل کر لو۔ اور جہاد میں اُن سے کام لو۔ اس حکم کے مطابق مثنیٰ مدینے کے جدید لشکر سے پہلے کوچ کرکے فقط دس آدمیوں کے ساتھ حیرہ میں پہونچ گئے اور اپنے لشکر کو درست اور جمع کرنے لگے۔

ایرانیوں کی حالت۔

ایرانی اس زمانے میں مسلمانوں کی طرف سے غافل و بے پروا اور اپنے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ جس سال حضور سرورِ عالم صلعم نے وفات فرمائی ہے اسی سال شیرویہ اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کرکے تخت نشین ہوا۔ اور مالک تاج و دیہیم ہوتے ہی اپنے پندرہ بھائیوں کو قتل کرا ڈالا۔ تاکہ وہ باپ کے خون کے طالب ہو کر اس کی سلطنت میں رخنہ انداز نہ ہو سکیں۔ مگر آٹھ ہی مہینے شہریاری کی تھی کہ مختلف بیماریوں میں مبتلا رہ کے مرگیا۔ اور اُس کا نابالغ بچہ شیرزاد تخت پر بٹھایا گیا جس کی طرف سے نیابتہً ایک شخص حکومت بھی کرتا۔ اور اس کی تربیت بھی کرتا۔

ایک عجمی سردار شہریار حدودِ روم پر مقیم تھا۔ اُس نے پرویز کے مارے جانے کی خبر سُنی تو

لشکر لے کر چڑھ آیا۔ شیرویہ مر چکا تھا۔ ننھے بچے شیر زاد اس کے ولی اور تمام اُن لوگوں کو جو بادشاہ کے قتل میں شریک تھے قتل کر کے خود تخت پر بیٹھ گیا۔ مگر چونکہ وہ خاندان شہریاری سے نہ تھا اس لئے سرداران عجم نے یورش کر کے اس کو بھی قتل کر ڈالا۔ اور ایک وزیر کا بیٹا جوان شیر جو بالکل بچہ تھا وارث تاج و تخت بنایا گیا۔ ایک سال بعد وہ بھی مر گیا۔[1] اور عجمیوں نے شہریار بن آردشیر کے بیٹے شاپور کو تخت پر بٹھایا۔ پھر آزرمی دخت اس کو اور اُسکے وزیر فرخ زاد کو قتل کر کے تخت پر بیٹھی۔ مگر بہت سے سرداران عجم ایک دوسری عجمیہ شاہزادی پوران دخت کے طرفدار تھے اور اُسے تخت پر بٹھانا چاہتے تھے اس لئے کہ وہ نیک اور عدالت گستر شاہزادی تھی اور اسکی خوبیاں دیکھ کر بہت سے ایرانی آمادہ ہو گئے کہ اسی کو سریر ساسانی پر بٹھائیں۔

آزرمی دخت و تاجدار عجم پوران دخت

پوران دخت نے ایک معتد بہ گروہ کو اپنا دوست دیکھ کر اپنے طرفدار سردار حاکم خراسان رستم بن فرخ زاد کو حالات لکھے اور تاکید کی کہ فوراً آ کے میری مدد کرو۔ یہ خط پاتے ہی وہ اپنا زبردست لشکر لے کے چل کھڑا ہوا۔ راستے میں آزرمی دخت کے طرفدار جہاں جہاں ملے اُن کو شکستیں دیں۔ اور دار السلطنت مدائن کے قریب پہونچ گیا۔ مدائن پر آزرمی دخت اور اُس کے رفیق سیاؤش کا قبضہ تھا رستم نے دونوں کو ایک سخت لڑائی کے بعد شکست دی۔ اور مدائن میں محصور کر لیا۔ پھر دھاوا کر کے دار السلطنت کو بھی فتح کیا۔ سیاؤش کو اسیر کر کے قتل کیا۔ اور آزرمی دخت کی آنکھوں میں سلائی پھیر کے اُسے تاج و تخت کے قابل نہ رکھا۔ یوں حریفوں سے میدان صاف کر کے اس نے پوران دخت کو یہ اقرار لے کے تخت پر بٹھایا کہ دس سال تک وہ حکومت کریگی۔ اس کے بعد اگر نسل کسریٰ کا کوئی شاہزادہ مل گیا تو وہ تخت و تاج عجم کو اس کے حوالے کر کے سلطنت سے علیحدہ ہو جائے گی۔ ورنہ اسکی جگہ شاہی نسل ساسان کی کوئی اور شاہزادی تخت پر بٹھا دی جائے گی۔

رستم بن فرخ زاد۔

پوران دخت تاجدار عجم۔

یوں وارث سریر ساسانی بن کے پوران دخت نے مملکت فارس کے تمام سرداروں اور زمینداروں کو اپنے دربار میں جمع کر کے حکم دیا کہ تم سب رستم بن فرخ زاد کی اطاعت کرو۔ سب کے سامنے ملکہ نے اپنے ہاتھ سے رستم کو تاج نیابت پنہایا۔ اور سب سے اس کے احکام بجا لانے کا وعدہ لیا۔ غرض ابو عبیدہ کے پہونچنے سے پہلے سارا ملک عجم رستم بن فرخ زاد کے زیر انتظام ہو گیا تھا۔

رستم مختار کل۔

ایرانیوں میں ان دنوں نجومیوں کا بڑا زور تھا۔ اور خود رستم بھی اول درجے کا نجومی تھا۔ اکثر لوگوں نے زائچہ میں یہ دیکھ کر کہ ایران کا ستارہ حضیض ادبار میں ہے۔ رستم سے کہا حرکات کواکب اور

نجومیوں کا زور۔

[1] اخبار الطوال مصنفہ ابو حنیفہ دینوری صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱۔

زمانے کا رنگ تم بخوبی دیکھ رہے ہو۔ پھر ایسے نازک وقت میں حکومت کیوں اپنے ہاتھ میں لی ہے؟ کہا عزت کے شوق اور دولت کی ہوس میں۔"

مقابلے کی تیاری۔

اب رستم نے مثنیٰ کے آنے اور لڑائی کی تیاریاں کرنے کا حال سنا تو اپنے تمام سرداروں اور فوجی افسروں کے نام حکم جاری کر دیا کہ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے فوراً تیار ہو جاؤ۔ ایران میں ہر گورنری ایک رستاق کہلاتی تھی۔ رستم نے ہر ہر رستاق میں ایک ایک شخص کو بھیجا کہ خود جا کر لوگوں کو جمع کرے۔ اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہر طرف سے فوجیں امنڈ پڑیں اور صاف نظر آنے لگا کہ ایک بہت بڑی قیامت بپا ہونے والی ہے۔ ایک سردار جابان رستاق فرات بادقلی میں اور دوسرا نرسی جو خاندان شاہی سے قرابت رکھتا تھا رستاق کسکر میں گئے۔ اور جو ملا اسے کھینچ پکڑ کے فوج میں بھرتی کر لیا۔ رستم نے اسی قدر نہیں کیا بلکہ ایک تاریخ بھی مقرر کر دی کہ اس روز ہر جگہ کا لشکر مرتب ہو کر چل کھڑا ہو۔

عام جوش و خروش۔

جابان مقابلے پر۔

ایک لشکر مثنیٰ کے مقابلے پر روانہ کر دیا گیا۔ اور اس کا سردار جابان جلدی جلدی کوچ کر کے شہر نمارق میں اتر پڑا۔ اور ہر طرف سے جمع ہو ہو کے متواتر فوجیں اس کے پاس آنا شروع ہوئیں بلندی فرات سے لیکر نشیبی علاقوں تک جتنے رستاق تھے سب کے لوگ ہتھیار لیکر اٹھ کھڑے ہوئے۔

مثنیٰ کا پیچھے ہٹنا۔

مثنیٰ نے یہ رنگ دیکھا تو حیرہ کو چھوڑ کے پیچھے ہٹے۔ اور مقام خفان میں پہنچ کے پڑاؤ ڈال دیا تاکہ دشمنوں کا کوئی لشکر ان کے عقب میں نہ پہونچ سکے۔ اس ہٹنے سے ان کا اثر اور مٹ گیا۔ عراق اور حیرہ کا جتنا علاقہ حضرت صدیقؓ کے عہد میں خالد بن ولید نے فتح کیا تھا سب ان کے قبضے سے نکل گیا۔ اور دشمنوں میں یکایک ایسا جوش و خروش نظر آیا کہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہوئے جاتے تھے۔

ابوعبیدہ پہنچ گئے۔

مثنیٰ خفان میں تھے کہ ان کے حیرہ پہونچنے کے ایک مہینہ بعد ابوعبیدہ ثقفی اپنے لشکر کے ساتھ پہونچے۔ اور عنان سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لے لی۔ چند روز یہاں ٹھہر کے ستائے۔ یہاں کے سرحدی قبائل کا جسقدر لشکر جمع ہو سکا اس کو باقاعدہ طور پر مرتب کیا۔ اپنے رسالوں کی کمان مثنیٰ کے ہاتھ میں دی۔ اور آگے بڑھے۔

جنگ نمارق۔

اتنے دنوں میں جابان کے جھنڈے کے نیچے ایک خلقت عظیم جمع ہو گئی تھی۔ مگر ابو عبیدہ برابر بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ خاص نمارق میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے لشکر عجم کے جناحین کے افسر جشنس ماہ اور مردان شاہ تھے۔ فوراً میدان رزم گرم ہو گیا۔ اور سخت خونریزی ہونے لگی۔ اس لڑائی میں اگرچہ ایرانیوں کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا مگر عرب ایسی جانبازی اور پامردی سے لڑے کہ فارسیوں کے قدم کو لغزش ہو گئی اور آخر شکست کھا کے بھاگے۔ جوانمردان اسلام میں سے

جابان کا مکر۔

مطر بن فضہ تیمی نے جابان کو اور اکتل بن شماخ عکلی نے مردان شاہ کو اسیر کرلیا۔ مردان شاہ تو اسیر ہو کر مارا گیا مگر جابان نے مطر سے کہا۔ میں ایک بوڑھا ازکار رفتہ آدمی ہوں۔ مجھے غلام بنا کر کیا کرو گے؟ مجھے چھوڑ دو تو تمھیں دو ایسے خوبصورت غلام دوں گا۔ جو دوڑ دوڑ کے تمھارا کام کریں گے۔ اور مدت تک کام آئیں گے۔" مطر نے فریب میں آکر چھوڑ دیا۔ مگر وہ بھاگ کے کہاں جاتا۔؟ دو ہی قدم گیا تھا کہ پھر پکڑ لیا گیا اور اُسے اسیر کرنے والا پہچان کے ابو عبید کے سامنے لے گیا۔ اور بتایا کہ دشمنوں کا بڑا سردار جابان یہی ہے۔ اور اپنے اسیر کرنے والے کو فریب دیکے نکل بھاگا تھا۔ ابو عبید نے

بے نظیر پابندی عہد

کہا "میں نے مانا کہ اس نے فریب دیا۔ مگر جس شخص کو ایک مسلمان امان دے چکا ہو اُسے قتل کرتے میں ڈرتا ہوں۔ مسلمان مثل ایک جسم کے ہیں۔ لہذا ایک کا معاہدہ سب کا معاہدہ ہے۔ اور جس بات کا ایک پابند ہے اس کی پابندی سب کے لیے لازم ہے۔ یہ کہہ کے اس کو چھوڑ دیا۔

اس کے بعد مفرورین کے تعاقب میں فوج روانہ کی گئی۔ بہت سے بھاگتے میں مارے گئے اور جو بچے نرسی کی فوج میں جاکے شامل ہو گئے جو شہریار عجم کا خالہ زاد بھائی تھا۔ اُس کے

نرسی سپہ سالار عجم۔

جناحین کے سردار بندویہ اور تیرویہ بھی موجودہ ملکۂ عجم کے ماموں بسطام کے بیٹے تھے۔ یہاں علاقہ ہائے بارو سما اور زوابی کے لشکر بھی نرسی کے زیر علم جمع ہو گئے تھے۔

پوران دخت اور رستم کو جب جابان کے لشکر کی شکست کا حال معلوم ہوا تو ایک نامور سردار عجم جالینوس کو بھی ایک لشکر کے ساتھ نرسی کی کمک پر بھیج دیا۔ غرض یہاں ایک بڑا زبردست لشکر مسلمانوں کے روکنے اور مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔

دو سردار جالینوس

ابو عبید نے ایرانیوں کے اس جماؤ کا حال سُنا تو اپنے پورے لشکر کے ساتھ جلد جلد

فتح کسکر۔

کوچ کرتے ہوئے بڑھے۔ کسکر کے ذرا اُدھر مقام سقاطیہ میں دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ ایرانی وطن پرستی کے جوش میں جان توڑ کر لڑے۔ مگر عربوں نے توحید و حق پرستی کے جوش میں ایسی ثابت قدمی دکھائی کہ ہمت ہار کے بھاگے۔ نرسی جان بچا کے بھاگ گیا۔ اور مسلمان عجمی خیمہ و خرگاہ کے مالک ہو گئے۔

یہاں عربوں کو ایرانی خیموں میں قسم قسم کی غذائیں اور ایسے لطیف الوان نعمت ملے جن کو

خاص شاہی رطب۔

اُنھوں نے ذوق و شوق سے کھایا اور شکر بجا لائے۔ ایک خاص قسم کے رطب تھے جو شہریار عجم کیلئے مخصوص تھے۔ فقط اس کے لیے اُن کے درخت محفوظ رہا کرتے۔ اور ممانعت تھی کہ اور کوئی اُن کو نہ چھوئے اس قسم کا ایک رطب مل جانے کی بڑے بڑے امیروں اور سرداروں کو تمنا رہا کرتی۔ اتفاقاً وہ رطب

جو بادشاہ کے پاس بھیجے جانے والے تھے مسلمانوں کے ہاتھ لگے جنھوں نے اُن کو آزادی سے کھایا اور اس علاقے کے زمینداروں کو بھی کھلایا جن کے لیئے وہ نعمت غیر مترقبہ تھے۔ ابو عبیدہ نے ان میں سے پانچ رطب مال غنیمت کے ساتھ حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں بھیجے اور لکھا "اللہ جل شانہ نے ہمیں وہ غذائیں کھلائیں جو کسرائے عجم کے سوا یہاں کسی کو نصیب ہو سکتی تھیں۔ ہم ان میں سے یہ پانچ رطب آپ کی خدمت میں بھی بھیجتے ہیں۔ تاکہ آپ ان کو ملاحظہ فرمائیں اور خدا کی نعمتوں اور مہربانیوں کا شکر بجا لائیں"۔

فتح بارو سما وغیرہ۔

اب ابو عبیدہ یہاں کسکر کے علاقے میں ٹھہر گئے اور تھوڑے لشکر کے ساتھ مثنیٰ کو بارو سما میں۔ والق کو زوابی میں اور عاصم کو نہر جور میں بھیجا۔ وہاں جو عجمی لشکر ملے اُن کو ان سردارانِ اسلام نے شکستیں دیں۔ پھر مقام زندرو ورد پر تاخت کر کے لونڈی غلام اسیر کئے۔

وہاں کے زمیندار۔

اسی اثنا میں بارو سما اور زوابی کے رئیس و زمیندار فرخ اور فراونداد نے ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر نذرانے پیش کیے اور اظہارِ اطاعت کیا۔ دونوں مذکورہ سرداروں نے ایکدن بہت سے کھانے ابو عبیدہ کی خدمت میں حاضر کیے۔ اور کہا "ان کو آپ بطریق دعوت قبول فرمائیں"۔ انھوں نے پوچھا "کیا تم نے سارے لشکر کی دعوت کی ہے۔ اور سب کو یہی کھانا دیا ہے؟" انھوں نے ندامت سے کہا۔ ابھی تو ہمیں اس کا موقع نہیں ملا لیکن عنقریب سارے لشکر کی دعوت کریں گے"۔ ابو عبیدہ نے کہا "لیجاؤ مجھے تمھارے کھانے کی حاجت نہیں"۔ اس کے بعد کہا "سُنو ابو عبیدہ بہت برا شخص ہے اگر ان لوگوں سے وہ کوئی رعایت چاہے جن پر وہ حاکم ہو۔ اور اصل یہ ہے کہ مجھے تمھارے کھانے کی ضرورت ہی نہیں۔ میں تو فقط وہ چیزیں کھا سکتا ہوں جو اوسط درجے کے لوگوں کی غذا ہیں"۔

افسر و ماتحت کی مساوات۔

ابو عبیدہ کی بے ریائی اور سادہ مزاجی۔

مگر ان زمیندارانِ عجم کی یہ فقط دکھاوے کی کارروائی تھی۔ بظاہر انھوں نے صلح کر لی تھی مگر دل میں جالینوس کے پہونچنے کے منتظر تھے جو ایک زبردست لشکر کے ساتھ اُن کے علاقے کیطرف آرہا تھا۔ رستم بن فرخ زاد نے اُس کو حکم دیا تھا کہ نرسی سے جا کے ملو۔ اُس کے ساتھ شریک ہو کر عربوں سے مقابلہ کرنا۔ مگر ابو عبیدہ نے اس کے پہونچنے سے پہلے ہی نرسی کے لشکر کا خاتمہ کر دیا اور اس کے بعد وہ علاقۂ بارو سما کے شہر باقشیانا میں اُترا۔ اُس کے آنے کی خبر سُنتے ہی ابو عبیدہ نے اپنا لشکر مرتب کیا۔ اور ناگہاں حملہ کر کے اُسے دم بھر میں شکست دے دی۔ جالینوس کے بھاگتے ہی اس علاقے کے تمام شہروں پر ابو عبیدہ کا قبضہ ہو گیا۔

فتح باقشیانا

اور بارو سما کے زمیندار آندرزغر نے فی کس چار درہم جزیے پر صلح کر لی۔ اب ابو عبیدہ نے مثنیٰ کو

زندرود میں اور عروہ بن زید کو زوابی پر فوج کشی کا حکم دیا اور دونوں سردار کامیاب غانم و سالم واپس آ گئے۔[۵]

لشکر اسلام کی دعوت۔

اس موقع پر اہل بارؤسما نے پھر حاضر ہو کر سارے لشکر اسلام کی دعوت کی۔ اور کوئی ادنیٰ سپاہی بھی نہیں باقی رہا جس کو ایک ہی قسم اور ایک ہی درجے کا کھانا نہ پہونچا دیا ہو جب اس کا اطمینان ہو گیا تو ابوعبید نے بھی کھانا کھایا۔ دعوت کے بعد ابوعبید حیرہ میں واپس چلے آئے اس لیے کہ اسی شہر کو مسلمانوں نے اپنا مستقر قرار دیا تھا۔

پھر حیرہ مرکز عساکر اسلام بنا۔

بہمن جاذویہ ذی الحاجب

جالینوس اور اس کے شکست یاب رفقا رستم کے پاس پہونچے تو اس نے لوگوں سے دریافت کیا "کہ سرداران عجم میں سے کون افسر عربوں کے حق میں زیادہ سخت ہے؟" سب نے بہمن جاذویہ کا نام بتایا جو "ذی الحاجب" کے لقب سے مشہور تھا۔ اس لئے کہ پیشانی پر ایک پٹی کھینچ کے باندھ لیا کرتا جس سے بھویں زیادہ ابھر آتیں اور چہرے پر رعب برسنے لگتا۔ رستم نے اسی بہمن کو ابوعبید کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اور جالینوس کو بھی اس کے ہمراہ کر کے اسے تاکید کی کہ اب کی یہ میدان سے بھاگے تو بلا تامل سر اڑا دینا۔

ہاتھی اور درفش کاویانی

اس حکم کے مطابق بہمن بڑے کر و فر سے چلا۔ اس کے لشکر میں کوہ پیکر ہاتھی تھے۔ اور فوج کے آگے آگے ایران کا قدیم تاریخی جھنڈا درفش کاویانی تھا۔ یہ چمڑے کا علم تھا جو بارہ ہاتھ لمبا اور آٹھ ہاتھ چوڑا تھا۔ اس شان و شکوہ سے آتے آتے وہ مقام قس ناطف میں ٹھہر گیا۔ یہاں چونکہ فرات پر پل بندھا ہوا تھا اس لیے یہ مقام زیادہ تر "جسر" کے نام سے مشہور تھا۔

جنگ جسر ناطف

ابوعبید نے اس کے آنے کا حال سنا تو بڑھے۔ اور دریا کے دوسرے کنارے پر یعنی مغرب جانب مروحہ نام ایک بستی کے پاس خیمہ زن ہو گئے۔

ابوعبید کی بیوی کا خواب۔

اسی دن ابوعبید کی بیوی دومہ یعنے مختار کی ماں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص جام شراب ہاتھ میں لیے آسمان سے اترا اور ابوعبید اور ان کے چند رفقا کو جنھیں وہ جانتی تھیں وہ جام پلا دیا۔ یہ خواب انھوں نے شوہر سے بیان کیا اور نام بنام بتا دیا کہ فلاں فلاں لوگوں نے وہ جام پیا تھا۔ انھوں نے ایک مسرت کے ساتھ کہا "انشاء اللہ شہادت نصیب ہو گی"۔ اور اس کا اسقدر یقین ہو گیا کہ اسیوقت فوج میں جا کے کہا "اس لڑائی میں اگر میں مارا جاؤں تو فلاں شخص جھنڈا لے۔ وہ مارا جائے تو فلاں شخص لے۔ اسیطرح باری باری ان تمام لوگوں کے نام گنوا دیے جن کو بیوی نے بتایا تھا۔

شہادت کی خوشی اور بشا...

---

[۵] فتوح البلدان صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰

اور سب سے آخر میں کہا کہ "مثنیٰ جھنڈا لیں"۔

مسلمان فرات سے اترے۔

اتنے میں بہمن کی طرف سے پیام آیا "یا تو تم ادھر ہماری طرف اتر آؤ۔ یا ہمیں موقع دو کہ اس پار اتریں"۔ سلیط اور اکثر اہل رائے کے نزدیک مصلحت یہ تھی کہ دشمنوں کو ادھر بلا کے مقابلہ کیا جائے۔ مگر ابوعبید نے جوش شجاعت اور شوق شہادت میں کسی کا مشورہ نہ سنا۔ کہا "ہم سے زیادہ وہ لوگ موت کے شایق نہیں ہو سکتے"۔ اور بلا تامل کہلا بھیجا "ہم ہی اس پار آتے ہیں"۔ اس کے بعد فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ اور مسلمان کشتیوں کے پل پر سے گزرنے لگے جس کو اہل خلوبا نے دونوں حریفوں کے لیے تیار کیا تھا۔

لڑائی چھڑ گئی۔

عربی گھوڑے بھڑک گئے۔

پار اتر کے مسلمانوں کو اچھی طرح لشکر کے مرتب کرنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا کہ لڑائی شروع ہو گئی۔ اور قیامت یہ ہوئی کہ کوہ پیکر ہاتھیوں۔ اور سواران عجم کی لمبی لمبی ٹوپیوں کو دیکھ کر اور ہاتھیوں پر جو بڑے بڑے گھنٹے لٹک رہے تھے ان کا شور سن کے عربوں کے گھوڑے بھڑکتے اور بھاگنے لگے۔ مسلمان ان کو روکتے اور سنبھالتے۔ مگر جب عجمیوں کی طرف سے حملہ ہوتا ہاتھیوں کے گھنٹے بجتے۔ اور ایرانی سوار شور کر کے بڑھتے تو وہ آپے سے باہر ہو جاتے اور اس گھبراہٹ اور پریشانی میں عجمی کماندار ان پر تیروں کا مینھ برسانے لگتے۔

سرداران عرب کی شجاعت۔

یہ حالت دیکھ کر ابوعبید اور بہت سے بہادران عرب گھوڑوں سے اتر پڑے اور تلوار لے کے دشمنوں پر جھپٹے۔ میدان کی یہ حالت ہو رہی تھی کہ مسلمان سردار بار بار اپنی صفوں کو درست کرتے لیکن جہاں ہاتھی حملہ کرتے صفیں درہم و برہم ہو جاتیں۔ آخر ابوعبید نے چلا کے کہا "مسلمانو ہاتھیوں پر حملہ کرو۔ اور ان کے رسّے کاٹ کاٹ کے عماریوں کو گرا دو"۔ اشارہ پاتے ہی بہادران اسلام نے یہی کارروائی شروع کی۔ اور جانوں پر کھیل کھیل کے ہاتھیوں سے لڑنے لگے۔ قریب قریب تمام عماریاں ہاتھیوں پر سے گرا دیں۔ اور جو لوگ ان پر سوار تھے۔ وہ گرتے ہی عربوں کے ہاتھ سے قتل ہو جاتے۔

ہاتھیوں کی عماریاں گرادیں۔

ابوعبید کی شہادت

خود ابوعبید ثقفی سفید ہاتھی پر جھپٹے۔ جو سب ہاتھیوں سے زیادہ زبردست تھا انھوں نے اس کی عماری گرا دی۔ اور گرنے والوں کو قتل کر رہے تھے کہ ہاتھی ان پر جھپٹا۔ انھوں نے بڑھ کے اس پر تلوار کا وار کیا۔ مگر اس نے ان کو سونڈ میں لپیٹ کے زور سے پٹکا۔ سینے پر پاؤں رکھ کے مسل دیا۔ اور ان کی لاش پر پاؤں ٹیک کے کھڑا ہو گیا۔ یہ خوفناک تماشا دیکھ کے مسلمان ڈرے۔ ساتھ ہی اس شخص نے جسے ابوعبید اپنا جانشین بنا گئے تھے جھنڈا اٹھا کے مسلمانوں کو للکارا۔ اور سب نے ملکے

پیہم سات سپہ سالاران عرب کی شہادت۔

ہاتھی پر حملہ کیا۔ مگر اس نے دوسرے علم بردار کو بھی شہید کیا اب بہادران بنی ثقیف ابوعبید کی وصیت کے مطابق یکے بعد دیگرے علم اسلام کو اٹھاتے اور شہید ہو رہے تھے۔ یہانتک کہ سات سرداران اسلام شہید ہو گئے۔ اور مثنیٰ نے جھنڈا اٹھایا۔ مگر اتنی دیر میں مسلمانوں کے دل اس قدر مرعوب ہو چکے تھے کہ بدحواسی کے ساتھ بھاگنے لگے۔

مثنیٰ کی پامردی۔

مثنیٰ نے میدان میں قدم جما دیا اور مسلمانوں کو غیرت ولا ولا کے بلاتے تھے مگر کون سنتا تھا۔ اس اثنا میں مثنیٰ بھی سخت زخمی ہوئے۔ اور مسلمان اسیطرح میدان سے بھاگ رہے تھے۔

پُل توڑ دینا۔

عبداللہ بن مرثد ثقفی نے جو لڑائی کو ہاتھ سے جاتے دیکھا تو دریا کنارے جاکے پل کاٹ کے بہادیا[عہ] اور للکار کے کہا "لوگو یا تو فتحیاب ہو یا اسیطرح مردانگی سے مرو جسطرح تمھارے سرداروں نے جانیں دی ہیں۔

مسلمانوں کی پسپائی۔

بہرحال مسلمانوں کو پسپا ہوتے دیکھ کر ایرانیوں نے زور و شور سے حملہ کیا۔ اور انھیں پیچھے دھکیل کر بالکل دریا کے کگارے پر کر دیا۔ اِس نازک موقع پر بہت سے مسلمان دریا میں پھاند پڑے۔ اور ڈوب کے مرے۔ مثنیٰ نے یہ دیکھا تو جھپٹ کے اس طرف آئے۔ جو اس باختہ مسلمانوں اور عجمیوں کے درمیان قدم جما کے کھڑے ہو گئے۔ اور مقابلہ کرنے لگے۔

سرداروں کا سینہ سپر ہونا

عروہ بن زید خیل اور ابو محجن ثقفی بھی ان کی کمک پر آ گئے۔ اور غیر معمولی شجاعت دکھادی۔ ابو زید طائی اگرچہ نصرانی تھا۔ اور اتفاقاً کسی ضرورت سے حیرہ میں آگیا تھا۔ وہ بھی ہم قومی کے جوش میں نہایت جانبازی سے لڑا۔ مثنیٰ نے جب جانبازانہ کوشش سے فارسیوں کو روک دیا۔ تو مسلمانوں سے للکار کے کہا "دہشت زدگی میں ڈوب ڈوب کے جانیں نہ دو۔ دریا سے اترنا ہے تو اطمینان سے اترو۔"

مثنیٰ کو یقین ہو گیا تھا کہ اب ایرانیوں پر غالب آنے کی کوشش کرنا خود اپنے لشکر کو مفت میں ضایع کرنا ہے۔

پل جوڑا گیا۔

لہذا ملاحوں کو حکم دیا کہ جھٹ پٹ پل کو جوڑ کے درست کرو۔ اور جیسے ہی پل درست ہوا انھوں نے آواز دی کہ "لوگو دریا کے اس پار چلو۔" اس موقع پر سُلیط بن قیس اور ان کے چند رفقا میدان میں قدم جما کے عجمیوں کو روکتے رہے اور سارا لشکر فرات کے اس پار اتر آیا۔

مسلمانوں کو شکست۔

آخر میں خود مثنیٰ بھی جو زخموں سے چُور تھے اور زرہ کی کڑیاں جابجا جسم میں پیوست ہو گئی تھیں واپس آ گئے۔ مگر سُلیط نے اسی کوشش میں جام شہادت پیا۔

ایرانی تعاقب نہ کر سکے۔

ایرانیوں نے تعاقب نہیں کیا۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ بہمن جاذویہ تعاقب کے لیے پل پر سے

عہ مروج الذہب میں مسعودی کا بیان ہے کہ خود ابوعبید نے پار اتر کے پل کٹوا دیا تھا تاکہ مسلمانوں کو واپسی کا خیال بھی نہ رہے ۔

وزرائے عجم میں پھوٹ

اترنے کی کوشش کر رہا تھا کہ خبر آئی سلطنت کے بارے میں پھر ایرانیوں میں اختلاف پڑا۔ اور گھبرا کے رک گیا۔ اور وہاں مصیبت یہ پیش آئی کہ اکثر سرداران عجم نے رستم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اُن کی دو پارٹیاں ہوگئیں۔ ایک گروہ جو فہلوج والوں کا کہلاتا تھا رستم کا طرفدار تھا۔ باقی تمام ایرانی اس کو چھوڑ کے فیروزان نام ایک دوسرے سردار کے طرفدار ہوگئے جو رستم کا رقیب تھا۔ یہی وحشت ناک خبریں سن کے بہمن بجائے مسلمانوں کا تعاقب کرنے کے مدائن میں واپس گیا۔

مسلمانوں کا نقصان عظیم

مثنیٰ نے اس پار آ کے دیکھا تو اُن کے ہمراہ بہت تھوڑا لشکر باقی رہ گیا تھا۔ اس لئے کہ چار ہزار مسلمان لڑائی میں شہید ہوئے جن میں بہت سے مارے گئے اور بہت سے ڈوب کر مرے۔ دو ہزار مسلمان شکست کی ندامت سے منہ چھپا کے بھاگ گئے۔ فقط تین ہزار بہادران اسلام مثنیٰ کے پاس رہ گئے۔

مقتولین عجم

اِدھر ایرانیوں کے اگرچہ چھ ہزار آدمی مارے گئے۔ مگر فوج کی کثرت سے ان کو اِسکی پروا بھی نہ ہوئی۔

مدینے میں شکست کی خبر

اب اس حسرت ناک شکست اور مسلمانوں کی قوت کے بالکل ٹوٹ جانے کی خبر مثنیٰ نے عروہ بن زید الخیل کو بھیجکر حضرت عمرؓ کو کی۔ حضرت عمرؓ سن کے رونے لگے۔ اور سارے مدینے میں ایک کہرام سا پڑ گیا۔ پھر آپ نے عروہ کو حکم دیا کہ مثنیٰ کے پاس واپس جاؤ۔ اور اُن سے کہو کہ جہاں ہیں وہیں ٹھہرے رہیں۔ میں بہت جلد کمک بھیجوں[1] گا۔

یہ لڑائی شعبان ۱۳ھ ۹۳ محمدی ۶۳۴ء میں[2] ہوئی۔ اور اس میں بڑے بڑے نامور اکابر اسلام شہید ہوئے۔

اسی اثنا میں مثنیٰ کو خبر ملی کہ بہمن جاذویہ واپس گیا۔ اور اُس کی واپسی کا حال سن کر جابان[3] اور مردان شاہ بھی تھوڑی جماعت کے ساتھ مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس بات کا ثبوت دینے کے لئے کہ اس شکست سے مسلمانوں کی ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے انھوں نے فوراً عاصم بن عمرو کو مسلمانوں میں چھوڑا۔ اور گو کہ زخمی تھے مگر تھوڑے سے منتخب جوانوں کو ساتھ لے کے

---

[1] اخبار الطوال صفحہ ۱۱۳۔

[2] بلاذری فتوح البلدان کے صفحہ ۲۹۱ میں اور ابوحنیفہ دینوری اخبار الطوال کے صفحہ ۱۱۳ میں بتاتے ہیں کہ یہ لڑائی ہفتہ کے روز رمضان ۱۳ھ میں ہوئی۔ مگر ہم نے طبری کی روایت اختیار کی ہے۔

[3] غالباً یہ دوسرے جابان اور مردان شاہ ہیں۔

مثنیٰ کی تازہ شجاعت

دونوں کی طرف چل کھڑے ہوئے تو دونوں سرداران عجم نے شہر الیس کی آبادی کے قریب عربوں کو دور سے دیکھا تو خیال کیا یہ غالباً مسلمان مفرورین ہیں جو بھاگ کے جان بچانا چاہتے ہیں بڑھ کے ان کو روکیں۔ مگر مثنیٰ نے قریب پہونچتے ہی اس زور سے حملہ کیا کہ تھوڑے ہی مقابلے کے بعد عجمی لشکر نے راہِ فرار اختیار کی۔ اور دونوں نامور سردار مثنیٰ کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے۔ اور لطف یہ کہ جو ایرانی سپاہی بھاگے تھے ان کو بھی الیس والوں نے گھیر گھیر کے پکڑ لیا۔ اور مثنیٰ کے پاس حاضر کر کے امیدوار ہوئے کہ اس کے معاوضے میں اُن کے ساتھ صلح میں کچھ رعایت کر دی جائے۔ چنانچہ ویسا ہی کیا گیا۔ جابان اور مردان شاہ اور تمام اسیران جنگ قتل کرڈالے گئے۔ اور مثنیٰ اپنے لشکر میں واپس آئے۔

فتح الیس

بنی بجیلہ کی یکجائی

حضرت عمرؓ کو فکر تھی کہ مثنیٰ کے پاس جلد کمک پہونچے۔ اس کا اتفاقاً خود ہی بندوبست ہو گیا۔ جریر بن عبداللہ نے حضور سرورِ عالم کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ میرے قبیلے یعنی بنی بجیلہ کے لوگ جو سرزمین عرب میں جابجا منتشر ہو رہے ہیں ہر جگہ سے جمع کر کے میرے سپرد کر دیے جائیں۔ آپ نے اس کا وعدہ فرما لیا تھا مگر تعمیل نہیں ہونے پائی تھی کہ سفر آخرت فرمایا۔ آپ کے بعد جریر نے یہ درخواست حضرت صدیق اکبرؓ سے کی تو فوج کشی روم کی مصروفیت میں اُن کو اُدھر توجہ کرنے کا موقع نہ ملا۔ اور وفات پائی۔ اُن کے بعد جریر نے حضرت عمرؓ سے تقاضا کیا کہ حضرت رسالت کا وعدہ پورا کیجئے۔ انھوں نے تمام عاملوں اور والیوں کے نام حکم جاری کر دیا کہ بنی بجیلہ کے لوگ جہاں جہاں ملیں جریر کے پاس بھیج دیے جائیں۔ چنانچہ ان دنوں بنی بجیلہ کافی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جریر کو ان لوگوں کا سردار مقرر فرما کر حکم دیا کہ تم سب عراق میں جا کے مثنیٰ کو مدد دو۔ ان لوگوں نے کہا ہم تو شام میں رومیوں کے مقابلے پر جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے اُن سے وعدہ فرمایا کہ مال غنیمت میں سے تمھارے معمولی حق کے علاوہ خمس کا چوتھائی حصہ بھی تم کو دیا جائے گا۔ یہ سُن کر سب راضی ہو گئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مدینہ کے باہر دور تک ساتھ جا کے رخصت کیا۔ اور جریر اپنے قبیلے کے جوانمردوں کے ساتھ پہلے اُبلہ میں پہونچے۔ پھر مدائن کے اطراف تک بڑھ گئے۔

بنی بجیلہ کا عجم میں شرکت

اور اُن کی پہلی معرکہ آرائی

مدائن کے مرزبان کو آنے کی خبر ہوئی تو دس ہزار سپاہ عجم کے ساتھ اُن کے مقابلے پر آیا۔ دجلہ درمیان میں تھا۔ بنی بجیلہ نے پار اُترنے کو کہا تو جریر نے روکا اور کہا اگر ہم پار اُترے تو ممکن ہے کہ وہی انجام ہو جو جنگ جسر کا طرف کا ہوا تھا۔ انھیں لوگوں کو ادھر آنے دو۔ ایرانیوں نے چند روز انتظار کیا اور پھر خود ہی دجلہ سے اُترنے لگے۔ آدھا لشکر اترنے پایا تھا کہ جریر نے حملہ کر دیا۔ اور تھوڑی ہی دیر کی لڑائی میں مرزبان مارا گیا۔ عجمی ہراساں بھاگے۔ بہت سے مارے گئے اور بہت سے دریا

میں ڈوب مرے۔ اور جریر نے خوب غنیمت حاصل کر کے یہاں سے کوچ کیا اور مثنیٰ کے پاس جا پہونچے[1] پھر اُن کے بعد حضرت فاروق نے عصمۃ بن عبداللہ ضبی کو اُنکے قبیلے والوں کے ساتھ اسی مہم پہ روانہ کر دیا۔

سرحدی قبائل عرب کا اجتماع۔

اُدھر مثنیٰ نے بھی یہ تدبیر کی کہ سرحد عراق کے تمام عربی قبائل میں آدمی دوڑا دوڑا کے ان کو جہاد پر بلایا اور اُن کے گروہ بھی چاروں طرف سے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ انھیں میں ایک نصرانی سردار انس بن ہلال نمری بھی تھا جو اپنے قبیلے بنی نمر کے ایک گروہ عظیم کے ساتھ آیا اور کہنے لگا "ہم مذہب کے لیے نہیں بلکہ قومیت کے خیال سے لڑیں گے" اور ایرانیوں کے مقابلے میں اپنے ہم وطنوں کا ساتھ دیں گے" الغرض مثنیٰ کے پاس پھر کافی لشکر جمع ہو گیا[2] اور وہ ۱۳ھ میں مقام دیر ہند میں آ کے ٹھہرے۔

غیر مسلم حامیان اسلام۔

اس لشکر عرب کے جمع ہونے کی خبر رستم اور فیروزان کو ہوئی تو پوران دخت کے سمجھانے اور تاکید کرنے سے باوجود باہمی اختلاف کے دونوں نے مہران بن مہرویہ ہمدانی کو جو ایک نامور عجمی بہادر تھا اپنی تخت گاہ کے خاص لشکر یعنی امپیریل گارڈ کا سپہ سالار مقرر کر کے حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ جو بارہ ہزار لشکر کے ساتھ جلدی جلدی کوچ کر کے آیا اور دریائے فرات کے کنارے بویب نام ایک شہر میں خیمہ زن ہو گیا[3]۔

مہران بن مہرویہ۔

مثنیٰ قادسیہ اور خفان کے درمیان میں فروکش تھے کہ اس عجمی لشکر کی روانگی کی خبر سنی۔ فوراً جریر اور عصمۃ بن عبداللہ سے کہا میں بویب کی طرف جاتا ہوں۔ آپ لوگ بھی فوراً کوچ کر کے مجھ سے وہاں آملیں۔ غرض مثنیٰ مہران کے پہونچنے کے پہلے ہی بویب کے مقابل فرات کے مغربی کنارے پر خیمہ زن ہو گئے۔ اور جبتک لشکر عجم پہونچے اُن کی فوج پوری ہو گئی۔ شہر بویب کوفے کے بالکل پاس تھا۔

جنگ بویب

جب دونوں لشکر جمع ہو گئے تو مہران نے کہلا بھیجا مقابلے کے لئے تم ادھر آؤ گے یا ہم اس پار اُتریں؟" مثنیٰ نے جواب دیا کہ تم ہی اس پار آؤ۔ چنانچہ مسلمانوں نے موقع دیا اور لشکر عجم پُل باندھ کے اُس پار اُترا۔ اور لشکر اسلام کے مقابل خیمہ زن ہوا۔

لشکر عجم فرات سے اترا۔

ان دنوں رمضان کا مہینہ تھا۔ مثنیٰ نے سب کو روزے قضا کرنے کا حکم دیا اور اپنا لشکریوں مرتب کیا کہ جناحین پر بشیر بن خصاصیہ اور بسر بن ابی رہم تھے[4]۔ دیگر مختلف حصّوں کی سرداری مثنیٰ نے

دونوں لشکروں کی ترتیب۔

---

[1] مروج الذہب مسعودی۔ جلد ۵ صفحہ ۱۱۷ و ۱۱۸

[2] الفاروق مصنفہ شبلی نعمانی صفحہ ۹۰۔

[3] فتوح البلدان صفحہ ۲۶۲۔

[4] ابوحنیفہ دینوری صفحہ ۔۔ پہ جریر بن عبداللہ کو بتاتے ہیں۔

اپنے تینوں بھائیوں مثنیٰ، مسعود اور مذعور کو دی۔ اور صفیں باندھ کے تیار ہو گئے۔ مہران کے جناحین پر حیرہ کے زمیندار کا بیٹا آزادبہ اور مردان شاہ نام ایک اور نامور شہسوار عجم تھا۔ ایرانی تین صفیں باندھ کر آگے پیچھے بڑھے۔ ہر صف میں ایک ہاتھی تھا۔ اور ہاتھیوں کو حریف کی دست برد سے بچانے کیلئے ان کے گرد پیدل سپہگروں کے غول تھے۔ ان کے لشکر کے ساتھ باجا بجتا آتا تھا۔ اور ان کی رفتار سے زمین تھرا رہی تھی۔

ہاتھی

مثنیٰ مسلمانوں کو جوش دلاتے ہیں۔

مثنیٰ نے اپنے خاص لڑائی کے گھوڑے شموس پر سوار ہو کے مجاہدین کی صفوں کے آگے چکر لگایا۔ ہر جھنڈے کے پاس ٹھہر کے پر اثر کلمات سے مسلمانوں کو جوش دلاتے اور کہتے "آج جو چیز میں اپنے لئے چاہتا ہوں وہی تم سب کے لیے بھی چاہتا ہوں"۔ اس کے بعد انھوں نے حکم دیا کہ "میں چار تکبیریں کہونگا تین تکبیروں تک تم لڑائی کے لیے تیار ہونا اور چوتھی تکبیر سنتے ہی دشمنوں پر جا پڑنا"۔

ایرانیوں کا حملہ۔

اب مثنیٰ نے اپنے علم کے نیچے کھڑے ہو کر پہلی تکبیر کہی۔ ایرانیوں نے انکی اسی تکبیر پر حملہ کر دیا اور انکی صفیں مسلمانوں کی صفوں پر آ پڑیں۔ اور ہر جگہ مسلمان پامردی سے انھیں روکنے اور پیچھے دھکیلنے لگے۔ اتنے میں مثنیٰ کی نظر بنی عجلان پر پڑی۔ جن کی صفیں ایرانیوں کے حملے سے درہم و برہم ہو چکی تھیں طیش میں آکے اپنی داڑھی پکڑ کے کھینچی۔ اور فوراً ایک سوار دوڑایا جس نے ان لوگوں سے کہا "امیر جیش تمھیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آج مسلمانوں کو رسوا نہ کرو"۔ انھوں نے کہا "امیر کا فرمانا بجا ہے"۔ یہ کہہ کے سنبھل گئے اور اپنی صفیں درست کر لیں۔

مثنیٰ اور غیر مسلم عربوں کا حملہ۔

لڑائی نے طول کھینچا۔ اور اس کی شدت ساعت بہ ساعت بڑھتی جاتی تھی۔ مثنیٰ نے انس بن ہلال نمری سے کہا "تم بہادران عرب میں ہو اور اگرچہ ہم تم ایک دین پر نہیں ہیں مگر آج ہم دونوں کا مقصد ایک ہی ہے لہذا میں مہران پر حملہ کرتا ہوں تم بھی میرا ساتھ دو"۔ انھوں نے کہا "بہتر"۔ اور دونوں ایک ساتھ عجمی سپاہیوں کو گراتے ہٹاتے اور مارتے کاٹتے ہوئے چلے۔ ان کو آتے دیکھ کر مہران اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ یہ دشمن کے قلب میں قیامت بپا کر کے اس کے میمنہ پر جھک پڑے۔ اور اس لشکر کو بھی درہم برہم کر دیا۔

عربوں کے ان حملوں نے عجمی لشکر کے میمنہ و میسرہ و قلب سب کو ایک میں ملا دیا۔ غبار اسقدر بلند ہوا کہ کسی کو کچھ سجھائی نہ دیتا۔ سب اپنے مقابل سے مصروف پیکار تھے۔

مثنیٰ کے بھائی کی جوانمردانہ شہادت

اتنے میں مثنیٰ کے بھائی مسعود اور بہت سے شرفا مارے گئے۔ مسعود گرے۔ مگر ہمراہیوں کے

قدم کو لغزش ہوتے دیکھو تو زمین پر پڑے پڑے چلّائے للہی کر۔ اپنا علم بلند کرو۔ خدا تمہارا درجہ بلند کرے گا۔ میں مارا گیا تو بلا سے تم اپنی ہمت نہ ہارو۔ اسیطرح خود مثنیٰ نے کہا لوگو میں بھی مارا جاؤں تو فکر نہ کرو۔ تم اپنا کام کرتے رہو۔

مہران مارا گیا۔

اس دار و گیر میں مسلمانوں کے بہادر ان لشکر قلب اور خود مثنیٰ کے حملوں نے دشمنوں کے قلب لشکر کو بہت نقصان پہونچا دیا۔ اور کسی قدر حصۂ جناحین کو بھی فنا کر دیا۔ اتنے میں مہران مارا گیا۔ اور اس میں اختلاف تھا کہ اُس کو کس نے قتل کیا۔ جریر بن عبداللہ کہتے تھے کہ اس کو میں نے مارا۔ اور منذر بن حسان کہتے تھے کہ میں نے۔ آخر تصفیہ یہ ہوا کہ دونوں کی بات رکھ لی گئی۔ اُس کی پیٹی منذر نے لی اور باقی سامان جریر کو ملا۔ مثنیٰ کے حملوں اور قلب کے لشکر کی معرکہ آرائی کو دیکھ کر جناحین والوں نے بھی انہی زور و شور سے حملے شروع کر دیے۔ اور جو عجمی لشکر سامنے آتا اُسے درہم و برہم کر کے فنا کر دیتے۔ اُنکا جوش جانبازی دیکھ کر مثنیٰ نے قلب میں سے اُن کی کمک پر سواروں کا رسالہ بھیجا۔ اور ہاتھ اٹھا کر فتح کے لیے دعا کرنے لگے۔ دعا کے لیے ہاتھ اُٹھے ہی ہوئے تھے کہ دشمن شکست کھا کے ہٹے۔

اُن کے بھاگنے کا راستہ بند ہو۔

دشمنوں کو بھاگتے دیکھ کر مثنیٰ پل پر جا پہونچے اور پار جانے کا راستہ روک کے کھڑے ہو گئے عجمیوں کو پار جانے کا راستہ نہ ملا تو اِدھر اُدھر فرات کے کنارے بھاگے اور مدھر گئے تعاقب کرنے والے سواران عرب کے نیزوں کے شکار ہوئے۔ بھاگنے کا راستہ نہ ملنے کے باعث اس لڑائی میں جتنے عجمی قتل ہوئے کسی لڑائی میں نہیں مارے گئے تھے۔ اور لاشوں کے جیسے انبار یہاں لگ گئے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے تھے۔ مدت دراز تک یہاں سپاہیوں کی ہڈیوں کے ڈھیر نظر آتے رہے۔ مقتولین کا تخمینہ ایک لاکھ کیا گیا۔ اور اس دن کا نام مسلمانوں میں "یوم اعشار" مشہور ہو گیا۔ اس لئے کہ لشکر میں سے سو آدمی ایسے نکلے جنھوں نے فی کس دس دس عجمی قتل کیے۔ عروہ بن زید۔ غالب کنانی اور عرفجہ ازدی ان بزرگوں میں تھے جن کے ہاتھ سے نو نو ایرانی مارے گئے۔ اس لڑائی کے بعد شام تک۔ پھر رات بھر۔ اور اُس کے بعد پورے دن اور پوری رات۔ تیسرے دن کی صبح تک مفرورین رگید رگید کے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کے قتل کیے گئے۔ اور مقتولین کی یہ کثرت محض اس وجہ سے ہوئی کہ مثنیٰ نے دشمنوں کا پار جانے کا راستہ روک دیا تھا جس پر وہ اکثر افسوس کرتے۔ اور لوگوں سے کہتے کہ "یہ میری ایک اخلاقی کمزوری تھی جس کی مضرت سے خدا محفوظ رکھے۔ تم لوگ خبردار کبھی ایسا نہ کرنا۔"

اور انداز سے زیادہ مارے گئے۔ یوم اعشار۔

راستہ روکنے پر مثنیٰ کا پچھتانا۔

ع۵ فتوح البلدان صفحہ ۲۶۲۔ مگر ابو حنیفہ دینوری کہتے ہیں کہ مہران کو خود مثنیٰ نے قتل کیا۔ دیکھو اخبار الطوال صفحہ ۱۱۵۔

دجلے تک مسلمانوں کا قبضہ۔

اس لڑائی کے بعد فرات کے اُس پار کا سارا علاقہ دشمنوں سے صاف ہو گیا۔ اور مسلمانوں نے ساباط تک بڑھ بڑھ کے تاختیں کیں۔ قلعہ ساباط والے تو قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہے مگر اس کے آس پاس کی تمام آبادیاں لوٹ لی گئیں۔ اور فرات اور دجلے کے درمیان کسی دشمن جنگجو فراہم کا پتہ نہ تھا جن جن لشکرگاہوں میں عجمی سپاہ موجود تھی وہ بھی اپنے مرکزوں کو چھوڑ کر دجلے کے پار چلی گئی۔

مثنیٰ کی تاختیں۔

اب مثنیٰ نے حیرہ میں بشیر بن خصاصیہ کو چھوڑا۔ اور خود علاقہ سواد کے سرسبز و شاداب خطے کی طرف بڑھے۔ میسان اور دشت میسان میں فوجیں بھیجیں۔ اور الیس میں جو انبار کے مضافات میں تھا پڑاؤ ڈالا۔ یہاں اُن کو دو بازاروں کا پتہ لگا۔ ایک سوق بغداد اور دوسرا سوق خنافس۔ جہاں مدائن

دو بازاروں کا لوٹنا۔

کسریٰ۔ سارے علاقہ عراق۔ اور بنی ربیعہ اور بنی قضاعہ کے تاجر خرید و فروخت کے لیے جمع ہوا کرتے تھے۔ رہبروں کی مدد سے انھوں نے پہلے خنافس پر۔ اور پھر سوق بغداد پر تاختیں کیں۔ اور اسطرح اچانک جا پہونچے کہ لوگوں کو مال ہٹانے کا مطلق موقع نہ مل سکا۔ سوق بغداد پر حملہ کرتے وقت مثنیٰ نے ہمراہیوں کو سمجھا دیا تھا کہ بجز سونے چاندی اور حریر کے تھانوں کے اور کوئی چیز نہ لینا۔

اور تاختیں۔

دونوں بازاروں کی لوٹ میں بے انتہا دولت حاصل کر کے مثنیٰ انبار کے قریب نہر سالحین کے کنارے اتر پڑے۔ اور اطراف و جوانب میں تاخت و تاراج کے لیے پیہم فوجیں بھیجنا شروع کیں۔ کباث و صفین پر لشکر بھیجے۔ اور پھر خود بھی مفرور دشمنوں کا تعاقب کرنے لگے۔ اس تعاقب میں ایک موقع پر مثنیٰ کے پاس زاد راہ نہیں باقی رہا تو ضروری جانوروں کے سوا جتنے اونٹ وغیرہ ساتھ تھے سب کو ذبح کر کے کھا گئے۔ یہاں تک کہ بھوک کی شدت میں ان کے چمڑے بھی کھا لیے گئے۔ ناگہاں

تائید غیبی

اہل دبا اور حوران کا ایک تاجرانہ قافلہ اُدھر سے گزرا۔ اُس پر حملہ کر کے جو کچھ غلہ اور خوراک کا سامان ملا لوٹ لیا۔ پھر اس قافلے سے رہبر لے کے اور مقامات پر تاختیں کیں۔ اور انبار میں واپس آ گئے۔

جو لشکر صفین میں گیا تھا اس میں بنی بکر کے لوگ تھے اور اس نے بنی نمر اور بنی تغلب کو لوٹا۔ جب اُن لوگوں پر حملہ ہوا تو ان کے چند آدمی دریا میں پھاند پڑے اور چلانے لگے "ڈوب جاؤ ڈوب جاؤ"۔

ایک بے اعتدالی کا خمیازہ۔

اس کے جواب میں مسلمانوں کے سرداروں عتبہ اور فرات نے پکار کے کہا "تغریق بتحریق" یعنی جلانے کا بدلہ ڈبونا ہے۔ اور واقعہ یہ تھا کہ ایام جاہلیت میں کبھی ان لوگوں نے بنی بکر کے چند لوگوں کو جلا کے مار ڈالا تھا۔ اس واقعہ کی خبر حضرت عمرؓ کو ہو گئی۔ حضور سرور عالم فرما چکے تھے کہ جاہلیت کے تمام خون چھوڑ دیے گئے۔ اور اب کسی کا انتقام نہ ہو گا۔ اس حکم کے خلاف یہ واقعہ پیش آیا تو جناب فاروقؓ کو

سختی باز پرس کی

سخت ناگوار گزرا۔ فوراً ان دونوں مسلمان سرداروں کو مدینے میں بلوا کے جواب طلب کیا اُنھوں نے

کہا "ہم نے ان لوگوں کو نہیں ڈبویا۔ مگر ہاں جب وہ ڈوبنے لگے تو ضرب المثل کے طور پر ہماری زبان سے یہ کلمہ البتہ نکل گیا۔" اس بیان پر حضرت عمرؓ نے اُن سے حلف لیا۔ اور پنا اطمینان کر کے پھر اُن کو مثنی کے پاس بھیجدیا۔

مسلمان پوری طرح کامیاب ہیں

الغرض اب علاقہ الجزیرہ سے دجلہ کے کنارے تک سارا ملک مثنی کے قبضے میں تھا۔ اور جن لوگوں نے اطاعت قبول کر کے جزیہ دینے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ یا جن سے کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا اُن کے تمام شہروں اور گاؤں میں علانیہ لوٹ مار مچی ہوئی تھی۔ اور ایرانیوں کا حوصلہ نہ ہوتا تھا کہ کوئی لشکر بھیجکر ملک کو عربوں کی دستبرد سے بچائیں۔ رعایا آآ کے فریاد کرتی کہ للہ ہمیں بچاؤ۔ مگر رستم و فیروز کی مخالفت کی وجہ سے مطلق سماعت نہ ہوتی۔

چھٹی فصل

ایک فیصلہ کُن لڑائی کی تیاریاں

قومِ عجم کی کوشش اصلاح۔ نرینہ وارث سلطنت کی جستجو۔ یزدجرد خسرو عجم۔ دولت عجم کا آخری سنبھالا۔ مسلمانوں کی پسپائی۔ حضرت عمرؓ کی مستعدی۔ مثنیٰ کو ہدایات۔ مدینے میں اجتماع۔ خود حضرت عمرؓ عازم جہاد ہیں۔ صحابہ سے مشورہ۔ وہ آپ کے جانے کے خلاف ہیں۔ سعد بن ابی وقاص سپہ سالار اسلام۔ اُن کو ہدایتیں۔ اُن کی کمک۔ مثنیٰ کی وفات۔ لشکر اسلام کی تعداد و قوت۔ ترتیب لشکر اسلام۔ سلمیٰ بیوہ مثنیٰ سعد کے عقد میں۔ سعد قادسیہ میں۔ سواران عرب کی تاخت۔ مسلمان خاتونوں کی قیام گاہ۔ عام تاخت و تاراج۔ رعایائے عجم کی آہ و زاری۔ رستم بن فرخ زاد سپہ سالار عجم۔ اس کے عذرات و خیالات نہیں سنے گئے۔ رستم ساباط میں۔ سعد کا تردد۔ ہدایات فاروقی۔ سفرائے اسلام مدائن میں۔ اور دربار ساسانی میں۔ دربار میں نعمان بن مقرن کی تقریر۔ یزدجرد کا جواب۔ مغیرہ بن زرارہ کی تقریر۔ یزدجرد کی برہمی۔ تمہارے لیے خاک کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہم خاک لے کر آتے ہیں۔ ایک بدشگونی کا اثر رستم پر۔ لشکر عجم کی ترتیب۔ عجمی قوت کا شمار۔ رستم کی مایوسی۔ طالع کی نحوست۔ ایک حق پرست شہید۔ سپہگران عجم کی بے اعتدالیاں۔ رستم حیرہ میں۔ عرب گرد آوروں کی کامیابی۔ طلیحہ کی حیرت انگیز شجاعت۔ اُن کا مدح خوان دشمن۔ وہ ایمان لایا۔ رستم قادسیہ میں۔ لشکر عجم میں ہاتھی۔ رستم کا پیام صلح زہرہ کو۔ زہرہ کا جواب۔ کفر و اسلام کا سوال و جواب۔ رستم مسلمان سفیر کو بلواتا ہے۔ پہلے سفیر ربعی۔ اُن کی شان و وضع۔ اُن کی گفتگو۔ تین دن کی مہلت۔ دوسرے سفیر حذیفہ۔ اُن کی شان اور گفتگو۔ تیسرے سفیر مغیرہ بن شعبہ۔ اُن کی شان۔ اور تقریر۔ ایرانیوں پر اُس کا اثر۔ رستم کی تقریر۔ مغیرہ کا جواب۔ رستم کا جوش اور غصہ۔ رستم مغیرہ کے خلوص کو آزماتا ہے۔ آخری سفارت و اتمام حجت۔ لشکر عجم دریا سے اترا۔ رستم کا تمرد۔

فوج عجم کی کوشش صلاح

ایرانیوں نے جب ملک کی یہ حالت دیکھی تو سب نے جمع ہو کر رستم اور فیروزان سے کہا "آپ کا اختلاف کسی طرح دور ہونے کو نہیں آتا۔ اور رعایا کی تباہی کے ساتھ سلطنت ساسانی تشریف لیے جاتی ہے۔

ان خود غرضی کے جھگڑوں نے فارس کو ذلیل کر دیا، اور دشمنوں کے حوصلے بڑھا دیئے۔ چاہے ہم سب ہلاک ہو جائیں مگر آپ اتفاق نہ کریں گے۔ سوق بغداد، ساباط اور تکریت کے نکل جانیکے بعد مدائن کے سوا باقی ہی کیا رہ گیا ہے؟ لہٰذا اب ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ آپ دونوں اتفاق کر کے اس تباہی کو دور کریں۔ ورنہ ہم نے دل میں ٹھان لی ہے کہ پہلے آپکو قتل کریں گے۔ اور اس کے بعد خود اپنی جانیں دے دیں گے"۔

تہ بینہ وارث سلطنت کی جستجو۔

یہ سنکر رستم نے پرویز کی بیٹی ملکہ بوران دخت سے کہا آپ پرویز کے تمام محلوں، حرموں اور نیز خاندان پرویز کی تمام بیویوں اور کنیزوں کی ایک مکمل فہرست تیار کرا دیں۔ یہ فہرست جیسے ہی تیار ہوئی وہ تمام عورتیں جن کے نام اس میں درج تھے جمع کی گئیں۔ اور انسے کہا گیا کہ نسل کسریٰ کے کسی شہزادے کا پتہ دو۔ اس استفسار میں ان کو طرح طرح کی ایذائیں پہونچائی گئیں۔ مگر کوئی لڑکا کسی کے پاس تھا ہی نہیں بتاتی تو کہاں سے؟

یزدجرد خسرو عجم۔

آخر ایک عورت نے پتہ دیا کہ شہریار بن کسریٰ کا ایک لڑکا یزدجرد نام موجود ہے۔ اس کی ماں بادوریا کی رہنے والی ہے۔ شیرویہ کے عہد میں جب تمام شہزادے قتل ہونے لگے تو اس نے اپنے بچے کو اپنے بھائیوں کے پاس بھیجدیا تھا۔ اس اطلاع پر وہ عورت بلائی گئی۔ اس سے پوچھ کر اس کا لڑکا یزدجرد بادوریا سے مدائن میں لا کر تخت پر بٹھایا گیا۔ اور بوران دخت سریر ساسانی سے اتاری گئی۔ یزدجرد کی عمر تخت نشینی کے وقت اکیس[1] سال کی تھی[2]۔ آزرمی دخت کے پیرو بعض مقامات میں ابھی تک موجود تھے جنھوں نے یزدجرد کی مخالفت کی۔ اور مقابلہ کیا۔ اور شکست کھا کے فنا ہو گئے۔

دولت عجم کا آخری سنبھالا

یزدجرد کے تخت پر بیٹھتے ہی سارے سرداران عجم اس کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ رستم اور فیروزان کی رنجش دب گئی۔ اور ایران میں نظم و نسق سلطنت کے سنبھل جانے سے سکون ہو گیا۔ اندرونی خرابیوں کے دور ہوتے ہی یزدجرد نے عربوں کی طرف توجہ کی۔ لشکر جمع کیے۔ اور مختلف سرداروں کو ان کا افسر مقرر کر کے ہر طرف روانہ کرنا شروع کر دیا۔ حیرہ۔ ابلہ۔ انبار یعنی وہ شہر جو مسلمانوں کے قبضے میں تھے ان سب میں بھی مختلف فوجیں روانہ کی گئیں۔ اور یکایک شہرت ہوئی کہ دولت ساسانی از سر نو زندہ ہو گئی۔

عہ[1] ابوحنیفہ دینوری نے یزدجرد کی عمر تخت نشینی کے وقت سولہ سال کی لکھی ہے۔

عہ[2] اخبار الطوال صفحہ ۱۱۹۔

مسلمانوں کی پسپائی۔

اس خبر کے اڑتے ہی اُن تمام مقامات میں جو مثنیٰ کے قبضے میں آچکے تھے۔ بغاوت ہوگئی۔ ساری رعایا ایرانیوں کا ساتھ دینے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور وہ لوگ بھی جن سے مسلمانوں سے کوئی عہد وپیمان نہ تھا اور وہ بھی جن سے صلح ہو چکی تھی سب دشمن ہو گئے۔ اور عجمیوں کی اس شورش اور یورش میں مثنیٰ سے بجز اس کے کہ اپنا تمام مفتوحہ علاقہ چھوڑ کے پیچھے ہٹیں کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ چنانچہ وہ مقام ذی[۵] قار میں آکے جو سرزمین عرب میں ہے فروکش ہوئے۔ اور اُن کا لشکر علاقہ طف میں ٹھہر گیا۔ اور جریر اپنے لشکر کے ساتھ مقام کاظمہ میں جا کے اُترے[۵]۔

حضرت عمرؓ کی مستعدی۔

مثنیٰ کی تحریر سے جب یہ حالات حضرت عمرؓ کو معلوم ہوئے تو آپ نہایت جوش میں آئے اور آمادہ ہوگئے کہ پوری قوت سے کام لے کر سرزمین عجم میں حضرت رسالت کا وعدہ پورا کیا جائے۔ چنانچہ سارے عرب میں کوئی رئیس۔ کوئی صاحب رائے۔ کوئی ذی عزت۔ کوئی ذی ثروت۔ کوئی خطیب اور کوئی شاعر نہ تھا جس کے ذریعے سے انھوں نے قبائل عرب کو جہاد فی سبیل اللہ اور جانبازی پر نہ ابھارا ہو۔ یہ لوگ ہر طرف پھیل گئے اور قبائل عرب میں ایک ہلچل ڈال دی۔

مثنیٰ کو ہدایات۔

ساتھ ہی جناب فاروقؓ نے مثنیٰ کو لکھا کہ تم سرزمین عجم سے نکل کے اُن تالابوں کے کنارے منتشر ہو جاؤ جو ایران کی سرحد پر واقع ہیں۔ اور کوشش کرو کہ قبائل بنی ربیعہ بنی مضر میں سے کوئی سوار نہ باقی رہے جو تمھارے جھنڈے کے نیچے نہ آجائے۔ سب کو طوعاً وکرہاً بلواؤ اور پوری قوت جمع کر لو میں بھی زبردست کمک بھیجنے کا بندوبست کر رہا ہوں۔ غرض ۱۳ھ کے ماہ ذی قعدہ میں مثنیٰ کا سارا لشکر بصرے کے ایک پہاڑ کے قریب جمع ہوگیا۔

مدینے میں اجتماع۔

اب حج کا زمانہ آیا۔ اور حضرت عمرؓ نے حج کے لیے مکہ معظمہ کی راہ لی۔ مگر چلنے سے پہلے عرب کے تمام عاملوں کے نام حکم بھیج دیا کہ تمھارے علاقے میں جتنے ذی ثروت لوگ ہوں۔ اسلحہ اور گھوڑا رکھتے ہوں۔ یا جتنے صاحب رائے اشخاص ہوں اُن سب کو میرے پاس روانہ کرو۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ آپ حج سے واپس تشریف لائے تو مدینۂ طیبہ میں ایک خدائی مجمع تھی۔ جدھر نظر جاتی آدمی ہی آدمی دکھائی دیتے۔ جو لوگ عراق کے قریب تھے۔ وہ تو براہِ راست مثنیٰ کے پاس چلے گئے۔ باقی تمام اطراف عرب کے لوگ مدینے میں حاضر تھے۔

[۵] علامہ مسعودی مروج الذہب لکھتے ہیں کہ مثنیٰ سیراف میں آکے ٹھہرے جو کوفے سے تیس میل تھا۔ اور جس جگہ اُن کا لشکر اترا وہ قصبہ کے نام سے مشہور تھا۔ غالباً اسی کے پاس ذی قار بھی ہے۔

[۵] مروج الذہب جلد ۵ صفحہ 119۔

خود حضرت عمرؓ عازم جہاد ہیں۔

ان سب کو لے کر اور فوج شان سے مرتب کر کے ۱۴ھ کے آغاز میں حضرت عمرؓ مدینے سے نکلے۔ اور صرار نامی ایک تالاب کے کنارے جو مدینے سے چند میل ہے پڑاؤ ڈال دیا۔ ابھی تک کسی کو خبر نہ تھی کہ آپ کا کیا ارادہ ہے۔ بظاہر یہ نظر آتا تھا کہ اس لشکر عظیم کو لے کر آپ خود جہاد کے ارادے سے چلے ہیں۔ مگر کسی کو بتایا نہیں گیا تھا کہ آپ کس غرض سے مدینہ چھوڑ کے یہاں آئے ہیں۔ لوگوں کا معمول تھا کہ آپ سے کوئی بات پوچھنا ہوتی تو حضرت عثمانؓ اور عبدالرحمنؓ سے کہلوا بھیجتے۔ اور کوئی اور زیادہ اہم بات ہوتی تو ان دونوں بزرگوں کے ساتھ عم رسول اللہ حضرت عباسؓ کو بھی شریک کر لیتے۔ جن کا جناب فاروق سب سے زیادہ پاس و لحاظ فرماتے تھے۔ بہرحال لوگوں کے اصرار سے حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ "آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں؟ اور کیا ارادہ ہے؟" حضرت عمرؓ نے بجائے جواب دینے کے تمام لوگوں کو جمع کیا۔ اور کھڑے ہو کر اُن کو فوج کشی عجم کے تمام واقعات سے مطلع کیا اور پوچھا "آپ سب صاحبوں کی کیا رائے ہے؟ آپ کے نزدیک مناسب ہے کہ میں خود جا کے عراق میں جہاد کروں؟" سب نے کہا "چلیے اور ہمیں ساتھ لیتے چلیے۔"

صحابہ سے مشورہ۔

حضرت عمرؓ نے ان کی درخواست قبول فرمائی مگر کہا "کل تک ٹھہرو اور تیاری کرو میں اکابر صحابہ سے مشورہ کروں گا۔ اگر ان کی بھی یہی رائے ہوئی تو کل تک یہاں سے کوچ ہو گا۔ مگر تم لوگ سفر کیلئے تیار ہو جاؤ۔"

وہ آپ کے جانے کے خلاف ہیں

اس کے بعد آپ نے حضرت علیؓ کو جنہیں مدینے میں اپنی جگہ چھوڑ آئے تھے طلحہ کو جو مقدمۃ الجیش کے سردار تھے اور آگے بڑھ گئے تھے۔ زبیرؓ اور عبدالرحمن بن عوف کو جو جناحین کے افسر تھے بلا کے سب سے مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ کی رائے تھی کہ آپ خود تشریف لیجائیں۔ دشمنوں پر آپ کی ہیبت چھا جائے گی۔ مگر حضرت عباسؓ۔ عبدالرحمن بن عوف اور حضرت عثمانؓ اور تمام لوگوں کی رائے اس کے خلاف تھی۔ وہ سب کہتے کہ "صحابۂ رسول اللہ میں سے کسی اور کو بھیجئے۔ آپ کا تشریف لیجانا ساری اسلامی قوت کو پیش کر دینا ہے۔ جس میں ناکامی ہوئی تو پھر کوئی بات نہ بنائے بنے گی۔ اور یوں اگر ایک لشکر کو شکست ہوئی تو دوسرے کو روانہ فرمایئے گا۔" یہ سن کے آپ نے اسی رائے کو اختیار فرمایا[۵]۔ اور سارے لشکر کو جمع کر کے اعلان فرما دیا کہ "میں چلنے کو تیار تھا۔ مگر تمہارے صاحبان رائے اس تجویز کے خلاف ہیں۔ لہٰذا میں تو ٹھہر جاؤنگا مگر یہ بتاؤ کہ کسے سپہ سالار مقرر کروں؟"

عہ۵ مروج الذہب مسعودی۔ برحاشیہ ابن اثیر صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ جلد ۵

سعد بن ابی وقاص سپہ سالار اسلام۔

عین اسی موقع پر سعد بن ابی وقاص کی تحریر آئی کہ آپ کے لکھنے کے مطابق میں نے ایسے ایک ہزار سوار منتخب کیے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک صاحب الرائے اور حسب و نسب میں افضل و اعلیٰ ہے"۔ ان کا نام سنتے ہی سب نے کہا "بس انھیں کو مقرر کیجیے۔ ان سے زیادہ موزوں شخص سپہ سالاری کے لیے نہیں مل سکتا"۔ حضرت فاروق نے بھی یہ رائے پسند کی۔ اور اسی وقت سعد کو بلوا کے ان بیس ہزار غازیوں کے لشکر کا سپہ سالار بنایا۔ اور عراق کی طرف روانہ ہونے کا حکم دے دیا۔

ان کو ہدایتیں

جب وہ روانہ ہونے لگے تو فرمایا "سعد اس پر نہ بھولنا کہ تم رسول اللہ صلعم کے عزیز ہو۔ اور سابق الاسلام صحابی ہو۔ خدا اور بندوں کے درمیان عبادت اور تقویٰ کے سوا کوئی دوسرا رشتہ نہیں ہے۔ اس کے آگے سب برابر ہیں۔ وہ سب کا خدا ہے۔ اور سب اُس کے بندے ہیں۔ ہاں لوگوں کے اعمال کے اعتبار سے البتہ اُن کے مرتبے میں کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا خبردار۔ جو حضرت رسول اللہ صلعم کا طرز عمل تھا اس کو اپنا دستور العمل رکھنا۔ اور صبر سے کام لینا"۔

ان کی کمک۔ مثنیٰ کی وفات۔

سعد کے روانہ ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے دو ہزار بہادران یمن اور دو ہزار شہسواران نجد کو انھی کی کمک پر روانہ فرمایا۔ آٹھ ہزار لشکر عراق میں مثنیٰ کے پاس جمع ہو چکا تھا مگر افسوس کہ سعد کے پہونچنے سے پہلے ہی زخم کی حالت بگڑ جانے کے باعث انھوں نے انتقال کیا۔ اور دم واپسیں میں اپنا جانشین بشیر بن خصاصیہ کو بنا گئے۔

لشکر اسلام کی تعداد و قوت۔

چونکہ حضرت عمرؓ نے ہر جگہ فوج جمع ہونے کے احکام جاری کر دیے تھے۔ لہٰذا سعد کو راستے میں اور لشکر بھی ملتے جاتے تھے۔ منازل حزن اور شیرطہ کے درمیان تین ہزار کی جماعت تیار ملی۔ شراف میں پہونچے تو ایک ہزار شجاعان یمن کے ساتھ اشعث بن قیس ملے۔ بہرحال جب سعد قادسیہ میں پہونچے تو اُن کے علم کے نیچے تیس ہزار نبرد آزمایان عرب کا مجمع تھا لیکن عجمی شوکت و عظمت اس لشکر کو جو ان کی نظر میں بدوی بلوائیوں کے گروہ سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا خطرے میں نہ لاتے تھے عربوں کے تیر دیکھ دیکھ کے ہنستے اور کہتے ان تکلوں سے ہمارا کیا بنا لیں گے[عہ] مگر اس فوج کی اصلی

عہ طبری و ابن اثیر فقط چار ہزار لشکر بتاتے ہیں مگر اخبار الطوال میں ابو حنیفہ دینوری نے بیس ہزار مجاہد بتائے ہیں۔ اور یہی قرین قیاس ہے۔

عہ علامہ مسعودی لشکر اسلام کی مجموعی تعداد اٹھاسی ہزار بتاتے ہیں۔ مگر یہ یقیناً غلط ہے اس لیے کہ وہ خود بھی لکھتے ہیں کہ جن لوگوں کو مال غنیمت میں سے حصہ ملا اُن کا شمار فقط تیس ہزار تھا جو اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ لڑنے والوں کا شمار تیس ہزار سے زیادہ نہ تھا۔

عہ کتاب الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ صفحہ ۶۷۔

توریت اور بائیہ برکت و رحمت ـــــ یہ چیز تھی کہ اُن میں ننانوے شرکائے غزوۂ بدر، تین سو دس حاضرین بیعۃ الرضوان، تین سو اتی شرکائے فتح مکہ تھے۔ اور سات سو فرزندانِ صحابہ تھے۔

حضرت عمرؓ کو اس عظیم الشان لڑائی میں اس قدر انہماک تھا کہ عرب کا کوئی معجز بیان خطیب، کوئی سحر آفریں شاعر اور کوئی صاحب فراست اور ممتاز آدمی نہ باقی تھا جس کو سعد کے پاس نہ بھیج دیا ہو۔

ترتیب لشکر اسلام

شراف میں جب مثنیٰ کا لشکر بھی ان کے لشکر میں مل گیا تو انھوں نے عساکر اسلام کو فوجی ترتیب سے مرتب کیا۔ ہر دس آدمیوں پر ایک افسر مقرر کیا۔ اور تمام سرقوں پر ایسے لوگوں کو سردار بنایا جو بہادر اور کار آزمودہ تھے۔ اور جو کچھ انتظامات کیے خود حضرت خلافت مآب کے مشورے سے کیے۔ چنانچہ مقدمۃ الجیش پر زہرہ بن عبداللہ کو مقرر کیا جو صحابی تھے۔ اور وہ اپنے گروہ کو لے کر مقدمہ میں بڑھ گئے۔ عبداللہ بن معتم کو میمنہ پر۔ شرحبیل بن سمط کو میسرہ پر۔ خالد بن عرفطہ کو اپنی نیابت پر۔ عاصم بن عمرو تمیمی کو ساقہ یعنی پچھلے حصۂ فوج پر۔ سواد بن مالک تمیمی کو گشت کی فوج پر۔ سلمان بن ربیعہ باہلی کو مجردہ یعنی بے قاعدہ فوج پر۔ عبداللہ بن ذی السہمین کو شتر سواروں پر۔ اور حمال بن مالک اسدی کو پیدلوں پر افسر مقرر کیا۔ قاضی فوج اور غنیمت کو تقسیم کرنے والا افسر حضرت عمرؓ نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی کو مقرر فرمایا۔ اور فراہمی رسد کا اہتمام حضرت سلمان فارسی کو جو اس سرزمین کے رہنے والے اور یہاں کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔

سلمیٰ بیوہ مثنیٰ سعد کے عقد میں۔

یہیں شراف میں مثنیٰ کے بھائی معنّیٰ اور ان کی بیوی سلمیٰ آکر حضرت سعد سے ملیں۔ معنّیٰ نے بتایا کہ مثنیٰ کی رائے ایرانیوں کے مقابلے میں یہ تھی کہ مجاہدین اسلام خود اپنی سرحد کے اندر اُن سے مقابلہ کریں۔ سعد نے افسوس کے ساتھ اُن کے حق میں دعائے مغفرت کی۔ سلمیٰ کو خود اپنے عقد نکاح میں لے لیا۔ اور معنّیٰ کو تاکید کی کہ مرحوم کے اہل وعیال کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو اچھا سلوک کرنا۔ دو چار روز بعد سعد کو حضرت عمرؓ کا خط ملا تو انھوں نے بھی وہی رائے دی جو مثنیٰ کی تھی کہ عجمیوں سے سرحد عرب کے اندر ہی مقابلہ کیا جائے۔

سعد قادسیہ میں

سواران عرب کی تاختیں۔

اب سعد پورے لشکر کے ساتھ شراف سے کوچ کر کے عذیب میں اُترے۔ اور وہاں سے بڑھے تو قادسیہ میں جا کے پڑاؤ ڈال دیا۔ اُن کا لشکر نہر عتیق اور خندق کے درمیان عتیق کے پل کے سامنے اترا۔ اور سردار مقدمۃ الجیش زہرہ نے اپنے لشکر کے تیس منتخب شجاعوں کو بکیر بن عبداللہ لیثی کی سرداری میں روانہ کیا کہ علاقۂ الجزیرہ میں تاخت شروع کریں۔ یہ لوگ مقام سلیحین میں پہونچے تو کچھ شور سنا۔ چپ چاپ ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر میں پتہ لگا کہ حیرہ کے زمیندار آزادمرو کی بہن کی شادی صفین کے

عجمی النسل حاکم کے ساتھ ہوئی ہے اور وہ شان و شکوہ کے ساتھ دولہن کو بیاہے لیے جاتا ہے۔ بکیر نے یک بیک حملہ کر کے برات کو لوٹ لیا۔ آزادبہ کے ایک بیٹے شیرزاد کو نیزے سے چھید کے ڈال دیا۔ دولہن تیس امیرزمینداروں اور ایک سو خدام کے ساتھ اسیر کر لی گئی۔ اور بہت بڑا سامان دولت غازیوں کے ہاتھ لگا۔

مسلمان خاتونوں کی قیام گاہ

سعد مسلمان مجاہدین کی خاتونوں کو اپنے پیچھے عذیب میں چھوڑ آئے تھے۔ جہاں اُن کی حفاظت کے لیے سواروں کا ایک رسالہ چھوڑ دیا گیا۔ اور غالب بن عبداللہ لیثی اس کے سردار مقرر ہوئے۔ لشکر اسلام کو قادسیہ میں اترے، ایک مہینہ گذر گیا۔ مگر کوئی عجمی لشکر ان کے مقابلے پر نہ آیا۔ اور مسلمانوں کو رسد کی تکلیف ہونے لگی۔ آخر سعد نے تاخت و تاراج کا سلسلہ شروع کر دیا۔

عام تاخت و تاراج۔

میسان سے بہت سے مویشی لوٹ لائے گئے۔ اور کسکر سے انبار تک لوٹ مار شروع ہوئی تو بہت سا غلہ اور کھانے کے لیے کافی ذخیرہ فراہم ہو گیا۔

رعایائے عجم کی آہ و زاری

ان تاختوں سے عجمی رعایا میں پریشانی بڑھی تو سب نے دار السلطنت میں جا کر یزدجرد کے آگے فریاد کی کہ ہمارے پاس جو کچھ تھا اُس کو عرب لوٹ لے گئے اور اگر اب بھی ہماری مدد اور حفاظت نہ کی گئی تو ہم ان کی اطاعت قبول کر لیں گے اور جو کچھ ہمارے پاس ہو گا اس کو خود ہی اُن کے حوالے کر دیں گے۔" یزدجرد نے رستم بن فرخ زاد کو بلا بھیجا اور کہا "میں تم کو عربوں کے مقابلے پر مامور کرتا ہوں تمھیں سب سے بڑے نامور شہسوار ہو۔ اور دیکھ رہے ہو کہ اہل فارس پر کیسی آفت نازل ہوئی ہے۔ اگر اس وقت سلطنت کے کام نہ آئے تو کب آؤ گے؟" رستم نے بادشاہ کے حکم کو قبول کیا مگر درخواست کی کہ میں بالذات اس لڑائی میں شریک ہونے سے معاف رکھا جاؤں تو زیادہ مناسب ہو گا۔ اس لیے کہ میرا لڑائی میں نہ شریک ہونا ہی سلطنت کے لیے مفید ہے اور جب تک میں عربوں سے دور ہوں ان کے دلوں پر ساسانی جاہ و جلال کی ہیبت بھی باقی ہے۔ علاوہ بریں یہ بھی حضور پر روشن ہے کہ ایسے کاموں میں تاخیر بمقابل تعجیل کے زیادہ سودمند ہوا کرتی ہے۔ اور ایک ہی لشکر میں ساری قوت کو جمع کر دینے سے یہ اچھا ہے کہ مختلف لشکر یکے بعد دیگرے جا کے مقابلہ کرتے رہیں۔ یزدجرد کا نوجوانی کا جوش تاخیر کا بالکل متحمل نہ ہو سکا۔ اور تاکید کی کہ نہیں ساری قوت عجم کو جمع کر کے تمھیں جاؤ۔ اور مقابلہ کرو۔ رستم نے بار بار سمجھایا مگر یزدجرد نے مطلق سماعت نہ کی۔ اور اپنی ہی رائے پر ضد کرتا رہا۔

رستم بن فرخ زاد سپہ سالار عجم

اُس کے عذرات و خیالات۔

وہ نہیں سنے گئے۔

رستم ساباط میں

آخر رستم لشکر جمع کر کے مدائن سے چلا۔ اور ساباط میں خیمہ زن ہو گیا۔ یہاں سے بھی اُس نے

بار بار دارائے عجم کو تحریراً فہمائش کی۔ کہ اپنی رائے پر ضد نہ کیجیے۔ اور مجھے میری رائے پر چلنے دیجیے۔ مگر جواب یہی آیا کہ فوراً بڑھ کے عربوں سے مقابلہ کرو۔

سعد کا تردد اور ہدایات فاروقی۔

دولت عجم کی ان تیاریوں اور رستم کے روانہ ہونے کی خبر جاسوسوں سے سعد کو ملی تو انھوں نے فوراً حضرت عمر کو اطلاع کی۔ دار الخلافت سے جواب آیا کہ "دشمنوں کی تیاریاں سن کے پریشان نہ ہو۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ اور اسی سے مدد مانگو۔ مگر اپنے ساتھ کے چند زبان آور ذی فراست بہادر وں کو ایلچی کے طور پر خسرو عجم کے پاس بھیجو جو توحید کی تبلیغ کریں۔ اور اُن لوگوں کو دین حق کی طرف بلائیں۔ اسی کارروائی سے اُمید ہے کہ دشمن کمزور پڑ جائیں گے"۔

سفیران اسلام مدائن میں۔

سعد نے فوراً چودہ نامورانِ عرب کو منتخب کر کے روانہ کیا جن میں نعمان بن مقرن۔ عطارد بن حاجب۔ مغیرہ بن زرارہ۔ اشعث بن قیس۔ عمرو بن معدی کرب۔ مغیرہ بن شعبہ۔ اور مثنیٰ بن حارثہ وغیرہ تھے۔ یہ لوگ داعی توحید بن کے لشکر اسلام سے نکلے تو پہلے رستم کے لشکر میں پہونچے۔ اُس نے فوراً قید کر کے مدائن میں بھیجا۔ ساسانیوں کا قدیم دار السلطنت اصطخر تھا۔ لیکن نوشیروان عادل نے مدائن کو اپنی تخت گاہ قرار دیا۔ اور اس وقت سے اس زمانے تک یہی اُن کا مرکز جہاں بانی تھا جو قادسیہ سے تیس چالیس میل سے زیادہ مسافت پر نہ تھا۔

یزدجرد نے سفیران عرب کے آنے کا حال سُنا تو خود رستم کو بھی بلا بھیجا اور ایک روز عظیم الشان دربار کر کے وزرا و عمائد سلطنت کے سامنے ان کو دربار میں بلایا۔ ان لوگوں کے دیکھنے کو سڑکوں پر ایک خدائی جمع تھی۔ اور یہ لوگ ان کے درمیان اس شان و وضع سے دربار شہریاری کی طرف چلے کہ گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ یمنی چادریں کندھوں پر تھیں۔ اور ہاتھوں میں کوڑے تھے۔

اور دربار ساسانی میں۔

جب یہ لوگ ایوان شہریاری میں یزدجرد کے سامنے گئے تو اس نے اُن کی چادروں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "یہ کیا ہیں؟" انھوں نے کہا "برد"۔ بے اختیار اُس کی زبان سے نکلا "جہاں برد"۔ پھر کوڑوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ "اور ان کو کیا کہتے ہو؟" جواب دیا "سوط"۔ وہ سوط کو اپنی زبان میں سوخت سمجھا اور کہہ اٹھا "پارس را سوختند"۔ عجمیوں میں شگون لینے بات بات پر وہم کرنے اور ہر امر میں علم نجوم پر بھروسہ کرنے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بادشاہ اور عربوں کے سوال و جواب سے ان کے اوہام بڑھتے جاتے تھے۔ سب اہل دربار خون کا گھونٹ پی کے رہ جاتے مگر بادشاہ پر

ﮯ برد عربی میں چادر کو اور سوط کوڑے کو کہتے ہیں۔

کوئی زور نہ چل سکتا۔

دربار میں نعمان بن مقرن کی تقریر

آخر یزدجرد نے سفیران اسلام سے پوچھا "تم کیوں آئے ہو؟ کہاں ہیں اور اپنی حالت کو بھول گئے" نعمان بن مقرن نے ہمراہیوں سے اجازت لے کے جواب دینا شروع کیا۔ جس میں پہلے مجملاً طلوع نیر اسلام۔ اور بعثت محمدی کی تاریخ بیان کی۔ پھر سارے عربوں کے مسلمان ہو جانے کا تذکرہ کر کے کہا "ہمارے پیغمبر نے ہمیں حکم دیا کہ تمہیں بھی اپنے دین توحید کی طرف بلائیں" اس کے بعد مختصراً عقائد اسلام بیان کیے اور کہا "اس دین کو آپ قبول کر لیں۔ یہ نہیں منظور ہے تو جزیہ دیں۔ ورنہ تلوار سے فیصلہ ہو جائے گا۔"

یزدجرد کا جواب۔

اس پر برہم و مشتعل ہو کر یزدجرد نے کہا "سارے روئے زمین پر کسی قوم کو میں تم سے زیادہ بدنصیب۔ تعداد میں کم، اور بدترین حالت میں نہ جانتا تھا۔ ہم اپنے سرحدی گانوں والوں کو تمہیں سیدھا کر دیا کرتے تھے اور کامیابی ہوتی تھی۔ بہرحال فضول خود سری کے دھوکے میں نہ آؤ اور صاف صاف اقرار کر لو کہ تنگ دستی اور مصیبت تم کو یہاں لائی ہے۔ تاکہ ہم تمہارے سرداروں کی عزت کریں۔ تمہیں خلعت و انعام سے سرفراز کریں۔ بطریق مدد معاش تمہیں کوئی جاگیر عطا کریں۔ اور ایسے شخص کو تمہارا بادشاہ مقرر کریں جو تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔"

مغیرہ بن زرارہ کی تقریر۔

اب سفرائے اسلام میں سے مغیرہ بن زرارہ اٹھے اور کہا "اے بادشاہ۔ یہ سب معززان عرب اور ذی مروت لوگ ہیں۔ مروت میں اپنا پورا مافی الضمیر نہیں بیان کر سکے۔ لہذا میں عرض کرتا ہوں کہ ہماری ذلیل معاشرت کی نسبت جو کچھ ارشاد ہوا بجا ہے۔ مگر خدا نے اپنا رسول بھیج کر ہمیں معزز بنا دیا لہذا اب یہی صورتیں ممکن ہیں یا تو آپ توحید باری تعالیٰ کو قبول کر کے شرک سے توبہ کریں۔ یا ہمارے ماتحت رہ کر اور ذلت قبول کر کے ہمیں جزیہ دیں۔"

یزدجرد کی برہمی۔

اب شہریار آل ساسان کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ بولا "افسوس ایلچی قتل نہیں کیے جاتے۔ ورنہ تم میں سے کوئی زندہ بچ کے نہ جاتا۔ یہاں تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔ اور جو کچھ ہے یہ ہے" ساتھ ہی حکم دیا کہ ایک بورے میں خاک بھر کے ان کے سردار کی گردن پر لاد دی جائے اور وہ اس کو لادے ہوئے پاپیادہ مدائن کے پھاٹک سے نکالا جائے اس کے بعد ان داعی توحید سفیروں سے کہا "جاؤ اپنے حاکم سے کہہ دینا کہ میں رستم کو تمہارے مقابلے پر بھیجتا ہوں۔ وہ تم سب کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا۔ اور اس کے بعد تمہارے شہروں کی خبر لے گا۔"

تمہارے لیے خاک کے سوا کچھ نہیں ہے۔

عاصم خاک لیکر آتے ہیں۔

اب خاک کا بورا تیار تھا۔ عاصمؓ[1] نے اُٹھ کے کہا "ان لوگوں کا سردار میں ہوں۔ لائیے مٹی کا بورا لاد دیجئے۔ فوراً بورا اُن کی گردن پر رکھ دیا گیا۔ اور وہ سب ہمراہیوں کے ساتھ اُسے گردن پر لادے ہوئے پاپیادہ شہر سے نکلے۔ باہر پہونچکے اُس بورے کو گھوڑے کی پیٹھ پر رکھ لیا۔ اور حضرت سعد کے سامنے اس کو ڈال کے کہا۔ "لیجئے خاک عجم ہمیں خدا نے دے دی"۔

اس بدشگونی کا اثر رستم پر

اہل عجم کو بھی یہ واقعہ اپنے حق میں سخت بدشگونی نظر آیا۔ چنانچہ تمام اہل دربار کو یزدجرد کی یہ کارروائی ناگوار گذری۔ اور رستم نے تو دربار سے نکلتے ہی آدمی دوڑائے کہ ان لوگوں سے وہ مٹی کا بورا چھین لاؤ۔ مگر کسی نے اُن کو نہ پایا۔ اور واپس جاکر رستم سے کہا۔ "وہ لوگ نہیں ملے"۔ یہ جواب سُن کر اس کو یاس ہوگئی۔ اور زبان سے نکلا۔ "افسوس کہ فارس کی قومیت و سلطنت دونوں تشریف لے گئیں"۔

لشکر عجم کی ترتیب۔

اب رستم نے ساباط میں آکر اپنا لشکر مرتب کیا۔ مقدمۃ الجیش کا سردار جالینوس کو قرار دیکے چالیس ہزار فوج اس کے حوالے کی۔ اور آگے بڑھایا۔ ساٹھ ہزار فوج خود اپنے جھنڈے کے نیچے رکھی۔ ساقہ یعنے پچھلے حصے میں بیس ہزار سپہگر تھے۔ میمنہ کا سردار ہرمزان کو بنایا۔ اور میسرہ کا مہران بن بہرام رازی کو۔ مدائن سے روانہ ہوتے وقت رستم کے ہمراہ ساٹھ ہزار فوج تھی۔ مگر جب ساباط سے آگے بڑھا تو کل ایک لاکھ بیس ہزار لشکر اس کے جھنڈے کے نیچے تھا۔

عجمی قوت کا شمار۔

ساباط سے کوچ کرتے وقت اس نے اپنے بھائی بندوان کو ایک خط بھیجا تھا جس میں لکھا "اپنے قلعوں کو درست کر لو۔ اور لڑائی کو تیار رہو۔ عربوں کو تم اپنے ملک میں پہونچا ہی جانو۔ میری رائے تھی کہ وہ ابھی فقط روکے جائیں۔ اور لڑائی کو طول دیا جائے۔ یہاں تک کہ مقابلے کے لیے ساعت سعد آجائے۔ اور نحوست جو حرکات کواکب میں اس وقت نظر آرہی ہے دور ہو"۔ مگر مطلق سماعت نہ کی گئی۔ اس کے بعد اُس نے پورا زائچہ کھینچکر طالع کی نحوست بتائی تھی۔

رستم کی مایوسی۔

طالع کی نحوست۔

جب ساباط کے پل پر پہونچا تو جابان سے ملاقات ہوئی وہ بھی طالع کی نحوست سے افسردہ اور پریشان تھا۔ کہنے لگا "ستاروں کی جو حالت ہے اُس سے واقف ہوکر اور جان بوجھ کے آپ ایسی منحوس گھڑی میں لڑنے کو نکلے ہیں؟" جواب دیا "افسوس مجبور ہوں۔ ہزار سمجھایا مگر حضور شہنشاہ نہیں مانتے"۔

[1] علامہ بلاذری نے عاصم کے عوض عمرو بن معدی کرب کا نام بتایا ہے کہ وہ خاک عجم کو کندھے پر لاد لائے دیکھو فتوح البلدان صفحہ ۲۶۶۔

ایک حق پرست شہید

مقام کوثی میں پہونچا تو لوگ ایک مسلمان عرب کو پکڑ لائے۔ رستم نے سامنے بلا کے اس سے پوچھا "تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ اور کیوں آئے ہو؟" اُس نے کہا "اس لیے کہ تم لوگ اسلام قبول کرو تو خیر ورنہ خدا نے ہم سے جو وعدہ کیا ہے کہ تمھاری زمین ہمارے قبضے میں ہوگی اور تمھارے اہل و عیال ہمارے لونڈی غلام ہوں گے۔ اس وعدے کو اس سے پورا کرائیں"۔ اس سخت جواب پر رستم کو بہت طیش آیا اس سے کہا "اور اگر اس مقصد کے حاصل ہونے سے پہلے ہی تم مار ڈالے جاؤ تو کیا ہوگا؟" اس نے کہا "ہم میں سے جو مار ڈالا جائے گا جنت میں جائے گا اور جو بچ رہے گا اُس سے اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا"۔ رستم نے جھنجھلا کے کہا "تو اب ہم بالکل تمھارے بس میں ہیں؟" اُس نے کہا "خود تمھارے اعمال نے تم کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ یہ فوج جو تمھارے گرد ہے اس پر نہ بھولو۔ اس لیے کہ تم آدمیوں سے نہیں بلکہ تقدیر سے لڑ رہے ہو۔" آخر رستم نے سخت برہم اور مشتعل ہو کر اُسے قتل کر ڈالا۔

سپہگران عجم کی بے اعتدالیاں

اب رستم آگے کوچ کر کے مقام برسی میں اترا۔ عجمی سپاہیوں نے یہاں نہایت بے اعتدالیاں کیں۔ خوب شرابیں پی۔ نشے میں بدمست ہو کر شہر والوں کو لوٹ لیا۔ ان کے بچے پکڑ لیے۔ اور ان کی عورتوں کو بے آبرو کیا۔ ساری رعایا نے رستم کے خیمے کے سامنے آ کر فریاد کی۔ اور اپنی مصیبت بیان کی۔ رستم نہایت متاثر ہوا اور سارے لشکر کو جمع کر کے کہا "اے اہل فارس۔ بخدا وہ عرب سچ کہتا تھا کہ ہمارے اعمال نے ہم کو اُن کے حوالے کر دیا ہے۔ یہ شہر والے جو ہماری رعایا ہیں اگرچہ ہماری طرف سے لڑتے ہیں اور عربوں کے دشمن ہیں مگر خدا کی قسم اُن کے ساتھ عربوں کا برتاؤ تمھارے برتاؤ سے اچھا ہے۔ جب تک تم میں رحم۔ انصاف۔ خدا ترسی۔ اور اسی قسم کے نیک صفات تھے خدا تمھاری مدد کرتا تھا۔ مگر اب تم میں وہ صفات نہیں باقی رہے۔ لہٰذا تم خدا کی مدد کے بھی مستحق نہیں رہے"۔ اس کے بعد تحقیقات کی اور جن لوگوں کے ذمے جرم ثابت ہوا ان کو سزائیں دیں۔

رستم حیرہ میں

یہاں سے کوچ کیا تو رستم خاص حیرہ میں اترا۔ اور یہاں جن لوگوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی تھی اُن سے سخت بازپرس کرنے لگا تو ابن بقیلہ نے آ کے کہا "جب آپ ہماری مدد ہی نہیں کر سکتے تو ہم پر بھروسہ بھی نہ کریں۔ اور اگر ہم نے کسی تدبیر سے اپنی جان بچائی تو ہمیں الزام دیں"۔

عرب گرد آوروں کی کامیابی۔

اب رستم نجف میں تھا اور نجف اور سیلحین کے درمیان جالینوس کا لشکر پڑا ہوا تھا کہ سعد نے گرد آوری کی فوجیں روانہ کیں جنھوں نے علاقہ نہرین میں تاخت کی۔ رستم نے سن کر اپنے کچھ سوار اُن کے روکنے کو بھیج دیے۔ سعد کو جاسوسوں سے یہ بھی معلوم ہو گیا تو وہ اور سردار تھوڑے سپاہیوں کے ساتھ

بھیجدیے۔ ایرانی عربوں سے لوٹ کا مال چھیننے کی کوشش کر رہے تھے کہ یہ سوار جا پہونچے۔ اُن کی صورت دیکھتے ہی ایرانی سوار بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ترک تازانِ عرب اپنی غنیمت لے کر خیریت سے اپنے پڑاؤ میں آگئے۔

دشمنوں کے قریب آپہونچنے کا حال سُن کر سعد نے عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ اسدی کو دس جوانوں کے ساتھ روانہ کیا کہ گشت لگا کے دشمنوں کے حالات کا پتہ لگائیں۔ یہ وہی طلیحہ ہیں جنھوں نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور حضرت صدیق کو سب سے پہلے انھیں کے مرتد پیرووں سے سابقہ پڑا تھا۔ اب آج وہ دین محمدی کے سچے جاں نثار ہیں۔ غرض یہ لوگ ایک فرسخ سے کچھ ہی زیادہ مسافت پر گئے تھے کہ دیکھا جہاں تک نظر جاتی ہے۔ دشمنوں کے خیمے پھیلے ہوئے ہیں۔ عمرو اور ان کے اور ساتھی تو چلے آئے مگر طلیحہ اور آگے بڑھ گئے۔ چپکے سے رستم کے لشکر میں داخل ہوئے اور رات بھر چکر لگاتے رہے اس اندیشہ ناک گشت میں اُن کا شغلہ یہ تھا کہ جس خیمے کے پاس پہونچتے اسے طنابیں کاٹ کے گرا دیتے جب کئی خیمے سواروں اور گھوڑوں پر گرے تو ایرانیوں کو تلاش ہوئی کہ یہ کون ہے جو ستا رہا ہے۔ آخر یہ بھاگے اور کئی ایرانیوں نے تعاقب کیا۔ اب صبح ہونے کو تھی کہ ایک عجمی سوار قریب آپہونچا۔ انھوں نے پلٹ کے نیزہ مار کے اُسے قتل کر ڈالا۔ اس اثنا میں دوسرا سوار آیا۔ اور وہ بھی ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کے بعد تیسرا سوار آپہونچا۔ اور اپنے دو سواروں کی لاشیں دیکھ کر بڑے غصے اور طیش سے ان پر جھپٹا۔ دونوں میں سخت لڑائی ہونے لگی۔ آخر طلیحہ نے اس کے اسلحہ ہاتھ سے گرا دیے۔ اور اس کو اسیر کر لیا۔ اتنے میں اور عجمی سوار آتے دکھائی دیے۔ مگر طلیحہ نے جھٹ پٹ اس اسیر کو اپنے گھوڑے پر بٹھا کے باگ اُٹھائی تو اپنے پڑاؤ میں تھے۔ فوراً اس قیدی کو سعد کے سامنے لیجا کے پیش کر دیا۔ سعد نے مترجم کو بلوا کے اُس عجمی اسیر سے لشکر عجم کے حالات دریافت کیے۔ اُس نے کہا "یہ تو میں بعد کو عرض کروں گا۔ پہلے اِن حضرت کا حال سُن لیجیے جو مجھے پکڑ لائے ہیں۔ عنفوان شباب سے میرا پیشہ سپہگری ہے۔ اور بڑے بڑے معرکوں میں شریک ہو چکا ہوں لیکن یہ جرأت اور دلیری آج تک نہ دیکھی تھی کہ ایک تنہا شخص دو فرسخ کی مسافت طے کر کے ستر ہزار دشمنوں میں گھس جائے۔ بہت سے خیمے گرا دیے۔ دو کو قتل کر ڈالے اور ایک کے ہتھیار چھین کے اُس کو اسیر کر لے۔ جن دو سواروں کو انھوں نے قتل کیا۔ ہمارے یہاں اُن میں سے ہر ایک ہزار سواروں کا ہم پلہ مانا جاتا۔ پھر میرا سامنا ہوا۔ اور جب مجھے نظر آیا کہ موت سر پر کھڑی ہے تو اسیر ہو جانا گوارا کر لیا۔ اس کے بعد اس نے لشکر عجم کے بہت سے

طلیحہ کی حیرت انگیز شجاعت۔

اُن کا مدح خوان دشمن۔

وہ ایمان لایا۔ حالات بتائے اور دین اسلام قبول کر کے طلیحہ کے ساتھ ہو گیا۔

اب رستم کا لشکر اور آگے بڑھا۔ جالینوس پل کے ادھر زہرہ کے مقابل اترا۔ ذوالحاجب نے طیزن آباد میں پڑاؤ ڈالا۔ اور خود رستم نے پہلے تو خرارہ میں قیام کیا۔ اور پھر آگے بڑھ کے قادسیہ میں نہر عتیق کے کنارے سعد کے مقابل اتر پڑا۔ اور اب رستم اور سعد کے لشکروں کے درمیان میں فقط ایک میل کی مسافت تھی[1]۔ مدائن سے قادسیہ تک آنے میں اُسے چار مہینے لگے۔ اور یزدجرد بار بار بڑھنے کی تاکید نہ کرتا تو اور دیر لگاتا۔ لشکر کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ اور برابر نئے لشکر آ کے اس کی فوج میں شامل ہوتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آدمیوں کی کثرت سے پریشانی اور بدنظمی پیدا ہونے لگی۔ باوجود اس کے مدائن سے یہاں تک ہر جگہ اُسے خدشہ لگا رہتا کہ سپاہی مجھے چھوڑ کے بھاگ نہ جائیں۔ اور جو واقعات اور سرداروں کو پیش آ چکے ہیں مجھے بھی نہ پیش آئیں۔

رستم قادسیہ میں

لشکر عجم میں ہاتھی۔ اس کے لشکر میں ۳۳ ہاتھی تھے۔ جن میں سے ایک جو سفید تھا۔ شاپور کی جانب منسوب تھا۔ اٹھارہ ہاتھی اُس نے قلب فوج میں رکھے۔ اور پندرہ جناحین میں تقسیم کر دیے۔ ان ہاتھیوں پر دیبا و حریر کی جھولیں تھیں۔ اُن پر آہنی جال پڑے تھے۔ اور سونڈوں میں فولادی حربے بندھے تھے۔ اور ہر ہر ہاتھی کے اوپر عماریوں میں بیس بیس سپاہی سوار تھے[2]۔

دوسرے دن صبح کو عتیق کے کنارے کنارے جا کے مقام خقان میں پہنچا۔ جہاں سے مسلمانوں کے لشکر میمنہ و قلب جدا ہوئے تھے پل کی بلندی پر چڑھا۔ لشکر اسلام پر نظر ڈالی زہرہ کے پاس کہلا بھیجا۔ "بہتر یہ ہو کہ ہم میں آپ میں صلح ہو جائے آپ ہم سے کچھ لے کے چلے جایئے مگر اس کی نسبت یہ نہ خیال کیجیے کہ ہم نے آپ کو خراج دیا۔ اس پیام کے ساتھ اُس نے تاریخ سے یاد دلایا۔ دولت فارس نے آپ کے ساتھ کتنے کیسے سلوک کیے ہیں۔"

رستم کا پیام صلح زہرہ کو

زہرہ کا جواب۔ زہرہ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ "ہمارا معاملہ اگلے زمانے کے عربوں کا سا نہیں ہے۔ ہم کو دنیا کی ہوس نہیں لائی ہے اور ہم آخرت کے خواستگار ہیں۔ خدا نے ایک ہادی برحق بھیجکر ہمیں معزز بنا دیا۔ اب ہم فقط دین حق کے داعی ہیں۔ جو اس کو قبول کرے گا ذی عزت ہو گا اور جو اس سے برگشتہ ہو گا ذلیل و خوار ہو گا۔" رستم نے پچھوایا۔ "تمہارا دین کیا ہے؟" جواب گیا "اس کی اصلی بنیاد تو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار و اعتراف کرنا ہے۔ اور اس کے بعد یہ کہ بندوں سے بندوں کی

کفر و اسلام کا سوال و جواب

[1] اخبار الطوال صفحہ ۱۲۱ –

[2] مروج الذہب جلد ۵ صفحہ ۱۲۱

عبادت چھڑا کے خدا کی عبادت کرائی جائے۔ اس لیے کہ سب آدمی درجے میں برابر ہیں"۔ رستم نے سُن کے کہا "یہ تو بہت اچھا دین ہے۔ میں اور میرے ساتھ والے اس کو قبول کر لیں تو کیا تم پلٹ جاؤ گے؟" زہرہ نے جواب دیا کہ "خدا کی قسم پلٹ جائیں گے"۔ رستم نے کہا "تم تو بیشک جو کہتے ہو وہی کرو گے۔ مگر اہل فارس اردشیر بابکان کے زمانے سے ادنیٰ و اعلیٰ کا امتیاز کرتے رہے ہیں وہ اس مساوات کو نہ قبول کریں گے"۔ زہرہ کے پاس سے جواب گیا کہ "اور ہم اس شخص کے روادار نہیں ہو سکتے"۔

رستم مسلمان سفیر کو بلواتا ہے۔

اب رستم اپنے خیمے میں واپس آیا۔ اور سرداران فوج کو بلا کے عقائد اور اصول اسلام اُن کے سامنے پیش کیے۔ مگر سب نے ان کے ماننے سے قطعی انکار کیا۔ اور رستم نے سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ "اپنے کسی وکیل کو ہمارے پاس بھیجیے تاکہ اُس سے گفتگو کریں"۔ سعد کئی آدمیوں کے گروہ کو بھیجنا چاہتے تھے۔ مگر ربعی بن عامر نے اس کو خلاف مصلحت بتایا اور اُن سے اجازت لے کے خود گئے۔

پہلے سفیر ربعی۔

اُن کی شان و وضع۔

جیسے ہی دشمنوں کے پڑاؤ میں قدم رکھا حسب معمول قید کر لیے گئے۔ اور رستم کو خبر کی گئی اُس نے اُن سے ملنے کے لیے بڑا پُرشان و شوکت دربار منعقد کیا۔ اور اس میں انکو بلایا۔ خود سونے کے تخت پر جلوہ فرما تھا۔ چاروں طرف اعلیٰ درجے کے قالین بچھے تھے۔ اور زربفت اور کمخواب کے تکیے لگے ہوئے تھے۔ ربعی کے آنے کی یہ شان تھی کہ گھوڑے پر سوار تلوار پھٹے پرانے چیتھڑوں میں بندھی اور ایک پٹی کے ذریعے سے نیزہ بازو میں اٹکا ہوا۔ مسند کے پاس پہونچے تو لوگوں نے کہا "گھوڑے سے اتریے"۔ مگر سماعت نہ کی۔ اور راس اُٹھائے بڑھتے چلے گئے۔ عین دربار کے اندر گھوڑے سے اُترے۔ اور زربفت کے دو گاؤ تکیوں کو نیزے کی انی سے چھید کے اُس میں رسی ڈالی اور گھوڑے کی لگام اٹکائی۔ پھر جو عبا پہنے تھے اس کو اتار کے کمر میں لپیٹ لیا۔ اور آگے بڑھے۔ کسی نے کہا۔ "ہتھیار کو رکھ دیجیے" جواب دیا "میں ہتھیار رکھنے کو نہیں آیا ہوں۔ میں تمہارا بلایا ہوا آیا ہوں"۔ اس کی خبر رستم کو کی گئی۔ اُس نے کہا "جس طرح آئیں آنے دو"۔ اب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اس شان سے چلے کہ نیزہ ٹیکتے جاتے۔ جس سے چھید چھید کے اُن تمام قالینوں کو جو رستے میں پڑے پھاڑ ڈالا۔ رستم کے قریب پہونچے تو نیزے کو ایک قالین چھید کے زمین میں گاڑ دیا۔ اور فرش ہٹا کے زمین پر بیٹھ گئے۔ پوچھا گیا کہ "زمین پر کیوں بیٹھے ہو؟" کہا "اس لیے کہ تمہاری اس زینت کو ہم نہیں پسند کرتے"۔

اُن کی گفتگو۔

اب رستم کے مترجم عبود نے جو حیرہ کا رہنے والا تھا پوچھا "تم لوگ کیوں آئے ہو؟"

کہا "خدا لایا آئے۔ اور وہ ہمیں اس غرض سے لایا ہے کہ اُس کے جن بندوں کے بارے میں اُسکی مرضی ہو اُن کو تنگ حالی و ذلت سے نکال کے خوش حال کر دیں۔ اور دیگر ادیان کے مظالم سے بچا کے اسلام کی حمایت میں لائیں۔ اُس نے اپنا دین دے کر ہمیں تمام قوموں کے سامنے بھیجا ہے جو اُس کو قبول کرے گا۔ اس کی ہر خواہش ہم پوری کریں گے۔ اور پلٹ جائیں گے اور جو انکار کرے گا اس سے لڑیں گے۔ پھر یا جنت میں جائیں گے یا فتحیاب ہوں گے"۔ رستم نے کہا "ہم نے تمہارا قول سُنا۔ یہ ممکن ہے کہ اس پر غور کرنے کے لیے ہم کو ذرا مہلت دو"۔ ربعی نے کہا "ہاں ممکن ہے مگر اتنا سُن لو رسول خدا صلعم نے ہمارے لیے یہ سنت مقرر کر دی ہے کہ دشمنوں کے سامنے فقط تین صورتیں پیش کیا کریں۔ اور تینوں صورتیں ہم بتائے دیتے ہیں اُن پر غور کرو۔ اور ان میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو۔ اوّل یہ کہ اسلام قبول کرو۔ دوسری یہ کہ جزیہ دو۔ اور تیسری یہ کہ مقابلہ کرو۔ اس پر غور کرنے کے لیے تم کو تین روز کی مہلت ہے۔ اس مدت میں جبتک تمہاری طرف سے سبقت نہ ہو گی ہم لڑائی نہ چھیڑیں گے۔ اور میں سارے مسلمانوں کی طرف اس اقرار کا ذمہ دار ہوں"۔ رستم نے پوچھا "کیا تم سارے مسلمانوں کے سردار ہو؟" کہا "نہیں سردار تو نہیں ہوں۔ مگر سارے مسلمان گویا جسم واحد ہیں۔ اور ہر شخص ہر اعلیٰ و ادنیٰ کی طرف سے ذمہ دار ہو سکتا ہے"۔ ‏

تین دن کی مہلت۔

اس گفتگو کے بعد جب ربعی چلے آئے تو رستم نے سرداران عجم سے کہا "بھلا تم نے ایسا حکیمانہ لہجہ اور ایسا صاف اور واضح کلام کبھی اور بھی سنا تھا؟" سب نے کہا "معاذ اللہ غیر ممکن ہے کہ ہم اس کے دین کو قبول کریں۔ آپ نے اس کے کپڑے نہیں دیکھے؟" اُس نے کہا "کمبختو۔ کپڑے نہ دیکھو۔ یہ اہل عرب لباس کو ذلیل سمجھتے اور نسبوں کی حفاظت کرتے ہیں"۔

دوسرے روز رستم نے سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ اپنے ایلچی کو ذرا پھر بھیجیے۔ اب کی حذیفہ بن حصن گئے۔ یہ بھی ربعی کی وضع و شان میں گئے۔ بلکہ اتنی زیادتی کی کہ خیمہ دربار کے دروازے پر بھی گھوڑے سے نہ اُترے۔ بلکہ اسیطرح گھوڑے پر سوار اندر گھسے۔ رستم کے تخت کے سامنے جا کے کھڑے ہوئے اور پوچھا "کیوں بلایا ہے؟" اُس نے کہا "گھوڑے سے اتریے۔ اور بیٹھیے تو کہوں"۔ انھوں نے کہا "میں گھوڑے سے نہ اتروں گا جو کچھ کہنا ہو کہو"۔ رستم نے کہا "تو وہ کل والا شخص کیوں نہیں آیا؟" کہا "ہمارے امیر کو اختیار ہے کہ ضرورت کے وقت سختی و نرمی کی مناسبت دیکھ کے جس سے چاہیں کام لیں"۔

دوسرے سفیر حذیفہ

اُن کی شان

اور گفتگو۔

اب اُن سے بھی رستم نے وہی سوال کیا کہ "تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟" حذیفہ نے

بھی وہی جواب دیا جو ربعی نے دیا تھا۔ پوچھا "تو کے دن کی مہلت ہے؟" کہا "کل جو دن گزر چکا اس سے تین روز تک"۔ رستم نے حذیفہ کو واپس کر دیا۔ اور اپنے لوگوں سے کہا "ان لوگوں کو دیکھتے ہو کہ ہماری اور ہمارے سامان شوکت و حشمت کی کسقدر توہین کرتے ہیں؟"

مگر اسے مختلف لوگوں کی حالت کا اندازہ کرنا تھا۔ حضرت سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ کل کسی اور کو میرے پاس بھیجیے۔ اب کی مغیرہ بن شعبہ گئے جو زمانہ مابعد میں عجیب و غریب

تیسرے سفیر مغیرہ بن شعبہ

بزرگ ثابت ہوئے ہیں۔ مغیرہ نے دیکھا کہ رستم کے خیمے میں ہر طرف لوگ تاج مکلل اور زربفت کے خلعت پہنے بیٹھے ہیں۔ اور سب نے اسقدر جگہ بھر لی ہے کہ بغیر گھوڑے سے اترے کوئی اندر نہیں جا سکتا۔ اتر پڑے۔ اندر گئے۔ اور اسی طلائی تخت پر جس پر رستم

ان کی شان

بیٹھا تھا۔ چڑھ کے اس کے برابر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھتے ہی سرداران عجم چاروں طرف سے جھپٹ پڑے۔ اور انھیں کھینچ کے تخت کے نیچے کیا۔ اس پر مغیرہ نے سب کی طرف

اور تقریر۔

خطاب کرکے کہا "سنا تھا کہ تم لوگ ذی عقل و ذی فراست ہو۔ مگر اب میں کسی قوم کو تم لوگوں سے زیادہ ذلیل نہیں پاتا۔ ہم اہل عرب کا معمول نہیں ہے کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک کرے۔ میرا خیال تھا کہ تم لوگ اپنی قوم کی ویسی ہی عزت کرتے ہوگے جیسی ہم اپنی قوم کی کرتے ہیں۔ مگر تجربہ سے اس کے خلاف ثابت ہوا۔ پھر جب اپنے ہی سرداروں کی نظر میں تم اتنے ذلیل ہو تو اور کسی کی نظر میں تمہاری کیا عزت باقی رہ سکتی ہے؟ تم نے مجھے بتلا دیا ہوتا کہ ہمارے یہاں بعض لوگ بعض کے خدا ہوا کرتے ہیں تو میں نہیں آتا۔ یا آتا تو اس کا لحاظ رکھتا۔ یہ تم جانتے ہو کہ میں اپنی غرض کے لیے نہیں آیا۔ بلکہ تمہارا بلایا آیا ہوں۔ اب مجھے بالکل یقین آگیا کہ تم لوگ مغلوب ہو چکے۔ اسلیے کہ ان خصلتوں اور عقلوں کے ساتھ سلطنت نہیں نبھ سکتی"۔

مترجم نے اس تقریر کا ترجمہ کیا تو شرکائے دربار پر عجیب اثر ہوا۔ جو چھوٹی حیثیت

ایرانیوں پر اس کا اثر۔

کے لوگ دربار میں شریک تھے۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے "یہ عرب خدا کی قسم سچ کہتا ہے"۔ اور عجمی سرداروں نے ناگواری کے ساتھ کہا "اس شخص نے تو ایسی بات کہی کہ ہمارے غلام ہمیشہ ہم سے سرکش رہیں گے"۔

اب رستم نے مغیرہ سے گفتگو شروع کی۔ پہلے اپنی قوم کی تعریف کی۔ اپنی عظمت و شوکت ظاہر کی۔ کہا "نہ کسی کو ہماری سی عزت حاصل ہے۔ نہ ہماری سی دولت و حشمت۔

رستم کی تقریر۔

ہماری مدد کا ہر شخص محتاج ہے۔ اور ہم کسی کے محتاج نہیں۔ چند روز ہم شامت اعمال سے گناہوں میں مبتلا رہے جس کی یہ سزا خدا ہمیں دے رہا ہے۔ اور تم سے زیادہ تو ہماری نظر میں کوئی ذلیل و خوار نہ تھا۔ تمھارے یہاں آئے دن قحط پڑا کرتا۔ ہمارے سامنے تم دست سوال پھیلاتے۔ اور ہم کچھ چھوہارے اور جو دے دیا کرتے۔ اسی طرح اب بھی ہم حکم دیے دیتے ہیں کہ تمھارے سردار کو لباس۔ خچر۔ اور ہزار درہم دے دیے جائیں اور تمھارے ہر ایک سپاہی کو ایک ایک بورہ چھوہارے دلوائے دیتے ہیں۔ لو اور واپس جاؤ۔ اس لیے کہ باوجود ان سرکشیوں کے مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تم کو قتل کردوں"۔

مغیرہ کا جواب اس کے جواب میں مغیرہ نے حمد و ثنا کے بعد کہا "رزاق مطلق خدا ہے۔ بیشک تم پر خدا کا فضل و کرم تھا۔ اور ہم ایسے ہی ذلیل تھے جیسا کہ تم نے کہا۔ تم عیش پرست نہ ہو جاتے اور اس کا شکر بجا لاتے رہتے تو تمھاری دولت قائم رہتی۔ اور خدائے عزوجل اب بھی تم پر مہربان رہتا۔ اسی طرح ہم جن آزمائشوں میں پڑے ہوئے تھے ان کے ساتھ کافر اور ناشکر بھی رہتے تو اُسے ہمارے حال پر یہ توجہ نہ ہوتی کہ اپنا رسول بھیجکر ہدایت کی اور ہمیں اس درجہ معزز بنا دیا کہ تمھاری قوم کی اصلاح اور اس کی اخلاقی حالت درست کرنے کو یہاں آئے ہیں اور اب تو ہم نے اور ہمارے اہل و عیال نے اس خوش سواد سرزمین کی ہوا کھائی۔ اور یہاں کے میوے چکھے۔ لہٰذا اب بغیر اُن کے ہمیں چین نہیں ہو سکتا۔ بہرحال ہمیں حضرت رسول اکرم کا حکم ہے کہ لوگوں کو دین حق کی طرف بلائیں جو قبول کرے اس میں ہم میں فرق نہ باقی رہے۔ اور جو نہ قبول کرے اس سے جزیہ وصول کریں۔ اور اس کو اس کے دینے میں بھی تامل ہو تو تلوار سے فیصلہ کریں گے"۔ یہ کہتے وقت مغیرہ نے طیش کے ساتھ تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈال دیا۔[۵]

رستم کا جوش اور غصہ رستم نے کہا "تم اس تمنا میں مرجاؤ گے۔ مگر کامیاب نہ ہوگے"۔ مغیرہ نے جواب دیا "بہتر ہے ہم میں سے جو مارا جائے گا جنت میں جائے گا۔ اور تم میں سے جو قتل ہوگا دوزخ میں جائے گا۔ اس کے بعد ہمارے جو لوگ زندہ بچیں گے تمھارے بقیۃ السیف لوگوں پر حکومت کریں گے"۔ یہ سن کر رستم کے غصے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ قسم کھا کے کہنے لگا "دو کل

[۵] اخبار الطوال۔ صفحہ ۱۲۱۔

صبح کو تمھارا فیصلہ کردوں گا۔ اور تم میں سے ایک بھی زندہ بچ کے نہ جائے گا"۔
مگر مغیرہ خاموشی کے ساتھ اجازت لیے کے واپس آئے۔ اور رستم نے ایک عربی
شخص سے کہا۔ تم اس کے پیچھے پیچھے جاؤ۔ اور جب پل سے گزر جائے تو کہنا "کل تمھاری
ایک آنکھ بغیر پھوٹے نہ رہیگی۔ اور جو جواب دے بلفظہٖ مجھے آکر سنا دینا"۔ اُس نے جیسے ہی
مغیرہ سے وہ فقرہ کہا انھوں نے جواب دیا کہ "تم نے مجھے بہت ہی اچھی خوشخبری سنائی۔
اور اس کے بعد پھر کبھی تم مشرکوں کا سامنا ہوگا تو تمنا کروں گا کہ خدا دوسری آنکھ بھی جہاد
میں پھوڑ دے"۔ اس نے جب رستم کو آکر مغیرہ کا یہ جواب سنایا تو اہل فارس سے کہنے لگا۔
تو کو میرا کہنا مانو میں تم پر ایسی مصیبت چھائی ہوئی دیکھتا ہوں جس کے دور کرنے کی قدرت
تم میں نہیں ہے"۔

تیسرے دن سعد نے بے بلائے خود ہی اپنے تین وکیل بھیجے جنھوں نے آکر
صاف لفظوں میں کہا "ہمارے امیر اتمام حجت کے طور پر تمھیں پیام دیتے ہیں کہ دین اسلام
قبول کرو تاکہ ہم اپنے ملک میں پلٹ جائیں۔ تمھارا وطن اور تمھاری حکومت تم کو مبارک ہے۔
اور ہم تمھارے ہادی و معاون رہیں۔ خدا سے ڈرو۔ اور وسوسۂ شیطانی کو دل سے نکال
ڈالو"۔ رستم نے اس کے جواب میں چند تشبیہیں اور مثالیں بیان کر کے اپنی اور عربوں کی حالت
بتائی کہ ہماری غفلت نے تمھارا حوصلہ بڑھا دیا۔ اور جس وقت ہم ہوشیار ہو گئے تمھیں پامال کر دیں گے"۔
ایسا ہی جواب ترکی بہ ترکی عرب سفیروں نے دیا اور واپس چلے آئے۔
چلتے وقت ان سے رستم نے پوچھا "مقابلے کے لیے تم دریا سے اُتر کے اُدھر آؤ گے
یا ہم اس پار اتر آئیں؟" انھوں نے کہا "آپ اس پار آ کے مقابلہ کیجیے۔ شام کو واپس چلے آئے تھے۔
ان سفیروں کے واپس آتے ہی سعد نے تیاری کا حکم دے دیا۔ اور تمام لوگوں کو
ہدایت کی گئی کہ اپنے اپنے گروہ میں اور اپنے مقررہ مقام پر جا کے ٹھہریں۔ اور دوسرے روز
مسلمان اپنی صفیں درست کر رہے تھے کہ دشمنوں کا سیلاب عظیم پل سے اتر کے اُس پار
آنے لگا۔ خود رستم بھی بحیثیت سپہ سالار آ پہونچا۔ وہ نیچے اُوپر دو زرہیں پہنے تھا۔ سر پر
خود تھا۔ اور ہتھیاروں سے اونچی بنا ہوا تھا۔ جب وہ گھوڑے پر سوار ہونے لگا کسی نے
کہا "اب ہم عربوں کو پیس کے رکھ دیں گے"۔ کسی کی زبان سے نکلا "اگر خدا نے چاہا"۔ طیش
کے ساتھ رستم نے کہا "خدا چاہے یا نہ چاہے"۔

رستم سفیر کے خطوط آزماتا ہے۔

آخری سفارت و اتمام حجت۔

لشکر عجم دریا سے اترا۔

رستم کا غرور۔

ساتویں فصل

یوم الارماث یوم الاغواث اور یوم العماس

رستم کا تخت۔ ترتیب فوج عجم۔ ڈاک کا انتظام مدائن تک لشکر اسلام
سعد اور اُن کی معذوری۔ فوج کو جوش دلانا۔ دونوں طرف کی صفیں۔ حملے کے متعلق
ہدایات۔ ایک ایک کی لڑائی۔ لشکر عجم کا عام حملہ۔ بنی بجیلہ پر مصیبت۔ بنی اسد کی جانبازی
طلیحہ کی فیل افگنی۔ سارے لشکر عرب کا حملہ۔ ہاتھیوں سے مقابلہ۔ بنی تمیم کی شجاعت۔
ہاتھی بھاگ گئے۔ دست بدست لڑائی یوم الارماث۔ سعد اور سلمیٰ میں شکر رنجی۔ سعد کی شکایت
اور شعر اکی تعریض۔ انکی عذر خواہی۔ دوسرا دن شہدا و مجروحین کی خبر گیری۔ شام سے
کمک آپہونچی۔ قعقاع کی کارگزاری۔ ایک ایک کا مقابلہ بہمن قعقاع کے ہاتھ سے
مارا گیا۔ اور دن سے مقابلہ۔ عام حملہ۔ آج ہاتھی نہ آسکے۔ قعقاع کی ہاتھی۔ ایک اولی العزم
شہید۔ اعرف کی غیر معمولی شجاعت۔ قعقاع کے تیس حملے۔ آدھی رات تک تلوار چلی۔ ابو محجن کا
کارنامہ۔ یوم اغواث۔ تیسرا روز قعقاع کا انتظام۔ عام حملہ۔ ہاشم بھی آپہونچے۔ قیس
بن مکشوح کی شجاعت۔ آج پھر ہاتھی میدان میں آئے۔ عجمیوں کو برابر کمک پہونچتی تھی۔
قعقاع کے سر سہرا۔ عمرو بن معدی کرب کا حملہ۔ اُن کی شہ زوری۔ کمزور تنومند کو قتل کرتا
ہے۔ سفید ہاتھی پر حملہ۔ اس کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔ دوسرے ہاتھی کے ساتھ یہی
کارروائی۔ ہاتھیوں کا بھاگنا۔ خوفناک لڑائی۔ یوم عماس۔

رستم کا تخت

ایرانی جب عتیق کے اس پار اتر آئے تو ایک بلند اور مناسب مقام پر رستم کے لیے
تخت بچھایا گیا۔ اور اس پر ایک پر تکلف شامیانہ کھڑا کر دیا گیا اس کے سامنے قلب فوج

ترتیب فوج عجم۔

میں اٹھارہ ہاتھی ایک صف میں جما کے کھڑے کر دیے گئے جن پر زبردست عماریاں کسی
تھیں اور اُن میں قادر انداز کماندار بیٹھے ہوئے تھے جناحین میں اسی شان سے ایک طرف
آٹھ اور دوسری طرف سات ہاتھی تھے میمنہ اور قلب کے درمیان جالینوس اور میسرہ و قلب کے

درمیان فیروزان ٹھہرے۔

ڈاک کا انتظام مدائن تک!

یزدجرد نے رستم کے شامیانے سے اپنے قصر تک ہرکاروں کی ڈاک بٹھا دی تھی جو گھڑی گھڑی کی خبریں پہونچاتے، کہ ایک پکار کے دوسرے سے کہتا۔ دوسرا تیسرے سے۔ اور یونہیں آواز ہوا کے پروں پر اڑتی ہوئی مدائن میں پہونچکر ایوان کسریٰ میں گونج اٹھتی

لشکر اسلام

مسلمان بھی مقررہ ترتیب کے مطابق اپنے اپنے سرداروں کے جھنڈوں کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔ اسلامی صفیں ایک پرانے قصر کے آگے جو قصر قدیس کہلاتا تھا اس کی بنیادوں سے ملی ہوئی قایم تھیں۔ اور قصر کے کوٹھے پر برآمدے میں حضرت سعد بن ابی وقاص بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاں سے سارا میدان جنگ پیش نظر تھا۔ خود اُن کے میدان میں نہ آنے کی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں بیمار تھے۔ اسفل جسم میں کثرت سے پھوڑے نکلے ہوئے تھے۔ اور اس سے بھی زیادہ معذوری یہ تھی کہ عرق النساء کے درد کا دورہ تھا جس کی تکلیف نے بالکل معذور کر دیا تھا۔ ان کے آگے ایک گاؤ تکیہ تھا جس پر جھکے ہوئے تھے۔ اور اُن کی نئی بیوی سلمیٰ یعنی مرحوم مثنیٰ کی بیوہ ان کے پہلو میں بیٹھی تھیں۔ عرفطہ اُن کے نائب کی حیثیت سے کوٹھے کے نیچے پاس اور سامنے کھڑے تھے جو برابر اُن کے احکام کی تعمیل کرتے۔

سعد اور انکی معذوری۔

فوج کو جوش دلانا۔

اب سعد نے ایک نہایت پرجوش تقریر کی جس میں مسلمانوں کو جہاد کا شوق دلایا۔ اللہ کے وعدے یاد دلائے۔ اور بتایا کہ انھیں ایرانیوں پر کیسی کیسی نمایاں فتحیں حاصل ہو چکی ہیں۔ ایسی ہی جوش دلانے والی تقریریں تمام افسروں نے اپنے اپنے گروہوں کے سامنے کیں۔ اتنے ہی پر سعد کا دل نہیں بھرا بلکہ فصیح البیان خطیبوں مغیرہ و عمرو بن معدی کرب وغیرہ اور آتش زبان شعرا شماخ و حطیئہ وغیرہ کو دوڑایا کہ اپنی جادو بیانی و شعلہ فشانی سے بہادران عرب کے دلوں میں آگ لگا دو۔ ادھر قاریان قرآن نے لحن داؤدی میں سورۂ انفال کی آیتیں سُنا کے سارے مجاہدین کو مست بادۂ توحید بنا دیا۔

دونوں طرف کی صفیں۔

سنہ ۱۴ھ میں یہ محرم کا مہینہ اور دوشنبے کا روز تھا[1] عجمی صفیں جوئے عتیق کے کنارے کنارے قایم تھیں۔ ان کے تیس ہزار جاں باز نبرد آزماؤں نے پیروں میں بیڑیاں

[1] علامۂ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں کہ یہ لڑائی سنہ ۱۶ھ کے آخر میں ہوئی۔ اور جمعرات اور جمعہ کو رہی اور جمعہ کے بعد جو ہفتہ کی رات تھی وہی شب ہریر تھی۔

ڈال دی تھیں کہ قدم میدان سے ہٹائے نہ ہٹے۔ اور سارا لشکرِ عجم تیرہ صفوں میں مرتب تھا جو آگے پیچھے تھیں۔ ان کے مقابل لشکرِ عرب میں فقط تین صفیں تھیں[1]۔

حملے کے متعلق ہدایات

سعد نے اب تمام مجاہدین کو ہدایت کی کہ سب لوگ اپنی جگہوں پر قدم جمائے کھڑے رہیں۔ نماز ظہر کے بعد تھوڑے تھوڑے زمانے کے فصل سے میں چار تکبیریں کہوں گا ہر تکبیر کا جواب تم سب تکبیروں کے نعروں سے دینا۔ پہلی تکبیر پر لڑائی کے لیے تیار ہو جانا۔ دوسری تکبیر پر ہتھیاروں کو ہاتھوں میں سنبھال لینا۔ تیسری تکبیر پر گھوڑوں کی پیٹھوں پر سوار ہو جانا۔ اور چوتھی تکبیر سنتے ہی دشمنوں پر جا پڑنا۔ اور اسوقت تم میں سے ہر ایک کی زبان پر کلمہ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" ہو۔

ایک ایک کی لڑائی

یہ سب مراحل طے ہو گئے اور سعد کی تیسری تکبیر پر صفوف اسلام میں سے چند بہادر شہسوار میدان میں گئے۔ اور اُن کے مقابلہ پر شہسواران عجم بھی آگئے۔ باہم نیزہ بازی ہوئی تلواریں چلیں۔ ادھر سے غالب بن عبداللہ اسدی رجز پڑھتے ہوئے نکلے تو اُن کے مقابلے پر علاقۂ میرہ کوہستان کا ایک فرمانروا ہرمز آیا جو تاج مرصع پہنے تھا۔ دیر کی لڑائی میں غالب نے اُس کو اسیر کر لیا اور اُسے سعد کے پاس پہونچا کے پھر میدان میں واپس گئے۔ اسیطرح مسلمانوں میں سے عاصم رجز پڑھتے ہوئے میدان میں گئے تو ان سے ایک ایرانی سپہگر سے مقابلہ ہوا۔ وہ تھوڑی دیر تک تو لڑا۔ مگر کچھ ایسا مرعوب ہوا کہ ہمت ہار کے بھاگا۔ اور عاصم نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ ایرانیوں نے اُس کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ اور عاصم جو عجمی صفوں کے پاس پہونچ گئے تھے لشکرِ عجم میں گھس پڑے۔ مسلمانوں کو اُن کی طرف سے یاس ہو گئی۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد برآمد ہوئے تو اُن کے آگے آگے ایک خچر تھا جس پر شاہانہ شان کے صندوق تھے اور ایک شخص سوار تھا جو دیبا کی قبا اور تاج زریں پہنے تھا۔ جب اس کو لے کے وہ سعد کے پاس آئے تو معلوم ہوا کہ اسیر شہریارِ عجم کا باورچی ہے۔ اور صندوق میں خسرو عجم کے لیے الوانِ نعمت ہیں۔ سعد نے حکم دیا کہ ان چیزوں کو بہادرانِ جنگ کے پاس لیجاؤ اور کہو امیر نے یہ چیزیں تم کو دی ہیں۔ لو اور کھاؤ۔

---

[1] اخبار الطوال صفحہ ۱۲۲

[2] مروج الذہب جلد ۵ صفحہ ۱۲۱۔

اتنے میں ایک عجمی بہادر میدان میں آیا اور "ہل من مبارز" کا نعرہ لگایا۔ عمرو بن معدی کرب جو عرب کے زبردست پہلوان تھے اس کے مقابلے پر گئے۔ عجمی نے تیر مارا انھوں نے تیر خالی دے کے اس کو کمر بند میں ہاتھ ڈال کے گھوڑے پر سے اُٹھالیا۔ زمین پر پٹکا اور فوراً گھوڑے سے کود کے اُسے ذبح کر ڈالا۔ پھر اُس کے ہاتھ سے سونے کے کڑے اور کمر سے پیٹی اُتار لی۔

لشکر عجم کا عام حملہ

ان متفرق لڑائیوں کے بعد عجمیوں نے عام حملہ کا ارادہ کیا۔ اُن کے ہاتھیوں کا دل بادل بڑھا۔ جس نے عربوں کی صفیں توڑ دیں۔ عربی گھوڑے ان کو دیکھ کر بھڑکنے لگے۔ جن کو سنبھالنا مشکل پڑ گیا۔ سب سے زیادہ مصیبت یہ پیش آئی کہ ایرانیوں نے سترہ ہاتھی ایک ساتھ بنی بجیلہ کی طرف ریل دیے جن کے گھوڑے زیادہ قابو سے باہر ہو رہے تھے۔ اُن لوگوں کے تباہ و برباد ہونے میں کوئی کسر نہیں اُٹھ رہی تھی کہ سعد نے ان کی نازک حالت اور ہاتھیوں کا نرغہ دیکھ کر بنی اسد کو حکم دیا کہ فوراً جا کے بنی بجیلہ کو سنبھالو۔ وہ اشارہ پاتے ہی ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اسی اثنا میں طلیحہ بن خویلد۔ اور حمال بن مالک نے مع اپنے ہمراہیوں کے ہاتھیوں پر حملہ کیا۔ ہاتھی بنی بجیلہ کو چھوڑ کر ان کی طرف جھک پڑے۔ اور دم بھر میں پانچسو بنی اسد شہید ہو گئے۔ ایک ہاتھی جھپٹ کے طلیحہ پر آیا مگر طلیحہ اپنی سپہگرانہ دانائی و جوانمردی سے ہاتھی کو مار کر گرا دیا۔ ادھر اشعث بن قیس نے بنی کندہ کے گروہ کو للکارا۔ اور جو دشمن سامنے تھے ان پر اسطرح ٹوٹ پڑے کہ مار کے پیچھے ہٹا دیا۔

بنی بجیلہ پر مصیبت۔

بنی اسد کی جانبازی۔

طلیحہ کی فیل افگنی

ایرانیوں نے جب یہ دیکھا کہ بنی اسد نے ہاتھیوں اور اُن کے لشکر پر سخت حملہ کیا ہے تو ان کے سارے لشکر نے حملہ کر دیا۔ اور سب ایک ساتھ اُن پر ٹوٹ پڑے۔ انھیں حملہ آوروں میں بہمن ذوالحاجب اور جالینوس بھی تھے۔ مگر مسلمانوں نے ابھی عام حملہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے کہ وہ سعد کی چوتھی تکبیر کے منتظر تھے۔ اور بنی اسد کی یہ حالت تھی کہ گویا سارے لشکر عجم کا بار اپنے سر پر اٹھائے ہوئے تھے۔ ہاتھی اُن پر پلے پڑتے تھے مگر ان کا قدم جو میدان میں گڑ گیا تھا نہ ہٹتا تھا۔

سارے لشکر عرب کا حملہ۔

اتنے میں سعد نے چوتھی تکبیر کا نعرہ مارا۔ ساتھ ہی ہر شخص نے یہی نعرہ لگایا۔ اور یہ صدائے توحید سارے میدان میں گونج رہی تھی کہ پورا لشکر عرب نے زور و شور سے دشمنوں پر جا پڑا۔ اب ہر جگہ جدال و قتال کا بازار گرم تھا۔ اور ہر حصۂ فوج اپنے مقابل کے دشمنوں پر

پلا پڑتا تھا۔ میمنہ اور میسرہ میں بھی ہاتھیوں کا ہنگامہ بپا تھا۔ مگر لڑائی کا سارا دباؤ ابھی تک بنی اسد پر پڑ رہا تھا۔

ہاتھیوں سے مقابلہ۔

یہ دیکھ کر سعد نے بنی تمیم کے سردار عاصم بن عمرو کے پاس کہلا بھیجا کہ "کیا تمھارے پاس ہاتھیوں کا کوئی علاج نہیں ہے؟" انھوں نے جوش کے لہجے میں جواب دیا "خدا کی قسم ہے" ساتھ ہی اپنے تیر اندازوں اور نیزہ بازوں کو آواز دی۔ اور تیر اندازوں سے کہا "جو لوگ ہاتھیوں پر سوار ہیں انھیں مار مار کر گرادو۔ نیزہ بازوں کو حکم دیا کہ ہاتھیوں کو اپنے برچھیوں سے پھیرو۔ اور ان کے رسے کاٹ کاٹ کے عماریوں کو گرادو"۔

مگر جبتک یہ لوگ پہونچیں پہونچیں بنی اسد سخت آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ اور اُن میں سے بہتوں نے شربت شہادت پیا۔ اس لیے کہ سارے عجمیوں کا ان پر نرغہ تھا۔ ادھر عربوں کے میمنہ اور میسرہ والے بھی ہاتھیوں کے حملوں سے گھبرا گھبرا کے پیچھے ہٹنے لگے۔ اتنے میں بنی تمیم جا پہونچے۔ اور ہاتھیوں پر اس طرح پل پڑے کہ ایرانیوں کو نہایت پریشان کر دیا۔

بنی تمیم کی شجاعت۔

بعض تمیمی ہاتھیوں کی دُمیں پکڑ کے عماریوں پر چڑھ گئے۔ اور جو لوگ ان پر سوار تھے۔ ان کو قتل کر ڈالا۔ عماریوں کے رسّے کاٹ دیے۔ ہاتھیوں نے گھبرا گھبرا کے چنگھاڑیں مارنا شروع کیں۔ اور تھوڑی دیر میں سب ہاتھی مُنھ پھیر کے اُلٹے بھاگے جو لوگ ان پر سوار تھے قریب قریب سب مارے گئے۔ اور عماریاں الٹ گئیں۔

ہاتھی بھاگے

دست بدست لڑائی۔

ہاتھیوں کے بھاگ جانے کے بعد دونوں طرف کے سپاہیوں میں سخت اور دست بدست لڑائی ہونے لگی جس میں غروب آفتاب کے وقت تک دونوں حریفوں نے یکساں استقلال دکھایا۔ اور ایک ہی وضع کا جوہر شجاعت دونوں طرف نظر آتا رہا۔ یہاں تک کہ اندھیرا ہو گیا اور دونوں لشکر مجبور ہو کے اپنے پڑاؤ میں واپس گئے۔ اس دن کا نام عربوں میں "یوم الاماث" مشہور ہو گیا۔ مرث کے معنی دشمن کے مقابلے میں صبر و استقلال ظاہر کرنے کے ہیں۔ اس روز اکیلے بنی اسد میں سے پانچسو آدمی شہید ہو گئے جن سے غیر معمولی شجاعت اور پامردی ظاہر ہوئی۔

یوم الاماث

جس گھڑی لڑائی کا ہنگامہ زور و شور پر تھا۔ اور دونوں طرف کے بہادر بڑھ بڑھ کے حملہ کرتے اور جانیں دے رہے تھے۔ سعد کی بیوی سلمیٰ کی زبان سے بے اختیار نکلا "ہائے اس وقت مثنیٰ نہ ہوئے!" سعد اس جملے کی تاب نہ لا سکے غصے سے ان کے منھ پر ایک

سعد اور سلمیٰ میں شکر رنجی

بھیڑ مارے بیٹھے اور کہا مثنیٰ کو بہادران اسد اور عاصم سے کیا نسبت جو اس لڑائی کے مرد میدان ہیں؟ اس کے جواب میں سلمیٰ نے کہا خوب نامردی کے ساتھ غیرت بھی ہے! اس پر سعد نے برہمی کے ساتھ کہا آج کے دن تم بھی مجھے معذور نہیں سمجھتیں تو پھر کون سمجھے گا؟ اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت سعد اگرچہ بالکل معذور تھے اور اُن کی شجاعت میں کسی کو ذرا بھی شک نہ تھا۔ مگر اس معرکہ کی لڑائی میں کوٹھے پر سارے مجاہدوں سے الگ بیٹھے رہے جن سے لوگوں میں عام شکایت پیدا ہو گئی تھی یہانتک کہ شعراء میں سے کسی نے دو شعر بھی کہہ کے مشہور کر دیے جن کا ماحصل یہ تھا کہ ہم خوب خوب لڑے یہانتک کہ اللہ جل شانہٗ نے مدد بھیج دی۔ مگر سعد قادسیہ کی محراب ہی میں چھپے بیٹھے رہے۔ بہت سی عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ مگر سعد کے گھر میں کوئی بیوہ نہیں ہے؟

سعد کی شکایت اور شعراء کی تعریض۔

سعد کو اس عام ناراضی کا حال معلوم ہوا تو نیچے اُترے۔ اپنی معذوریاں بیان کر کے لوگوں سے معذرت خواہ ہوئے۔ اور اپنے جسم کے پھوڑے دکھائے۔ جن کو دیکھ کر سب نے اقرار کیا کہ بیشک آپ معذور ہیں اور اس قابل نہیں کہ گھوڑے پر سوار ہوں۔

ان کی عذر خواہی۔

دوسری صبح کو سعد نے پہلا یہ کام کیا کہ بعد نماز لوگوں کو اس کام پر مامور کیا کہ شہدائے اسلام کی لاشیں میدان سے اُٹھائیں۔ ان میں جو لوگ زندہ ملے عورتوں کے سپرد کیے گئے کہ اُن کی مرہم پٹی اور تیمارداری کریں۔ اور شہدا۔ عذیب اور عین الشمس کے درمیان مشرق جانب ایک گھاٹی میں آغوش لحد کے سپرد کیے گئے۔

دوسرا دن شہدا و مجروحین کی خبر گیری۔

لاشوں کے میدان سے اٹھتے ہی ارض شام کی سڑک پر سے سواروں کا لشکر دکھائی دیا۔ یہ وہی عراق کا لشکر تھا جو یرموک میں مجاہدین شام کی کمک پر گیا تھا۔ اور اب حضرت عمر کے حکم کے مطابق ابوعبیدہ نے اُس کو پھر عراق میں واپس کیا تھا۔ اس کے سردار حضرت سعد کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص تھے! اور ہراول کے افسر قعقاع بن عمرو تمیمی تھے۔ قعقاع نے سفر میں بہت تیزی و سرعت سے کام لیا۔ اور جس دن قادسیہ میں لڑائی شروع ہوئی ہے اس کے دوسرے روز علی الصباح پہونچ گئے۔ قعقاع کے جھنڈے کے نیچے ہراول میں فقط ایک ہزار سوار تھے۔ وہ انکو میدان سے کئی فرسخ پیچھے چھوڑ کے حکم دے آئے تھے کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دس دس سوار روانہ ہوں۔ اور میدان جنگ میں زور سے گھوڑے دوڑاتے

شام سے کمک آ پہونچی

قعقاع کی کارگزاری۔

اور تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے داخل ہوں۔

غرض سب کے پہلے خود قعقاع نے چند سواروں کے ساتھ آ کے صاحب سلامت کے بعد مسلمانوں کو کمک کی خوشخبری سنائی۔ پھر صف اعدا کی طرف بڑھے۔ ہمراہیوں سے کہا جو میں کرتا ہوں وہی تم بھی کرو۔ یہ کہکے سب سے پہلے وہی میدان میں نکلے۔ اور مقابل طلب کیا۔ ایرانیوں کی طرف سے بہمن ذوالحاجب اُن کے مقابلے پر آیا۔ قعقاع صورت دیکھتے ہی پہچان گئے۔ اس لیے کہ جنگ جسر ناطف میں دیکھ چکے تھے۔ فوراً نعرہ لگایا کہ "ابو عبید، سلیط اور اصحاب جسر کے خون کا انتقام لو۔" یہ نعرہ ہوا میں گونج ہی رہا تھا کہ ان میں اور بہمن میں ہتھیار چلنے لگا۔ اور قعقاع اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ تھوڑی ہی دیر میں اُسے قتل کر کے زمین پر گرا دیا۔ ذوالحاجب کے مارے جانے پر سارے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھ گیا اور عجمیوں کے دل ٹوٹ گئے۔

ایک ایک کا مقابلہ

بہمن قعقاع کے ہاتھ سے مارا گیا

اب قعقاع نے اور مبارز طلب کیا۔ فیروزان اور بندوان نام دو شخص میدان میں آ کے ایک کے مقابل دو کو دیکھ کر بنی تیم اللات کے نامور بہادر حرث بن ظبیان بھی گھوڑا بڑھا کے گئے۔ اور قعقاع کے برابر کھڑے ہو گئے اور چند منٹ میں دونوں بہادر اپنے اپنے مقابل حریف سے لڑنے لگے۔ آخر فیروزان قعقاع کے ہاتھ سے اور بندوان حرث کے ہاتھ سے مارے گئے۔

اور دو سے مقابلہ۔

قعقاع نے حریف کو قتل کرتے ہی نعرہ لگایا کہ "بہادران اسلام تلواروں سے کام لو۔ اس لیے کہ انسانوں کا جنگل انھیں ہنسیوں سے کاٹا جاتا ہے" ساتھ ہی دونوں جانب سے حملہ ہو گیا اور برابر شام تک یکساں جوش و خروش سے لڑائی ہوتی رہی۔ مگر کوئی ایسا واقعہ نہیں پیش آیا جس سے عجمیوں کو مسرت ہوتی۔ بلکہ اس امر سے وہ ملول و پریشاں تھے کہ مسلمانوں نے بہت سے عجمی قتل کر ڈالے۔

عام حملہ۔

آج ایرانی ہاتھیوں کو بھی میدان میں نہ لا سکے۔ اسلیے کہ کل کے معرکہ میں ان کی عماریاں ٹوٹ گئی تھیں اور آج دن بھر ان کی مرمت ہوتی رہی۔

آج ہاتھی نہ آ سکے۔

قعقاع کے ہمراہیوں کی دس دس کی ٹکڑیاں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد دن بھر آتی اور تکبیروں کا غلغلہ بلند کر کے دشمنوں پر حملہ کرتی رہیں۔ اُن کے قبیلہ بنی تمیم کے ذکی و دانا لوگوں نے آج ایک یہ حکمت عملی کی۔ کہ اونٹوں پر لمبی لمبی جھولیں ڈال کے

مصنوعی ہاتھی

اور آگے مصنوعی سونڈیں لٹکا کے اُن کو میدان میں لائے۔ ان عجیب و غریب مصنوعی جانوروں کا جدھر حملہ ہوتا ایرانیوں کے گھوڑے بدحواس بھاگتے۔ اس تدبیر کے تجربے نے مسلمانوں کو بہت ہی مطمئن کر دیا۔ اور کل عربوں کو عجمی ہاتھیوں سے وہ مصیبت نہیں پیش آئی تھی جو آج ان نقلی ہاتھیوں سے ایرانیوں کو پیش آئی۔

ایک اولو العزم شہید۔

آج کے دن ایک یہ یادگار واقعہ بھی پیش آیا کہ بنی تمیم کے ایک بہادر نے رستم کے قتل کرنے کے دھن میں اس زور سے حملہ کیا کہ ایرانیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا دور تک چلا گیا۔ مگر رستم تک پہونچنے نہ پایا تھا کہ اعدا کے نرغے میں پڑ کے شہید ہوا۔

اعرف کی غیر معمولی شجاعت۔

یہ واقعہ بھی آج کی معرکہ آرائی کے عربی مفاخرہ میں سے ہے۔ کہ ایک عجمی شہسوار نے میدان میں آ کے مقابل طلب کیا تو اُس کے مقابلے پر اعرف بن اعلم عقیلی گئے۔ اور اس کو قتل کر ڈالا۔ دوسرا عجمی آیا وہ بھی مارا گیا۔ یکایک بہت سے سواران عجم نے ان کو گھیر لیا اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ اُن کو گھوڑے سے گرا دیا۔ اور اُن کے ہتھیار بھی ہاتھ سے نکل گئے۔ مگر انھوں نے زمین پر سے بہت سی خاک اُٹھا کے اسطرح دشمنوں کی آنکھوں میں جھونکی کہ سب گھبرا کے آنکھیں ملنے لگے! اور یہ گھوڑوں کے نیچے سے نکل کے اس زور سے بھاگے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ تعاقب کریں مسلمانوں کی صفوں میں تھے۔

قعقاع کے تیس حملے۔

قعقاع نے اس دن تیس حملے[۱] کیے۔ جب ان کے لشکر کا کوئی نیا دستہ نمودار ہوتا اس کے ساتھ وہ بھی تکبیر کے نعرے لگاتے ہوے از سر نو حملہ کر دیتے۔ اور بغیر دو چار کو قتل کیے واپس نہ آتے۔ آخر وقت میں جو عجمی ان کے ہاتھ سے مارا گیا بزرجمہر تھا جو سفر زمین عجم میں تھا۔ اس دن اعور بن قطنہ کا مقابلہ حاکم سیستان شہریار سے ہوا۔ دونوں کے وار مقابل حریف پر ایسے کاری پڑے کہ دونوں مارے گئے۔

آدھی رات تک تلوار چلی۔

دوپہر تک تو آج یہ ہوتا رہا کہ دونوں طرف کے بہادر نامور نبرد آزما میدان میں اکیلے حریف سے مقابلہ کرتے۔ اور دونوں لشکر ان کی شجاعت و سپہگری کا تماشا دیکھتے۔ دوپہر کو دونوں جانب سے حملہ ہوا۔ اور برابر آدھی رات تک تلوار چلتی رہی۔ ایرانیوں کے تمام جھنڈوں کے نیچے اس روز سخت خونریزی ہوئی۔ اُن کے قلب لشکر کے سوار شکست کھا کے ہٹ گئے تھے۔ مگر پیدل فوج کے قدم کو لغزش نہ ہوئی۔ جن کی ثبات قدمی دیکھ کر اور

[۱] علامہ مسعودی نے ۳۲ حملے بتائے ہیں۔ [۱] مروج الذہب جلد ۵ صفحہ ۱۲۳۔

افسروں کے اُبھارنے للکارنے اور لعنت ملامت کرنے سے مفرور سوار پھر میدان میں آکر مقابل ہوئے۔ رستم اُن کی اس بزدلی پر اسقدر برہم اور برافروختہ تھا کہ اگر واپس نہ آگئے ہوتے تو اُن سے سخت باز پرس کرتا۔

رات کی لڑائی کے وقت چونکہ سعد اپنے قصر میں لیٹے ہوئے تھے اس لیے لوگوں سے کہا اگر میں سو جاؤں تو جبتک عربوں کی تکبیروں کے نعرے سنے جائیں مجھے نہ جگانا۔ لیکن اگر ان میں خموشی پیدا ہو تو فوراً جگا دینا اسلیے کہ عرب جبتک دشمنوں پر غالب رہتے ہیں تکبیروں سے اُن کی زبان نہیں رُکتی اور ان کی خاموشی خطرے سے خالی نہیں؏۔

ابو محجن کا کارنامہ

جس گھڑی لڑائی نہایت شدت پر تھی ابو محجن ثقفی کو جو میکشی کے جرم میں قید کر لیے گئے تھے اور اسی کوٹھے پر جس پر سعد تھے ایک طرف پابہ زنجیر کھڑے لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے جوش آگیا۔ سعد کی بیوی سلمیٰ کو بلا کے کہا "آپ اتنا احسان کریں کہ میری بیڑیاں کھولدیں۔ اور سعد کے گھوڑے بلقاء پر سوار ہونے کی اجازت دے دیں۔ میں خدا کو درمیان دے کے اقرار کرتا ہوں کہ زندہ بچا تو خود ہی آکے بیڑیاں پہن لوں گا"۔ پہلے تو سلمیٰ اُس کے ماننے سے انکار کیا۔ مگر جب ابو محجن نے اپنی مایوسی و بےبسی۔ میدان کی حالت۔ اور اپنے جوش کے اظہار میں چند پُرسوز و گداز شعر پڑھے۔ تو اُن کا دل بھر آیا۔ اُٹھ کے چپکے سے انکی بیڑیاں کھول دیں اور گھوڑا بھی دے دیا۔ ابو محجن اُسپر سوار ہو کے عجیب بیبابیت کے انداز سے رجز پڑھتے ہوئے میمنہ پر نمودار ہوئے۔ اور تکبیر کہہ کے ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ اب ان کی یہ حالت تھی کہ دشمن کی صفوں کو درہم برہم کیے ڈالتے تھے۔ اور جدھر حملہ کرتے کائی سی پھٹ جاتی۔ لوگ اُن کی بیباکانہ حملہ آوری کو دیکھ کے حیران تھے۔ مگر پہچانتا کوئی نہ تھا۔ کوئی کہتا "غالباً یہ ان بہادروں میں سے کوئی صاحب ہیں جو ہاشم کے ساتھ شام سے آئے ہیں۔ کوئی کہتا "یہ کوئی فرشتہ ہے جس کو ہماری مدد کے لیے خدا نے بھیجا ہے"۔ خود سعد حیران تھے اور کہتے "ابو محجن میرے پاس قصر میں قید نہ ہوتا تو میں کہتا یہ وہی ہے۔ اور اس کی ران کے نیچے میرا گھوڑا بلقاء ہے"۔ آدھی رات کو جب لڑائی ختم ہوئی تو ابو محجن نے فوراً واپس آ کے بیڑیاں پہن لیں اور اپنے قومی فخر اور خود اپنی شجاعت کے اظہار میں چند اشعار پڑھے سلمیٰ نے

؏ مروج الذہب جلد ۵ صفحہ ۱۲۴

پوچھا "آخر تم قید کیوں کیے گئے ہو"۔ جواب دیا "میں بخدا کسی حرام چیز کے کھانے یا پینے کا مرتکب نہیں ہوا۔ گرفتاری کا باعث یہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے شراب کا رسیا تھا۔ اور چونکہ شاعر ہوں اس لیے اشعار میں اب بھی کبھی شراب کی تعریف زبان سے نکل جاتی ہے فی الحال اسی قسم کے دو شعر کہے۔ جن کا مضمون یہ ہے کہ میں مروں تو مجھے تاک انگور کے نیچے دفن کرنا کہ ہڈیاں انگور کی جڑوں کا رس چوستی رہیں۔ خبردار مجھے صحرا میں نہ دفنانا۔ کیونکہ وہاں دفن ہونے میں اندیشہ ہے کہ مرنے کے بعد وہ کبھی نہ نصیب ہو گی"۔ صبح کو یہ تمام حالات سلمیٰ نے سعد سے بیان کیے۔ سعد گئے مار بیٹھنے کے باعث وہ ان سے ناراض تھیں۔ انھوں نے خود ہی چھیڑ کے بات کی اور یہ واقعہ بیان کیا تو سعد بہت خوش ہوئے اور ابو محجن کو بلا کے کہا "جاؤ تم آزاد ہو۔ اور جب تک تم سے عملاً کوئی ناجائز فعل نہ سرزد ہو گا محض تمھارے قول پر مواخذہ نہ کروں گا"۔ ابو محجن نے جواب دیا "خیر یہ آپکی عنایت ہے۔ مگر میں بھی عہد کرتا ہوں کہ اب کبھی زبان سے بھی ایسے بُرے فعل کا اظہار نہ کروں گا"۔

یوم اغواث

اس دن کا نام مسلمانوں میں یوم اغواث مشہور ہوا۔ اغواث غوث کی جمع ہے۔ غوث کمک کو کہتے ہیں۔ اس روز چونکہ قعقاع کے سواروں کی کمک دن بھر پہونچتی رہی۔ اس لیے یہی نام پڑ گیا۔

تیسرا روز

اب تیسری صبح ہوئی۔ اور دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہوئے۔ دونوں صفوں کے درمیان مسلمانوں کے دو ہزار زخمی اور مقتول پڑے ہوئے تھے۔ مسلمان فوراً زخمیوں کو اُٹھا اٹھا کے عورتوں کے خیموں میں پہونچانے لگے۔ حاجب بن زید جن کے ذمے شہدا کی لاشوں کا دفن کرنا تھا۔ انھوں نے شہیدوں کو اُٹھا کے اپنے اہتمام میں لیا۔ قبریں کھودنا لڑکوں اور عورتوں کے سپرد تھا۔ ایرانیوں نے اپنی لاشیں نہیں اٹھائیں جو اسیطرح میدان میں پڑی ہیں۔

قعقاع کا انتظام۔

قعقاع نے رات اس انتظام میں بسر کی کہ اپنے ہمراہی ایک ہزار سپہگروں کو پھر وہیں لیجا کے چھوڑ آئے۔ جہاں کل چھوڑا تھا۔ آج اُن کو سو سو کے دس گروہوں میں تقسیم کر دیا۔ اور حکم دیا کہ آفتاب طلوع ہونے کے بعد سے ہر گروہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آ آ کے حملہ کرتا رہے۔ اور اگر ہاشم اپنے پورے لشکر کے ساتھ آجائیں۔ تو اُن سے کہدیا جائے کہ وہ بھی یہی طرز عمل اختیار کریں۔

عام حملہ۔

اب آفتاب کے نمودار ہوتے ہی ہمراہیان قعقاع کا پہلا گروہ تکبیر کے نعرے لگاتا ہوا

نمودار ہوا۔ اُن کو دیکھکر قعقاع اور سارے لشکر اسلام نے بھی تکبیر کا غلغلہ بلند کیا اور یہی تکبیر حملے کی محرک ہوگئی۔ عرب عجمی صفوں پر جا پڑے۔ اور جدال و قتال کا ہنگامہ بلند ہوا۔ قعقاع کے گروہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آتے تھے۔ اور حامیانِ توحید کا جوش تازہ کر کے گویا سب سے نیا حملہ کرا دیتے تھے۔ اِن گروہوں میں سے پچھلا ابھی روانہ ہونے پایا تھا کہ ہاشم بھی اپنے سارے لشکر کے ساتھ آپہونچے۔ اور اب انھوں نے ستر ستر آدمی بھیجکر متواتر حملے کرانا شروع کر دیے۔ انھیں فاتحانِ شام میں قیس بن مکشوح مرادی بھی تھے۔ جو جنگ یرموک کا معرکہ سر کیے چلے آتے تھے۔ یہاں انھوں نے لشکر اسلام کے قلب میں شریک ہو کر اس زور و شور سے حملہ کیا کہ نہر عتیق کے کنارے تک عجمیوں کی صفیں توڑتے چلے گئے۔ اور پھر اسی طرح لڑتے ہوئے واپس آئے۔

ہاشم بھی آپہونچے۔ قیس بن مکشوح کی شجاعت۔

آج ایرانی ساری رات عماریاں بناتے اور اُن کو ہاتھیوں پر کستے رہے تھے۔ صبح کو اُن کے کوہ پیکر ہاتھی اس شان سے میدان میں آئے کہ پیدلوں کی پلٹنیں اُن کو اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے تھیں تا کہ دشمن اُن پر چڑھنے اور عماریوں کے رسے نہ کاٹنے پائیں اور ان پیدلوں کی حفاظت سوار کر رہے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج بھی پرسوں کی طرح عربوں کے گھوڑے ہاتھیوں کی وحشت سے بھڑکتے اور بھاگنے کی کوشش کرتے رہے۔

آج پھر ہاتھی میدان میں آئے تھے۔

یہ دن دونوں حریفوں کے لیے گذشتہ دونوں ایّام سے زیادہ سخت تھا۔ یزدجرد کو مقررہ ڈاک کے ذریعے سے گھڑی گھڑی کی۔ اور ذرا ذرا سے واقعہ کی خبر پہونچتی تھی۔ اور برابر کمک پر تازہ دم فوجیں بھیجتا جاتا تھا۔ قعقاع کو جو تدبیر سوجھ گئی تھی اُس پر دونوں روز برابر عمل ہوتا رہا۔ ان کی فوج کے حصّے گھڑی گھڑی آ کے زور و شور سے حملہ کرتے۔ اور میدان میں لرزہ ڈال دیتے۔ اور بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ ان دونوں روزوں میں اگر قعقاع نے یہ انتظام نہ کیا ہوتا تو مسلمانوں کو کامیاب ہونا دشوار تھا۔

عجمیوں کو برابر کمک پہونچتی تھی قعقاع کے سر سہرا۔

عمرو بن معدی کرب نے ایک دفعہ جوش میں آ کر کہا "دیکھو میں ہاتھی اور اُس کے گروہ کے لشکر پر حملہ کرتا ہوں۔ تم لوگ میرے پیچھے پیچھے رہنا۔ تم زیادہ پیچھے رہ گئے تو جان لینا کہ ابو ثور[۵] کا خاتمہ ہو گیا۔ اور پھر تم کو ابو ثور کا سا آدمی نہ ملے گا۔" یہ کہہ کے حملہ کیا۔ اور دشمنوں کی صفیں

عمرو بن معدی کرب کا حملہ۔

---

[۵] ابو ثور عمرو بن معدی کرب کی کنیت تھی۔

چیر کے بہت دور تک اُن میں گھستے چلے گئے۔ اتنے میں گرد وغبار نے ان کو ساتھیوں کی نظر سے غائب کردیا اور ساتھ ہی اُن کے رفیقوں پر ایک زبردست لشکر عجم ٹوٹ پڑا۔ خود ان پر یہ گزری کہ ان کا گھوڑا مارا گیا۔ اور وہ زمین پر بیٹھے تلوار چلا رہے تھے۔ اتنے میں کوئی عجمی سوار پاس سے گزرا۔ انھوں نے گھوڑے کا پاؤں پکڑ لیا۔ گھوڑے نے ہزار زور کیا۔ اور جھٹکے دیے مگر اُن کے ہاتھ سے پاؤں نہ چھڑا سکا۔ اتنے میں اُنھوں نے اس کے سوار کو مارنے کے لیے تلوار کھینچی۔ وہ اس درجہ ہراسان ہوا کہ کود کے بھاگا۔ اور یہ ایک جست میں اُسکے گھوڑے کی پیٹھ پر تھے جس کے بعد سب کو مارتے ہٹاتے اپنے گروہ میں پہونچ گئے۔

اُن کی خود…

اسی طرح اِس روز یہ بھی عجب واقعہ پیش آیا کہ شبر بن علقمہ نام ایک پستہ قد بزرگ کا ایک تنومند عجمی پہلوان سے مقابلہ ہوگیا۔ عجمی پہلوان نے گھوڑے سے اُتر کے انھیں زمین پر پٹکا اور سینے پر چڑھ کے تلوار نکالی کہ ذبح کرے۔ اُس کے پٹکے میں گھوڑے کی لگام بندھی ہوئی تھی۔ تلوار کو دیکھ کر گھوڑا چمکا اور بھاگا۔ اور ساتھ ہی وہ پہلوان بھی اُلٹ کے چاروں شانے چت زمین پر گرا۔ شبر موقع پاتے ہی پھرتی سے اُٹھ کے اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ اور خنجر سے کام تمام کر دیا۔ اسکے بعد جب اُس کا لباس اور اسلحہ شبر کو ملے تو انھوں نے بیچ کے اس کا روپیہ نقد کر لیا اور معاوضے میں بارہ ہزار درہم پائے۔

کمزور تنومند کو قتل کرتا ہے۔

اس دن کی لڑائی میں سعد نے جب دیکھا کہ آج پھر ہاتھیوں کی مصیبت مسلمانوں پر نازل ہے۔ اور ان کے گروہ جابجا سنبھل سنبھل کر منتشر ہو جاتے ہیں تو قعقاع اور عاصم کے پاس کہلا بھیجا کہ سفید ہاتھی کی خبر لو جو قلب لشکر اسلام پر حملہ کر رہا ہے۔ دونوں نیزے ہاتھوں میں لیے اور بہت سے سواروں کو ہمراہ لیکر بڑھے۔ اور ہاتھی کے قریب پہونچتے ہی دونوں نے دو جانب سے نیزے مار کے اُسے اندھا کر دیا۔ اس کی تکلیف سے ہاتھی نے اس زور سے سر جھٹکا کہ فیل بان دور جا گرا۔ اور وہ گھبرا گھبرا کے چاروں طرف سونڈ ہلانے اور گھمانے لگا۔ مگر قعقاع اور ان کے ہمراہی سواروں نے اس پر تیروں کی ایسی بوچھار کی کہ زخمی ہو کر ایک پہلو پہ گرا۔ جو لوگ اس پر سوار تھے ان کو عربوں نے چن چن کے مار ڈالا۔ ایسی ہی کارروائی حمال اور ربیل نے دوسرے ہاتھی کے ساتھ کی۔ حمال نے اپنے نیزے سے اُس کی آنکھیں پھوڑیں اس کے صدمے سے اُس نے جھک کر گھٹنے ٹیک دیے دوسری طرف سے ربیل نے لپک کے ایسا ہاتھ مارا کہ اُس کی سونڈ کٹ گئی۔ فیل بان نے یہ حالت دیکھی تو پیشانی پر

سفید ہاتھی پر حملہ۔

اُس کی آنکھیں پھوڑی گئیں

دوسرے ہاتھی کے ساتھ بھی کارروائی۔

کچک مار مار کے اُسے زخمی کر دیا۔ اور اب اس کی یہ حالت تھی کہ دونوں لشکروں کے درمیان مضطرب الحال کھڑا تھا۔ ایرانی قریب پہونچتے تو اُسے مار مار کے آگے ریلتے۔ مسلمان اُس کے سر پر جا پہونچتے تو نیزے مار مار کے پیچھے کی طرف بھگاتے۔ اور آخر مُنھ پھیر کر ایرانیوں کو روندتا اور پامال کرتا ہوا بھاگا۔ دونوں آنکھوں سے اندھا تھا جو سامنے پڑا کچل گیا۔ اُس کو بھاگتے دیکھ کر سب ہاتھیوں نے اُس کا ساتھ دیا۔ آخر بھاگتے بھاگتے سب گھبرا کے نہر عتیق میں پھاند پڑے۔ اور اُس پار جا کے ایسے نوک دُم بھاگے کہ مدائن میں جا کے دم لیا۔ اُن پر عماریاں تو اسیطرح قایم تھیں۔ مگر جو لوگ سوار تھے اُن میں سے ایک بھی باقی نہ تھا۔ ہاتھیوں کا بھاگنا۔

ہاتھیوں کے بھاگ جانے کے بعد دونوں لشکروں نے جانوں پر کھیل کے بڑے زور و شور سے حملہ کیا۔ اور نہایت ہی خوفناک لڑائی ہونے لگی۔ جو اسی شدت اور سختی کے ساتھ برابر شام تک قایم رہی۔ شام ہونے پر بجائے اس کے کہ دونوں لشکر جُدا ہوں جانبازی اور جاں ستانی کا جوش اور بڑھ گیا۔ اور نہایت ہی برداشت اور تحمل کے ساتھ دونوں حریف تُل گئے کہ آج لڑائی کا فیصلہ کر ہی کے میدان سے ہٹیں گے۔ خوفناک لڑائی۔

اس معرکہ کے دن کا نام عربوں میں "یوم عماس" مشہور ہو گیا۔ عماس کے معنی سختی۔ شدت اور تاریکی کے ہیں۔ اِن سب باتوں سے چونکہ اس دن بہادروں کو سابقہ پڑا تھا اس لیے یہ نام رکھ دیا گیا۔ یوم عماس

آٹھویں فصل

لیلۃ الہریر اور فتح قادسیہ وغیرہ

لیلۃ الہریر۔ بہادران عرب کا حملہ۔ رات کی ہولناک لڑائی صبح اور حملے کی تجدید۔ ظہر تک یکساں شدت جنگ۔ سرداران عجم کا ہٹنا۔ سخت آندھی۔ رستم پر حملہ۔ اس کا مارا جانا۔ عجمیوں میں بھگدڑ۔ درفش کاویانی کا انجام۔ مقتولین عرب و عجم۔ رستم کا لباس۔ تعاقب۔ جالینوس مارا گیا۔ عدالت فاروقی۔ اہل عجم پر عربوں کی ہیبت۔ چند جانباز فدایان وطن۔ غیرت دار حامیان وطن۔ بھاگنے والے۔ جان دینے والے۔ یہ فیصلہ کن لڑائی تھی۔ عرب بھر کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت عمرؓ کا تعلق خاطر۔ انھوں نے کہاں اور کیونکر مژدۂ فتح سنا۔ بہادران اسلام کو انعام۔ اس لڑائی کا زمانہ۔ آگے بڑھنے کا حکم۔ مدائن کی طرف کوچ۔ فتح برس۔ فتح بابل۔ فتح سوران۔ جنگ کوثی۔ دو بہادر پہلوانوں کا مقابلہ۔ فتح کوثی۔ عجمی زیور و لباس کا تماشا۔ قبلہ کا حملہ عجمیوں پر۔ ان کی کمک۔ فتح وارس۔ عتبہ بن غزوان۔ ان کو ہدایات۔ حاکم فرات سے مقابلہ۔ اور فتح۔ عتبہ کی واعظانہ تقریر۔ ورود عتبہ کا زمانہ۔ لشکر ابلہ سے مقابلہ۔ ابلہ پر قبضہ۔ اہل دشت میسان سے مقابلہ۔ عتبہ کی واپسی مدینہ۔ مجاشع اور مغیرہ کی کامیابیاں۔ عرب عورتوں کا مردانہ حملہ اور فتح۔ عتبہ دربار فاروقی میں۔ عتبہ کی وفات۔ مغیرہ بن شعبہ حاکم البصرہ۔ ابوالحسن بصری۔

اب رات تھی اور لڑائی زور و شور سے ہو رہی تھی۔ یہ وسط محرم کا زمانہ تھا۔ چاندنی اگرچہ کھیت کیے ہوئے تھی مگر مہتاب کی چادر نور بالکل غبار آلود تھی۔ جوش و استقلال نے دونوں طرف کے سپہگروں کو خاموش کر دیا تھا۔ کسی کی آواز نہ آتی تھی۔ مگر اسلحہ کے چلنے اور لوہے کے لوہے سے لڑنے کے باعث ایک مہیب غراٹے کی آواز سنی جاتی جس کو عربی میں "ہریر" کہتے ہیں۔ اس لیے عرب اس رات کو "لیلۃ الہریر" یعنے غراٹے والی رات (لیلۃ الہریر)

کہنے لگے۔

مسعود اسدی۔ عاصم ابن ذی البردین ہلالی۔ ابن ذی سہمین اور قیس بن ہبیرہ اسدی وغیرہ شجاعانِ اسلام نے ایرانیوں پر اس زور و شور سے حملہ کیا کہ اُن کو مار کے پیچھے ہٹا دیا۔ سب سے پہلے حملہ کرنے والے قعقاع تھے! اور سعد کی یہ حالت تھی کہ اپنی جگہہ پر بیٹھے دُعا کر رہے تھے "خداوندا اگرچہ انھوں نے غلطی کی اور بغیر میری اجازت کے حملہ کیا ہے مگر میں اجازت دیئے دیتا ہوں۔ تو اُن کا قصور معاف کر! اور انھیں فتح و نصرت عطا ہو"۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ لوگ اس قدر جوش میں بھرے ہوئے تھے کہ رات کے اس نئے حملے میں سعد کی چوتھی تکبیر کا انتظار کرنے کے بجائے پہلے ہی تکبیر پر حملہ کر دیا۔ پہلے بنی اسد بڑھے پھر بنی تمیم چلے۔ پھر بنی بجیلہ نے قدم بڑھایا۔ اُن کے پیچھے بنی کندہ ہوئے۔ اور آخر سارا لشکرِ عرب دشمنوں پر جا پڑا۔ سعد ہر ایک کو حملہ کرتے دیکھ کر انھیں الفاظ اور اسی دُعا کا اعادہ کرتے جاتے تھے۔ آخر انھوں نے زور و شور سے آخری تکبیر کہی۔ اس تکبیر نے مسلمانوں میں تازہ جوش پیدا کر دیا۔ اور سب کے سب عجمی لشکر میں گھس پڑے۔

بہادرانِ عرب کا حملہ

یہ لڑائی نمازِ عشا کے بعد شروع ہوئی۔ تلواروں اور گرزوں کے پڑنے کی آواز فولادی اسلحہ کی جھنکار۔ ایسی کرختگی کے ساتھ بلند ہوئی کہ معلوم ہوتا لوہار کی دُکان میں بڑی بڑی نہاؤں پر زبردست ہتوڑے پڑ رہے ہیں۔ عربوں نے جیسے جوش سے حملہ کیا تھا ویسا ہی تحمل و استقلال بھی خدا نے ان کو عطا کیا۔ سعد کو زندگی بھر کوئی ایسی تشویش اور بیم و رجا کی رات نہیں گزری تھی۔ رات کی تاریکی اور گرد و غبار کے گھٹا ٹوپ میں نہ کسی کو یہ معلوم تھا کہ رستم کہاں ہے اور نہ کسی کو یہ خبر تھی کہ سعد کیا کر رہے ہیں۔ سعد زار و قطار روتے اور درگاہِ ربّ العزت میں فتح کی دعا کر رہے تھے! آدھی رات کے بعد سعد نے جو سب سے پہلی آواز سُنی وہ قعقاع کی آواز تھی جو رجز پڑھ رہے تھے۔ بنی کندہ نے اس شب کے حملے میں ایرانیوں کے ایک نامور سردار ترک تیری کو قتل کر ڈالا۔ واقعی یہ عجیب قیامت خیز رات تھی جس کو عرب مدتوں "قادسیہ والی رات" کہہ کے یاد کرتے رہے۔ صبح تک مجال کیا کہ کسی کی پلک بھی جھپکی ہو۔

رات کی ہولناک لڑائی

لڑائی کا وہی رنگ اور وہی جوش و خروش تھا کہ سپیدۂ صبح نمودار ہوا۔ اور لیلۃ الہریر کی صبح محشر نمایاں ہوئی۔ جبکہ دونوں لشکر حملے کا زور ختم کر کے جدا ہونے لگے تھے۔ قعقاع نے اپنے بہادروں کے آگے ایک چکر لگایا اور کہا بس اب دم بھر کے بعد خدا اُسی کو فتحیاب کرے گا

صبح اور حملے کی تجدید

جو از سر نو حملہ کرے گا۔" یہ سنتے ہی ان کے جھنڈے کے نیچے بہت سے اکابر عرب دوڑ دوڑ کے جمع ہو گئے۔ اور اشارہ ہوتے ہی سب تکبیر کے نعرے مارتے ہوئے دشمنوں پر جا پڑے۔ یہ حملہ کرتے وقت سرداران عرب نے اپنے لوگوں سے کہا "یہ کفار نہ تم سے زیادہ خدا کے حکم کی تعمیل کرنے کو تیار ہیں۔ اور نہ تم سے زیادہ جان دینے کے شائق۔ پھر کس بات کا اندیشہ ہے۔ فوراً جھپٹ کے دشمنوں میں گھس پڑو۔ اور جو سامنے آئے اُسے مار کے ہٹا دو۔" اس دُھن میں عربوں نے حملہ کیا تو وہی کر دکھایا جو کہا گیا تھا۔ لڑائی کی شدت پہلے سے بدرجہا زیادہ زیادہ بڑھ گئی۔ اور ظہر کے وقت تک دونوں حریف یکساں شجاعت و پامردی سے لڑتے اور ایک دوسرے کا زور توڑتے رہے۔

ظہر کے بعد سب سے پہلے فیروزاں اور ہرمزان جو حد درجے کا استقلال دکھا چکے تھے اپنی تمام کوششوں میں تھک کے پیچھے ہٹے۔ اور عربوں کے حملے کا اس قدر دباؤ پڑا کہ بڑی دور تک ہٹتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ رستم نے سنبھالا اور لوگ ایک مقام پر قدم جما کے پھر مستعدی سے مقابلہ کرنے لگے۔ مگر دُور تک ہٹ جانے کے باعث ایرانیوں کی فوج میں درمیان کا حصّہ خالی ہو گیا تھا جس میں عربوں نے بڑھ کے قدم جما دیے۔

سخت آندھی

اس اثنا میں ایک سخت آندھی آئی جس نے رستم کا شامیانہ اکھاڑ کے نہر عتیق میں پھینک دیا۔ اور اس قدر گرد و غبار چھا گیا کہ باوجود دن ہونے کے کسی کو کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔

رستم پر حملہ

اسی غبار کے دامن میں چھپتے اور دشمنوں کو ہٹاتے ہوئے قعقاع اور اُن کے رفقا رستم کے تخت کی طرف جھپٹے۔ شامیانے کے اُجڑنے اور عربوں کے سر پر آ پہونچنے سے رستم اپنے تخت پر سے اُٹھ کے باربرداری کے خچروں میں جا چھپا جو ابھی ابھی کچھ سامان جنگ لائے تھے۔ پھر جب مسلمانوں کو بالکل قریب دیکھا تو ایک خچر کی آڑ میں ہو گیا۔ ہلال بن

اُس کا مارا جانا۔

علقمہ اُس کے سر پر جا پہونچے تھے، خچر کے بوجھ پر اس طرح تلوار ماری اِدھر کا بوجھ کٹ کے اُدھر گرا۔ اور اُدھر کا بوجھ الٹ کے رستم پر جا پڑا جو اس کے نیچے دبکا ہوا تھا۔ رستم اس بوجھ کے نیچے دبا ہوا تھا۔ مگر ہلال کو خبر نہ تھی کہ یہی شخص رستم ہے۔ اُنھوں نے بوجھ ہٹا کے تلوار ماری۔ مگر تلوار زرہ پر اُچٹ گئی۔ اور ہلال کی ناک میں مشک کی خوشبو آئی۔ رستم تلوار کھاتے ہی اُٹھ کے بھاگا۔ اور ہلال اُس کے پیچھے دوڑے۔ آخر جب اُسے کوئی مفر نہ نظر آیا تو گھبرا کے نہر عتیق میں پھاند پڑا۔ ساتھ ہی ہلال بھی پانی میں کودے۔ اُسے

دونوں ٹانگیں پکڑ کے باہر کھینچ لائے۔ اور سر پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ شمشیر ہندی خود کو تراش کے پیشانی تک کاٹ آئی اور اسی ایک وار میں رستم کا خاتمہ ہوگیا۔

اُس کی لاش کو کھینچ لا کے ہلال نے پھر انھیں خچروں کے پاس ڈال دیا جھپٹ کے اس کے تخت پر جا کھڑے ہوئے اور نعرہ مارا کہ "قتلت رستم ورب الکعبۃ الیّ۔ الیّ"۔ یعنی پروردگار کعبہ کی قسم میں نے رستم کو قتل کر ڈالا۔ اِدھر آؤ۔ اِدھر آؤ۔" یہ سنتے ہی مسلمان چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ ہلال کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور سب جوش مسرت سے زور و شور کے ساتھ تکبیر کے نعرے مارنے لگے۔

رستم کے مارے جانے کے واقعے کو بعض لوگ یوں بیان کرتے ہیں کہ ہلال جب قریب پہونچے تو رستم نے ایک تیر مارا جو اُن کی پنڈلی میں پیوست ہوگیا۔ ساتھ ہی ہلال نے بڑھ کے تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہی وار فرشتۂ اجل کا ہاتھ ثابت ہوا۔ اور اُس نے تڑپ کے جان دے دی۔ اب ہلال نے جھک کے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور اس کو نیزے پر بلند کر کے غل مچایا کہ "میں نے رستم کو قتل کیا"۔

یہ دیکھتے ہی عجمیوں میں بھگدڑ پڑ گئی۔ جالینوس فوراً ایک کے پیچھے گیا۔ اور پُل کے پاس کھڑے ہو کر غل مچا مچا کے ایرانیوں سے کہنے لگا کہ "پار جاؤ پار" مگر جن لوگوں کے پانوں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اُن کو بھاگنا دشوار تھا۔ اُن میں سے جو زندہ بچکے بہ مشکل عتیق تک پہونچے اُلجھ اُلجھ کے اس میں گرتے اور مسلمان نیزے اور برچھوں سے اُن کا کام تمام کر دیتے۔ | عجمیوں میں بھگدڑ

اس اثنا میں ضرار بن خطاب نے جھپٹ کے علمبردار عجم سے درفش کاویانی چھین لیا جو دولت عجم کا قدیم تاریخی علم تھا۔ ضرار کو اُس کی قیمت فقط تیس ہزار اشرفیاں ملیں۔ حالانکہ اُس کی اصلی قیمت بارہ لاکھ دینار سے کم نہ تھی۔ | درفش کاویانی کا انجام

فقط اس پچھلے دن کی لڑائی میں دس ہزار ایرانی مارے گئے۔ وہ مقتولین اُن کے علاوہ تھے جو لیلۃ الہریر سے پہلے اس میدان میں قتل ہوئے۔ مسلمان اس قیامت خیز رات سے پہلے پندرہ سو شہید ہوئے تھے۔ اور شب ہریر اور اُس کی صبح یعنے یوم قادسیہ کو چودہ ہزار شہید ہوئے۔ اور سب مغرب کی جانب والی خندق میں لیجا کے دفن کر دیے گئے۔ اس سے پہلے ایام کے معرکوں میں جو شہید ہوئے تھے وہ مشرق جانب آغوش لحد کے سپرد کیے گئے تھے۔ | مقتولین عجم و عرب

اب دشمنوں کے چھوٹے ہوئے اسلحہ ہر طرف سے لالا کے ڈھیر کیے گئے مال غنیمت اکٹھا کیا گیا۔ سعد نے رستم کی لاش بھی اٹھوا منگوائی۔ پھر ہلال کو بلوایا اور کہا۔ اس کے جسم کے کپڑے اور اس کے اسلحہ سب تمھارے ہیں۔ رستم کا تاج نہر عتیق میں گر کے کسی طرف بہ گیا ورنہ اس کی قیمت ایک لاکھ درہم سے کم نہ تھی۔

رستم کا

پھر سعد نے قعقاع اور شرحبیل کو ایرانیوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ جو انھیں مارتے اور بھگاتے ہوئے مقام خرارہ تک نکل گئے۔ دوسری طرف زہرہ بن حویۃ تیمی نے تین سو سواروں کے مفرورین کا تعاقب کیا۔ راستے میں جالینوس ایک مقام پر شکست یافتہ سپاہیوں کو پھر لڑانے کے لیے جمع کر رہا تھا کہ زہرہ اس کے سر پر جا پہونچے۔ اور اس زور سے حملہ کیا کہ جالینوس مارا گیا۔ اس کے رفقا بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور زہرہ جالینوس کا لباس اور ساز و سامان لیکر حضرت سعد کی خدمت میں واپس آئے۔ سعد کو اس قدر قیمتی چیزیں زہرہ کو دینے میں تامل ہوا۔ حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ جالینوس کی تمام چیزیں مع اسلحہ فوراً زہرہ کو دے دی جائیں۔ بلکہ جب لوگوں کو انعام تقسیم ہونے لگے تو زہرہ کو انعام کے علاوہ پانچ سو دینار زیادہ دیے جائیں۔ اور سعد نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی۔ خرارہ سیلحین اور نجف کے مفرورین جدھر گئے مارے گئے۔ اور جو تعاقب کرنیوالا واپس آتا تھا۔ بہتوں کو اسیر کر لاتا تھا۔ اس شکست نے عجمیوں کو اس درجہ بدحواس کر دیا۔ اور ان کے دلوں پر عربوں کی اسقدر ہیبت چھا گئی کہ ان کی صورت دیکھتے ہی ہاتھ پاؤں پھول جاتے۔ اور مقابلہ درکنار ان میں بھاگنے کی بھی طاقت نہ رہتی۔ ایک نخعی قبیلے کے نوعمر عرب کو لوگوں نے دیکھا کہ اکیلا اسی ایرانیوں کو باندھے لیے چلا آتا ہے۔ عرب سپہگر جس ایرانی کو جو اشارہ کرتا وہ فوراً اس کی تعمیل کو تیار ہو جاتا۔ بارہا یہ ہوا کہ ایک عرب نے مفرور عجمیوں کو قتل کرنے کے لیے بلایا وہ بے عذر سر جھکا کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور اس نے ایک ایک کر کے سب کو قتل کر ڈالا۔ کبھی یہ ہوا کہ کسی مسلح ایرانی کو ایک عرب نے بلایا۔ اور اسی کی تلوار لے کے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس سے بڑھ کے کیا ہوگا کہ کسی عرب نے دو مسلح ایرانیوں کو جاتے دیکھا۔ اور ڈپٹ کے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ اپنے ساتھی کو قتل کر ڈالو اور اس نے تلوار کھینچ کے بلا تامل اپنے اس دوست کا کام تمام کر دیا جس کے ساتھ ابھی دوستی کی باتیں کرتا جا رہا تھا۔

تعاقب

جالینوس مارا گیا

عدالت فاروقی

اہل عجم پر عربوں کی ہیبت۔

حمیت جاہلی کے فدائیان قومی

سلمان بن ربیعہ باہلی اور اُن کے بھائی عبدالرحمن بن ربیعہ کو عجمیوں کا ایک گروہ ملا جنھوں نے ایک قومی جھنڈا بلند کیا تھا کہ ہم مر جائیں گے مگر عربوں کی اطاعت نہ کریں گے اِن دونوں سرداران عرب نے اُن سب کو سامنے بلا کے قتل کر ڈالا۔ اِن عجمیوں نے مقابلے کا نام بھی نہ لیا۔ اور بغیر اس کے کہ کان بھی ہلائیں بے عذر جانیں دے دیں۔

غیرت دار جانبازان وطن

بھاگنے والے

جان دینے والے

شکست کے وقت لشکر عجم کے دو گروہ ہو گئے تھے ایک گروہ نے راہ فرار اختیار کی اور دوسرا گروہ جس میں کچھ اوپر تیس پلٹنیں تھیں اُس نے کہا ہم بھاگ کے کسی کو کیا مُنھ دکھائیں گے وہ سب سر جھکا کے میدان میں کھڑے ہو گئے کہ آؤ قتل کرو۔ اور سب مارے گئے۔ بھاگنے والوں میں اُن کا ایک سردار ہرمزان تھا جو عطارد کے لشکر کے مقابل تھا۔ دوسرا اَحوز تھا جو حنظلہ بن ربیع کاتب رسول اللہ صلعم کے مقابل تھا تیسرا آزاد بن بہش تھا جو عاصم بن عمرو کے مقابل تھا۔ اور چوتھا قارن تھا جو قعقاع کے مقابل تھا۔ جن لوگوں نے میدان سے قدم نہ ہٹایا اور قتل ہوئے اُن میں ایک شہریار بن کنارہ تھا جو سلمان کے مقابل تھا۔ اور اُس کے سوا ابن ہربذ۔ فرخان۔ اَہوازی اور خشسوم ہمدانی وغیرہ تھے۔ ایرانیوں کا نقیب اور کرکیت بھی لوگوں کو جوش دلاتا اور کرو کا کھایا ہوا مارا گیا۔

فیصلہ کن لڑائی تھی

عرب بھر کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں

یہ ایسی عظیم الشان لڑائی تھی کہ اسی پر عرب و عجم کی قسمت کا دارومدار تھا۔ اور در اصل اسی نے عربوں کے حق میں حکومت فارس کا فیصلہ کر دیا۔ سارے جزیرہ نمائے عرب میں تمام لوگوں اور بچوں اور عورتوں تک کی نگاہیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں۔ عذیب سے عدن تک اور ابلہ سے ایلہ تک ہر شخص کو یقین تھا کہ دولت عجم کے رہنے اور مٹنے کا اسی عظیم الشان لڑائی پر دارومدار ہے۔ عرب کی ہر بستی میں عراق کے راستے پر ایک تودہ بنا دیا گیا تھا جہاں روز لوگ آ کے بیٹھتے کہ کوئی راہ گیر مسافر ملے تو اُس سے لڑائی کی خبریں پوچھیں۔

حضرت عمر رضی کا تعلق خاطر

خود امیر المومنین عمر فاروق رض کی یہ حالت تھی کہ صبح ہوتے ہی شہر کے باہر عراق کے راستے پر میلوں چلے جاتے اور ہر آنے والے سے لڑائی کی خبر پوچھتے۔ جو شتر سوار مل جاتا اُس کے پیچھے دوڑتے کہ شاید اس سے کچھ حالات معلوم ہوں۔ اور جب دوپہر ہو جاتی چلے آتے جس دن فتح کی خوشخبری لے کے سعد کا سانڈنی سوار پہونچا ہے تو

انھوں نے کہاں اور کیونکر فتح کی خبر سنی

انھوں نے اس کو بستی سے باہر دیکھا۔ دوڑے کہ خبر پوچھیں۔ اے امیر المومنین کو مژدۂ فتح سنانا تھا۔ بغیر رکے کہدیا کہ "مسلمان فتحیاب ہوئے"۔ یہ اُس کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے چلے۔ وہ ساعت بہ ساعت اونٹنی کو زیادہ تیز کرتا تھا اور یہ بھی اُسی قدر زیادہ تیز دوڑتے اور خبریں پوچھتے تھے۔ یہانتک کہ اسی شان سے آبادی میں داخل ہوئے۔ مدینے کے اندر جب عوام نے آپ کو امیر المومنین کہہ کے سلام کیا تو سانڈنی سوار کے حواس جاتے رہے بہت خائف ہوا۔ گھبرا کے سانڈنی روکی اور عرض کی "کیا آپ ہی امیر المومنین ہیں؟ آپ نے یہ مجھے وہیں کیوں نہ بتادیا کہ ٹھہر کے سعد کا خط دیتا اور ساری سرگذشت بیان کرتا؟" فرمایا بھائی اس کا مضائقہ نہیں! اس مژدے کے سننے کے سب ہی مشتاق تھے۔ مجھے کیا حق تھا کہ اپنی وجہ سے اُن تک خوشخبری پہونچنے میں تاخیر کراتا"۔ بہرحال اب آپ نے حضرت سعد کا خط لیا۔ اور جنگ کے تمام مفصل حالات معلوم کیے۔

بہادران اسلام کو انعام۔

اہلِ فوج اور نامور مجاہدین قادسیہ کو جو کچھ انعام و اکرام دیا گیا سب حضرت فاروق کے حکم اور مشورے سے جن لوگوں نے لیلۃ الھریر اور آخری روز یوم قادسیہ میں ناموری حاصل کی تھی اُن کو معمولی انعام کے علاوہ پانچ پانچ سو دینار زیادہ دیے گئے۔ اور جن لوگوں نے پہلے تین روز کی لڑائی میں ناموری حاصل کی تھی ان کو تین تین ہزار دینار زیادہ دیے گئے۔ بعض لوگوں نے جناب خلافت مآب سے کہا یوم قادسیہ کے بہادروں کو بھی آپ اُنھیں لوگوں میں کیوں نہیں شریک کرتے جنھوں نے پہلے ایام میں بھی شجاعت دکھائی تھی۔ فرمایا "جب وہ لوگ ان معرکوں میں شریک ہی نہ تھے تو میں کیسے شامل کروں؟" کسی نے کہا جن لوگوں کا گھر میدان جنگ سے دور ہے اُن کو زیادہ ملنا چاہئے"۔ فرمایا "پاس والے تو دشمن کے اثر میں تھے اُن پر دُور والوں کو کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے؟" پھر فرمایا "بھلا غزوات عہد رسالت میں کبھی مہاجرین کو انصار پر فوقیت دی گئی تھی؟" زیادہ مستند روایت یہ ہے کہ یہ لڑائی محرم سنہ ۱۴ھ م آخر سنہ ۶۴ محمدی (مارچ سنہ ۶۳۵ء) میں ہوئی۔ اگرچہ بعض نے اس کا زمانہ سنہ ۱۵ھ اور بعض نے سنہ ۱۶ھ بتایا ہے۔

اس لڑائی کا زمانہ۔

فتح کے بعد دو مہینے تک سعد بن ابی وقاص سارے لشکر کے ساتھ قادسیہ میں پڑے رہے۔ یہانتک کہ وہاں کے تمام معاملات سے فراغت ہوگئی۔ اسی دوران میں اُنھوں نے حضرت عمر کو لکھا تھا کہ "اب میں کیا کروں؟" جواب آیا کہ "عورتوں اور بچوں کو یہیں عتیق کے

کنارے چھوڑ دو۔ اور ایک زبردست لشکر اُن کی حفاظت کے لیے مقرر کر کے خود مدائن کی طرف بڑھو۔ مگر وہ لوگ جو تمھارے متعلقین کی حفاظت کے لیے یہاں مامور رہوں گے وہ بھی تمھاری غنیمت میں برابر کا حصہ پائیں گے"۔

مدائن کی طرف کوچ۔

اسی حکم کے مطابق سعدؓ آگے بڑھے۔ فوج ہراول کے سردار عبداللہ بن معتم۔ زہرہ بن حویہ اور شرحبیل بن سمط تھے۔ مقام برس میں پہونچے تو سالار عجم بصبہرا ایک عجمی لشکر کے ساتھ آگے مقابل ہوا۔ مگر تھوڑی ہی دیر مقابلہ کیا تھا کہ شکست کھا کے بھاگا! در بابل کے کھنڈروں میں پہونچ کر دم لیا۔ وہاں قادسیہ کا ہزیمت خوردہ لشکر اور اُن کے بقیۃ السیف سردار نخیر خاں مہران رازی! اور ہرمزان وغیرہ موجود تھے جنھوں نے فیروزان کو اپنا سپہ سالار بنا لیا تھا لیکن بصبہرا جو یہاں شکست کھا کے آیا تھا! اُس پہ زہرہ کا ایک ایسا کاری نیزہ پڑ گیا تھا کہ زندگی سے مایوس ہو کے دریا میں پھاند پڑا! اور ڈوب کر جان دے دی۔ مسلمانوں کو بصبہرا کی شکست سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ برس کے زمیندار نے جس کا نام بسطام تھا حاضر ہو کے جزیے کا اقرار کیا۔ اور زہرہ سے صلح کر لی! اور اسی قدر نہیں اس سے لشکر اسلام کو بڑی مدد ملی۔ ضرورت کے موقعوں پر اُس نے جا بجا پل بنا دیے اور بتا دیا کہ بابل میں مزاحمت کے لیے کون کون لوگ تیار ہیں۔ فتح برس۔

زہرہ نے ان واقعات سے حضرت سعدؓ کو مطلع کیا اور وہ فوراً کوچ کر کے برس میں آ گئے اور زہرہ کو سردار ہراول بنا کے آگے بڑھایا۔ پھر اُن کے پیچھے عبداللہ۔ شرحبیل اور ہاشم کو تھوڑے تھوڑے لشکر کے ساتھ یکے بعد دیگرے روانہ کیا! اور سب کے بعد خود روانہ ہوئے یہ سب لوگ جا جا کر مقام فیروزان میں اُترے۔ بابل کے مجتمعہ لشکر عجم نے مقابلہ کیا۔ مگر تھوڑی دیر قدم جمانا بھی دشوار ہو گیا۔ شکست کھا کے بھاگے! اور مفرورین نے دو طرف کی راہ لی۔ ہرمزان اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اہواز میں چلا گیا! اور فیروزان نے نہاوند میں جا کے پناہ لی۔ جہاں کسرایان عجم کا خزانہ تھا۔ مگر ان بے اصول مفرورین کی یہ حالت تھی کہ جس بستی میں اُترے یا جس آبادی میں سے ہو کر گزرے اسے لوٹ کر تباہ کر دیا۔ مگر نخیر خاں۔ اور مہران مدائن میں پہونچے۔ اور دجلے کے پار ہوتے ہی اُس کا پُل توڑ دیا۔ فتح بابل۔

سعدؓ نے بابل میں پڑاؤ ڈال دیا۔ مگر زہرہ۔ عبداللہ لیثی اور کثیر بن شہاب سعدی کو آگے روانہ کیا۔ دونوں فرات کے پل سے عبور کر کے عجمیوں کا آخری حصۂ فوج پر جا پڑے۔ فتح سوراں

ان میں دو سرداران عجم تھے۔ ایک قیومان دوسرا فرخان۔ اس لڑائی میں قیومان کثیر کے ہاتھ سے اور فرخان بکیر کے ہاتھ سے مقام سوران میں قتل ہوئے۔ ان کے ہمراہی لشکر نے راہ فرار اختیار کی۔ زہرہ نے خود بڑھ کے سوران میں جہاں عجمیوں کی لشکر گاہ تھی پڑاؤ ڈال دیا۔ اور دو ہی چار روز میں سعد۔ ہاشم اور سب لوگ یہاں آکر اتر پڑے۔

جنگ

اب زہرہ نے اپنے لشکر کے ساتھ اور آگے قدم بڑھایا۔ عجمی لشکر مقام دریا اور کوثی کے درمیان ٹھہرا ہوا تھا۔ نخیرخان اور مہران تو بھاگ گئے تھے۔ مگر اپنی طرف سے اس لشکر کا سپہ سالار شہریار نام ایک سردار عجم کو مقرر کر دیا۔

دو بہادر پہلوانوں کا مقابلہ

زہرہ کے پہونچتے ہی شہریار اپنے لشکر کے ساتھ آکے مقابل ہوا۔ اور چونکہ شجاعت کا جوش اس کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ اس لیے سب کے پہلے خود ہی میدان میں آکے مبارز طلب کیا۔ زہرہ نے اس کے مقابلے پر ابو بنانہ نائل بن جشم اعرجی کو بھیجا۔ یہ بنی تمیم کے ایک ناموَر شہسوار تھے۔ دونوں حریف برابر کے شہ زور پہلوان تھے۔ شہریار نے نائل کو نیزہ مارا۔ اور نائل نے اس پر بڑی زور سے گرز کا ہاتھ مارا۔ ان حربوں سے فیصلہ نہ ہوا تو دونوں میں تلوار چلنے لگی۔ یہاں تک کہ تلواریں بیکار ہو گئیں۔ انجام یہ ہوا کہ تاؤ میں آکے دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ اور زور آزمائی ہونے لگی۔ زور کرنے میں دونوں گھوڑوں پر سے گر پڑے۔ مگر زمین پر پہونچے تو شہریار اوپر تھا اور نائل نیچے۔ عجمی پہلوان نے نائل کو زانو کے نیچے دبایا۔ خنجر نکالا۔ اور ان کی زرہ کی گھنڈیاں کھولنے لگا کہ سینہ چاک کرے۔ مگر زرہ کھولنے میں شہریار کی ایک انگلی نائل کے منہ میں آگئی۔ انھوں نے اس کو اس زور سے چبا ڈالا کہ ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کی تکلیف سے شہریار میں کمزوری محسوس ہوئی۔ موقع پاتے ہی نائل نے ایک جھٹکے میں اسے زمین پر الٹ دیا اور خود جھپٹ کے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اسی کے ہاتھ سے خنجر چھین کے اس کی زرہ کھولی اور سینہ چاک کر ڈالا۔ اب نائل اس کے سونے کے کڑے اور لباس و اسلحہ لے کے واپس چلے۔ اور دونوں لشکروں نے حملہ کر دیا۔ کچھ دیر تک جنگ مغلوبہ ہوتی رہی۔ اور آخر ایرانی میدان چھوڑ کے بھاگے۔

فتح کوثی

اب زہرہ نے کوثی میں پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں تک کہ سعد بھی سارے لشکر کے ساتھ یہاں آپہونچے۔ زہرہ نے نائل کو شہریار کا لباس پنہا کے اس کے اسلحہ سے آراستہ کر کے اس کے سونے کے کڑے پنہا کے۔ اور اس کے گھوڑے پر بٹھا کے سعد کے سامنے پیش کیا۔ اور اس

عجمی پہلوان کا تماشا

پر لطف تماشے کو سب نے پسند کیا۔ بعد چند روز تک یہیں مقیم رہے اور اس مقام کی زیارت کی جو مجلس خلیل اللہ کے نام سے مشہور تھا۔ یہ سب ۱۵ھ کے واقعات ہیں۔

لیکن یہیں یہ بھی بتانا ہے کہ ۱۴ھ ہی میں ایک دوسرا عرب سپہ سالار بھی سرزمین عراق میں شجاعت عرب کا جوش دکھا رہا تھا۔ اس کی اصلیت یہ ہے کہ مستقل فوج کشی سے پہلے جس طرح مثنیٰ بن حارثہ نے علاقہ حیرہ پر تاختیں شروع کر دی تھیں۔ جو مقام کہ بعد آباد ہونے والے شہر کوفہ کے قریب تھا۔ اسی طرح اُس علاقے کو جو موجودہ بصرے کے قرب جوار میں تھا۔ قطبہ بن قتادہ سدوسی تاخت و تاراج کر رہے تھے۔ مگر جب اُن کو زیادہ قوت سے کام لینے کی ضرورت پیش آئی تو انھوں نے بارگاہ خلافت میں اپنی حالت لکھی۔ اپنے کارنامے بتائے اور آخر میں لکھا کہ "میرے ساتھ اگر تھوڑا بھی لشکر ہوتا تو میں عجمیوں سے مقابلہ کر کے اِس علاقے کو اُن سے خالی کرا لیتا"۔ اس کے جواب میں حضرت فاروق رضؓ نے تحریر فرمایا کہ "تم وہیں ٹھہرو۔ اور ہوشیاری سے کام لو"۔ پھر شریح بن عامر کو جو بنی سعد بن بکر میں سے تھے ان کی کمک پر بھیجا۔ وہ بصرے کے علاقے میں پہونچے اور قطبہ کو وہیں چھوڑ کر شہر اہواز کی طرف بڑھ گئے۔ اور آخر بڑھتے بڑھتے شہر دارس میں پہونچے جو دولت عجم کا ایک فوجی کیمپ تھا۔ شریح نے جاتے ہی اس عجمی لشکر کا قلع قمع کر دیا۔ اور مال غنیمت کے ساتھ بہت سا سامان جنگ بھی اُن کے ہاتھ لگا۔

قطبہ کا حملہ عجمیوں پر

اُن کی کمک

فتح دارس

اب حضرت خلافت پناہ نے اس مہم کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ اور عتبہ بن غزوان کو ایک لشکر کے ساتھ اس جانب روانہ کیا۔ جب وہ روانہ ہونے لگے تو حکمت و دینداری کے یہ الفاظ کہے "عتبہ۔ میں تمھیں ارض ہند٭ کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔ وہ دشمنوں کی سرزمین ہے۔ مگر مجھے اُمید ہے کہ وہاں اطراف و جوانب کے شہروں میں خدا تم کو کامیاب کرے گا۔ اور تمھاری مدد کرے گا۔ میں نے والی بحرین علاء بن حضرمی کو بھی لکھا ہے کہ عرفجہ بن ہرثمہ کو تمھاری کمک پر بھیجدیں۔ وہ اچھے مجاہد اور لڑائی کے ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہیں۔ جب وہ پہونچ جائیں تو انھیں اپنا مشیر بنانا۔ تم وہاں جا کر لوگوں کو خدا کی طرف بلاؤ۔ مان لیں تو اُن کی توبہ قبول کرو۔

عتبہ بن غزوان اُن کو ہدایات

٭ ساسانیوں کے عہد میں اس علاقے کا حاکم ہندوستان کا حاکم تصور کیا جاتا اس لیے کہ خلیج فارس کے ذریعے یہاں ہندوستان کی آمد و رفت جاری رہتی اور علاقۂ چین کے جہاز یہاں ہمیشہ موجود رہا کرتے۔ اور بحری راستے سے دولت عجم ہندوستان پر اپنا اثر ڈالتی رہتی تھی۔

نہ مانیں تو اُن سے جزیہ لو - اور اس کو بھی نہ قبول کریں تو تلوار سے فیصلہ ہو۔"

"جو امر تمھارے ذمے کیا گیا ہے اس میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ تمھارے دل میں نخوت پیدا ہو۔ اور تمھارے بھائی مسلمان تمھارے خلاف ہو جائیں۔ تم کو حضرت رسول اللہ صلعم کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ جس نے تمھیں ذلیل سے معزز بنا دیا۔ اور کمزوری کے بعد قوی کر دیا۔ یہاں تک کہ تم حاکم خود مختار اور بادشاہ فرماں روا بن گئے۔ تمھاری بات سُنی جاتی ہے۔ اور تمھارا حکم چلتا ہے۔ نعمت ملنے پر معصیت سے بچتے رہو۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ خطرناک یہی چیز ہے کہ دولت کے فریب میں آکر تم اپنے درجے سے گر جاؤ اور جہنم کے کندے بنو۔ اس آفت سے میں اپنے اور تمھارے دونوں کے لیے خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ لوگ نہایت عجلت کر کے خدا کی طرف دوڑے۔ اور اُس نے اُن کا درجہ بڑھا دیا۔ پھر انھوں نے اس کی خواہش کی۔ اور اللہ نے وہ نعمت اُن سے چھین لی الغرض تم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہو۔ اور جب عرب کے انتہائی اور عجم کے ابتدائی علاقے میں پہونچنا تو وہاں ٹھہر جانا۔"

حاکم فرات سے مقابلہ۔

ان بے بہا حکمتوں اور گدا کو بادشاہ بنا دینے والی نصیحتوں کو گرہ میں باندھ کر عتبہ مدینے سے روانہ ہوئے پہلے مقام قریہ میں ٹھہرے۔ پھر آگے بڑھ کے فرات کے چھوٹے پُل کے سامنے فروکش ہو گئے۔ جو عجمی عہدہ دار حاکم فرات تھا اس کو خبر ہوئی تو چار ہزار لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا۔ عتبہ کے ہمراہ فقط پانچسو جاں بازان اسلام تھے۔ نماز ظہر کے بعد انھوں نے لڑائی چھیڑ دی۔ سر بکف مبلغان توحید ایسے جوش سے لڑے کہ ایرانیوں کو

اور فتح۔

شکست ہو گئی۔ فتحیابوں نے اس سارے لشکر عجم کا قلع و قمع کر دیا۔ اور حاکم فرات اُن کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔

عتبہ کی واعظانہ تقریر۔

اس لڑائی کے آغاز میں حضرت عتبہ نے فوج کے سامنے جو تقریر فرمائی وہ بھی لطف سے خالی نہیں ہے۔ انھوں نے کہا "لوگو۔ زندگی دنیا بہت کچھ گذر گئی۔ پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور اب اتنا ہی وقت باقی ہے جتنی کہ پانی پھینکنے کے بعد کسی برتن میں رطوبت باقی رہ جاتی ہے۔ اس دنیا کو چھوڑ کے تم لوگ دارالقرار میں جانے والے ہو۔ لہٰذا جاؤ تو بہترین سامان کے ساتھ جاؤ۔ میں نے سُنا ہے کہ دوزخ کا ایک جلتا ہوا پتھر نکال کے پھینک دیا جائے۔ تو ساری دنیا پر چھا جائے گا۔ اور ستر برس تک مشتعل رہے گا۔ مجھے وہ زمانہ یاد ہے کہ جب حضرت رسول اکرم

ہمراہ منجملہ سات آدمیوں کے ایک میں بھی تھا ہمارے پاس کھانے کو صحرا کی جنگلی پتیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ جن کو چباتے چباتے ہمارے جبڑے زخمی ہو گئے۔ ایک چادر ملی تو میں نے پھاڑ کے اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک خود لیا۔ ایک سعد بن ابی وقاص کو دیا۔ اب ان سات آدمیوں میں سے ہر ایک کسی نہ کسی جگہ کا حاکم ہے۔ اور جو لوگ زندہ رہیں گے دیکھیں گے کہ ہم کیا سے کیا ہو گئے"۔

وردو عتبہ کا زمانہ۔ عتبہ اس علاقے میں ربیع الاول یا ربیع الآخر ۱۴ھ میں پہونچے تھے اور اس مقام پر جہاں فروکش ہوئے تھے دو سال بعد ۱۶ھ میں بصرہ آباد کیا گیا۔ اس پہلی فتح کے بعد عتبہ ایک مہینے تک یہیں مقیم رہے۔ اور آخر کار شہر اُبلہ کی عجمی سپاہ اُن کے مقابلے کو نکلی۔ اُبلہ کی حفاظت کے لیے سلطنت کی طرف سے پانچسو محافظ مقرر تھے۔ یہ شہر بہت بڑی بندرگاہ تھا۔ جس میں چین کے جہاز آکر لنگر انداز ہوا کرتے تھے۔ اہل اُبلہ کو اپنے مقابل صف آرا دیکھ کر عتبہ نے مقابلہ کیا اور اُن کو شکست دے دی۔ میدانِ جنگ سے بھاگ کر وہ لوگ شہر میں پناہ گزین ہو گئے۔ اور عتبہ بھی اپنے پڑاؤ میں واپس چلے آئے۔ مگر اس لڑائی سے اُبلہ والوں کے دلوں پر مسلمانوں کا ایسا رعب چھا گیا تھا کہ شہر میں بھی اُن کا قدم نہ ٹک سکا جو کچھ ہلکا پھلکا سامان لے سکے لیا اور دریا کے راستے سے بھاگ گئے۔ اُن کے جانے کے بعد عتبہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر اُبلہ میں داخل ہوئے جس میں ان کو بہت کچھ سامانِ دولت۔ سامان جنگ اور اسیر ملے جس کو انھوں نے حقِ خلافت کا پانچواں حصہ نکالنے کے بعد باہم تقسیم کر لیا۔ اس حملے میں مسلمانوں کی تعداد فقط تین سو تھی۔ اور رجب یا شعبان کے مہینے میں اس شہر پر اسلام کا قبضہ ہوا۔

لشکر اُبلہ سے مقابلہ۔

اُبلہ پر قبضہ

اب عتبہ بڑھ کے اُس مقام پر پہونچے۔ جہاں اب قریۂ رزق آباد واقع ہے۔ وہاں نرکل سے ایک مسجد بنائی۔ اور وہاں سب سے پہلے جو بچہ خدا نے مسلمانوں کو دیا وہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ تھے۔ اُن کے عقیقہ میں اُنھوں نے قربانی کی تو مسلمانوں کی تعداد اتنی تھوڑی تھی کہ گوشت سب کے لیے کافی ہو گیا۔

اہل دشت میسان سے مقابلہ۔ اب مسلمانوں کے روکنے کے لیے اہل دشت میسان نے حملہ کیا۔ مگر عتبہ نے بڑھ کے شکست دی۔ سب کو منتشر کر دیا۔ اور وہاں کے مرزبان (زمیندار) کو پکڑ لیا۔ اس کے کپڑے اس قدر قیمتی تھے کہ نمونے کے طور پر قتادہ نے اُس کی پیٹی انس بن حجنہ کے ہاتھ حضرت فاروقؓ کی خدمت میں بھیج دی۔ آپ نے اُس کو ملاحظہ فرمایا۔ اور انس سے پوچھا مسلمانوں کا

وہاں کیا حال ہے؟" عرض کیا "ثروت دنیا ٹوٹ پڑی ہے۔ اور لوگوں کے پاس سونا چاندی بھرا ہوا ہے" یہ سُن کر اور لوگوں کے دلوں میں بھی علاقہ بصرہ میں جانے کا شوق پیدا ہوا۔ اور بہت سے حضرات پہونچ گئے۔

عتبہ کی واپسی

اب عتبہ نے مجاشع بن مسعود کو ایک حصۂ فوج کا سردار مقرر کر کے فرات کی طرف اور مغیرہ بن شعبہ کو اپنی جگہ نماز پڑھانے پر مامور کیا۔ مگر اسی وقت تک کے لیے جب تک کہ مجاشع واپس نہ آجائیں۔ اور حکم دیا کہ جب وہ آجائیں تو وہی یہاں کے حاکم اور امیر ہیں۔ اور وہی نماز پڑھائیں گے۔ اس علاقے کا یہ انتظام کر کے عتبہ واپس روانہ ہو کے حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مجاشع اور مغیرہ کی کامیابیاں۔

اُدھر مجاشع نے علاقۂ فرات کے شہروں میں کامیابی حاصل کی۔ اُدھر ایک ایرانی سردار فلیکان نے مقابلے کے لیے لشکر جمع کیا تو اس کے استیصال کے لیے مغیرہ اپنے لشکر کے ساتھ چلے۔ بمقام مرغاب میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔

عرب عورتوں کا مردانہ حملہ اور فتح۔

جس وقت لڑائی ہو رہی تھی مسلمان عورتوں نے جو نبرد آزماؤں کی صفوں کے پیچھے پڑاؤ میں تھیں، باہم ایک دوسرے سے کہا "چلو مردوں کی طرح ہم بھی جہاد کریں" سب نے اس تجویز کو خوشی سے منظور کیا۔ بعض خاتونوں نے اپنی خماریں (سر میں لپیٹنے کی اوڑھنیاں) بیرقیں بنائیں اور مسلح ہو کر پھریرے ہوا میں اڑاتی ہوئی جنگ گاہ کی طرف چلیں۔ عجمیوں نے جو ان کو دور سے آتے دیکھا تو سمجھے کہ مسلمانوں کی کمک آگئی۔ حواس جاتے رہے۔ فوراً شکست کھا کے بھاگے۔ اور مغیرہ نے حضرت عمرؓ کو فتح کی خوشخبری لکھ بھیجی۔

عتبہ دربار فاروقی میں۔

اس موقع پر حضرت فاروقؓ نے عتبہ سے پوچھا "تم اپنی جگہ کس کو حاکم مقرر کر آئے ہو؟" انھوں نے کہا "مجاشع بن مسعود کو" یہ سُن کر جناب خلافت پناہ نے فرمایا "تم نے ایک بدوی شخص کو شہریوں پر حاکم مقرر کر دیا!" اس کے بعد آپ نے مغیرہ کے حالات بیان فرمائے۔

عتبہ کی وفات۔

اور عتبہ کو حکم دیا کہ "تم وہاں پھر واپس جاؤ۔" اس حکم کے بموجب وہ روانہ ہو گئے لیکن راستے میں انتقال کیا۔ ان کی وفات کی نسبت بعض راویوں کا بیان اس کے خلاف ہے۔ جس کو ہم آیندہ اُس کے موقع پر بیان کریں گے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ عتبہ سنہ ۱۵ھ میں حاکم علاقۂ بصرہ مقرر ہوئے تھے۔ اور بعض سنہ ۱۶ھ بتاتے ہیں۔ مگر زیادہ صحیح یہی ہے کہ وہ سنہ ۱۴ھ میں حاکم بصرہ تھے۔

مغیرہ بن شعبہ حاکم بصرہ۔

ان کی حکومت فقط چھ مہینے رہی۔ پھر اُن کی جگہ حضرت عمرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو والیِ بصرہ

مقرر کیا۔ وہ دو سال تک اس خدمت پر رہے تھے کہ ان پر وہ جرم عائد ہوا جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ ان کی جگہ ابو موسیٰ اشعری مقرر ہوئے بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ عتبہ کے بعد پہلے ابو موسیٰ مقرر ہوئے تھے! اور اُن کے بعد مغیرہ کو یہ خدمت حکومت ملی۔

ابوالحسن کی

اسی میسان کے قیدیوں میں ابوالحسن بصری تھے جن کا شمار اولیاء اللہ کے طبقے ممتاز اور صوفیہ کے اکثر سلسلے انھیں کے ذریعہ سے حضرت علیؓ تک پہونچتے ہیں۔

نویں فصل

دار السلطنت ساسانی پر قبضہ

فتح ساباط۔ شاہی لشکر پر فتح۔ ہاشم کی شیر افگنی۔ بہرشیر پر حملہ۔ اُس کا محاصرہ۔ ایرانیوں کی کثرت۔ اُن کے ساتھ حضرت عمرؓ کا انصاف۔ اُس کی برکت۔ محاصرے کی شدت سخت سرکہ۔ زہرہ کی ٹوٹی زرہ۔ اُن کی دلیرانہ شجاعت۔ مجنیقوں کا پسپا ہونا۔ مدت محاصرہ۔ پیام صلح۔ اُس کا نامعلوم جواب۔ دشمن شہر چھوڑ کے چلے گئے۔ نامعلوم جواب کا انکشاف۔ دریائی کی نہر دجلے کی طغیانی۔ پار اترنے کا ارادہ۔ دریا میں گھوڑے ڈال دیے۔ پانی میں مقابلہ۔ سارا لشکر دریا میں پھاند پڑا۔ ایرانیوں کا بھاگنا۔ قیمتی سامان چھوٹ گیا۔ بکسیس مدائن۔ مسلمانوں کا اُس میں داخلہ۔ تعاقب وانتظامات۔ سعد قصر کسریٰ میں۔ نماز شکرانہ۔ قصر میں نماز جمعہ۔ تصویریں قرار رکھی گئیں۔ فراہمی غنیمت۔ عرب کافور کو نمک سمجھے۔ کسریٰ کا توشہ خانہ۔ اُس کا تاج مرصع اور لباس۔ تاریخی تلواریں اور زرہیں۔ سونے چاندی کی مرصع مورتیں۔ جواہرات۔ سپہگران اسلام کی ایمانداری۔ تقسیم غنیمت۔ مدائن مرکز لشکر اسلام۔ فرش بہار۔ خمس غنیمت۔ تقسیم خمس۔ فرش بہار کی تقسیم۔ ایک عرب نوشیروان کے روپ میں۔ عہدہ داروں کا تقرر۔

اب حسب اجازت فاروق اعظمؓ سعد نے کوثیٰ سے بڑھنے کا قصد کیا۔ چنانچہ زہرہ کو بہرشیر کی طرف روانہ کیا۔ اور وہ اپنے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے بڑھے۔ سب سے پہلے شہر ساباط میں پہونچے۔ وہاں کے حاکم (دہقان) نے حاضر ہو کر اظہار اطاعت کیا۔ زہرہ نے اس کو حضرت سعد کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور انھوں نے ادائے جزیہ کے وعدے پر اُس سے صلح کر لی۔

فتح ساباط۔

زہرہ یہاں سے بڑھے تو دولت عجم کے خاص شاہی لشکر یعنی امپیریل گارڈ سے مقابلہ ہوا۔ یہ لوگ روز صبح کو اُٹھ کر قسم کھایا کرتے تھے کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے دولت ساسانی کو زوال نہیں ہو سکتا۔ مگر عربی لشکر سے مقابلہ ہوا تو تھوڑی ہی دیر میں شکست کھا کے بھاگ گئے۔

شاہی لشکر پر فتح۔

یہاں لشکر عجم کے ساتھ ایک پالو شیر ببر تھا جو کسریٰ سے بہت ہلا ہوا تھا۔ میدان جنگ میں سعد کے بھتیجے ہاشم پر وہ شیر جھپٹا۔ ہاشم نے اس کو اپنے نیزے سے مار لیا۔ اور جب یہ شیر افگنی کا

ہاشم کی شیر افگنی

جو ہر و کھا کے واپس آئے تو سعد نے جوش مسرت سے بھتیجے کی پیشانی چوم لی۔

اب سعد نے مقدمۃ الجیش کے لشکر کے ساتھ ایک اور لشکر کو بھی بہر شیر کی طرف بڑھایا۔ یہ لوگ پہلے جا کر بمقام مظلم میں اترے۔ اور وہاں سے کوچ کیا تو بہر شیر کی دیواروں کے نیچے کھڑے تھے۔ پھر ان کے بعد سارے لشکر اسلام کے ساتھ سعد بھی پہونچ گئے۔ یہ شہر دجلے کے کنارے تھا۔ اور اس پار سامنے ایوان کسریٰ کا گنبد نظر آتا تھا۔ اس لیے کہ دجلے کی مغرب جانب آبادی کا نام بہر شیر تھا۔ اور مشرق جانب اُس کے عین مقابل مدائن آباد تھا۔ طاق کسریٰ کے گنبد پر ضرار بن خطاب کی نظر پڑی تو زور و شور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ "لو دیکھو خدا اور حضرت رسول خدا صلعم کا وعدہ پورا ہوا!" ان کے ساتھ سارے لشکر والے تکبیر کہنے لگے۔ اور اللہ اکبر کا غلغلہ اس قدر بلند ہوا کہ مسلمانوں کے نعروں کی آوازیں اُن کے تیروں سے پہلے ہی مدائن کے درو دیوار سے ٹکرانے لگیں۔ یہاں لشکر اسلام ذی الحجہ کے مہینے میں اُترا تھا۔

بہر شیر والوں نے اطاعت قبول کرنے میں تامل کیا۔ پھاٹک بند کر کے بیٹھ رہے اور مسلمانوں نے سختی سے محاصرہ کر لیا۔ شہر والوں کو نکل کے مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لہٰذا محاصرہ کرنے والوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اُن کے متفرق لشکر روز گرد و پیش کی آبادیوں میں جاتے۔ اُن پر تاختیں کرتے۔ لوٹتے مارتے۔ اور لڑکوں اور عورتوں کو پکڑ لاتے۔

انھیں کارروائیوں میں ۱۵ھ ختم ہوا۔ اور ۱۶ھ شروع ہو گیا۔ مسلسل تاختوں میں مسلمان تقریباً ایک لاکھ دہقانوں کو پکڑ لائے۔ جب اُن کی تعداد اس قدر زیادہ ہو گئی تو سعد نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ ان اسیروں کے بارے میں کیا کارروائی کی جائے۔ دار الخلافہ سے جواب آیا کہ جن کاشتکاروں نے لڑائی میں دشمنوں کا ساتھ نہیں دیا وہ تمھارے ہاتھ میں خدا کی امانت ہیں۔ ہاں وہ لوگ جو لڑنے کو میدان میں آئے شکست کھا کے بھاگے۔ اور تم نے اُن کو پکڑ پایا اُن کے بارے میں البتہ تم کو اختیار ہے۔ یہ حکم پہونچتے ہی سعد نے تمام اسیر شدہ دہقانوں کو اپنے سامنے بلوایا۔ اور اُن سے کہا "تم لوگ یا تو اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ۔ اور یہ تمھیں منظور نہیں ہے تو جزیہ دو۔ اور ہمارے مطیع بن جاؤ۔ ہم تمھاری جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار رہیں گے۔" اس کے جواب میں سب نے ان دونوں باتوں میں سے ایک کو ضرور قبول کر لیا۔ اور اُس کا یہ اثر ہوا کہ بجز اُن خاص موضعوں جو خاندان کسریٰ کی جاگیر میں تھے سارا ملک۔ جو دجلے کے مغرب جانب سے شروع ہو کر جنوب میں عرب سے جا ملا تھا۔

بہر شیر پر حملہ

اُس کا محاصرہ

اسیروں کی کثرت۔

اُن کے ساتھ حضرت عمر کا انصاف۔

اُس کی برکت۔

علم اسلام کے سایے میں آگیا۔ اور کوئی متوطن عراق نہ تھا جس نے اسلام نہ قبول کر لیا ہو۔ یا مطیع الاسلام بن کر جزیہ ادا کرنے لگا ہو۔

محاصرے کی شدت۔

یہ سب ہوا مگر بہرشیر کا محاصرہ اُسی طرح قائم تھا۔ منجنیقیں[ملہ] جو مسلمانوں نے گرداگرد کھڑی کر دی تھیں سخت شور اور ہنگامے کے ساتھ چلتیں اور شہر پناہ پر سنگ باری کر رہی تھیں۔ دبابے[۹] الگ زور زور سے ٹکریں مار مار کے دیواروں کے پرخچے اُڑائے دیتے تھے۔ اور شہر اور قلعہ پر قبضہ پانے کی کوئی کوشش نہ تھی جو اٹھا رکھی گئی ہو۔ عجمیوں کی یہ حالت تھی کہ نکل کے مقابلہ کرتے تو نقصان اٹھا کے بھاگنا اور شہر میں پناہ لینا پڑتا۔ نہ نکلتے تو گھر میں چین سے نہ بیٹھنے پاتے۔ آخر ایک روز جوش و خروش سے نکلے۔ اور باہم قسمیں کھائیں کہ بغیر فیصلہ کیے نہ پلٹیں گے۔ اور واقعی جانوں پر کھیل کے آئے تھے کہ سخت لڑائی ہونے لگی۔

سخت معرکہ

زہرہ کی ٹوٹی زرہ۔

زہرہ کے جسم پر ایک زرہ تھی جس کی بعض کڑیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ لوگوں نے بار ہا کہا کہ اس کو درست کرا لیجیے مگر انھوں نے یہی جواب دیا کہ سارے لشکر عجم کے تیر بھی مجھ پر آ کے پڑیں تو یہ نہیں ممکن ہے کہ کوئی تیر زرہ کے اس چاک سے گزر کے میرے جسم کو زخمی کر دے۔ خدا کی قدرت کہ پہلا تیر انھیں پر پڑا۔ اور اسی چاک میں سے ہو کے جسم میں پیوست ہو گیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اُس کو کھینچ کر نکالیں۔ مگر انھوں نے نہ مانا اور کہا "میری جان اسی وقت تک باقی ہے جب تک یہ تیر جسم کے اندر ہے۔ ممکن ہے کہ مجھے خوش نصیبی سے اس جہاد میں کوئی اور وار یا زخم پہنچنے والا ہو اس کے ثواب سے کیوں محروم رہوں؟" یہ کہہ کے ایسے جوش و خروش سے حملہ کیا کہ شہریار نام اصطخر کے ایک سردار کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کے بعد ایرانیوں نے اُن کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ اور خدا جانے انھوں نے کتنے زخم کھائے مگر اس کے بعد ہی عجمی شکست کھا کے قلعہ میں چلے گئے۔

ان کی بیدارانہ شجاعت۔

عجمیوں کا پسپا ہونا۔

مدت محاصرہ۔

یہ محاصرہ دو برس اور چار مہینے تک قائم رہا جس کے دوران میں مسلمانوں نے رطب کی دو فصلوں کے پھل کھائے اور دو بقرعیدوں میں قربانیاں کیں[ملہ]۔ آخر عجمیوں پر محاصرے کی

ملہ منجنیقیں سنگ باری کی کلیں تھیں۔ جو بھاری بھاری پتھر پھینکتیں اور دبابہ مینڈھے کے سر کی قطع کا بہت بھاری آلہ ہوتا جس میں پیچھے ایک دھنی لگی ہوتی اس کو سو سو آدمی اُٹھا کے دوڑتے اور دیوار سے ٹکرا دیتے۔

ملہ ۹ اخبار الطوال صفحہ ۱۲۶۔

سختیاں بڑھیں۔ اور اب ایرانیوں کے پاس کھانے کو کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ بہرشیر کے اندر کتے بلیاں تک لے مار کے کھا گئے۔ اور جان بچانے کی کوئی تدبیر بن نہیں پڑتی تھی۔ ایک روز شہرپناہ پر بادشاہ عجم کا ایک فرستادہ نمودار ہوا۔ اور اس نے بآواز بلند کہا "حضور بادشاہ سلامت پوچھتے ہیں کہ تم لوگ اس پر راضی ہو کہ دجلے کے اس پار کا سارا ملک جو سرزمین عرب سے ملا ہوا ہے لے لو اور اُس پار کا ملک یعنے وہ جو دجلے کے مشرق جانب ہے ہمارے لیے چھوڑ دو؟" اس کے جواب میں ابو مقرن نے کچھ جواب دیا۔ اور وہ چلا گیا۔ یہ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ انھوں نے کیا جواب دیا۔ خود اُن سے دریافت کیا تو انھیں بھی یاد نہ تھا کہ میں نے کیا کہہ دیا۔ سمجھا گیا کہ خدا ہی نے ان کی زبان سے کوئی جواب دلوا دیا۔

اسکا نامعلوم جواب۔

اب سعد نے شہر پر دھاوا کرنے کا حکم دیا۔ سپہگران عرب تیر برساتے ہوئے بڑھے۔ مگر مقابلہ پر کوئی نہ آیا۔ اتنے میں ایک شخص نے سامنے آکر امان مانگی۔ اور جب اُسے امان دی گئی تو مسلمانوں میں آکر بیان کیا۔ کہ "اب شہر میں کوئی آپ کا مزاحم نہیں ہے۔ بے تکلف اندر چلے آیئے"۔ سعد آبادی کے اندر داخل ہوئے تو نظر آیا کہ بجز رعایا کے کوئی مسلح سپاہی نہیں باقی ہے۔ پوچھا "یہ لوگ کہاں بھاگ گئے؟ اور کیوں چلے گئے؟" لوگوں نے بتایا کہ "ہمارے بادشاہ نے آپ کو صلح کا پیام دیا تھا۔ جواب ملا کہ ہم سے تم سے ہرگز صلح نہ ہوگی۔ اور اب ہم کوثی کے ترنج کے ساتھ شہر افریدوں کا شہد جب تک نہ چکھ لیں گے دم نہ لیں گے۔ آخر صلح سے مایوس ہو کر بادشاہ اور تمام فوج والے جو کچھ سامان لے جا سکے کشتیوں پر لاد کے اُس پار مدائن میں اتر گئے"۔ یہ سُن کر مسلمان شہر کے مکانوں میں جا کے اُترے جن کو صنادید عجم خالی چھوڑ گئے تھے۔

دشمن شہر چھوڑ کے چلے گئے۔

نامعلوم جواب کا انکشاف۔

اس کے بعد سعد نے دجلے کے پار اُترنے کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ تکریت سے مدائن تک سارے گھاٹ بند کر دیے گئے ہیں۔ پار اُترنے کے لیے نہ کوئی کشتی ہے۔ اور نہ اس پار کوئی گھاٹ ہے جس پر روک تھام کا پورا بند و بست نہ ہو۔ ماہ صفر کے چند روز اسی فکر میں گزر گئے کہ پار اترنے کی کیا تدبیر کی جائے۔ اسی اثنا میں ایک معزز عجمی نے سعد سے کہا "اگر آپ فرمائیں تو میں ایسے راستے سے پار اتار دوں کہ آپ دشمنوں کی پشت پر پہونچ جائیں"۔ مگر سعد نے اس کا اعتبار نہ کیا۔

دریا کی ناکہ بندی

اتفاقاً اس زمانے میں دریا بھی خوب چڑھا ہوا تھا۔ اور اس سال دجلے میں متواتر سیلابوں کی کثرت رہی تھی۔ موجیں زور و شور سے آکے کناروں سے ٹکراتی اور کف

دجلے کی طغیانی۔

اُچھالتی تھیں۔ اتنے میں ایک اور معزز ایرانی نے سعد سے مل کے کہا "اگر تین دن اسی حیص بیص میں اور گزر گئے تو یزدجرد مدائن کی ساری دولت لے کے چل دے گا۔ یہ سُن کر سعد نے دل میں کہا کہ "بیشک جس طرح بنے پار اُترنا چاہئیے"۔ ان دنوں کئی بزرگوں نے خواب میں دیکھا کہ سوارانِ اسلام دجلے میں پھاند پڑے اور پار اُتر گئے۔ سعد نے یہ خواب سُنا تو کہا "بس اسی خواب کو پورا ہونا چاہئیے"۔ اور مسلمانوں کو جمع کر کے حمد و ثنا کے بعد یہ تقریر کی۔ کہ "تمھارے دشمنوں نے اس دریا کی آڑ میں پناہ لی ہے! اور یہ حالت کر دی ہے کہ تم ان تک نہیں پہونچ سکتے۔ اور وہ جب چاہیں کشتیوں پر سوار ہو کے تم پر آ پڑیں۔ مگر تم لوگ نہ موت سے ڈرنے والے ہو۔ اور نہ تمھیں زندگی زیادہ پیاری ہے۔ لہٰذا میری تجویز یہ ہے کہ فی سبیل اللہ جہاد کرنے پر تل جاؤ۔ اور پانی میں پھاند پڑو"۔ سب نے بلا اختلاف جواب دیا کہ "ہاں چلیے ہم ساتھ دینے کو تیار ہیں"۔

پار اُترنے کا ارادہ۔

جب یہ قطعی تجویز قرار پا گئی تو سعد نے عاصم بن عمرو کو اُن کے ساتھ چھ سو مضبوط دل والے جانبازوں کو جو زگھوڑوں اور اچھی مادیانوں پر سوار تھے سبقت کرنے کا حکم دیا۔ عاصم نے یہ کیا کہ ان چھ سو سواروں میں سے پہلے ساٹھ کو چن لیا۔ اور بلا تامل دجلے میں پھاند پڑے۔ سامنے مدائن کی آبادی اور ایوان کسریٰ کے بُرج تھے۔ ایرانیوں نے جو یہ آفت آتی دیکھی تو اپنے سواروں کو حکم دیا کہ اُن کو پانی ہی کے اندر اتر کے روکیں اور خشکی پر قدم نہ رکھنے دیں۔ انھوں نے گھوڑوں کو زانو زانو تک دریا میں اتارا! ور جم گئے کہ عرب قریب آئیں گے تو ان کو دریا میں اُلٹا ڈھکیل دیں گے۔ عاصم اپنے ساٹھ رفقا کے ساتھ پار کے گھاٹ کے قریب پہونچے تو ہمراہیوں سے کہا "نیزوں سے کام لو اور ہر شخص سامنے والے سواروں کی آنکھوں پر حربہ کرے"!

دریا میں گھوڑے ڈال دیے۔

یہ دم بھر میں یہ لوگ عجمی سواروں کے قریب جا پہونچے۔ اور ایک ہی حملے میں حریفوں کی اکثر آنکھیں نیزوں سے پھوڑ دیں۔ بہتوں کو مار ڈالا! ور جو باقی تھے ان کو بھگا کے گھاٹ پر جا کھڑے ہوئے۔ عاصم دشمنوں کو ہٹا ہی رہے تھے کہ چھ سو میں کے باقی سوار بھی جا پہونچے۔ اور ان کو دیکھ کر عجمی سواروں کو جن میں سے اکثر کانے ہو گئے تھے بجز بھاگنے کے کوئی مفر نظر نہ آیا۔ اور یہ شور کرتے ہوئے بھاگے کہ "دیواں آمدند! دیواں آمدند"۔

پانی میں مقابلہ۔

عہ اخبار الطوال صفحہ ۱۲۷۔

سارا لشکر دریا میں کود پڑا۔

اس اگلے گروہ کو خیریت سے پار پہونچ جاتے دیکھ کر سعد نے سارے لشکر کو حکم دے دیا کہ بلا تامل گھوڑے دریا میں ڈال دو! اور یہ دعا پڑھتے جاؤ۔ "نستعین باللہ ونتوکل علیہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" واللہ لینصرن ولیہ۔ ولیظہرن دینہ۔ ولیہزمن عدوہ۔ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"[1] حکم ہوتے ہی سب یہ دعا پڑھتے ہوئے دریا میں پھاند پڑے۔ ایک دوسرے سے سٹے ہوئے برابر برابر جا رہے تھے اور کمال اطمینان سے باہم باتیں کرتے جاتے تھے بعینہ جیسے لوگ خشکی پر جاتے ہیں۔ دجلے کے کنارے کنارے دونوں جانب لشکر اسلام چھا گیا! اور انسانوں کے ہجوم سے کہیں کنارہ نہ نظر آتا تھا۔

سعد کے برابر سلمان فارسی تھے۔ سعد کی زبان پر وہی مذکورۂ بالا دعا تھی جس میں انھوں نے اتنا اور بڑھا دیا تھا کہ "خدا مدد کرے گا بشرطیکہ لشکر میں کوئی ایسا گنہگار نہ ہو جس کی نیکیوں پر بدی غالب ہو" سلمان نے کہا۔ "دریا مسلمانوں کی ہمتوں کے آگے ذلیل ہے۔ خدا کی قسم یہ لوگ جس طرح پانی میں اُترے ہیں اسی طرح مع الخیر پار پہونچ کے خشکی پر جا کھڑے ہوں گے"! اور یہی ہوا۔ یہ بھی تو نہ ہوا کہ کسی کے ہاتھ سے گر کے کوئی چیز ڈوب گئی ہو۔ مالک بن عنبری کے ہاتھ سے ایک پیالہ گرا۔ اور بہتا ہوا چلا گیا! مگر پار پہونچ کے مل گیا۔ اس لیے کہ ہوا نے اُس کو کنارے سے لگا دیا! اور جس کے ہاتھ لگا وہ اس کو پہچانتا تھا لا کے اُن کے سپرد کر گیا۔

قبیلۂ بنی بارق کے ایک صاحب جن کا نام غرقدہ تھا گھوڑے کی پیٹھ سے گر کے غوطہ کھا گئے قعقاع اُن کے برابر تھے۔ فوراً اپنے گھوڑے کی باگ اُن کی طرف پھینکی۔ جو اُن کے ہاتھ میں آگئی! اور اسی سہارے سے پیرتے ہوئے وہ صحیح وسالم پار پہونچے۔

ایرانیوں کا بھاگنا۔

ایرانیوں نے جو مسلمانوں کو اس طرح اترتے دیکھا تو ہوش اُڑ گئے! اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ لشکر عرب اس آسانی سے دجلے کو عبور کرے گا۔ بے تحاشا گھر چھوڑ چھوڑ کے شہر حلوان کی طرف بھاگے۔ یزدجرو نے اپنے اہل وعیال کو پہلے ہی حلوان میں پہونچا دیا تھا۔ اب مہران رازی اور نخیرخاں کو اپنی جگہ مدائن میں چھوڑ کے[2] خود بھی چلا گیا۔

---

[1] ترجمہ یہ ہے کہ ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں! اور اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اللہ ہمارے لیے بس ہے۔ اور وہی اچھا وکیل ہے۔ اور اللہ اپنے دوست کی مدد کرے گا۔ اور اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اور اپنے دشمن کو شکست دے گا۔ اور کسی میں نہیں قوت ہے بجز خدائے برتر و بزرگ کے"۔

[2] ابو حنیفۂ دینوری نے بتایا ہے کہ یزدجرد رستم بن فرخ زاد کے بھائی خرزاد کو مدائن کا حاکم بنا کے چھوڑ گیا تھا۔

قیمتی سامان چھوٹ گیا

اُن دونوں نے یہ کیا کہ مدائن کے خزانے میں سے جس قدر ہلکا سامان جلدی میں لے سکے اُس کو اور معززین کی عورتوں اور بچوں کو نکال لے گئے۔ کپڑے ہر قسم کا قیمتی سامان۔ ظروف اور جواہرات وغیرہ سب چیزیں یہیں چھوٹ گئیں۔ یزدجرد کا ارادہ تھا کہ قلعہ بند ہو کے لڑے۔ اس کے لیے گائے بیل بھیڑ بکریاں اور غلہ وغیرہ کثرت سے جمع کر لیا تھا۔ یہ بھی بجنسہٖ چھوڑ دیا گیا۔ خزانے میں نو ارب دینار و درہم تھے۔ اس میں سے آدھی رقم رستم بن فرخ زاد قادسیہ کی لڑائی کے لیے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ آدھی باقی تھی۔ اہل عجم باربرداری کی دشواری سے اس کو بھی نہ لیجا سکے۔

بکیسٹ اُن

اس سے زیادہ عبرت ناک کون واقعہ ہو سکتا ہے کہ دار السلطنت اکاسرۂ عجم اور شوکت و حشمت والے مرکزِ دولتِ آلِ ساسان کی حفاظت ایک دن کیا معنی ایک گھڑی کے لیے بھی نہ کی جا سکی۔ لشکرِ اسلام پار اُترا تو مدائن حامیوں سے خالی تھا۔ پھاٹک کھلے ہوئے تھے۔ اور رعایا بھاگ رہی تھی۔ یا گھروں میں سہمی پڑی تھی۔ سب سے پہلے عاصم کے ہمراہیوں کا غول اندر داخل ہوا۔

مسلمانوں کا اس میں دخول۔

اس کے بعد قعقاع کے عربوں کا غول گھسا۔ پھر اور سب لوگ پہونچے۔ اب مسلمان بے روک ٹوک شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں پھیل گئے۔ اور عمارتوں کے عظمت و جبروت کا تماشا دیکھتے پھرتے تھے کہ معلوم ہوا ایوان شہریاری میں کچھ مزاحمت کرنے والے باقی ہیں۔ فوراً اس کا محاصرہ کر لیا گیا مگر ان لوگوں کو مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔ فوراً جزیہ قبول کر کے اطاعت کی درخواست کی۔ جو قبول کر لی گئی۔ اور اُن کے ساتھ ساری رعایائے مدائن سے بھی یہی معاہدہ ہو گیا۔ بجز اُن چند لوگوں کے جو کسریٰ کے خاندان یا اُس کے علایق میں تھے۔

تعاقب انتظامات۔

اب سعد قصر کسریٰ میں اُتر پڑے۔ اور زہرہ کو معززین کے تعاقب میں روانہ کیا۔ انھوں نے نہروان تک گرد آوری کی اور چلے آئے۔ اور اتنی ہی دور تک ہر جانب اور شہر کے راستے پر دشمنوں کی جستجو کی گئی۔ فراہمی رسد کا انتظام سلمان فارسی کے ذمے تھا۔ انھوں نے تین دن تک ضیافت کرنے یا رسد بہم پہونچانے کا بار اہل نہر شیر پر اور تین دن تک اہل مدائن پر ڈالا۔

سعد قصر کسریٰ میں۔

سعد بن ابی وقاص جب ایوان کسریٰ میں داخل ہوئے تو عبرت کے لہجے میں قرآن مجید کی آیۂ کریمہ "کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیہا فاکہین واورثناہا قوماً آخرین" پڑھی جس کا مطلب یہ تھا کہ کتنے ایک باغ نہریں۔ کشت زار۔ پُرفضا مقامات۔ اور نعمتیں جن سے وہ لطف اٹھاتے تھے چھوڑ گئے۔ اور ہم نے دوسری قوم کو ان کا جانشین کر دیا۔" پھر شکرانۂ فتح میں ایک ہی سلام سے اٹھ رکعتیں پڑھیں۔ اور یہ نماز جماعت سے نہیں پڑھی گئی۔

نماز شکرانہ۔

قصر میں نماز جمعہ

بلکہ سب نے الگ الگ پڑھی۔ قصر قیصری کو جامع مسجد قرار دے کے اس میں نماز جمعہ پڑھی گئی۔ اور سرزمین عراق میں یہی پہلی نماز جمعہ تھی جو ماہ صفر ۱۶ھ میں مدائن کے اندر خاص طاق کسریٰ میں پڑھی گئی۔

تصویریں برقرار رکھی گئیں۔

قصر میں جابجا گچ کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ غالباً اس خیال سے کہ یہ پوجنے کے لیے نہیں بلکہ زیب و زینت کی غرض سے ہیں سعد نے اُن سے تعرض نہیں کیا۔ اور ان کو بجنسہ برقرار رکھا۔

فراہمی غنیمت

تحویل دار اور مال غنیمت کے خزانچی عمرو بن مقرن تھے۔ اور اس کو تقسیم کرنا سلمان بن ربیعہ باہلی کا کام تھا۔ تمام چیزیں جو شاہی ایوانوں اور سرکاری مکانات میں تھیں یہی قصر نوشیروانی میں جمع ہوتی جاتی تھیں۔ ایرانیوں کے چلے جانے کے بعد خود مدائن کی رعایا نے لوٹ مچا دی تھی۔ جو جس کے ہاتھ لگا لے بھاگا۔ مگر ایسے لوگوں کا تعاقب ایسی مستعدی اور ہوشیاری سے کیا گیا کہ لوگ جو کچھ چُرا لے گئے تھے سب واپس مل گیا۔

یہاں بہت سے ترکی بناوٹ کے خوان اور جھابے ملے جو سربمہر تھے۔ عرب سمجھے کہ اُن میں کھانا ہوگا۔ ذوق و شوق سے کھولا تو اُن کے اندر سونے یا چاندی کے ظروف نکلے۔ ایک جگہ

عرب کافور کو نمک سمجھے

کافور کا ڈھیر تھا۔ عرب سمجھے کہ نمک ہے۔ بہتوں نے اُس کو آٹے میں ملا کے گوندھ لیا۔ اور روٹیاں پکائیں۔ لیکن جب کھانے کا وقت آیا تو مارے کڑواہٹ کے زبان سے نہ لگائی جا سکتی تھیں مجبوراً آٹے سے بھی صبر کیا۔

کسریٰ کا توشہ خانہ

زہرہ مفرورین سے ایک لدا ہوا خچر چھین لائے۔ دیکھا تو اُس پر کسریٰ کا توشہ خانہ لدا ہوا تھا اس میں اس کا زیور۔ لباس۔ موتیوں کے ہار اور وہ مرصع زرہ ملی جس کو وہ فخر کے موقعوں پر پہنا کرتا تھا ایک عرب دو خچر بھاگنے والے ایرانیوں سے چھین لایا۔ اُن کے بوجھ کو دیکھا تو ایک میں کسریٰ کا

اُس کا تاج مرصع اور لباس

وہ تاج مرصع تھا جو دو ستونوں کے درمیان میں معلق رہتا تھا۔ اور بہترین جواہرات سے مرصع تھا اور دوسرے میں تاجدار عجم کا زربفت و کمخواب کا ملبوس خاص تھا جس پر از سرتا پا جواہرات ٹکے

تاریخی تلواریں اور زرہیں

تھے۔ خود قعقاع ایک سوار سے دو صندوق چھین لائے۔ اُن میں نوشیروان۔ ہرمز۔ قباد۔ فیروز۔ نامور نامداران آل ساسان۔ اور قیصر روم۔ خاقان چین۔ سندھ کے راجہ داہر۔ بہرام۔ سیاوش اور نعمان بن منذر کی تلواریں۔ اور نوشیروان عادل کے خود و زرہ کے ساتھ ہرقل۔ خاقان و داہر بہرام چوبیں۔ سیاوش اور نعمان بن منذر کی عدیم المثال و یادگار زمانہ زرہیں تھیں۔ اور یہ سب وہ چیزیں تھیں جن کو شہنشاہان ایران نے مذکورہ سلاطین سے لڑائی میں چھینا تھا۔ یہ سب

سامان جب قعقاع نے سعد کے سامنے پیش کیا تو سب چیزوں کو دیکھ کر انھوں نے کہا "ان میں سے جو تلوار تمھیں پسند ہو لے لو"۔ انھوں نے ہرقل والی تلوار لے لی۔ پھر سعد نے ان کو بہرام کی زرہ بھی دے دی۔ اور باقی تمام چیزیں قعقاع ہی کے گروہ میں تقسیم کر دیں۔ فقط ان میں سے کسریٰ اور نعمان کی تلواریں نکال لیں جن کو مع کسریٰ کے تاج مرصع اور اس کے زیور و لباس کے حضرت عمر کی خدمت میں بھیج دیا۔ تاکہ مدینے کے مسلمان ان کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔

سونے چاندی کی مرصع مورتیں

عصمت بن خالد ضبّی مفرور ایرانیوں سے دو گدھے چھین کر سعد کے پاس ہنکا لائے ان پر جو سامان لدا ہوا تھا اسے کھول کر دیکھا تو ایک پر دو پٹارے تھے۔ ایک میں ایک سونے کا گھوڑا تھا جس پر چاندی کی زین کسی تھی۔ ساز و سامان چاندی کا تھا۔ اور چاندی ہی کا سوار اس کی پیٹھ پر تھا۔ یہ گھوڑا اور سوار دونوں جواہرات سے مرصع تھے۔ دوسرے پٹارے میں ایک چاندی کی اونٹنی تھی جس پر ساز و سامان کجاوہ اور سوار سب سونے کے تھے اور اونٹنی اور سوار دونوں مکلل بجواہر تھے۔

جواہرات

ایک شخص ایسے جواہرات کا ایک ڈبہ دے گیا جس سے اچھے جواہرات کسی کی نظر سے نہیں گزرے تھے۔ اور نہ ان کی قیمت کا کچھ اندازہ ہو سکتا تھا۔ اس شخص سے نام پوچھا گیا تو نہ بتایا۔ بہرحال عربوں نے جو کچھ پایا لا کے حاضر کر دیا۔ اور ایسی ایمانداری دکھائی کہ شاید کبھی نہ دیکھی گئی ہوگی۔

سپہگرانِ اسلام کی ایمانداری

خود حضرت سعد نے اس سب سامان دولت کو دیکھا تو بے اختیار زبان سے نکلا "خدا کی قسم ہماری فوج والے بڑے امانت دار ہیں۔ اور اگر غزوۂ بدر کو خاص خصوصیتیں نہ حاصل ہوتیں تو میں کہتا کہ یہ لوگ اہل بدر کے ہم رتبہ ہیں"۔ انھیں واقعات کی بنا پر حضرت جابر بن عبداللہ کہا کرتے "اس وحدہٗ لاشریک کی قسم مجھے کبھی پتہ نہ لگا کہ فاتحین قادسیہ میں سے ایک شخص بھی ایسا ہو جو فلاح آخرت کے ساتھ دنیا کا بھی طالب ہو"۔ حضرت فاروق اعظم کے سامنے بھی جب یہ قیمتی اور یادگار زمانہ چیزیں پہونچیں تو ان کو دیکھ کر فرمایا "جن لوگوں نے یہ سب چیزیں لا کے حاضر کر دیں۔ وہ واقعی بڑے امانت دار لوگ ہیں"۔ یہ سن کر حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا "چونکہ آپ نیک نفس ہیں اور معاصی سے بچتے ہیں اس لیے آپ کی رعایا میں بھی یہ صفت پیدا ہو گئی ہے"۔

تقسیم غنیمت۔ مدائن مرکز لشکر اسلام۔

مدائن کو فتح کرنے والے فقط سوار تھے۔ ان میں پیدل کوئی نہ تھا۔ پانچواں حصہ نکال کر جب مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو ہر ایک کے حصے میں بارہ بارہ ہزار دینار آئے۔ اس کے بعد مدائن لشکر اسلام کا مرکز قرار پا گیا۔ جو مکانات شاہی خاندان کے مملوکہ تھے۔ یا خالی ملے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے گئے۔ مسلمانوں نے اپنے اہل و عیال کو بھی یہیں بلوا لیا۔ خود سعد بھی یہیں ٹھہر گئے۔ اور بہت سے مسلمان

یہاں آباد ہوئے۔

فرش بہار

مالِ غنیمت میں ایسی چیز ملی تھی جس کو تقسیم کرنا دشوار تھا۔ یہ ایک عجیب و غریب فرش تھا جس کو شاہانِ آلِ ساسان "بہار" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ یہ ساٹھ گز مربع تھا۔ تقریباً ایک ایکڑ زمین کو گھیر لیتا۔ اس کی زمین سونے کی تھی جس میں جابجا جواہرات اور موتیوں کی گلکاری تھی۔ چمن تھے جن میں پھولدار اور پھل دار درخت قائم تھے۔ درختوں کی لکڑی سونے کی۔ پتے حریر کے۔ کلیاں سونے چاندی کی۔ اور پھل جواہرات کے بنائے گئے تھے۔ گرد ہیرے کی جدول تھی۔ درمیان میں روشیں اور نہریں بنائی گئی تھیں۔ اور یہ سب جواہرات کی تھیں۔ موسم خزاں میں تاجدارانِ آلِ ساسان اس گلشنِ بےخزاں میں بیٹھ کے شراب پیا کرتے۔ اور دولت کا ایک حیرت انگیز کرشمہ نظر آتا جو زمانے نے کبھی اور کہیں نہ دیکھا تھا۔

خمس غنیمت۔

خمس میں سعد نے ہر قسم کی کوئی نہ کوئی چیز ضرور شامل کی تھی۔ اس فرشِ بہار کے بارے میں انھوں نے لوگوں سے پوچھا "تمھیں پسند ہے کہ خمس کا چوتھائی حصّہ اس فرش کو قرار دے کے میں بارگاہِ خلافت میں بھیج دوں؟" لوگوں نے منظور کیا اور وہ مدینے میں بھیج دیا گیا۔

تقسیم خمس۔

بشیر بن خصاصیہ جب مالِ خمس کو لے کر حضرت عمرؓ کے پاس پہونچے تو آپ نے پہلے اُس میں سے اُن تمام لوگوں کو دیا جن کو اس لڑائی میں صدمہ پہونچا تھا بلالحاظ اس کے کہ موجود ہوں یا نہ ہوں۔ سب کو حسبِ حالت و حیثیت عطا ہوا۔ باقی ماندہ دولت ان ابواب میں صرف ہوئی جن میں خمس کا سرمایہ صرف ہوا کرتا تھا۔ اب اس پر غور ہونے لگا کہ فرشِ بہار کیا کیا جائے۔

فرش بہار کی تقسیم۔

کوئی حضرت فاروقؓ سے کہتا "اس کو آپ اپنے پاس رکھیے"۔ کوئی کچھ اور مشورہ دیتا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "کسی ایسی چیز کے رکھنے سے فائدہ کیا؟ دنیا میں آپ کی وہی چیز ہے جو آپ کسی کو دے دیں یا پہن کے پھاڑ ڈالیں۔ یا کھا کے فنا کر دیں۔ آج اگر آپ اس کو رہنے دیں گے تو کل اس پر وہ شخص قبضہ کرے گا جو کسی طرح اس کا مستحق نہیں ہے"۔ حضرت عمرؓ نے انھیں کی رائے پر عمل کیا۔ اور وہ فرش بجائے احتیاط سے رکھنے کے پھاڑ پھاڑ کے بانٹ دیا گیا۔ ایک معمولی ٹکڑا حضرت علیؓ کے بھی حصے میں آیا تھا جس کو انھوں نے بیس ہزار دینار پر فروخت کیا۔

ایک عرب نوشیروان کے روپ میں

محلّم نام مدینے میں ایک موزوں قامت اور خوبصورت شخص تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو بلا کے حکم دیا کہ نوشیرواں کے کپڑے اُس کو پہنائے جائیں۔ یہ کپڑے مختلف حالتوں کے جدا جدا تھے۔ سواری کا الگ۔ دربار کا الگ۔ تہنیت کا الگ۔ غرض وہ سب جوڑے باری باری محلّم کو پہنا کے

اُن کی شان اور آن وبان دیکھی گئی۔ جب خاص جوڑا اور تاج زرنگار اُسے پہنایا گیا تو جواہرات کی چمک دمک سے لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔[۵]

عہدہ ار تقرر

ان باتوں کے بعد حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو اُن کے تمام مفتوحہ علاقے میں حاکم اور امام نماز مقرر فرمایا۔ اور حاکم مال یعنی محصل خراج مقرن کے دو بیٹوں نعمان اور سوید کو مقرر فرمایا۔ سوید کو فرات کے علاقے میں اور نعمان کو دجلے کے علاقے میں۔ چند روز بعد جب ان دونوں صاحبوں نے استعفاء دیا تو اُن کی جگہ پر حذیفہ بن اُسید اور جابر بن عمر مزنی مقرر ہوئے اور اُن کے بعد انھیں خدمات پر حذیفہ بن الیمان اور عثمان بن حنیف مقرر ہوئے۔

عہ۵ الفاروق حصہ اوّل صفحہ ۸۴ .

دسویں فصل

فتح جلولا و موصل اور کوفے اور بصرے کا آباد ہونا

جلولا میں ایرانیوں کا جماؤ۔ بارگاہِ خلافت سے ہدایت۔ لشکر اسلام روانہ ہوا۔ طول محاصرہ نہایت سخت معرکہ۔ قعقاع کی بہادری۔ فتح اسلام۔ ایران ناہد فریب بسامانِ دولت۔ فتح حلوان۔ فتح خانقین۔ زیاد بارگاہِ خلافت میں۔ اُن کی فصاحت وطلاقت تقسیم خمس دولت سے حضرت عمرؓ کا اندیشہ۔ آپ کی اجازت نہ تھی کہ عرب عجم کے زمیندار بنیں۔ عراق کا بندوبست انطاق حاکم موصل۔ تکریت کا محاصرہ۔ انطاق کے عربی رفقا۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ فتح تکریت۔ فتح موصل و نینوا۔ اس میں اختلاف روایت و دیگر فتوح۔ ایک اور روایت۔ فتح ماسبندان۔ فتح الجزیرہ۔ ہیت کا محاصرہ۔ فتح قرقیسیا۔ فتح ہیت مقیم عجم عربوں کی صحت میں فرق۔ حضرت عمر کی توجہ اس جانب۔ غیر مسلم عربوں سے معاہدہ۔ عربوں کی صورت بدلنے کا سبب۔ کوفے اور بصرے کے لیے زمین کا انتخاب سعد کوفے میں۔ کوفے اور بصرے کی پہلی بنا۔ آگ سے دونوں کا اُجڑنا۔ پختہ عمارتیں۔ مسجد جامع و دار الامارۃ حضرت عمرؓ اس میں آگ لگواتے ہیں۔ سعد کو ہدایات فاروقی۔ کوفے کی لشکر گاہیں۔ پہلے والی کوفہ سعد ہیں۔

ایرانی اپنے دار السلطنت کو چھوڑ کے جب جلولا میں پہونچے تو یہاں سے تمام صوبہ جات عجم آذربیجان۔ باب۔ جبل۔ اور فارس کو راستے گئے تھے۔ لہٰذا اس مقام پر پہونچکے سب نے کہا اب یہاں سے بھی پیچھے ہٹے تو ہماری قوت منتشر ہو جائے گی۔ کوئی صوبہ ہمارے قابو میں نہ رہے گا اور قلمرو عجم کے تمام علاقے ایک دوسرے سے منقطع ہو جائیں گے اس لیے یہاں لشکر جمع کر کے ہم عربوں سے ایک زبردست مقابلہ کریں۔ فتحیاب ہوئے فبہا ورنہ کوئی یہ تو نہ کہے گا کہ ہم نے حمایت وطن کا حق نہیں ادا کیا۔ غرض وہاں عجمی لشکر جمع ہونے لگا۔ اور گہری خندق کھودی جانے لگی۔ مہران رازی[۵] نے عنان سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لی۔ اور یزدجرد اس شہر سے نکل کے

جلولا میں ایرانیوں کا جماؤ۔

---

[۵] ابو حنیفہ دینوری نے یہاں کا سپہ سالار عجم خرزاد کو بتایا ہے اور اسی کا تتبع مولانا شبلی نے "الفاروق" میں کیا ہے۔ مگر ہم ابن اثیر اور طبری کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں۔

علوان میں چلا گیا۔ کہ شہریار عجم مسلمانوں کے دستبرد سے باہر رہے۔ جب خندقیں تیار ہو گئیں تو اُن کے برابر ہر طرف فولادی گوکھرو بچھا دیے گئے۔ اور اُن میں اپنی آمد و رفت کے لیے خاص راستہ رکھا گیا۔

بارگاہ خلافت سے ہدایت

سعد بن ابی وقاص کو یہ حالات معلوم ہوئے تو انھوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا۔ اس لیے کہ جب تک بارگاہ خلافت سے مشورہ نہ لیا جاتا کوئی کارروائی عمل میں نہ آتی۔ جواب آیا کہ اپنے بھتیجے ہاشم بن عتبہ کو لشکر کے ساتھ جلولا میں بھیجو۔ اور ہراول کے سردار قعقاع ہوں۔ جب وہاں بفضل خدا دشمنوں کو شکست ہو جائے تو قعقاع کو ملک عراق اور کوہستان کے درمیان میں ٹھہرا دو۔ اور اُن کے زیر علم مستقل طور پر بارہ ہزار فوج رہے۔

لشکر اسلام روانہ ہوا!

اس حکم کے مطابق ہاشم بارہ ہزار لشکر کے ساتھ جس میں عمائد مہاجرین و انصار اور نامور شجاعان عرب تھے جب ہدایت فاروقی روانہ ہوئے۔ مقدمۃ الجیش کے سردار قعقاع تھے میمنہ پر سعر بن مالک میسرہ پر عمرو بن مالک (جن کو ابو حنیفہ دینوری نے سارے لشکر کا سپہ سالار بتایا ہے) اور ساقہ پر عمرو بن مرہ تھے۔ اس لشکر میں ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے مرتد ہو جانے کے بعد توبہ کی تھی اور دوبارہ ایمان لائے تھے۔ راستے میں بابل مہروذ میں گزر ہوا۔ وہاں کے زمیندار نے حاضر ہو کر اظہار اطاعت کیا۔ اور جزیہ قبول کر لیا۔ اُس سے صلح کر کے ہاشم بڑھے تو جلولا میں پہونچ گئے۔ اور خندقوں کے گرداگرد ہر چہار طرف محاصرہ کر لیا۔

طول محاصرہ

ایرانی لڑائی کو طول دینے لگے اور خندقوں کی وجہ سے انھیں اختیار تھا جب چاہتے باہر نکل کے مقابلہ کرتے۔ اور جب تک جی چاہتا اپنے حصار کے اندر چھپے بیٹھے رہتے۔ اسّی روز تک محاصرہ قائم رہا۔ بہت سی لڑائیاں ہوئیں اور گو کہ سب میں مسلمان ہی غالب اور فتحمند رہے مگر دشمنوں کا کچھ زور نہ چلتا تھا۔ یزدجرد برابر کوشش کر کے مہران کو کمک بھیجتا رہتا تھا تاکہ اُس کا حوصلہ بڑھا رہے۔ ادھر سعد نے بھی مسلمانوں کی کمک کا سلسلہ باندھ دیا تھا۔

جنگ سخت معرکہ

ایک دن ایرانی جوش و خروش سے نکلے۔ اور کئی حصوں میں تقسیم ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہر طرف لڑائی چھڑ گئی۔ عرصۂ رزم گرم تھا کہ سخت آندھی آ گئی۔ اور عالم تیرہ و تار تھا۔ بدحواسی میں ایرانی واپس چلے تو بہت سے سوار خندقوں میں گر گئے۔ اور اپنے گزرنے کے لیے انھوں نے جابجا خندق پاٹ کے راستہ بنایا۔ اس کی خبر مسلمانوں کو ہوئی تو انھوں نے زور و شور سے دھاوا کر دیا۔ اور ایسی جانبازی کی لڑائی لڑے کہ کبھی نہ لڑے تھے۔ یہاں تک کہ کہتے ہیں قادسیہ میں شب ہریر

گئے معرکے کو اس قیامت خیز لڑائی نے مات کر دیا۔ بس فرق اتنا تھا کہ یہاں تھوڑی دیر تک یہ قیامت بپا رہی۔

قعقاع کی بہادری۔

قعقاع نے حملہ کیا تو ایرانیوں کو ہٹاتے اور دھکیلتے ہوئے اُس مقام پر پہونچ گئے جہاں خندقوں کے درمیان گزرنے کے لیے راستہ بنایا گیا تھا۔ ساتھ ہی اُن کے ہمراہی بھی پہونچے اور اس گزرگاہ پر قبضہ کر لیا۔ اتنے میں اُن کے نقیب نے نعرہ لگایا کہ "مسلمانو تمھارے سردار دشمنوں کی خندق کے حصار میں داخل ہو گئے۔ اور راستہ پر قابض ہیں۔ آؤ۔ آؤ فوراً آؤ۔" لوگ سمجھے کہ خود ہاشم دشمنوں کے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور ہر طرف سے دوڑ پڑے۔ مگر وہاں پہونچے تو دیکھا کہ گذرگاہ پر قعقاع قبضہ کیے ہوئے ہیں۔

فتح اسلام۔

جب مسلمانوں نے سب طرف سے سمٹ کے اس گذرگاہ پر یورش کی تو ایرانی گھبرا کے داہنے بائیں ہٹے اور ہٹنا تھا کہ گوکھروؤں کے فرش پر جا پڑے۔ سب گھوڑے زخمی ہو گئے اور اُچکنے پھاندنے لگے۔ مجبوراً وہ گھوڑوں پر سے کود کود کے اُسی طرف چلے جدھر سے گئے تھے کیونکہ اور کہیں گوکھروؤں سے مفر نہ تھا۔ مسلمانوں نے بے دریغ قتل کرنا شروع کیا۔ اور انجام یہ ہوا کہ شاذ و نادر ہی کوئی بچ سکا۔ ورنہ سب مارے گئے۔ دم بھر میں ایک لاکھ لاشیں بچھ گئیں۔ اور خندق کی گزرگاہ پر لاشوں کے اتنے بڑے ڈھیر لگ گئے کہ راستہ بالکل بند تھا۔ اور قعقاع نے فتح کے بعد خندق کے حصار کے باہر نکل کے ڈھونڈھنا شروع کیا کہ کوئی مفرور ملے تو اُسے قتل یا اسیر کریں۔ یہ فتح ذی قعدہ ۱۹ھ؁ میں ہوئی۔

اسیران زاہد فریب۔

محقص بن ثعلبہ نام ایک مجاہد اسلام فتح کے بعد عجمی پڑاؤ میں گھسے تو ایک عالیشان خیمے میں ایک تخت پر ایک پریجمال نازنین نظر آئی۔ معلوم ہوتا کہ آسمان سے چاند اُتر آیا ہے۔ اُن کو دیکھ کر وہ سہم گئی اور رونے لگی۔ آخر اُس کو انھوں نے امیر لشکر کے سامنے پیش کیا اور وہ انھیں کو دے دی گئی۔ اسی پر منحصر نہیں یہاں بہت سے معزز سرداران عجم کی بیٹیاں عربوں کے ہاتھ میں اسیر ہو گئیں۔ اور انھیں حسین لڑکیوں کے خیال سے حضرت عمر اکثر دعا فرمایا کرتے "خداوند! جلولاویوں کی اولاد کے شر سے بچا"۔ اور صفین اور بعد کی لڑائیوں میں جب انھیں عجمیہ لڑکیوں کے فرزندوں نے زیادہ شورش بپا کی تو نظر آیا کہ حضرت عمر کا اندیشہ کس قدر بجا تھا۔

سامان دولت

خارجہ بن صلت کو ایک خیمے میں ہرن کے قد کے برابر ایک طلائی ناقہ مع ناقہ سوار کے ملا جو جواہرات سے مرصع اور موتیوں سے محلّی تھا جو مال غنیمت میں شامل کر دیا گیا۔[۵]

[۵] اخبار الطوال صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹۔

یزدجرد کو اس شکست کی خبر ہوئی تو حلوان کو بھی خیرباد کہی اور رَے کا راستہ لیا۔ اور قعقاع اپنے لشکر کے ساتھ حلوان کی طرف چلے۔ یزدجرد وہاں خشرسنوم نام ایک شخص کو اپنا نائب بنا کے چھوڑ گیا تھا وہ جس قدر لشکر فراہم ہو سکا ہمراہ لے کے بڑھا کہ مسلمانوں کو روکے۔ قصر شیریں کے قریب قعقاع کا اور اس کا سامنا ہوا۔ حلوان کا رئیس اور زمیندار زینبی بھی اُس کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کو آیا تھا۔ قعقاع نے تھوڑی ہی دیر میں اس لشکر عجم کو مار کے بھگا دیا۔ زینبی مارا گیا۔ خشرسنوم جان بچا کے بھاگ گیا۔ اور مسلمان فوراً بڑھ کے حلوان پر قابض ہو گئے۔ اور اس کے بعد قعقاع بہت دنوں تک یہیں فروکش رہے۔

فتح حلوان۔

مگر اس شہر کو اپنا مستقر بنانے کے بعد بھی قعقاع نے بڑے بڑے کام کیے۔ خانقین میں پہونچ کے مہران کو قتل کیا۔ اور فیروزان کو بھی پکڑ لیا۔ اور چند روز وہاں مقیم رہے۔ ان فتوحات میں قعقاع کو بہت کچھ مال غنیمت اور بہت سے لونڈی غلام ہاتھ آئے۔ انھیں لونڈیوں میں ایک وہ خوش نصیب خاتون بھی تھی جن کے بطن سے امام شعبی کا ایسا محدث اور فقیہہ زمانہ پیدا ہوا جو سارے مسلمانوں کا مقتدا تھا۔ یہاں غنیمت میں سے ہر سوار کو اپنے حصے میں نو ہزار دینار اور نو گھوڑے ملے غنیمت کی مجموعی تعداد تیس لاکھ دینار بتائی جاتی ہے جس کو سلمان بن ربیعہ نے تقسیم کیا۔

فتح خانقین۔

زیاد جن کا نام بعد کے واقعات میں کثرت سے آئے گا یہاں کا خمس غنیمت لیکر بارگاہ خلافت میں حاضر ہوئے۔ اُن کا عنفوان شباب تھا۔ یہاں کے حالات حضرت عمرؓ کے سامنے انھوں نے ایسی فصاحت و بلاغت سے بیان کیے کہ آپ کو تعجب معلوم ہوا۔ فرمایا "جس طرح تم نے حالات مجھ سے بیان کیے ہیں یونہیں مجمع عام میں کھڑے ہو کر سب کے سامنے بیان کرو گے؟" عرض کیا "مجھ پر دنیا بھر میں اگر کسی کا رعب پڑ سکتا ہے تو آپ کا۔ جب آپ کے سامنے بیان کر دیا تو اور لوگوں کے سامنے بیان کرنا کیا مشکل ہے؟" آپ نے اجازت دی۔ اور زیاد نے ممبر پر کھڑے ہو کے فتوحات عجم کی ایسی سچی تصویر سب کے سامنے کھینچ دی کہ حضرت فاروق اعظم بھی عش عش کر گئے اور بے اختیار آپ کی زبان سے نکلا "یہ البتہ خطیب بلند آواز ہے!"

زیاد بارگاہ خلافت میں

اُن کی فصاحت وطلاقت۔

خمس کی نسبت حضرت عمرؓ نے فرمایا "ان چیزوں کو کہیں رکھنے کی ضرورت نہیں بیت المال کے مکان میں داخل کرنے سے پہلے میں ان کو تقسیم کر دوں گا۔" چنانچہ ساری رقم اور کل چیزیں مسجد نبوی میں رکھی رہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف اور عبداللہ بن ارقم نے رات بھر پہرہ دیا۔ صبح کو حضرت خلافت پناہ نے تشریف لا کے اس دولت پر سے چادر ہٹائی تو ہر طرف یاقوت اور زبرجد اور جواہرات نے ضو دی۔

تقسیم خمس۔

وفور دولت سے حضرت عمرؓ کا اندیشہ۔

دیکھنے والوں کی آنکھیں چکاچوند ہو گئیں۔ اور حضرت عمر بے اختیار رونے لگے۔ عبدالرحمن بن عوف نے کہا یہ رونے کا نہیں شکر کا مقام ہے"۔ جناب فاروق نے فرمایا "مجھے اس دولت کے ملنے پر رونا نہیں آیا۔ رونا تو اُس کا ہے کہ جس قوم کو خدا نے یہ چیزیں دیں اُس میں حسد اور کینہ پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ آخر اُسے یہ چیزیں اس قوم سے چھیں لینا پڑیں"۔

حضرت فاروق کا یہ رونا بہت ہی بجا تھا۔ آپ تو اس وقت آنسو بہا کے خاموش ہو گئے۔ مگر چند ہی روز بعد لوگوں میں وہ خطرناک صفات جن کے اندیشے سے اس وقت ان پاک آنکھوں سے آنسو بہائے تھے پیدا ہو گئے۔ اور وہی انجام ہوا کہ خدا نے مسلمانوں کو نااہل سمجھ کر وہ سب نعمتیں اُن سے چھین لیں۔ اور اپنی اس نااہلی کو مسلمان جوں جوں زیادہ محسوس کرتے جائیں گے زیادہ روئیں گے۔ اور قیامت تک روتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ جزا اور سزا کا وقت مقررہ آجائے گا۔

آپ کی جائز نہ تھی کہ عرب عجم کے زمیندار بنیں۔

اس دولت مندی کے فتنے کا حضرت عمرؓ کو اس قدر اندیشہ تھا کہ اب گو کہ سارا ملک عراق اسلام کے قبضے میں تھا۔ اور اکابر صحابہ وہاں جا کے سکونت پذیر ہو گئے تھے اور چاہتے تھے کہ وہاں زمینداریاں اور جاگیریں حاصل کریں۔ مگر حضرت عمر نے بہ ظاہر اس خیال سے کہ کثرت نشیب و فراز۔ آبرسانی کی حالتوں اور نوعیتوں کے متغیر و مختلف ہونے۔ اور جابجا آتشکدوں کے حقوق قائم ہونے کی وجہ سے اُس زمین کی تقسیم دشوار ہے۔ مگر در اصل اس اندیشے سے کہ دولتمندی سے مسلمانوں میں فتنہ پیدا ہو جائے گا قطعاً ممانعت کر دی کہ زمینیں مسلمانوں میں نہ تقسیم کی جائیں۔ حتی کہ مسلمانوں کے لیے اراضی کی بیع و شرا بھی ممنوع کر دی۔ جریر بن عبداللہ نے فرات کے کنارے ایک قطعہ مول لیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو ناجائز قرار دیا۔ اور وہ بیع مسترد کر دی۔

عراق کا بندوبست۔

مُلک کا بندوبست حضرت فاروق نے یہ کیا کہ ہر شہر اور قصبے کے جس شخص سے وہاں کی تمام رعایا راضی ہوتی وہی وہاں کا سرغنا اور حاکم بنا دیا جاتا۔ اور یہ لوگ اکثر وطنی اُمرا سے ہوتے تھے۔ حلوان سے قادسیہ تک تمام اراضی کا یہی انتظام تھا۔

انطاق حاکم موصل۔

اسی ۱۶ھ میں شہر تکریت فتح ہوا۔ موصل اور تکریت کے حاکم کا نام انطاق تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے سارے عراق پر قبضہ کر لیا۔ تو اپنا لشکر جمع کر کے جنوب کی طرف بڑھ کے تکریت میں آگیا۔ اپنے بچاؤ کے لیے خندق کھودی۔ اور کوشش کرنے لگا کہ اپنی قلمرو کو عربوں کی دست بُرد سے بچائے۔ اُس کے لشکر میں رومی تھے اور غیر مسلم قبائل عرب میں سے بنی ایاد و بنی تغلب اور بنی نمر وغیرہ تھے۔

سعد کو یہ حالات معلوم ہوئے تو حضرت عمرؓ کو اطلاع کی۔ دار الخلافت سے جواب ملا کہ عبداللہ بن معتم کو اس مہم پر روانہ کرو۔ اُن کے ہراول کے سردار ربعی اور رسالے کے افسر عرفجہ بن ہرثمہ ہوں۔ عبداللہ اس طریقے سے لشکر لے کے روانہ ہوئے۔ اور جاتے ہی تکریت کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس روز تک گھیرے پڑے رہے۔ مگر انطاق کی مستعدی اور خندقوں کی وجہ سے کامیابی نہ ہو سکی۔ اس مدت میں چوبیس لڑائیاں ہوئیں۔ اور گو کہ یہ لوگ جلولاء والوں سے زیادہ سخت نہ تھے۔ مگر ان پر قابو پانا دشوار ہو گیا۔

تکریت کا محاصرہ۔

اب عبداللہ نے اُن غیر مسلم عربوں کے پاس جو انطاق کے معین و یاور تھے کہلا بھیجا "ہم تم ایک قوم کے لوگ ہیں۔ لہٰذا تم کو ہماری مدد کرنی چاہیے"۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انطاق کے ہمراہی عرب مسلمانوں کو روز روز کی اطلاعیں پہونچاتے رہے۔ اور دل میں اُن کے طرفدار ہو گئے۔ لڑائی نے جب طول کھینچا اور رومی سپہگروں کو نظر آیا کہ مسلمان ساعت بہ ساعت غالب آتے جاتے ہیں تو اپنے افسروں کا ساتھ چھوڑنے اور کشتیوں پر اسباب لاد لاد کے بھاگنے لگے۔ غیر مسلم عربوں نے اس کی اطلاع بھی مسلمانوں کو کر دی۔ اور کہلا بھیجا کہ "ہم لوگ آپ ہی کے ساتھ ہیں۔ لہٰذا ہمیں امان دی جائے"۔ عبداللہ کی طرف سے اس کا جواب یہ گیا کہ اپنے قول میں سچے ہو تو مسلمان ہو جاؤ۔ اُنھوں نے اس کو بھی قبول کر لیا۔ اور اب وہ لوگ دل سے بالکل مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ اب عبداللہ نے اُن کے پاس پیام بھیجا کہ جس وقت تم ہماری تکبیروں کو سننا تو سمجھ لینا کہ ہم نے خندق کی گذرگاہوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس وقت تم بھی اُن راستوں پر قبضہ کر لینا جو دجلہ کو گئے ہیں۔ اور تکبیریں کہہ کے دشمنوں کا قلع قمع شروع کر دینا۔

انطاق کے عربی رفقا۔

وہ مسلمان ہو گئے۔

اس قرارداد کے مطابق دوسرے روز جب دونوں جانب سے حملہ ہوا تو اپنے رفیق عربوں کے نعرے سُن کر رومیوں نے خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے مسلمان ہماری پشت پر آ گئے۔ اُدھر سے ہٹ کر اس طرف کی سڑکوں پر چلے جدھر مسلمان محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اب مسلمانوں اور نو مسلم عربوں دونوں نے ان کو تلواروں پر رکھ لیا۔ اور انجام یہ ہوا کہ جتنے آدمی خندق کے حصار کے اندر تھے تقریباً سب مارے گئے۔

فتح تکریت۔

اس فتح کے بعد عبداللہ بن معتم نے ربعی کو موصل کی طرف روانہ کیا کہ اُس کے دونوں قلعوں کو فتح کریں۔ اور نو مسلم قبائل عرب بھی اُن کے ساتھ گئے۔ یہ شہر دجلے کے کنارے واقع ہے۔ دریا کے دونوں جانب لب آب دو قلعے تھے۔ جو قلعہ مشرق جانب تھا نینوا کہلاتا تھا۔ اور جو مغرب جانب تھا موصل کے نام سے مشہور تھا۔ ربعی نے نو مسلم عربوں کو آگے بڑھایا جنھوں نے موصل میں پہونچ کے رومیوں کو یہ جھوٹی خوشخبری سُنائی کہ تکریت میں انطاق کو فتح حاصل ہوئی اور قلعے کے دروازے پر ٹھہر گئے

فتح موصل و نینوا۔

اس کے بعد ربعی پہنچے تو دونوں قلعوں نے مقابلہ شروع کیا۔ اور دروازوں پر اندر باہر گوکھرو بچھادیے لیکن چند ہی روز میں محاصرے نے عاجز کردیا۔ جزیہ کی درخواست پیش کر کے اطاعت قبول کرلی۔

یہاں جو غنیمت ہاتھ آئی تھی وہ لشکر میں خمس کے نکالنے کے بعد تقسیم ہوئی تو ہر سوار کے حصہ میں تین ہزار اور ہر پیدل کے حصے میں ایک ہزار درہم آئے۔ پانچواں حصہ بارگاہ خلافت میں بھیجا گیا۔ اور موصل کے حاکم ربعی قرار پائے۔ اور مہتمم خراج یعنی کلکٹر عرفجہ مقرر ہوئے۔

اس میں اختلاف روایت۔

موصل و نینوا پر قبضہ ہونے کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۲۰ھ میں حضرت فاروق اعظم نے عتبہ بن فرقد کو ان کی فتح پر مامور فرما کے بھیجا تھا۔ اُن سے مشرقی قلعہ اور نینوا والوں نے مقابلہ کیا اور مغلوب ہو کر اطاعت قبول کی۔ اس کے بعد دجلے کے پار اتر کے انھوں نے موصل پر حملہ کیا تو اہلِ قلعہ نے بغیر مقابلہ کیے جزیہ قبول کرلیا۔

دیگر فتوح۔

اس کے بعد فاتحین موصل نے مقامات مرج۔ باہذرا۔ باعذرا۔ حبتون۔ داسن اور تمام بلاد کرد اور بکا و فردی، باربدی، اور کل مضافات موصل کو فتح کرلیا۔

ایک اور روایت۔

بعض مورخین ان دونوں بیانوں کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ عیاض بن غنم جب بلاد الجزیرہ کو فتح کرچکے تو موصل میں آئے۔ یہاں کے ایک قلعہ کو خود انھوں نے فتح کیا اور دوسرے پر عتبہ بن فرقد کو بھیجا جنھوں نے جزیہ کے اقرار پر اُس کو بھی فتح کرلیا۔

فتح ماسبذان۔

ادھر ایرانیوں میں یہ ہوا کہ ہاشم جب جلولا کی فتح کے بعد مدائن میں واپس آئے تو سعد نے سُنا کہ آذیم بن ہرمزان لشکر جمع کر کے میدان میں آیا ہے۔ فوراً ضرار بن خطاب کو اُس کو مقابلے پر بھیجا۔ دشت ماسبذان میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے دم بھر میں اس عجمی لشکر کو شکست دے دی۔ آذیم گرفتار ہو کے قتل ہوا۔ اور ضرار مفرورین کی تلاش میں آگے بڑھے۔ شہر ماسبذان کو حملہ کر کے فتح کیا۔ لوگ وہاں گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ گئے تھے۔ اُن کو بلوا کے پھر آباد کیا۔ اور وہیں ٹھہر گئے۔

فتح الجزیرہ۔

دوسری طرف الجزیرہ میں بھی ہاشم کے جلولا سے واپس آنے کے بعد دشمنوں کا ایک زبردست لشکر جمع ہوا۔ انھیں میں کا ایک گروہ ہرقل کے حکم سے حمص کی کمک پر شام میں گیا ہوا تھا۔ اور ایک گروہ ہیت میں پہنچ کے ٹھہر گیا۔ سعد نے یہ سنتے ہی عمرو بن مالک کو تھوڑے لشکر کے ساتھ ہیت کی طرف روانہ کیا۔ اور حارث بن یزید عامری کو اُن کے مقدمۃ الجیش کا سردار مقرر کر کے آگے بڑھایا۔

ہیت کا محاصرہ۔

ہیت والوں نے مقابلے کے لیے پہلے سے خندقیں کھود لی تھیں۔ سب شہر سے نکل کے خندقوں کے پیچھے جمع ہوگئے۔ عمرو بن مالک نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ خندقوں کی پناہ میں ہیں۔ اور

یہاں لڑائی کو طول ہوگا تو آدھے لشکر کو حرث بن یزید کی سرداری میں ہیت کے محاصرے پر چھوڑ دیا۔ اور آدھے لشکر کو اپنے ساتھ لے کے قرقیسیا پر جا پہونچے۔ اور اچانک پہونچتے ہی دھاوا کر دیا۔ شہر والوں کو اس وقت خبر ہوئی جب مسلمان اندر داخل ہو چکے تھے مجبوراً سب نے جزیہ قبول کر کے علم اسلام کے آگے سر اطاعت جھکا دیا۔

فتح قرقیسیا

اب عمرو نے حرث کو لکھا کہ ہیت والے اگر جزیہ قبول کریں تو اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ کے آگے بڑھو۔ اور نہ مانیں تو اپنی لشکر گاہ کے آگے بھی خندق کھدوا لو۔ یہ حکم پاتے ہی حرث نے مقابلہ کرنے والوں سے مراسلت کی۔ انھوں نے کہلا بھیجا "ہم لوگ یہاں کے رہنے والے نہیں ہیں۔ اگر ہم سے مزاحمت نہ کی جائے تو وعدہ کرتے ہیں کہ ہم یہ شہر چھوڑ کے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے"۔ اُن کی یہ درخواست قبول کی گئی۔ وہ لوگ بلا مزاحمت نکل کے چلے گئے۔ شہر پر قبضہ کر کے جزیہ عائد کر دیا گیا۔ اور حرث کوچ کر کے عمرو بن مالک کے پاس چلے گئے۔

فتح ہیت

اب ۱۷ھ شروع ہوا۔ اور سارا عراق اور ایران کا کچھ حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ سعد بن ابی وقاص نے مدائن کو اپنا مستقر بنا رکھا تھا۔ اور اُن کے ماتحت سرداران فوج جدھر کوئی خطرہ دیکھتے بڑھ کے حملہ کرتے۔ اور کوئی نئی سرزمین قلمرو اسلام میں داخل ہو جاتی۔ مگر حضرت عمرؓ نے سعد کو ایران میں آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور جو مجاہدین عرب مدائن اور دیگر بلاد میں پڑے ہوئے تھے اُن کی صحت خراب ہوئی جاتی تھی۔ اس لیے کہ عجم و عراق کی آب و ہوا عربوں کے موافق نہ تھی۔ اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ وہ تمام مفتوحہ علاقے کو چھوڑ کے واپس چلے جائیں۔

مقیم عرب سپاہیوں کی صحت بگڑ گئی

اس اثنا میں ایک موقع پر سعد نے اپنے لوگوں کی ایک جماعت کو بعض فتوحات کی خوشخبری سنانے کی غرض سے دار الخلافت مدینہ میں بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کی صورتیں دیکھیں تو پوچھا "تمھاری رنگت کیوں بدل گئی؟ اور تمھاری شکل و حالت میں اس قدر تبدیلی کیوں ہے؟" انھوں نے عرض کیا "ہم جن شہروں میں مقیم ہیں اُن کی آب و ہوا نے صورتیں بدل کے ہماری یہ حالت کر دی ہے" حضرت فاروق نے کہا "تو پھر کوئی ایسا مقام تجویز کرنا چاہیئے جہاں کی آب و ہوا تم لوگوں کے موافق ہو۔ اور اُس کو اہل عرب اپنی نوآبادی قرار دے لیں"۔

حضرت عمر کی توجہ اس جانب۔

اس جماعت کے ساتھ چند بنی تغلب یعنی غیر مسلم عرب بھی آئے تھے۔ اُن کی غرض یہ تھی کہ اپنے قبیلے والوں کے لیے جناب فاروق کی خدمت میں عرض کر کے رعایت کے ساتھ کوئی معاہدہ کریں۔ جناب امیر المومنین نے فرمایا "میرا عہد یہ ہے کہ تم میں سے جو لوگ مسلمان ہوں اُن کے حقوق اور

غیر مسلم عربوں سے معاہدہ۔

اُن کی ذمہ داریاں وہی ہیں جو تمام مسلمانوں کی ہیں! اور جو اسلام قبول کرنے سے انکار کریں وہ جزیہ دیں"۔ انھوں نے کہا "اس صورت میں وہ لوگ آپ کی قلمرو سے بھاگ کے ایران میں چلے جائیں گے اور عجمی بن جائیں گے"۔ پھر انھوں نے درخواست کی کہ "اُن سے بجائے جزیہ کے زکوٰۃ لے لی جایا کرے"۔ حضرت عمرؓ نے اس کے ماننے سے قطعاً انکار کیا۔ تب انھوں نے کہا "اچھا ایک کام کیجیے! ان کا جزیہ مسلمانوں کی زکوٰۃ کے مثل ہو"۔ اس بات کو حضرت عمرؓ نے منظور فرما لیا۔ یہ رعایت حاصل ہونے کے بعد تمام بنی تغلب، بنی ایاد، اور بنی نمر بھی عام ازیں کہ مسلم ہوں یا مسیحی حضرت سعد کی خدمت میں حاضر ہو کے مدائن میں ٹھہر گئے۔

عربوں کی صورت بدلنے کا سبب

بہر حال حضرت عمرؓ تارک الوطن عربوں کی صورت دیکھ کے اس فکر میں تھے کہ ان کے رہنے کے لیے کوئی مناسب مقام تجویز کیا جائے۔ اسی دوران میں حذیفہ نے جو سعد کے ہمراہ تھے بارگاہ خلافت میں لکھا "عربوں کی یہاں یہ حالت ہو رہی ہے کہ پیٹ بڑھ گئے ہیں! اعضا سوکھ گئے ہیں اور رنگتیں مل گئیں"۔ یہ تحریر پڑھ کے حضرت امیر المومنین کو اور تردد ہوا۔ فوراً حضرت سعد کو لکھا "مجھے بتاؤ کہ وہاں عربوں کی رنگت کیوں بدلی جاتی ہے۔ اور کیوں دُبلے ہوئے جاتے ہیں؟" انھوں نے وہی جواب دیا جو پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ "یہ اُن شہروں کی آب ہوا کا اثر ہے۔ عربوں کو انھیں شہروں کی آب وہوا راس آتی ہے جہاں اُن کے اونٹ اچھے رہیں"۔

کوفے اور بصرے کے لیے زمین کا انتخاب

یہ معلوم کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے سعد کو لکھا "سلمان اور حذیفہ کو بھیجو کہ کوئی ایسا خطہ ڈھونڈ نکالیں جس کو خشکی اور تری سے یکساں تعلق ہو۔ اور میرے اور اس کے درمیان میں کوئی دریا یا پُل حائل نہ ہو۔ اور آب وہوا عربوں کے مزاج کے موافق ہو"۔ اس حکم کے بموجب سعد نے اُن دونوں بزرگوں کو روانہ کیا۔ پہلے وہ انبار میں پہونچے۔ پھر فرات کے پار اترے۔ اور چار طرف پھرتے پھرتے اس مقام پر پہونچے جہاں اب شہر کوفہ آباد ہے۔ یہاں کی زمین کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ بالو میں سنگریزے ملے ہوئے ہیں۔ دل میں کہا کہ عراق کے حدود کے اندر یہ ایسا خطہ ہے کہ اس میں عربوں کی سرزمین کی شان نظر آتی ہے۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہاں تین دیر یعنی مسیحی راہبوں کی خانقاہیں ہیں۔ ایک دیر حرقہ کہلاتا ہے، دوسرا دیر ام عمرو، اور تیسرا دیر سلسلہ۔ اور ان تینوں دیروں کے درمیان میں ایک میکدہ ہے۔ یہ خطہ دونوں صاحبوں کو پسند آیا۔ اتر پڑے۔ نماز پڑھی اور دعا کی کہ "خداوندا اس خطہ کو ایسا مقام بنا دے جو مدتوں قائم رہے"۔ غالباً اسی سفر میں انھوں نے بصرے کی زمین کو بھی منتخب کر لیا اور حضرت سعد کو اطلاع کی۔

سعد نے عبداللہ بن معتم اور قعقاع کو لکھا کہ اس جگہ کسی کو مقرر کرکے میرے پاس چلے آؤ۔ جب وہ آگئے تو اُن کو اور اکثر قبائل عرب کو جو اُن کے ساتھ مدائن میں مقیم تھے ہمراہ لے کے محرم سنہ ۱۷ھ میں اس منتخب شدہ خطہ میں آکے اُتر پڑے۔ اور حضرت عمرؓ کو اطلاع کی کہ میں مقام کوفہ عہ۵ میں آکے اترا ہوں۔ جو حیرہ اور فرات کے درمیان میں ہے۔ بری و بحری دونوں خصوصیتوں کے لحاظ سے اچھا ہے۔ کلک اور دوب خوب اُگتی ہے۔ اور مسلمانوں کو میں نے اختیار دے دیا ہے کہ چاہے یہاں آکے سکونت اختیار کریں اور چاہیں مدائن میں رہیں۔ جن لوگوں کو مدائن میں رہنا پسند آیا، اُن کو محافظ فوج کی حیثیت سے وہیں چھوڑ دیا ہے۔ وہ لوگ جب اور چند روز وہاں رہیں گے تو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ اُن کی قوت کس قدر سلب ہو گئی۔

سعد کوفے میں۔

اب سعد نے کوفے کی رعایا سے اجازت حاصل کی کہ یہاں مسلمانوں کے لیے نرکل اور کلک یا گھاس پھوس کے چھپر بنا دیں اور ایسی ہی اجازت بصرے کی آبادی کے لیے وہاں کی رعایا سے لی گئی۔ جہاں عتبہ نے آبادی کی بنیاد پہلے سے ڈال دی تھی۔ چنانچہ ان دونوں بستیوں میں پہلے چھپروں اور ٹٹیوں کے مکانات بنے۔ چند روز بعد شوال کے مہینے میں دونوں جگہ آگ لگی۔ اور یہ دونوں بستیاں اُجڑ گئیں خصوصاً کوفہ تو بالکل جل کے خاک ہو گیا۔ تب سعد نے چند لوگوں کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا اور اینٹ اور چونے کے مکان بنانے کی اجازت حاصل کی۔ حضرت عمرؓ نے مجبور ہو کے اجازت تو دے دی مگر فرمایا "دیکھو خبردار کوئی شخص اپنے مکان میں تین کمروں سے زیادہ نہ بنائے۔ اور اس کا بھی خیال رہے کہ مکانات بہت زیادہ عالی شان نہ ہوں۔ حضرت رسول اکرمؐ کی سنت کے پابند ہو گے تو دولت بھی تمھاری پابند رہے گی۔" یہی حضرت فاروق نے بصرے والوں کو بھی لکھ بھیجا۔ اور کوفہ کا وفد اجازت حاصل کرکے واپس آیا۔

کوفے اور بصرے کی پہلی بنا۔

آگ سے دونوں کا اُجڑنا۔ پختہ عمارتیں۔

تعمیر شہر کے مہتمم کوفے میں ابو ہیاج بن مالک اور بصرے میں عاصم بن دلف مقرر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ بڑی سڑکیں چالیس ہاتھ چوڑی ہوں اور چھوٹی سڑکیں تیس ہاتھ چوڑی۔ اور گلیوں میں سات ہاتھ چوڑا راستہ چھوڑا جائے۔ اور مکانوں کی قطع ساٹھ ہاتھ کے طول و عرض سے زیادہ نہ ہوں۔ سب سے پہلے بیچوں بیچ میں جامع مسجد تعمیر ہوئی۔ مسجد کے درمیان میں ایک زبردست چٹکی والے تیر انداز نے کھڑے ہو کر چاروں طرف تیر پھینکے۔ اور وہ جتنی دور پر جا کے گرے اس سے ذرا آگے آبادی کی سرحد قرار پائی۔

مہتمان تعمیر۔

جامع مسجد۔

عہ۵ یعنی بالو اور سنگریزوں کی زمین ہیں۔

مسجد کے سامنے رُخ پر ایک عالی شان چھت بنائی گئی جس کے لیے ستون حیرہ کی ان عمارتوں سے لائے گئے جو تاجدارانِ عجم کی بنائی ہوئی افتادہ پڑی تھیں مگر ان کی قیمت وہاں کے زمینداروں کو ادا کر دی گئی۔ شہر کے گرداگرد کھائی بنائی گئی۔ مسجد کے چھت کے مقابل سعد کے لیے ایک گھر بنایا گیا جس کو ایک عجمی ہوشیار معمار روزبہ نے سلاطینِ عجم کی عمارتوں کی اینٹوں سے تعمیر کیا یہی کوفہ کا وہ مشہور دارالامارۃ تھا جو مدت دراز تک باقی رہا۔ بازار بھی مسجدوں کی صورت میں بنائے گئے اور قاعدہ مقرر کر دیا گیا کہ جس دکان پر جو دکاندار پہلے قبضہ کر لے وہ اسی کی ہے۔

دار الامارۃ

چند روز بعد جب یہ شہر تعمیر ہو کے آباد ہو گیا تو حضرت عمرؓ کو خبر پہونچی کہ ایک دن بازار کا شور ہنگامہ سن کے سعد نے کہا "یہ ہنگامہ موقوف کراؤ"۔ نیز یہ بھی آپ نے سُنا کہ اس مکان کو لوگ "قصر سعد" کہتے ہیں۔ فوراً محمد بن مسلمہ کو مدینے سے بھیجا کہ جا کے اس قصر کے دروازے میں آگ لگاؤ۔ اور سعد کو میرا یہ خط دے کے چلے آؤ"۔ وہ کوفے میں پہونچے اور قصر کے دروازے میں لوکا لگایا تو لوگوں نے سعد کو خبر کی انھوں نے سُن کے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اسی کام کے لیے بھیجا گیا ہے"۔ آدمی بھیج کے محمد بن مسلمہ کو بلوایا انھوں نے آنے سے انکار کیا۔ تب سعد خود باہر نکل آئے اور کہا "یہاں آئے ہو تو ہمارے مہمان ہو۔ ضیافت کی رقم تو لے لو"۔ جواب ملا "اس کی بھی ضرورت نہیں"۔ اس جواب کے ساتھ ابن مسلمہ نے حضرت عمر کا خط بڑھ کے اُن کے ہاتھ میں دے دیا۔ کھول کے پڑھا تو لکھا تھا "میں نے سُنا ہے تم نے محل بنوایا ہے۔ وہ تمھارا قلعہ بن گیا اور قصر سعد کہلاتا ہے۔ تمھارے قصر کے دروازے پر لوگوں کی روک ٹوک ہے۔ یہ تمھارا قصر نہیں بلکہ ہلاکت کا قصر ہے۔ اس کا وہ حصہ جو بیت المال سے ملا ہوا ہے نکال ڈالو اور اس کو بند کر دو۔ اور قصر کے دروازے پر خبردار کوئی پہرہ چوکی نہ رہے جس سے لوگوں کی روک ٹوک ہو"۔ پورا خط پڑھ لینے کے بعد سعد نے قسم کھا کے کہا کہ "میری نسبت جو کچھ لوگوں نے امیر المومنین کو پہونچایا بالکل غلط ہے"۔ ان کا یہ جواب جب محمد بن مسلمہ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا تو انھوں نے سعد کے بیان کو قبول کر لیا۔

حضرت عمرؓ اس میں آگ لگواتے ہیں۔

سعد کو ہدایت فاروقی

کوفے کے ماتحت عراق وغیرہ میں چار عسکر گاہیں قرار دی گئیں۔ ایک حلوان جہاں قعقاع سیرالجیش تھے۔ دوسری ماسبذان جہاں کے سردار ضرار بن خطاب تھے۔ تیسری قرقیسیا جہاں کے افسر اعلی عمرو بن مالک یا عمرو بن عتبہ تھے۔ اور چوتھی موصل جہاں کے سپہ سالار عبداللہ بن معتم تھے۔ پھر ان لوگوں کے ماتحت ان کے مددگار بھی مقرر کیے گئے جو ان کی عدم موجودگی میں کام کرتے۔

کوفے کی لشکرگاہیں

مگر کوفے کے والی یا گورنر اور سارے عراق اور الجزیرہ کے حاکم سعد بن ابی وقاص تھے۔ جو آبادی کوفہ کے بعد ساڑھے تین سال تک حکومت کرتے رہے۔ مگر وہ زمانہ جو اُن کو مدائن میں گذرا اس کے علاوہ تھا۔

پہلے والی کوفہ سعد ہیں

گیارہویں فصل

فتوح الجزیرہ و فارس اور مغیرہ بن شعبہ کا مقدمہ

الجزیرہ پر عیاض کا حملہ۔ فتح رقہ۔ فتح نصیبین۔ الجزیرہ کے عرب۔ فتح حران۔ فتح رہا اور سارے الجزیرہ پر قبضہ۔ عیاض شام میں۔ حضرت عمر کا خط قیصر کو۔ قیصر نے اس کی تعمیل کی۔ عرب الجزیرہ مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیے گئے۔ فتح الجزیرہ بروایت ابن اسحٰق۔ فتح آرمینیہ۔ اُن مورخین کا بیان جو فتح الجزیرہ کو مجاہدین شام سے منسوب کرتے ہیں۔ عیاض لشکر شام کے ساتھ چلے۔ فتح رقہ۔ فتح حران و رہا۔ اور شہروں پر قبضہ۔ فتح آمد و دیگر بلاد۔ عیاض بن غنم کی وفات مختلف روایات۔ فتح ملطیہ۔ الجزیرہ کے تعلقات شام و عراق سے۔ ایک اور طرف سے ایران پر حملہ۔ علاء بن حضرمی حاکم بحرین۔ اُن میں اور سعد میں رقابت۔ حضرت عمر ایران سے آگے بڑھنا نہ چاہتے تھے۔ فارس پر علاء کی بحری مہم۔ وہاں مسلمان گھر گئے۔ ناامیدی کی شجاعت۔ گھر کی طرف پیدل چل کھڑے ہوئے۔ حضرت عمر کو اس کی اطلاع۔ محصورین فارس کی مدد۔ اور اس میں کامیابی۔ حاکم بصرہ عتبہ کی واپسی بغرض حج۔ اور وفات۔ مغیرہ بن شعبہ حاکم بصرہ۔ مغیرہ اور ابوبکرہ میں جھگڑا۔ مغیرہ پر زنا کا الزام۔ ابوموسیٰ اشعری حاکم بصرہ۔ مغیرہ مدینے میں بلائے گئے۔ عدالت فاروقی میں اُن کا مقدمہ۔ اُن کا بیان۔ اور براءت۔ تہمت لگانے والوں پر حد۔

الجزیرہ پر عیاض کا حملہ — ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب اہل الجزیرہ ہرقل کی مدد کے لیے حمص کو روانہ ہوئے ہیں تو حضرت فاروق کے حکم کے مطابق سعد بن ابی وقاص نے عیاض بن غنم کو الجزیرہ کے شہروں پر حملہ کرنے کو روانہ کیا تھا۔ مگر ہمیں ان کے کارناموں کی تفصیل بیان کرنا باقی ہے۔

فتح رقہ — عیاض اپنے ہمراہی لشکر کے ساتھ عراق سے چلے تو سہیل بن عدی کو شہر رقہ پر بھیجا۔ اہل الجزیرہ نے جیسے ہی سُنا کہ عراق کے لشکر اسلام نے خود ان کے وطن پر حملہ کر دیا ہے تو حمص چھوڑ کے واپس آئے۔ سہیل نے رقہ کا محاصرہ کر لیا اور جب تک اہل شہر نے اطاعت کرنا اور جزیہ دینا نہ قبول کیا برابر گھیرے پڑے رہے۔ ان کی اطاعت و صلح کا پیام خود عیاض کے پاس گیا۔ انھوں نے ان کی درخواست قبول کر کے محاصرہ اُٹھانے کا حکم دیا۔ اور رقہ کی ساری رعایا ذمی قرار پا گئی۔

فتح نصیبین

دوسری طرف سے عبداللہ بن عتبان موصل سے روانہ ہو کر نصیبین کی طرف بڑھے۔ ان لوگوں نے اہل رقہ کے شرائط کے مطابق عیاض کے پاس صلح کی درخواست بھیجی اور اُن سے بھی صلح ہو گئی۔

الجزیرہ کے عرب۔

اسی طرح ولید بن عقبہ ان قبائل عرب کے مقابلے پر پہونچے جو الجزیرہ میں مقیم تھے۔ ان لوگوں کے مقابلے پر لشکر اسلام پہونچا تو اُن میں مسلم و غیر مسلم جتنے تھے سب مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ بجز بنی ایاد کے جو ارض الجزیرہ کو چھوڑ کے سرزمین روم میں بھاگ گئے۔ ولید نے یہ واقعہ حضرت عمر کو لکھ بھیجا اور جواب کا انتظار کرنے لگے۔

فتح حران

فتح رہا اور سارے الجزیرہ پر قبضہ۔

الجزیرہ کے رقہ اور نصیبین کے ایسے بڑے شہروں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو عیاض نے سہیل اور عبداللہ کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ اور سب اہل کے پوری قوت سے حران کی طرف بڑھے ان کے پہونچتے ہی حران والوں نے بھی جزیہ قبول کیا۔ اور صلح کی درخواست پیش کر دی اس کے بعد عیاض نے سہیل اور عبداللہ کو اُن کے لشکر کے ساتھ شہر رہا پر بھیجا رہا والوں نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ اور سارا الجزیرہ آسانی سے فتح ہو گیا۔ اور جو مقامات بزور شمشیر لڑ بھڑ کر فتح کیے گئے اُن کے ساتھ بھی ذمیوں ہی کا سا برتاؤ کیا گیا۔ اور تھوڑے ہی زمانے میں عیاض نے ضرورت نہ خیال کر کے سہیل اور عبداللہ کو کوفے میں واپس بھیج دیا۔ اور خود الجزیرہ کی حکومت کر رہے تھے کہ انھیں شام میں جانا پڑا۔

عیاض شام میں۔

حضرت فاروق اعظم جب جابیہ سے پلٹے ہیں تو ابو عبیدہ نے اُن کو لکھا تھا کہ خالد چونکہ مدینے میں گئے ہوئے ہیں اس لیئے اُن کی جگہ عیاض بن غنم مجھکو دے دیے جائیں۔ حضرت امین الامۃ کی اس درخواست کے مطابق حضرت عمرؓ نے عیاض کو لکھ بھیجا کہ تم فوراً شام میں جا کے ابو عبیدہ کے پاس حاضر ہو۔ انھوں نے حبیب بن مسلمہ کو اپنی جگہ الجزیرہ کا والی جنگ اور ولید بن عقبہ کو قبائل عرب پر حکمران مقرر کر کے شام کی راہ لی۔

حضرت عمر کا خط قیصر کو۔

قیصر نے اس کی تعمیل کی۔

جناب امیر المومنین کو جب ولید کا وہ خط ملا جس میں انھوں نے اطلاع دی تھی کہ بعض قبائل عرب قلمرو روم میں بھاگ گئے ہیں۔ تو آپ نے فوراً قیصر روم کو اس مضمون کا خط بھیجا کہ "بعض قبائل عرب ہماری قلمرو کو چھوڑ کے تمھاری مملکت میں چلے گئے ہیں۔ اُن کو فوراً وہاں سے نکال دو تاکہ پھر اپنے پہلے مسکنوں میں واپس آئیں۔ ورنہ بخدا میں اپنی قلمرو میں سے سارے نصاریٰ کو نکال دوں گا۔" یہ خط پاتے ہی ہرقل نے ان تمام عربوں کو جنھوں نے اس ملک میں پناہ لی تھی اپنی سلطنت سے نکال دیا۔ اُن میں سے قبیلۂ بنی ایاد کے چار ہزار عربوں کا ایک گروہ تو

الجزیرہ میں پہونچا باقی سب روم کے ان شہروں میں منتشر ہو گئے جو شام اور الجزیرہ کی سرحد پر واقع ہیں۔ اور اسی وجہ سے عرب میں جتنے آبادیاں ہیں سب انھیں چار ہزار کی نسل میں سے ہیں۔ باقی سب خاندان بنی اسرائیل کے دس سبطوں کی طرح غائب اور فنا ہو گئے۔

عرب الجزیرہ مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کیے گئے۔

بنی تغلب نے جب اطاعت قبول کی تو ولید بن عقبہ نے جواب دیا کہ تم سے بجز اس کے کہ اسلام لاؤ اور کوئی شرط قبول نہیں کی جا سکتی اس کی جب حضرت عمر کو اطلاع ہوئی تو تحریر فرمایا کہ یہ حکم تو جزیرہ نما کے ساتھ مخصوص ہے۔ الجزیرہ کے عربوں کو فقط اتنے اقرار پر عیسائی رہنے دو کہ اپنے لڑکوں کو عیسائی نہ بنائیں۔ اور ان کو مسلمان ہونے سے نہ روکیں۔ بنی تغلب میں نخوت و سرکشی کا مادہ زیادہ تھا اور ولید نے ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ شروع کیا تو حضرت عمر کو اندیشہ ہوا کہ وہ دینی جوش میں کوئی بے اعتدالی نہ کر بیٹھیں۔ لہٰذا ان کو الجزیرہ کی حکومت عرب سے معزول کر کے فرات بن حیان اور ہند بن عمرو جملی کو وہاں کا حاکم مقرر فرما دیا۔

فتح الجزیرہ بروایت ابن اسحٰق

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ الجزیرہ ۱۹ھ میں فتح ہوا اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو لکھا تھا کہ جب خدا کی عنایت سے شام و عراق فتح ہو جائے تو ایک لشکر الجزیرہ پہ بھیجو۔ جس پر خالد بن عرفطہ یا ہاشم بن عتبہ یا عیاض بن غنم کو سردار مقرر کرو۔ سعد نے یہ خط پڑھ کے کہا امیر المومنین نے عیاض کا نام سب کے بعد لکھا ہے۔ محض اس لیے کہ جانتے ہیں کہ میں ان کا طرفدار ہوں۔ بہر حال میں تو انھیں کو روانہ کروں گا۔ پھر ابو موسیٰ اشعری اور اپنے بیٹے عمرو بن سعد کو عیاض کے ہمراہ کر کے الجزیرہ کی طرف روانہ کر دیا۔ عمرو بن سعد محض معمولی سپاہی کی حیثیت سے گیا تھا۔ اس کو حکومت اور سرداری سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ عیاض گئے اور شہر رہا پر اترے اہل شہر نے انھیں شرطوں پر صلح کر لی۔ جو حران والوں سے ہوئی تھیں۔ پھر ابو موسیٰ کو نصیبین پر بھیجا۔ اور خود جا کے شہر دارا کو فتح کیا۔ اور عثمان بن ابی عاص کو علاقۂ آرمینیہ میں بھیجا۔ آرمینوں نے عثمان سے لڑائی ہوئی جس میں صفوان بن معطل شہید ہوئے آخر اہل آرمن نے جزیہ کی شرط تسلیم کر کے اطاعت قبول کر لی۔ اور اس کے بعد ارض فلسطین میں شہر قیساریہ فتح ہوا اور ہرقل شام سے بھاگ گیا۔

فتح آرمینیہ

مگر گذشتہ تمام روایتیں ان لوگوں کی ہیں جو الجزیرہ کی فتح کو فتوحات عراق میں شامل کرتے ہیں مگر مورخین کا ایک بڑا گروہ اس کو فتوحات شام کا ضمیمہ بتاتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ بیان ہے کہ ابو عبیدہ نے عیاض بن غنم کو ملک الجزیرہ میں جانے کو کہا تھا۔ مگر جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے عیاض ہی کو اپنا جانشین بنایا۔ اور اس کے بعد حضرت عمرؓ کے حکم سے وہی تقرر پا

ان مورخین کا بیان جو فتح الجزیرہ کو مجاہدین شام سے منسوب کرتے ہیں

عیاض لشکر شام کے ساتھ چلے۔

حمص اور الجزیرہ کے والی قرار پا گئے[عہ] اپنی ہی حکومت کے زمانہ میں یعنی سنہ ۱۸ھ میں نیمہ شعبان کو وہ پانچ ہزار لشکر کے ساتھ مملکت الجزیرہ کی طرف چلے۔ میمنہ پر سعید بن عامر جمحی۔ میسرہ پر صفوان بن معطل۔ اور مقدمۃ الجیش پر میسرہ بن مسروق تھے۔

فتح رقہ۔

یہ لشکر جب رقہ میں پہونچا تو اس کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس کے مضافات میں لوٹ مار شروع کر دی۔ فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے روز جا کے خوراک کا سامان لوٹ لاتے۔ اور ساتھ ہی بہت سے لوگوں کو اسیر کر لاتے اس حالت کو چھ ہی دن گزرے تھے کہ رقہ والوں نے صلح کا پیام دیا۔ ان کی یہ درخواست قبول کر کے اُن کو۔ ان کے بال بچوں۔ اُن کی جائداد۔ اور اُن کے شہر کو امان دی گئی۔ اور عیاض نے اُن سے کہا "فتح کے بعد اب زمین ہماری ہے جب پر ہم قابض ہوئے ہیں"۔ پھر ساری زمین پر خراج مشخص کر کے عائد کیا گیا۔ اور وہ انھیں لوگوں کے قبضے میں چھوڑ دی گئی۔

فتح حران و رہا۔

یہاں سے وہ حران کی طرف بڑھے۔ وہاں پہونچکر صفوان بن معطل اور حبیب بن مسلمہ کو اس کے محاصرے پر چھوڑا۔ اور خود شہر رہا پر جا پہونچے۔ رہا والوں نے نکل کے مقابلہ کیا شکست کھائی۔ اور محصور ہو گئے۔ آخر عاجز آ کر انھوں نے صلح کی درخواست کی جو فی کس ایک دینار سالانہ جزیہ کی شرط پر قبول کی گئی۔ اور عورتیں اور بچے مستثنیٰ کر دیے گئے۔ اہل رہا کو عیاض بن غنم نے دو تحریری معاہدے لکھ دیے۔ ایک رہا کے اسقف یعنی بڑے پادری کے نام جو حسب ذیل تھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عیاض بن غنم کی تحریر ہے اسقف رہا کے نام اس بات کی کہ تم شہر کا پھاٹک کھول دو اس اقرار پر کہ تمہارا ہر شخص ایک دینار اور دو مد غلہ ادا کرے تو تمہارا ہے اور تمہارے ساتھیوں کے لیے جان و مال کی امان ہے۔ اور تمہارا فرض ہے کہ گم گشتہ راہ مسافروں کی رہنمائی کرو۔ پلوں اور سڑکوں کی اصلاح کرتے رہو۔ اور مسلمانوں سے اچھی طرح پیش آؤ۔ خدا اس کا گواہ ہے۔ اور اسی کی گواہی کافی ہے"۔ دوسری تحریر جو اہل رہا کے نام تھی یہ تھی۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر عیاض بن غنم اور اُن کے مسلمان ہمراہیوں کی ہے۔ اہل رہا کے نام ہم نے اُن کے جان و مال اور اُن کے بچوں اور عورتوں اور اُن کے شہر اور اُن کی چکیوں کو امان دی اس شرط پر کہ ان کے ذمہ جو رقم عائد کر دی گئی ہے اس کو ادا کریں۔ اور ہماری طرف سے اُن پر واجب ہے کہ پلوں کی اصلاح کرتے رہیں۔ اور ہمارا جو شخص راستہ بھولے اس کی رہبری کریں۔ اس کا گواہ اس کے فرشتے اور مسلمان ہیں[عہ]"۔

عہ یہی بلاذری کی بھی روایت ہے۔ فتوح البلدان صفحہ ۱۷۹ اور ۱۸۰۔

عہ فتوح البلدان صفحہ ۱۸۲۔

پھر عیاض حرّان میں واپس آگئے۔ اتنی مدت میں صفوان و حبیب نے قرب و جوار کے بہت سے قلعے اور قریے فتح کر لیے تھے لیکن حرّان باقی تھا جس کا محاصرہ کیے پڑے تھے۔ عیاض کے پہونچتے ہی حرّان والوں نے بھی درخواست پیش کر دی کہ ہم جزیہ دیں گے اور اطاعت کرنے کو حاضر ہیں۔ اور جو شرطیں رُہا والوں سے ہوئی تھیں وہی ان سے بھی ہوگئیں۔

اور شہروں پر قبضہ۔

اب عیاض نے رُہا کو اپنا مستقر قرار دیا۔ اِدھر اُدھر شہروں پر جا کے جہاد کرتے۔ اور نئی فتحیں حاصل کر کے واپس آجاتے۔ اسی سلسلہ میں انھوں نے شہر سمیساط کو فتح کیا۔ مقامات سَرُوج، رأس کیفا اور ارض بیضاء کو بھی رُہا کے مطابق جزیہ گزار اور مطیع و فرماں بردار بنایا۔ چند روز بعد سمیساط والوں نے بغاوت کی تو عیاض پھر اُن کے سر پر جا پہونچے۔ اور دوبارہ فتح کر کے واپس آئے۔ اب اُن آبادیوں اور بستیوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا جو فرات کے کنارے واقع تھیں جن میں زیادہ اہم منبج کا پل اور اس کے آس پاس کے مقامات تھے پھر بڑھ کے رأس عین پر پہونچے جس کو عین الوردہ بھی کہتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں نے قلعہ کے پھاٹک بند کر لیے۔ اور لڑنے کا ارادہ کیا۔ مگر عیاض نے اُن کو اسی حال پر چھوڑ دیا۔ اور آگے بڑھ کر تل موزن کو فتح کیا۔ یہ سب واقعات ۱۹ھ کے تھے۔ آغاز سنہ ۲۰ھ میں وہ بڑھ کر شہر آمد پر پہونچے۔ جہاں کے لوگوں نے محصور ہو کے مقابلہ کیا لیکن محاصرے کی زیادہ تاب نہ لائے۔ اور رُہا کی شرطوں پر اطاعت قبول کی۔ پھر انھیں شرطوں پر عیاض نے میّافارقین۔ کفرتوثا۔ اور نصیبین کو فتح کیا۔ اس کے بعد طور عبدین اور قلعہ ماردین کو فتح کرتے ہوئے موصل پر جا پہونچے۔ اور اس کے دو قلعوں میں سے ایک کو فتح کر لیا۔

فتح آمد و دیگر بلاد۔

بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ ماردین سے سیدھے موصل نہیں گئے بلکہ مقامات زوزان اور آرزن کو فتح کر کے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں گھسے تو بدلیس اور اخلاط میں پہونچے۔ جہاں کے بطریق نے بہ اقرار ادائے جزیہ صلح کر لی۔ وہاں سے وہ ملک آرمن کے چشمۂ حامضہ پر پہونچے۔ اور وہاں سے رقہ میں واپس چلے گئے۔ جہاں اسی سنہ ۲۰ھ میں انھوں نے سفر آخرت کیا۔ تب اُن کی جگہ حضرت فاروق رض نے سعید بن عامر کو مقرر کیا۔ انھیں سعید نے پہلے پہل رُہا اور رقہ میں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ مگر چندہی روز بعد وہ بھی رہ گرائے عالم جاوداں ہوئے۔ اور دار الخلافت سے ان کی جگہ عمیر بن سعد انصاری کے تقرر کا حکم آیا۔ انھوں نے سخت معرکہ آرائی کے بعد رأس عین کو دوبارہ فتح کیا۔ اور الجزیرہ کے قبائل عرب بنی مضر اور بنی ربیعہ کے شہروں میں مسجد بنوائیں۔ اس کے بعد تور۔ قرقیسیا اور تمام

عیاض بن غنم کی وفات۔

قلعجات لب فرات کو از سر نو فتح کیا۔[۵]

مختلف روایات۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ عیاض بن غنم کی وفات پر ان کی جگہ حضرت امیر المومنین نے ابو موسیٰ اشعری کو مقرر فرمایا۔ جو راس عین میں پہونچے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ الجزیرہ کی لڑائیوں میں عیاض بن غنم کے ساتھ خالد بن ولید بھی تھے۔ اور اسی موقع پر شہر آمد کے حمام میں نہانے تو بدن میں کوئی ایسا اُبٹنا لگایا گیا جس میں شراب کی آمیزش تھی۔ اور اسی پر برہم ہو کر جناب امیر المومنین نے اُن کو معزول کر دیا۔ لیکن اور لوگ کہتے ہیں کہ خالد ماتحت کی حیثیت سے بجز ابو عبیدہ کے اور کسی سپہ سالار کے جھنڈے کے نیچے نہیں لڑے۔

فتح ملطیہ۔ عیاض نے جب سمیساط کو فتح کر لیا تو حبیب بن مسلمہ کو شہر ملطیہ پر بھیجا جس کو انھوں نے بہ زور شمشیر فتح کیا۔ پھر چند روز بعد وہاں کے لوگوں نے بغاوت اور بدعہدی کی۔ تو معاویہ نے جو اب شام اور الجزیرہ کے حاکم تھے۔ انھیں حبیب بن مسلمہ کو دوبارہ ملطیہ پر بھیجا۔ اور انھوں نے مقابلہ کر کے پھر اس کو فتح کیا۔ اور واپسی کے وقت وہاں جو مسلمان عامل مقرر کیا تھا۔ اُس کے ہمراہ تھوڑا لشکر بھی چھوڑ دیا تھا۔ تاکہ سرکش رعایا کو پھر سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو۔

الجزیرہ کے تعلقات شام و عراق سے۔ الجزیرہ کا ملک چونکہ شام اور عراق کے درمیان میں واقع ہے اس لیے اس کا تعلق دونوں طرف سے تھا۔ عرب فاتحان عراق کو بھی اس کے زیر کرنے کی ضرورت تھی اور فاتحان شام کو بھی۔ بہ ظاہر شام کا تعلق اس سرزمین سے زیادہ قوی تھا اس لیے کہ وہ مملکت روم میں شامل تھی اور شام اور الجزیرہ والے دونوں ایک ہی بادشاہ کی رعیت تھے۔ اس سبب سے تمام مورخین میں اختلاف پڑا۔ مگر زیادہ قرین قیاس اور صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ گو مجاہدین شام کو مدد پہونچانے کے لیے اس پر حملہ کیا گیا۔ مگر حملہ کرنے والے وہ تھے جو عراق سے اور امیر الجیش عراق کے حکم سے گئے تھے۔ جیساکہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ بہرحال سارا ملک الجزیرہ حضرت فاروق کے عہد میں فتح ہو گیا۔ اور قدم رکھنے بھر کی جگہ بھی کسی غیر کے قبضے میں نہیں رہی۔[۶]

ایک طرف سے ایران پر حملہ۔ مگر فتوحات عجم ہی کے سلسلے میں ہم کو ایک اور بہت ہی اہم واقعہ بیان کرنا ہے۔ وہ یہ کہ جب سعد بن ابی وقاص مدائن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے اُن کو آگے بڑھنے سے روک دیا تو مسلمانوں نے دریا کے راستے سے بھی مملکت فارس پر حملہ کر دیا اور بغیر اس کے کہ

---

۵ فتوح البلدان صفحہ ۱۸۵ و ۱۸۶۔

۶ فتوح البلدان صفحہ ۱۸۲۔

حضرت امیر المومنین کو خبر ہو۔ چنانچہ ان خود سر حملہ آوروں کو خود رائی کی تھوڑی بہت سزا بھی مل گئی۔

اس واقعہ کی بنیاد یہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد ہمایوں سے بحرین اور یمامہ کے والی علاء ابن حضرمی چلے آتے تھے جنہوں نے اس سرزمین کو مرتدوں سے چھینا تھا۔ اور ہم عہد صدیقی میں ان کی کرامتیں بھی بیان کر چکے ہیں۔ حضرت فاروق نے چند روز کے لیے ان کو ولایت بحرین سے ہٹا کے قدامہ بن مظعون کو مقرر فرما دیا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد قدامہ کو ہٹا کے پھر علاء کو مقرر فرمایا جن سے وہاں کی رعایا خوش اور ان کی حکومت سے مانوس ہو گئی تھی۔

علاء ابن حضرمی حاکم بحرین۔

علاء کو سعد بن ابی وقاص سے ایک قسم کی رقابت تھی پہلے وہ مسلمانوں میں اکثر حکام و امرائے فوج سے افضل و نامور مانے جاتے۔ مگر سعد نے قادسیہ میں عجمیوں کو شکست دے کے مدائن تک پر قبضہ کر لیا۔ اور اکاسرۂ عجم کی دولت کا ورق الٹ دیا تو ہر طرف ان کی واہ واہ ہونے لگی یہ دیکھ کر علاء کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں بھی کوئی ایسا عظیم الشان کام کروں کہ ناموری میں سعد سے بڑھ جاؤں۔ اور اس جوش میں وہ اطاعت اور معصیت کا سبق بھی بھول گئے

حضرت عمرؓ اب اس کے بالکل خلاف تھے کہ مملکت عجم میں مسلمان آگے قدم بڑھائیں۔ سعد کو ادھر اُن سے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ ان کا منشا تھا کہ جو سلسلۂ کوہ ایران کو عراق سے جدا کرتا ہے۔ وہی مسلمانوں اور ایرانیوں کی سرحد قرار پا جائے۔ اکثر فرمایا کرتے "میری تمنا تھی کہ ہمارے اور فارس کے درمیان ایک کوہ آتش حائل ہو جاتا جس کو عبور کر کے نہ ہم ادھر جا سکتے نہ وہ ادھر آسکتے"۔ ماسوا اس کے حضرت عمر اس کے بالکل خلاف تھے کہ سمندر کے راستے سے کسی ملک پر فوج کشی کی جائے۔

حضرت عمرؓ ایران میں آگے بڑھنا نہ چاہتے تھے

علاء کو آپ کی یہ پالیسی اور آپ کے احکام معلوم تھے۔ اسی خیال سے اجازت لینے کی جرأت نہ ہوئی مگر بحرین اور یمامہ کی رعایا کو ایران پر جہاد کرنے کے لیے ابھارنے لگے۔ اور جب بہت سے لوگ اس پر آمادہ ہو گئے۔ تو انھوں نے کئی لشکر مرتب کیے ایک پر جارود بن معلی کو۔ دوسرے پر سوار بن ہمام کو تیسرے پر خلید بن منذر بن عادی کو افسر مقرر کیا۔ اور خلید ہی کو سپہ سالار اعظم یعنی دونوں مذکورہ افسروں کا سپہ سالار بنایا۔ ان تینوں لشکروں کو بغیر اس کے کہ حضرت عمرؓ کو خبر بھی کریں۔ جہازوں پر سوار کر کے صوبۂ فارس کے ساحل پر اُتار دیا۔ وہاں زمین پر قدم رکھتے ہی یہ لوگ دولت عجم کے قدیم تاریخی سلطنت اصطخر پہ جا پہونچے۔ وہاں عساکر عجم کا سردار ہیربد تھا۔ جو نہایت ہوشیار شخص تھا۔ اس نے دوسری

فارس پر علاء کی بحری مہم۔

طرف سے لشکر بھیجکر مسلمانوں کے ساحل پر واپس جانے کا راستہ روک دیا۔ اور ہر جانب سے عجمیوں کا طوفان عظیم ان کے سر پر چھا گیا۔

وہاں مسلمان گھر گئے۔

اپنی حالت نازک دیکھ کے خلید نے مجاہدین کے سامنے یہ تقریر کی "لوگو۔ ان لوگوں نے تمھیں اپنے مقابلے پر نہیں بلایا۔ بلکہ تم خود چڑھ کے آئے ہو۔ مگر یاد رکھو کہ جہاز اور زمین دونوں اس کے ہیں جو غالب آئے۔ لہذا صبر و نماز کے ذریعہ رحمت باری کے امیدوار رہو" اس تقریر سے لوگوں میں جوشش پیدا ہو گیا۔ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور بعد نماز ظہر طاؤس نام ایک مقام میں نہایت سخت لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کا عجمیوں پر کچھ زور نہ چلا۔ سوار اور جارود شہید ہوئے اور لوگوں نے لڑائی کا رنگ بگڑا دیکھ کر مسلمانوں کو حکم دیا "کہ اب وقت ہے کہ گھوڑوں سے اتر کے پاپیادہ ہو جاؤ۔ اور تلواریں کھینچکے فیصلہ کر لو"۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں نے گھوڑوں سے اتر کے تلواریں کھینچ لیں اور دشمنوں پر جا پڑے۔ رومیں بہت سے عجمیوں کو قتل کر ڈالا لیکن دشمنوں کا اتنا بڑا جنگل پھیلا ہوا تھا کہ اس کو کاٹ کے ساحل تک پہونچنا غیر ممکن تھا اس کی کوئی تدبیر نہ بن پڑی کہ اپنے جہازوں پر جا کے سوار ہو جائیں۔ اور جس طرح سکندر سے پہلے قدیم الایام میں دس ہزار یونانی دجلہ کے کنارے کنارے چل کھڑے ہوئے تھے کہ جس طرح بنے گا وطن کا راستہ ڈھونڈ نکالیں گے۔ یہ عرب بھی سمندر کے کنارے کنارے مغرب کی طرف چل کھڑے ہوئے کہ اگر سمندر راستہ نہیں دیتا تو خشکی ہی کی جا کے ہم وطن پہونچ جائیں گے۔ ایرانیوں نے راستہ روکنے کی کوششیں کیں۔ مگر وہ برابر مقابلہ کرتے اور بڑھتے چلے جاتے تھے۔ لیکن ان لڑائیوں کی وجہ سے ان کی واپسی کی رفتار بہت سست تھی۔ قدم قدم پر مزاحمتیں اور دشواریاں پیش آتیں۔ اور ہر منزل پر جب دشمنوں کے گروہ عظیم کو مار کے ہٹا لیتے تو آگے بڑھتے۔ اور آخر وہیں دشمنوں کے نرغے میں گھرے رہ گئے۔

ناامیدی کی شجاعت۔

گھر کی طرف پیدل چل کھڑے ہو۔

یہ لوگ اس مصیبت میں مبتلا تھے کہ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی۔ علاء سے نہایت ہی ناراض ہوئے۔ اور اسی وقت بصرے میں عتبہ بن غزوان کو حکم بھیجا کہ فوراً مسلمانوں کا ایک عظیم الشان لشکر ارض فارس میں شرق کی طرف روانہ کرو۔ تاکہ اُن مسلمانوں کو جو وہاں پھنسے ہوئے ہیں مدد پہونچا کر دشمنوں کے نرغے سے نکال لائیں۔ اور وہ لوگ ضایع نہ ہونے پائیں۔ ساتھ ہی علاء کو اس ناجائز جرأت اور بے پروائی کی یہ سزا دی کہ انھیں سعد بن ابی وقاص کے ماتحت کر دیا جس سے زیادہ ناگوار سزا ان کے لیے نہ ہو سکتی تھی۔ یہ فرمان خلافت پاتے ہی انھوں نے سارا لشکر جو جمع کیا تھا۔

حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع

سعد کے پاس بھیج دیا۔

ادھر حضرت فاروقؓ کے حکم کے مطابق بارہ ہزار جاں نثاران توحید کا لشکر جس میں عاصم بن عمرو۔ عرفجہ بن ہرثمہ اور احنف بن قیس کے ایسے نامور شہسوار موجود تھے۔ فارس کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس لشکر کے سردار ابو سبرہ تھے جو لڑتے بھڑتے۔ اور راستے کو دشمنوں کے خار دار جنگل سے صاف کرتے ہوئے خلید کے پاس جا پہونچے۔ اہل اصطخر ان کا راستہ روکے ہوئے تھے مگر جب تک اکیلے اصطخر والے مزاحم رہے خلید اپنے بے خانماں لشکر کے ساتھ برابر بڑھتے چلے آتے تھے لیکن ہر طرف سے اہل فارس آآ کے جمع ہوتے گئے۔ اور اتنا بڑا انبوہ جمع ہوگیا کہ اب واپسی کا راستہ بالکل بند تھا۔ اس معاون لشکر کے پہونچتے ہی عجمی سردار اصطخر نیزک نے پوری قوت سے آ کے مقابلہ کیا۔ مسلمان ایسے جوش اور غصے سے لڑے کہ ایرانی میدان چھوڑ کے بھاگے۔ اور ان کی فوج کے لوگ بہت کثرت سے مارے گئے اور یہی لڑائی ہے جس نے بصرے کے نبطیوں[۵] کی وقعت بڑھادی۔ اس لیے کہ وہ کثرت سے اس معاون فوج میں تھے جو بصرے سے آئی تھی۔ اور فتح کے بعد لشکر اسلام صحیح و سالم بصرے میں پہونچ گیا۔

مسلمین فارس کی مدد۔

اور اس میں کامیابی۔

عتبہ نے جب اہواز کا انتظام کرلیا۔ اور اس لشکر کے ذریعہ سے سارے فارس کو پامال کر چکے تو بارگاہ امیر المومنین سے حج کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت فاروقؓ نے اجازت دی وہ فوراً حج کے لیے ارض حجاز میں آئے۔ اور حج مبرور سے فارغ ہو کر حکومت بصرے سے اپنا استعفا پیش کردیا۔ مگر حضرت عمرؓ نے منظور نہ کیا۔ اور حکم دیا کہ فوراً اپنی خدمت پر واپس جاؤ۔ انکار غیر ممکن تھا۔ بلا عذر پھر عراق کی راہ لی۔ مگر بطن نخلہ تک پہونچے تھے کہ وفات پائی۔ حضرت عمرؓ نے ان کی وفات کا حال سنا تو اپنے اصرار پر پچھتائے۔ بہت افسوس کیا۔ سفر کر کے ان کے مرقد پر پہونچے۔ اور قبر کے پاس کھڑے ہو کے کہا "موت کا وقت نہ مقرر ہوتا تو میں کہتا کہ میں ہی نے تم کو مار ڈالا۔" پھر ان کی خوبیوں کی تعریف کی۔

حاکم بصرہ عتبہ کی واپسی بغرض حج۔

اور وفات

عتبہ اپنی جگہ پر ابو سبرہ کو مقرر کر آئے تھے۔ آخر سال تک حضرت عمرؓ نے انھیں کو اس خدمت پر بحال رکھا۔ مگر جب سال ختم ہوا تو مغیرہ بن شعبہ کو ان کی جگہ حاکم بصرہ مقرر کیا۔ جس کی وجہ سے یہاں عجیب واقعہ پیش آیا۔ اس کی اصلی بنیاد یہ ہوئی کہ مغیرہ اور ابو بکرہ میں ایک زمانے سے چشمک تھی

مغیرہ بن شعبہ حاکم بصرہ

مغیرہ اور ابو بکرہ میں چشمک

---

[۵] نبطی یا نبطی عراق و فلسطین کے اصلی رہنے والے اور وہاں کے گنوار تھے۔ عرب ان کو اپنی قومیت سے خارج کرتے مگر اب ثابت ہوگیا کہ یہ لوگ نابت بن اسمٰعیل کی نسل سے تھے۔

چلی آتی تھی۔ اور دونوں بصرے میں آمنے سامنے رہتے تھے۔ دونوں کے مکانوں کے درمیان سڑک تھی۔ اور اُن کے بالاخانے سڑک کے کنارے واقع تھے۔ اور دونوں میں کھڑکیاں لگی تھیں ربیع الاول ۱۷ھ میں ایک دن ابوبکرہ کے پاس اُن کے بالاخانے پر نافع بن کلدہ۔ زیاد بن ابوسفیان۔ اور ابوبکرہ کے اخیافی بھائی شبل بن معبد بجلی بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ہوا کے جھونکے سے کھڑکی کھل گئی۔ ابوبکرہ اس کے بند کرنے کو اُٹھے تو سامنے مغیرہ کے کمرے کی کھڑکی کھلی نظر آئی۔ اور اس میں دیکھا کہ مغیرہ کسی عورت سے مقاربت میں مصروف ہیں۔ ندیمان صحبت سے کہا "لو آؤ تماشا دیکھو"۔ سب نے اُٹھ کے دیکھا۔ اور ابوبکرہ نے سب سے کہا "گواہ رہنا"۔ رفقا نے پوچھا "اور یہ عورت کون ہے؟" کہا "اُم جمیل بنت افقم"۔ یہ عورت قبیلۂ بنی عامر بن صعصاع میں سے تھی۔ بصرے میں رہتی تھی۔ اور مغیرہ اور اکثر حکام کے پاس آیا جایا کرتی تھی۔ پھر جب عورت اٹھی تو اس کو سب نے پہچان لیا۔

مغیرہ پر زنا کا الزام۔

اس واقعہ کے بعد مغیرہ نماز پڑھانے کو جامع مسجد میں آئے۔ تو ابوبکرہ نے اُن کو نماز پڑھانے سے روکا۔ اور یہ واقعہ حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا۔ آپ نے فوراً ابوموسیٰ اشعری کو حاکم بصرہ بنا کے روانہ کیا۔ اور چلتے وقت ان کو نصیحت کی کہ "ہمیشہ سنت رسول کی پابندی کرنا"۔ انھوں نے عرض کیا "آپ یہ چاہتے ہیں تو مددگار کی حیثیت سے مجھے چند صحابۂ رسول اللہ صلعم بھی دیجیے۔ اس لیے کہ امت محمدی میں اُن کی وہی حالت ہے جو کھانے میں نمک کی ہوتی ہے"۔ فرمایا "تم کو اختیار ہے جن جن صحابیوں کو چاہو اپنے ساتھ لے جاؤ"۔ اس اجازت کے مطابق ابوموسیٰ نے انتیس صحابیوں کو اپنے ساتھ لیا جن میں انس بن مالک وغیرہ تھے۔

ابوموسیٰ اشعری حاکم بصرہ۔

بصرے میں پہونچتے ہی ابوموسیٰ نے مغیرہ کو امیرالمومنین کا فرمان دیا۔ جس میں یہ مختصر و فصیح الفاظ درج تھے "مجھے ایک امر عظیم معلوم ہوا ہے۔ لہٰذا امارت ابوموسیٰ کے سپرد کر کے فوراً حاضر ہو"۔ حضرت عمرؓ کے حکم کی تعمیل میں چاہے کوئی کتنا ہی بڑا شخص ہو مجال کیا کہ ذرا بھی تامل کرے۔ مغیرہ نے فوراً حکومت کا جائزہ دے دیا۔ اور راہی مدینہ ہوئے۔ اور اسی وقت ابوبکرہ اور اُن کے ساتھی شاہدوں کو بھی مدینے میں حاضر ہونے کا حکم پہونچا۔ اور وہ چاروں صاحب بھی روانہ ہو گئے۔

مغیرہ مدینے میں بلائے گئے۔

جب یہ سب لوگ عدالت گاہ فاروقی کے سامنے پہونچے تو مغیرہ کو ان کا جرم بتایا گیا انھوں نے ان لوگوں سے کچھ جرحی سوالات کیے۔ پھر بتایا کہ میں اپنی بیوی سے ہم بستر تھا

عدالت فاروقی میں ان کا مقدمہ۔

ان کا بیان

اور واقعہ یہ تھا کہ اُن کی بیوی کی صورت اُم جمیل سے بہت ملتی جلتی تھی۔ اب حضرت عمرؓ نے دعوے کے شاہدوں سے ان کا حلفی بیان لینا شروع کیا۔ اور وہ لوگ حلف اُٹھا اُٹھا کے واقعے کو اس طرح دیکھنا کہ شرعی طور پر جُرم کا یقین ہو جائے! اور نیز اس بات کو کہ وہ عورت وہی تھی جس کا نام لیا گیا ہے بیان کرنے لگے۔ ابوبکرہ شبل اور نافع تین آدمیوں نے پوری طرح حلف اٹھا لیا اور ان کا بیان ہو گیا۔ اب فقط ایک شہادت باقی تھی جس کی تکمیل کے لیے زیاد پیش ہوئے انھوں نے اوّل تو یہ کہا کہ عورت اُم جمیل کی ہم شکل تھی۔ میں اس پر حلف نہیں اٹھا سکتا کہ وہی تھی۔ دوسرے یہ کہ میں نے مغیرہ اور اس عورت کو ایسی وضع میں دیکھا کہ مقاربت کا خیال ہو مگر واقعہ کو اس قدر نمایاں طریقے سے نہیں دیکھا کہ میرا معاینہ شرعی شہادت کے اندر آئے۔

اور بہتان تہمت لگانے والوں پر حد

اس کا انجام یہ ہوا کہ مغیرہ جرم سے بَری کر دیے گئے جن تین آدمیوں نے اُن کے خلاف حلف اٹھایا تھا اُن پر تہمت زنا لگانے کی حد جاری ہوئی۔ اور دُرّے پڑے۔ ابوبکرہ وغیرہ کو پٹتے دیکھ کر مغیرہ نے کہا "اب میرا کلیجا ٹھنڈا ہوا!" یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے ڈانٹا اور کہا "خاموش اگر گواہی پوری ہو گئی ہوتی تو بخدا میں تم کو رجم کرتا!"

بارہویں فصل

فتوح صوبۂ فارس و خوزستان اور ساری مملکت عجم پر فوج کشی

صوبۂ فارس پر فوج کشی۔ ہرمزان۔ وہ حاکم فارس مقرر ہوا۔ اس کی نیتیں۔ اس کی سرکوبی کا انتظام۔ اس پر حملہ۔ اس کا بھاگنا۔ اس کا پیام صلح۔ صلح ہوگئی۔ عتبہ کا وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں۔ ہرمزان سے سرحد کا جھگڑا۔ اس کی سرکشی اور اس پر فوج کشی۔ لڑائی اور فتح۔ ہرمزان پھر بھاگا۔ حرقوص اور جزء سرداران اسلام۔ جزء کی قابلیت۔ پھر ہرمزان سے صلح۔ اس سے مسلمان سرداروں سے میل جول۔ حضرت عمر کو رعایا کے آرام کا خیال۔ حرقوص خوارج کے ساتھ۔ یزدجرد مرو میں۔ پھر اس نے اہل عجم کو ابھارا۔ بارگاہ خلافت میں اطلاع۔ ہرمزان کی نگرانی۔ ابو سبرہ سپہ سالار اسلام۔ پھر ہرمزان سے لڑائی اور فتح رام ہرمز۔ فتح ایذج۔ تستر میں جنگ عظیم۔ محاصرۂ تستر۔ سخت معرکہ۔ شہر کا محاصرہ۔ براء کی شہادت۔ اور ایک عجمی کی مدد سے فتح۔ ہرمزان کی آخری کوشش۔ اس کا اسیر ہونا۔ سوس پر حملہ۔ مختلف انتظامات فاروقی۔ ہرمزان دربار فاروقی میں۔ ہرمزان کا زرق و برق لباس۔ اور حضرت عمرؓ کا سادہ بے پیرایہ دربار۔ ہرمزان کی وضع پر حضرت عمرؓ کا قول۔ آپ کی اور ہرمزان کی گفتگو۔ اس کا فریب سے جان بچانا۔ اس کا اسلام اور مدینے میں قیام۔ حضرت عمر کی اپنے سرداروں پر بدگمانی۔ احنف کا معقول جواب۔ شورش نہاوند کی اطلاع۔ سوس کا محاصرہ۔ جندی سابور کا محاصرہ۔ فتح سوس۔ تابوت حضرت دانیالؑ۔ سیاہ سردار عجم۔ فتح مہرجان قذف۔ ہرمزان کے جواہرات۔ سیاہ جویائے حق ہے۔ اس کا مع رفیقوں کے ایمان لانا۔ اس کے دینی خدمات۔ فتح جندی سابور۔ ازغیبی صلح۔ حضرت عمر کا فیصلہ صلح۔ تمام بلاد عجم پر حملہ۔ مختلف جھنڈے۔ ان حملوں کا زمانہ۔

صوبۂ فارس پر فوج کشی۔ اسی سنہ ١٧ھ میں صوبۂ فارس کے شہروں میں سے اہواز، مناذر اور نہرتیری مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔ بعض مورخین اس واقعہ کو سنہ ٢٠ھ کے واقعات میں شامل کرتے ہیں۔ مگر صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ١٧ھ میں فتح ہوئے۔ اس کا محرک یہ امر ہوا کہ قادسیہ کی لڑائی میں جب دولت ساسانی کو شکست ہوئی تو یزدجرد بھاگ کر قم و کاشان میں فروکش ہوا، اور اکثر معزز شہزادے ہمسرکاب تھے۔ انھیں میں ہرمزان نام ایک سردار تھا جو خسرو پرویز کا سالہ اور شیرویہ کا

ہرمزان

ناموس تھا۔ اس نے یزدجرد سے کہا عربوں نے حلوان کی طرف سے تو سلطنت پر حملہ کیا ہی ہے مگر ان کا ایک لشکر اہواز یعنی صوبۂ فارس و خجستان کی جانب بھی موجود ہے اور وہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو ان کو روکے۔"

وہ حاکم فارس مقرر ہوا۔

یزدجرد نے اس کے روکنے کی تدبیر سوچی تو اس نے کہا "مجھے اس طرف روانہ فرمائیے میں عجمیوں کو اپنے ساتھ جمع کر کے عربوں کو روک دوں گا اور صوبۂ فارس یا اہواز سے خراج وصول کر کے بھیجوں گا تاکہ آپ کو دشمنوں کے مقابلے میں مدد ملے"۔ اس تجویز کو یزدجرد نے پسند کیا۔ اور ہرمزان اس علاقے کی حکومت کی سند لے کر شہر تستر میں آیا۔ وہاں کے قلعہ کی مرمت کی۔ رسد فراہم کی۔ اور بڑا بھاری لشکر جمع کر لیا۔[5]

اس کی تاختیں۔

اب خجستان میں ٹھہر کے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ میسان۔ دشت میسان مناذر اور نہر تیری کے علاقوں پر برابر تاختیں کیا کرتا۔ اور وہاں کے امن و امان میں خلل ڈال دیا۔ یہ مقامات چونکہ مسلمانوں کے علاقے سے قریب تھے اس لیے حاکم بصرہ عتبہ بن غزوان نے اس فتنے کے دور کرنے کے لیے سعد بن ابی وقاص سے مدد مانگی۔ انھوں نے نعیم بن مقرن اور نعیم بن مسعود کو ان کے لشکروں کے ساتھ بھیجدیا عتبہ نے ان کو حکم دیا کہ تم لوگ بلندی میسان اور دشت میسان میں جا کے پڑاؤ ڈالو۔ اور عجمیوں اور نہر تیری کے درمیان حائل ہو جاؤ۔

اس کی سرکوبی کا انتظام۔

دوسری طرف سے عتبہ نے سلمی بن القین اور حرملہ بن ریطہ کو جو مہاجرین میں سے تھے بھیجا۔ یہ بھی میسان اور دشت میسان میں جا کے اترے۔ اور عجمیوں اور شہر مناذر کے درمیان حائل ہو گئے۔

اس پر حملہ۔

مقامات مذکورہ میں پڑاؤ ڈال دینے کے بعد دونوں لشکروں میں قرار پایا کہ ایک شب کو ایک لشکر مناذر کی طرف اور دوسرا نہر تیری پر حملہ کرے۔ اور وہاں کے دشمنوں کا قلع و قمع کرنے کے بعد فوراً دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھیں اور ہرمزان کو اپنے درمیان میں گھیر لیں۔ شب مقررہ کو ہرمزان نہر تیری اور مقام دلث کے درمیان میں تھا۔ سلمی جو سپہ گران بصرہ کے سردار تھے اور حرملہ ایک طرف سے۔ اور نعیم بن مقرن جو اہل کوفہ کے سردار تھے دوسری طرف سے بڑھے۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ اسی اثنا میں غالب اور کلیب بھی مسلمانوں کی کمک کو آ گئے۔ ہرمزان کو یکایک خبر ہوئی کہ مناذر اور نہر تیری پر عربوں کا قبضہ ہو گیا۔ اتنا سنتے ہی شکست

---

[5] اخبار الطوال صفحہ ۱۲۰۔

اُن کا بھاگنا

کھا کے بھاگا۔ مسلمانوں نے جو سامنے آیا قتل کرنا شروع کیا۔ ان کا تعاقب کرتے ہوئے دجیل کے کنارے تک چلے گئے۔ دجیل کے اس طرف کا سارا علاقہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ اور دجیل کے کنارے پڑاؤ ڈال دیا۔ ہرمزان پل کے اس پار سوق اہواز میں تھا۔ اور دریائے دجیل دونوں کے درمیان حائل تھا۔

اُن کا پیام صلح۔

اب ہرمزان نے یہ دیکھ کر کہ مجھ میں مقابلے کی طاقت نہیں ہے صلح کی درخواست پیش کر دی۔ سرداران عساکر اسلام نے پیام صلح سے عتبہ کو اطلاع دی۔ اور انھیں کی منظوری پر محمول کر دیا۔ عتبہ نے اس شرط پر صلح قبول کی کہ سارا علاقہ اہواز و مہرجان قذق بجز نہر تیری و مناذر کے مسلمانوں کے قبضے میں رہے۔ اور سوق اہواز کے جس قدر حصے پر مسلمان قبضہ کر چکے ہیں۔ وہ بھی انھیں کا رہے۔ چنانچہ انھیں شرطوں پر صلح ہو گئی۔ اب نہر تیری کے کنارے ایک اسلامی لشکر گاہ قائم کر دی گئی۔ جہاں کے سپہ سالار کلیب مقرر ہوئے۔ اور اسی طرح مناذر میں بھی ایک لشکر گاہ قائم کی گئی۔ جہاں کی فوج کے سردار غالب اور حرملہ تھے۔ یہ دونوں لشکر گاہیں حکومت بصرہ سے وابستہ تھیں۔

صلح ہو گئی۔

عتبہ کا وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں۔

اب عتبہ نے ایک وفد حضرت فاروق کی خدمت میں بھیجا جس میں سلمی اور بہت سے اہل بصرہ تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "تمھارا جو مقصد ہو بیان کرو"۔ انھوں نے کہا "عام لوگوں کے والی اور خبر گیراں تو آپ ہیں۔ مگر ہم اپنا سردار احنف کو بنانا چاہتے ہیں"۔ اب احنف نے حضرت عمرؓ کے سامنے ایک تقریر کی جس میں کوفے اور بصرے کی حالتوں کا مقابلہ کیا اور بصرے کی تنگی ظاہر کر کے یہ خواہش کی کہ ہمیں کچھ زمین بطریق جاگیر کے مل جائے کہ اس پر بسر کریں۔ جناب امیر المومنین نے ان کی درخواست منظور کی۔ اور وہ علاقہ جو کسریٰ کے صرف خاص میں تھا اور کچھ اور علاقہ بھی ان کو عطا کر دیا۔ اور خوش ہو کے فرمایا "یہ جوان سردار اہل بصرہ ہے"۔ اور اپنا یہی فیصلہ عتبہ کو لکھ بھیجا۔ تاکہ اس کے مطابق عمل کریں۔

ہرمزان سے سرحد کا جھگڑا۔

اب ہرمزان اور غالب و کلیب کے درمیان سرحد کے متعلق جھگڑا ہوا۔ ہرمزان سے صلح کے وقت حدود کا فیصلہ ہو گیا تھا۔ یہ نزاع پیدا ہو گئی تو سلمی اور حرملہ اس نزاع کا فیصلہ کرنے کو گئے۔ انھیں دونوں کا بیان سننے اور معائنہ کرنے کے بعد نظر آیا کہ ہرمزان بدعہدی کر رہا ہے۔ اور غالب اور کلیب حق پر ہیں۔ ہرمزان اس فیصلے پر بگڑ گیا۔ اور کردوں سے مدد مانگی۔ اور اپنا لشکر بھی جمع کر کے مقابلے کو تیار ہو گیا۔ سلمی وغیرہ نے یہ واقعات عتبہ کو لکھے۔ اور عتبہ نے حضرت عمرؓ کو خبر کی۔ آپ نے

اُس کی سرکشی اور اُس پر چڑھائی۔

فوراً ہرمزان پر فوج کشی کرنے کا حکم دے دیا۔ اور ساتھ ہی حرقوص بن زہیر سعدی کو جو صحابہ میں سے تھے مسلمانوں کی کمک پر روانہ فرمایا۔ اور انھیں کو لڑائی میں سپہ سالار اعظم اور بعد فتح مفتوحہ علاقے کا والی وحاکم مقرر فرما دیا۔

لڑائی و فتح

آخر کار لڑائی کا وقت آگیا۔ ہرمزان ادھر سے چلا۔ اور ادھر سے لشکر اسلام سوق اہواز کے پل پر پہونچا۔ قرار پایا کہ مسلمان ہی اس پار جاکے مقابلہ کریں۔ چنانچہ لشکر اسلام پل پر سے اُتر گیا۔ اور سوق اہواز کے متصل میدان میں لڑائی ہوئی جس میں ہرمزان کو شکست ہوئی۔ اپنی جان بچا کے بھاگا۔ اور رام ہرمز میں جاکے دم لیا۔ حرقوص سوق اہواز کو فتح کر کے وہیں ٹھہر گئے۔ ان کی ولایت کا علاقہ تستر تک پھیلا ہوا تھا جس میں انھوں نے پارسیوں پر جزیہ مقرر کیا۔ اور مژدۂ فتح خمس کے ساتھ بارگاہ خلافت میں بھیجا۔

ہرمزان پھر بھاگا۔

ہرمزان کے بھاگتے ہی حرقوص نے اس کے تعاقب میں جزء بن معاویہ کو روانہ کر دیا تھا۔ وہ برابر اس کا تعاقب اور جا بجا عجمیوں سے مقابلہ کرتے قریۂ شعر میں پہونچ گئے۔ وہاں بھی ہرمزان نہ ملا تو مقام دورق میں واپس چلے آئے جس سے مراد شہر سرق ہے۔ سرق کی رعایا عربوں کے خوف سے بھاگ گئی تھی۔ جزء نے ان لوگوں کو بلا کے پھر ان کے گھروں میں بسایا۔ اور اپنے حالات حضرت عمرؓ اور عتبہ کو لکھے۔ جناب امیر المومنین نے حرقوص اور جزء دونوں کو لکھا کہ "جن مقامات پر تم قابض ہو وہاں کی حکومت تمھارے ہی قبضہ میں رہے۔"

حرقوص اور جزء سرداران اسلام۔

جزء نہایت ہی منتظم اور بڑے مدبر تھے۔ انھوں نے اپنے علاقے میں متعدد بستیاں آباد کیں۔ نہریں کاٹ کے نکالیں۔ اور جو زمینیں ناقابل زراعت تھیں ان کو مختلف تدبیروں سے قابل زراعت بنا دیا۔ اسی اثنا میں ہرمزان نے پھر صلح کا پیام دیا۔ اور حضرت عمرؓ نے اس کو اس شرط پر قبول کیا کہ جو حصۂ ملک مسلمانوں کے قبضے میں ہے انھیں کے پاس رہے۔ مجبوراً ہرمزان نے قبول کیا۔ اور مسلمانوں میں اور اس میں پھر صلح ہو گئی۔ اب اس نے سرداران اسلام سے میل جول بڑھایا۔ ان دنوں ان علاقوں میں اکثر وحشی و بدوی کرد حملے اور لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ اس اتحاد کا یہ نتیجہ ہوا کہ اب جب کبھی کرد حملہ کرتے تو ہرمزان اور مسلمان دونوں مل کر انھیں بھگا دیتے۔ اور ہرمزان اکثر مسلمان سرداروں کے یہاں آکے مہمان رہتا۔ اور ان کا گہرا دوست بنا ہوا تھا۔

جزء کی قابلیت۔

پھر ہرمزان سے صلح۔

اس سے مسلمان سرداروں سے میل جول۔

حرقوص نے آب و ہوا کی لطافت اور مناظر کی دلکشی کے خیال سے کوہ اہواز کی بلندی پر سکونت اختیار کی تھی جس کی وجہ سے رعایا اور طالبین سلطنت کو اُن کے پاس آمد و رفت کرنے میں

حضرت عمر کو [illegible] کے آرام کا خیال۔

سخت دشواری پیش آیا کرتی۔ اس کی خبر حضرت عمرؓ کو ہوگئی۔ فوراً حکم بھیجا کہ پہاڑ سے اُتر کے نیچے میدان میں رہا کرو۔ تاکہ مسلمانوں اور ذمیوں کو تم تک پہونچنے میں دشواری نہ ہو۔ حرقوص جنگ صفین تک یہیں رہے اور اس کے بعد حروراء والوں نے جب حضرت علیؓ پر خروج کیا اور ان کی مخالفت سے خوارج کے فرقے کی بنیاد ڈالی۔ تو یہ بھی اس تحریک میں شریک۔ اور نہروان کی لڑائی میں خوارج کے ساتھ تھے۔

حرقوص خوا... کے ساتھ

گذشتہ فتح اہواز کو بعض لوگ سنہ ۱۶ھ میں اور بعض سنہ ۱۹ھ میں بتاتے ہیں۔ مگر زیادہ تر قرین قیاس یہی ہے کہ یہ واقعات سنہ ۱۷ھ میں پیش آئے۔

چند روز بعد حرقوص اور جزء وغیرہ کو خبر ملی کہ یزدجرد مرو میں جا کے ٹھہرا ہے اپنی سلطنت کے زوال اور بہت سے ملک کے اپنے قبضے سے نکل جانے پر ہر وقت کف افسوس ملا کرتا ہے۔ اور لوگوں کو غیرت دلا دلا کے حمایت وطن پر ابھارا کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساری مملکت عجم میں ایک خطرناک برہمی پیدا ہوگئی ہے۔ سب لوگ لڑنے مرنے اور جان دینے کو تیار ہیں۔ چنانچہ اہل اہواز نے بھی جو مسلمانوں کی قلمرو میں شامل ہیں اس سے خفیہ مراسلت کر کے مدد دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اور کسی زبردست مقابلے کے لیے ایران کے تمام صوبوں اور سرداروں میں مراسلت ہو رہی ہے۔ اور عنقریب فوجی نقل و حرکت شروع ہوا چاہتی ہے۔ ان سب سرداران عرب نے یہ واقعات بارگاہ خلافت میں لکھے۔ حضرت عمرؓ نے فوراً سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ نعمان بن مقرن کی سرداری میں ایک زبردست لشکر اہواز کی طرف روانہ کرو۔ تاکہ یہ سب لوگ ہرمزان کے قریب اُتریں۔ اور اس کے حالات اور ارادوں کی تفتیش کرتے رہیں۔ ساتھ ہی حاکم بصرہ ابو موسیٰ اشعری کو تاکید لکھا کہ تم بھی ایک لشکر عظیم اہواز میں بھیجو۔ سہیل کے بھائی سعد بن عدی کو اس کا سردار مقرر کرو۔ براء بن مالک۔ مجزاۃ بن ثور۔ عرفجہ بن ہرثمہ وغیرہ نامور بہادران کو ان کے ساتھ کر دو۔ اور اہل کوفہ اور بصرہ کی عام سرداری پر ابو سبرہ بن رہم رہیں۔

یزدجرد مرو میں

یزدجرد نے اہل عجم کو ابھارا۔

بارگاہ خلافت میں اطلاع۔

ہرمزان کی نگرانی۔

الغرض ایک طرف سے نعمان بن مقرن عسکر کوفہ کو لیکر اہواز پہونچے۔ حرقوص سلمی اور حرملہ کو پیچھے چھوڑا اور ہرمزان کے مقابلے کے لیے رام ہرمز کی طرف بڑھے۔ ہرمزان نے سنا تو وہ بھی نہایت تیزی کے ساتھ کوچ کرتا ہوا آیا اور مقام اربک میں دونوں لشکروں کا سامنا ہوا۔ فوراً لڑائی چھڑ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں ہرمزان شکست کھا کے بھاگ گیا اور تستر میں پہونچا۔ نعمان نے فوراً بڑھ کے رام ہرمز پر قبضہ کر لیا۔ دو چار روز وہاں قیام کیا اور آگے قدم بڑھا کے شہر ایذج میں پہونچے وہاں کے حاکم تیرویہ کو مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔ اطاعت اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ

ابو سبرہ سپہ سالار اسلام۔

کر کے اُس نے اطاعت قبول کر لی جس کے بعد نعمان رامہرمز واپس آ کے ٹھہر گئے۔

دوسری طرف اہل بصرہ کا لشکر چلا تو سوق اہواز میں آ کے اترا۔ یہ لوگ رامہرمز کی طرف بڑھنے کے ارادے میں تھے کہ سُنا نعمان نے ہرمزان کو شکست دے کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور ہرمزان اب شہر تستر میں مقیم ہے۔ لہٰذا وہ تستر کی طرف روانہ ہوئے نعمان نے بھی اس طرف کوچ کر دیا۔ اور دیگر تمام سرداران عرب حرقوص، حرملہ سلمی اور جزء سب نے اس طرف رُخ کیا۔ یہاں تک کہ تستر کے گرد سب کا اجماع ہو گیا۔ اور سب نے مل کے ارادہ کیا کہ ہرمزان کے فتنے کا بالکل خاتمہ کر دیں۔ (تستر میں جنگ عظیم)

ہرمزان یہاں موجود تھا اس کے لشکر میں علاقہ کوہستان اہواز اور فارس کے لوگ تھے۔ اور انھوں نے گرد خندقیں کھود لی تھیں حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ کو بھی جو بصرے کے حاکم تھے مسلمانوں کی کمک پر روانہ کر دیا تھا۔ غرض وہ بھی آ گئے۔ اور سارے لشکر کے سپہ سالار اعظم ابو سبرہ[۵] تھے۔ عساکر عرب یہاں ہرمزان کو کئی مہینے تک گھیرے پڑے رہے۔ یہاں مجوسیوں سے تقریباً اسی لڑائیاں ہوئیں جن میں کبھی یہ غالب آئے اور کبھی وہ پچھلی لڑائی نہایت ہی سخت تھی۔ (محاصرۂ تستر)

اس لڑائی میں لشکر اسلام اس شان سے بڑھا کہ میمنہ کے سردار انس بن مالک کے بھائی براء بن مالک میسرہ کے سردار مجزاۃ بن ثور بکری۔ سارے لشکر کے افسر انس بن مالک اور پیدلوں کے سردار سلمہ بن رجاء تھے۔ لڑائی چھڑتے ہی بے انتہا خونریزی ہونے لگی۔ اور برابر لوگ کٹ کٹ کے اور مر مر کے گر رہے تھے۔ اتنے میں کسی نے براء سے کہا "آپ مستجاب الدعوات ہیں درگاہ الٰہی میں دعا کیجیے کہ دشمنوں کو شکست ہو"۔ انھوں نے ہاتھ اُٹھا کے دُعا کی کہ "بار الٰہا ان لوگوں کو شکست دے اور مجھے شہادت نصیب ہو"۔ اس کو تھوڑی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ مسلمانوں نے زبردست حملہ کر کے دشمنوں کو خندقوں کے اندر بھگا دیا۔ اور ان کے پیچھے خود بھی خندقوں کے حصار میں گھس پڑے۔ مجوسیوں نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان خندقوں کے حصار میں آ گئے تو بھاگ کر شہر کے اندر ہو رہے۔ اور پھاٹک بند کر لیے۔ مسلمانوں نے فوراً شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ براء بن مالک شہید ہوئے۔ عجمیوں کی طرف ایک ہزار آدمی قتل اور چھ سو اسیر ہوئے۔ (سخت معرکہ) (شہر کا محاصرہ) (براء کی شہادت)

ف ۵: ابو حنیفہ دینوری سپہ سالار اعظم ابو موسیٰ اشعری کو بتاتے ہیں۔

اور ایک ... کی مدد ... فتح

اب محاصرہ سختی کے ساتھ قائم تھا کہ ایک رات کو شہر کے شرفائے عجم میں سے ایک شخص چھپ کر ابو موسیٰ کے پاس آیا اور کہا "اگر آپ مجھے میرے اہل و عیال میرے مال و اسباب اور میری جائداد کو امان دینے کا وعدہ کریں تو میں ایسی تدبیر کروں کہ آپ بزورِ شمشیر شہر کو فتح کرلیں۔ ابو موسیٰ نے کہا اگر تم نے ایسی تدبیر کردی تو میں تمہاری سب شرطیں منظور کرتا ہوں۔ اس شخص کا نام سینہ تھا۔ ابو موسیٰ نے امان دینے کا وعدہ کرلیا۔ تو اُس نے کہا "اپنے لوگوں میں سے کسی کو میرے ساتھ بھیجیے"۔ ابو موسیٰ نے سب لوگوں کی طرف دیکھ کے کہا "کون شخص اپنی جان کو خدا کے ہاتھ بیچ کر اس کے ساتھ جائے گا جس پر مجھے بھروسا نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ اُسے یہ ہلاک کر ڈالے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ صحیح و سالم و بامراد واپس آئے۔ اگر مارا گیا تو جنت میں جائے گا۔ اور زندہ بچا تو اپنی جانبازی سے سب بھائیوں کو فائدہ پہونچائے گا"۔ اشرس نام ایک شیبانی بزرگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ابو موسیٰ سے اجازت لیکر اس عجمی کے ساتھ گئے اور دجیل کے اندر اُترکے ایک بدررو کے ذریعے سے شہر میں داخل ہوئے۔ اور خاص سینہ کے گھر میں نکلے۔ وہاں اس نے اشرس کو عجمی قبا طیلسان پہنائی اور خدمت گاروں کی طرح ساتھ لے کر سارے شہر میں پھرا کر کل راستے دکھا دیے۔ اسی سلسلے میں پھاٹک پر لے جاکر پہرے والوں کی حالت دکھائی۔ پھر قصرِ حکومت پر لے جاکر ہرمزان کی صورت دکھائی جو اپنے دروازے پر بیٹھا تھا۔ گرد مرزبانانِ عجم تھے۔ اور سامنے شمع روشن تھی۔ پھر اپنے گھر کے اسی بدررو کے راستے سے ان کو لشکر اسلام میں پہونچا دیا۔ اب اشرس دو سو آدمیوں کو ساتھ لے کے پھر اسی راہ سے شہر میں داخل ہوئے۔ سینہ کے گھر میں خوب مسلح ہو کر لڑائی کے لیے تیار ہوگئے۔ پھر شہر کے پھاٹک پر جاکے پہرے والوں اور دربانوں کو قتل کر کے پھاٹک کھول لیا۔ اور زور و شور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اُن کی تکبیر سنتے ہی باہر کے سپاہی جو تیار کھڑے تھے تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے شہر میں گھس پڑے۔ رات ہی کو قتل و قمع کا بازار گرم ہوگیا۔ اور جو سامنے آیا قتل ہوا۔

قریب قریب یہی واقعہ ابن اثیر میں بھی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ عجمی ہمدرد کا نام نہیں بتایا ہے اور نہ یہ لکھا ہے کہ وہ لشکر اسلام میں آیا۔ بلکہ اُس نے تیر میں باندھ کے ایک کاغذ مسلمانوں کی طرف پھینکا جس میں اس کی شرطیں درج تھیں۔ اور جب مسلمانوں نے اس طریقے سے اس کی شرطیں قبول کیں تو اُس نے اسی طرح کاغذ پر لکھ کے شہر میں آنے کی تدبیریں بتائیں۔

۵۔ اخبار الطوال۔ صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲۔

بہرحال لشکر اسلام شہر میں داخل ہوگیا۔ اور دشمنوں کا قلع قمع ہونے لگا۔

ہرمزان کی آخری کوشش

ہرمزان نے جو یہ حالت دیکھی تو اندر کے قصر میں گھس کے پھاٹک بند کروا لیے۔ اور مسلمانوں نے اس قصر کو گھیر لیا۔ مگر قصر میں بیٹھ کے کب تک لڑ سکتا تھا۔ مجبوراً اس شرط پر باہر نکل آیا کہ اس کے بارے میں خود حضرت فاروق اعظمؓ جو فیصلہ کریں اس پر عمل ہو۔ اس شرط پر اس نے ہتھیار رکھ دیے باہر آیا اور اسیر کر لیا گیا۔

اس کا اسیر ہونا۔

اب سارے شہر میں قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ جب مسلح دشمنوں سے شہر خالی ہوا تو امان دی گئی۔ اور مال غنیمت خمس نکال کے تقسیم ہوا۔ یہاں کی غنیمت میں ہر سوار کو تین ہزار اور ہر پیدل کو ایک ہزار درہم ملے جس شخص نے مدد دی تھی اُس کو فوراً امان دی گئی۔

اس قیامت خیز رات کو بہت سے مسلمان بھی شہید ہوئے۔ برا بن مالک پہلے اور مجزاۃ بن ثور آج رات کو خود ہرمزان کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ابو سبرہ نے بذات خود شہر سوس تک مفرورین کا تعاقب کیا اور سوس ہی میں جا کے اُتر پڑے۔ جہاں نعمان بن مقرن۔ اور ابو موسیٰ بھی ان کے ساتھ تھے

سوس پر حملہ

اب مال خمس کے ساتھ فتح کی خوشخبری حضرت عمرؓ کو بھیجی گئی۔ اور حضرت عمرؓ نے فوراً ابو موسیٰ اشعری کو حکم بھیجا کہ وہ پھر واپس جا کے حکومت بصرہ اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ یہ تیسری بار اُن کا تقرر حکومت بصرہ پر ہوا تھا۔ زر بن عبداللہ فقیمی جو صحابہ میں سے تھے لشکر گاہ جندی سابور میں جا کے ٹھہرے۔ اور جند بصرہ کا حاکم حضرت عمرؓ نے مقترب کو مقرر فرمایا۔ ان کا شمار بھی صحابۂ کرام میں تھا۔ ان کا نام تو اسود بن ربیعہ تھا۔ مگر مقترب خطاب ہے جو حضور سرور عالم نے مرحمت فرمایا۔ ایمان لانے کو جب بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا میں تقرب الٰہی حاصل کرنے کو آپ کی خدمت میں آیا ہوں حضور رسول خدا صلعم نے فرمایا۔ "تو تم مقترب ہو" اسی وقت سے ان کا لقب مقترب ہو گیا۔ مگر سوس کے فتح ہو جانے تک یہ سب حضرات یہیں رہے۔

مختلف انتظامات فاروقی۔

ابو سبرہ نے اس مہم سے فراغت حاصل کر کے ایک وفد دربار فاروقی میں بھیجا۔ جس میں انس بن مالک اور احنف بن قیس تھے۔ اور انھیں کے ہمراہ ہرمزان بھی تھا۔ ہرمزان کے ساتھ اُس کے گھر والوں اور بہت سے معزز زمینداران عجم نے بھی ہتھیار رکھے تھے۔ لہٰذا وہ بھی اس کے ساتھ بھیجے گئے۔ غرض انس اور احنف کے ہمراہ کل تین سو آدمیوں کا گروہ تھا جو آستان خلافت کی طرف چلا۔

---

۵ ابن اثیر جلد ۲۔

صحرائے عرب میں داخل ہونے کے بعد ایک روز اس قافلے نے تالاب سمینہ کے کنارے پڑاؤ ڈالا۔ اس تالاب میں تھوڑا سا پانی تھا اور جو بدوی عرب اس پر قابض تھے پانی لینے سے مانع ہوئے اور ڈرے کہ اتنے لوگوں نے پانی لیا تو تالاب میں پانی نہ باقی رہیگا۔ مگر جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ انس بن مالک ہیں تو ہٹ گئے کسی نے حضرت انسؓ سے کہا ان لوگوں نے جو پانی سے روکنے کا ارادہ کیا تھا اس کا آپ حضرت عمرؓ سے تذکرہ کر دیں یہ سن کر ہرمزان نے حیرت سے کہا "کیا کوئی اس سے بھی خراب جگہ ہو سکتی ہے جہاں سزا کے طور پر یہ لوگ لے جا کے رکھے جائیں ۵؟"

ہرمزان کا مشرقی و مرصع لباس۔

اب یہ قافلہ مقدس شہر مدینہ میں داخل ہوا۔ احنف اور انس نے ہرمزان کو خاص اس کا دیبا اور کارچوب کے کام کا خلعت پہنا دیا۔ اس کا تاج مکلل جس میں یاقوت جڑے تھے اس کے سر پر رکھا۔ اور اس کا سارا زیور بھی اس کو پہنا دیا۔ تاکہ حضرت عمر اور مسلمانانِ مدینہ سرورانِ عجم کی شان اور آن بان دیکھ لیں۔

اور حضرت عمرؓ کا پیغمبرانہ سادہ دربار۔

راستے میں معلوم ہوا کہ حضرت فاروقؓ مسجد نبوی میں تشریف رکھتے ہیں اور کوفے کا ایک وفد پیش ہے۔ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ وفد رخصت ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے اپنی عبا گٹھری بنا کے سرہانے رکھ لی ہے۔ اس پر سر رکھے لیٹے ہیں۔ اور آنکھ لگ گئی ہے۔ مگر درّہ ہاتھ میں ہے۔ چپکے سے قریب بیٹھ گئے۔ ہرمزان نے ہمراہیوں سے پوچھا "جناب عمرؓ کہاں ہیں؟" جواب ملا "یہ کیا سو رہے ہیں"۔ اس نے حیرت زدہ ہو کے پوچھا "اور چوبدار۔ عرض بیگی۔ اور معتمد کہاں ہیں؟" اس کا جواب یہ تھا کہ "یہاں نہ پہرہ ہے نہ چوکی۔ نہ چوبدار ہے نہ معتمد؟" یہ سن کر اس نے کہا "تو ان کو بادشاہ نہیں رسول ہونا چاہیے"۔ ساتھیوں نے بتایا کہ "یہ رسول تو نہیں ہیں کام انبیا ہی کے سے ہیں!"

ہرمزان کی نسبت حضرت عمرؓ کا قول۔

ان لوگوں کے اس سوال و جواب میں حضرت عمرؓ کی آنکھ کھل گئی۔ فوراً اٹھ کے بیٹھ گئے۔ ہرمزان کو سر سے پانوں تک دیکھا اور پوچھا "یہی ہرمزان ہے؟" عرض کیا گیا کہ "جی ہاں یہی ہے"۔ فرمایا "الحمد للہ کہ اسلام کے آگے یہ اور اس کی وضع کے لوگ ذلیل ہوئے"! پھر فرمایا "اس کے یہ کپڑے اتار دو"۔ اور جب وہ شاہانہ مرصع خلعت و تاج اتار کے معمولی کپڑے پہنا دیے گئے تو

آپکی اور ہرمزان کی گفتگو۔

اس سے مغیرہ بن شعبہ کی وساطت سے جو فارسی زبان جانتے تھے گفتگو شروع کی۔ پوچھا "ہرمزان۔ بتا اپنی غداری اور خدائے عزوجل کے حکم کا کیسا انجام پایا؟" اس نے کہا "اس سے پیشتر

۵ اخبار الطوال صفحہ ۱۳۲

ہم آپ پر غالب تھے مگر اب آپ ہم پر غالب آ گئے" حضرت عمرؓ نے فرمایا "تمہارے پاس اس کا
کیا جواب ہے کہ تم نے مکرر بد عہدی دغابازی کی؟" اب ہرمزان پر ہیبت عمری و صولت فاروقی
اس قدر طاری تھی کہ منہ سے جواب نہ نکلتا تھا۔ کہنے لگا "مجھے اندیشہ ہے کہ اس سوال کا جواب
دینے سے پہلے نہ قتل کر ڈالا جاؤں"۔ فرمایا "ڈرو نہیں جب تک اس کا جواب نہ دے لوگے

اس کا فریب سے جان بچانا

قتل نہ کیے جاؤ گے"۔ اب اُس نے پانی مانگا! ایک موٹے اور بھدّے پیالے میں پانی آیا۔ تو
اُسے دیکھ کے بولا "میں چاہے مار ڈالا جاؤں مگر اس ظرف میں تو پانی نہیں پی سکتا"۔ اس کے
مذاق کے مطابق ایک نفیس اور سُبک کٹورے میں پانی لایا گیا۔ کٹورے کو ہاتھ میں لے کے بولا
"شاید میں پانی پیتے ہی میں قتل کر ڈالا جاؤں"۔ ارشاد ہوا "نہیں جب تک پانی نہ پی لوگے نہ قتل ہو گے"
اب اس نے کٹورہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا "مجھے پیاس نہیں ہے مجھے تو جان کی امان ملنے کی
ضرورت تھی"۔ فرمایا "نہیں تو قتل ہو گا" اس نے کہا "مگر آپ تو امان دے چکے"۔ فرمایا "تو جھوٹا ہے"
میں نے امان نہیں دی"۔ انس بن مالک اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا "امیر المومنین۔ یہ سچ کہتا ہے۔
آپ نے اس کو امان دی"۔ فرمایا "بھلا میں مجزاۃ اور براء کے قاتل کو امان دوں گا" انس نے
کہا "آپ خود ہی فرما چکے کہ جب تک تم جواب نہ دو گے نہ مارے جاؤ گے۔ اور جب تک پانی
نہ پی لو گے نہ قتل کیے جاؤ گے۔ اب جب تک یہ جواب نہ دے اور پانی نہ پیے آپ اسے نہیں
قتل کر سکتے"۔ اور لوگوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔ اور حضرت فاروق نے ہرمزان سے کہا
"تو نے مجھے فریب دیا۔ لیکن جب تک تو دین اسلام نہ قبول کرے میں تیرے فریب میں نہ آؤں گا"۔

اس کا اسلام اور مدینے میں قیام

یہ سُن کر ہرمزان کلمۂ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گیا۔ اور حضرت عمرؓ نے ہزار درہم سالانہ اس کا
وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور اس نے مدینہ طیبہ کی سکونت اختیار کر لی۔

حضرت عمر کی اپنے سرداروں پر بدگمانی

اب حضرت فاروق نے وفد کے دیگر حضرات کی طرف توجہ کی۔ اور فرمایا "معلوم ہوتا ہے
مسلمان ذمیوں کو ستاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ بدعہدی پر آمادہ ہو جاتے ہیں"۔ احنف
اور انس نے کہا "ہمیں تو کوئی ایسا واقعہ نہیں یاد ہے کہ مسلمانوں نے کوئی بدعہدی کی ہو۔ اور
اپنی غیر مسلم رعایا کو ستایا ہو۔ فرمایا "تو پھر ان باتوں کا کیا سبب ہے؟" اس کے جواب میں

احنف کا معقول جواب

کچھ دیر تک دونوں صاحب خاموش رہے۔ پھر احنف کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کیا "امیر المومنین
آپ نے دشمنوں کے شہروں پر بڑھنے اور لڑنے سے روک دیا ہے۔ اور ان لوگوں کی یہ
حالت ہے کہ اُن کا بادشاہ اُن کے درمیان میں موجود ہے۔ جو اپنے نقصانات کو کسی طرح

نہیں بھول سکتا اور ہمیشہ اُن کو لڑنے کے لیے ابھارتا رہتا ہے جب تک وہ موجود رہے گا یہی حالت رہے گی۔ اور وہ لوگ ہمیشہ ہم سے لڑتے رہیں گے۔ دو بادشاہوں میں جب تک ایک دوسرے کو نکال نہ دے صلح نہیں ہوسکتی۔ اور آپ یہ برابر دیکھتے رہے ہیں کہ ہم نے اس وقت تک جو کچھ فائدہ اٹھایا اور جتنا ملک اپنے قبضے میں کیا سب ان لوگوں کی بدعہدی اور غداری ہی کی بدولت ہے۔ لہذا جب تک آپ ہمیں اس بات کی اجازت نہ دیں گے کہ اُن کے شہروں کی طرف بڑھیں اور ان کی سلطنت کو مٹا دیں۔ اس وقت تک ان غداریوں کا سلسلہ نہیں موقوف ہوسکتا۔ جب اُن کی سلطنت مٹ جائے گی تب اہل فارس کی اُمیدیں اور ہوسیں بھی خاک میں مل جائیں گی"۔ احنف کی یہ موجہ و مدلل تقریر سُن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ اور اس کے بعد اُن کی درخواستوں پر غور کیا۔

شورش نہاوند کی اطلاع۔ اسی اثنا میں حضرت عمرؓ کے پاس اس مضمون کی تحریر پہونچی کہ عجمی نہاوند میں جمع ہوئے ہیں۔ اور سخت مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ یہ تحریک کافی تھی۔ فوراً حکم دے دیا کہ عساکر اسلام بلاد ایران کی طرف بڑھیں۔ اور اُن پر قبضہ کریں۔

سوس کا محاصرہ جندی سابور کا محاصرہ۔ ابو سبرہ شہر سوس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ برابر لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ اور ہر لڑائی میں سوس والوں کو نقصان ہوتا۔ مقترب بھی یہیں تھے۔ نعمان سپہ سالار عساکر کوفہ بھی یہیں تھے۔ اور دوسری طرف زر اہل جندی سابور کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔

اس اثنا میں بارگاہِ خلافت سے فرمان آیا جس میں حکم تھا کہ نعمان سوس سے نہاوند جائیں۔ عجمیوں سے مقابلہ کریں۔ یہ حکم پاتے ہی ان لوگوں نے کوشش کی کہ سخت دھاوے کر کے دو ہی چار روز میں سوس پر قبضہ کرلیں تو لشکر نہاوند کی طرف روانہ ہو۔ اور ایسا ہی ہوا۔ مسلمانوں نے جانوں پر کھیل کے

فتح سوس۔ حملہ کیا تو کوئی مزاحمت ان کے حملے کو نہ روک سکی۔ زبردستی پھاٹک توڑ کے اندر گھس پڑے۔ اور محصورین نے بے دست و پا ہو کے غل مچایا "صلح صلح"۔ یہ درخواست اگرچہ شہر کے فتح ہو جانے کے بعد تھی۔ مگر قبول ہوئی۔ اور شہر والوں کو امان دی گئی۔

ابو حنیفہ دینوری کا بیان ہے کہ سوس کے حاکم نے لڑائی سے عاجز آکر درخواست دی کہ اسّی آدمیوں کو جن میں میں اور میرے اعزا و وابستگان دامن شامل ہیں جان و مال کی امان دی جائے تو میں شہر خالی کر دوں۔ یہ شرط قبول کی گئی۔ اور حاکم اسی آدمی گنوایا گیا جن کو امان دے دی گئی مگر اپنا نام لینا بھول گیا جس کے باداش میں وہ قتل ہوا۔[۱]

---

[۱] اخبار الطوال صفحہ ۱۳۳۔

تابوت حضرت دانیالؑ۔

سوس میں کہتے ہیں کہ حضرت دانیالؑ کی لاش تابوت میں رکھی ہوئی تھی جس کی لوگ تعظیم کرتے اور قحط اور مصیبتوں کے زمانے میں اسی کو وسیلہ بنا کے خدا سے مصیبت دور ہونے کی دعا کرتے مسلمانوں کا اس شہر پر قبضہ ہوا تو ابو سبرہ نے اس تابوت کا حال حضرت امیر المومنین کو لکھا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس تابوت کو زمین میں دفن کردو۔

سیاہ سردار عجم۔

فتح سوس ہی کے سلسلے میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جلولا کے واقعہ کے بعد یزدجرد اصطخر میں چلا گیا اور اس کے ہمراہ سیاہ نام ایک سردار تھا جس کے ساتھ ستر اکابر عجم تھے۔ لہذا اُس نے سیاہ کو سوس میں۔ اور ہرمزان کو تستر میں بھیجا۔ سیاہ بادشاہ سے رخصت ہو کر کلتانیہ نام ایک مقام میں ٹھہرا۔ اسی اثنا میں اہل سوس کو معلوم ہوا کہ جلولا کی لڑائی میں عجمیوں کو سخت شکست ہوئی اور یزدجرد اصطخر چلا گیا۔ انھوں نے فوراً ابو موسیٰ کو جو محاصرہ کیے ہوئے تھے اطاعت و صلح کا پیام دیا۔ اور وہ اُن سے صلح کر کے رام ہرمز چلے گئے۔ اور وہاں سے کوچ کر کے تستر پہونچے۔

فتح مہرجان قذق۔

اب ابوموسیٰ اشعری نے منجوف بن ثور کو شہر مہرجان قذق پر بھیجا۔ اور سائب بن اقرع اُن کے ساتھ گئے۔ فوراً شہر مذکور فتح ہوگیا۔ اور سائب قصر ہرمزان میں پہونچے۔ جو ہرمزان مذکور کے وطن صیمرہ سے ایک میل کی مسافت پر تھا قصر میں داخل ہو کر اس کے متعلق مکانوں کی سیر کی ایک مکان میں دیکھا کہ دیوار پر ایک تصویر بنی ہے جو انگلی سے زمین کی طرف اشارہ کر رہی ہے

ہرمزان کے جواہرات۔

سائب نے دل میں کہا اس تصویر کا اشارہ کرنا بے وجہ نہیں معلوم ہوتا۔ اس جگہ کھدوانا شروع کیا تو ایک صندوقچہ برآمد ہوا جس میں ہرمزان کے جواہرات بند تھے۔ سائب نے ایک نگینہ اس میں سے لے لیا۔ اور باقی جواہرات کو اُسی طرح صندوقچہ میں بند کر کے ابوموسیٰ کے پاس بھیج دیا۔ اور ایک نگینہ کے نکال لینے کے بابت کہلا بھیجا کہ وہ مجھے معاف کر دیا جائے۔ ابوموسیٰ نے اس کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے اس کو خود ہرمزان کے پاس بھیجا اور پوچھا "اُس کو پہچانتے ہو؟" اس نے جواب دیا "جی ہاں پہچانتا ہوں" مگر اس میں کا ایک نگینہ غائب ہے"۔ تب حضرت عمرؓ نے اس کو بتایا کہ تقسیم کرنے والا سالار فوج نے اس کو مانگ لیا۔ ہرمزان بولا "مگر معلوم ہوتا ہے اس کو جواہرات کی پرکھ بہت اچھی ہے[۲]۔

---

[۱] ابن اثیر جلد ۳۔

[۲] اخبار الطوال صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴۔

مسلمانوں کی تمام فتحوں کے حالات سیاہ نے جو سُنے تو کلتانیہ سے کوچ کر کے رامہرمز اور
(سیاہ جو ... ہے)
تستر کے درمیان ایک مقام پر پڑاو ڈالا۔ اور تمام اکابر عجم جو ہمراہ تھے ان کو جمع کر کے کہا "تم سب کو یاد ہوگا کہ ہماری صحبتوں میں اکثر تذکرہ ہوا کرتا تھا کہ اہل عرب اس مملکت پر غالب آئیں گے۔ اپنے جانوروں کو اصطخر کے ایوانوں میں پانی پلائیں گے۔ اور باغوں میں اپنے گھوڑے باندھیں گے وہ تو فقط باتیں تھیں۔ مگر اب تم نے عربوں کا غلبہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ لہٰذا اب غور کرو اور بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے" سب نے کہا "جو آپ کی رائے ہو وہی ہماری رائے ہے"۔ اس نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ اب ہم ان لوگوں کا دین قبول کرلیں۔ سب نے اس تجویز میں اس کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور اس نے شیرویہ نام ایک شخص کو دس سرزمین عجم کے ساتھ ابوموسیٰ اشعری کے پاس بھیجا۔ انھوں نے کہا "شرط یہ ہے کہ تم لوگ ہمارے ساتھ شریک ہو کر اہل عجم سے مقابلہ کرو۔ اور عربوں سے نہ لڑو۔ کوئی عرب سردار تم پر حملہ کرنے کا ارادہ بھی کرے گا تو ہم اس کو روک دیں گے۔ اور یہ اقرار کرلینے کے بعد تمہارا جہاں جی چاہے ٹھہرو آزاد ہو۔ علاوہ بریں اگر تم نے اپنے اقرار کے مطابق دین اسلام قبول کرلیا۔ تو حضرت عمر فاروقؓ تم کو جاگیریں دیں گے۔ اور تمہارے
(اس کا مع فوج کے ایمان لانا۔)
حال پر مہربان ہوں گے۔ یہ سفارت واپس گئی تو سیاہ نے اور اس کے ہمراہیوں نے دین اسلام قبول کرلیا۔ اور بارگاہِ خلافت سے اس کو جاگیریں عطا ہوئیں۔ اور اب سیاہ وغیرہ ایسے پُرجوش مسلمان تھے کہ تستر کے محاصرے میں مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے۔

اور ایک مرتبہ تو انھوں نے کمال کر دیا۔ مسلمان ایک عجمی قلعہ کو گھیرے ہوئے تھے۔ سیاہ نے
(اس کے دینی خدمات)
یہ کارروائی کی کہ عجمی لباس پہنا۔ پھر کپڑے خون میں لتھڑائے۔ اور قلعہ کے نیچے ایک زخمی اور درماندہ شخص کی طرح پڑ گئے۔ قلعہ والوں نے خیال کیا کہ یہ ہم ہی میں کا کوئی شخص ہے۔ پھاٹک کھول کے چاہا کہ ان کو اندر اٹھا لے جائیں۔ یکایک وہ اُٹھ کر ان پر جھپٹ پڑے۔ اور اس شجاعت سے حملہ کیا کہ عجمی پھاٹک چھوڑ کے بھاگ گئے۔ اور انھوں نے پھاٹک پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد لشکر اسلام نے حملہ کر دیا۔ اور وہ قلعہ تنہا انھیں کی کوشش سے فتح ہوگیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تستر ہی کی فتح کا واقعہ ہے۔

اب فارس کے مشہور شہروں میں فقط جندی سابور باقی تھا جس کا زر بن عبداللہ محاصرہ
(فتح جندی سابور)
کیے ہوئے تھے۔ جب سوس کی فتح کے بعد وہاں اور کمک پہونچ گئی اور شہر والوں پر زیادہ سختی ہوئی تو اسی اثنا میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جو اپنی نوعیت میں بالکل نیا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے

از غیبی صلح

عجمیوں کے قلعے پر ایک تیر گرا جس میں ایک تحریر بندھی تھی لیکن یہ خبر کسی کو نہ تھی وہ تیر کس نے پھینکا۔ اس تیر کے پھینکے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد قلعہ کا پھاٹک کھل گیا۔ اور اہل قلعہ بے تکلف نکل نکل کے شہر کے بازاروں میں پھرنے لگے۔ مسلمانوں کو حیرت تھی سبب پوچھا تو جواب ملا کہ "تمھیں نے تو ہم سے تیر پھینک کے امان مانگنے کو کہا، لہٰذا ہم امان مانگتے ہیں۔" مسلمانوں نے کہا "ہم نے تو تم سے یہ نہیں کہا۔" انھوں نے تحریر دکھائی۔ اب لشکر اسلام میں جستجو کی گئی تو یہ پتہ لگا کہ لشکر میں مکنف نام اس شہر کا ایک غلام ہے۔ اس نے یہ تیر پھینکا تھا۔ اور اُس کا مقصد یہ تھا کہ شہر والوں کو تباہی سے بچائے۔" مسلمانوں نے کہا "یہ تو غلام ہے اس کی بات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟" ان لوگوں نے کہا "ہم غلام و آزاد نہیں جانتے۔ تم نے جزیے کے وعدے پر امان مانگنے کو کہا۔ اور ہم نے اس پر عمل کیا۔ ہم اپنے عہد سے تو نہیں پھر سکتے۔ تمھارا بد عہدی کرنے کو جی چاہتا ہو تو پھر جاؤ؟"

حضرت عمرؓ کا فیصلہ صلح

مجبوراً یہ معاملہ حضرت عمرؓ کو لکھا گیا۔ آپ نے اپنے جواب میں امان کو جائز رکھا۔ اور حکم دیا کہ اہل شہر کے ساتھ انھیں کے عہد کے مطابق سلوک کیا جائے۔ اس کے بعد مسلمان جندی سابور کو اپنا مطیع و جزیہ گزار بنا کے واپس گئے۔

تمام بلاد عجم پر حملہ

اب حضرت عمر فاروقؓ نے احنف بن قیس کی رائے کے مطابق اس کی کوشش شروع کی کہ عساکر اسلام بلاد عجم پر بڑھیں۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعری کو حکم دیا کہ لشکر کو جمع اور مرتب کر کے ساتھ لے جاؤ۔ علاقہ بصرہ سے انتہائی حدود پر جا کے ٹھہرو۔ اور میرے حکم کا انتظار کرو۔ جب وہاں پہنچ لیے تو حضرت فاروق نے سہیل بن عدی کے ہاتھ چند جھنڈے تیار کر کے بھیجے۔ اور بتا دیا کہ جھنڈے فلاں فلاں اشخاص کو دے کے ان ان شہروں کی طرف روانہ کیا جائے۔

تقسیم جھنڈے

چنانچہ ہدایات فاروقی کے مطابق خراسان کا جھنڈا احنف بن قیس کو۔ اردشیر خرہ اور شہر شاپور کا جھنڈا مجاشع بن مسعود سلمی کو۔ اصطخر کا جھنڈا عثمان بن العاص ثقفی کو۔ فسا اور دارابجرد کا جھنڈا ساریہ بن زنیم کنانی کو۔ کرمان کا جھنڈا سہیل بن عدی کو۔ سیستان کا جھنڈا عاصم بن عمرو کو۔ اور مکران کا جھنڈا حکم بن عمیر تغلبی کو عطا کیا۔ اور سب کو فوراً روانہ ہو جانے کا حکم دیا۔ ان سب سپہ سالاروں کو حضرت فاروقؓ نے مددگار کے طریق سے چند نامور اہل کوفہ دیے۔ سہیل کی مدد کے لیے عبد اللہ بن عتبان کو نامزد فرمایا۔ احنف کی مددگاری کے واسطے علقمہ بن نضر۔ عبد اللہ بن ابی عقیل۔ اور ربعی بن عمرو کو۔ عاصم کی اعانت کے لیے۔ عبد اللہ بن عمیر اشجعی کو۔

حکم کی تائید پر شہاب بن مخارب کو۔ اور اسی طرح اور لوگوں کو اوروں کی مددگاری پر مامور فرمایا۔

ان حملوں کا زمانہ۔

ان سرداروں کو روانگی کا حکم تو سنہ ۱۷ھ ہی میں مل گیا تھا۔ مگر وہ سنہ ۱۸ھ کے شروع ہونے سے پہلے نہیں روانہ ہو سکے۔ اہل روایت کا وہی اختلاف اس واقعے کے متعلق بھی موجود ہے۔ بعض اس کو سنہ ۲۱ھ کا اور بعض سنہ ۲۲ھ کا واقعہ بتاتے ہیں۔

تیرہویں فصل

واقعہ نہاوند اور فتح ہمدان و دینور وغیرہ

اہل عجم میں نیا جوش۔ تمام عجم کی تیاری۔ نہاوند میں جماؤ۔ سعد کی شکایت دربار خلافت میں۔ اس کی تحقیق۔ سعد عدالت گاہ فاروقی میں۔ عبداللہ والی کوفہ۔ فیروزان سالار عجم اور اس کا لشکر۔ حضرت عمرؓ کی مجلس شوریٰ۔ حضرت طلحہؓ کی رائے۔ حضرت عثمانؓ کی رائے۔ حضرت علیؓ کا مشورہ۔ اس پر عمل۔ نعمان بن مقرن سپہ سالار اسلام۔ ان کی معاون فوجیں۔ موجودہ فارس الگ الجھا لیے گئے۔ نعمان کے نامور ہمراہی۔ ان کے بہادر مخبر۔ لشکر اسلام کی تعداد اور ترتیب۔ مسلمانوں کا پڑاؤ۔ سپہ سالار عرب کا خیمہ۔ لشکر عجم کی ترتیب۔ مغیرہ کی سفارت۔ عجمی لشکر مقابلے پر آگیا۔ جنگ کارنامیاں۔ دشمنوں کو میدان میں لانے کی تدبیر۔ سخت لڑائی۔ مسلسل تین روز تک جدال و قتال۔ نعمان مسلمانوں کے حملے سے روکتے ہیں۔ ان کا شوق شہادت۔ حملہ میں تاخیر کرنے کی وجہ۔ مسلمانوں کا آخری حملہ۔ نعمان کی شہادت۔ ان کے بھائی نعیم کی حکمت عملی۔ نعمان کا نعش واپس۔ دشمنوں کا بھاگنا۔ فیروزان کا تعاقب اور اس کا مارا جانا۔ نہاوند کا محاصرہ۔ اور فتح۔ نہاوند میں مسلمانوں کا داخلہ۔ فراہمی غنیمت۔ خزانہ جواہرات۔ یہ خزانہ کیونکر ہاتھ آیا۔ اس کی دلچسپ تاریخ۔ غنیمت و مژدۂ فتح مدینے میں۔ نعمان کی شہادت پر حضرت عمرؓ کا رونا۔ خزانہ جواہرات اور آپ کا خوف خدا۔ غنیمت میں مجاہدین کا حصہ۔ ابو لؤلؤہ کی شقاوت۔ فتح نہاوند فتح الفتوح تھی۔ فتح دینور۔ فتح ماسبذان و شروان۔ فتح صیمرہ۔ ہمدان کا محاصرہ اور فتح۔ فتح ماہین۔ سارا علاقہ فتح ہو گیا۔ اور فتحیں۔ دنیا کی رائے اہل کوفہ کی نسبت۔

اب ہجرت کا اکیسواں سال تھا۔ اور مملکت عجم میں ایک سخت ہنگامہ مچا ہوا تھا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب مسلمانوں نے دار السلطنت مدائن پر قبضہ کرنے کے بعد جلولا میں بھی فارسیوں کو شکست دے دی۔ اُدھر جو عرب دریا کے راستے سے آگے خاص صوبۂ فارس میں محصور ہو گئے تھے ان کو بھی مسلمان بصرے کی طرف سے حملہ کر کے نکال لے گئے۔ اور اہواز پر قبضہ کر لیا تو اہل عجم اپنے مذہبی اور قومی سلطنت کے زوال پر نہایت پریشان ہو گئے۔ رؤسائے سرزمین عجم نے جابجا سے یزدجرد کو جو مرو[1] میں بیٹھا قسمت کو رو رہا تھا اپنی حالت لکھی اور اصرار کیا کہ ہمت کر کے پھر لشکر عجم جمع کیجیے۔

اہل عجم میں نیا جوش۔

[1] ابوحنیفہ دینوری یزدجرد کو ان دنوں قم و کاشان میں بتاتے ہیں۔

اور عربوں کو اپنے ملک سے نکالیے۔

عام ہلچل۔

اشارہ پاتے ہی یزدجرد نے تمام صوبوں کے سرداروں اور حاکموں سے مراسلت کی۔ اور علاقۂ جبل سے جو عراق کی شرقی سرحد ہے سندھ تک صوبہ جات قومس۔ طبرستان۔ جرجان و نہاوند رے۔ اصفہان۔ ہمدان۔ ماہین۔ خراسان۔ اور حلوان سب میں حمایت وطن کا تازہ جوش پیدا کر دیا۔ سارے ملک میں ہندوستان اور چین کی سرحد سے لے کے کوہ قاف اور کوہستان عراق تک نقل و حرکت شروع ہو گئی۔ اور عجمی فوجیں چاروں طرف سے آ آ کے شہر نہاوند میں جمع ہونے لگیں۔ وہاں جیسے ہی پہلا لشکر پہونچا سعد کو خبر ہوئی۔ اور انھوں نے بارگاہ خلافت میں اطلاع کی۔

نہاوند میں جمائو۔

سعد کی شکایت دربار خلافت میں۔

کوفے میں ان دنوں مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت سعد کے خلاف ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے جناب فاروق اعظم کی خدمت میں اُن کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگرچہ اجکل مہمات عجم کے سوا اور کسی معاملے کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ہے۔ مگر اس جھگڑے کا فیصلہ ہو جانا ضروری ہے۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ کو بھیجا کہ کوفے میں جا کر ان امور کی تفتیش و تحقیق کریں۔ اور پھر حضرت سعد اور اُن کے مخالفین سب کو لا کے مدینے میں حاضر کر دیں۔ ابن مسلمہ کوفے میں جا کے محلوں محلوں پھرے۔ گلی کوچوں کی خاک چھانی۔ ایک ایک سے ملے موافق و مخالف سب سے دریافت کیا مگر بجز دو چار آدمیوں کے سب نے سعد پر اطمینان ظاہر کیا جن لوگوں نے اُن کی طرفداری نہیں کی ان میں سے بھی فقط ایک نے تو شکایت کی کہ وہ برابر تقسیم نہیں کرتے۔ مقدمات میں انصاف نہیں کرتے۔ نماز اچھی نہیں پڑھتے۔ اور خود جہاد پر جانے کی جگہ اوروں کو بھیجا کرتے ہیں۔ باقی سب نے نہ تعریف کی نہ مخالفت۔

اس کی تحقیق

سعد عدالتگاہ فاروقی میں۔

آخر محمد بن مسلمہ نے سعد اور معترضین دونوں کو دربار فاروقی میں لا کے کھڑا کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے سعد سے پوچھا کہ "تم نماز کیسی پڑھتے ہو؟" سعد نے کہا "پہلی دو رکعتوں کو طول دیتا ہوں اور پچھلی دونوں کو مختصر کرتا ہوں۔" حضرت عمرؓ نے فرمایا "یہی رسول خدا صلعم کا طریقہ تھا۔ اور اسی کی مجھے تم سے بھی امید تھی۔" اور ان پر اطمینان ظاہر کیا۔ پھر پوچھا "اپنی جگہ نائب بنا کے کس کو چھوڑ آئے ہو؟" کہا "عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو۔" یہ سن کر حضرت فاروقؓ نے عبداللہ ہی کو مستقل والی کوفہ مقرر فرما دیا۔ اور سعد مدینے میں ٹھہر گئے۔ غرض نہاوند کی مہم کا آغاز تو حضرت سعد کے زمانے میں ہو گیا تھا۔ مگر لڑائی عبداللہ کے عہد حکومت کوفہ میں ہوئی۔

عبداللہ والی کوفہ۔

یہ سعد ہی کے زمانے میں معلوم ہو گیا تھا۔ اور انھوں نے دربار خلافت کو آگاہ کر دیا تھا کہ

فیروزان سالار عجم اور اس کا لشکر

یزدجرد کی طرف سے فیروزان[عہ۵] سپہ سالار بن کے نہاوند میں آیا ہے۔ اور اس کے علم ساسانی کے نیچے ڈیڑھ لاکھ حامیان وطن جان دینے کو تیار ہیں۔ اب یہ حالات سعد نے بالمشافہہ بیان[عہ۵] کیے۔ اتنے میں عمار بن یاسر کا خط آیا جو میدان جنگ سے فتحیاب ہو کر کوفے میں آ گئے تھے۔ اس خط میں انھوں نے عجمیوں کی شورش کا مفصل حال لکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فوراً مسلمانوں کو مسجد نبوی میں جمع کیا۔ وہی عمار کا خط لے کر منبر پر جا کھڑے ہوئے۔ اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: "اے اہل عرب۔ اللہ جل شانہ نے اسلام کی برکت سے تم کو قوت عطا کی۔ باہمی تفرقوں کے بعد تم سب کے دل ملا دیے۔ محتاجی کے بعد تم کو دولت مند بنا دیا۔ اور جہاں کہیں دشمنوں کا سامنا ہوا تم کو فتحیاب کیا۔ اب شیطان نے پھر اپنے گروہ جمع کیے ہیں تاکہ نور الٰہی کو گل کر دیں۔ دیکھو یہ عمار بن یاسر کا خط موجود ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ سارا ایران اٹھ کھڑا ہوا اور فارس کے ہر صوبے نے اپنے سپہ گر اکٹھا کر دیے ہیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ تمھارے جو بھائی کوفے اور بصرے میں مقیم ہیں ان کو اپنی سرزمین سے نکال دیں۔ اور پھر تمھارے ملک میں گھس کر تم سے مقابلہ کریں۔ لہٰذا مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جائے۔"

حضرت طلحہؓ کی رائے۔

حضرت عثمانؓ کی رائے۔

اس پر طلحہ نے اٹھ کے کہا "آپ سے زیادہ کوئی ہوشیار اور واقف کار نہیں۔ آپ کی جو رائے ہو اس کے مطابق عمل کیجیے۔ ہم سب طاعت و فرماں برداری کو تیار ہیں۔" حضرت عثمانؓ نے فرمایا: "حکم جاری کیجیے کہ شام و یمن کے تمام لشکر کوفے میں چلے جائیں۔ پھر آپ بھی حرمین کے لوگوں اور ہم سب کو لے کر یہاں سے روانہ ہوں۔ اور پوری قوت سے مقابلہ کریں۔" اب چاروں طرف سے حضرت عثمان کی تائید میں آوازیں آ رہی تھیں کہ جناب فاروقؓ نے حضرت علیؓ سے کہا "ابو الحسن آپ کا مشورہ کیا ہے؟" انھوں نے فرمایا کہ "میں تو اس کے خلاف ہوں۔ شام کا سارا لشکر چلا آیا تو رومی حملہ کر دیں گے۔ یمن کی ساری قوت ہٹا لی گئی تو حبشی چڑھ آئیں گے۔ آپ بذات خود حرمین کی پوری فوج لے کے چلے گئے تو اہل عرب سرکشی اختیار کر لیں گے۔ آپ تمام لشکر گاہوں میں حکم جاری کر دیجیے کہ وہاں کا ایک ثلث لشکر عراق میں چلا جائے۔ اور خود آپ ہرگز یہاں سے نہ ہٹیں۔ رہا یہ کہ ایرانی فوج زیادہ ہے تو ہم حضرت رسالت کے عہد ہمایوں میں۔ اور نیز اس کے بعد کبھی کثرت کے بھروسے پر نہیں لڑے ہیں۔ ہماری قوت تو تائید الٰہی سے ہے۔" حضرت عمرؓ نے

حضرت علیؓ کا مشورہ۔

عہ۵ ابو حنیفہ دینوری نہاوند کے سپہ سالار عجم کا نام مردان شاہ بن ہرمز بتاتے ہیں۔

عہ۵ ابن اثیر۔ واقعات جنگ نہاوند۔ جلد ۳۔

فرمایا "خود میری بھی یہی رائے تھی۔ مگر چاہتا تھا کہ کوئی اور بھی اس رائے کو ظاہر کرے تو اس پر عمل کروں"۔ (اس پر عمل)
پھر اس کے بعد آپ نے تمام اسلامی لشکر گاہوں میں حکم بھیج دیا کہ وہاں کی تہائی فوج عراق میں بھیج دی جائے۔
اسی اثنا میں ایک روز حضرت عمرؓ نے ہرمزان سے جو مدینے میں موجود تھا۔ اور مسلمان ہو گیا تھا پوچھا۔
"تمہاری کیا رائے ہے؟ حملے کی ابتدا ہم اصفہان سے کریں یا آذر بائجان سے؟" اس نے کہا "اصفہان سر ہے۔ اور آذر بائجان بازو۔ اگر آپ نے سر کاٹ لیا تو بازو خود ہی بیکار ہو جائیں گے"؎١۔

(نعمان بن مقرن سپہ سالار اسلام)
اب حضرت عمرؓ نے جنگ نہاوند کے لیے نعمان بن مقرن کو سپہ سالار منتخب فرمایا اور سائب بن اقرع کو سامنے بلا کے نعمان کے تقرر کا فرمان دیا۔ اور فرمایا "وہاں یہ بھی کہدینا کہ اگر نعمان لڑائی میں مارے جائیں تو حذیفہ بن الیمان۔ وہ بھی شہید ہوں تو جریر بن عبداللہ۔ وہ بھی نہ رہیں تو مغیرہ بن شعبہ۔ اور وہ بھی جام شہادت پییں تو اشعث بن قیس سپہ سالار ہوں"۔ اس کے ساتھ نعمان بن مقرن کو تحریر فرمایا "تمہارے ہمراہ دو شخص ہیں جو نامور شہسوار عرب ہیں۔ عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ بن خویلد اسدی۔ ان دونوں سے تم لڑائی میں مشورہ کرتے رہنا۔ مگر خبردار کوئی ذمہ داری کا کام ان کے سپرد نہ کرنا"۔
پھر سائب سے فرمایا "اگر خدا فتح دے تو تقسیم و انتظام غنیمت کے داروغہ تم ہو۔ اور خبردار کبھی مجھے کبھی جھوٹی اطلاع نہ دینا۔ اور اگر شکست ہو اور یہ لشکر تباہ ہو تو پھر مجھے اپنی صورت نہ دکھانا"؎٢۔

علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ نعمان ان دنوں اہل کوفہ کے ایک لشکر کے ساتھ جند سابور میں تھے اور شہر سوس پر حملہ کر رہے تھے۔ وہیں حضرت عمرؓ کا خط آیا کہ "تم مقام ماہ میں جا کے ٹھہرو۔ اور جب پورا لشکر جمع ہو لے تو نہاوند کی طرف بڑھو۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ کسکر کے حاکم تھے۔ اس خاموشی کی خدمت سے جی اکتایا تو بارگاہِ خلافت میں لکھا۔ "مجھے اس خدمت سے معزول کر کے کسی لشکر مجاہدین کے ساتھ کر دیجیے"۔ اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے ان کو سپہ سالار مقرر فرما کے نہاوند جانے کا حکم دیا؎٣۔

(ان کی معاون فوجیں)
ساتھ ہی حضرت فاروقؓ نے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان والی کوفہ کو تحریر فرمایا کہ فلاں فلاں لشکروں کو نعمان کے پاس بھیجو۔ اس حکم کے مطابق یہاں کا لشکر تیار ہو گیا۔ حذیفہ بن الیمان اس پر سردار مقرر ہوئے نعیم بن مقرن بھی اس کے ساتھ ہوئے۔ اور سب نعمان کے پاس پہونچ گئے۔
حضرت عمرؓ نے دوسری تدبیر یہ فرمائی تھی کہ اہواز کے لشکروں کو براہِ راست حکم بھیج دیا تھا کہ وہاں بھی

؎١ فتوح البلدان صفحہ ٣١١

؎٢ اخبار الطوال صفحہ ١٣٥ و ١٣٦

؎٣ علامہ بلاذری کا بیان ہے کہ نعمان بن مقرن مدینے میں موجود تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بالمشافہ حکم دیا۔

لڑائی چھیڑ کے اہل فارس کو اپنی طرف مشغول کر لو۔ چنانچہ وہاں کے سردار مقرب، حرملہ اور زر اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ روانہ ہوگئے اصفہان اور فارس کی سرحد پر ٹھہر گئے اور اس کا سلسلہ بالکل بند کر دیا کہ صوبہ فارس سے نہاوند کے لشکر عجم کو کوئی کمک پہونچ سکے۔ — **صوبہ فارس والے الگ الجھا لیے گئے۔**

نعمان کے نامور ہمراہی۔ نعمان کے ہمراہ بڑے بڑے نامور شہسواران اسلام اور تجربہ کار سرداران عرب تھے۔ جن میں حذیفہ بن الیمان، خود حضرت عمرؓ کے فرزند عبداللہ، جریر بن عبداللہ، طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب وغیرہ تھے۔ جب دشمن دو تین منزل رہ گئے تو طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب روانہ ہوئے کہ دشمنوں کے پڑاؤ کی خبر لے آئیں۔ اور پتہ لگائیں کہ درمیان میں تو کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں ہے۔ **ان کے بہادر مخبر۔** عمرو تو راستے ہی سے پلٹ آئے۔ مگر طلیحہ نہاوند تک ہو کے صبح کو واپس آئے۔ اور بتایا کہ یہاں سے نہاوند تک راستے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

لشکر اسلام کی تعداد اور ترتیب۔ اب نعمان نے شمار کیا تو علم اسلام کے نیچے تیس ہزار دل دادگان توحید تھے۔ فوراً لشکر کو مرتب کیا۔ مقدمۃ الجیش کا سردار اپنے بھائی نعیم بن مقرن کو، جناحین پر حذیفہ بن الیمان اور اپنے دوسرے بھائی سوید بن مقرن کو، ضابطہ فوج پر قعقاع بن عمرو کو اور آخری حصہ فوج یعنی ساقہ پر مجاشع بن مسعود کو سردار مقرر کیا۔ اور اس اثنا میں مدینہ طیبہ سے بھی تازہ کمک مغیرہ بن شعبہ کی سرداری میں آگئی۔ **مسلمانوں کا پڑاؤ۔** اس ترتیب سے نعمان آگے بڑھے۔ اور نہاوند سے تقریباً چھ میل اس طرف قدیجان نام ایک آبادی کے متصل مقام اسفیدہان میں پڑاؤ ڈالا۔

سپہ سالار عرب کا خیمہ۔ مسلمانوں نے جب یہاں اپنا سامان اتارا تو سب سے پہلے عرب نعمان کا خیمہ کھڑا کیا جانے لگا۔ اس کام کو نامور معززین عرب، حذیفہ، عقبہ بن عامر، مغیرہ بن شعبہ، بشیر بن خصاصیہ، حنظلہ کاتب، جریر بن عبداللہ، اشعث بن قیس اور وائل بن حجر نے دوڑ دوڑ کے خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیا۔

لشکر عجم کی ترتیب۔ ایرانی ابھی تک نہاوند میں تھے۔ سپہ سالار اعظم فیروزان نے جناحین پر زردق اور بہمن جاذویہ کو مقرر کیا۔ یہ وہی بہمن جاذویہ ہے جو پہلے جاذویہ ذوالحاجب کے بعد اس کے خطاب و مناصب سے سرفراز ہوا تھا۔ عجمیوں کو برابر چاروں طرف سے مدد پہونچ رہی تھی۔ جو نامورانِ عجم اور پہلوانانِ فارس قادسیہ کے میدان سے بچ نکل گئے تھے اس لشکر میں موجود تھے۔ اور کسی بات میں یہ لشکر عجم قادسیہ کے لشکر سے کم نہ تھا۔

مغیرہ کی سفارت۔ یہاں پہونچ کے نعمان نے مغیرہ بن شعبہ کو اپنا ایلچی بنا کے سپہ سالار عجم کے پاس بھیجا۔ اس نے ان کے ملنے کے لئے نہایت پر تکلف دربار آراستہ کیا۔ اعلیٰ درجے کے زرین قالین بچھوائے

کمخواب کے تکیے رکھوائے۔ مغیرہ ان سب کو اپنے نیزے سے چیرتے پھاڑتے ہوئے گئے۔ اور اس کے برابر تخت پر جا بیٹھے۔ جہاں سے لوگوں نے گرادیا۔ مگر انھوں نے اس کی پروانہ کی اور آزادی سے پیام پہونچایا[عہ]۔ سالار عجم نے کہا "اے اہل عرب سب سے زیادہ بدبخت، سب سے زیادہ فاقہ مست، سب سے زیادہ ناپاک تم لوگ ہو۔ یہ قدر انداز جو میرے تخت کے گرد کھڑے ہیں، ابھی تمہارا فیصلہ کر دیتے۔ مگر مجھے گوارا نہیں کہ ان کے تیر تمہارے ناپاک خون میں آلودہ ہوں۔ اب بھی تم لوگ چلے جاؤ تو معاف کر دوں گا۔" مغیرہ نے جواب دیا "ہاں ہم لوگ ایسے ہی ذلیل و حقیر تھے لیکن اس ملک میں آکر ہمیں دولت کا مزہ پڑ گیا۔ اور یہ مزے ہم سے اسی وقت چھوٹیں گے جب ہماری لاشیں خاک پر بچھ جائیں[عہ] گی۔

عجمی لشکر مقابلہ پر آیا۔

اب اہل عجم خود بڑھ کے آئے۔ مقابلے پر اترے۔ لشکر اسلام کے مقابل اپنے لیے خندق کھود لی۔ اور دونوں لشکر چند روز تک آمنے سامنے پڑے رہے۔ مسلمانوں نے جیسے ہی دور سے عجمیوں کی صورت دیکھی زور و شور سے "اللہ اکبر" کے نعرے مارنے لگے۔ ان کے ہیبت ناک نعروں نے عجم کی زمین میں لرزہ ڈال دیا۔ اور عجمیوں کے اعضا کانپنے لگے۔

معرکہ آرائیاں

اب نعمان نے حملے کا حکم دیا۔ اور ایرانیوں نے بھی خندقوں سے نکل کے مقابلہ کیا۔ مگر شام کو ہٹ کے اپنی خندقوں میں چلے گئے۔ دوسرے دن پھر لڑائی ہوئی۔ اور لڑائی کا رنگ یہ تھا کہ کبھی اس طرف غلبہ نظر آتا کبھی اُس طرف۔ اور جب لڑتے لڑتے زیادہ دیر ہوئی تو عجمی اپنی خندقوں کے حصار میں واپس گئے۔

غرض عجمی آزاد تھے۔ جب تک جی چاہتا لڑتے اور جب دل میں آتی واپس چلے جاتے خصوصاً جب کبھی اپنی طرف کمزوری دیکھتے۔ اور شکست کے آثار نظر آنے لگتے تو فوراً پلٹ جاتے۔ یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں کو خیال ہوا کہ لڑائی کا اس طرح طول کھینچنا اچھا نہیں ہے۔

دشمنوں کو میدان میں لانے کی تدبیر۔

آخر نعمان نے عمرو و طلیحہ سے مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ دشمن خندقوں کی پناہ میں ہیں۔ ہمارا ان پر کچھ زور نہیں چلتا۔ اور اُن کے پاس روز نئی کمک پہونچتی رہتی ہے۔ عمرو نے کہا کہ دشمنوں میں مشہور کرا دیجیے کہ امیر المومنین نے انتقال فرمایا۔ اور کوچ کرنے کے طریقے سے خیمے

عـہ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۳۱۱

عـہ الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۲۴

لکھا ڑ کے واپس چلیے۔ ہمیں واپس جاتے وقت دشمن خواہ مخواہ تعاقب کریں گے۔ اس طرح انھیں اُن کی لشکر گاہ سے دور لے جانے کے بعد فوراً اُلٹ پڑیے۔" نعمان نے یہی کارروائی کی۔ واپس چلے۔ اور دشمن تعاقب میں اس شان سے اور ایسے دم خم سے نکلے کہ معلوم ہوتا انسان نہیں فولاد کے پہاڑ ہیں۔ دس دس سات سات اور پانچ پانچ ایک ایک زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں۔ اور قسم کھائے نکلے تھے کہ مر جائیں گے مگر میدان سے نہ ہٹیں گے۔ جو جو آگے بڑھتے اپنے پیچھے فولادی گوگھر و بچھاتے آتے۔ کہ کسی کے دل میں ہٹنے کا خیال بھی باقی نہ رہے۔ قعقاع ساعت بساعت زیادہ تیزی سے ہٹتے جاتے تھے۔ اور مجمی "لینا لینا" کہتے ہوئے اور زیادہ جوش سے بڑھتے آتے تھے۔ یہاں تک کہ سب باہر نکل آئے۔ اس طرح جب وہ خندقوں سے بہت دور نکل آئے۔ تو یکایک مسلمان اُن پر پلٹ پڑے۔ جوش و خروش سے حملہ کر دیا۔ اور نہایت ہی زور و شور سے لڑائی ہونے لگی۔ سخت لڑائی

اس لڑائی میں دونوں طرف کے حریف سپاہی ایسی خاموشی سے لڑ رہے تھے کہ بجز لوہے سے لوہے کے ٹکرانے کے اور کوئی آواز نہیں سنی جاتی۔ تلواریں اور گرز زرہوں اور خودوں سے لڑ کے ایسا شور کرتے کہ کلیجے دہلے جاتے تھے۔ دونوں طرف بہت سے آدمی مارے گئے۔ یہاں تک کہ رات کی تاریکی نے دونوں لشکروں کو جدا کیا۔ دونوں حریفوں نے میدان ہی میں رات کاٹی اور رات بھر دونوں طرف زخمیوں کے کراہنے کے سوا کوئی آواز نہ سنی جاتی تھی۔

دوسرے روز بدھ کا دن تھا۔ صبح تڑکے ہی پھر مقابلہ شروع ہو گیا۔ آج بھی دن بھر لڑائی ہوتی رہی۔ اور دونوں لشکروں نے نہایت صبر و تحمل سے کام لیا۔ جمعرات کے روز بھی دن بھر کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ اور جمعہ کی صبح کو پھر دونوں لشکر صف آرا ہوئے۔ نعمان نے حکم دیا کہ جب تک میں حکم نہ دوں حملہ نہ کیا جائے۔ مگر عجمی برابر تیروں کا مینہ برسا رہے تھے۔ مسلمان اپنے سپہ سالار کے حکم سے صفیں جمائے خاموش کھڑے تھے۔ اور دشمنوں کے تیروں کو ڈھالوں پہ لے رہے تھے۔ مگر اس پر بھی بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔ اور لوگوں نے نعمان سے شکایت کی کہ آپ دیکھتے ہیں ہماری کیا حالت ہو رہی ہے۔ اور حملے کا حکم نہیں دیتے۔" انھوں نے کہا۔ ذرا ٹھہرو۔" پھر انھوں نے گھوڑے پر سوار ہو کے اپنی صفوں کے آگے چکر لگایا۔ ہر علم کے پاس ٹھہرتے نصیحتیں کرتے۔ دلوں میں جوش پیدا کرتے۔ اور فتح کا یقین دلاتے۔ ساتھ ہی تمام علم برداروں کو سمجھا دیا کہ میں تین تکبیریں کہوں گا۔ اور تیسری تکبیر پر حملہ کر دوں گا۔ تم بھی میرے ساتھ حملہ کر دینا۔ میں اگر

مسلمین تین روز تک جدال و قتال میں

نعمان کا مسلمانوں کو حملے سے روکتے رہنا

ابو حنیفہ دینوری کے بیان سے آج کا اشارہ حملے کیلئے تکبیر نہ تھی بلکہ یہ تھا کہ میں تین بار جھنڈے کو حرکت دوں گا (بقیہ مضمون برصفحہ آئندہ)

مارا جاؤں تو علمِ اسلام حذیفہ لیں۔ وہ بھی مارے جائیں تو فلاں شخص لے۔ اسی طرح سات نام گنوائے اور سب کے آخر میں مغیرہ بن شعبہ کا نام لیا۔

اُن کا شوقِ شہادت۔

اس کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا کی کہ خداوندا! اپنے دین کو غلبہ دے۔ اپنے بندوں کی مدد کر اور نعمان کو (مجھے) آج سب سے پہلے شہادت کا شرف حاصل ہو۔ اور وہ تیرے دین کے غلبے کی کوشش اور تیرے بندوں کی مدد کرتا ہوا مارا جائے۔ یہ سن کر سامعین رونے لگے اور وقت آگیا جس کا وہ انتظار کر رہے تھے۔ درحقیقت وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اس وقت حملہ کریں جس وقت کو رسول اللہ صلعم لڑائی شروع کرنے کے لیے پسند فرماتے تھے۔ یہ زوال کا وقت تھا۔ یعنے جب آفتاب پوری بلندی پر پہونچ کے جھکنا شروع کرے۔

حملہ میں تاخیر کرنیکی وجہ۔

غرض اس مبارک گھڑی کے آتے ہی نعمان نے تکبیریں کہیں۔ تیسری تکبیر پر حملہ کر دیا۔ اور ان کے ساتھ ہی سارا لشکر اسلام دشمنوں پر جا پڑا جس میں کا ہر شخص بڑی بے صبری سے حملہ کرنے کا مشتاق تھا۔ اُن کے جھنڈے کے پھریرے کی بالکل یہ شان نظر آئی کہ جیسے کوئی تیز پر عقاب پر پھیلا کے اپنے شکار پر جھپٹ پڑا۔ آج کی لڑائی میں نعمان کے جسم پر سفید قبا تھی۔ اور سر پر کلاہ جس سے وہ میدان میں ہر مقام پر پہچان لیے جاتے تھے۔ لڑائی کی شدت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ برابر عشا تک زور و شور سے ہتھیار چلتے رہے۔ اور اتنی مدت میں بے انتہا عجمی مارے گئے۔ میدان میں خون اسقدر بہا تھا کہ خونیں کیچڑ ہو گئی تھی جس میں آدمیوں اور گھوڑوں کے پانوں پھسلتے۔

مسلمانوں کا آخری حملہ۔

آخر دشمنوں کے قدم اکھڑنے لگے۔ اور قریب تھا کہ بھاگیں۔ یہ خوشخبری نعمان نے سُنی تھی کہ یکایک ان کے گھوڑے نے ٹھوکر لی۔ وہ اُچھل کر زمین پر جا پڑے۔ اور اسی وقت دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی ناف کے نیچے ایک تیر پڑا تھا جو باعث شہادت ہوا۔ بہرحال نعمان نے اپنی تمنا اور دُعا کے مطابق مسلمانوں کو فتحیاب ہوتے دیکھ کر جام شہادت پیا۔ ان کے بھائی نُعیم نے جو یہ دیکھا تو فوراً ان کی لاش کو ایک چادر میں لپیٹ کے خیمے میں اُٹھا لے گئے۔ جھنڈا حذیفہ کے ہاتھ میں دیا۔ اور خود نعمان کے

نعمان کی شہادت۔

اُن کے بھائی نعیم کی حکمت عملی۔

تیسری حرکت پر حملہ ہوگا۔ غالباً دونوں باتیں ہوں گی۔ اس لیے کہ تکبیر مسلمانوں کا اہم ترین شعار تھا۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ زوال کے بعد پہلے ہمارے لشکر نے اشاروں سے دو رکعتیں پڑھیں پھر حملہ ہوا۔

کپڑے پہن کے۔ ان کا بھیس کر اور ان کا ہتھیار لگا کے لشکر اسلام کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔ تاکہ دشمنوں کے بالکل بھاگ جانے کے بعد مسلمانوں کو اپنے سپہ سالار کی شہادت کا حال معلوم ہو۔ یہ کارروائی انھوں نے مغیرہ بن شعبہ کے مشورے سے کی تھی۔

نعمان کا دمِ واپسیں۔

معقل بن یسار جو لشکر اسلام میں موجود تھے کہتے ہیں کہ میں نعمان کے پاس گیا تو اُن کا دم واپسیں تھا۔ میں نے ان کا مُنھ دھلایا تو آنکھیں کھول دیں۔ اور پوچھا "کون ہے؟" میں نے اپنا نام بتایا۔ پوچھا "مسلمانوں کا کیا حال ہوا؟" میں نے فتح و نصرت الٰہی کی بشارت دی۔ اور انھوں نے کہا[عہ] "الحمد للہ۔ فوراً ابن خطاب کو اس کی اطلاع دو۔"

دشمنوں کا بھاگنا۔

اب مشرکین رات کے اندھیرے میں بدحواسی کے ساتھ بھاگ رہے تھے اور سب چلے کہ نہاوند میں خندقوں کے حصار میں پناہ لیں۔ مگر شکست نے اس قدر بدحواس اور خوف نے ایسا اندھا بنا دیا تھا کہ گھبرائے ہوئے آئے۔ اور اُس آگ میں پھاند پڑے جو خندقوں کے اندر شعلہ زن تھی۔ اور پھر قیامت یہ تھی کہ ایک گرتا اور دس یا سات یا چھ ہمراہیوں کو جو اُس کے ساتھ بندھے ہوتے اپنے ساتھ آگ میں کھینچ لے جاتا علیٰ ہٰذا القیاس فولادی گوکھروں سے جن کو راہ میں بچھاتے گئے تھے۔ آدمیوں اور گھوڑوں دونوں کے پانوں چھلنی ہو گئے۔

فیروزان کا تعاقب۔

فیروزان بھی پہلے تو زخمی ہو کر لاشوں میں گرا۔ پھر اُٹھ کے بھاگا۔ مگر ایک طرف سے نعیم بن مقرن نے اس کا تعاقب کیا۔ اور دوسری طرف سے قعقاع اُس کے آگے نکل گئے اور ہمدان کے قریب ایک پہاڑی کے دامن میں گھیر لیا۔ یہاں ایک بستی تھی اور اُس میں گدھوں اور خچروں کا ایک قافلہ ٹھیرا ہوا تھا جن پر شہد کے کپے لدے تھے۔ ان میں سے ہو کے گذرنا دشوار نظر آیا تو فوراً گھوڑے پر سے کود کے پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ اور قعقاع بھی گھوڑا چھوڑ کے پیدل اس پر جھپٹے۔ آخر پہاڑی کی چوٹی پر فیروزان مارا گیا۔ پھر اس قافلے کو مسلمان اپنے پڑاؤ میں ہنکا لائے اور اس پہاڑی کا نام مسلمانوں میں ثنیۃ العسل مشہور ہو گیا۔

اور اُس کا مارا جانا۔

بقیۃ السیف مجوسی نہاوند سے بھاگ کے ہمدان میں پہونچے۔ اور مسلمانوں کو اب فتح کے بعد اپنے سردار کی تلاش ہوئی۔ نعمان کے بھائی معقل نے ان کی لاش دکھا کے کہا

عـــہ فتوح البلدان صفحہ ۳۱۲ -

"تمھارے سردار یہ ہیں جن کو خدا نے غزوۂ فتح سے خوش کر کے شہادت کا مرتبہ عطا کیا۔ اور اب تمھارے سردار حذیفہ ہیں"۔

اب حذیفہ نے لشکر اسلام کے ساتھ جا کر نہاوند کا محاصرہ کر لیا۔ عجمی برابر نکل کے مقابلہ کرتے۔ اور شکست کھا کے پھر قلعے میں بھاگ جاتے۔ ایک روز کی لڑائی میں سماک بن عبید عبسی نے ایک شخص کا تعاقب کیا جس کے ہمراہ آٹھ سواران عجم تھے۔ سماک کے مقابلے پر جو سوار آیا مارا گیا۔ یہاں تک کہ ایک ایک کر کے سب قتل ہو گئے۔ فقط وہ شخص رہ گیا جو ان کا سردار تھا۔ اس نے فوراً ہتھیار ڈال کے اظہار اطاعت کیا اور فارسی میں کچھ کہا۔ سماک فوراً ایک فارسی داں کو بلانے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ کہتا ہے "مجھے اپنے سردار کے پاس لے چلو تاکہ ان سے اپنے شہر اور اس کی رعایا کی بابت صلح کروں۔ اور تم کو اپنی آزادی کے لیے جو کہو دوں"! سماک نے نام پوچھا تو اس نے اپنا نام دینار بتایا۔ الغرض سماک اس کو حذیفہ کے پاس لے گئے۔ اور انھوں نے اس سے جزیہ کا اقرار لے کے تمام اہل نہاوند اور ان کے جان و مال کو امان دے دی۔[1]

اب دینار نے قلعۂ نہاوند کے پھاٹک پر جا کے پکار کے کہا "پھاٹک کھول دو" اس لیے کہ مسلمان سردار نے تم کو امان دے دی ہے" فوراً پھاٹک کھل گیا۔ مسلمان اندر داخل ہوئے۔ اور اسی دینار کی کارگزاری کی وجہ سے اس شہر کا نام بعد کے لیے "ماہ دینار" پڑ گیا۔[2]

جب مسلمان نہاوند میں داخل ہوئے ہیں تو چاروں طرف لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ان کے کپڑے۔ زرہیں۔ اسلحہ اور جو کچھ مال و متاع غنیمت میں ہاتھ آیا سب سائب بن اقرع کے پاس جمع کر دیا گیا جو داروغہ غنیمت تھے۔ اور لوگ انتظار کرنے لگے کہ جو مسلمان دشمنوں کے تعاقب میں ہمدان تک چلے گئے ہیں وہ کیا غنیمت لے کے واپس آتے ہیں۔

اس اثنا میں حذیفہ کے سامنے یہاں کے آتشکدے کا بڑا دستور ہربذ لا کے پیش کیا گیا اس نے کہا "آپ مجھے اور جن جن لوگوں کو میں کہوں اس شرط پر امان دے سکتے ہیں کہ میں کسریٰ کی ایک قیمتی ودیعت آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں جو اس غرض سے میرے سپرد کی گئی تھی کہ وقت پڑے پر کام آئے گی"! حذیفہ نے اس کی شرطیں منظور کیں۔ اور اس نے

عـ[1] اخبار الطوال صفحہ ۱۱۳ و ۱۲۸

عـ[2] فتوح البلدان صفحہ ۳۱۳ و ۳۱۴۔

ایک صندوقچہ لا کے پیش کیا جس میں بہت سے جواہرات اور بے بہا موتی تھے۔

یہ خزانہ کیونکر ہاتھ آیا۔

غالباً اسی واقعے کو ایک دوسرے مورخ نے اس دلچسپ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ داروغۂ تقسیم غنیمت سائب بن اقرع کے پاس ایک معزز شریف عجمی آیا اور کہا "مجھ سے اس شرط پر آپ صلح کرنے کو پسند کرتے ہیں کہ میرے اہل عیال اور مال و متاع کو چھوڑ دیں۔ اور میری اراضی بھی مجھے دے دیں۔ اور میں آپ کو ایک ایسا خزانہ بتا دوں جس میں بے اندازہ دولت ہے۔ جس کو آپ کے بادشاہ خاص اپنے خزانہ میں رکھیں۔ اس لیے کہ وہ غنیمت میں تقسیم ہونے والی چیز نہیں ہے"۔ اس کی یہ شرط قبول کی گئی۔

اس کی دلچسپ تاریخ۔

پھر اس نے اس خزانے کی تاریخ بیان کی کہ نخارخاں جو قادسیہ میں آپ سے لڑا وہ بڑا معزز شخص تھا اور خسرو پرویز کا خاص منظور نظر تھا۔ اس کی بیوی نہایت ہی حسینہ و جمیلہ اور پری تمثال نازنین تھی جس پر پرویز فریفتہ ہو گیا۔ اور اکثر اُس کو اپنے محل میں بلایا کرتا۔ یہ حال نخارخاں نے سنا تو بیوی کے پاس آنا جانا مطلقاً چھوڑ دیا۔ اس کی خبر پرویز کو ہوئی تو ایک روز سر دربار ارکین دولت کے سامنے نخارخاں سے کہا "میں نے سُنا ہے کہ تمھارے پاس ایک نہایت ہی لطیف چشمہ شیریں ہے مگر تم اُس سے سیراب نہیں ہوتے"۔ نخارخاں نے برجستہ عرض کیا "یہ بجا ہے۔ مگر میں نے سُنا ہے اس چشمے پر کبھی کبھی شیر آجایا کرتا ہے اُس کی وحشت سے میں نے اس چشمے کے پاس جانا چھوڑ دیا"۔ کسریٰ کے پاس اب سوا خاموشی کے کوئی جواب نہ تھا۔ مگر نخارخاں کا یہ جواب اس کو بہت ہی پسند آیا۔ اور اس کے حسن ادب اور اس کی ذکاوت و دانائی کا معترف ہو گیا جس کا اظہار یوں ہوا کہ پرویز اُسی دن اپنے مشکوے شہریاری میں گیا جس میں تین ہزار گل رخسار و مہ جبین دلربائیں جمع تھیں۔ ان سب پری جانوں کو جمع کیا۔ اور سب کا زیور لے کے اس کو نخارخاں کی جورو کے پاس بھیج دیا۔ پھر لائق اور چابک دست سنار بلوائے۔ اُن سے ایک اعلیٰ درجہ کا طلائی تاج مرصع بنوایا۔ اور اس کو خاص اپنے ہاتھ سے نخارخاں کو پہنایا۔ یہ تاج اور وہ سب زیور اسی نخارخاں کی جورو کے پاس تھا پھر جب ان اطراف میں بھی لڑائی ہوئی تو نخارخاں کے لوگ اس کو خوارجان نام ایک گانوں میں لے گئے۔ اور اس کے آتشکدے میں آگ کی انگیٹھی اکھاڑ کے اس کے نیچے

؎ ابن اثیر جلد ۳

دفن کر دیا۔ اور پھر اس پر پہلے کی طرح انگیٹھی قائم کر دی۔

اس قصے کو سائب نے حیرت سے سنا۔ اور کہا اگر تمہارا بیان صحیح ہے تو بیشک تم کو اور تمہارے اہل و عیال کو امان دی جاتی ہے۔ اور تمہاری جائداد سے بھی تعرض نہ کیا جائے گا یہ کہہ کے وہ شخص اس گانوں میں گیا۔ اور اس خزانے کو نکال لایا۔ یہ دو صندوق تھے۔ ایک میں وہ تاج زرّیں و مرصع تھا۔ اور دوسرے میں وہ سارا زیور جو خسرو پرویز کے مشکوے معلیٰ کی دولت کا مجموعہ تھا۔

سائب نے غنیمت کے تقسیم کرنے کے بعد ان دونوں صندوقوں کو خاص اپنے اونٹ پر لادا۔ اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت فاروق کی ان دنوں یہ حالت تھی کہ نہاوند کی لڑائی میں اس قدر دل لگا ہوا تھا کہ تشویش میں ساری ساری راتیں کروٹیں بدلتے گزر جاتی تھیں۔ اور دن کو مدینے کے باہر میلوں تک چلے آتے تھے کہ شاید کوئی نہاوند کی طرف سے آنے والا مل جائے۔ چنانچہ سائب کو بھی آپ شہر کے باہر ملے صورت دیکھتے ہی پوچھا "کیا خبر ہے؟" سائب نے کہا "مسلمانوں کو خدا نے فتحیاب کیا مگر نعمان بن مقرن شہید ہوئے" بے ساختہ فرمایا "انا للہ وانا الیہ راجعون" پھر جوشش غم سے اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ اور زار و قطار رونے لگے۔ اور یہ حالت تھی کہ سر سے پانوں تک کانپ رہے تھے۔ جب رقت کم ہوئی تو سائب نے لڑائی کے اور حالات بیان کیے۔ اور اسی سلسلے میں ان جواہرات کے صندوق کا حال بیان کیا۔ فرمایا "ان کو بیت المال میں داخل کر دو۔ اور فوراً واپس جاؤ"۔

سائب کہتے ہیں کہ اس حکم کے مطابق میں نے مدینے میں جا کے مال خمس اور جواہرات کو بیت المال میں داخل کیا۔ اور اسی رات کو واپس چل کھڑا ہوا لیکن صبح کو جو حضرت عمرؓ اٹھے تو اسی وقت ایک ناقہ سوار کو دوڑایا۔ کہ سائب جہاں ملیں وہاں سے واپس لے آؤ۔ ادھر میں کوفہ میں داخل ہوا اور ادھر وہ ناقہ سوار۔ میں نے اپنا اونٹ بٹھایا۔ اس نے اپنی اونٹنی بٹھائی۔ اور کہا "چلیے آپ کو امیر المومنین نے بلایا ہے"۔ میں اسی وقت پلٹ پڑا۔ اور منازل سفر طے کر کے مدینے میں پہونچا تو حضرت عمرؓ نے میری صورت دیکھتے ہی کہا۔ "یہاں آؤ۔ جس رات کو تم

غنیمت روانہ کرنے میں

نعمان کی شہادت پر حضرت عمرؓ کا رونا۔

خزانہ جواہرات اور آپ کا خوف خدا۔

[5] اخبار الطوال صفحہ ۱۳۸ و ۱۳۹

واپس گئے ہو۔ اسی رات کو میں نے خواب دیکھا کہ وہ جواہرات جن کو تم دے گئے ہو آگ کی چنگاریوں کی طرح مشتعل ہیں۔ فرشتے مجھے کھینچ کر ان کی طرف لیے جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو ان سے داغیں گے۔ اور میں ان سے کہتا ہوں کہ میں ان کو مسلمانوں میں بانٹ دوں گا۔ اس کشمکش میں آنکھ کھل گئی۔ بہر حال تم ان کو مسلمانوں کے حقوق اور عطیات کی مد میں لے جاؤ اور بیچ ڈالو۔

اس ہدایت کے مطابق ان صندوقوں کو عراق میں واپس لایا۔ اور مسجد کوفہ میں رکھدیا۔ عمرو بن حریث مخزومی نے ان دونوں صندوقوں کو دو لاکھ درہم پر مول لے لیا۔ اور عجم میں لیجا کے چار لاکھ کو بیچا۔ اور جس نے لیا یوں ہی نفع کے ساتھ بیچتا رہا۔ عہ عمرو بن حریث اسی کے ذریعے سے دولتمند ہو گئے۔ ایک زمانے کے بعد عراق میں بہت سی جائداد مول لی اور وہی پہلے قریشی ہیں جنھوں نے عراق میں جائداد پیدا کی۔ سہ

غنیمت میں مجاہدین کا حصہ۔

نہاوند کی غنیمت میں ہر سوار کو اپنے حصے میں چھ ہزار اور ہر پیدل کو دو ہزار ملے۔ یہاں کے اسیر جب مدینے میں آئے ہیں تو مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولؤلؤہ جس نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا جس عجمی لڑکے کو دیکھتا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا۔ اور کہتا "عمرؓ میرا کلیجہ کھا گئے"۔ یہ خود نہاوند کا تھا۔ وہاں سے اس کو رومی اسیر کر لے گئے تھے رومیوں سے چھین کر مسلمانوں نے اپنے قبضے میں کیا۔ اور مغیرہ بن شعبہ کے حصے میں پڑا حضرت عمرؓ عجمی غلاموں کو مدینے میں لانے رکھنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اور اس کا سختی سے خیال رکھتے۔ مگر مغیرہ نے اصرار کر کے ابولؤلؤہ کے مدینے میں رہنے کی اجازت حاصل کی۔ اور گویا حضرت فاروق نے خود ہی اپنے قاتل کو مدینے میں رکھا۔ سہ

ابولؤلؤہ کی شقاوت۔

فتح نہاوند فتح الفتوح تھی۔

یہ بہت بڑی فتح تھی جس کے بعد پھر کبھی عجمی اتنا بڑا لشکر نہ جمع کر سکے اور مسلمان نہایت کامیابی کے ساتھ برابر ایران کے شہروں پر قبضہ کرتے چلے گئے۔ اسی سبب سے مسلمانوں نے اس فتح کا "فتح الفتوح" نام رکھدیا تھا۔

فتح دینور۔

جب نہاوند کے معرکے سے فراغت ہو گئی تو ابوموسی اشعری جو نعمان بن مقرن کی کمک پر لشکر بصرہ کے ساتھ آئے تھے۔ واپس روانہ ہوئے۔ راستے میں ان کا گذر شہر دینور پر

عہ ابن اثیر جلد ۳

سہ اخبار الطوال صفحہ ۱۳۹

سہ مروج الذہب جلد ۵

ہوا۔ جس کا انھوں نے محاصرہ کر لیا۔ اور پانچ دن تک گھیرے پڑے رہے۔ مگر ان پانچ دنوں میں فقط ایک بار لڑائی کی نوبت آئی۔ آخر اہل شہر نے جزیہ اور خراج ادا کرنے کا اقرار کرکے اپنی جان و مال کے لیے امان حاصل کی۔ اور شہر کے پھاٹک کھولے۔ ابوموسیٰ نے اپنے ایک عامل کو چند سواروں کے ساتھ وہاں چھوڑا اور آگے کی راہ لی۔

فتح ماسبذان و شروان۔ اب ان کا گزر شہر ماسبذان پر ہوا۔ اور اس کے بعد شہر شروان پر پہونچے۔ ان دونوں شہروں نے بغیر لڑے انھیں شرطوں پر صلح کر لی جو اہل دینور کے ساتھ طے ہو چکی تھیں۔ یہاں پہونچ کر ابوموسیٰ اطراف و جوانب میں لشکر روانہ کرنے لگے۔ تاکہ سارے علاقے پر قبضہ ہو جائے۔

فتح صیمرہ۔ چنانچہ سائب بن اقرع ثقفی کو شہر صیمرہ کی طرف روانہ کیا جو علاقہ مہرجان قذف کا مستقر تھا۔ وہ شہر بھی بے لڑے مطیع فرماں ہو گیا۔ بعض اہل روایت کا بیان یہ ہے کہ اس شہر کے فتح کرنے کے لیے سائب اہواز سے بھیجے گئے۔

ہمدان کا محاصرہ اور فتح۔ یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ مجوسیوں کو نہاوند میں شکست ہوئی تو جو لوگ جان بچا کے بھاگ گئے انھوں نے ہمدان کی راہ لی۔ اور نعیم بن مقرن اور قعقاع نے ان کا تعاقب کیا۔ آخر دونوں بزرگوں نے ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔ اس شہر کی حفاظت کے لیے یزدجرد جاتے وقت خسرشنوم کو چھوڑ گیا تھا۔ وہ جب مقابلے کی تاب نہ لا سکا تو جزیہ دینے اور اطاعت کا اقرار کرکے صلح کر لی جس کی رو سے قرار پایا کہ ہمدان اور شہر دستبی دونوں مجوس کے قبضے میں رہیں گے اور ان میں کا کوئی حصہ مسلمانوں کو نہ دیا جائے گا۔

اس صلح کے بعد جو ایرانی بھاگے ہوئے تھے۔ وہ بھی واپس آ کے اپنے گھروں میں آباد ہوئے۔ اور یہاں امن و امان قائم ہو جانے کا حال شہر ماہین والوں نے سنا تو انھوں نے حذیفہ سے مراسلت کرکے انھیں شرطوں پر صلح کر لی۔ فتح ماہین۔

سارا علاقہ فتح ہو گیا۔ اب اس علاقے اور اطراف کے تمام سرداروں نے باہم اتفاق کرکے ارادہ کیا کہ حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کے اطاعت قبول کر لیں۔ یہاں کے سرداروں میں سب سے بڑا قارن نام ایک عجمی تھا۔ اس نے سب کو سمجھایا کہ مسلمانوں کے سردار سے ملنے جاؤ تو زیادہ شان و شوکت نہ دکھاؤ۔ اور زیب و زینت سے کام نہ لو۔ سب نے اس ہدایت پر عمل کیا۔ مگر دینار جو ایک معزز اور صاحب اثر حاکم تھا دیبا و حریر کے کپڑے اور طلائی زیور پہن کے حذیفہ کے پاس آیا جو اور سب سرداران عجم کو ناگوار ہوا۔ مگر حذیفہ نے اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور سب کی

خواہشیں پوری کردیں۔

اسی قسم کا معاہدہ نعیم بن مقرن نے ایک فارسی سردار بہزاد سے کیا پھر انھوں نے نسیر بن ثور کو ایک قلعہ پر بھیجا جس میں بعض سرکش مفرورین نے پناہ لی تھی۔ نسیر نے جاتے ہی اس کو فتح کرلیا۔ دو رفتحیں

یہی سردار دینار جو اپنے ہموطنوں کے خلاف بن بھمن کے طلائی زیور پہن کر حذیفہ کے پاس آیا تھا۔ ایک مدت کے بعد جناب معاویہ کے عہد میں وارد کوفہ ہوا تھا مسلمانوں کی حالت ہی کچھ اور پائی۔ یہ دیکھ کر اس سے نہ رہا گیا مسلمانوں سے مل کے کہنے لگا "اے اہل کوفہ سب سے پہلے جب تمھارا گزر ہماری طرف ہوا تھا۔ اس وقت تم سب سے اچھے تھے۔ عمرؓ اور عثمانؓ کے زمانوں میں تمھاری وہی حالت رہی۔ مگر اس کے بعد تم بدل گئے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ تم میں چار عیب پیدا ہو گئے ہیں۔ کنجوسی۔ مکاری۔ دغابازی۔ اور تنگدلی۔ پہلے ان میں سے ایک عیب بھی تم میں نہ تھا۔ اور تمھارے اس وطن کی حالت دیکھ کے میں نے اس کا بھی پتہ لگالیا کہ تم میں یہ عیب کہاں کہاں سے آئے ہیں۔ کنجوسی فارس سے آئی ہے۔ مکاری نبطیوں سے۔ غدّاری خراسانیوں سے اور تنگدلی اہل اہواز سے" دینار کی رائے اہل کوفہ کی نسبت

چودہویں فصل

فتوح عجم و آذربائجان و گرجستان و کوہ قاف

عام بعثت کا حکم۔ زیاد بن حنظلہ حاکم کوفہ۔ عمار بن یاسر حاکم کوفہ۔ فقہ حنفیہ کی بنیاد۔ عبداللہ حاکم بصرہ اور ابوموسیٰ حاکم کوفہ۔ نعیم ہمدان پر۔ عتبہ آذربائجان پر۔ سراقہ حاکم بصرہ۔ عبداللہ اصفہان پر۔ رستاق الشیخ کی فتح۔ فتح اصفہان۔ ایک اور روایت۔ فتح قم و کاشان۔ فارس پر بحری حملہ۔ ہمدان دوبارہ فتح ہوا۔ واج رود میں دشمنوں کا اجتماع۔ سخت خونریزی اور فتح۔ بجیر کا ایثار نفس۔ فتح ابہر۔ فتح قزوین۔ فتح دیلم۔ فتح جیلان و طیلسان و زنجان۔ زینبی مسلمانوں کا دوست۔ فتح رے۔ زینبی کی عزت مسلمانوں میں۔ اطاعت اہل دماوند۔ فتح قومس۔ شاہ جرجان کی اطاعت۔ آذربائجان پر فوج کشی۔ اسفندیار کی اسیری۔ عتبہ بن فرقد حاکم آذربائجان۔ سارے آذربائجان پر قبضہ۔ علاقہ کوہ قاف پر حملہ۔ شہربراز حاکم قفقاز۔ اس کا اقرار اطاعت۔ اس کو جزیہ معاف کیا گیا۔ بلاد کوہ قاف پر فوج کشی۔ عبدالرحمن حاکم کوہ قاف۔ ان کا ارادہ بعثت۔ کوہ قاف کے اس پار فوج کشی۔ وہاں کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ کامیابی کے ساتھ واپسی۔ کوہی ترکوں کا نرغہ۔ عبدالرحمن اور ان کے بھائی کی شہادت۔ عبدالرحمن کا دفن۔

عام بعثت کا حکم۔ اسی سنہ ۲۱ھ میں حضرت فاروق اعظمؓ نے مسلمانوں کو عام حکم دے دیا کہ مملکت عجم میں قدم بڑھائیں۔ اور ان کے تمام شہروں اور علاقوں پر قبضہ کریں۔ پہلے آپ اس کے خلاف تھے اور چاہتے تھے کہ مسلمان صرف عراق پر قناعت کر کے بیٹھے رہیں۔ اور خسروان عجم اپنی باقی ماندہ مملکت میں اطمینان سے حکومت کریں۔ مگر یزدجرد سے خاموش نہ بیٹھا گیا۔ پیہم فوجیں بھیج بھیج کر اس نے مسلمانوں کو چھیڑا۔ اور آخر حضرت عمرؓ کو یقین ہو گیا کہ جب تک یزدجرد زندہ موجود ہے۔ اور آل ساسان کے قبضے میں چپہ بھر زمین بھی باقی ہے ہم خاموش نہ بیٹھنے پائیں گے۔ غرض فتح نہاوند کے بعد ہی بصرے اور کوفے کے سرداران عساکر اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ ملک عجم کے پامال کرنے کو چل کھڑے ہوئے۔

یہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ سعد کے بعد عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان والی کوفہ مقرر ہوئے تھے۔

زیاد بن حنظلہ حاکم کوفہ۔

معرکۂ نہاوند انھیں کے زمانے میں ہوا۔ مگر اس کے بعد اس خدمت سے ہٹا کے وہ کسی اور خدمت پر بھیج دیے گئے۔ اور ان کی جگہ زیاد بن حنظلہ کا تقرر ہوا۔ جن کا شمار معززین مہاجرین میں تھا۔ انھیں کے عہد میں دولت اسلام کی طرف سے بلاد عجم پر فوجیں روانہ ہوئیں۔ مگر ان کو یہ خدمت پسند نہ آئی۔ اور چند ہی روز میں نہایت اصرار کے ساتھ استعفاء دے دیا تب

عمار بن یاسر حاکم کوفہ۔

حضرت عمرؓ نے عمار بن یاسر کو والی کوفہ مقرر کر کے بھیجا۔ اور چلتے وقت ان کو اہل کوفہ کے نام ایک تحریر دی جس کا مضمون یہ تھا کہ "میں عمار کو کوفہ کا حاکم اور عبداللہ بن مسعود کو معلم دین مقرر کر کے بھیجتا ہوں"۔ ابن مسعود اس سے پیشتر حمص میں تھے۔ وہاں سے بلا کر حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ میں بھیجا۔ اور سمجھنا چاہیے کہ اسی وقت سے حضرت عمرؓ کے ہاتھوں فقہ حنفیہ کی بنیاد

فقہ حنفیہ کی بنیاد۔

پڑ گئی۔ عبداللہ بن مسعود ہی کے فتوے اور اجتہادات تھے جنھوں نے مرور ایام کے بعد حضرت امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے ہاتھ سے مدون اور منضبط ہو کر فقہ حنفیہ کی صورت اختیار کر لی۔

عبداللہ حاکم بصرہ اور

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو والی بصرہ۔ اور ابو موسیٰ اشعری کو والی کوفہ کا مددگار مقرر فرمایا۔

نعیم ہمدان پر

اسی زمانے میں اہل ہمدان نے جو صلح کر چکے تھے بدعہدی اور بغاوت کر دی۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے نعیم بن مقرن کو خود اپنے ہاتھ سے ایک جھنڈا بنا کے بھیجا۔ اور حکم دیا کہ اس کو لے کر پہلے ہمدان پر جاؤ جس کو پہلے بھی تم فتح کر چکے ہو۔ پھر جب وہ مطیع و منقاد ہو جائے تو آگے بڑھو۔ اور برابر خراسان تک بڑھتے چلے جاؤ۔ ساتھ ہی عتبہ بن فرقد اور بکیر بن عبداللہ کو

عتبہ آذربائیجان

آذربائیجان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور اس صراحت کے ساتھ کہ تم سے ایک شخص حلوان کی طرف سے بڑھے۔ اور دوسرا موصل کی طرف سے۔ پھر عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو اصفہان میں بھیجا۔ اور ان کی جگہ سراقہ کو حاکم بصرہ مقرر فرمادیا۔

سراقہ حاکم بصرہ۔

عبداللہ اصفہان پر

عبداللہ جو اصفہان کی طرف روانہ ہوئے وہ اس سے پیشتر حاکم کوفہ رہ چکے تھے۔ بڑے بہادر و نامور شرفائے صحابہ اور اکابر انصار میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو بھی ان کا مددگار بنا کے ان کے ہمراہ کیا۔ اور جناب فاروق ہی نے ان کے جناحین کی سرداری پر عبداللہ بن ورقاء ریاحی اور عصمہ بن عبداللہ کو مقرر فرمایا۔

یہ لشکر نہاوند کی طرف بڑھا۔ اور حذیفہ جو اس وقت تک وہیں تھے وادی دجلہ کی حکومت میں اپنی پرانی خدمت پر واپس گئے۔ عبداللہ اپنے لشکر کے ساتھ نہاوند میں پہونچے اور جس

لشکر نے نعمان فردوس نشین کے ساتھ اس میدان میں فتح حاصل کی تھی اس کا کچھ حصہ بھی اُن کے ساتھ تھا۔ اپنی اس فوج کو مرتب کر کے وہ نہاوند سے اصفہان کی طرف چلے۔ اصفہان کے اسی طرف عجمی لشکر مقابلے کے لیے تیار تھا۔ اس کا سپہ سالار اسپیدان تھا۔ اور اس کے ہراول کا سردار شہریار بن جاذویہ تھا۔ جو نہایت ہی معمر اور سن رسیدہ شخص تھا۔ اور اس کے زیر علم بہت بڑا عجمی لشکر تھا۔ لشکر مجوس کا یہ مقدمۃ الجیش اصفہان کے ایک سرحدی قلعہ میں ٹھہرا ہوا تھا کہ عبداللہ پہونچگر اس کے مقابل صف آرا ہوئے! اور ایک سخت لڑائی ہوئی جس کے بعد بوڑھا شہریار خود میدان میں آیا اور مقابل طلب کیا۔ عبداللہ بن ورقاء ریاحی اس کے مقابلے کو نکلے۔ شہریار اُن کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور سردار کے مارے جاتے ہی لشکر عجم شکست کھا کے بھاگا۔ اسی بوڑھے سردار کی یادگار میں عربوں نے اس کا نام "رستاق الشیخ" رکھ دیا۔ اس فتح کے بعد وہ قلعہ صلحاً بہ اقرار اطاعت واداے جزیہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور اسپیدان نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی۔ اصفہان کا یہی پہلا رستاق (ضلع) ہے جو علم اسلام کے سایہ میں آگیا۔

رستاق الشیخ کی فتح۔

اب عبداللہ بڑھ کے خاص شہر "جی" پر پہونچے یہ اصفہان کا پُرانا نام ہے۔ یہاں کا حاکم فاذوسفان تھا۔ اُس نے ان شرطوں پر صلح کرلی کہ اصفہان پر اسی کا قبضہ رہے گا۔ مال و اسباب کو مسلمان ہاتھ نہ لگائیں گے۔ مگر وہ مسلمانوں کا مطیع فرماں ہوگا۔ جزیہ ادا کرتا رہے گا اور جتنے علاقے کو مسلمانوں نے بہ زور شمشیر اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ وہ بھی اس صلح کے معاہدے میں شامل اور فاذوسفان کے زیر حکومت رہے گا۔ مجوس میں سے جس کسی کو اس صلح کے ماننے میں تامل ہوگا وہ یہ سرزمین چھوڑ کے چلا جائے گا۔ اور اس کی ملکیت مسلمانوں کی جائداد سمجھی جائے گی۔ اس معاہدے کو ساری رعایا نے تسلیم کرلیا بجز تیس اہل اصفہان کے جو جلاوطن ہو کے چلے گئے۔

فتح اصفہان

اسی اثنا میں اہواز کے جانب سے ابو موسیٰ اشعری آ پہونچے۔ وہ اور عبداللہ دونوں ایک ساتھ شہر جی کے اندر داخل ہوئے! اور اس کامیابی کی خبر حضرت عمرؓ کو کی۔ اس کے جواب میں جناب فاروق کے پاس سے عبداللہ کے نام یہ جواب آیا کہ برابر بڑھتے چلے جاؤ یہانتک کہ سہیل بن عدی سے جا ملو۔ اور کرمان کی مہم میں ان کے ساتھ شریک ہو۔ چنانچہ انھوں نے سائب بن اقرع کو اپنا نائب بنا کر اصفہان میں چھوڑا۔ اور قبل اس کے کہ سہیل حدود کرمان میں داخل ہوں اُن سے جا ملے۔

ایک مغائر روایت

معقل بن یسار کی روایت گذشتہ بیانات کے بالکل خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جس لشکر نے اصفہان کو فتح کیا اس کے سپہ سالار نعمان بن مقرن مرحوم تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُن کو براہ راست مدینہ سے اصفہان بھیجا تھا۔ اور اہل کوفہ کو ہدایت کی تھی کہ ان کو کمک پہونچائیں۔ اصفہان کا حاکم ذو الحاجبین تھا۔ نعمان نے اُس کے پاس مغیرہ بن شعبہ کو اپنا ایلچی بنا کے بھیجا۔ جب وہ سفارت ادا کرکے واپس آئے تو لڑائی شروع ہوئی۔ اور نعمان اس لڑائی میں شہید ہوئے۔ ساتھ ہی ذو الحاجبین بھی گھوڑے پر سے اس طرح گرا کہ پیٹ پھٹ گیا۔ اور اس کا لشکر شکست کھا کے بھاگا۔ یہ روایت اگرچہ کتابوں میں موجود ہے مگر زیادہ قابل اعتبار پہلی ہی روایت ہے۔ سچ یہ ہے کہ نعمان بن مقرن جنگ نہاوند میں شہید ہو چکے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا۔

فتح قم و کاشان

اصفہان کے بعد ابو موسیٰ اشعری نے حملہ کرکے بلاد قم و کاشان کو فتح کر لیا۔

فارس پر بحری حملہ

اسی سال عثمان بن ابی العاص ثقفی نے ایک بحری لشکر روانہ کیا جو ساحل فارس پر اترا۔ جارود بن عبدی اس لشکر کے ساتھ گئے تھے۔ وہاں کی لڑائی میں شہید ہوئے مگر بعض لوگ اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں جارود فارس میں نہیں بلکہ نہاوند کے میدان میں شہید ہوئے۔

ہمدان دوبارہ فتح ہوا۔

اب سنہ ۲۲ھ شروع ہوا۔ یہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نعیم بن مقرن کو ہمدان کو بھیجا تھا کہ وہاں کی بغاوت فرو کرکے خراسان تک بڑھتے چلے جائیں۔ ہمدان میں خسر شنوم میں علم بغاوت بلند کیا تھا۔ نعیم نے جاتے ہی ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔ اور اطراف و جوانب میں فوجیں بھیج بھیج کر سارا علاقہ اپنے زیر تصرف کر لیا۔ خسر شنوم نے یہ حالت دیکھی تو اظہار عجز کے ساتھ پیام صلح دیا۔ اور نعیم نے از سر نو جزیے کا اقرار لے کے ہمدان والوں سے صلح کر لی۔

داجرود میں دشمنوں کا اجتماع۔

نعیم کے ہمراہ بارہ ہزار فوج تھی۔ اور ابھی ہمدان ہی میں تھے کہ اہل دیلم و رے نے آذربائجان والوں سے مراسلت کی۔ اور ان کی روک تھام کے لیے تیار ہو گئے۔ موتہ نام ایک شخص دیلمیون کا سردار تھا وہ بڑھ کے مقام واج روذ میں اترا۔ اِدھر ابو الفرخان زینبی رے والوں کے ساتھ آیا۔ اور رستم بن فرخ زاد کا بھائی اسفندیار آذربائجان کا لشکر لے کے آ گیا۔ یہ لوگ ایسے زور و شور سے آئے اور مفتوحہ علاقے میں ایسی شورش مچا دی کہ جا بجا شہروں میں قبضہ قائم رکھنے کے لیے جو تھوڑی تھوڑی مسلمان فوجیں ٹھہرا دی گئی تھیں، وہ سب اپنے قلعوں اور شہروں میں قلعہ بند ہو گئیں۔

نعیم کو ان واقعات کی اطلاع ملی تو فوراً یزید بن قیس ہمدانی کو اپنا نائب بنا کے ہمدان میں

سخت خونریزی اور فتح۔

چھوڑا۔ اور واج رود میں پہونچکے دشمن کی متحدہ فوجوں سے مقابلہ کیا۔ یہ بھی بڑی سخت لڑائی تھی اور مورخین اس کو جنگ نہاوند کے ہم پلہ بتاتے ہیں۔ آخر بڑی خونریزی ہوئی۔ اور چونکہ سخت خونریزی کے بعد میدان چھوڑا تھا اس لیے بہت ہی بدحواسی کے ساتھ بھاگے اور اس کثرت سے مارے گئے کہ مقتولین کا کوئی حصر و اندازہ نہ ہوسکا مژدۂ فتح حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا گیا تو آپ نے نعیم کو حکم دیا کہ فوراً رے کی طرف بڑھو۔ اور وہاں کے لوگوں پر فتحیاب ہونے کے بعد وہیں ٹھہر جاؤ۔

جریر کا ایثار نفس

بعض مورخین کا بیان ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے جریر بن عبداللہ کو ہمدان میں بھیجا تھا۔ جو یہاں کے لوگوں سے لڑے۔ اور دشمنوں کے تیر سے اُن کی آنکھ جاتی رہی۔ اور اس کی نسبت انھوں نے کہا جس خدا نے میرے چہرے کو اس آنکھ سے زینت دی تھی اسی کی راہ میں میں نے اس کو صرف کر دیا۔ اس کے بعد انھیں شرطوں پر جن پر نہاوند فتح ہوا تھا ہمدان کو فتح کرلیا۔ اور اس کے گرد کے سارے علاقے بزور شمشیر قابض ہوئے۔ اسی قسم کے بعض اور اختلافات بھی ہیں اور ممکن ہے کہ جریر کوفے سے نعیم کی کمک پر آئے ہوں اور شریک جنگ ہوں۔

وہی لوگ جو جریر بن عبداللہ کو فاتح ہمدان بتاتے ہیں ان کا بیان ہے کہ فتح کے بعد جریر نے براء بن عازب کو ایک لشکر کے ساتھ قزوین کے فتح کرنے کو بھیجا۔ اور حکم دیا کہ قزوین پر قبضہ کرنے کے بعد وہ دیلم پر حملہ کریں۔ قزوین جانے کا راستہ دستبی کی طرف سے تھا۔ مگر براء وہ راستہ چھوڑ کے پہلے قلعۂ ابہر پر پہونچے۔ ابہر والوں نے پہلے مقابلہ کیا۔ پھر امان مانگی جو

فتح ابہر

دی گئی۔ اور باقرار ادائے جزیہ صلح ہوگئی۔ اس کے بعد براء نے بڑھ کے قزوین پر حملہ کیا۔ اہل قزوین نے مسلمانوں کی آمد سنی تو دیلم والوں سے مدد مانگی۔ انھوں نے وعدہ کیا۔ اور جب مسلمان قزوین کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اہل دیلم نے شہر کے قریب آکے پڑاؤ ڈال دیا۔ ان کی مدد کے بھروسے پر

فتح قزوین۔

اہل قزوین نے باہر نکل کے مقابلہ کیا۔ مگر دیلم والے ایک پہاڑی پر سے لڑائی کا تماشا دیکھتے رہے مدد کے لیے قدم نہ بڑھایا۔ اہل دیلم کی بے پروائی اور اپنی کمزوری دیکھ کے اہل قزوین نے مسلمانوں سے امان مانگی۔ اور جن شرطوں پر ابہر والوں سے صلح ہوئی تھی اُن سے بھی ہوگئی۔ قزوین پر حملہ کرکے براء دیلم کی طرف بڑھے۔ ان لوگوں نے پہلے ہی مقابلے میں ہمت ہار کے جزیہ قبول کرلیا۔ اور لشکر اسلام نے بڑھ کے جیلان اور طیلسان پر حملہ کیا۔ اور زنجان کو بزور شمشیر فتح کرلیا۔

فتح دیلم۔

فتح جیلان و طیلسان و زنجان۔

اس کے بعد جب ولید بن عتبہ حاکم کوفہ ہوئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان شہروں نے

جزیہ دینے سے انکار کرکے بغاوت کردی تھی چنانچہ ولید نے پھر چڑھائی کی۔ اور دیلم جیلان موقان۔ اتھر اور طیلسان پر از سر نو جہاد کیا۔

زنبیی مسلمانوں کا دوست۔

اب نعیم بن مقرن جو داج رود کو فتح کرکے وہیں ٹھہر گئے تھے وہاں سے واپس چلے تو سردار عجم زنبیی ابو الفرخان رے سے نکل کے اُن کے پاس آیا۔ اور امان مانگی۔ اس میں اور فرمانروائے رے سیاوش بن مہران بن بہرام چوبین میں مخالفت تھی۔ زنبیی مسلمانوں سے مل گیا تو سیاوش نے اہل دنباوند۔ طبرستان۔ قومس اور جرجان سے مدد مانگی۔ ان سب نے

فتح رے۔

اس کے پاس کمک بھیجی۔ اور شہر رے کے پہلو میں ایک پہاڑ کے نیچے اس سے اور نعیم سے مقابلہ ہوا جس میں دشمنوں کی فوجی قوت بہت زیادہ تھی۔ زنبیی نے نعیم سے کہا کہ دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور اُن کے مقابل آپ تھوڑے ہیں۔ آپ مجھے تھوڑے سے سوار دیں کہ ان کو ساتھ لے کر میں ایسے راستے سے شہر میں داخل ہو جاؤں کہ دشمنوں کو خبر بھی نہ ہونے پائے۔ پھر جب آپ مقابلہ شروع کریں گے تو عین معرکۂ کارزار کے وقت ہم بھی شہر سے نکل کے دشمنوں پر حملہ کردیں گے۔ اور ممکن نہیں کہ رے والوں کے قدم نہ اکھڑ جائیں۔ اس تجویز کے مطابق نعیم نے اپنے بھتیجے منذر بن عمرو کی ماتحتی میں ایک رسالہ زنبیی کے ساتھ کیا۔ اس فوج کو لے کے وہ نہایت خاموشی سے رے میں داخل ہو گیا۔ بعد ازاں جب لڑائی شروع ہوئی اور عجمی نہایت پامردی اور دلیری سے اپنے مقام پر جمے ہوئے مقابلہ کر رہے تھے کہ یکایک اپنی پشت کی طرف سے تکبیر کے نعرے سُنے۔ پلٹ کے دیکھا تو نظر آیا کہ دشمنوں کے سوار شہر کے اندر سے نکل کے حملہ کر رہے ہیں۔ سب کے ہاتھ پانوں پھول گئے اور نہایت ہی بدحواسی اور خوف سے میدان چھوڑ کے بھاگے۔ یہاں سے قریب نرغل کا جنگل تھا جس میں بھاگ کے عجمی چھپتے۔ اور ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے مارے جاتے۔

غرض یہاں بہت کثرت سے ایرانی مارے گئے۔ اور مسلمانوں کو یہاں بھی قریب قریب ویسی ہی غنیمت ہاتھ آئی جیسی کہ مدائن میں ملی تھی۔ لڑائی کے بعد زنبیی سے بہ وعدۂ ادائے

زنبیی کی عزت مسلمانوں میں

جزیہ اس شرط پر صلح ہو گئی کہ رے اس کے قبضہ میں رہے۔ چنانچہ زنبیی عہد اسلام میں ہمیشہ معزز و دولتمند رہا۔ اور اس کی بڑی عزت تھی۔ نعیم نے پرانی آبادی کو مسمار کر دیا۔ اور اُن کے حکم سے زنبیی نے نیا شہر رے آباد کیا۔

فتح کے بعد نعیم نے مژدۂ فتح دربار خلافت میں لکھا۔ اور اس تحریر کے ساتھ رقم خمس کو

لے کر مضارب عجلی مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔

اطاعت اہل دباوند۔

اب دُباوند باقی تھا۔ وہاں کے حاکم مصمغاں نے نعیم سے درخواست کی کہ اگر دباوند پر حملہ نہ کیا جائے تو میں کچھ رقم بطور نذرانہ پیش کرنے کو موجود ہوں۔ چونکہ وہ جزیہ دینے پر راضی تھا اس لیے اس کی درخواست قبول کی گئی۔

بعض اہل روایت کہتے ہیں کہ شہر رَے قرظہ بن کعب کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ اور بعض اس کا فتح ہونا ۲۱ھ میں بتاتے ہیں۔

فتح قومس۔

حضرت فاروق اعظمؓ کو رَے کے فتح ہونے کی خبر اور وہاں کی غنیمت کا پانچواں حصہ پہونچا تو آپ نے جواب میں نعیم کو حکم دیا کہ اپنے بھائی سوید بن مقرن کو مع ہند بن عمر عجلی کے شہر قومس پر بھیجو۔ وہ گئے مگر کسی نے مقابلہ نہ کیا چنانچہ انھوں نے بے لڑے شہر کو فتح کر لیا۔ اور وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ آخر جو لوگ وہاں سے بھاگ بھاگ کے طبرستان میں چلے گئے تھے۔ یا گھر بار چھوڑ کے پہاڑوں میں پڑے ہوئے تھے درخواستیں بھیج بھیج کے امان مانگنے لگے۔ جزیہ کا اقرار کر کے پھر شہر میں آئے اور ان کو ایک تحریری معاہدہ دیدیا گیا۔

شاہ جرجان کی اطاعت۔

اب سوید وہاں سے کوچ کر کے ملک جرجان میں پہنچے۔ وہاں شہر بسطام میں پڑاؤ ڈالدیا۔ اور زرنان صول شاہ جرجان کو خط تبلیغ بھیجا۔ اُس نے جواب میں جزیہ کا اقرار کر کے صلح کی درخواست کی۔ اور وعدہ کیا کہ میں علاقہ جرجان کے تمام لوگوں کو آپ کا مطیع و منقاد بنا دوں گا۔ اور اگر کسی پر میرا زور نہ چلا تو آپ میری مدد کریں۔ سوید نے اس کو قبول کیا۔ اور شہر جرجان کی طرف چلے۔ زرنان صول ان کے استقبال کو شہر کے باہر نکلا۔ سوید اس کے ساتھ دوستوں کی طرح آبادی میں داخل ہوئے۔ اور وہیں فروکش ہو گئے۔ یہاں تک کہ سب لوگوں سے جزیہ وصول ہو گیا۔ زرنان صول نے سوید کو سارے علاقۂ جرجان میں پھرایا۔ چاروں طرف کے راستے بتائے۔ اور دہستان کے ترک جو اس علاقہ پر اکثر تاختیں کیا کرتے تھے ان کا راستہ بند کر دیا۔

بعض لوگ اس فتح کو ۱۸ھ میں اور بعض ۳۰ھ میں بعہد حضرت عثمانؓ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سپہبذ حاکم طبرستان نے سوید سے اس اقرار پر صلح کی کہ اس کے لیے بھی کچھ مقرر کر دیا جائے اور اس کی یہ شرط قبول کی گئی۔

نعیم جب رَے کو فتح کر چکے تو حضرت عمرؓ کے حکم سے سماک بن خرشہ انصاری کو بکیر بن عبد اللہ

آذربائجان پر فوج کشی۔

کی مدد کے لیے آذربائجان میں بھیجا۔ بکیر اس سرزمین میں داخل ہوئے تو اسفندیار بن فرخ زاد کا سامنا ہوا جو واج روذ سے بھاگ کے یہاں آیا تھا۔ آذربائجان میں بکیر کو سب سے پہلے لڑائی پیش آئی۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے مقابلے میں ایرانی میدان چھوڑ کے بھاگ گئے! ور مسلمانوں نے اسفندیار کو اسیر کر لیا۔ جب وہ بکیر کے سامنے لایا گیا تو اُن سے پوچھا "آپ کو کون چیز زیادہ پسند ہے؟ صلح یا لڑائی؟" بکیر نے کہا "صلح" اُس نے کہا "تو مجھے اپنے پاس احتیاط سے اسیر رکھیے۔ اس لیے کہ جب تک میں ان لوگوں میں نہ جاؤں گا وہ آپ سے مقابلہ نہ کریں گے۔"

اسفندیار کی اسیری۔

مسلمانوں کے پہونچتے ہی یہاں کی عام رعایا کی یہ حالت ہوئی تھی کہ اکثر لوگ عربوں کے خوف سے جلاوطن ہو کے پہاڑوں میں چلے گئے تھے۔ اور جہاں کہیں کوئی قلعہ تھا وہاں کے لوگوں نے پھاٹک بند کر لیے تھے۔ اور قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجز ان مقامات کے جن کے گرد قلعہ بندی تھی۔ تمام شہروں اور قریوں پر مسلمان قابض ہو گئے جن شہروں پر قبضہ ہوا وہ زیادہ تر خالی اور سنسان پڑے تھے۔ اس لیے کہ رعایا بھاگی ہوئی تھی۔ اس اثنا میں سماک بن خرشہ بھی پہونچ گئے۔ ادھر عقبہ بن فرقد نے اپنے قرب و جوار کے مقامات فتح کر لیے۔

اب بکیر نے دربار خلافت سے آگے بڑھنے کی اجازت مانگی۔ وہاں سے حکم آیا کہ کوہ قاف کی گھاٹیوں کی طرف بڑھو۔ اور جو ملک فتح ہو چکے ہو اس میں کسی کو اپنا جانشین بنا کے چھوڑ جاؤ چنانچہ انھوں نے عقبہ بن فرقد کو اپنا نائب مقرر کر کے یہاں چھوڑا۔ اور عقبہ نے سماک بن خرشہ کو اس علاقے کا حاکم مقرر کیا جس کو بکیرؓ نے فتح کیا تھا۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے سارا آذربائجان عقبہ بن فرقد کے ہاتھ میں دے دیا۔

عقبہ بن فرقد حاکم آذربائجان بنے

اب بہرام بن فرخ زاد اپنا لشکر لے کے عقبہ کے مقابلے پر آیا۔ اور عقبہ نے بڑھ کے اس کو شکست دے دی۔ اس لڑائی کا حال اسفندیار نے سُنا جو بکیر کے پاس قید تھا تو کہا "بس اب صلح مکمل ہو گئی۔ اور آزادی کی جو آگ لگی ہوئی تھی بجھی۔" چنانچہ اُس نے مسلمانوں سے صلح کر لی جس کو تمام اہل آذربائجان نے قبول کر لیا۔ اور یوں سارا ملک بغیر لڑائی کے فتح ہو گیا۔ بکیر اور عقبہ دونوں نے یہ حال حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا۔ اور خمس کا جو کچھ سرمایہ جمع تھا روانہ کیا اس کے جواب میں جناب فاروقؓ نے جب بکیر کا سارا علاقہ عقبہ کے حوالہ کیا تو اہل آذربائجان کے لیے اپنا تحریری صلح نامہ مہر کر کے بھیج دیا۔

سارے آذربائجان پر قبضہ۔

علاقہ کوہ قاف پر ...

اسی سنہ ۲۲ھ میں علاقۂ باب یعنے کوہ قاف کے علاقے کو مسلمانوں نے فتح کیا حضرت فاروق اعظمؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو کوفے کی حکومت پر واپس کیا۔ سراقہ بن عمرو کو جو ذی النور کے لقب سے مشہور تھے کوہ قاف کی طرف جانے کا حکم دیا اور اُن کے ہراول کا افسر عبدالرحمن بن ربیعہ کو مقرر فرمایا۔ اتفاق سے وہ بھی اسی ذی النور کے لقب سے یاد کیے جاتے جناحین کی افسریوں پر حذیفہ بن اسید غفاری اور بکیر بن عبداللہ لیثی کو مقرر کیا۔ اور افسر تقسیم غنیمت ربیعۂ باہلی کو بنایا۔ بکیر پہلے سے اس ملک میں پہونچ گئے تھے۔ سراقہ جب آذربائجان سے آگے بڑھے تو خاص علاقہ قفقاز میں بکیر اُن کے ساتھ مل گئے۔

سراقہ کی کمک پر جانے کا حضرت فاروقؓ نے حبیب بن مسلمہ کو بھی حکم دیا جو الجزیرہ کے حاکم تھے۔ اور اُنکی جگہ زیاد بن حنظلہ کو حاکم الجزیرہ مقرر فرمایا۔

شہر یار حاکم قفقاز۔

سردار مقدمۃ الجیش عبدالرحمن بن ربیعہ علاقۂ کوہ قاف میں داخل ہوئے تو وہاں کے حاکم شہر یار نے ایلچی بھیجکر اُن سے امان مانگی۔ اور لکھا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ خود حاضر ہو کر آپ سے ملاقات کروں۔ یہ شہر یار اس قدیم الایام کے شہر یار کی نسل میں بتایا جاتا تھا جس نے بنی اسرائیل کو غارت کیا تھا اور شام والوں کو اُن کی مخالفت پر ابھار دیا تھا عبدالرحمن نے اس کو آنے کی اجازت دی۔ چنانچہ وہ فوراً آکے اُن سے ملا۔

اس کا اقرار اطاعت۔

شہر یار نے آکر یہ کہا "یہاں میرا اکثر ایسے دشمنوں اور قوموں کا مقابلہ رہتا ہے جو لوگ وحشی اور غیر متمدن ہیں اور کوئی حسب و نسب نہیں رکھتے اور کسی عقلمند کا یہ کام نہیں کہ اُن کو چھوڑ کے آپ ایسے صاحب عقل و شرف سے لڑے! آپ کے مقابلے میں میری اور نیز ارمنیوں کی کچھ ہستی نہیں ہے۔ آپ ہمارے شہروں اور ہماری قوم والوں پر غالب آچکے ہیں لہذا میں آپ کا دوست اور رفیق بننا چاہتا ہوں۔ میرا ہاتھ آپ کے ساتھ رہے گا۔ میرا جزیہ آپ کے سامنے پیش ہوگا۔ یہاں کی مہموں میں میں آپ کا طرفدار اور مددگار رہوں گا۔ اور جو آپ کی مرضی ہوگی ہمیشہ اس پر چلوں گا۔ مگر اس کے معاوضے میں میں اتنا چاہتا ہوں کہ ہم لوگوں پر جزیے کی کوئی شرح نہ مقرر کیجیے۔ کیونکہ ایسی صورت میں ہم آپ کے دشمنوں کی نظر میں ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔" عبدالرحمن اس کا کچھ جواب نہ دے سکے اور اس کو سپہ سالار اعظم سراقہ کے پاس بھیج دیا۔ سراقہ کے سامنے بھی شہر یار نے ایسی ہی باتیں کیں تو انھوں نے

اس کو جزیہ معاف کیا گیا۔

اس کی درخواست قبول کر لی اور کہا "جزیہ اُس کے لیے ہے جو شہر میں مقیم ہو اور دشمنوں کی

لڑائی میں ہمارا ممد و معاون نہ ہو۔ تم جب ہماری مدد کرنے اور ہمارے دشمنوں سے لڑنے کو تیار ہو تو تم سے جزیہ لینے کی ضرورت نہیں ہے"۔ اور سراقہ نے جب یہ معاملہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھا تو آپ بھی اُس کو جائز رکھا۔ بلکہ اسی کو مناسب تصور فرمایا۔

شہریار سے صلح اور دوستی ہو جانے کے بعد سراقہ نے یہاں کے شہروں اور مخالفوں پر فوجیں روانہ کرنا شروع کیں۔ چنانچہ بکیر کو موقان پر۔ حبیب کو تفلیس پر۔ حذیفہ کو کوہ لان پر اور سلمان کو ایک اور جانب روانہ کیا۔ اور شہریار سے صلح ہونے کی خوشخبری بارگاہ خلافت میں بھیجی۔ مگر حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ یہ ملک وسیع ہے راستے دشوار گزار ہیں اور سپہگروں کی بھی وہاں کثرت ہے۔ لہٰذا یہ کام بغیر کمک کے نہ پورا ہو سکے گا۔ تاہم بغیر اس کے کہ کوئی کمک آئے سراقہ نے اس سرزمین میں مضبوطی سے اپنا قدم جما لیا مگر جو فوجیں دیگر شہروں پر روانہ کی گئی تھیں ان میں سے بجز بکیر کے اور کسی کو کامیابی نہ ہوئی جنھوں نے ۲۱ھ میں اہل موقان کو مغلوب کر کے جزیہ گزار بنا لیا۔ بلادِ کوہ قاف پر فوج کشی۔

اسی اثنا میں سراقہ نے اسی علاقہ کوہ قاف میں وفات پائی۔ اور مرتے وقت اپنے ہم لقب ذی النور عبدالرحمن بن ربیعہ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ حال سنا تو انھوں نے بھی عبدالرحمن کو درہ ہائے کوہ قاف کی حکومت پر برقرار رکھا۔ اور حکم دیا کہ ترکوں یعنی وہاں کی پہاڑی لوگوں اور کوہ قاف کے اس طرف رہنے والی جنگجو قوموں پر جہاد کریں۔ عبدالرحمن حاکم کوہ قاف۔

دار الخلافت سے حکم ہوتے ہی عبدالرحمن لشکر لے کے چلے۔ شہریار نے پوچھا "آپ اب کہاں جاتے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟" کہا "میں علاقہ بلنجر اور ترکوں پر جہاد کروں گا"۔ اس نے کہا "میری خوشی تو یہ تھی کہ آپ ان لوگوں کو سلسلۂ کوہ کے اس طرف بلا کے اُن سے مقابلہ کرتے"۔ عبدالرحمن نے جواب دیا کہ "نہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ خاص ان کے ملک میں گھسیں اور وہیں ان پر جہاد کریں۔ اور بخدا ہمارے ساتھ ایسے جاں باز بہادر موجود ہیں کہ امیر المومنین کا حکم ہو تو لڑتے ہوئے رومۃ الکبریٰ پر جا پہونچیں"۔ شہریار نے پوچھا "وہ لوگ کون ہیں؟" کہا "صحبت یافتگان رسول اکرم۔ اور صدق دل سے اسلام قبول کرنے والے۔ حکومت ہمیشہ ان کے قبضے میں رہے گی۔ اور خدا کی مدد اُن کے ساتھ ہوگی تا وقتیکہ کوئی برائی غالب آ کر ان کو بدل نہ دے۔ اور اُن کی یہ حالت باقی نہ رہے"۔ جواب ہے۔ سبقت ان کا ارادہ

کوہ قاف کے اس پار پہنچ گئے — الغرض عبدالرحمن کوہ قاف کی گھاٹیوں سے گزر کے کوہستان کے اُس پار نکل گئے اور بلنجر میں جہاد شروع کیا۔ وہاں کے لوگوں نے جو دیکھا کہ یہ لوگ اتنے بڑے زبردست حصار کوہ میں سے گزر کے ایسے جوش و خروش سے ہم پر چڑھ آئے ہیں تو بہت گھبرائے۔ کہنے لگے کہ "بجز ان لوگوں کے جن کی کمک پر فرشتے ہوں اور کوئی قوم ایسی بیباکی اور دلیری سے ہم پر حملہ نہیں کر سکتی"۔ اسی خیال نے ان کے حوصلے ایسے پست کر دیے کہ کسی کو مقابلے پر آ کے صف آرا ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور سب اپنے اپنے قلعوں میں پھاٹک بند کر کے بیٹھ رہے۔

وہاں کسی نے مقابلہ نہ کیا۔

کامیابی کے ساتھ واپس پہنچے — آخر عبدالرحمن کے سوار بیضا تک پہنچ گئے۔ جو بلنجر سے بھی دو سو فرسخ آگے یعنے چار سو میل ادھر ہے۔ غیر متحصن شہروں اور بستیوں پر تاختیں کیں۔ اور بغیر اس کے کہ اُن کا ایک آدمی بھی ضایع ہو کوہ قاف کے اس طرف واپس آئے۔ اور جو غنیمت لائے تھے اس کا پانچواں حصہ مژدۂ کامیابی کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔

اس مہم کے بعد عبدالرحمن نے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں متعدد فوج کشیاں کیں اور ہمیشہ فتحیاب ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ اہل کوفہ کی حالت میں انقلاب شروع ہوا جس کی بنیاد یہ تھی کہ اہل کوفہ کی درخواست پر حضرت ذی النورین نے اس علاقۂ کوہ قاف کا حاکم ایک ایسے شخص کو مقرر فرما دیا جو کسی زمانے میں مرتد ہو گیا تھا۔ اس کے تقرر سے فساد پیدا ہوا۔ اور عبدالرحمن نے جو نظام قائم کر دیا تھا بگڑ گیا۔

کوہی ترکوں کا نرغہ — یہ حالت دیکھ کر عبدالرحمن بن ربیعہ نے پھر اس ملک پر جہاد کیا تاکہ فتنہ و فساد کا استیصال کریں۔ مگر اب کی ترکوں نے چاروں طرف سے جمع ہو کر نرغہ کیا۔ پہاڑوں کی کھوہوں میں چھپ کے بیٹھ رہے۔ اور لوٹ مار مچا دی۔ عبدالرحمن ان کی سرکوبی کو چلے تو اچانک کسی مسلمان پر دشمنوں کا ایک تیر پڑا اور وہ شہید ہو گیا۔ عبدالرحمن کے ہمراہیوں نے جو یہ حالت دیکھی تو بجز چند کے سب ساتھ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ ساتھ ہی ترکوں نے غاروں اور گھاٹیوں سے نکل کے حملہ کر دیا۔ اور بہت ہی سخت لڑائی ہونے لگی۔

عبدالرحمن اور ان کے بھائی کی شہادت — عین اس وقت جبکہ عبدالرحمن اپنے تھوڑے سے رفقا کو للکار للکار کے لڑا رہے تھے قضائے فلک سے ہاتف غیب کی آواز کان میں آئی "عبدالرحمن صبر! اور مقام موعود جنت ہے"۔ یہ سننا تھا کہ فردوس بریں کے شوق میں بڑھے۔ دشمنوں میں خود ہی گھس گئے

اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اب اُن کے بھائی سُلمان بن ربیعہ نے جھنڈا بلند کیا۔ اور وہ بھی تھوڑی دیر لڑے تھے کہ یہی صدائے روح افزا کان میں آئی۔ اور انھوں نے بھی دشمنوں پر حملہ کر کے فردوس نشیں بھائی کا ساتھ دیا۔

عبدالرحمن کا مدفن۔ مشہور صحابی رسول اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس جہاد میں بذات خود شریک تھے جو اس شکست کے بعد جرجان میں گئے۔ عبدالرحمن کی لاش کو دفن کیا۔ اور اُن کی قبر سے بلنجر والوں کو ایسی عقیدت تھی کہ اسی پر جا کے پانی برسنے کی دعا مانگا کرتے۔

پندرھویں فصل

کوفے اور بصرے کی رقابت اور تکمیل فتوح عجم

اہلِ کوفہ اور بصرے کی رقابت۔ اہلِ بصرہ کی استدعا۔ عمارؓ سے اہلِ کوفہ کی ناراضی۔ اہلِ کوفہ اور بصرے کے دعوے اور اُن کا فیصلہ۔ دونوں کے کارناموں کا موازنہ۔ عمارؓ پر الزامات۔ اُن کی معزولی۔ ابو موسیٰ کا تقرر اور ان کا تبادلہ بصرے میں۔ مغیرہ کی چالاکی۔ نئے والی کوفہ کے انتخاب میں حضرت عمرؓ کی پریشانی۔ مغیرہ کی لیاقت۔ وہ حاکم بصرہ مقرر ہوئے۔ یزدجرد کا مارا مارا پھرنا۔ اُس کا ملک حرام والی رے۔ یزدجرد مرو میں۔ اُس کی ناکام کوشش۔ فتوح خراسان۔ فتح ہرات۔ مرو شاہجہان پر قبضہ۔ یزدجرد سلاطین صغد و چین سے مدد مانگتا ہے۔ مرورود پر اسلام کا قبضہ۔ فتح بلخ۔ سارا خراسان زیرِ نگین خلافت۔ حضرت عمرؓ کو یہ پسند نہ تھا۔ شاہِ صغد یزدجرد کی مدد پر۔ بلخ پر اس کا قابض ہونا۔ مرورود میں مسلمانوں کی پریشانی۔ عجمیوں کا حملہ۔ ترکوں کا طریقۂ جنگ۔ احنف کی شجاعت۔ شاہِ صغد کا خوف زدہ ہو کے بھاگنا۔ یزدجرد مرو شاہجہان پر۔ وہ اپنا خزانہ لے جانا چاہتا ہے۔ اہلِ عجم مزاحم ہیں۔ اُسے خزانہ چھین کے نکال دیا۔ وہ خزانہ مسلمانوں کو ملا۔ بلخ پھر مسلمانوں کے قبضے میں۔ یزدجرد کی سفارت چین کا انجام۔ مسلمانوں کی نسبت خاقانِ چین کی رائے۔ اُس کا خط یزدجرد کے نام۔ ایران کے فتح ہو جانے پر حضرت عمرؓ کا خطبہ۔ آپ کی سچی نصیحت۔

اہلِ کوفہ و بصرہ کی رقابت

اب اہلِ کوفہ و بصرے میں ایک قسم کی رقابت پیدا ہو گئی۔ گذشتہ واقعات سے ضمناً معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ دونوں شہر اصل میں عرب سرداروں، سپہگروں اور مجاہدوں کے مستقر قرار پا گئے تھے جن کے ہاتھ سے عراق کے وہ تمام ملک اور صوبے فتح ہوئے تھے جو شمال میں کوہِ قاف تک اور مشرق میں سرحدِ ہند اور ترکستان تک پھیلے ہوئے تھے۔ فاتحانِ عرب جہادوں اور مہموں کی ضرورت کے وقت شمال و مشرق کے دور دراز ملکوں میں جاتے اور اُن سے فارغ ہوتے ہی پھر اُن میں واپس آ جاتے اس لیے کہ وہ اُن کے

گھر اور وطن قرار پا گئے تھے دونوں کا والی و حاکم جدا ہوتا اور دونوں کی فتوحوں اور فوج کشیوں کا علاقہ بھی جدا و متمائز تھا۔ اگرچہ ضرورت کے اوقات میں دونوں دارالخلافت کے احکام کے بموجب ایک دوسرے کی کمک کرتے رہتے۔ جو سردار سپاہی ان میں بس گئے تھے اُن کے واسطے اُن کے مفتوحہ علاقوں کی آمدنی میں سے بسر اوقات کے لئے ماہواریں مقرر تھیں۔

اہل بصرہ کی استدعا۔

اتفاقاً ۲۲ھ میں عمرو بن سراقہ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھا کہ "بصرے کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور اس کے فتح کیے ہوئے ممالک سے جو خراج وصول ہوتا ہے یہاں کے لوگوں کی بسر کے لیے کافی نہیں ہے۔ لہٰذا علاقہ ماہین کا ایک حصہ یا شہر ماسبذان مفتوحات کوفہ کے حلقے سے نکال کے بصرے کے ماتحت کر دیا جائے۔"

عمار سے اہل کوفہ کی ناراضی

اہل بصرہ کی اس تحریک کی خبر کوفہ والوں کو ہوئی تو انھوں نے اپنے والی عمار بن یاسر سے کہا "حضرت عمرؓ کو لکھیے کہ بلاد رام ہرمز اور ایذج خاص ہمارے فتح کیے ہوئے ہیں اور اُن کے فتح میں ہم کو اہل بصرہ سے کوئی مدد بھی نہیں ملی تھی۔ اکیلے ہم ہی نے اُن کو فتح کیا ہے ہم جب ان کو فتح کر چکے تھے اس وقت بصرے کا لشکر ہماری کمک کو آیا۔ عمار بن یاسر نے لوگوں کے کہنے کی کچھ پروا نہ کی اور اس امر کے متعلق کوئی تحریک نہ کی۔ عطارد کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اور عمار سے کہا "او کن کٹے غلام! تو نہیں سنتا تو پھر ہم اپنے حقوق کو کس کے سامنے جا کے پیش کریں؟" عمار کو یہ توہین کرنے والا فقرہ بہت گراں گزرا۔ اور کہنے لگے "تم نے میرے اس کان کو برا کہا جو مجھے تمام اعضا سے زیادہ عزیز ہے۔" اور یہی گھڑی ہے جب سے اہل کوفہ ان کے مخالف ہو گئے۔

اہل کوفہ و بصرے کے دعوے اور اُن کا تصفیہ

ساتھ ہی اہل کوفہ و بصرہ میں رقابت بڑھی۔ اہل بصرہ نے چند گانوں کا دعوی کیا جن کو ابو موسیٰ اشعری نے اصفہان سے واپس آتے وقت فتح کیا تھا جب کہ وہ حضرت عمرؓ کے حکم سے بصرے کے لشکر کو لے کے عساکر کوفہ کی کمک کو گئے تھے۔ اس کے جواب میں اہل کوفہ نے کہا "اہل بصرہ ہماری مدد کو اس وقت پہونچے جب ہم وہاں کے شہروں کو فتح کر چکے تھے۔ ہم نے غنیمت میں ان کو شریک کر لیا لیکن اس سرزمین کا تعلق ان سے نہیں ہو سکتا۔" حضرت عمرؓ نے کوفے والوں کے حقوق کی تصدیق فرمائی۔

یہ دیکھ کر وہ لوگ جو قادسیہ کے تمام ایام کی لڑائیوں میں شریک تھے اور اب بصرے میں آ کے مقیم ہوئے تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور دعوی کیا "تو پھر ہمارا حصہ ہم کو دیا جائے"

اس دعویٰ کو بھی حضرت عمرؓ نے تسلیم فرمایا۔ اور اہل کوفہ کو راضی کر کے اُن کے علاقے کی آمدنی میں سے سو سو دینار ان لوگوں کو دلوائے۔ اور اسی سلسلے میں حضرت عمرؓ نے پوری تحقیق کے ساتھ مقابلہ کیا کہ کتنا کتنا ملک بصرے اور کوفے والوں نے فتح کیا ہے۔ اور ان میں سے کس شہر کے کیا حقوق ہیں۔

دونوں کے کارناموں کا موازنہ۔

خیر ان جھگڑوں کا تو تصفیہ ہو گیا۔ مگر اہل کوفہ کو جو مخالفت عمار بن یاسر سے ہو گئی تھی بڑھتی گئی اور دربار خلافت میں اہل کوفہ کی یہ شکایتیں پہونچیں کہ عمار خدمت کو نہیں انجام دے سکتے وہ امانت دار نہیں ہیں۔ اور اہل کوفہ کو ان پر بھروسہ نہیں ہے۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت فاروقؓ نے عمار کو مدینے میں بلا لیا۔ وہ واپس چلے تو ان کے ساتھ ہی ان کے مخالف اہل کوفہ کا بھی ایک وفد بارگاہ فاروقی میں حاضر ہونے کو چلا۔ یہ لوگ عمار کے نہایت ہی خلاف تھے اور کہتے تھے کہ وہ سیاست نہیں جانتے۔ اور ان میں بالکل انتظامی قابلیت نہیں ہے۔ اس وفد میں سعد بن مسعود ثقفی مختار کے چچا اور جریر بن عبداللہ تھے جنھوں نے عمار کے خلاف اس قدر کوشش کی کہ آخر حضرت عمرؓ نے مصلحت دیکھکر اُن کو معزول کر دیا۔

عمار پر الزامات۔

معزول کرنے کے بعد آپ نے عمار سے پوچھا کیا معزولی تمھیں بُری لگی؟ انھوں نے کہا آپ نے جب مجھے مقرر کیا ہے اس وقت تقرر پر تو مجھے مطلق خوشی نہیں ہوئی تھی۔ مگر یہ معزولی البتہ بری معلوم ہوئی۔" حضرت عمر نے فرمایا "تم خود جانتے ہو کہ اس کام کے اہل نہیں تھے۔"

اُن کی معزولی۔

حضرت عمرؓ نے وکلائے اہل کوفہ سے پوچھا "تم لوگ کس کو چاہتے ہو؟" انھوں نے ابو موسیٰ اشعری کا نام لیا۔ اور حضرت عمرؓ نے عمار کی جگہ انھیں کو مقرر کر دیا۔ ابو موسیٰ ایک سال تک حاکم کوفہ رہے تھے کہ ایک دن ان کے غلام نے کچھ چارہ فروخت کیا۔ اس کی ولید بن عبد شمس نے اور ان کے ساتھ گروہ نے دربار خلافت میں شکایت کی کہ ان کا غلام ہمارے پل پر آکے تجارت کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو رعایا کی دلدہی کا ہمیشہ خیال رہا کرتا تھا اور نہیں پسند کرتے تھے کہ کسی شہر کے لوگوں کو ان کے عہد میں کسی بات کی شکایت ہو۔ چنانچہ اس شکایت پر ابو موسیٰ کو حکومت کوفہ سے ہٹا کے بصرے میں بھیجا۔ اور سراقہ کو جو بصرے میں تھے الجزیرہ میں بھیج دیا۔

ابو موسیٰ اشعری کا تقرر۔

اور ان کا تبادلہ بصرہ میں۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ عمار بن یاسر کے بعد ان کی جگہ حضرت عمرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو مقرر فرمایا جس کی بنیاد یہ ہوئی کہ حضرت عمر ایک روز تنہائی میں جبیر بن مطعم سے ملے

مغیرہ کی چالاکی۔

اور فرمایا کہ میں تم کو حاکم کوفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ مگر ابھی اس کو مخفی رکھنا کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے۔ مغیرہ بن شعبہ نے جو یہ دیکھا کہ حضرت امیر المومنین جبیر سے خلوت میں ملے ہیں دل میں کھٹکے۔ اور اس راز کا پتہ لگانے کے درپے ہوئے۔ چنانچہ اپنی بیوی کو سکھا پڑھا کے جبیر کی بیوی کے پاس بھیجا جنھوں نے جاتے ہی دو چار باتوں کے بعد کہا "بہن تم کہیں جانے لگنا تو مجھے خبر کر دینا۔ میں ناشتہ تمہارے ساتھ کروں گی" جبیر اپنی بیوی سے سارا واقعہ بیان کر چکے تھے۔ لہٰذا وہ شکریہ ادا کر کے کہنے لگیں "بہن میں تو بہت جلد جانے والی ہوں۔ اس لیے کہ امیر المومنین نے تمہارے بہنوئی کو حاکم کوفہ مقرر فرمایا ہے"۔ اس طرح اس راز کا پتہ لگاتے ہی مغیرہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا "جبیر کو والی مقرر کرنا مبارک"۔ یہ سُن کر حضرت فاروقؓ جبیر سے ناراض ہو گئے کہ جب ان سے اتنی رازداری نہ ہو سکی تو حکومت کیا کریں گے۔ اور مغیرہ بن شعبہ ہی کو اس ہوشیاری کے صلے میں حاکم کوفہ مقرر فرما دیا۔

مگر صحیح یہی ہے کہ عمار کے بعد ابو موسیٰ مقرر ہوئے تھے۔ پھر اُن کے ایک سال بعد مغیرہ مقرر کیے گئے۔ اور اُن کے تقرر کی بنا یہی مذکورہ واقعہ نہ تھا۔ بلکہ یہ ہوا کہ عمار کے واپس بلانے کے بعد ایک روز حضرت عمرؓ مسجد نبوی کے ایک کونے میں تنہا لیٹ کے سو گئے۔ اتنے میں مغیرہ آئے اور آپ کو تنہا سوتے دیکھ کر وہیں ٹھہر کے حراست و نگہبانی کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت فاروقؓ بیدار ہوئے تو مغیرہ نے کہا "امیر المومنین۔ آپ کا یہاں کونے میں آکر خاموش پڑا رہنا بے وجہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی ایسا ہی اہم معاملہ پیش ہے جو آپ متردد ہو کے لیٹ رہے"۔ فرمایا "اس سے بڑی کیا بات ہو سکتی ہے کہ کوفے کی ایک لاکھ آبادی کسی امیر سے نہیں راضی ہوتی۔ اور نہ کوئی امیر اُن لوگوں سے راضی ہوتا ہے"۔ اتنے میں حضرت عمرؓ کے بعض احباب آگئے۔ اور انھوں نے بھی پریشانی کا سبب پوچھا۔ فرمایا "اہل کوفہ نے مجھے پریشان کر دیا۔ تمھیں بتاؤ کہ وہاں کس کو والی مقرر کر کے بھیجوں؟" پھر خود ہی فرمایا "اس میں تمہاری کیا رائے ہے کسی غریب اور کمزور طبیعت والے مسلمان کو مقرر کروں یا کسی قوی اور زبردست شخص کو؟"

مغیرہ نے کہا "غریب نیک اور کمزور مسلمان کے تقرر میں یہ خیال کر لینا چاہیے کہ اس کا اسلام اور اس کی نیکی تو اس کی ذات کے لیے ہے مگر اس کی کمزوری آپ کے حصہ میں آئے گی

نئے والی کوفہ کے انتخاب میں حضرت عمرؓ کی پریشانی۔

مغیرہ کی قیافت

اور قوی و راست بازکی نسبت یہ سمجھیے کہ اس کی راست بازی اُس کے لیے ہے۔ اور اس کی مضبوطی مسلمانوں کے کام آئے گی"۔ مغیرہ کا یہ جواب حضرت عمرؓ کو اس قدر پسند آیا کہ انھیں کو حاکم کوفہ مقرر کردیا۔ اور وہی حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت تک کوفے کے حاکم رہے۔ یعنے دو سال سے کچھ زیادہ زمانے تک۔

وہ حاکم کوفہ مقرر ہوئے۔

ان کو کوفہ بھیجتے وقت فرمایا "مغیرہ نیک لوگ تمھاری پناہ میں رہیں اور بدکار تم سے ڈرتے رہیں"۔ آخر میں حضرت عمرؓ کا ارادہ تھا کہ مغیرہ کی جگہ سعد بن ابی وقاص کو بھیجیں۔ مگر اس کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ آپ کا عہد ہمایوں ہی ختم ہوگیا۔

لیکن باوجود کوفے اور بصرے کی رقابت کے فتحوں کی رفتار اسی زور و شور سے جاری تھی۔ یزدجرد کی آوارہ گردی کے حالات اگرچہ ضمناً معلوم ہوتے رہے ہیں مگر پھر بھی پوری طرح ناظرین کے ذہن نشین نہ ہوئے ہوں گے۔ قسمت اس کے خلاف تھی۔ اور مسلمانوں سے زیادہ اُس کو خود اپنے لوگوں سے آزار پہونچا۔ جلولا کی شکست کے بعد بھاگ کے رَے میں گیا تو وہاں کے حاکم آبان جاذویہ نے اُس کو اسیر کرلیا۔ یہ دیکھ کر یزدجرد کو بڑی عبرت ہوئی۔ اور کہا "آبان تو اور مجھ سے غداری کرے!" آبان بولا "میں نے غدر نہیں کیا۔ اور نہ آپ کا دشمن ہوں۔ مگر یہ دیکھ کر کہ آپ نے اپنا ملک چھوڑ دیا جو غیروں کے تصرف میں ہے۔ چاہتا ہوں کہ یہ تھوڑا علاقہ جو میرے قبضے میں ہے اس کی سند حکومت آپ سے حاصل کرلوں"۔ یہ کہہ کر یزدجرد کی انگوٹھی جس میں مہر تھی زبردستی چھین کے ایک تحریری سند پر بادشاہ کی مہر کرلی۔ اور خیال کیا کہ یہ سند مجھے عربوں سے حکومت رَے ملنے کے لیے کافی ہوگی۔

یزدجرد کا مارا مارا پھرنا۔

اُس کا نکو حرام والی رے۔

اس کارروائی کے بعد اس نے شہریار عجم کو چھوڑ دیا۔ اور وہ سند لا کے سعد کے سامنے پیش کی کہ اطاعت اسلام قبول کرکے رَے کو اپنے قبضے میں رکھے۔ مگر سعد نے اس سند کی مطلق پروا نہ کی۔ اور اس کو اس حق سے محروم کردیا جس کے لیے اس نے اپنے بادشاہ کے ساتھ ایسا سلوک کیا تھا۔

یزدجرد یہاں سے چھوٹ کے اصفہان میں آیا۔ پھر بھاگ کے کرمان میں پہونچا۔ اور وہاں بھی قدم نہ جم سکا تو خراسان کی راہ لی۔ اور اس کے آخری شہر مَرو میں پہونچا۔ آتش محترم اس سفر میں اس کے ساتھ تھی۔ مَرو میں پہونچتے ہی ایک نیا آتشکدہ تعمیر کرکے وہ آگ رکھی مطمئن ہوگیا کہ اب عرب مجھ سے دور ہیں۔ اور جتنے بلاد عجم مسلمانوں کی دستبرد سے بچے ہوئے تھے۔ اس کے مطیع و منقاد ہوگئے۔

یزدجرد مرو میں۔

اسی قیام کے زمانے میں اس نے مراسلت کر کے رعایائے عجم کو عربوں کے خلاف اُبھارا۔ اور ہرمزان کو صوبۂ فارس میں بھیجا تھا۔ مگر اس کوشش کا انجام یہ ہوا کہ سارا فارس عربوں کے قبضے میں ہو گیا۔ ہرمزان اسیر ہو کر مدینے گیا۔ اور مسلمان ہوا۔ اور عجمیوں کو میدان نہاوند میں ایسی عظیم الشان شکست ہوئی کہ دولت ساسانی میں پھر سنبھلنے کی قوت بالکل نہیں باقی رہی۔ اور سرداران عرب کو دار الخلافت مدینے سے حکم مل گیا کہ ساری قلمرو عجم پر قبضہ کر لیں۔ برابر بڑھتے چلے جائیں۔ اور جتنے صوبے ہیں سب میں گھس پڑیں۔

اس کی ناکام کوشش۔

چنانچہ احنف بن قیس مجاہدین عرب کا ایک لشکر لے کے خراسان میں داخل ہوئے وہ شہر طبسین کی طرف سے خراسان میں گھسے تھے۔ اور اس کے تمام شہر یکے بعد دیگرے شکست کھا کے یا بے لڑے اطاعت قبول کر کے علم اسلام کے آگے سر جھکانے لگے۔ یہاں تک کہ احنف ہرات میں پہونچے۔ اور اس کو بہ زور شمشیر فتح کیا۔ صحار عبدی کو وہاں کا عامل و حاکم مقرر کیا اور خود آگے بڑھ کے مرو شاہجہان پر پہونچے۔ اپنے ایک ماتحت سردار مطرب بن عبداللہ بن شخیر کو نیشاپور کی طرف روانہ کیا۔ اور دوسرے سردار حرث بن حسان کو سرخس پر بھیجا۔

فتوح خراسان

فتح ہرات۔

یزدجرد مرو شاہجہان میں موجود تھا۔ احنف وہاں پہونچے تو بھاگ کے مرو رود میں ہو رہا۔ اور احنف نے مرو شاہجہان پر قبضہ کر کے وہیں خیمے ڈال دیے۔

مرو شاہجہان پر قبضہ۔

اب یزدجرد نے مرو رود سے مملکت صغد کے فرماں روا خاقان کو اور نیز خاقان چین کو خطوط بھیجے۔ جن میں اپنی حالت ظاہر کر کے ان سے مدد مانگی۔ مگر احنف نے اس کو وہاں ٹھہر کے اپنے مددگاروں کا انتظار کرنے کی مہلت نہ دی۔ اس لیے کہ جیسے ہی کوفہ سے کمک کی نئی فوج پہونچی انھوں نے حارثہ بن نعمان باہلی کو اپنا نائب بنا کے مرو شاہجہان میں چھوڑا اور خود کوچ کر کے مرو رود کی طرف چلے۔

یزدجرد سلاطین صغد و چین سے مدد مانگتا ہے

یزدجرد نے مرو رود میں بھی مسلمانوں کی آمد سنی تو بھاگ کے بلخ چلا گیا۔ اور احنف جا کے مرو رود میں اتر پڑے۔ مگر عربوں کو یزدجرد تک پہونچنے کی دھن تھی۔ فوراً لشکر کوفہ بڑھ کے بلخ پر جا پہونچا۔ اور اس کے پیچھے خود احنف بھی چلے۔ خاص بلخ کی دیواروں کے نیچے یزدجرد اور اہل کوفہ میں ایک لڑائی ہوئی جس میں شکستہ حال وارائے عجم شکست کھا کے بھاگا۔ اور دریائے جیحون کے اس پار چلا گیا۔ اس کے بھاگ جانے کے بعد احنف بھی بلخ میں پہونچ گئے۔ اور وہ شہر اہل کوفہ کے مفتوحہ علاقہ میں شامل کیا گیا۔

مرو رود پر اسلام کا قبضہ

فتح بلخ۔

سارا خراسان زیر نگیں خلا[فت]

اب سارا خراسان عربوں کے قبضے میں تھا۔ مفرور سرداران عجم شہروں میں واپس آکے نئے عرب حاکموں سے ملے۔ جزیہ دینے اور اطاعت کرنے کے اقرار پر صلح قبول کی اور سارا علاقہ جو نیشاپور سے طخارستان تک پھیلا ہوا ہے خلافت فاروقی کے زیر نگیں تھا۔

احنف بلخ سے واپس آکے مرورود میں فروکش ہوئے۔ طخارستان کا حاکم اپنی طرف سے ربعی بن عامر کو مقرر کیا۔ اور حضرت فاروق اعظم کو ان تمام فتحوں کا حال لکھا۔ ان کا خط پڑھ کے حضرت عمر نے فرمایا۔ "مجھے تو یہ پسند تھا کہ ہمارے اور اس ملک کے درمیان ایک آتشیں سمندر حائل ہو جائے" حضرت علیؓ نے پوچھا "امیر المومنین کیوں؟" فرمایا "پھر دشمن سر اٹھائیں گے۔ اور یہ لوگ جو اتنی دیر تک فتح کرتے چلے گئے ہیں وہاں سے نکال دیے جائیں گے۔ اور ہم کو پھر تیسری بار از سر نو حملہ کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ ان جھگڑوں سے یہ اچھا تھا کہ وہ زمین بجائے مسلمانوں کے تصرف میں آنے کے انھیں لوگوں کے قبضے میں رہتی۔" اس کے بعد آپ نے احنف کو لکھ بھیجا کہ "جیحون کے اسی پار رہنا۔ اس پار جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

حضرت عمر کو یہ پسند نہ تھا۔

شاہ صغد یزدجرد کی مدد پر

یزدجرد کو جیحون پار گئے چند ہی روز ہوئے ہوں گے کہ فرماں روائے صغد خاقان اپنے لشکر کے ساتھ اس کی مدد کو آگیا۔ یزدجرد اس ترکی لشکر اور خاقان کے ساتھ بلخ کے پاس دریائے جیحون کے اس پار اترا۔ اہل کوفہ جو بلخ پر قبضہ کیے ہوئے تھے۔ انھوں نے اس لشکر عظیم کو دیکھا تو بلخ کو چھوڑ کے مرورود میں واپس چلے آئے۔ احنف کو خاقان اور یزدجرد کے جیحون سے اترنے اور بلخ پر قابض ہو جانے کا حال معلوم ہوا تو نہایت متردد ہوئے۔ اس پریشانی میں وہ راتوں کو بھیس بدل کے فوج میں گشت کرتے کہ شاید کسی سے کوئی ایسی تدبیر معلوم ہو جائے جو اس لڑائی میں کام آسکے۔

بلخ پر اس کا قابض ہونا۔

مرورود میں مسلمانوں کی پریشانی۔

ایک رات کو اپنے لشکر کے دو سپاہیوں کو جو بیٹھے چارہ صاف کر رہے تھے اس لڑائی اور دشمن کی کثرت کا تذکرہ کرتے سن کے قریب ٹھہر گئے۔ اتنے میں ایک نے دوسرے سے کہا "ہمارے سپہ سالار اگر ہمیں اس سامنے والے پہاڑ کے اس طرف لے جا کے ٹھہرائیں تو ندی ہمارے اور دشمنوں کے درمیان حائل ہو جائے گی اور پہاڑ ہماری پشت پر ہوگا۔ وہاں ہمیں ہر طرف سے حملہ ہونے کا اندیشہ نہ رہے گا۔ بلکہ ایک ہی طرف دشمنوں سے لڑنا پڑے گا۔ اور امید ہے کہ اس تدبیر سے آخر میں ہم ہی کامیاب ہوں۔"

احنف کو یہ رائے پسند آگئی اور صبح ہی کو سارے لشکر کے ساتھ اس پہاڑ کے دامن میں

جا کے ٹھہرے جہاں ان کے ایک پہلو پر ندی خندق کا کام دے رہی تھی۔ اُن کے ہمراہ یہاں کل بیس ہزار فوج تھی جس میں دس ہزار اہل بصرہ اور دس ہزار اہل کوفہ تھے۔

عجمیوں کا حملہ

اب ترکی و عجمی لشکر اُن کے مقابل اُترے۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ مگر چونکہ مسلمان محفوظ مقام میں تھے۔ اس لیے ایک ہی لڑائی میں فیصلہ ہونا غیر ممکن تھا۔ یہ طریقہ قرار پایا کہ دونوں لشکر ایک دن بڑھ کے مقابلہ کرتے اور ایک دن آرام لیتے۔ چراغ میں بتی پڑتے ہی دونوں طرف کے سپہ گر لڑائی سے رُک جاتے۔ اور اپنے اپنے پڑاؤ میں جا کے رات بسر کرتے

ترکوں کا طریقہ جنگ

ایک رات کو خود احنف ہراول بن کے نکلے۔ اور خاقان کے لشکر کے قریب پہونچ کے ٹھہر گئے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ ترکوں میں لڑائی کا یہ طریقہ تھا کہ جنگ مغلوبہ شروع ہونے سے پہلے تین پہلوانان ترک یکے بعد دیگرے میدان میں آ کے نقارے پر چوب مارتے اور سامنے آ کر کھڑے ہو جاتے۔ جس کے یہ معنی تھے کہ مبارز طلب کرتے ہیں۔ اسی دستور کے مطابق ایک ترک پہلوان گھوڑے پر سوار گلے میں طوق پہنے ہوئے نکلا۔ نقارے پر چوب ماری اور کھڑا ہو گیا۔ احنف نے بڑھ کے اس سے مقابلہ کیا۔ اس کو اپنی تلوار سے قتل کر ڈالا۔ اور اس کا طوق اتار کے اپنے قبضے میں کیا۔ اتنے میں دوسرا پہلوان نقارہ بجا کے سامنے آیا۔ احنف نے اس کو بھی مار کے طوق اتار لیا۔ اب تیسرا ترک پہلوان آیا اور اس کا بھی وہی حشر ہوا۔

احنف کی شجاعت۔

اب سارے لشکر نے حملہ کر دیا۔ خاقان نے میدان میں آ کے جب اپنی طرف کے مذکورہ تین مقتولوں کو دیکھا تو طیش اور غصے کے ساتھ کہا "ہمیں یہاں پڑے پڑے مدت ہو گئی۔ ہمارے بہادر پہلوان مارے گئے۔ مگر لڑائی میں کامیابی کی کوئی اُمید نہیں نظر آتی ہے۔ تو اس قوم کے مقابلے میں سر سبز ہونا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے"۔ یہ کہہ کے اس کے بعد والی رات میں وہ اپنے تمام لشکر کو لے کے واپس چلا گیا۔ اور صبح کو مسلمانوں نے دیکھا تو دشمنوں کا پتہ نہ تھا۔ اتنے میں جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ خاقان اور ترک بلخ کو پلٹ گئے۔

[illegible] بھاگ گیا۔

یزدجرد نے یہ کارروائی کی تھی کہ خاقان اور ترکی لشکر کو مرورود میں احنف کے مقابل چھوڑ کے اپنے عجمی لشکر کے ساتھ مرو شاہجہان پر بڑھ گیا تھا تا کہ وہاں جو لشکر اسلام پڑا ہوا ہے اس کو شکست دے کر اس شہر پر بھی قبضہ کر لے۔ اس کے پہونچتے ہی حارثہ بن نعمان اپنے ساتھ تھوڑا لشکر رکھ کے شہر میں قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہے تھے اور یزدجرد نے محاصرہ کر لیا تھا۔

یزدجرد مرو شاہجہان پر

یہاں شہر کے باہر ایک جگہ یزدجرد کا خزانہ دفن تھا۔ شہریار عجم نے اس کو کھود کے نکالا کہ

[illegible] خزانہ [illegible] چاہتا ہے۔

اپنے ساتھ بلخ میں لے جائے۔ اہل فارس نے جو ہمراہ تھے پوچھا۔ "اب حضور کا کیا ارادہ ہے؟" کہا "میں یہاں سے خاقان کے پاس جاتا ہوں۔ اور پھر ارادہ ہے کہ چین میں چلا جاؤں"۔ ان لوگوں نے کہا۔ "یہ تو مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ وطن اور تاج و تخت سے دست بردار ہونے کے مقابل یہ اچھا ہے کہ ہمارے ساتھ چل کے آپ جزیہ دینے کا وعدہ کر کے مسلمانوں سے صلح کر لیں۔ وہ لوگ وفادار اور دیانت دار ہیں۔ بمقابل اُن کے ترک اور چین والوں کے نہ دین و ایمان کا ٹھکانا ہے۔ اور نہ ہمیں ان کی دیانت داری پر بھروسا ہے"۔ یزدجرد نے ان کی صلاح قبول کرنے سے قطعی انکار کیا۔ تب ان لوگوں نے کہا "تو پھر ہمارے ملک کے خزانے کو یہیں رہنے دیجیے۔ اس دولت کو ہمارے ہی شہروں میں رہنا چاہیے"۔ یزدجرد نے جب کسی طرح نہ مانا تو وہ لوگ اس کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ آخر لڑائی چھڑ گئی۔ اور ایرانیوں نے سارا خزانہ چھین کے یزدجرد کو بھگا دیا۔

اب یزدجرد بادل صد چاک بلخ میں جا کے خاقان سے ملا۔ اور پھر جیحون سے اتر کے ملک فرغانہ میں چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ اہل عجم جنھوں نے یزدجرد کو مار کے نکال دیا تھا۔ احنف بن قیس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے اطاعت و عطائے جزیہ کا وعدہ کر کے صلح کر لی۔ وہ خزانہ جو یزدجرد سے چھینا تھا ان کے حوالے کر دیا۔ اپنے اپنے شہروں کو واپس گئے۔ اور سچ یہ ہے کہ سلاطین آل ساسان کے زمانے میں جو حالت تھی اس سے بدرجہا زیادہ اطمینان کے ساتھ مسرت و فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔

خاقان کے جیحون پار چلے جانے کے بعد احنف پھر بلخ میں پہونچ گئے۔ اس پر قبضہ کیا چند روز وہیں خیمہ زن رہے۔ اور ان کے ہمراہی اہل کوفہ نے شہر کے چاروں طرف محاصرے کی وضع سے پڑاو ڈالا۔ پھر احنف بہت سے لشکر کو وہاں چھوڑ کے مرورود میں واپس آئے۔ اور اپنی کامیابیوں کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کی۔

یزدجرد اب کی بار جیحون پار گیا تو اس کو اپنا وہ ایلچی ملا جو شہنشاہ چین کے پاس گیا ہوا تھا اس نے اپنی سرگزشت یہ بیان کی کہ میں خاقان چین کے دربار میں پہونچا تو اس نے مجھ سے پہلا یہ سوال کیا کہ ان لوگوں کے حالات بیان کرو جنھوں نے تم کو اور تمہارے بادشاہ کو تمہارے ملک سے نکال دیا ہے۔ تم کہہ رہے ہو کہ ان کی تعداد کم ہے۔ اور تمہاری زیادہ۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر اُن کے تم پر غالب آنے کی بجز اس کے اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ

اہل عجم میں مزاحمت۔

اسے خزانہ چھین کے نکال دیا۔

وہ خزانہ مسلمانوں کو دیا۔

بلخ پھر مسلمانوں کے قبضہ میں۔

یزدجرد کی سفارت چین کا انجام۔

ان میں خوبیاں ہیں اور تم میں برائیاں۔ میں نے اس کے جواب میں کہا حضور جو پوچھیں عرض کروں۔ اس نے پوچھا "وہ لوگ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں؟" میں نے کہا "جی ہاں" پوچھا لڑنے سے پہلے وہ تم سے کیا کہتے ہیں؟" میں نے کہا "وہ تین باتوں کے طالب ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ ہم ان کا دین قبول کریں۔ دوسرے یہ کہ جزیہ دیں۔ اور تیسرے یہ کہ ان سے مقابلہ کریں۔ اگر ان کا دین قبول کریں تو پھر ہماری ان کی ایک شان ہو جاتی ہے۔ جزیہ دیں تو وہ ہمارے حامی بن جاتے ہیں۔" پوچھا "وہ لوگ اپنے حاکم کی کیسی اطاعت کرتے ہیں؟" میں نے کہا "ان سے زیادہ میں نے کسی قوم کو اپنے سرداروں کا فرماں بردار نہیں پایا۔" اس نے پوچھا "ان کے یہاں حلال کیا ہے۔ اور حرام کیا ہے؟" ان چیزوں کی جب میں نے تفصیل بتائی تو اس نے پوچھا "بھلا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی وہ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام اور حرام چیز کو حلال کر لیں؟" میں نے کہا "کبھی نہیں"۔ یہ سب باتیں سن کر وہ بولا "تو پھر یہ لوگ ہمیشہ فتحیاب رہیں گے۔ بعد ازاں اس نے عربوں کا لباس اور ان کی وضع قطع پوچھی میں نے بیان کی۔ اس نے ان کی سواری کے جانور پوچھے میں نے کہا عربی گھوڑے۔ اور ان گھوڑوں کی حقیقت بیان کی جس کو سن کے اس نے کہا "کیا اچھے قلعے ہیں۔"

مسلمانوں کی نسبت خاقان چین کی رائے۔

یہ ساری کیفیت دریافت کرنے کے بعد خاقان چین نے اس ایلچی کے ہاتھ یزدجرد کو جو خط بھیجا اس کا مضمون یہ تھا کہ "میں اتنا بڑا لشکر بھیجتا کہ یہاں سے میدان جنگ تک تانتا بندھ جاتا لیکن جن لوگوں سے مقابلہ ہے ان کی حالت تمہارے سفیر نے ایسی بیان کی کہ وہ پہاڑ پر بل پڑیں گے تو اس کو بھی ریزہ ریزہ کر کے رکھدیں گے۔ اور اگر راستے کی دشواریاں نہ ہوتیں تو وہ مجھے بھی مٹا کے رکھدیں۔ لہٰذا تمہارے لئے مصلحت یہ ہے کہ جس طرح بنے ان لوگوں سے صلح کرو جیسے ممکن ہو ان کو راضی کرو۔ اور جب تک وہ خود نہ چھیڑیں خود اپنی طرف سے ہرگز ان کو نہ چھیڑو۔" اس خط کو پڑھ کے یزدجرد بالکل مایوس ہو گیا۔ اور اپنے تمام اعزہ واقارب اور خاندان شاہی کے ساتھ فرغانہ میں مقیم ہو گیا۔

اس کا خط یزدجرد کے نام۔

حضرت عمر کو جب اس آخری فتح کی خبر پہونچی تو تمام لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کیا۔ اور سب کے سامنے ایک تقریر کی جو در اصل پوری مملکت عجم کے فتح ہو جانے پر ان کا آخری خطبہ تھا۔ اس میں پہلے سب کو احنف کا خط پڑھ کے سنایا۔ پھر حمد الٰہی کی حضور رسول اکرم کے وعدہ کے پورے ہونے پر خدا کا شکر بجا لائے۔ اور فرمایا "مجوسیت کی سطوت فنا ہوئی

ایران کے فتح ہو جانے پر حضرت عمر کا خطبہ۔

اور جو مملکت اُن کے قبضے میں تھی اب اُس کی بالشت بھر زمین بھی اُن کے پاس نہیں ہے کہ وہ کسی کلمہ گو کو کسی قسم کا آزار پہونچا سکیں۔ اور لو دیکھ لو کہ خدا نے تم کو ان کی سلطنت و عظمت۔ اُن کی زمین۔ ان کے شہروں۔ ان کی جائداد۔ اور ان کی نسلوں پر قابض اور ان کا وارث و جانشین بنا دیا۔ مگر یہ سب عنایتیں تمھاری آزمایش کے لیے ہیں۔ وہ رب العزت دیکھتا رہے گا کہ یہ عظمت و جبروت حاصل کرنے کے بعد تمھارا طرز عمل کیا رہتا ہے۔ خبردار، اپنی حالت نہ بدلنا۔ تم بدلے اور خدا نے تمھیں بھی بدل کے یہ خدمت کسی اور کے سپرد کر دی۔ اس اُمت کے لیے میں بجز اس آفت و مصیبت کے جس کو وہ خود اپنے سر پر لائیں اور کسی چیز سے نہیں ڈرتا۔"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ خراسان حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتح ہوا جیسا کہ اپنے موقع پر بیان کیا جائے گا۔ مگر وہ قول ضعیف ہے۔

سولھویں فصل

فتوح فارس۔ کرمان سیستان۔ مکران۔ کردستان وغیرہ

فتح شہر زور۔ فتح صامغان و دارا باد۔ فتح توج۔ فتح اصطخر و شہر جور۔ فتح کازرون و نوبندجان۔ فتح شیراز و ارجان و سینیز۔ فتح جناباد و جہرم۔ عجمی باغی شہرک۔ شہرک اور اُس کے بیٹے کا مارا جانا۔ فتح فارس کی دوسری روایت۔ عجمیوں کی فتح۔ فتح مبدل بہ شکست۔ لشکر اسلام مصیبت میں۔ حضرت عمرؓ کی ایک کرامت۔ ساریہ کا قاصد بارگاہ خلافت میں۔ حضرت عمرؓ کی دنیا سے نفرت۔ فتح کرمان۔ حاکم کرمان مارا گیا۔ حضرت عمرؓ مسلمانوں کو بمشکل جاگیر دیتے تھے۔ فتح سیستان۔ مسلمانوں کی غیر معمولی احتیاط۔ فتح مکران۔ مکرانیوں کا تعاقب۔ لشکر مکران کے قاصد بارگاہ فاروقی میں۔ صحابہ کے ہندوستان میں نہ آنے کی وجہ۔ تھانہ پر بحری تاخت۔ حضرت عمرؓ کی ناراضی۔ بھروچ اور دیبل پر حملے۔ حضرت فاروقؓ کی عاقلانہ احتیاط۔ فیروز میں کردوں سے معرکہ۔ مہاجر کی شہادت۔ دشمنوں کو شکست۔ فتح فیروز۔ ابو موسیٰ کا وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں۔ اُن کی شکایت۔ اُن پر الزامات۔ تحقیقات۔ زیاد بارگاہ فاروقی میں۔ اُن کا امتحان۔ اس جھگڑے کے متعلق حضرت فاروقؓ کی رائے۔ سلمہ بن قیس کی روانگی کردوں کے مقابل۔ حضرت عمرؓ کے ہدایات و احکام۔ کردوں پر فتح۔ جواہرات سے حضرت عمرؓ کی نفرت۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے عزرہ بن قیس کو حلوان کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ انھوں نے اولوالعزمی کے جوش میں کوشش کی کہ شہر زور کو فتح کر لیں جو ابھی تک مسلمانوں کے قبضے میں نہیں آیا تھا۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کو ناکام دیکھ کر عتبہ بن فرقد نے حملہ کیا۔ اور معرکہ آرائی کے بعد اہل شہر زور کو ایسا بے دست و پا کیا کہ انھوں نے اطاعت و صلح کی درخواست کی۔ آخر جن شرطوں پر اہل حلوان سے صلح ہوئی تھی ان لوگوں سے بھی ہو گئی۔ اور وہ شہر بھی قلمرو اسلام میں شامل ہو گیا۔ فتح شہر زور

اس سرزمین میں بچھوؤں کی بڑی کثرت تھی اور ایسے زہریلے بچھو تھے کہ جس کسی کو ڈنک مار دیتے مر جاتا۔ چنانچہ بہت سے مسلمان اس آفت کی نذر ہو گئے۔

شہر زور کے فتح ہو جانے کے بعد اہل صامغان و دارا باد نے بھی ادائے جزیہ کے فتح صامغان و دارا باد۔

وعدے پر صلح کرلی۔ یہ سرزمین علاقہ کردستان میں تھی۔ اور کردون کی سرکشی کسی طرح موقوف ہونے کو نہ آتی تھی۔ اس کے غصے میں عقبہ نے کردون کی ایک خلقت عظیم کو قتل کر ڈالا۔ اور حضرت فاروق کو اطلاع کی کہ میری فتحوں کا سلسلہ حدود آذربائجان تک پہونچ گیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے انھیں کو اس علاقے کا والی مقرر فرمادیا۔ اور ہرثمہ بن عرفجہ کو موصل کا والی مقرر کیا۔ اور اسی وقت سے شہرزور اور اس کے مضافات و توابع ولایت موصل کے ماتحت رہے۔ یہاں تک کہ ہارون رشید کے آخر عہد میں شہرزور کی حکومت مستقل اور جداگانہ قرار دی گئی۔

فتح توج

گذشتہ واقعات ۲۲ھ کے ہیں۔ اس کے بعد ۲۳ھ میں شہر توج فتح ہوا۔ جو صوبۂ فارس کا ایک مضبوط شہر تھا۔ اور مسلمان اُسی پر بحرین سے حملہ کرکے ایک بار ناکام ہو چکے تھے۔ اس فتح کی بنیاد یہ تھی کہ اہل بصرہ کی مہم جب فارس پر گئی تو اس میں ایک افسر ساریہ بن زنیم کنانی بھی تھے ادھر یہ لشکر روانہ ہوا اور اُدھر ایرانیوں کا لشکر عظیم توج میں جمع ہوا۔ مگر مسلمانوں نے پورے لشکر سے ادھر توجہ نہیں کی۔ بلکہ اپنے ایک افسر کو تھوڑے لشکر کے ساتھ بھیج دیا۔ ایرانیوں نے جب یہ سُنا کہ مسلمانوں کا سارا لشکر توج میں نہیں آیا۔ بلکہ وہ اپنی فوج کو مختلف حصوں میں تقسیم کرکے بہت سے شہروں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو ان کا بڑا لشکر بھی جو توج میں جمع تھا مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر ہر طرف پھیل گیا۔ اور یہی غلطی ان کی عام شکست اور تباہی کا باعث ہوئی۔

اب سارا لشکر اسلام یوں تقسیم ہوا کہ مجاشع بن مسعود شہر شاپور اور اردشیر خرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی علاقے میں توج بھی واقع تھا جس کے قریب اہل عجم سے لڑائی ہوئی۔ عجمی شکست کھا کے بھاگے۔ مسلمانوں نے جس طرح چاہا ان کا قلع قمع کیا۔ اور لشکر گاہ غنیم میں جو کچھ سامان ملا لوٹ لیا۔ پھر بڑھ کے توج کا محاصرہ کرلیا۔ اور اس کو بھی بزور شمشیر فتح کرکے لوٹا اور ایک خلقت عظیم قتل ہو گئی۔

یہ دوسرا توج ہے۔ وہ نہیں جس پر علا بن حضرمی کی فوجیں جنگ طاؤس کے وقت پہونچی تھیں۔ اہل توج نے آخر جزیہ قبول کیا۔ اور ان کو امان دی گئی۔ اور جب مسلمانوں کو پوری طرح کامیابی ہو چکی تو انھوں نے مژدۂ فتح خمس غنیمت کے ساتھ بارگاہ خلافت میں بھیجا۔

فتح اصطخر و شہر جور

دوسرا لشکر عثمان بن ابی عاص ثقفی کے زیر علم اصطخر کی طرف چلا۔ شہر جور میں ان سے اور لشکر اصطخر سے مقابلہ ہوا۔ یہاں بھی اہل عجم نے شکست کھائی۔ اور عثمان نے غالب آتے ہی پہلے شہر جور کو پھر اصطخر کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ اسلحہ دشمنوں کا قلع قمع کیا۔ رعایا میں سے اکثر

لوگ گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ گئے تھے۔ عثمان نے اُن کو بلا کے پھر آباد کیا۔ اور ان کے ذمے جزیہ مقرر کیا۔ آخر وہاں کے حاکم ہربذ نے اطاعت قبول کی۔ اور اس کے مطیع ہوتے ہی سب لوگ آ آ کے پھر اپنے مکانوں میں بس گئے۔

فتح گازرون و نوبندجان

یہاں کا مال غنیمت تقسیم کر کے اور خمس کو بارگاہ فاروقی میں فتح کی خبروں کے ساتھ بھیج کے عثمان نے آگے قدم بڑھایا۔ گازرون اور نوبندجان کو فتح کیا۔ اس کے بعد ابو موسیٰ اشعری ان سے آ کے مل گئے۔ اور دونوں نے آگے کوچ کر کے بلاد شیراز وارجان فتح کیے۔ اور آگے بڑھ کے شہر سینیز پر خراج و جزیہ کا وعدہ لے کے قابض ہو گئے۔

فتح شیراز وارجان و سینیز

فتح جنابا و جہرم

اس کے بعد عثمان بن ابی العاص نے بڑھ کے شہر جنابا کو فتح کیا اور شہر جہرم کی طرف بڑھے۔ وہاں ان سے ایک لشکر عجم سے مقابلہ ہوا جس کو انھوں نے شکست دی۔ اور بڑھ کے جہرم کو فتح کر لیا۔

عجم باغی شہرک

لیکن آخر عہد فاروقی اور آغاز خلافت عثمانی میں یہاں یہ ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوا کہ یہاں کا سردار شہرک باغی ہو گیا۔ عثمان بن ابی العاص نے اس کے مقابلے پر اپنے بیٹے کو روانہ کیا۔ اور بصرے کا لشکر ان کی کمک پر آیا جس کے سردار عبید اللہ بن معمر اور شبل بن معبد تھے۔ ان متحدہ فوجوں اور شہرک کے عجمی لشکر میں شہر شہرک سے تین فرسخ ادھر جو اس عجمی سردار کے نام کی نسبت سے شہرک کہلاتا تھا۔ میدان جنگ گرم ہونے کو تھا۔ اور دونوں لشکروں کی صفیں مرتب تھیں کہ شہرک نے اپنے بیٹے سے کہا "بیٹا کل خدا جانے ہمیں کہاں ہوگی۔ یہاں یا شہرک میں"۔ بیٹے نے جواب دیا "اگر دشمنوں کے ہاتھ سے بچے تو ہمیں کل نہ یہاں ہوگی نہ شہرک میں بلکہ اپنے گھر میں ہوگی۔ مگر اس کی امید نہیں ہے کہ ہم ان لوگوں کے ہاتھ سے بچیں۔" یہ گفتگو باپ بیٹوں میں ہو ہی رہی تھی کہ مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ اور سخت لڑائی چھڑ گئی جس میں باپ بیٹے بہت سے سرداران عجم کے ساتھ مارے گئے۔ شہرک کو عثمان بن ابی العاص کے بھائی حکم نے قتل کیا۔ اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ سوار بن ہمام عبدی نے جس نے ایک ہی حربے میں اس کو اپنے نیزے میں چھید کے ڈال دیا۔ یہ دیکھ کے شہرک کے بیٹے نے حملہ کر کے سوار کو شہید کر ڈالا۔

شہرک اور اس کے بیٹے کا مارا جانا

فتح فارس کی دوسری روایت۔

بعض راویان تاریخ کا بیان ہے کہ اصطخر کی لڑائی ۲۸ھ میں ہوئی۔ اور صوبۂ فارس کی لڑائی کا خاتمہ ۲۹ھ میں ہوا تھا۔ ان لوگوں کا بیان ہے کہ عثمان بن ابی العاص نے اپنے بھائی حکم کو دو ہزار لشکر کے ساتھ بحرین سے روانہ کیا تھا۔ یہ لشکر جہازوں پر سوار ہو کے سمندر

کے راستے سے آیا۔ جزیرہ برکاوان راستے میں پڑا تو اس پر قبضہ کر کے فتحوں کا آغاز اُسی سے کیا گیا۔ اس کے بعد ساحل عجم پر اتر کے یہ لشکر توج کی طرف بڑھا۔ یہاں عربوں کی روک تھام کے لیے دارائے عجم نے شہرک کو بھیجا تھا۔ مسلمانوں نے بڑھ کے اس سے مقابلہ کیا۔ حکم کی فوج کے جناحین پر جارود اور ابوصفرہ تھے۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ یہی ابوصفرہ مہلب کے باپ ہیں۔ جن کے کارنامے ازمنہ مابعد میں نظر آئیں گے۔

مگر اس لڑائی میں ایرانیوں نے ایسا اچانک حملہ اور ایسے جوش و خروش سے کیا کہ مسلمانوں کو شکست دے دی۔ یہ دیکھ کے جارود نے گھبرا کے اعلیٰ سپہ سالار حکم سے کہا "فوج کو واپسی کا حکم دیجیے"۔ حکم نے کہا "ذرا صبر کرو تھوڑی دیر میں تم دیکھو گے کہ کیا ہوا۔ اور واقعی یہ عجب تماشا نظر آیا کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد جارود کیا دیکھتے ہیں کہ عجمیوں کے چند گھوڑے جن پر سوار نہیں ہیں بھاگے جاتے ہیں۔ اور سواران اسلام اُن کے تعاقب میں ہیں۔ اور دشمنوں کو برابر قتل کرتے جاتے ہیں۔ عجمیوں کے سر کٹ کٹ کے گر رہے ہیں۔ اتنے میں معتبر ایک بزرگ نے دیکھا کہ ایک بڑا سا سر آ کے گرا جسے وہ پہچان گئے اور شور کیا کہ یہ شہرک کا سر ہے۔ بہرحال ابتداءً اگرچہ مسلمانوں کو شکست ہوتی نظر آئی۔ مگر انجام یہ ہوا کہ عجمیوں کے بہت سے سردار مارے گئے۔ اور وہ قتل ہوتے ہوتے بھاگ کے شہر نیشاپور میں قلعہ بند ہو گئے۔ مگر وہاں کے حاکم ارزبان نے یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کے مقابلے میں کامیاب ہونا دشوار ہے صلح کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی اور اس کے بعد جب حکم نے اصطخر پر فوج کشی کی تو اس عجمی سردار ارزبان سے ان کو بڑی مدد ملی۔ یہ واقعات یہیں تک پہونچے تھے کہ حضرت فاروق اعظم نے فردوس کی راہ لی۔

عجمیوں کی فتح۔

فتح مبدل بہ شکست۔

اسی وقت جب توج اور شہرجور کی جانب فوجیں گئی ہیں ایک لشکر کو لے کے ساریہ بن زُنیم دُلی بلاد فسا و دارابگرد کی طرف چلے۔ اور دشمنوں کے ایک لشکر کے مقابل اُتر پڑے۔ ان کا محاصرہ کر لیا۔ اور یہ محاصرہ ایک مدت تک قائم رہا۔ اس اثنا میں عجمیوں نے چاروں طرف سے مدد طلب کی۔ اور ہر طرف سے سمٹ کے ان کا لشکر عظیم جمع ہو گیا۔ فارس کے کرد۔ جو نہایت ہی وحشی اور جنگجو لوگ تھے وہ بھی کثرت سے جمع ہو گئے۔ دشمنوں کی اس یورش کی وجہ سے مسلمان دشواری میں مبتلا ہو گئے! اور ادھر جو زمانہ گزرتا تھا ایرانیوں کی تعداد بڑھتی جاتی تھی۔ اس زمانہ میں ایک شب کو حضرت عمرؓ نے خواب دیکھا کہ دن کی ایک خاص ساعت میں

لشکر اسلام مصیبت میں!

حضرت عمر کی ایک کرامت

ساریہ کے لشکر سے لڑائی ہو رہی ہے۔ صبح کو اُٹھے تو لوگوں کو مسجد نبوی میں یاد کیا۔ اور انتظار کرتے رہے۔ یہانتک کہ وہ وقت آگیا جس وقت خواب میں لڑائی ہوتے دیکھی تھی۔ اس وقت مسلمانوں میں کھڑے ہو کے یہ تقریر شروع کی کہ "مسلمانو! میں نے دو لڑنے والے لشکروں کو اس حال میں دیکھا۔" اتنے ہی الفاظ کہے تھے کہ یکایک نہایت ہی بلند آواز میں پکار کے کہا "یا ساریۃ بن زنیم الجبل الجبل!" یعنے "اے ساریہ پہاڑ۔ پہاڑ۔" پھر معمولی آواز میں فرمایا۔ "خدا کی مخلوق میں بہت گروہ ہیں۔ ان میں سے کوئی شاید میرا یہ پیام ساریہ تک پہونچا دے۔"

اسی وقت ساریہ کی داراب گرد میں یہ حالت تھی کہ دشمنوں کے لشکر میں گھرنے ہی کو تھے۔ اور اگر ایک پہاڑ کی آڑ پکڑ لیتے تو گھرنے سے بچ جاتے۔ خدا کی قدرت انھوں نے اور اُن کے کل رفقا نے حضرت عمر کی یہ آواز سُنی۔ سنتے ہی چونک کر پہاڑ کی آڑ پکڑ لی۔ اور بعد ازاں دشمنوں کو شکست دے کے بھگا دیا۔

ساریہ کا قاصد بارگاہ خلافت میں۔

فتح کے بعد یہاں غنیمت میں ایک ڈبہ ہاتھ آیا جس میں ایک جوہر بے بہا تھا۔ ساریہ نے سب سے منظوری لے کے بلکہ سب سے ہبہ کرا کے اس کو مژدۂ فتح اور خمس غنیمت کے ساتھ بارگاہ خلافت میں روانہ کر دیا۔ ان کا قاصد جس وقت مدینے میں داخل ہو کر آپ کے پاس پہونچا ہے تو آپ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ سمجھے کوئی درماندہ مسافر ہے۔ فرمایا "آؤ کھاؤ۔" حکم ہوتے ہی وہ جا کے دستر خوان پر بیٹھ گیا۔ اور کھانے لگا۔ کھانے سے فارغ ہو کر حضرت عمرؓ اٹھ کر چلے تو وہ پیچھے ہوا۔ آپ سمجھے کہ معلوم ہوتا ہے اس کا پیٹ نہیں بھرا۔ کھانے کو کچھ اور مانگتا ہے اسے ٹھہرا کے اندر گئے۔ جو کھانا دوسرے دن کے لیے رکھا تھا اس کو بھی اٹھا لائے اور بیٹھ کے کھانے لگے۔ تاکہ وہ بھی کھائے۔ جب اس کھانے سے بھی فراغت ہو چکی اور حضرت عمرؓ نے اٹھنے کا قصد کیا تو اس نے کہا "امیر المومنین میں ساریہ کا قاصد ہوں۔ اور میدان جنگ سے آرہا ہوں۔" "مرحبا مرحبا!" کہہ کے آپ نے قریب بلا لیا۔ اور اس قدر قریب بٹھایا کہ اس کے زانو آپ کے زانو سے لگ گئے اور فرمایا "اب سب حالات بیان کرو۔" اس نے وہاں کے حالات

حضرت عمر کی دنیا سے نفرت۔

کے سلسلے میں اس ڈبے اور جوہر کا ذکر کیا جسے لایا تھا۔ اور اس کو نکال کے پیش کر دیا۔ دیکھتے ہی فرمایا "نہیں نہیں مجھے یہ نہیں چاہیے واپس لے جاؤ اور کہو کہ مجاہدین اسلام فروخت کر کے آپس میں بانٹ لیں۔" اب اس نے کہا کہ میری اونٹنی تھک گئی ہے۔ اور میں مقروض ہوں۔ پہلے تو اس کی سماعت نہ کی۔ مگر جب اس نے اصرار کیا تو صدقات کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ اُسے

منگوا کے دیا۔ اور اس کے عوض اس کی اونٹنی کو لے کے صدقات کے گلے میں داخل کر لیا۔ آخر وہ ناراض اور برافروختہ ہو کے واپس چلا تو راستے میں اہل مدینہ نے اس سے پوچھا "لڑائی کے دن تم نے کچھ سنا بھی تھا؟" بولا "ہاں ہم سب نے یہ آواز سنی کہ 'یاساریہ الجبل الجبل'۔ اور اسی پر عمل کرنے سے بچے۔ ورنہ ہماری تباہی اور ہلاکت میں کوئی بات اٹھا نہیں رہی تھی۔

فتح کرمان

ادھر سہیل بن عدی کرمان کی طرف چلے۔ اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی ان کے لشکر سے آ کے مل گئے۔ اہل کرمان نے مقابلہ اور لڑائی کی تیاریاں کیں۔ اور ایک انبوہ کثیر مسلمانوں کی مزاحمت کے لیے جمع ہو گیا۔ اور افاغنہ (قفص) لوگوں کو بھی اپنی مدد پر بلا لیا۔

مسلمانوں نے کرمان کی سرحد میں قدم رکھا ہی تھا کہ اس لشکر کا سامنا ہوا۔ لڑائی میں خدا نے مسلمانوں کو فتحیاب کیا۔ اور مفرور دشمنوں کا تعاقب کرتے ہوئے وہ آگے بڑھے۔ اس لیے اس فتح کے ساتھ ان کے لیے سبقت کا راستہ کھل گیا تھا۔ اس لڑائی میں حاکم کرمان جو مرزبان کہلاتا تھا نسیر بن عمرو عجلی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اب لشکر اسلام دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک کو نسیر عجلی لے کے ایک جانب سے بڑھے۔ اور دوسرا حصہ خود عبداللہ کے ساتھ دوسری جانب بڑھا۔ اور دونوں لشکر برابر کامیاب ہوتے اور فتحیں حاصل کرتے چلے جاتے تھے۔

حاکم کرمان مارا گیا۔

یہاں غنیمت میں کچھ اونٹ اور بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ مگر چونکہ عربوں کو ان کی بہت زیادہ ضرورت تھی اس لیے لشکر گاہ میں ان کی قیمت بڑھ گئی۔ صحابہ کو قیمت میں اضافہ کرنا اچھا نہ معلوم ہوتا تھا۔ لہٰذا حضرت فاروق کو اطلاع کی گئی۔ آپ نے جواب میں سہیل بن عدی کو تحریر فرمایا کہ اگر تمہارے نزدیک قیمت میں اضافہ کرنا ضروری ہے تو قیمت بڑھا دو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بعض راویان تاریخ کا بیان ہے کہ کرمان کو عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی نے فتح کیا۔ ملک کو رمیں شہر طبسین تک گئے۔ اور اس کے بعد واپس آ کے بارگاہ فاروقی میں حاضر ہوئے۔ اور درخواست کی کہ مجھے شہر طبسین میں جاگیر مرحمت ہو۔ حضرت عمر ان کی درخواست قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ مگر کسی نے بتا دیا کہ اس شہر کے ماتحت دو رستاق یعنے دو ضلع ہیں۔ اور آپ نے ان کی درخواست مسترد کر دی۔ درحقیقت حضرت عمر اس کو بالکل پسند نہ فرماتے تھے کہ اہل عرب مرزبانان عجم کی طرح دولتمند ہو کر عیش پرست ہو جائیں۔

حضرت عمر مسلمانوں کو بمشکل جاگیر دیتے تھے۔

دوسری طرف عاصم بن عمرو سیستان کی طرف بڑھتے چلے جاتے تھے کہ عبداللہ بن عمر بھی

سمرا اپنے لشکروں کے ان سے جا ملے۔ یہ نامور پہلوان عجم رستم زریان کا وطن اور زور آور پہلوانان سلف کا مرکز تھا۔ لوگوں نے وہیں سرحد کے پاس جمع ہو کے مقابلہ کیا۔ مگر ان کی قسمت ایران کی قسمت سے وابستہ تھی۔ لڑائی میں شکست کھا کے بھاگے۔ اور عربوں نے بڑھ کر ان کے مرکز حکومت شہر زرنج کا محاصرہ کر لیا۔ اہل سیستان نے دشمنوں کے روکنے کی ایک یہ تدبیر بھی کی تھی کہ دریائے ہلمند کے بند کاٹ کے اپنے ملک کو غرق سیلاب کر دیا تھا۔ مگر مسلمانوں کے سیلاب کو یہ پانی کا سیلاب بھی نہ روک سکا۔ مجبوراً زرنج والوں نے اطاعت اور جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے صلح و امان کی درخواست پیش کر دی۔ اس شرط سے کہ زرنج اور اس کا سارا علاقہ انھیں کے قبضے میں چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ان کی درخواست منظور ہو گئی۔

مسلمانوں کی غیر معمولی احتیاط

اس معاہدے میں ایک یہ شرط تھی کہ ان کے کھیتوں کی مینڈوں کو ہاتھ نہ لگایا جائے گا۔ ان دنوں مسلمانوں کے پابند عہد ہونے کی یہ شان تھی کہ مسلمان سارے ملک میں جدھر جاتے اور سفر کرتے تو ڈرتے اور بچتے ہوئے چلتے کہ ایسا نہ ہو کسی مینڈ کو ٹھوکر لگ جائے۔ اور وہ عہد شکنی کے ملزم قرار پائیں۔

الغرض اہل سیستان سے صلح ہو گئی۔ ان پر خراج مقرر ہو گیا۔ اور سارے صوبے میں امن و امان قائم تھا۔ سیستان خراسان سے بڑا صوبہ تھا۔ اور اس کے حدود دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ایک طرف وہ اہل قندھار سے۔ دوسری طرف ترکوں سے۔ اور دیگر اطراف میں اور قوموں سے لڑتے رہتے تھے۔

فتح مکران

مذکورہ سپہ سالاران عرب کے علاوہ حکم بن عمرو تغلبی نے مکران کا رُخ کیا۔ اور اس کے حدود میں داخل ہو گئے لیکن لڑائی نہیں چھڑنے پائی تھی کہ دیگر سرداران عرب شہاب بن مخارق سہیل بن عدی اور عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبان بھی اپنی مہموں کو انجام دے کر ان سے جا ملے۔ اب ان سب سرداروں کا متحدہ لشکر بڑھ کے نہر پوین کے کنارے پہونچا۔

اہل مکران پہلے سے تیار تھے۔ اس لیے کہ عربوں کی آمد سُن چکے تھے۔ ان کا عظیم الشان لشکر دریائے مذکور کے اس پار موجود تھا جس کی کمک سندھ کے راجہ نے بھی کثیر التعداد فوج سے کی تھی۔ مسلمانوں نے پار اُتر کے ان پر حملہ کیا اور سخت لڑائی ہوئی۔ مگر لڑائی کا انجام یہی ہوا کہ مکرانی شکست کھا کے بھاگے۔ اور ان میں ایک خلقت عظیم قتل ہو گئی۔ شکست دینے کے بعد مسلمان تعاقب کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اور کئی روز تک برابر

بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کو ایک ندی کے اس پار ہنکا دیا۔ اور اس کے بعد واپس آ کے خاص مکران میں ٹھہر گئے۔

لشکر مکران کے قاصد صحار بارگاہ فاروقی میں۔

اب یہاں سے حکم نے بارگاہ خلافت کو اپنے فتحیاب ہونے اور سارے مکران پر قابض ہو جانے کی اطلاع کی۔ اور غنیمت کا پانچواں حصہ بھیجا۔ اس خدمت کو صحار عبدی نے انجام دیا جب وہ مدینے میں پہونچے۔ اور حضرت فاروق اعظم سے ملے تو آپ نے مکران کے حالات دریافت فرمائے، صحار نے عرض کیا امیر المومنین وہ ایسی سرزمین ہے جہاں کا صحرا کوہستان ہے (یعنے کوہستان ہی کوہستان ہے) پانی کا ہمیشہ قحط رہا کرتا ہے۔ اور وہاں کا خرما بدترین قسم کا ہے۔ دشمن جری و دلیر ہے برکتیں کم ہیں۔ اور شر بہت زیادہ۔ بہت ہونے والی چیزیں بھی وہاں تھوڑی ہیں۔ اور جو تھوڑی بھی ہیں وہ ضایع ہو جاتی ہیں۔ وہاں سے آگے بڑھیے تو اس سے بھی بدتر حالت ہے۔"

یہ مضمون صحار نے مسجع اور مقفیٰ الفاظ میں ادا کیا تھا۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے سُن کے فرمایا "یہ تم تک بندی کر رہے ہو یا حالات بیان کرتے ہو؟ بخدا میرا کوئی لشکر کبھی وہاں جہاد نہ کرے گا۔" اور اس کے بعد سہیل اور حکم کو لکھ بھیجا کہ "خبردار تمھارے لشکر کا کوئی شخص مکران سے آگے نہ بڑھے" ساتھ ہی یہ بھی حکم فرمایا کہ مسلمانوں کو جو ہاتھی غنیمت میں ملے ہیں فروخت کر ڈالے جائیں اور اُن کی قیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائے۔

صحابہ کے ہندستان میں نہ آنے کی وجہ

در اصل یہ صحار عبدی کی ہی رپورٹ تھی جس نے حضرت فاروقؓ کے عہد میں مسلمانوں کا قدم مکران میں روک دیا۔ صحار کو خبر نہ تھی کہ مکران کے آگے ہندوستان کا ایک ایسا زرخیز خطہ ہے جو سرسبزی و شادابی۔ اور پیداوار و آبادی کے لحاظ سے دنیا میں نظیر نہیں رکھتا۔ اگر صحار نے حضرت عمرؓ کو اس سرزمین کی حالت سے نہ ڈرا دیا ہوتا تو ہندوستان بھی خاص صحابہ کے مفتوحہ ممالک میں شامل ہوتا۔ مگر سمندر کی راہ سے حضرت فاروقؓ ہی کے عہد میں سندھ اور ہندوستان کے ساحلی مقاموں پر بحری تاختیں شروع ہو گئی تھیں۔

تھانہ پر بحری تاخت۔

اور وجہ یہ ہوئی کہ عثمان بن ابی العاص ثقفی نے جب ۱۵ھ میں وہ بحرین اور عمان کے حاکم تھے بمبئی کے قریب شہر تھانہ پر ایک بحری مہم روانہ کی۔ یہ لوگ جب وہاں سے واپس آئے تو عثمان نے حضرت عمر کو اطلاع دی۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا

حضرت عمر کی ناراضی۔

"اے برادر ثقفی تم نے ایک لکڑی کے ٹکڑے پر کیڑے کو بٹھا کے سمندر میں ڈال دیا تھا خدا کی قسم اگر یہ لوگ ضایع ہو جاتے تو میں تمھارے قبیلے سے اتنا ہی معاوضہ وصول کر لیتا جتنا کہ نقصان ہوتا" مگر باوجود اس کے اسی زمانے میں عثمان کے بھائی حکم نے ایک اور بحری مہم بھروچ پر

بھیج دی۔ اور ایک دوسرے بیڑے کا سردار اپنے بھائی مغیرہ بن ابی العاص کو مقرر کر کے بندگاہ دیبل پر روانہ کیا۔ جو دشمنوں پر حملہ کر کے کامیاب ہوئے۔ اور غانم و سالم واپس آئے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے منظور نہ کرنے سے ہندوستان پر کوئی مستقل فوج کشی نہیں ہونے پائی۔ صحابہ کی مستقل فوج کشی اسی طرح سے ہو سکتی تھی کہ وہ مکران و سیستان سے بڑھ کے سرحد ہند میں داخل ہوتے۔

حضرت فاروقؓ کی عاقلانہ احتیاط۔

عساکر اسلام جب مختلف میدانوں میں تقسیم ہو گئے تو حضرت فاروقؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو حکم دیا تھا کہ شمال جانب قلمرو بصرہ کے انتہائی حدود تک بڑھتے چلے جاؤ۔ تاکہ جو عساکر اسلام دور نکل گئے ہیں ان کے پیچھے دشمنوں کا کوئی لشکر باقی نہ رہے۔ اور یہ اندیشہ بیجا نہ تھا۔ سپہ سالاران اسلام فتحوں اور کامیابیوں کی رو میں ممالک دور دراز تک بڑھتے چلے گئے تھے اور ان کے پیچھے بہت سی قومیں باقی رہ گئیں تھیں جو مسلمان نہ تھیں۔ اور گو شکست کھا کے دب گئی تھیں مگر موقع ملنے پر ان کے اٹھ کھڑے ہونے کا بہت زیادہ احتمال تھا۔

فیروزہ میں کردوں سے معرکہ۔

اس اثنا میں خبر آئی کہ شہر فیروز میں کردوں کا بہت بڑا گروہ جمع ہو گیا ہے۔ ابو موسیٰ نے ان کی طرف روانہ ہونے میں اتنی دیر لگائی کہ انھیں جمع ہونے اور لڑائی کا سامان مہیا کرنے کا موقع مل گیا۔ لیکن آخر روانہ ہوئے۔ اور فیروز میں پہونچکر کردوں کے مقابل پڑاؤ ڈال دیا۔ خاص رمضان المبارک کے مہینے میں نہر تیری اور مناذر کے درمیان لڑائی ہوئی اور ابو موسیٰ نے اصرار کر کے تمام مجاہدین سے روزے ترک کرا دیے۔ اس معرکے میں آج محترم بزرگ مہاجر

مہاجر کی شہادت۔

شہادت کے لیے تیار تھے۔ چنانچہ انھوں نے وہ حنوط جو میت کے لگایا جاتا ہے اپنے جسم اور کپڑوں میں لگایا اور دشمنوں کے ناپیدا کنار دریا میں گھس پڑے۔ خوب خوب داد شجاعت دی اور آخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

دشمنوں کو شکست۔

مگر دشمنوں پر ان کی جانبازی اور تمام مسلمانوں کی پامردی کا ایسا رعب پڑا کہ خوفزدہ ہو کے بھاگ گئے۔ اور ان میں سے تھوڑے شہر فیروز کے قلعہ میں جا کے قلعہ بند ہو گئے۔ ربیع بن زیاد کو اپنے بھائی مہاجر کی شہادت کا بڑا صدمہ ہوا۔ ابو موسیٰ کو اس مصیبت میں ان کے ساتھ ایسی ہمدردی ہوئی کہ ان کو انکے مرحوم بھائی کی جگہ سردار فوج مقرر کیا۔ انھیں کو اس قلعے کے محاصرے

۵ فتوح البلدان صفحہ ۴۳۰

چھوڑ کے اصفہان چلے گئے۔ اور اس لشکر مجاہدین میں شریک ہوگئے جو شہر جی کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ اور جب جی فتح ہوگیا تو بصرے میں واپس آئے۔

فتح فیروز۔

ادھر ربیع بن زیاد حارثی نے فیروز کو نہر تیری کی طرف سے حملہ کر کے فتح کرلیا۔ بہ کثرت غنیمت حاصل کی جس میں بہت سے لونڈی غلام بھی تھے۔ یہ مہم سر کر کے ربیع بھی بصرے میں آگئے۔ اور ابو موسیٰ نے جو کچھ غنیمت حاصل ہوئی تھی اس کا پانچواں حصہ نکال کے چاہا کہ اس کو ایک وفد کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کریں۔ ضبہ بن محصن عنزی نے خواہش کی کہ اس وفد میں شریک ہو کر وہ بھی مدینے جائیں۔ مگر ابو موسیٰ نے اس کو منظور نہ کیا۔ اور وفد روانہ ہوگیا۔ اس وفد کے ساتھ ابو موسیٰ نے ساٹھ نوعمر لڑکے بھی بھیجے جو فیروز کے اسیروں میں سے تھے۔

ابو موسیٰ کا وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں۔

ابو موسیٰ نے ضبہ کو جو وفد میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی تو وہ بطور خود روانہ ہوگئے اور یہ ارادہ کر کے بارگاہ فاروقی میں ابو موسیٰ کی شکایت کریں گے۔ جیسے ہی مدینے میں پہونچے اور حضرت عمرؓ کا سامنا ہوا۔ آپ نے پوچھا "کون ہے؟" ضبہ نے اپنا نام اور اپنی سرگزشت بیان کی۔

ان کی شکایت۔

جناب فاروق نے اظہار ناراضی کے بعد ان کو موقع دیا کہ جو کہنا چاہتے ہوں کہیں۔ عرض کیا "ابو موسیٰ نے لڑائی کے لونڈی غلاموں میں سے ساٹھ نوعمر لڑکے خاص اپنے واسطے چن لیے ہیں۔ جو وہاں کے معزز زمینداروں کی اولاد ہیں۔ عقیلہ نام ایک کنیز ان کے پاس ہے جو صبح و شام دو وقتہ ایک ایک قدح دودھ پیتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے قبضے میں دو قفیز زمین ہے۔[1] ان کے پاس دو انگوٹھیاں ہیں۔ بصرے کا سارا انتظام انھوں نے زیاد کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اور حطیئہ شاعر کو ایک ہزار کی رقم انعام میں دی ہے۔

ان پر الزامات۔

تحقیقات۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو مدینے میں بلوایا۔ اور جب وہ آگئے تو ضبہ سے فرمایا "تم نے جو الزامات ابو موسیٰ کے ذمے عائد کیے ہیں۔ ان کو بالمشافہہ ان کے سامنے بیان کرو۔ اب ضبہ ایک ایک الزام کو ظاہر کرتے تھے۔ اور ابو موسیٰ اس کا جواب دیتے تھے۔ ساٹھ لڑکوں کے لینے کو ابو موسیٰ قبول کیا۔ اور کہا "میں نے یہ کارروائی اس لیے کی کہ وہاں کے سرکش لوگوں کو ذلیل کروں۔ اور ان کے فدیے کی رقم میں نے مسلمانوں میں تقسیم کردی" ضبہ نے کہا "یہ بھی سچ کہتے ہیں۔ اور میں نے بھی جو کچھ کہا سچ ہے۔ اب دو قفیز زمین کا ذکر ہوا۔ ابو موسیٰ نے

[1] ایک قفیز زمین ۴۴ طول و عرض کا مربع قطعہ زمین ہوتا ہے۔

اس کو بھی قبول کیا اور کہا ان دو قفیزوں میں سے ایک کی آمدنی میں اپنے اہل و عیال میں صرف کرتا ہوں۔ اور دوسرے کی آمدنی مسلمانوں کے لیے ہے جس کا انتظام بھی انھیں کے ہاتھوں میں رہتا ہے۔" ضبہ نے اس کو بھی قبول کیا۔ اور پھر وہی فقرہ زبان پر لائے کہ "میں اور یہ دونوں سچے ہیں۔" اس کے بعد عقیلہ کا ذکر آیا تو ابو موسیٰ خاموش ہو گئے جس سے سمجھا گیا یہ الزام صحیح ہے۔ اب زیاد کے ہاتھ میں انتظام دے دینے کا ذکر آیا۔ ابو موسیٰ نے کہا "بیشک یہ صحیح ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ صائب الرائے اور ذکی و عقیل ہے۔ اس لیے اس پر بھروسہ کر لیا۔ اب حطئہ کو انعام دینے کا تذکرہ ہوا۔ ابو موسیٰ نے اس کو بھی قبول کیا۔ اور کہا میں نے بیشک اس کو یہ رقم انعام میں دی اور محض اس لیے کہ اس کی زبان بند کروں۔ اور اس کی نوبت نہ آئے کہ وہ مجھے گالیاں دے۔ یہ تمام بیانات سن کر حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو ان کی خدمت پر واپس بھیج دیا۔ مگر حکم دیا کہ وہاں پہونچتے ہی اپنی لونڈی عقیلہ اور زیاد میرے پاس بھیج دینا۔ چنانچہ ابو موسیٰ نے بصرے میں پہونچکر اس حکم کی تعمیل کر دی۔

زیاد بارگاہ فاروقی میں — زیاد جب بارگاہ خلافت میں پہونچے تو حضرت عمرؓ نے ان سے ان کے حالات دریافت کیے اور یہ بھی ان سے پوچھ کے معلوم کر لیا کہ اس خدمت کے معاوضے میں ان کو کیا ملتا ہے۔ پھر ان سے اسلام کے فرائض سنن رسول اللہ اور قرآن کے مطالب پوچھے۔ اور امتحان لینے کے بعد ان کا امتحان — ان کو پورا فقیہہ پایا۔ اور انھیں بصرے میں واپس بھیج کر امرا و حکام بصرہ کو عام حکم دے دیا کہ تمام معاملات میں زیاد کی رائے پر عمل کریں۔ مگر عقیلہ کو مدینے میں روک لیا۔

اس جھگڑے کے متعلق حضرت فاروق کی رائے — اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کے فرمایا "لوگو محض ایک دنیاوی مقصد نہ حاصل ہونے کے باعث ضبہ ابو موسیٰ اشعری سے ناراض ہو کر چلے آئے۔ یہاں آ کے سچ بھی بولے اور جھوٹ بھی۔ اور ان کے اس جھوٹ نے سچ کو مٹا دیا۔ لہٰذا خبردار تم لوگ جھوٹ سے بچو اس لیے کہ جھوٹ انسان کو دوزخ کا کندہ بنا دیتا ہے۔"

اسی سلسلے میں اس واقعے کے بیان کر دینے کی بھی ضرورت ہے کہ حضرت عمر کے پاس مدینے میں جب کوئی نیا لشکر جمع ہو جاتا آپ کسی صاحب علم اور فقیہہ و دانا شخص کو افسر مقرر فرما کے کسی نہ کسی طرف جہاد پر روانہ کر دیتے۔ اسی قاعدے کے مطابق ایک مرتبہ ایک گروہ جمع ہوا تو سلمہ بن قیس کی روانگی کردوں کے مقابل — آپ نے سلمہ بن قیس اشجعی کو اس پر سردار مقرر کر کے کردوں کی طرف روانہ کیا۔ اور اُن کے لشکر کے سامنے روانہ کرتے وقت یہ تقریر فرمائی۔

حضرت عمرؓ کے ہدایات واحکام۔

"تم لوگ خدا کا نام لے کر روانہ ہو۔ کافروں سے خدا کی راہ میں لڑو۔ جب دشمنوں کا سامنا ہو تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اس کو قبول کریں اور اپنے مکانوں میں ٹھہرے رہیں تو ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور غنیمت میں سے وہ کوئی حصہ پانے کے مستحق نہیں ہیں لیکن اگر وہ تمہارے ساتھ شریک ہو کر جہاد کریں تو جتنا تمہارا حق ہے اتنا ہی ان کا حق بھی ہو جائے گا۔ اور وہی ذمہ داریاں جو تم پر ہیں اُن پر بھی ہوں گی۔ اور اگر وہ لوگ دین اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے کہو کہ جزیہ ادا کریں۔ اگر اس کو مانیں تو تم قبول کر لو۔ اور نہ مانیں تو اُن سے مقابلہ کرو۔ لڑائی میں اگر وہ قلعہ بند ہو جائیں اور تم سے درخواست کریں کہ خدا اور رسول کے حکم اور ذمہ داری پر ہم نکلیں گے۔ تو تم اس کو نہ قبول کرو۔ اس لیے کہ تمھیں نہیں معلوم کہ اس معاملے میں خدا اور رسول کی ذمہ داری ہے یا نہیں اور خبردار غداری اور بدعہدی نہ کرو۔ نابالغ لڑکوں کو قتل نہ کرو۔ اور لاشوں کے ناک کان وغیرہ نہ کاٹو۔"

کردوں پر فتح۔

یہ احکام سن کر وہ لوگ روانہ ہوئے۔ اور اُن سے اور کردوں سے مقابلہ ہوا۔ کردوں نے نہ اسلام قبول کیا نہ جزیہ دینا قبول کیا۔ لہذا لڑائی ہوئی کرد شکست کھا کے بھاگے۔ اور ان لوگوں نے مسلح دشمنوں کو جہاں ملے قتل کیا۔ اور عورتوں اور لڑکوں کو اسیر کر کے آپس میں تقسیم کر لیا۔

جواہرات سے حضرت عمرؓ کی نفرت:

یہاں غنیمت میں ایک جوہر بیش بہا ہاتھ آیا تھا۔ سلمہ نے ہمراہیوں کو راضی کر کے وہ جوہر حضرت عمرؓ کی خدمت میں بطریق نذرانے کے بھیج دیا۔ قاصد نے فتح کی خوشخبری اور حاجات جنگ کے سلسلے میں اس جوہر کا ذکر کیا۔ سنتے ہی آپ نہایت برہم ہوئے۔ اور حکم دیا کہ "جوہر اس شخص کے گلے میں لٹکا دیا جائے"۔ اور جب اس حکم کی تعمیل ہو چکی تو اس سے فرمایا۔ "اسی وقت واپس جاؤ اگر تمہارے پہونچنے سے پہلے وہاں کے مجاہدین منتشر ہو گئے اور سلمہ اس کی قیمت کو ان میں نہ تقسیم کر سکے تو میں تم سے بہت بری طرح پیش آؤں گا"۔ قاصد فوراً پلٹا۔ جلد جلد کوچ کرتا ہوا سلمہ کے پاس پہونچا وہ جوہر ان کو واپس کر کے فرمان فاروقی سنا دیا اور انھوں نے اس کو بیچ کر اس کی قیمت مجاہدین میں تقسیم کر دی۔

ان دنوں جواہرات کی قیمت اس قدر کم ہو گئی تھی کہ بیس ہزار درہم کا نگینہ پانچ درہم کو بکتا تھا۔

سترہویں فصل

فتوح مصر

مصر کی خصوصیتیں۔ حضرت صدیق کا معاہدہ سلطنت مصر سے۔ عمرو بن عاص کو فتح مصر کی تمنا۔ عہد جاہلیت میں اُن کا سفر مصر۔ اُنھیں فتح مصر کا شوق ہونے کی بنا۔ حضرت عمرؓ سے اس کی درخواست بشرط اجازت۔ عمرو بن عاص کا حیلۂ شرعی۔ یہی واقعہ دوسرے عنوان سے۔ مقوقس الیون میں۔ قلعہ الیون یا قصر الشمع کی تاریخ۔ مزاحمت کی کوشش۔ مقابلہ اور فتح۔ قبطیوں نے مسلمانوں کی مدد کی۔ شہر قواھر پر قبضہ۔ جنگ بلبیس اور فتح۔ اُم دنین میں مقابلہ۔ مدینے سے نئی کمک۔ چار نامور شجاعان اسلام۔ حضرت زبیرؓ کا مصر میں آنا۔ ایک مصری معاون۔ مصری لشکر ام دنین کو شکست۔ قلعہ ام دنین کا محاصرہ۔ حضرت زبیرؓ کی جانبازی۔ فتح قلعہ اُم دنین۔ مقوقس سے صلح۔ دوسری روایت فتح الیون۔ مقوقس کی سفارت۔ اُس کا مختصر جواب۔ مسلمانوں کی نسبت مصری سفیر کا بیان۔ وکلائے اسلام مقوقس کے پاس۔ عبادہ سے مقوقس کا ڈرنا۔ عبادہ کی گفتگو۔ مقوقس پر اس کا اثر۔ اور مقوقس کی تقریر کا جواب۔ عبادہ کا آخری جواب۔ مقوقس نے جزیہ ادا کرنے پر صلح کر لی۔ مصر بزور شمشیر فتح ہوا یا صلحاً۔ شرح مالگزاری۔ رومیوں کو چلے جانے کی آزادی۔ اس صلح پر ہرقل کی برہمی۔ رومی پھر لڑنے پر آمادہ ہیں۔ مقوقس اُن سے الگ ہو گیا۔ اُس کا عمرو بن عاص سے ملنا۔ وہ اور سارے قبطی مسلمانوں کے موافق ہیں۔ مقوقس کی درخواستیں۔ اور اُس کے وعدے۔

شام و روم اور عراق و عجم کی فتحوں کے بعد اب ہم ملک مصر کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اس
مصر کی خصوصیتیں سرزمین کو چند خصوصیتیں حاصل تھیں۔ جن کی وجہ سے عرب اُس کے ساتھ کسی قسم کی سختی اور بیرحمی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اول تو یہ کہ حضرت اسماعیل کی والدۂ ماجدہ ہاجرہ مصر کی تھیں جن کی وجہ سے نسل اسماعیل کے تمام قبائل مصر والوں کو اپنا ننہالی رشتہ دار سمجھتے تھے۔ دوسری خصوصیت یہ کہ حضرت رسول خدا صلعم کی حرم محترم اُم المومنین ماریہ قبطیہ کے طفیل میں مسلمانوں کے ساتھ اس قدیم رشتہ کی تجدید ہو گئی تھی۔ تیسری یہ خصوصیت تھی کہ حضور سرور عالم نے جو خط تبلیغ مقوقس کے نام

بھیجا تھا۔ اس کی مقوقس نے عزت کی تھی۔ اور گو اسلام نہیں قبول کیا۔ مگر ایک طرح پر آپ کے دعوی نبوت کی تصدیق کی۔ اور آپ کی خدمت میں قیمتی تحف و ہدایا بھیج کر آپ کو اپنے حال پر مہربان بنا لیا تھا۔ چنانچہ خود حضرت سرور عالم نے فرما دیا تھا کہ "تم جب مصر کو فتح کرنا تو میری وصیت کے خیال سے قبطیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ اس لیے کہ ان کے ساتھ ایک واسطہ اور قرابت ہے"۔عسہ

اسی کا ایک نمونہ یہ بھی تھا کہ جب شام کے شہروں پر قبضہ ہو رہا تھا۔ اور عساکر اسلام فلسطین و شام میں رومیوں کو پیچھے ہٹاتے اور بھگاتے چلے جاتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حاطب بن بلتعہ کو جو پیشتر نامہ رسالت لے کے مصر میں جا چکے تھے دوبارہ اپنا سفیر بنا کے مقوقس کے پاس بھیجا۔ اور ایک معاہدہ کر لیا جو مملکت مصر کے ان مشرقی گانوں کے متعلق تھا۔ جو فلسطین کے سرحد سے ملے ہوئے تھے مفصل نہیں معلوم کہ یہ معاہدہ کیا اور کس بارے میں تھا۔ مگر قیاس یہی چاہتا ہے کہ عساکر اسلام چونکہ سرحد مصر کے پاس سے گزرتے تھے۔ اس لیے دولت مصر کو اطمینان دلایا گیا ہوگا کہ تم کو ہمارے لشکروں سے متوحش نہ ہونا چاہیے۔ ہمارا قصد تمھاری طرف آنے کا نہیں ہے۔

حضرت صدیق کا معاہدہ سلطنت مصر سے۔

مگر حضرت عمرو بن عاص کو جو ارض فلسطین کو فتح کر رہے تھے قیساریہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اور ارطبون ان کے ہاتھ سے بچ کے دربار مصر میں پناہ گزیں ہو گیا تھا مصر پر فوج کشی کرنے کی بڑی تمنا تھی۔

عمرو بن عاص کو فتح مصر کی تمنا

ایک عجیب اتفاق یہ تھا کہ انھیں جاہلیت میں مصر کی سیاحت کا اتفاق ہوا تھا جو تجار مکہ کے ساتھ بغرض تجارت بیت المقدس میں آئے تھے۔ ایک دن باہر کے پہاڑوں میں اپنے اور اپنے رفقا کے اونٹ چرا رہے تھے۔ کہ ایک پادری نے آکے پانی مانگا۔ انھوں نے پلا دیا۔ اس کو اتنی دیر تک پیاسے رہنے کے بعد پانی ملا تھا کہ پی کر اسی جگہ پڑ کے غافل سو گیا۔ قریب ہی ایک بل تھا اس میں ایک بڑا سانپ نکل کے اس کی طرف رینگتا ہوا چلا تو عمرو نے اس کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا۔ پادری سو کے اٹھا اور اپنے پاس ایک مرا ہوا سانپ پڑا دیکھا تو اس کا حال پوچھا۔ عمرو نے کیفیت بیان کی اور وہ فوراً شکر گزاری کے جوش میں ان سے لپٹ گیا پھر کہا

عہد جاہلیت میں اُن کا سفر مصر

عسہ حسن المحاضرہ فی اخبار المصر و القاہرہ مصنفہ علامہ سیوطی جلد ا صفحہ ۵
عسہ حسن المحاضرہ جلد ا صفحہ ۵۱ ۔

میں اسکندریہ کا رہنے والا ہوں۔ نذر ماننے آیا تھا کہ یروشلیم کے محترم کنیسے میں عبادت کر کے مہینہ بھر تک یہاں کے پہاڑوں میں گشت کروں گا۔ آپ نے دو بار میری جان بچائی۔ پہلے پانی پلا کر اور پھر سانپ کو مار کے یہ بتائیے کہ آپ لوگوں میں انسان کی جان کا خون بہا کیا ہے۔ عمرو نے کہا "سو اونٹ" اُس نے کہا ہم اونٹوں کا حساب نہیں سمجھتے نقدی حساب بتائیے۔" کہا "ایک ہزار دینار" بولا تو میرے ساتھ مصر میں چلیے۔ وہاں دو ہزار دینار کی نذر کروں گا۔ یہاں اجنبی و غریب الوطن ہوں۔ ساتھ ہی اُس نے اپنی حمایت میں لے جانے اور بیت المقدس میں واپس پہونچا دینے کی ذمہ داری کی۔ اور مصر و اسکندریہ کی شان و شوکت اور رونق و دولت کی بیحد تعریف کی۔ عمرو نے اپنے رفقا سے مشورہ کر کے ایک کو ساتھ لیا۔ سب ہمراہیوں سے وعدہ کیا کہ ان کی واپسی تک یہیں ٹھہرے رہیں گے اور پادری کے ساتھ مصر میں چلے گئے۔ کثرت آبادی۔ عماراتوں کی شان داری۔ اور رعایا کی دولتمندی دیکھ کر حیران رہ گئے۔

انھیں فتح مصر کا شوق ہونیکی بنا۔

جس دن وہاں پہونچے ہیں ایک سالانہ عید کا دن تھا جس میں شاہزادے۔ سردار اور معززین روم و قبط ایک خاص انداز سے گیند کھیلا کرتے تھے۔ سونے کا مرصع گیند پھینکا جاتا۔ اور لوگ اُسے اپنی آستینوں میں لے لیتے۔ اور کہاوت مشہور تھی کہ جس کسی کی آستین میں یہ گیند چلا جائے وہ کسی نہ کسی دن مصر کا حاکم ضرور ہوگا۔ پادری سیر دکھانے کے لیے ان کو اس مجمع میں لے گیا۔ اور اتفاق یہ کہ کسی کھیلنے والے نے گیند پھینکا تو وہ ان کی آستین میں چلا آیا۔ اور لوگ کہنے لگے "آج وہ پُرانی کہاوت غلط ہوگئی۔ اس وحشی بدوی کو سلطنت مصر مل جائے۔ بھلا یہ سمجھ میں آنے کی بات ہے؟" اور یہی غالباً اس وقت ان کا بھی خیال ہوگا۔ اگرچہ اس واقعہ نے اُن کے دل میں حکومت مصر کا خیال پیدا کر دیا۔ خیر پھر اس کے بعد پادری نے اپنے طرفداروں دوستوں اور معتقدوں سے ان کو دو ہزار دینار دلوا دیے اور وہ لے کے واپس آگئے۔

جب مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کر لیا۔ اور رومیوں کو بڑی بڑی شکستیں دیں تو ان کو وہ گیند کا واقعہ یاد آگیا۔ اور فتح مصر کے شوق میں بیقراری پیدا ہوگئی۔ بہر حال دل میں ایک دھن سی پیدا ہوگئی کہ جس طرح بنے مصر پر حملہ کریں۔ بیت المقدس کی فتح کے موقع پر جب حضرت فاروق رضؓ جابیہ میں آئے تو عمرو بن عاص اُن سے تنہائی میں ملے۔ اور مصر پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی حضرت عمر کو اس میں تامل ہوا۔ مگر عمرو بن عاص نے بار بار فتح مصر کا شوق دلایا۔ مصر کی خوبیاں بیان

حضرت عمر سے اس مہم کی درخواست۔

سے حسن المحاضرہ جلد اصفحہ ۴۶ -

وہاں کی رعایا کی نسبت کہا کہ نہایت ہی کمزور ہے یقین دلایا کہ میرے جاتے ہی سارا ملک بڑی آسانی سے فتح ہو جائے گا۔ اور اس پر قبضہ کر لینے سے ہم کو رومیوں کے مقابلے میں بڑی قوت حاصل ہو جائے گی۔ غرض اس مہم کی اس قدر اہمیت بیان کی اور مختلف صحبتوں میں اتنی بار کہا کہ آخر حضرت عمرؓ نے قبول فرما لیا۔ مگر اب بھی یہی فرمایا کہ میرا دل تو نہیں مانتا۔ مگر خیر تم چار ہزار لشکر کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ عنقریب تمہیں راستے میں میرا ایک خط ملے گا۔ اگر وہ خط سرحد مصر میں داخل ہونے سے پہلے ملے تو پلٹ آنا۔ اور اگر حدود مصر میں داخل ہونے کے بعد ملے تو خدا کا نام لے کے آگے بڑھنا۔ اور مقابلہ شروع کر دینا۔

مشروط اجازت

حضرت عمرؓ کا اتنا حامی بھر دینا کافی تھا۔ عمرو بن عاص اُسی رات کو روانہ ہو گئے۔ بمقام رفح میں تھے کہ حضرت خلافت مآب کا قاصد دکھائی دیا۔ یہ مقام حدود مصر کے باہر تھا۔ عمرو نے اس کے ہاتھ سے خط نہیں لیا۔ بلکہ برابر بڑھتے چلے گئے۔ اور شہر عریش میں پہنچ کے جب اطمینان کر لیا کہ یہ سرزمین مصر کی قلمرو میں ہے تو عام مسلمانوں کے سامنے قاصد سے خط لیا۔ کھول کے پڑھا۔ سارے ہمراہیوں کو سنایا اور کہا "تم سب جانتے ہو کہ یہ شہر مصر کے علاقے میں ہے۔ حضرت فاروق نے فرمایا تھا کہ اگر میرا خط حدود مصر میں داخل ہونے کے بعد ملے تو مصر پر حملہ شروع کر دینا۔ لہٰذا اب ضرور ہے کہ ہم سب چل کے مملکت مصر پر قبضہ کریں۔" اور حضرت عمرؓ کو اپنی روانگی کی اطلاع دے دی۔[1]

عمرو بن عاص کا حیلہ شرعی۔

ایک روایت یہ ہے کہ عمرو بن عاص قیساریہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ یکایک مصر پر حملہ کرنے کا شوق ہوا۔ اپنے فرزند عبداللہ بن عمرو کو اپنی جگہ چھوڑا۔ اور بغیر اس کے کہ حضرت عمرؓ سے اجازت لیں ساڑھے تین ہزار لشکر اپنے ساتھ لے کے روانہ ہو گئے۔ حضرت فاروقؓ نے سنا تو برہم اور ناراض ہوئے اور ایک نامۂ تہدید بھیجا کہ فوراً اپنے مقام پر واپس آؤ۔ ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرما دیا کہ یہ خط اگر سرحد مصر میں داخل ہونے کے بعد ملے تو واپسی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ حملہ کی کارروائی شروع کر دو۔ یہ خط چونکہ عریش میں یعنی قلمرو مصر کے اندر ملا تھا۔ اس لیے وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔[2] ان کی روانگی کا زمانہ کوئی ۱۶ھ کوئی ۲۶ھ کوئی ۲۱ھ اور کوئی ۲۲ھ بتاتا ہے۔ مگر صحیح جس پر اکثر مورخوں کو اتفاق ہے یہ ہے کہ وہ ۲۰ھ میں

یہی واقعہ دوسرے عنوان سے۔

---

[1] الخطط والآثار مقریزی۔ جلد اول صفحہ ۲۸۸۔ [2] فتوح البلدان بلاذری صفحہ 219۔

قلمرو مصر کے اندر داخل ہوئے۔

عمرو بن عاص کے ہمراہ چار ہزار یا ساڑھے تین ہزار فوج تھی جس میں سب قبیلہ بنی عک کے لوگ تھے۔ فرماں روائے مصر مقوقس کو خبر ہوئی تو فوراً اپنے مستقر حکومت اسکندریہ سے کوچ کر کے مقام الیون میں آ گیا۔ یہ وہی مقام ہے جو مسلمانوں کے قابض ہونے کے بعد فسطاط کے نام سے مشہور ہوا۔ ان دنوں دریائے نیل اور کوہ مقطم کے درمیان ایک قلعہ تھا۔ اور اس قلعہ کے سوا گرد بجز میدان کے کوئی آبادی نہ تھی۔ اور اس میں اکثر دولت روم کا والی اسکندریہ سے آ کے ٹھہرا کرتا۔ یہ قلعہ نیل کے مشرقی کنارے پر تھا۔ اس کا مغربی پھاٹک جو باب الحدید کہلاتا عین دریا کے گھاٹ پر واقع تھا جس کے سامنے اکثر کشتیاں آ کے ٹھہرا کرتیں۔ (مقوقس الیون میں۔) (قلعہ الیون یا قصر الشمع کی تاریخ۔)

یہ قلعہ جو قصر بھی کہلاتا تھا قدیم الایام کی یادگار تھا۔ جس روز آفتاب ایک برج سے دوسرے برج میں جاتا اس کے اعلیٰ برج پر ایک شمع روشن کر دی جاتی جس کی وجہ سے لوگ اسے قصر الشمع بھی کہنے لگے۔ ایرانیوں نے جب مصر پر قبضہ کیا تو اس میں اپنا ایک آتشکدہ بنایا۔ اس کے پھاٹک پر بھی ایک شمع روشن رہا کرتی۔ بعض لوگ اسی واقعہ کو اس قصر کے قصر الشمع کہے جانے کا سبب بتاتے ہیں۔

بہرحال مقوقس یہاں پہونچ کر مسلمانوں کی روک تھام کے لیے لشکر روانہ کرنے لگا۔ یہاں کا اصلی والی ایک رومی شخص تھا جس کا نام شاید لنگڑے اور پست قد ہونے کی وجہ سے اہل عرب اعرج بتاتے ہیں۔ مگر اس کا اصلی نام مندفور تھا۔ مقوقس کی ماتحتی میں وہ یہاں کے قلعہ دار اور قلعہ کی محافظ فوج کا سپہ سالار تھا۔ (مزاحمت کی کوشش۔)

عمرو بن عاص کوہ حلالی کے قریب پہونچے تو قبیلہ بنی لخم کے بہت سے لوگ ان سے آ کر مل گئے۔ شہر فرما تک پہونچے تھے کہ دشمنوں کا لشکر آ پہونچا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ مسلسل ایک مہینے تک معرکہ برابر گرم رہنے کے بعد مسلمانوں نے رومی حامیان مصر کو شکست دی۔ یہاں کی لڑائیوں میں مسلمانوں کے سردار لشکر میمنہ عبداللہ بن سعد تھے۔ اور وہی آخری فتح مصر کے وقت تک اس جنگی خدمت کو انجام دیتے رہے[۱]۔ (مقابلہ اور فتح۔)

اسکندریہ میں ایک قبطی اسقف تھا جس کا نام مورخین عرب ابو میامین بتاتے ہیں۔ اس نے عمرو بن عاص کی چڑھائی کرنے کا حال سنا تو اپنے معتقد قبطیوں کو جو فرما میں تھے لکھ بھیجا کہ اب (قبطیوں نے مسلمانوں کی مدد کی۔)

---

۱ فتوح مصر کے واقعات کی پوری تفصیل حسن المحاضرہ اور خطط و الآثار سے لی گئی ہے۔ لہٰذا ہر جگہ ماخذ نہیں بتایا گیا۔ جہاں کسی اور کتاب سے لیا گیا ہے حوالہ بتا دیا گیا ہے۔

دولت روم کا زمانہ ختم ہوگیا۔ تم لوگ سردار عرب سے ملو۔ اس کا خیر مقدم ادا کرو۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ فرما کی لڑائی میں وہاں کے قبطی عمرو بن عاص کو برابر مدد پہونچاتے رہے۔

اب عمرو آگے بڑھے تو خفیف مزاحمتوں کے سوا کوئی زبردست لشکر مقابلے پر نہ آسکا۔ یہاں تک کہ وہ شہر قواصر میں جا پہونچے۔ اور پڑاؤ ڈال دیا۔ چند روز میں یہاں بھی یہی تجربہ ہوا کہ قبطی مسلمانوں کے طرفدار ہیں۔ اور خوشی سے ان کا استقبال کرتے ہیں۔ اب لشکر اسلام نے یہاں سے بھی کوچ کیا اور شہر بلبیس میں پہونچا۔

(شہر قواصر پر قبضہ۔)

بلبیس میں ایک زبردست لشکر مزاحم ہوا تو اس سے لڑائی شروع ہوئی۔ اور پورے مہینہ بھر خونریزی ہونے کے بعد یہاں بھی دشمن میدان چھوڑ کے بھاگ گئے۔ اور مقام اُم دنین میں پہونچ کر دم لیا۔ خود مندفور فوج لے کے مقابلے کو آیا اور بڑی سخت لڑائی چھڑ گئی جو بہت دنوں تک جاری رہی۔ جب اس محاصرے کو ایک مدت گزر گئی اور قلعہ فتح نہ ہوا۔ تو عمرو بن عاص نے تمام حالات اور یہاں کی دشواریاں بارگاہ خلافت میں لکھ بھیجیں اور مدد مانگی۔

(اُم دنین میں مقابلہ۔)

حضرت عمرؓ نے چار ہزار فوج کمک میں بھیج کے مصر کی مہم سر کرنے والے لشکر کی مجموعی تعداد آٹھ ہزار کر دی۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اس موقع پر بارہ ہزار بہادران عرب کا لشکر روانہ فرمایا۔ مگر ان میں سے چار ہزار فوج کے چار افسر ایسے نامور و کار آزمودہ مجاہد تھے کہ ہر ایک ایک ہزار دشمنوں پر بھاری سمجھا جاتا۔ اوّل زبیر بن عوام۔ دوسرے مقداد بن اسود۔ تیسرے عبادہ بن صامت۔ اور چوتھے مسلم بن خویلد بعض راویان تاریخ چوتھے بزرگ مسلمہ کی جگہ خارجہ بن حذافہ کو بتاتے ہیں۔ زبیر بن عوام کو ان دنوں جہاد کا شوق ہوا اور انطاکیہ جانے کا قصد کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "آپ مصر میں کیوں نہیں جاتے؟" انہوں نے کہا "جگہ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ جہاں مناسب ہوگا چلا جاؤں گا۔ میں تو جہاد فی سبیل اللہ اور مسلمانوں کی مدد کو جاتا ہوں خیر مصر ہی چلا جاؤں گا۔ اور جب ابن عاص اس سرزمین کو فتح کریں گے تو اور کسی طرف کا رُخ کروں گا۔" یہ کہہ کے اس لشکر کے ساتھ چل کھڑے ہوئے جو مجاہدین مصر کی کمک کو جاتا تھا۔ یہ لشکر مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر یکے بعد دیگرے اُم دنین میں[۵] پہونچا۔ اور محاصرے میں زیادہ سختی ہوگئی۔

(مدینے سے نئی کمک۔)

(چار نامور شجاعان اسلام۔)

(حضرت زبیر کا مصر میں آنا۔)

---

[۵] اُم دنین بھی اسی شہر کا نام ہے جو الیون۔ تلو۔ قصر۔ قصر شمع وغیرہ نام سے جا بجا یاد کیا گیا ہے۔ یہی مسلمانوں کے پہونچنے کے بعد فسطاط ہوگیا۔

ایک مصری مسلمان۔

لڑائیوں اور حملوں کا برابر سلسلہ جاری تھا کہ ایک شخص نے آ کے عمرو بن عاص سے کہا "مجھے تھوڑے سے سوار دیجیے تا کہ عین اس وقت جب کہ میدان کارزار گرم ہو میں دشمنوں کی پشت کی طرف نکل کے ان پر حملہ کردوں۔ عمرو نے خارجہ بن حذافہ کی ماتحتی میں ۵۰۰ سوار دیے۔ اور وہ ان کو ساتھ لے کر پہاڑ کی پشت کی جانب نکل گئے! اور راتوں رات اس غار میں چھپ رہے جو زمانۂ مابعد بنی وائل کی جانب منسوب تھا۔

میدان جنگ میں رومیوں کی شکست۔

رومیوں نے قلعہ کے پار ایک میدان میں خندق کھودی تھی۔ جابجا اس میں داخل ہونے کے راستے رکھے تھے! اور ان کے نکاس پر سامنے فولادی گوکھرو بچھا دیے تھے۔ صبح ہوتے ہی لڑائی شروع ہوئی۔ اور لڑائی شروع ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ خارجہ دشمنوں کے عقب سے برآمد ہوئے۔ ساتھ ہی عمرو بن عاص نے زور و شور سے دھاوا کر دیا۔ اور رومی ایسے بدحواس ہوئے کہ خندقوں کا حصار چھوڑ کے قلعہ میں چلے گئے۔ اور پھاٹک بند کر لیے۔ قلعہ کے گرد بھی خندق تھی۔

قلعہ ام دنین کا محاصرہ۔

اب مسلمانوں نے خاص قلعہ کا محاصرہ کر لیا! اور روز صبح و شام کو لڑائیاں ہونے لگیں۔ اب زبیر بن عوام نے پہونچ کر قلعہ کے گرد چکر لگایا! اپنے لشکر کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ اور عمرو نے جابجا منجنیقیں لگا دیں۔ جن سے فصیل پر سختی سے سنگباری ہونے لگی۔

حضرت زبیر کی جانبازی۔

جب فتح میں اب بھی تاخیر ہوئی تو ایک دن حضرت زبیر بن عوام جاں بازی کو تیار ہو گئے۔ چنانچہ ایک جانب سیڑھی لگا کے کمال بے باکی سے فصیل پر چڑھ گئے۔ تلوار کھینچ لی۔ اور زور سے تکبیر کا نعرہ مارا۔ ان کو بلندی پر دیکھتے ہی سارے مسلمانوں نے غلغلۂ تکبیر بلند کیا۔ اور کوشش کرنے لگے کہ سب اسی سیڑھی سے اوپر چڑھ جائیں۔ سبھوں کو ایک ساتھ چڑھتے دیکھ کر عمرو نے روکا کہ زیادہ بوجھ پڑنے سے سیڑھی ٹوٹ نہ جائے۔ مگر پھر بھی بہت سے لوگ چڑھ ہی گئے۔ اور تکبیر کا غلغلہ اوپر نیچے سب جگہ زور و شور سے بلند تھا۔ اس غل سے رومی سمجھے کہ مسلمان شہر کے اندر داخل ہو گئے۔

فتح قلعہ ام دنین۔

بدحواسی کے ساتھ دریا کی طرف سے نکل کے بھاگنے لگے۔ ادھر زبیر اور ان کے ہمراہیوں نے اندر اتر کے پھاٹک کھول لیا اور سارا لشکر اسلام قلعہ کے اندر تھا۔ یوں سات مہینے کے سخت محاصرے اور بہت سی خونریزیوں کے بعد قلعہ الیون فتح ہوا۔

مقوقس سے صلح۔

مقوقس نے اپنی جان خطرے میں دیکھی تو عمرو بن عاص کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ اور اقرار کیا کہ ہر قبطی دو دینار جزیہ عربوں کو دے گا۔ عمرو نے اس کو قبول کر لیا۔

دوسری روایت فتح الیون۔

مگر فتح الیون کی دوسری روایت جو اسی درجے کی معتبر ہے یہ ہے کہ رومیوں اور قبطیوں نے جب مسلمانوں کی پامردی اور کوشش و جانبازی دیکھی۔ اور انھیں نظر آیا کہ جوں جوں زمانہ گزرتا ہے ان کا شوق جہاد بڑھتا جاتا ہے تو ایک روز مقوقس نے یہ کارروائی کی کہ اس کا لشکر مسلمانوں سے لڑتا رہا۔ اور وہ ان کی آڑ میں قلعہ سے نکل کر ایک جزیرے میں چلا گیا۔ جو نیل کے اندر تھا۔ پل کٹوا دیا۔ اور سند فور کو اپنی جگہ چھوڑ گیا کہ قلعہ کو مسلمانوں کے حملے سے بچائے۔ چند روز بعد جب سند فور پر بھی عربوں کے حملوں کا رعب پڑا تو وہ اور اس کے ہمراہی سرداران کشتیوں پر سوار ہو کر جو قلعہ سے لگی کھڑی تھیں۔ اسی جزیرے میں مقوقس کے پاس چلے گئے۔

مقوقس کی سفارت۔

اب مقوقس نے عمرو بن عاص کے پاس اپنے چند ایلچی بھیجے جنھوں نے آکر اس کی طرف سے یہ گفتگو کی کہ "تم لوگ ہمارے ملک میں گھس آئے اور لڑنے پر بضد ہو۔ اسی دھن میں تم کو یہاں پڑے پڑے ایک مدت گزر گئی اور کوئی نتیجہ نہ حاصل ہوا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ تم تھوڑے سے لوگ ہو۔ اور تمھارے مقابلے پر رومی ہیں جو قوت۔ تعداد اور سامان جنگ۔ اور اسلحہ سب چیزوں میں تم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ادھر تمھاری بدنصیبی سے دریائے نیل میں سیلاب آگیا۔ جدھر دیکھو کوسوں تک عالم آب ہے۔ اور تم ہر طرف سے پانی میں گھرے ہوئے ہو۔ جس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں اسیر ہو۔ اس لیے تمھاری فلاح اسی میں ہے کہ اپنے چند آدمیوں کو ہمارے پاس بھیجدو۔ تاکہ ہم ان کا بیان سنیں۔ ان کی خواہشیں معلوم ہوں۔ اور شاید صلح کی کوئی مناسب صورت نکل آئے۔ ممکن ہے کہ آیندہ ایسے واقعات پیش آئیں جن سے تم کو پچھتانا پڑے۔"

اس کا مختصر جواب۔

عمرو بن عاص نے مقوقس کے قاصدوں کو دو روز تک اپنے یہاں روک لیا جس سے مقوقس کو ان کی نسبت اندیشہ ہوا۔ مگر عمرو کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں میں ٹھہر کے ان کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ تیسرے دن ان کو واپس کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ ہمارے تمھارے درمیان بجز تین صورتوں کے چوتھی صورت نہیں ہو سکتی۔ دین اسلام قبول کرو۔ یا جزیہ دو۔ یا مقابلہ کرو۔

مسلمانوں کی نسبت سفیر کا بیان۔

یہ لوگ واپس گئے تو مقوقس نے ان سے مسلمانوں کی حالت پوچھی۔ انھوں نے کہا حضور ہم نے وہاں ایک ایسی قوم دیکھی جس کو زندگی سے موت۔ اور شان و شوکت سے عجز و فروتنی بہت زیادہ پسند ہے۔ ان کو دنیا کی کسی چیز سے رغبت نہیں۔ خاک پر بیٹھتے ہیں۔ سواری کی پیٹھ پر کھانا کھاتے ہیں۔ حاکم و محکوم۔ اعلیٰ و ادنیٰ۔ اور آقا و غلام میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نماز کا وقت آیا اور سب جمع ہو گئے۔ مجال کیا کہ کوئی دیر لگائے۔ عبادت کے لیے اطراف اعضا کو دھوتے ہیں۔ اور

نماز میں خضوع و خشوع ظاہر کرتے ہیں۔" یہ سُن کر مقوقس بولا "یہ حال ہے تو خدا کی قسم اگر یہ لوگ پہاڑ پر دھاوا کر دیں گے تو وہ بھی سامنے سے ہٹ جائے گا! ایسے لوگوں سے بھلا کون لڑ سکتا ہے؟" ابھی تو یہ نیل کے پانی میں گھرے ہوئے ہیں صلح ہو گئی تو خیر ورنہ راستہ کھلنے کے بعد ان پر کوئی بس نہ چل سکے گا۔"

ان خیالات کی بنا پر اس نے پھر قاصد بھیج کر پیام دیا کہ "اپنے چند آدمی بھیجو کہ ہم ان سے گفتگو کریں۔ اس کا اصرار دیکھ کر عمرو بن عاص نے دس آدمیوں کو منتخب کر کے مقوقس کے پاس اپنی سفارت بھیجی۔ اُن دس میں عبادہ بن صامت بھی تھے جو سن رسیدہ اور نہایت ہی سیاہ فام بزرگ تھے۔ جو حبشی نژاد معلوم ہوتے۔ اور عمرو نے حکم دیا تھا کہ وہی مقوقس سے گفتگو کریں۔ یہ لوگ جب کشتیوں پر سوار ہو کے اس جزیرے میں گئے جس میں مقوقس تھا۔ اس کے سامنے جا پہونچے۔ اور عبادہ گفتگو کے لیے بڑھے تو مقوقس نے گھبرا کے کہا "اس حبشی کو میرے سامنے نہ لاؤ۔ اس کی کالی ڈراونی صورت سے مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ کسی اور کو لاؤ کہ اس سے گفتگو کروں۔" سب سفارت والوں نے کہا "یہی سیہ فام بزرگ ہم سب میں افضل و اشرف۔ صاحب علم و فضل اور ہمارے سردار ہیں۔ اور ہم اُن کے تابع فرمان ہیں۔" مجبوراً مقوقس عبادہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا "او کالے حبشی آ اور مجھ سے گفتگو کر۔ مگر نرمی اور آہستگی سے بات کرنا تیری کالی صورت سے یوں ہی میں ہیبت کھاتا ہوں اگر تو زور سے بولا۔ اور درشتی سے گفتگو کی تو اور ڈروں گا۔"

وکلائے اسلام مقوقس کے پاس۔

عبادہ سے مقوقس کا ڈرنا۔

اس کے بُلانے پر عبادہ بڑھے اور کہا "اپنے ساتھیوں میں ایک ہزار ایسے آدمی چھوڑ آیا ہوں جو مجھ سے کہیں زیادہ کالے کلوٹے ہیں۔ اور ان کی صورت دیکھ کے انسان سہم جاتا ہے۔ آپ ان کو دیکھتے تو کیا حال ہوتا؟ میرا شباب گزر گیا۔ اور بڑھاپا ہے۔ مگر اس بڑھاپے پر بھی الحمد للہ اکیلا سو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو تیار ہوں۔ اور یہی حال میرے سب ہمراہیوں کا ہے۔ اس جرأت و شجاعت کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا شوق جہاد خدا کے لیے اور اس کی مرضی پوری کرنے کو ہے۔ ہم لوگ دنیا و دولت دنیا کی ہوس میں نہیں لڑتے۔ مگر ہاں اس صدق نیت کے طفیل میں خدا نے ہم کو ساری نعمتیں اور بڑی بڑی دولتیں عطا کر دیں۔ ہم میں سے کسی کو اس کی پروا نہیں کہ ہمارے پاس ایک قنطار سونا ہے یا ایک درہم۔ کیونکہ دنیا میں ہمارا مقصد فقط اتنا ہے کہ ایک لقمہ کھالیں۔ اور یہی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ دنیا کی نعمتیں اور اس زندگی کا آرام سچا عیش نہیں۔ اصلی عیش آخرت کی نعمتیں اور برکتیں ہیں۔ چنانچہ ہم کو خدا اور رسول کا حکم ہے کہ ہماری دنیا طلبی فقط اتنی ہو

عبادہ کی گفتگو

بھوک مٹالیں ستر چھپالیں۔ اور عبادت وجہاد میں مصروف رہیں۔"

مقوقس پر اس کا اثر۔

عبادہ کی یہ تقریر سُن کے مقوقس نے اپنے گردوپیش کے لوگوں سے کہا "بھلا کبھی تم نے ایسا کلام کسی اور سے بھی سُنا تھا؟ میں اس شخص کی صورت دیکھ کے ڈر گیا تھا۔ مگر اس کا کلام سُن کے اور زیادہ ڈرنے لگا ہوں معلوم ہوتا ہے خدا نے ان لوگوں کو ہمارے ملک اور ہماری دولت کی تباہی کے لیے بھیجا ہے۔ ان کا بادشاہ عنقریب ساری دنیا پر غالب آجائے گا۔"

اور عبادہ کی تقریر کا جواب۔

پھر اس نے عبادہ سے کہا "تمھارا کہنا سچ ہے اور یہ عروج تم کو انھیں باتوں کی وجہ سے حاصل ہو گیا ہے لیکن تمھیں شاید معلوم نہ ہوگا کہ ہماری مدد کو بڑا بھاری رومی لشکر آرہا ہے۔ اس میں بے شمار سپاہی۔ اور بڑے بڑے بہادر۔ پامرد۔ اور جاں باز لوگ ہیں۔ ان کے مقابلے میں تم کو بڑی مصیبت سے سابقہ پڑے گا اس لیے کہ تم تعداد میں بھی کم ہو۔ اور سامان جنگ اور اسلحہ بھی تمھارے پاس ویسے نہیں۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ تم لوگ ایک سال سے یہاں تنگی وفلاکت کی مصیبت جھیل رہے ہو۔ لہذا اچھا ہوگا کہ صلح کر لو۔ ہم تمھارے ہر سپاہی کو دو دینار۔ تمھارے سردار کو دو سو دینار۔ اور تمھارے خلیفہ کو ہزار دینار دے دیں گے۔ لو اور چلے جاؤ۔ ورنہ ایسی آفت سے سابقہ پڑے گا جس کو تم برداشت نہ کر سکو گے۔"

عبادہ کا آخری جواب۔

عبادہ نے اس کے جواب میں صاف صاف کہدیا کہ اپنے نفس کو دھوکے میں نہ ڈالیے۔ اور نہ اپنا غلط اندازہ کیجیے۔ ہمارے آپ کے درمیان سوا تین باتوں کے اور کوئی تصفیہ نہیں ہو سکتا ایمان لائیے یا جزیہ دیجیے۔ ورنہ منتظر رہیے کہ لڑائی کیا فیصلہ کرتی ہے۔"

مقوقس نے جزیہ ادا کر کے صلح کر لی۔

اس کے بعد جب سفیرانِ اسلام واپس آئے تو مقوقس نے کوشش کی کہ اپنے سواروں اور معززین مصر کو جزیہ دینے پر راضی کرے۔ پہلے تو انھوں نے کسی طرح نہ مانا لیکن آخر میں مجبور ہوئے اور سب کی منظوری سے مقوقس نے پیام بھیجا کہ ہم جزیہ دینے پر راضی ہیں۔ ہر شخص دو دینار ادا کرے گا لہذا صلح ہو جائے۔ اکثر مسلمانوں کو اس کے قبول کرنے میں تامل تھا لیکن عمرو بن عاص نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد قصر یا قلعہ الیتون پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا! ور اس میں بڑا اختلاف ہے کہ مصر صلحاً فتح ہوا یا بزورِ شمشیر۔ مگر صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو جب زبیر بن عوام اپنی شجاعت سے فتح کر چکے تو مقوقس نے جزیرے میں بھاگ کر عمرو بن عاص سے مراسلت کی اور صلح کر لی۔

مصر بزور شمشیر فتح ہوا یا صلحاً

اس واقعہ کو خود عمرو بن عاص کے عابد وزاہد فرزند عبداللہ بن عمرو نے وضاحت کے ساتھ یوں بیان فرمایا کہ مصر کی نسبت ایک گروہ کہتا ہے کہ بزورِ شمشیر فتح ہوا۔ اور دوسرے گروہ کا دعوی ہے کہ

نہیں وہ بذریعہ صُلح فتح ہوا۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اہل الیتون لڑے۔ اور بزور شمشیر مفتوح ہوئے مسلمان حملہ کر کے قلعہ میں گھس پڑے۔ اور سب سے پہلے زبیر قلعہ پر چڑھ گئے۔ اس وقت وہاں کے حاکم نے کہا آپ لوگوں نے شام میں یہود و نصاریٰ پر جزیہ قائم کیا۔ اور زمین وہیں کے لوگوں کے ہاتھ میں دے دی۔ جس شرح سے وہ لوگ خراج ادا کرتے ہیں وہی انتظام ہمارے ساتھ بھی کیا جائے۔ نہ یہ کہ ہم قتل ہوں اور ہمارے جورو بچے اسیر کیے جائیں۔ والد اعمرو نے مسلمانوں سے مشورہ کیا سب نے اس کی تائید کی۔ مگر چند لوگ اس کے خلاف تھے۔ جو چاہتے تھے کہ اسیر اور غنیمت جمع کر کے تقسیم کیے جائیں۔ مگر انھوں نے ہر بالغ شخص پر بجز محتاجوں کے فی کس دو دینار کے حساب سے جزیہ مقرر کر دیا۔ جو زمیندار تھے ان پر جزیہ کے علاوہ تین اردب گیہوں دو قسط زیت ایک قسط شہد اور دو قسط سرکہ مسلمانوں کی غذا کے طریق پر مقرر کیا۔ وہاں ایک دار الرزق (بھنڈار خانہ) قائم کر دیا گیا جس میں یہ سب خراجی چیزیں جمع ہوتیں۔ اور مسلمانوں میں تقسیم کی جاتیں مسلمانوں کا شمار کر کے اہل مصر پر یہ بھی عائد کر دیا گیا کہ ہر مسلمان کے لیے ایک سوتی جبہ ایک پائجامہ ایک برنس (خاص قسم کی بڑی ٹوپی) یا عمامہ اور ایک جوڑ موزے بھی سالانہ دیا کریں یا سوتی جبہ کے عوض چاہیں تو ایک قبطی تھان دیں۔ اس کی ان کو تحریر لکھدی گئی۔ اور یہ شرط ٹھہری کہ جب تک ان چیزوں کو وہ ادا کرتے رہیں گے ان کی عورتیں اور بچے نہ فروخت کئے جائیں گے اور ان پر کسی قسم کی دست برد نہ ہوگی۔ ان کا مال اور ان کے خزانے انھیں کے قبضہ میں رہیں گے اس معاہدے کی انھوں نے حضرت عمرؓ کو خبر کی تو انھوں نے بھی اس کو جائز رکھا۔ اور ساری زمین خراجی ہو گئی۔ اس معاہدے کی وجہ سے بعد والوں کو شبہ ہوا کہ معلوم ہوتا ہے مصر صلحاً فتح ہوا حالانکہ ایسا نہ تھا۔ مصر کے خراج کی شرح فی بگہ ایک دینار اور ایک اردب غلہ قرار پائی۔ مگر حضرت عمرؓ کے عہد مبارک ہی میں اس کے بعد اہل مصر سے دوسرا معاہدہ ہوا جس میں گیہوں، زیت شہد اور سرکے کے عوض دو دینار مقرر کر دیے گئے۔ گویا بجائے دو کے چار دینار ان پر واجب الادا قرار پائے۔ اور اس کو انھوں نے خوشی سے قبول کیا۔ع بعد ازاں پوری آبادی کا شمار کیا گیا تو ساٹھ ہزار آدمی نکلے جو جزیہ دینے کے قابل ثابت ہوئے۔ اور ان پر ایک لاکھ بیس ہزار دینار جزیہ عائد ہوا۔ جو رومی سر زمین مصر میں موجود تھے ان کو بربنائے معاہدہ مقوقس نے آزادی دی کہ

شرح مالگزاری

ع فتوح البلدان صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲۔

رومیوں کو چلے جانے کی آزادی۔ اس صلح پر ہرقل کی برہمی۔

چاہیں مصر میں رہ کے جزیہ دیں۔ اور چاہیں وہاں کی سکونت چھوڑ کے چلے جائیں۔

اس صلح کی اطلاع جب ہرقل کو دی گئی تو وہ حکمران مصر، رومیوں کی اس ذلت پر نہایت ہی ناراض اور برہم و برافروختہ ہوا۔ اور مقوقس کو لکھا "عرب فقط بارہ ہزار ہیں۔ کیا مصر کی لاکھوں رعایا میں اتنے آدمی بھی نہیں کہ اُن کو روک سکیں؟ قبطیوں کو جانے دو تو مصر میں ایک لاکھ سے زیادہ آدمی موجود ہیں۔ جو اسلحہ، سامانِ جنگ اور سب باتوں میں عربوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ عربوں کے پاس نہ کچھ سامانِ جنگ ہے۔ نہ رومیوں کے ایسے اسلحہ ہیں۔ وہ لوگ تو جہاں تک سُنا جاتا ہے ہر بات میں تم سے کم ہیں۔ تم سب کو لڑ کر مر جانا چاہیے"۔ اسی مضمون کے خطوط قیصر نے مصر کے اور سرداران روم کو بھی لکھے۔ تاکہ اُن کو غیرت دلائے اور لڑائی پر اُبھارے۔

رومی پھر لڑنے پر آمادہ ہیں۔

ان تحریروں کا یہ اثر ہوا کہ رومی لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ مقوقس نے قیصر کا خط پڑھنے کے بعد یہ رنگ دیکھا تو سرداران روم سے کہا "حضور قیصر جو چاہیں فرمائیں۔ مگر میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ باوجود عربوں کی اس قلت اور کمزوری اور ہماری کثرت و قوت کے عرب ہم سے قوی اور زبردست ہیں۔ ان کا ایک ایک آدمی ہمارے سو سو آدمیوں پر بھاری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو موت زندگی سے زیادہ عزیز ہے اس کو قیصر نہیں جانتے مگر میں خوب جانتا ہوں۔ لہٰذا اے اہلِ روم تم جو چاہو طریقہ اختیار کرو۔ مگر میں تو اپنے معاہدے کے خلاف نہ کروں گا۔ مجھ سے عربوں سے جو معاہدہ ہو گیا قائم رہے گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ عنقریب مجبور ہو کے تم بھی یہی طرزِ عمل اختیار کرو گے جس کو میں پہلے اختیار کر چکا"۔

مقوقس ان سے الگ ہو گیا۔

اس کا عمرو بن عاص سے ملنا۔

اس کے بعد مقوقس خود آ کے عمرو بن عاص سے ملا۔ اور حالات بیان کر دیے کہ قیصر ہمارے معاہدے کو سُن کے نہایت ناراض ہوا۔ اور اُس نے رومیوں کو لڑائی کا حکم دیا ہے جو آپ سے مقابلہ کریں گے مگر میں آپ کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ جو عہد کر چکا ہوں اس پر قائم ہوں۔ اور اس میں سارے قبطی بھی میرے ساتھ شریک ہیں۔ ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔ جزیہ دیں گے اور اپنے عہد سے نہ پھریں گے۔ لہٰذا اس موقع پر میں آپ سے تین باتوں کا خواستگار ہوں۔

وہ اور سارے قبطی مسلمانوں کے موافق رہے۔

مقوقس کی درخواستیں

اول یہ کہ مجھ کو اور قبطیوں کو اسی طرح اپنے عہد پر قائم جانیے۔ اس لیے کہ ہم بالکل مطیع و منقاد ہیں۔ دوسرے یہ کہ اب اگر رومی صلح کی درخواست کریں بھی تو آپ قبول نہ فرمائیں جب تک ان کو اپنا غلام اور اُن کے مال و دولت کو مالِ غنیمت نہ بنا لیں اُن کے مقابلے سے نہ رکیں۔ اس لیے کہ میں نے ان کو بہت سمجھایا مگر اُنھوں نے کسی طرح نہ مانا۔ تیسرے یہ کہ جب مروں تو حکم دیجیے کہ

اسکندریہ کے کنیسے میں دفن کیا جاؤں۔

اور رُس کے معدے
عمرو بن عاص نے اس کی تینوں باتیں قبول کرلیں۔ اور ان کی درخواست پر مقوقس نے اس بات کا بھی وعدہ کرلیا کہ آیندہ لڑائیوں میں قبطی آپ کو مدد دیں گے مسلمانوں کو اپنے بازاروں میں اتاریں گے۔ جابجا دعوت کرتے رہیں گے۔ اور یہاں سے اسکندریہ تک سڑکیں اور پُل درست کردیں گے تاکہ لشکر عرب آسانی سے بغیر کسی دشواری کے گزر جائے۔

اٹھارویں فصل

سارے ملک مصر اور ممالک برقہ اور طرابلس کی فتح

مصر میں جوش مخالفت۔ چند بدنصیب گاؤں۔ ان پر حضرت فاروق کی مرحمت۔ دیگر بلاد و مواضع پر قبضہ۔ اسکندریہ پر فوج کشی۔ قبطیوں سے مسلمانوں کو مدد۔ رومیوں کی قوت۔ ہرقل کا اندیشہ۔ فتوح مربوط و کوم۔ فتوح سلطیس و کریون۔ ایک مسلمان غلام کا جوش شجاعت۔ تازہ خوف۔ محاصرۂ اسکندریہ سمندر کی طرف روک تھام نہ تھی۔ ہرقل خود آنے کی تیاری کرتا ہے۔ اس کی موت۔ لڑائی کی گرم بازاری۔ سرداروں کا مبادلہ۔ مسلمہ کا مغلوب ہونا۔ اس پر عمرو کا غصہ۔ مسلمانوں کا شہر میں گھس پڑنا اور واپس آنا۔ چار نامور مسلمانوں کا اندر رہ جانا۔ اور بہادری سے آزادی پانا۔ مسلمہ اور عمرو میں صفائی۔ تاخیر فتح پر حضرت عمرؓ کا خط۔ دیندارانہ تدبیر فتح۔ اور اس میں کامیابی۔ عبادہ فاتح اسکندریہ تھے۔ مدت محاصرہ۔ رومیوں کا بھاگنا۔ عمرو کی غیبت میں رومیوں کا پھر آ پڑنا۔ اور مسلمانوں کا شہید ہونا۔ اسکندریہ کا دوبارہ فتح ہونا۔ بارگاہ خلافت میں مژدۂ فتح۔ جانشین پیمبر فاتح روم و عجم کی شان۔ وضع اسکندریہ کی شوکت و عظمت۔ رومیوں کا جلاوطن ہونا۔ قحط زدگان حجاز کی مدد۔ فتح مصر کی نوعیت۔ اہل انطابلس سے صلح۔ طرز حکمرانی عرب۔ ایک معزز نومسلم۔ خراج مصر۔ حضرت عمر کا طریقۂ نگرانی عمال عمرو بن عاص پر اس کا اثر۔ افسر تنقیح خلافت۔ محمد کا جا کر عمرو کی جائداد کو بٹا لینا۔ عمرو کی زبان پر کلمۂ شکایت اور پھر اس سے وحشت۔ برقہ پر فوج کشی۔ فتح زویلہ۔ عمرو بن عاص برقہ میں۔ محاصرۂ طرابلس۔ چند بہادر شکاری عرب۔ اتفاقیہ طور پر فتح ہو جانا۔ فتح سبرہ۔ اہل برقہ کی تاریخ۔ بربر کی وجہ تسمیہ۔ ان کے مسکن۔ رومیوں کا ملک چھوڑ کے بھاگ جانا اور مسلمانوں کا تسلط۔ ان سے جزیہ کی مقدار۔

مصر میں جوش مخالفت۔

مقوقس کے مطیع ہونے اور اس سے معاہدہ ہو جانے کے بعد چاہیے تھا کہ دارالسلطنت مصر اسکندریہ بھی مفتوح ہو جاتا۔ مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں قیصر کے خط نے آگ لگا دی۔ سارے رومی سمٹ کے وہاں جمع ہوئے۔ اور جوش و خروش سے مقابلے کی تیاریاں کرنے لگے۔ شہر کے پھاٹک بند کر لیے۔ اور عمرو بن عاص کو اعلان جنگ دے دیا گیا۔

چند بقیہ گاؤں۔

الیتونہ کے قرب کے تین گاؤں والوں نے بھی رومیوں کے اثر سے سرکشی اختیار کی۔ وہ گاؤں ہلیت خیس اور سلطیس تھے۔ لہٰذا مسلمانوں نے حملہ کر کے ان کو فتح کیا۔ عام قاعدے کے مطابق وہاں کی عورتیں اور لڑکے اسیر کر لیے گئے۔ مگر اُن کا پانچواں حصہ جب مدینے میں پہونچا تو حضرت عمرؓ نے ان کو واپس کیا۔ اور ان کو اور سارے اہل قبط کو ذمی قرار دے دیا۔ یعنے وہ سب لوگ جزیہ گزار رعایا تسلیم کر لیے گئے۔

ان پر حضرت فاروق کی رحمت۔

دیگر بلاد و مواضع پر قبضہ

اسی سلسلے میں عمرو بن عاصؓ نے عبداللہ بن حذافہ سہمی کو عین شمس پر بھیجا جنھوں نے بھی پہونچتے ہی وہاں کے لوگوں کو مطیع و باج گزار بنا لیا۔ اور اس قرب و نواح کے تمام گاؤں والوں سے انھیں شرطوں پہ صلح ہوگئی۔ جن کے خاص الیتون والے پابند کئے گئے تھے۔ دوسری طرف خارجہ بن حذافہ عدوی نے جا کے بلاد فیوم۔ اشمونین۔ اخمیم۔ بشرٰ۔ دات اور صعید کے تمام گاؤں کو فتح کر لیا۔ اور بلندی مصر کا سارا علاقہ زیر علم توحید آگیا۔ تیسری طرف عمرو بن وہب جمحی تنیس دمیاط تونہ۔ دمیرہ۔ شطا۔ دقہلہ۔ بنا۔ اور بوصیر میں پہونچے۔ اور اس علاقے کو مملکت اسلام میں شامل کیا۔ کہتے ہیں کہ عمرو بن عاص نے اپنے غلام وردان کو جس کے نام سے مصر کا بازار "وردان" منسوب تھا علاقۂ اسفل یعنے شمالی مصر میں بھیجا۔ اُنھوں نے وہاں کی رعایا کو بھی انھیں اسلامی شرطوں پر خلافت اسلامی کا فرماں بردار بنایا۔

اسکندریہ پر فوج کشی

عمرو بن عاص نے جب بلندی مصر پر اپنا قدم مضبوط جما لیا۔ اور ہر طرف گاؤں اور شہروں کا انتظام درست ہوگیا۔ تو انھیں فکر ہوئی کہ اسکندریہ پر قبضہ کیا جائے جہاں رومی علم مخالفت بلند کیے ہوئے تھے۔ اور قسطنطنیہ سے براہ دریا کمک پر کمک چلی آتی تھی۔ چنانچہ انھوں نے بارگاہ خلافت سے اجازت حاصل کی۔ حذافہ بن خارجہ کو اپنی جگہ الیتون میں چھوڑا اور ۱۹؁ھ کے آغاز میں شوال یعنے اسکندریہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔

قبطیوں سے مسلمانوں کو مدد۔

قبطیوں نے راستے میں ہر طرح کی مدد دینے کی اُمید دلائی۔ چنانچہ اُنھوں نے سڑکیں درست کر دیں۔ پلوں کی مرمت کر دی۔ اور ہر منزل میں رسد رسانی کے لیے بازار لگا دیے۔

رومیوں کی قوت۔

رومی بھی اب زوروں پر تھے۔ ہرقل کے پاس سے بہت سے جہاز جن پر فوج بھری ہوئی تھی اسکندریہ میں پہونچ گئے تھے۔ اور بڑی جانبازی سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

عـہ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۲۳ و ۲۲۴۔

عـہ حسن المحاضرہ فی اخبار المصر والقاہرہ۔

ہرقل کا خیال تھا کہ روم کی ساری مشرقی حکومت کی اصلی بنیاد اسکندریہ ہے۔ اور بڑے بڑے عالیشان اور محترم کنیسے بھی اس شہر میں ہیں جو در اصل مشرق میں اہل یورپ کا پھاٹک ہے۔ لہٰذا اگر اسکندریہ قبضہ سے نکل گیا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ مشرق میں رومی سطوت کا بالکل استیصال ہو گیا۔

فتوح مرقوم

عساکر اسلام کو مرقوط تک کوئی دشواری نہیں پیش آئی۔ مرقوط میں ایک رومی لشکر آ کے مقابل ہوا، جس نے خفیف سی معرکہ آرائی کے بعد شکست کھائی اور عمرو نے آگے قدم بڑھایا۔ مقام کوم میں پہونچے تھے کہ دوسرے زبردست رومی لشکر نے روکا۔ اور دونوں فوجیں مقابلے میں صف آرا ہو گئیں۔ یہاں متواتر تین دن تک میدان کارزار گرم رہا۔ اور آخر مسلمان فتحیاب ہوئے اور رومیوں کو پسپا کر کے آگے بڑھے۔

فتوح سلطیس و کریون

اب مقام سلطیس میں مقابلہ ہوا۔ یہ بڑی سخت لڑائی تھی۔ مگر انجام میں رومی یہاں بھی شکست کھا کے بھاگے۔ اس کے بعد مقام کریون میں ایک بڑا زبردست رومی لشکر مزاحم ہوا۔ اور وہ لوگ اس طرح قدم جما کے اور کفن باندھ کے لڑے کہ دس روز سے زیادہ زمانے تک مسلسل خونریزی ہوتی رہی۔

ایک مسلمان غلام کا جوش شجاعت

اس لڑائی میں عمرو بن عاص کے صاحبزادے عبداللہ جو ابھی شام سے یہاں آ گئے تھے مقدمۃ الجیش اسلام کے سردار تھے۔ اور علمبردار اُن کے والد کے غلام وردان۔ لڑائی میں عبداللہ کو بہت سے زخم آئے جنھوں نے اس درجہ نڈھال کر دیا تھا کہ وردان سے کہا "ذرا پیچھے واپس چلتے تو ہم تھوڑی دیر آرام لے لیتے"۔ وردان نے حمیت دین کے جوش میں اپنے سردار اور آقازادے کو یہ جواب دیا کہ "جس آرام کو آپ چاہتے ہیں وہ پیچھے نہیں آگے ہے"۔

نماز خوف

اس معرکے میں مسلمانوں نے گھوڑوں پر اور لڑتے ہوئے نماز خوف ادا کی۔ اور اس کے بعد ہی خدا نے فتحیاب کیا۔ دشمن بھاگے اور نہایت کثرت سے مارے گئے۔ اب کسی اور مزاحمت کی رومیوں کو جرأت نہ ہوئی۔ اور مسلمان ان کا تعاقب اور قتل و قمع کرتے ہوئے خاص اسکندریہ کی دیواروں کے نیچے جا پہونچے۔

محاصرہ اسکندریہ

یہ بڑا زبردست اور نہایت مضبوط شہر تھا۔ پیہم آگے پیچھے مضبوط قلعوں کا سلسلہ تھا۔ مسلمان ان سب قلعوں اور شہر کے گرد اتر پڑے۔ اور سختی سے محاصرہ کر لیا۔ امرائے قبط بھی اُن کے ہمراہ فتح کی کوشش میں شریک تھے۔ اس لیے کہ رسد۔ دانہ چارہ اور تمام حوائج ضروری کو

سمندر کی طرف روک تھام نہ تھی۔

وہی فراہم کرتے تھے۔ مگر یہ محاصرہ فقط خشکی کی جانب تھا سمندر سے اسکندریہ کا راستہ کھلا ہوا تھا۔ رومی جہاز ہر قسم کا سامان جنگ۔ رسد۔ اور کمکی فوجوں کو برابر پہونچاتے رہتے۔ اور باوجود محاصرے کے اہل اسکندریہ کو کسی قسم کی تنگی و دشواری نہ تھی۔ اس لیے کہ اسکندریہ اور قسطنطینیہ اور یورپ کے ساحلی مقامات میں برابر مراسلت اور سفیروں اور فوجوں کی آمد و رفت جاری تھی۔

اس محاصرے کو دو مہینے ہوئے تھے کہ ایک روز مسلمانوں کے کچھ سوار ایک قلعہ کی آڑ میں چھپتے ہوئے سمندر کے کنارے نکل گئے۔ رومیوں کو پتہ لگ گیا۔ فوراً ان پر سخت حملہ کر دیا۔ آخر ان میں سے بارہ مسلمان شہید ہو گئے اور باقی واپس آئے۔

ہرقل خود آنے کی تیاری کرتا ہے۔

مگر ہرقل کو اسکندریہ کے قبضے سے نکل جانے کا اس قدر اندیشہ تھا کہ ارادہ کیا خود زبردست لشکر لے کے اسکندریہ میں آجائے۔ اور خاص اپنی نگرانی میں عربوں کی روک تھام کرے۔ چنانچہ اس کے لیے بہت سے جہاز جمع کر لیے گئے۔ فوج۔ سامان جنگ اور غلہ وغیرہ بھی کثرت سے فراہم کر لیا گیا۔ مگر روانگی کی نوبت نہیں آنے پائی تھی کہ یکایک ہرقل بیمار پڑا۔ اور اسی مرض میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔

اس کی موت۔

لڑائی کی گرم بازاری

اب اسکندریہ کے گرد برابر لڑائیاں ہوتیں۔ اور روز میدان جدال و قتال گرم رہتا۔ ایک دن رومیوں نے قلعہ سے نکل کے سخت حملہ کیا۔ بنی مہرہ کا ایک شخص ان کے ہاتھ میں اسیر ہوا۔ انھوں نے اس کا سر کاٹ لیا۔ اور دھڑ میدان میں ڈال کے چلے گئے۔ اس پر بنی مہرہ کے غصے اور طیش کی کوئی حد و نہایت نہ تھی۔ اس دھڑ کو میدان سے اٹھا لائے اور کہتے تھے کہ "ہم اپنے اس رفیق کی لاش بغیر سر کے نہ دفنائیں گے۔" عمرو بن عاص نے کہا "تم لوگ تو ایسا غصہ کرتے ہو جیسے ہم لوگوں میں سے کسی نے تمھارے رفیق کو مار ڈالا۔ اس کی اگر کوئی تدبیر ہے تو یہ ہے کہ جوش و خروش سے حملہ کر کے کسی رومی کو پکڑ لیا اور اس کا سر کاٹ کے قلعہ پر پھینک دو۔ کیا عجب کہ وہ لوگ تمھارے رفیق کا سر پھینک دیں۔" بنی مہرہ نے یہی کیا اور واقعی یہ ہوا کہ مقتول رومی کے سر کے جواب میں رومیوں نے قلعہ کے برج پر سے مہری شخص کا سر پھینک دیا۔ اور ان کے قبیلے والوں نے اس کو دھڑ کے ساتھ ملا کے دفن کیا۔

سروں کا مبادلہ

مسلمہ کا مغلوب ہونا۔

ایک دن سخت لڑائی کے وقت ایک رومی نکل کے میدان میں آیا۔ اور مقابل طلب کیا۔ ادھر سے مسلمہ بن مخلد مقابلے کو گئے۔ تھوڑی دیر کی حملہ آوریوں میں اس رومی نے مسلمہ کو گھوڑے سے

گرادیا۔ اور ان کو قتل کیا ہی چاہتا تھا کہ مسلمہ کے رفیقوں میں سے ایک شخص نے پہونچکر انہیں بچالیا۔ مگر اپنے شہسوار کی بہادری پر رومی خوشی کے نعرے مارنے لگے۔ اور مسلمانوں کو ندامت ہوئی۔ یہاں تک کہ جب مسلمہ واپس آئے تو عمرو بن عاص نے غصے کے لہجے میں کسی سے کہا "اس بڑے سرینوں والے کا کیا حشر ہوا جو ہے زنانہ مگر مردوں کا بھیس کر کے میدان میں آیا ہے"۔ مسلمہ کو یہ سُن کے غصہ تو بہت آیا مگر خاموش ہو رہے۔

اس پر عمرو کا غصہ

اس کے بعد ایک دن مسلمانوں نے اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کو بھگاتے ہوئے اسکندریہ کے اندر گھس پڑے لیکن وہاں رومیوں نے مل کے ایسی جانکاہ کوشش کی کہ حملہ آوروں کو واپس ہٹ آنا پڑا۔ اور رومیوں نے ان کو نکال کے شہر کا پھاٹک بند کر لیا۔ مگر مسلمانوں میں سے چار بہت بڑے شخص جو بہت آگے بڑھ گئے تھے اندر ہی رہ گئے! ان میں خود عمرو بن عاص اور مسلمہ بن مخلد بھی تھے ان لوگوں کو اور کہیں پناہ نہ ملی تو ایک تاریک حمام میں گھس گئے۔ اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ رومی اس حمام کو گھیرے کھڑے تھے مگر کسی کو پاس آنے کی جرائت نہ ہوتی۔ آخر رومیوں نے ایک عربی داں کو بھیج کے پیام دیا "اب تم ہمارے ہاتھ میں اسیر ہو۔ لہذا ہتھیار رکھدو۔ اور بجائے جان دینے کے اسیری قبول کر لو"۔ ان لوگوں نے نہ مانا۔ تب رومیوں نے کہلایا کہ "اچھا ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم کو قتل نہ کریں گے بلکہ ہمارے جو قیدی مسلمانوں میں ہیں ان سے تم کو بدل لیں گے"۔ اس کو بھی ان چاروں حضرات نے نہیں قبول کیا تب ان سے کہا گیا "اب ہم ایک ایسی منصفانہ تجویز پیش کرتے ہیں۔ ہمارا ایک بہادر میدان میں آئے اور اس کے مقابلے میں تم میں سے ایک نکلے اور دونوں میں مقابلہ ہو اگر ہمارا بہادر غالب آئے تو تم چاروں ہتھیار رکھدو۔ اور تمہارا بہادر غالب آئے تو ہم راستہ چھوڑ دیں گے۔ نکل کے ہمارے قلعے سے چلے جانا"۔ اس بات کو سب نے منظور کیا۔ اور قول و قسم ہو جانے کے بعد رومی پہلوان آیا۔ تو عمرو بن عاص نے اس کے مقابلے پر جانے کا قصد کیا۔ مگر مسلمہ نے روکا اور کہا "آپ ساری فوج کے سپہ سالار ہیں اگر آپ مارے گئے تو حملہ آوری کا سارا انتظام بگڑ جائے گا اور لشکر اسلام مصیبت میں پڑ جائے گا۔ مجھے جانے دیجیے"۔ یہ کہہ کے مسلمہ حمام سے نکلے۔ اور اپنے حریف کو تھوڑی دیر کے مقابلے میں مار لیا۔ اس رومی کے قتل ہوتے ہی رومیوں نے اقرار کے مطابق راستہ چھوڑ دیا۔ اور چاروں بزرگ نکل کے اپنے لشکر میں آئے۔ رومیوں کو اس کی خبر نہ تھی کہ ان چار عربوں میں سپہ سالار اسلام بھی ہے۔ اور ان لوگوں کے چلے آنیکے بعد

مسلمانوں کا شہر میں گھس جانا اور واپس آنا۔

چار نامور مسلمانوں کا اندر رہ جانا۔

اور بہادری سے آزادی پانا۔

جب ان کو یہ حال معلوم ہوا تو اپنے کیے پر بہت پچھتائے۔

مسلمہ کا یہ ایسا کارنامہ تھا کہ مصیبت سے نجات پانے کے بعد عمرو بن عاص کو بڑی شرم آئی کہ جس شخص نے اس وقت ان کی اور دیگر رفیقوں کی جان بچائی وہ شخص ہے کہ جس کی نسبت میری زبان سے تحقیر و توہین کے کلمات نکلے تھے۔ فوراً جا کے مسلمہ سے بعجز و الحاح معافی مانگی اور انھوں نے کمال صاف دلی سے معاف کر دیا۔ مسلمہ و عمرو میں صفائی۔

کئی مہینے گذر گئے اور اسکندریہ فتح نہ ہوتا تھا آخر حضرت عمر فاروقؓ نے یہ تاخیر دیکھ کر عمرو بن عاص کو لکھا "فتح مصر میں تمھاری تاخیر دیکھ کر میں حیران ہوں۔ تم لوگ برسوں سے کفار کا مقابلہ کرتے رہے ہو۔ لہٰذا اس تاخیر کا باعث بجز اس کے نہیں ہو سکتا کہ تمھاری حالت میں کوئی تغیر ہو گیا ہے۔ تمھارے دشمنوں کو جن دنیوی چیزوں کی ہوس ہے ان کی ہوس معلوم ہوتا ہے تمھارے دلوں میں بھی پیدا ہو گئی ہے۔ یاد رکھو خدا جس قوم کی مدد کرتا ہے محض صدق نیت کی بدولت کرتا ہے۔ میں نے تمھارے پاس چار ایسے آدمی بھیجے تھے جن میں سے ہر ایک ایک ہزار دشمنوں پر بھاری ہے۔ ان کی نسبت میرا یہی خیال تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ تم میں رہ کر وہ لوگ بھی تمھارے سے ہو گئے۔ خیر اب جیسے ہی میرا خط پہونچے لوگوں میں ایک پر جوش تقریر کرو، صبر اور خلوص نیت کی طرف متوجہ کرو۔ پھر ان چار شخصوں کو سردار بنا کے اس طرح حملہ کرنے کا حکم دو کہ ایک کے صدمے کو سب اپنا صدمہ سمجھیں، اور یہ بھی خیال رہے کہ یہ حملہ جمعہ کے روز زوال کے وقت ہو۔ جو نزول رحمت اور مقبولیت دعا کا وقت ہے۔ سب لوگ خدا کی طرف توجہ کر کے فتح و نصرت کی دعا مانگیں اور حملہ کر دیں۔" تاخیر فتح پر حضرت فاروق کا خط۔ دیندارانہ تدبیر فتح۔

یہ خط عمرو بن عاص نے سارے لشکر کو پڑھ کے سنایا جب ہدایات فاروقی تقریر کی، چاروں محترم اصحاب رسالت کو سردار مقرر کیا۔ پھر سب نے طہارت و وضو کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، خدا سے لو لگا کے فتح کی دعا مانگی اور حملہ کر دیا۔ اور اس خلوص نیت کے حملے نے اسکندریہ کو فتح کر لیا۔ اور اس میں کامیابی۔

ایک روایت یہ ہے کہ عمرو بن عاص نے مسلمہ کے مشورے سے عبادہ بن صامت کو سپہ سالار بنانے کے لیے بلایا۔ وہ آئے تو عمرو کی تعظیم کے لیے گھوڑے سے اترنے لگے۔ مگر عمرو نے قسم دے کے روکا اور کہا اپنا نیزہ میری طرف جھکائیے۔ عبادہ نے جھکایا تو عمرو نے اپنا عمامہ کھول کے پھریرے کے طریق پر اس میں باندھ دیا اور کہا "اب آپ لشکر اسلام کے سردار اور جنگ و محاصرے کے ذمہ دار ہیں۔" اس علم کو لے کے عبادہ نے سارے عبادہ فاتح اسکندریہ تھے۔

لشکر کے ساتھ دھاوا کر دیا۔ اور اس طرح جان پر کھیل کے حملے کیے کہ ساری دشواریاں دور ہو گئیں۔ اور اسکندریہ فتح ہوا۔

مدت محاصرہ

یہ محاصرہ چودہ مہینے تک قائم رہا۔ جن میں سے پانچ مہینے ہرقل کی زندگی میں گزرے۔ اور نو مہینے اس کے بیٹے قسطنطین کے عہد میں۔ چنانچہ جمعہ کے روز محرم ۲۱ھ کی چاند رات کو یہ دنیا کا مشہور شہر مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔

رومیوں کا بھاگنا۔

مسلمانوں کا قبضہ ہوتے ہی رومی خشکی اور تری کے راستوں سے نکل کے بھاگ گئے عمرو بن عاص نے بماتحتی عبداللہ بن حذافہ تھوڑے سے بہادران اسلام کو شہر میں چھوڑ دیا اور باقی لشکر کو لے کے فسطاط میں واپس چلے گئے۔ رومیوں نے اس کی خبر قیصر کو کی اور لکھا کہ یہاں تھوڑے سے عرب ہیں۔ ہم ان کی ماتحتی میں نہایت ہی ذلیل و خوار ہیں۔ اور جزیہ ادا کرتے ہیں۔

عمرو کی غیبت میں رومیوں کا پھر آپڑنا۔

اس نے میئول نام اپنے ایک سپہ سالار کو مع زبردست لشکر کے تین سو جہازوں پر سوار کرا کے بھیجا۔ یہ لوگ ناگہاں اسکندریہ میں آ کے اتر پڑے۔ اسی وقت حملہ کر دیا۔ اور جتنے مسلمان یہاں مقیم تھے ان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ۲۵ھ کا ہے۔[5] اگر یہ صحیح ہے تو یہ واقعہ عہد عثمانی کا ہے۔ مگر طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن عاص فسطاط میں نہیں بلکہ مفرور رومیوں کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے کہ ان کی غیبت میں وہی رومی جو جہازوں پر سوار ہو کے روم کی طرف بھاگ گئے تھے پلٹ پڑے۔ اور فتح اسکندریہ کے بعد فوراً ہی ۲۱ھ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اور اکثر مورخین کے بیان سے یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اور مسلمانوں کا شہید ہونا۔

اسکندریہ کا دوبارہ فتح ہونا۔

عمرو کو یہ حال معلوم ہوا تو فوراً واپس آئے۔ اور پہلے ہی حملہ میں اسکندریہ کو دوبارہ فتح کر لیا اس حملے میں اکثر رومی مارے گئے اور جو بچے بھاگ گئے۔ اب عمرو بن عاص نے اسکندریہ میں سکونت اختیار کر کے خمس غنیمت کے ساتھ معویہ بن خدیج کو حضرت عمر کی خدمت میں بھیجا۔ معویہ نے چلتے وقت کہا "کوئی خط نہ دیجیے گا؟" کہا خط کی کیا ضرورت ہے؟ تم ایک فصیح البیان عرب ہو اور جو کچھ واقعات پیش آئے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں"۔ غرض

بارگاہ خلافت میں مژدہ فتح۔

معویہ روانہ ہوئے اور اپنے اس سفر کا حال خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ میں سفر ختم کر کے ظہر کے وقت مدینے میں پہونچا مسجد نبوی کے دروازے پر اونٹنی بٹھا دی۔ اور

---

[5] فتوح البلدان صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۹۔

اندر جاکے بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت فاروق کے گھر سے ایک کنیز نکلی اس نے جو مجھے مسافروں کی وضع میں دیکھا تو پاس آکے پوچھا "آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟" میں نے کہا "میں عمرو بن عاص کا قاصد معتویہ بن خدیج ہوں"۔ وہ اندر گئی پھر فوراً دوڑتی ہوئی آئی اور کہا "چلیے امیرالمومنین آپ کو بلاتے ہیں"۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت عمر ایک ہاتھ سے تہمد اور دوسرے ہاتھ سے چادر سنبھالتے ہوئے اُٹھ رہے ہیں۔ میری صورت دیکھتے ہی پوچھا "کہو کیا ہوا؟" عرض کیا "امیرالمومنین خیریت ہے۔ خدا نے اسکندریہ کو فتح کرا دیا"۔ سنتے ہی سجدے میں گر پڑے اور کہا "الحمدللہ"

جانشین قیصر فاتح روم وعجم کی شان و وضع۔

اس کے بعد حضرت عمر مجھے ساتھ لیے ہوئے مسجد میں آئے۔ موذن نے پکار دیا کہ "الصلوٰۃ جامعۃ" دم بھر میں بکثرت لوگ جمع ہو گئے۔ اور مجھے حکم ہوا کہ فتح اسکندریہ کے حالات سب کے سامنے بیان کردو۔ جب میں اپنی تقریر ختم کر چکا تو پھر مجھے اپنے گھر میں لے گئے اور لونڈی کو کھانا لانے حکم دیا۔ اور مجھ کو اصرار کرکے کھلایا۔ پھر پوچھا جب تم مسجد میں بیٹھے تھے تو میری نسبت تمھارا کیا خیال تھا؟" انھوں نے کہا "میرا خیال تھا کہ امیرالمومنین آرام فرما رہے ہوں گے" فرمایا "تمھاری غلطی تھی۔ میری حالت بھلا سونے کی ہے؟ دن کو سوؤں تو رعیت کو تباہ کردوں۔ اور رات کو سوؤں تو خود اپنے آپ کو ضایع کردوں۔ ان دو ذمہ داریوں کے ساتھ بھلا کوئی کیسے سو سکتا ہے؟"

اسکندریہ کی شوکت و عظمت

اس کے بعد معتویہ مصر میں واپس گئے۔ اور چند روز بعد عمرو بن عاص نے حضرت عمرؓ کو لکھا "میں نے ایسے شہر کو فتح کر لیا جس کی تعریف میں بجز اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں چار ہزار محلہ۔ چار ہزار حمام۔ چار سو بازی گاہیں اور تھیٹر اور چالیس ہزار جزیہ گذار یہودی ہیں"۔ ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ عمرو بن عاص نے اسکندریہ کو فتح کیا تو اس میں بارہ ہزار کنجڑے تھے جو فقط تر کاریاں بیچتے۔ اور حمام اتنے بڑے اور وسیع تھے کہ ہر حمام میں نہلانے والوں کے لیے ایک ایک ہزار چوکیاں تھیں۔

رومیوں کا جلا وطن ہونا

وہاں کے دو لاکھ رومیوں میں سے جن جن سے بن پڑا اپنا مال و اسباب جس قدر لے سکے جہازوں پر لاد کے چلے گئے۔ اور روم و یورپ کے سواحل پر جا بسے۔

قحط زدگان حجاز کی مدد۔

اسی سال مدینہ طیبہ اور حجاز میں قحط پڑا تھا جس کا حال ہم فتوح شام کے سلسلہ میں بیان کر چکے ہیں۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص کو تحریر فرمایا کہ اہل حجاز و مدینہ

مصیبت میں ہیں۔ جو کچھ غلہ اور روغن زیتون خراج میں وہاں سے وصول ہو سکے یہاں بھیجدو۔ اس حکم کی تعمیل میں عمرو بن عاص نے سمندر کی راہ سے غلہ روانہ کر کے سواحل حجاز پر اس کے اتارنے کا بندوبست کیا۔ اور سعد بن ابی وقاص اس غلہ کی فراہمی اور تقسیم کے داروغہ مقرر ہوئے غلہ مدینے میں ایک مکان میں اکٹھا کیا گیا۔ اور پیمانوں کے حساب سے اہل مدینہ میں تقسیم ہوا کرتا۔

فتح مصر کی نوعیت۔

فتح مصر کے بارے میں صحابہ مختلف تھے کہ آیا بزور شمشیر فتح ہوا یا بربنائے معاہدہ۔ اس اختلاف کے دور کرنے کے لیے عمرو بن عاص نے ایک روز ممبر پر کھڑے ہو کے مجمع عام میں فرمایا "مجھے یہ درجہ (یعنی حکومت مصر) حاصل ہو گیا بغیر اس کے کہ کسی مصری قبطی کا کوئی معاہدہ یا عہد و پیماں میرے ذمے واجب العمل ہو۔ مجھے اختیار ہے کہ چاہوں خمس لگاؤں۔ اور چاہوں لڑنے والوں کو پکڑ کے بیچ ڈالوں بجز اہل انطابلس کے جن سے ایک معاہدہ ہوا ہے! اور اس پر عمل ہونا لابدی ہے"

اہل انطابلس سے معاہدہ۔

ان لوگوں کو جناب عمرو بن عاص نے لکھ دیا تھا کہ ان کے جان و مال اور لڑکوں اور عورتوں کو امان ہے۔ ان کے ذمے ایک مقررہ خراج واجب کر دیا گیا ہے جو کبھی بڑھایا نہ جائے اور ان پر دشمنوں کا حملہ ہو تو ان کو اس کی دستبرد سے بچانا ہمارا فرض ہے۔

طرز حکمرانی عرب۔

چونکہ مصر بغیر کسی شرط کے فتح ہوا تھا۔ لہٰذا زبیر بن عوام نے جو اس مہم کے نامور مرد میدان تھے خواہش کی کہ مصر کی زمین اور رعایا مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائے۔ عمرو بن عاص نے کہا میں جب تک امیر المومنین حضرت فاروق سے نہ دریافت کرلوں کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد بارگاہ خلافت سے دریافت کیا گیا تو حکم آیا کہ تقسیم کی ضرورت نہیں۔ مصر کو اسی حالت پر رکھو۔ جو پہلے سے تھی یعنی وہی بندوبست اور وہی اگلی زمینداریاں قائم رکھی گئیں[1]۔

ایک معزز نو مسلم۔

مصر کے خوش نصیب اسیروں میں ابو مریم تھے۔ غالباً یہ وہی بزرگ ہیں جو مصری فوج کے بہت بڑے سردار تھے۔ انھوں نے دین اسلام قبول کیا۔ اور ابو مریم عبداللہ بن عبدالرحمٰن کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور زمانہ مابعد میں وہ زبید کے ایک معزز سردار بن گئے[2]۔

خراج مصر

بہرحال مصر کے خراج کی مجموعی مقدار بیس لاکھ دینار قرار پائی۔ جس کو بعد کے خلفائے بنی امیہ نے دونا کر دیا۔ حضرت معاویہ کے عہد میں جو گاؤں حضرت ام المومنین ماریہ قبطیہ کا وطن مالوف تھا۔

---

[1] فتوح البلدان صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶

[2] ابن اثیر حالات سنہ ۲۰ھ۔

جزیہ سے مستثنیٰ کر دیا گیا اس لیے کہ حضور سرور عالم نے اہل مصر کے ساتھ اسی نسبت سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔

حضرت عمرؓ کا طریقہ نگرانی عمال۔

اس سلسلے میں اس پُرلطف واقعہ کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروقؓ وحی خدا کا معمول تھا کہ جب کسی شخص کو کسی ملک کا حاکم اور والی مقرر کرتے۔ تو اس کے پاس جو کچھ اثاثہ یا جائداد ہوتی اس کو قلم بند کر کے اپنے پاس رکھ لیتے! اور چند روز کے بعد پھر اس کی تنقیح کرتے اس قلمبند شدہ جائداد سے جو کچھ بڑھتا اس کو اس سے لے کر یا تو عام لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ یا ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیتے۔ جناب عمروؓ بن عاص کے چند سال حکمران مصر رہنے کے بعد حضرت عمرؓ نے سنا کہ ان کے ساز و سامان اور ان کی جائداد میں معتد بہ اضافہ ہو گیا ہے تو ان کو لکھا "میں نے سنا ہے کہ تمھارے پاس مال و متاع۔ لونڈی غلام! اور ظروف و جانور بڑھ گئے ہیں"! انھوں نے جواب دیا کہ "ہاں میری جائداد میں اضافہ ہوا ہے! اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کی ساری زمین قابل زراعت اور ہمارے شہر تجارت کے مرکز ہیں۔ لہٰذا ہماری آمدنی اپنی معینہ ضرورت سے زیادہ ہو گئی ہے۔ جس سے ہم کو جائداد و سامان کے بڑھانے کا موقع ملا"۔ یہ خط دیکھ کر جناب خلافت مآب نے تحریر فرمایا "بُرے عاملوں کے جو حالات میں سنتا رہا ہوں وہ بہت زیادہ ہیں۔ تمھارے اس خط نے مجھے تکلیف دی۔ بہر تقدیر میں محمد بن مسلمہ کو بھیجتا ہوں۔ وہ تمھارے مال و جائداد کو بانٹ لیں گے۔ تمھارا فرض ہے کہ ہر چیز کا انھیں معائنہ کرا دو۔ اور وہ جس چیز کو دیکھنا چاہیں ان کے سامنے پیش کر دی جائے۔ اور اس کارروائی میں اگر وہ سختی کریں تو ان کو معاف کرو"۔ اس خط کے ساتھ ہی ابن مسلمہ پہونچے۔ اور عمروؓ بن عاص کے مال میں سے جو کچھ بڑھا سب ان سے بنٹا لیا۔

عمروؓ بن عاصؓ پر اس کا اثر۔

افسر تفتیش خلافت محمد کا جا کر عمروؓ کی جائداد کو بنٹا لینا۔

اس موقع پر عمروؓ بن عاص کی زبان سے نکلا "یہ زمانہ جبکہ ہم ابن حنتمہ (حضرت عمر فاروق۔ حنتمہ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام تھا) کے عامل و والی ہیں بُرا زمانہ ہے۔ میرے والد اطلس کے داموں کمخواب پہنتے رہے"۔ محمدؓ بن مسلمہ نے یہ کلمات سنے تو کہا کچھ نہیں۔ یہ ابن حنتمہ کا زمانہ جس کو عیب لگاتے ہو نہ ہوتا تو تم اپنے گھر کی انگنائی میں ایک بھیڑ باندھے بیٹھے ہوتے جس کا دودھ زیادہ ہونے پر خوش اور اس کے رونے پر ملول واندوہگیں ہوتے"۔ یہ سن کر عمروؓ گھبرائے کہ ایسا نہ ہو میرا یہ قول حضرت عمرؓ تک پہونچ جائے۔ محمدؓ بن مسلمہ سے کہا "تم دیکھو میں قسم دلاتا ہوں کہ ان باتوں کا تذکرہ عمر فاروقؓ سے نہ کرنا۔ ملنے جلنے میں امانت داری شرط ہے"! بہر حال محمد اپنا کام پورا کر کے مدینے میں واپس آگئے۔ اور حضرت فاروقؓ کو مطمئن کر دیا۔

عمروؓ کی زبان پر کلمہ شکایت اور پھر اس سے دہشت۔

ع ۵ فتوح البلدان صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷۔

برقہ پر فوج کشی

سنہ ۲۱ھ میں اسکندریہ فتح ہوا تھا۔ اور اسی سال بہادر صحبت یافتگان رسول اکرم صلعم مصر کو فتح کر کے مغرب کی طرف بڑھ گئے۔ چنانچہ عمرو بن عاص نے عقبہ بن نافع فہری کو تھوڑے لشکر کے ساتھ مملکت برقہ کی طرف بڑھایا۔ جو فتح و نصرت کا جھنڈا اڑاتے ہوئے شہر زویلہ پر جا پہونچے اور اس کو صلحاً فتح کر لیا۔ یعنے رعایا نے جزیہ کا اقرار کر کے ہتھیار رکھدیے۔ اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سارا ملک جو برقہ اور زویلہ کے درمیان واقع ہے زیر علم اسلام تھا۔

فتح زویلہ۔

عمرو بن عاص برقہ میں۔

اب سنہ ۲۲ھ آیا۔ اور خود حضرت عمرو بن عاص بھی مصر سے روانہ ہو کر برقہ کی طرف چلے۔ اس سرزمین کے لوگوں نے جزیہ ادا کرنا قبول کر لیا۔ اور فوراً اطاعت قبول کی۔ یہاں بردہ فروشی کا رواج تھا۔ ان دنوں یہ غلاموں کی سب سے بڑی منڈی تھی۔ جہاں سے غلام ممالک یورپ اور دیگر مقامات میں جایا کرتے تھے۔ لہذا اہل برقہ نے حضرت عمرو بن عاص سے جو معاہدہ کیا اس میں یہ شرط بھی لکھوالی کہ اس بارے میں وہ آزاد ہیں کہ اپنے بچوں کو جس کے ہاتھ چاہیں بیچ ڈالیں۔

محاصرہ طرابلس

برقہ کو زیرنگیں کر کے حضرت عمرو بن عاص آگے بڑھے اور شہر طرابلس پر پہونچ کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اور طرابلس والوں نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ شروع کیا۔ چنانچہ کامل مہینہ بھر تک مقابلہ رہا اور فتح نہ حاصل ہوئی۔

چند بہادر شکاری عرب

لشکر اسلام طرابلس کے مشرقی پہلو پر پڑا ہوا تھا۔ اتفاقاً مسلمانوں میں سے بنی مدلج میں کا ایک شخص اپنے سات رفیقوں کے ساتھ لشکرگاہ اسلام سے نکل کر شکار کھیلتا ہوا شہر کے مغرب جانب نکل گیا۔ شکار کے بعد وہ واپس چلا تو چونکہ شدت کی تپش تھی اس لیے سمندر کے کنارے کا راستہ اختیار کیا۔ طرابلس کی فصیل بالکل سمندر کے کنارے نہ تھی۔ بلکہ ساحل اور شہر کی فصیل کے درمیان ایک میدان چھوٹا ہوا تھا۔ رومی جہاز عین شہر کے سامنے لنگر انداز تھے۔ اور اس میدان میں بہت سے رومی سپاہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ انھیں میں سے گزر کے ان شکاری مسلمانوں کو آنا تھا وہ اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے بڑھے تو رومیوں کو جو اہل طرابلس کی کمک کو آئے ہوئے تھے خیال گزرا کہ معلوم ہوتا ہے مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ فوراً کشتیوں میں بیٹھ کر اپنے جہازوں پر واپس جانے لگے۔ ان واقعات سے شہر کے اندر بھی تلاطم پیدا ہو گیا۔ اور وہ لوگ ان شکاری مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے نکلے۔ ساتھ ہی عمرو بن عاص نے سارے لشکر سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کی تکبیروں سے بحر و بر میں ہلچل پڑ گئی۔ اور تھوڑی ہی دیر کی معرکہ آرائی میں لشکر اسلام طرابلس کے اندر تھا۔ اور رومیوں میں سے بجز ان لوگوں کے جو جہازوں پر پہونچ گئے سب تہ تیغ ہوئے۔

اور انھیں کا باعث فتح ہو جانا۔

فتح سبترہ

اسی علاقے میں ایک زبردست شہر سبترہ تھا۔ عمرو بن عاص نے پہلے اسی پر حملہ کیا تھا۔ مگر وہ قلعہ بند ہو گئے تھے۔ ان کے بعد جب طرابلس والے بھی قلعہ بند ہوئے تو ان کو اطمینان ہوا کہ سارا لشکر عرب ان کو چھوڑ کر طرابلس میں چلا آیا تھا۔ جب طرابلس فتح ہو گیا تو عمرو بن عاص نے ایک اور زبردست لشکر سبترہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ وہاں کے لوگوں کو ابھی تک طرابلس کے فتح ہو جانے کی خبر نہ تھی۔ شہر کے پھاٹک کھول رکھے تھے۔ اور اطمینان سے باہر آتے جاتے تھے۔ لشکر اسلام صبح تڑکے وہاں پہونچا تو دیکھا کہ شہر والے اپنے مویشیوں کو چرانے کے لیے شہر سے ہنکا کے نکال رہے ہیں۔ فوراً حملہ کر دیا گیا۔ دشمنوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اور مجاہدین شہر کے اندر گھس پڑے۔ جی بھر کے لوٹا مارا۔ اور قلعہ پر قبضہ کر کے فتحمند بہادر حضرت عمرو بن عاص کے پاس واپس آئے۔ اور وہ سب کو لے کر ارض برقہ میں مغرب کی طرف روانہ ہوئے۔

اہل برقہ کی تاریخ۔

سرزمین برقہ میں ان دنوں قبائل لواتہ، زناتہ، اور نفلیہ آباد تھے۔ یہ لوگ اصلی رہنے والے ارض یہود او شام کے تھے۔ اور در اصل وہی فلسطین لوگ تھے جن کی وجہ سے ارض کنعان فلسطین کہلانے لگی۔ دنیا میں یہ سب سے پہلے اور سب سے بڑے تاجر تھے جن کی تجارت ان دنوں ساری متمدن دنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ ہنی بال انھیں لوگوں کا سردار تھا جس کے عہد میں رومیوں نے نہایت بیدردی و جفا شعاری سے اس قوم اور اس ملک کو تباہ کیا تھا۔ مورخین عرب کا بیان ہے کہ فلسطین کا سردار جالوت جب حضرت داؤدؑ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس کی قوم شکست کھا کے بھاگی تو یہ لوگ اپنا وطن چھوڑ کے سرزمین برقہ میں چلے گئے۔ اور وہاں کی دو بندرگاہوں لوبیہ اور مراقیہ میں اتر کے سارے ملک میں منتشر ہو گئے۔

بربر کی وجہ تسمیہ

رومیوں نے اسی قدر نہیں کیا کہ برقہ میں ان لوگوں کو تباہ کر دیا۔ بلکہ ان کو "باربار" کہنے لگے جس کے معنی رومی زبان میں وحشی و صحرائی کے ہیں۔ اور یہ لقب ان سے اس قدر وابستہ ہو گیا کہ وہ ساری دنیا میں "بربر" مشہور ہو گئے۔ اور خود بھی اپنے آپ کو بربر کہنے لگے۔ چنانچہ حملہ عرب کے زمانے میں

ان کے مسکن۔

یہ سب قبائل "بربر" کہلاتے تھے۔ جن میں سے لواتہ مشرقی افریقہ میں طرابلس کے قریب آباد تھے۔ اور زناتہ اور نفلیہ انتہائی مغرب میں مراکش تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ آخری دونوں قبائل پہاڑوں میں رہتے تھے۔ اور لواتہ خاص برقہ میں مقیم تھے جو قدیم الایام میں انطابلس کہلاتا تھا۔ بعد ازاں یہ لوگ وہاں سے بھی بڑھے تو علاقہ سوسکس میں جا پہونچے۔ اور ان کے گروہ ہوارہ شہر لبدہ میں اور نفوسہ شہر سبترہ میں مقیم ہوئے۔

الغرض یہ بربری قبائل تھے جن میں دین الٰہی کو تبلیغ کرنے کے لیے اب حاملان لوائے

رومیوں کا ملک چھوڑ کے بھاگ جانا۔

توحید پہونچے۔ ہنی بال کی شکست کے وقت سے اب تک یہاں رومیوں کا تسلط چلا آتا تھا۔ رومیوں
نے جو عربوں کو دیکھا تو فوراً سمجھ گئے کہ ان امیدواران خلد بریں سے لڑنا بے سود ہے۔ اور
مقابلہ کا وہی انجام ہوگا جو شام و مصر میں ہوا۔ فوراً ملک کو چھوڑ چھوڑ کے اپنے وطن میں واپس
چلے گئے۔ اور دلدادگان توحید کے لیے میدان صاف ہو گیا۔ اہل بربر کو اس میں کوئی دشواری

اور مسلمانوں کا تسلط۔

نہ نظر آئی کہ جو خراج رومیوں کو دیا کرتے تھے مسلمانوں کو بھی دیں۔ چنانچہ انھوں نے فوراً اخراج
وجزیہ دینا قبول کر لیا۔ اور ملک زیر نگین اسلام تھا۔

حضرت عمرو بن عاص سے تیرہ ہزار سالانہ جزیہ دینے کی شرط پر صلح ہو گئی۔ اور یہ شرط بھی تسلیم کی
گئی کہ اپنے بچوں کو جس کے ہاتھ چاہیں فروخت کریں جس کا رومی حکومت نے ان کو عادی
بنا دیا تھا۔

انیسویں فصل

شہادت حضرت فاروق اعظمؓ

حضرت عمرؓ کا آخری حج۔ ابولؤلؤہ۔ اُس کے دشمن ہونے کی بنا۔ اس کے مدینے میں ہونے کی وجہ۔ وہ قتل کی دھمکی دیتا ہے۔ آپ پر اس کا حملہ۔ اُس کے خنجر کے اوسبل۔ قاتل کے غیر مسلم ہونے پر آپ کی خوشی۔ حضرت علیؓ کی ہمدردی۔ خوف الٰہی۔ کوئی آپ سے ناراض نہ تھا۔ آپ کے فضائل ابن عباسؓ کی زبان سے۔ اپنے جانشین کی نسبت رائے۔ بیٹے کو محروم کرنا اور اُس کی وجہ۔ آپ کسی کو اہل نہ سمجھتے تھے۔ جن بزرگوں کو مستحق بتایا۔ ان کو جمع کرنا۔ حضرت علیؓ کی اُن میں شرکت۔ اُن لوگوں کو ہدایات۔ اسی وقت فیصلہ کرنے کا حکم۔ اُس میں ناکامی۔ اپنے بعد تین دن کے اندر فیصلہ کرنے کی تاکید۔ ان لوگوں کی نسبت آپ کی رائے۔ ان کو خاص ہدایتیں۔ ابوطلحہ انصاری کو حکم۔ مقداد ابن اسود کو ہدایت۔ صہیب کے ذمے فرائض۔ حضرت علیؓ اور بنی ہاشم۔ حضرت علیؓ کا اندیشہ۔ حضرت عباس کا مشورہ۔ حضرت علیؓ کا خیال۔ حضرت عمرؓ کی نازک حالت۔ دعا کہ میں اسی وقت مروں۔ تربت رسولؐ کے پاس دفن ہونے کی اجازت۔ تجہیز و تکفین کے متعلق وصیتیں۔ تمام لوگوں سے رخصت ہونا۔ آخری وصیتیں۔ عالم نزع۔ رحلت۔ تاریخ و زمانہ وفات۔ عدیم المثال دس سال۔ دفن۔ عمر۔ نسب اور والدین۔ حلیہ۔ ازواج و اولاد۔

حضرت عمرؓ کا آخری حج۔ مگر افسوس کہ ۲۳ھ ان تمام برکتوں اور ترقیوں کو اپنے ساتھ لے گیا! اس سال حضرت عمرؓ امہات مومنین اور تمام مسلمانوں کو حج کرانے کے لیے لے گئے تھے۔ وہاں سے واپس آئے تھے کہ دو ہی تین روز بعد سال کے بالکل آخری ایام میں ایک دن بازار میں جا رہے تھے کہ راستے میں

ابولؤلؤہ مغیرہ بن شعبہ کا غلام ابولؤلؤہ ملا جو عجمی الاصل تھا۔ اس نے سامنے آ کے عرض کیا "امیرالمومنین میری مدد کیجیے۔ میرے آقا مغیرہ نے مجھ پر بہت زیادہ خراج باندھ دیا ہے۔" ان دنوں معمول تھا کہ لوگ اپنے غلاموں کے ذمے ایک روزانہ رقم مقرر کر کے انھیں کسب معیشت کی آزادی دے دیا کرتے جو غلام جتنا زیادہ ہوشیار اور کاریگر ہوتا زیادہ سودمند سمجھا جاتا اور اسی کے مطابق اس سے

روزانہ خراج وصول کیا جاتا۔ ابولؤلؤہ نے اس بارے میں اپنے آقا کی شکایت کی تو آپ نے پوچھا "تمھیں روز کیا دینا پڑتا ہے؟" اس نے کہا "دو درہم" پوچھا "اور تمھارا پیشہ کیا ہے؟" کہا "میں نجاری۔ نقاشی اور لوہاری جانتا ہوں۔" فرمایا "تب تو دو درہم یومیہ زیادہ نہیں ہیں۔" آپ کے اس جواب پر وہ ناراض و برہم ہو کے چلا گیا۔

اس کے دشمن ہونے کی بنا۔

حضرت عمرؓ نے عام حکم جاری کر رکھا تھا کہ کوئی بالغ عجمی شخص مدینہ میں آکے نہ رہے۔ مغیرہ بن شعبہ نے اپنی حکومت کوفہ کے زمانے میں اپنے اسی غلام ابولؤلوہ کے لیے حضرت امیرالمومنین سے مدینے میں آنے کی اجازت مانگی۔ اور تعریف کی کہ وہ کئی فن جانتا ہے۔ مدینہ والوں کو اس سے فائدہ پہونچے گا۔ اس پر آپ نے اجازت دے دی۔ یوں وہ آکے مدینے میں سکونت پذیر ہوا تھا۔

اُس کے مدینہ میں ہونے کی وجہ۔

جس روز وہ آپ سے ملا تھا اس کے دو ایک روز بعد آپ نے ابولؤلؤہ کو بلوا کے فرمایا "سنتا ہوں تم ایسی چکی بنا سکتے ہو جو ہوا کے زور سے چلا کرے۔" اس نے کہا "جی ہاں بنا سکتا ہوں۔" فرمایا "تو پھر میرے لیے بھی ایک ایسی چکی تیار کر دو۔" وہ بولا "زندگی ہے تو آپ کے لیے ایسی چکی بناؤں جو ساری دنیا میں یاد رہے۔" یہ کہہ کے ابولؤلؤہ تو چلا گیا مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا "اس غلام نے یہ مجھے قتل کی دھمکی دی ہے۔" شریعت کی رو سے ایسے جملے پر کوئی تعرض نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کچھ خیال نہ کیا۔ اور خاموش ہو رہے۔

وہ قتل کی دھمکی دیتا ہے۔

اس واقعہ کے تین چار روز بعد ایک صبح کو آپ نے نماز فجر کے لیے مسلمانوں کی صفیں درست کروا کے نیت باندھی ہی تھی کہ ابولؤلؤہ جو پہلے سے نمازیوں میں مل گیا تھا ایک دودھارا خنجر لیے ہوئے قریب آیا۔ اور اس سے آپ پر چھ حربے کیے جن میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا۔ اور یہی وار کاری اور جاں ستاں ثابت ہوا۔ آپ کے بعد اس نے کلیب لیثی نام ایک شخص پر حملہ کیا جو آپ کے حلیف اور دوست صادق تھے پھر اور چند مسلمانوں کو شہید کیا اور بھاگا۔ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ اس نے تیرہ آدمی زخمی کیے جن میں سے چھ یا سات شہید ہوئے۔

عہ تاریخ الخلفا صفحہ ۹۴۔

عہ یہ روایت طبری وغیرہ کی ہے۔ ابن قتیبہ نے کتاب الامامہ والسیاستہ میں لکھا ہے کہ منہ اندھیرے نماز کے لیے آئے تھے کہ ابولؤلؤہ نے خنجر مارا۔

عہ دیکھو ان کی کتاب الامامہ والسیاستہ صفحہ ۲۰۔

حضرت عمرؓ کو زخم کاری کی سوزش محسوس ہوئی تو زمین پر گر پڑے اور عبدالرحمٰن بن عوف کو آگے بڑھا دیا کہ نماز پڑھائیں۔ آپ زمین پر پڑے رہے اور انھوں نے نماز ختم کی۔ بعد نماز لوگ آپ کو اٹھا کے آپ کے گھر میں لے گئے۔ گھر پہونچتے ہی آپ نے اپنے فرزند عبداللہ بن عمر سے فرمایا "پتہ لگاؤ میرا قاتل کون ہے؟" انھوں نے کہا "پتہ لگ گیا مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابو لؤلؤہ نے آپ پر حربہ کیا" سنتے ہی فرمایا "الحمد للہ کہ خدا نے مجھے ایسے شخص کے ہاتھ سے قتل کرایا جس نے زندگی میں ایک بار بھی خدا کا سجدہ نہیں کیا"![1]

قاتل کے غیر مسلم ہونے پر آپ کی خوشی۔

اسی اثنا میں حضرت علی آ گئے آپ نے ان سے پوچھا "کیا یہ کارروائی آپ کی رضامندی اور عام لوگوں کی تحریک سے ہوئی؟" انھوں نے فرمایا "ہرگز نہیں ہماری تمنا تو یہ تھی کہ ہماری عمروں کا کچھ حصہ بھی خدا آپ کو دے دیتا"۔ اس وقت حضرت عمر کا سر ان کے فرزند عبداللہ کے آغوش میں تھا ان سے کہا "میرا گال اپنی گود سے اٹھا کے زمین پر رکھدو"۔ پہلے انھوں نے تامل کیا مگر جب دوبارہ سختی سے تاکید فرمائی تو آپ کا سر اٹھا کے زمین پر رکھدیا۔ اور گال زمین کی طرف کر دیئے۔ اس حالت میں فرمایا "شامت ہے عمر کی اگر خدا مغفرت نہ کرے"!

حضرت علی کی ہمدردی۔

خوف آلہی

اب آپ نے عبداللہ بن عباس کو بلا بھیجا جن سے ان کے علم و فضل کے باعث آپ کو بڑی محبت تھی جب وہ آئے تو کہا "مجھے تو اپنا کوئی قصور نہیں معلوم۔ مگر چاہتا ہوں کہ عوام الناس میں جا کے پتہ لگائیں کہ آیا مجھ پر یہ حملہ لوگوں کے اشارے یا ان کی رضامندی سے ہوا ہے"۔ انھوں نے باہر نکل کے دیکھا تو ہر گروہ کو روتے اور آنسو بہاتے پایا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ جیسے تمام لوگوں نے اپنے مددگاروں کو ہاتھ سے کھو دیا ہے۔ یہی حالت واپس آ کر بیان کر دی۔ سن کے فرمایا "دنیا میں جو کچھ ہے اس سب کو میں اس گھڑی کی مصیبت سے بچنے کے لیے جو آنے والی ہے نذر کرنے کو تیار ہوں۔ اور اگر آپ کا میری نسبت اچھا خیال ہے تو میں خدا کا شکر گزار ہوں"۔ ابن عباس نے اس موقع پر آپ کے تمام فضائل اول سے آخر تک گنوائے آخر میں کہا "رسول خدا صلعم آپ سے خوش گئے۔ ابوبکر آپ سے راضی گئے۔ پھر آپ نے ایسی خوبی سے امت کی سربراہی کی جو کسی کو نہیں نصیب ہو سکا۔ آپ کے ہاتھوں خدا نے شہر آباد کرائے۔

کوئی آپ سے ناراض نہ تھا۔

آپ کے فضائل ابن عباس کی زبان سے

[1] ابن اثیر واقعات سنہ ۲۳ھ واقعہ شہادت حضرت فاروقؓ۔

ملکوں کے محاصل وصول کرائے۔ دشمنوں کو فنا کر دیا۔ اور ہر مسلمان کے گھر میں دین کو ترقی اور رزق میں برکت ہوئی۔ اور انجام یہ ہوا کہ خدا نے شہادت نصیب کی۔ لہٰذا میں تو آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔" فرمایا "تو اے عبداللہ تم خدا کے سامنے ان سب باتوں کی گواہی دو گے؟" کہا "بیشک" اس پر الحمدللہ کہا اور خاموش ہو رہے۔[عـــ۵]

اب آپ کی حالت خطرناک دیکھ کر لوگوں نے عرض کیا کہ "امیر المومنین کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیجیے۔" ارشاد ہوا "اگر ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں ان کو اپنا جانشین مقرر کر جاتا۔ اور خدا سے یہ کہنے کو ہوتا کہ حضرت رسول خدا نے ان کو "امین الامۃ" یعنے امت محمدی کا امانت دار فرمایا ہے۔ یا اگر ابوحذیفہ کے غلام سالم بھی موجود ہوتے تو ان کو نامزد کر دیتا۔ اس لیے کہ ان کی نسبت حضور سرور عالم نے فرمایا تھا "سالم کو اللہ تعالیٰ سے بڑی محبت ہے" کسی نے کہا کہ آپ عبداللہ بن عمر کے لیے کیوں نہیں وصیت کر جاتے؟ ناگواری اور برہمی کے ساتھ فرمایا۔ جب میں نے اس کو اپنی ذات ہی کے لیے نہیں پسند کیا تو اپنے گھرانے میں کسی اور کے لیے کیوں پسند کرنے لگا؟ یہ حکمرانی امت اگر اچھی شے تھی تو ایک ہی شخص کا اس سے بہرہ یاب ہو جانا سارے خاندان کے شرف کے لیے کافی ہے۔ اور اگر بری شے تھی تو بھی ایک ہی کا مبتلا ہونا بہت ہے۔ اور اچھا ہوا کہ ہم سے گئی۔ خاندان عمر کے لیے یہی کافی ہے کہ اس بارے میں اس کا ایک ہی شخص جواب دہ ہوا اور اکیلے اُسی سے امت محمدی کے معاملات کا محاسبہ ہو۔ سنو میں نے اپنی ذات پر مصیبت لی۔ اور اپنے خاندان کو اس سے بچا لیا۔ باقی رہا کسی کو نامزد کر دینا تو میرے سامنے دونوں نظیریں موجود ہیں۔ حضور سرور عالم نے کسی کے لیے وصیت نہیں فرمائی۔ اور حضرت صدیقؓ ایک شخص کو نامزد کر گئے۔ اور وہ دونوں مجھ سے اچھے تھے۔ اس بات کا مجھے یقین ہے کہ اللہ اپنے دین کو ضائع نہ کریگا۔ لہٰذا جاؤ تم خود ہی اپنا انتظام کر لو۔ میں کسی کے لیے وصیت نہ کروں گا۔"

اپنے جانشین کی نسبت رائے۔

بیٹے کو محروم کرنا اور اس کی وجہ۔

اصل یہ ہے کہ حضرت عمر من جمیع الوجوہ کسی شخص کو خلافت و جہانبانی کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ سب سے بڑے مردم شناس تھے۔ اور خلافت اسلامیہ کی ذمہ داریوں اور دشواریوں سے بھی واقف تھے۔

آپ کسی کو اہل نہ سمجھتے تھے۔

لوگوں نے پھر اصرار کیا کہ "امیر المومنین۔ اس بارے میں کوئی حکم ضرور فرما دیجیے۔ فرمایا۔ میں نے اپنے گذشتہ قول سے رجوع کر کے ارادہ کر لیا تھا کہ تمہارے معاملے میں غور کروں۔ اور ایک

عـــ۵ الامامہ والسیاستہ لابن قتیبہ صفحہ ۲۱

شخص کو تمہارے امور کا متکفل بنادوں۔ وہ شخص تم سب سے زیادہ اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ تمہیں راہ حق پر لے چلے (یہ فرماتے وقت حضرت علیؓ کی طرف اشارہ فرمایا) لیکن اسی اثنا میں مجھ پر ایک غشی کا عالم طاری ہوا۔ اور اُس عالم میں نظر آیا کہ ایک شخص ایک باغ میں داخل ہوا اور کچے پکے سب میوے توڑ کر اپنی جیب میں بھر لیتا ہے۔ یہ دیکھ کر خیال گزرا کہ خدا اپنے معاملات پر غالب و متصرف ہے۔ اور جی نہ چاہا کہ اس کا بار زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی میں اپنے سر لوں۔ بہرحال تم میں یہ چند حضرات موجود ہیں جن کے جنتی ہونے کا حضرت رسول اللہ صلعم نے مژدہ سنایا تھا۔ علی۔ عثمان۔ سعد۔ عبدالرحمن۔ زبیر اور طلحہ انھیں چھؤں کو چاہیے کہ اپنے میں سے ایک کو اختیار کر لیں۔ اور جب کسی کو منتخب کر لیں تو پھر سب اس کا بوجھ بٹائیں۔ اور اس کے ممد و معاون رہیں۔"

جن بزرگوں کو مستحق بتایا۔

دوسری صبح کو حضرت عمرؓ نے حضرات علیؓ۔ عثمان۔ سعد۔ عبدالرحمن اور زبیر کو بلا بھیجا طلحہ مدینے میں موجود نہ تھے۔ اس موقع پر حضرت عباس نے حضرت علی سے کہا "آپ اُن لوگوں کے ساتھ حضرت عمر کے سامنے نہ جائیے۔" حضرت علی نے جواب دیا "نہ جاؤں گا تو مجھے اپنے خلاف فیصلہ ہونے کا اندیشہ ہے۔" جناب عباس نے یہ سُن کے کہا "تو پھر آپ ایسی باتیں دیکھیں گے جو آپ کو ناگوار گزریں گی۔"

اُن کو جمع کرنا۔

حضرت علی کی اُن میں شرکت۔

حضرت عمر کے بلانے پر سب صاحب جمع ہوئے تو فرمایا "آپ ہی لوگ امت کے سرگروہ ہیں۔ اور آپ ہی میں سے کسی کے ہاتھ خلافت جائے گی۔ اگر آپ لوگ سیدھے راستے پر چلے تو اور لوگوں سے مجھے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ اندیشہ ہے تو اس کا کہ خود آپ لوگوں میں جھگڑا نہ پیدا ہو۔ اور پھر آپ کی وجہ سے لوگوں میں بھی پھوٹ پڑ جائے۔ اسی وقت حجرۂ عائشہ میں جائیے۔ ان سے اجازت لے کر وہاں بیٹھیے اور مشورہ کیجیے۔ یہ کہہ کر سر اٹھایا تو خون کی قے ہوئی۔

ان لوگوں کو ہدایت۔

اسی وقت فیصلہ کر دینے کا حکم۔

اور وہ سب حضرات جا کر مشورہ کرنے لگے۔ مشورے میں کچھ ایسا رد و بدل ہوا کہ کسی ایک صاحب پر سب کو اتفاق نہ ہوا اور سب چلا چلا کے گفتگو کرنے لگے۔ عبداللہ بن عمر نے شور سُن کر تہدید کے لہجے میں کہا "سبحان اللہ۔ امیر المومنین ابھی زندہ موجود ہیں۔ اور آپ کی بے احتیاطی کا یہ حال ہے۔"

اس میں ناکامی۔

حجرۂ عائشہ میں تربت حضرت خیر الانام تھی جس کے پاس زور سے بیٹھ کے باتیں کرنا صحابہ کے نزدیک نہایت بے ادبی خیال کیا جاتا تھا۔ اور یہی وجہ عبداللہ بن عمر کے ڈانٹنے کی تھی اُن کی ڈانٹ کی آواز سُن کر حضرت عمر چونکے۔ سب کو واپس بلوا لیا۔ اور فرمایا "خیر ابھی رہنے دو۔ جب میں مروں تو

اپنے بعد تین دن کے اندر فیصلہ کرنے کی تاکید۔

تین روز تک مشورہ کرنا۔ مگر چوتھی صبح ہونے سے پہلے کسی خلیفہ کا منتخب ہو جانا ضروری ہے میرا بیٹا عبداللہ بھی مشیروں میں شریک رہے گا۔ مگر اِن کو یہ استحقاق نہیں ہے کہ خلیفہ منتخب کیا جائے طلحہ بن عبداللہ البتہ ان لوگوں میں ہیں جو منتخب ہو سکتے ہیں۔ مگر وہ مدینے میں نہیں ہیں اگر تین دن کے اندر آ جائیں تو وہ بھی مشورے میں شریک کر لیے جائیں۔ اور نہ آئیں تو آپ ہی لوگ فیصلہ کر لیں۔

مذکورہ بزرگوں کی نسبت آپ کی رائے۔

پھر فرمایا میرا گمان غالب یہ ہے کہ علیؓ اور عثمانؓ میں سے ایک منتخب ہوگا۔ اگر عثمانؓ ہوئے تو ان میں نرمی (کمزوری) ہے اور اگر علیؓ ہوئے تو اُن میں ایک گونہ مذاق و ظرافت ہے۔ مگر باوجود اس کے ان میں اس کی زیادہ قابلیت ہے کہ لوگوں کو راہ راست پر لے جائیں اگر لوگ سعدؓ کو منتخب کریں تو وہ بھی اس کے اہل ہیں۔ اور جو کوئی منتخب ہو میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ سعدؓ سے ہمیشہ مدد لیتا رہے۔ میں نے جو ان کو معزول کیا تو نہ کسی کمزوری کی وجہ سے اور نہ کسی خیانت کے الزام پر۔ عبدالرحمٰن بہت اچھے صائب الرائے مشیر ہیں۔ لہذا اُن کی بات سنو اور اس پر عمل کرو۔"

اُن کو خاص ہدایتیں۔

اسی سلسلے میں حضرت عمرؓ نے جناب علیؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "یا علی میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ اگر آپ والی امر ہوں تو خبردار بنی ہاشم کو لوگوں کی گردن پر مسلط نہ کر دیں"۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ سے کہا "اگر آپ کو خلافت ملے تو خبردار ابن ابی معیط کو لوگوں کی گردن پر مسلط نہ کر دیجیے گا"۔ یہی وصیت سعدؓ کو کی کہ خبردار آپ اپنے بھائی بندوں اور قرابت داروں کو حکمران نہ بنا دیں"۔

ابوطلحہ انصاری کو حکم۔

بعد ازاں آپ نے ابو طلحہ انصاری کو بلا کے فرمایا "آپ لوگوں (انصار) سے اللہ نے مدت تک اسلام کو شوکت و عظمت عطا کی ہے۔ اس موقع پر بھی آپ انصار میں سے پچاس آدمیوں کو چھانٹ کر اپنے ساتھ لیں۔ اور ان چھ لوگوں کو آمادہ کرتے رہیں کہ اپنے میں سے ایک کو والی امر منتخب کریں۔ جب تک وہ مشورہ کریں آپ اپنے گروہ کے ساتھ مکان مشورہ کی حراست کریں۔ اور کسی اور کو اندر نہ جانے دیں۔

مقداد بن اسود کو ہدایت۔ صہیب کے ذمگی فرائض۔

اس کے بعد ہی مقداد بن اسود سے فرمایا کہ "جب میں قبر میں دفن ہو جاؤں تو آپ ان سب لوگوں کو ایک گھر میں جمع کر کے مجبور کریں کہ ایک کو اپنے میں سے منتخب کر لیں"۔ پھر صہیب کو بلا کے کہا "تین روز تک یعنے جب تک خلیفہ منتخب نہ ہو جائے آپ مسجد نبوی میں نماز پڑھائیے اور اس دوران میں ان سب کو ایک گھر میں جمع کر کے ان کے سر پر کھڑے رہیں۔ اور ان کے

مشورے اور فیصلے کا طریقہ دیکھیں۔ اگر پانچ متفق ہو جائیں اور ایک مخالفت پر اڑا رہے تو اس کا سر بے تکلف تلوار سے اڑا دیں۔ اگر چار متفق ہوں اور دو کسی طرح اختلاف سے دست بردار نہ ہوں تو آپ ان دونوں کے سروں کی تلوار سے خبر لیں۔ اور اگر تین ایک پر اور تین ایک پر اڑے ہوں تو آپ میرے بیٹے عبداللہ کو حکم بنائیں۔ اور اگر وہ لوگ عبداللہ کے فیصلے کو نہ مانیں تو آپ اس گروہ کی طرفداری کریں جس میں عبدالرحمن بن عوف ہوں۔ اور جو تین مخالف ہوں وہ اگر کسی طرح منظور نہ کریں تو ان تینوں کو قتل کر ڈالیں"۔ اس کے بعد سب لوگ حضرت عمر کے پاس سے چلے گئے۔

حضرت علیؓ اور بنی ہاشم

اب حضرت علیؓ نے آل بنی ہاشم سے جو ان کے طرفدار تھے کہا میں اس معاملے میں تمہارے کہنے پر چلوں تو مجھے کبھی حکومت نہ نصیب ہو۔" اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی ہاشم کا مشورہ یہ تھا کہ وہ نہ حضرت عمر کے بلانے پر جائیں۔ اور نہ مجلس شوریٰ میں شریک ہوں۔ اتنے میں حضرت عباسؓ آئے اور حضرت علیؓ نے ان سے شکایت کی کہ آپ نے ہمارا ساتھ نہ دیا یعنے حضرت عمرؓ کے سامنے جب یہ امور طے ہوئے ہیں آپ نہ آئے۔ انھوں نے پوچھا "وہاں ہوا کیا؟" کہا "عثمانؓ میرے ساتھ شریک کیے گئے ہیں۔ اور عمر نے حکم دیا ہے کہ غالب گروہ کا ساتھ دو اور اگر دو برابر گروہ ہو جائیں۔ ایک ایک کو اور دوسرا دوسرے کو پسند کرے تو اس گروہ کو ترجیح ہے جس میں عبدالرحمن بن عوف ہوں۔ مجھے اندیشہ یہ ہے کہ سعد عثمان کے ابن عم ہیں، وہ ان سے اختلاف کرنے سے رہے۔ اور خود عبدالرحمن بن عوف سے بھی عثمان سے سسرالی قرابت قریبہ ہے لہذا وہ بھی ان کے خلاف نہ جائیں گے ایسی صورت میں دو ارکان شوریٰ میرے طرفدار ہوئے بھی تو مجھے کامیاب ہونا دشوار نظر آتا ہے۔"

حضرت علیؓ کا اندیشہ۔

حضرت عباسؓ کا مشورہ۔

یہ سن کر عم محترم رسول اللہ حضرت عباسؓ نے کہا "میں نے جب آپ کو کسی امر کا مشورہ دیا آپ نے اس کے خلاف کیا۔ رسول خدا (صلعم) کے مرض میں کہا تھا کہ جا کے صاف صاف پوچھ لیجیے کہ آپ کے بعد کون جانشین ہوگا۔ آپ نے نہ مانا۔ وفات سرور عالم کے بعد کہا کہ اپنا دعویٰ پیش کرنے میں جلدی کیجیے۔ آپ نے تب بھی سماعت نہ کی۔ پھر اب جو عمر نے آپ کا نام اہل شوریٰ میں شامل کیا تو میں نے رائے دی کہ آپ اوروں کے ساتھ نہ جائیے۔ مگر آپ نے اس مشورے کے ماننے سے بھی انکار کیا! اور اب بھی میری ایک بات گرہ میں باندھ لیجیے وہ یہ کہ لوگ چاہیں کچھ کہیں آپ انکار ہی کیے جائیں۔ اور بجز اس کے کہ آپ کو منتخب کریں آپ کسی بات کو قبول نہ کریں۔ ان

لوگوں سے ہوشیار رہئے۔ یہ تو ہمیشہ یہی چاہیں گے کہ خلافت ہمارے گھرانے میں نہ آنے پائے۔ حضرت علیؓ نے کہا خیر اگر عثمانؓ منتخب ہو گئے تو میں فقط اتنا کروں گا کہ ان کی کارروائیاں ان کو یاد دلاؤں گا۔ اور ان کے بعد بھی اگر لوگ خلافت کو اپنی ہی طرف لے جانا چاہیں تو اس وقت میں ایسی کارروائی کروں گا جو انہیں ناگوار گزرے گی۔"

حضرت علیؓ کا خیال۔

اب حضرت عمرؓ کی حالت ساعت بہ ساعت نازک اور روح تحلیل ہوتی جاتی تھی۔ بنی حارث میں کوئی طبیب تھا۔ لوگ اس کو لے آئے۔ اس نے آپ کو نبیذ پلوائی جس سے مراد ان دنوں چھوہارے کا افشردہ تھا۔ مگر وہ جیسی پیٹ میں گئی تھی ویسی ہی زخم کے راستے سے نکل گئی۔ یہ دیکھ کر اس نے دودھ پلوایا اور وہ بھی نکل گیا۔ آخر اس نے مایوس ہو کر کہا امیر المومنین۔ آپ کو جو کچھ کہنا سنا ہو کہہ سن لیجئے۔" فرمایا "یہ کام میں پہلے ہی کر چکا۔ کعب حبار نے بعض لوگوں سے کہا اگر عمرؓ خدا کی درگاہ میں دعا کریں تو وہ ان کی عمر بڑھا دے گا۔ ان کے یہ کلمات حضرت عمرؓ کے گوش گزار ہوئے تو دعا کی کہ خداوندا مجھے اسی حالت میں اٹھا لے کہ عاجز نہیں ہوں[1]۔

حضرت عمرؓ کی نازک حالت۔

دعا کہ میں اسی وقت مروں۔

اس کے بعد آپ نے اپنے فرزند عبداللہ سے کہا "عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس جاؤ اور میری طرف سے درخواست کرو کہ مجھے حضرت رسولِ خدا اور ابوبکر صدیق کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دیں۔" حضرت صدیقہ نے یہ درخواست سن کر فرمایا "تربت رسالت کے پاس فقط ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ اس کو میں نے اپنے لیے مخصوص کر رکھا تھا مگر عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ اور ان کے لیے اجازت ہے۔" یہ جواب حضرت عمرؓ نے سنا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا بس یہی میری تمنا تھی[2]۔ غالباً اسی موقع پر فرزند سے فرمایا میرے لیے کفن میں کفایت شعاری کرنا۔ اگر میں اچھا ہوں تو خدا اس سے اچھا کفن پہناوے گا۔ اور برا ہوں تو اس کو بھی لے لے گا۔ اور وہ تھوڑا بہت جلدی سے اتر جائے گا اسی طرح قبر بھی زیادہ لمبی چوڑی نہ ہو۔ میں اچھا ہوں تو خدا اس کو وسیع کر دے گا۔ اور برا ہوں تو اسے اور تنگ کر دے گا۔" یہ بھی فرمایا کہ میرے جنازے کے ساتھ کوئی عورت نہ جائے۔ اور میرے زیادہ فضائل بڑھا چڑھا کر نہ بیان کرو میں جیسا ہوں خدا خوب جانتا ہے[3]۔

تربتِ رسولؐ کے پاس دفن ہونے کی اجازت۔

تجہیز و تکفین کے متعلق وصیتیں۔

عہ[1] تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۰۳

عہ[2] طبری۔

عہ[3] تاریخ الخلفا سیوطی صفحہ ۱۰۳۔

عام لوگوں سے رخصت ہونا۔ اب آپ نے صاحب زادے سے فرمایا کہ عام لوگوں کو میرے پاس آنے دو اجازت ہوتے ہی لوگ جوق جوق آنے لگے۔ مہاجرین و انصار کا ہجوم تھا۔ جو گروہ آتا لوگ آپ کو سلام کرتے۔ آپ سلام کا جواب دیتے۔ پوچھتے کہ یہ واقعہ جو پیش آیا کیا تم لوگ اس سے خوش ہو؟ اور ہر شخص یہی کہتا کہ "معاذ اللہ بھلا ہم اور آپ کی مفارقت کو پسند کریں!"

آخری وصیتیں۔ آخری جو وصیتیں آپ نے فرمائیں یہ تھیں کہ انصار کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے جنھوں نے دین کی مہمانداری کی۔ اور اسلام کو قوت و عظمت دی۔ ان کے نکوکاروں کے حال پر شفقت ہو اور ان کے گنہگاروں سے جہاں تک بنے درگزر کی جائے۔ اسی طرح میں اپنے جانشین خلیفہ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ اہل عرب کا لحاظ رکھے۔ اصلی مادۂ اسلام وہی ہیں۔ اور جو صدقات اور روزینے ان کے لیے مقرر ہیں برابر جاری رہیں۔ اور انھیں کے محتاجوں اور مسکینوں میں صرف کیے جائیں۔ یہ بھی میں وصیت کرتا ہوں کہ رسول خدا صلعم کی ذمہ داریوں اور آپ کے معاہدوں کو ہمیشہ نباہیں۔ اور جس سے جو عہد ہوا ہو پورا کیا جائے۔ اس وصیت کے بعد گویا مطمئن ہو کر فرمایا "خداوندا! میں نے فرض تبلیغ ادا کر دیا۔ اور اپنے جانشین کو میں بہترین اطمینان کی حالت میں چھوڑے جاتا ہوں!"

عالم نزع۔ اب سکرات کا عالم شروع ہو گیا۔ اور معلوم ہوا کہ فقط چند سانسیں باقی ہیں۔ سر اپنے فرزند عبد اللہ کی آغوش میں تھا۔ اور یہ شعر زبان مبارک سے ادا فرمایا۔

ظلوم لنفسی غیر انی لمسلم
اصلی الصلوٰۃ کلہا و اصوم

گنہگار ہوں بجز اس کے کہ مسلمان ہوں اور نماز روزے کا پابند۔

رحلت۔ یہ شعر پڑھنے کے بعد برابر خدا کا ذکر کرتے اور کلمہ شہادت پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ روح پر فتوح کالبد خاکی کو چھوڑ کے اعلیٰ علیین پر جا پہونچی اور ایسا آفتاب دین غروب ہو گیا کہ اس کے غروب ہونے سے جو تاریکی تمدن اسلام کے عالم میں پھیلی تھی پھر کبھی نہ دور ہو سکی۔ اور حضرت رسول خدا صلعم کا یہ فرمانا پورا ہوا کہ "عمر کی موت پہ اسلام روئے گا"۔[۵]

تاریخ و زمانہ وفات۔ یہ چہار شنبے کی رات تھی۔ اور ذی الحجہ ۲۳ھ کی ۲۷ تاریخ جبکہ ولادت محمدی کا ۶۲ سنہ اور

۵۔ تاریخ الخلفاء سیوطی۔ ان احادیث کا بیان جو حضرت عمر کے بارے میں ثابت ہوئیں۔

عیسوی حساب سے ۶۴۴ء میں نومبر کا مہینہ تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بدھ کے دن زخمی ہوئے تھے اور غرہ محرم کو اتوار کے دن حضرت رسالت کے پہلو میں اس وقت تک کے لیے سلا دیے گئے جبکہ حضور رسول اکرم کے ارشاد کے مطابق آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیے قبر سے اٹھیں گے بعض اہل سیر کی تحقیق یہ ہے کہ ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں کہ آپ نے انتقال فرمایا۔ اس مہینے کو ایک رات باقی تھی کہ حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور محرم ۲۴ھ کا ہلال بعہد عثمانی نمودار ہوا۔ اس روایت کی بنا پر آپ کی مدت خلافت دس سال چھ مہینے سمجھنی چاہیے۔

عدیم المثال دس سال۔

مگر اس تھوڑی مدت میں ترقی دین اور عروج اسلام کے لیے ایسا کچھ ہوا کہ دنیا کا کوئی نامور فرماں روا یا ہادی مقتدانہ کبھی آپ سے پہلے کر سکا تھا اور نہ بعد۔ کسی مذہب کسی سلطنت اور کسی قوم کی صدیاں بھی ان دس برسوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

دفن۔

جب جنازہ تیار ہو گیا تو صہیب نے نماز پڑھائی اور حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ حضرت سعد۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر کے ایسے بزرگان امت نے قبر میں اتر کے آغوش لحد کے سپرد کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عمر نسب اور والدین۔

آپ جاہلیت کی جنگ فجار سے چار سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔ عمر محققین کے نزدیک حضور سرور عالم کی طرح ۶۳ سال کی پائی۔ اگرچہ بعض اہل سیر کو اس میں اختلاف ہے۔ آپ کے والد خطاب بن نفیل عدی بن کعب کی نسل سے تھے۔ اور سلسلہ نسب آٹھ پشتوں کے بعد حضرت سرور عالم کے نسب سے جا ملتا ہے۔ والدہ محترمہ کا نام حنتمہ بنت ہشام تھا جو بنی مخزوم یعنی خالد بن ولید کے قبیلے کی بیٹی۔ اور ابوجہل بن ہشام کی چچا زاد بہن تھیں۔ انھیں کی نسبت سے کبھی کبھی لوگ آپ کو "ابن حنتمہ" کے لقب سے یاد کرتے۔

حلیہ

حلیۂ مبارک یہ تھا کہ کشیدہ قامت۔ گندم گوں۔ اور بعض اہل سیر کے بیان کے مطابق نہایت گورے چٹے سرخ و سفید تھے۔ چندیا پر بال نہ تھے۔ بڑی بڑی مونچھیں اور ڈاڑھی خوب گھنی اور بالکل سفید تھی جس پر حنا کا خضاب رہتا۔ کتابی چہرہ تھا۔ سر میں ہمیشہ کنگھی کیے نظر آتے۔ اور عام لوگوں کے مجمع میں ہوتے تو درازی قد کی وجہ سے معلوم ہوتا گھوڑے پر سوار ہیں۔

ازدواج واولاد۔

آپ نے زندگی بھر میں آٹھ شادیاں کیں۔ تین جاہلیت میں اور پانچ مسلمان ہونے کے بعد جاہلیت کی بیویاں یہ ہیں۔ (۱) زینب بنت مظعون جمحیہ (۲) ملیکہ بنت جرول خزاعیہ (۳) قریبہ بنت ابی امیہ مخزومیہ۔ یہ بیوی حضرت ام المومنین ام سلمہ کی ہمشیرہ تھیں۔ ان تینوں سے قبل از اسلام نکاح

کیا تھا۔ ان میں سے پہلی بیوی کے بطن سے عبداللہ، عبدالرحمٰن اکبر اور اُم المومنین حضرت حفصہ کی ولادت ہوئی۔ اور دوسری کے بطن سے عبداللہ پیدا ہوئے پچھلی دونوں بیویوں سے ہجرت کے بعد جب کافرہ عورتوں کا عقد میں رکھنا ممنوع ہوا تو مفارقت ہو گئی۔

اسلام کے بعد حسب ذیل بیویوں سے عقد کیا (۱) اُم حکیم بنت حارث مخزومیہ (۲) جمیلہ بنت عاصم انصاریہ (۳) اُم کلثوم بنت علیؓ یعنے حضرت رسول خدا صلعم کی نواسی (۴) لُکَیہَہ یمنیہ (۵) عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل۔

ان بیویوں میں سے پہلی کے بطن سے آپ کی صاحبزادی فاطمہ پیدا ہوئیں۔ دوسری کے بطن سے عاصم پیدا ہوئے۔ تیسری یعنے حضرت اُم کلثوم کے بطن سے ایک صاحب زادی رقیہ اور ایک فرزند زید پیدا ہوئے۔ چوتھی کے بطن سے عبدالرحمٰن اوسط اور عبدالرحمٰن اصغر پیدا ہوئے۔ ان چوتھی محترم خاتون لُکَیہَہ کی نسبت بعض اہل سیر کا خیال ہے کہ آپ کی اُم ولد تھیں یعنی ایسی لونڈی جس کو اولاد پیدا ہونے کے باعث بعض حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ انھیں کے بطن سے آپ کی صاحب زادی زینب بھی پیدا ہوئیں جو آپ کی اولاد میں سب سے چھوٹی تھیں۔

پانچویں بیوی عاتکہ بنت زید کے بطن سے کسی اولاد کا ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔ آپ سے پہلے وہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے عقد میں تھیں۔ آپ کے بعد ان سے حضرت زبیر بن عوام نے عقد کر لیا اور ان کی شہادت کے بعد انھیں حضرت علیؓ نے اپنے لیے پیام دیا مگر انھوں نے کہلا بھیجا کہ میں جن تین حضرات سے عقد کر چکی ہوں تینوں مارے گئے۔ اب آپ کے لیے میں اس انجام کو نہیں پسند کرتی۔

بیسویں فصل

حضرت فاروق کی سیرت پر عام نظر

محض ترقی اسلام کے لیے دُنیا میں آئے۔ رسولؐ کو اُن کے مسلمان ہونے کی تمنا۔ اسلام لانا۔ ابتدائی زندگی۔ فصاحت و بلاغت۔ پہلوانی۔ شہسواری۔ تجارت اور سیاحی۔ اعلان تبلیغ۔ خاندان اور مکان۔ دربار نبوت میں حاضری۔ وزیر و مشیر رسالت۔ عدالت سرشت میں تھی۔ مزاج میں سختی۔ ویسے ہی عہد خلافت میں نرم دل تھے۔ فروتنی۔ بردباری اور قومی آزادی کی قدر۔ حمایت جمہوریت اسلامی۔ سچی وراثت نبوت۔ بیت المال سے مد خرچ۔ زمینداری اور اُس کو وقف کرنا۔ وظیفہ۔ عسرت سے بسر ہوتی تھی۔ بیت المال سے قرض لینا۔ مکان بیچ کر قرض ادا ہوا۔ گذشتہ عسرت کی یاد۔ اگلی حالت سے عبرت پکڑنا۔ وضع اور حالت۔ کپڑوں میں پیوند۔ باہر نکلنے کی شان۔ مجاہدین کی بیویوں کی خبرگیری۔ راتوں کو گشت۔ ایک محتاج عورت کی کفالت۔ ایک اور بدویہ کی کفالت۔ قحط میں رعایا کی خبرگیری۔ رعایا کی مصیبت میں شرکت۔ ہر مذہب کے محتاجوں کی دستگیری۔ یوم ولادت سے بچوں کا وظیفہ۔ ایک بدوی سے ہمدردی۔ اسراف سے بچنا۔ غیر مستحقوں کے ساتھ سختی۔ بیٹی کا پاس نہ کیا نہ زوجہ محترمہ کا۔ اپنے بیٹے بھی ویسے ہی سخت۔ فرزند کو نفس کشی کا سبق۔ خلافت کے معمولی کام بھی خود کرتے۔ جفاکشی۔ اس پر حضرت علیؓ کی رائے۔ محاسبۂ اخروی کا خوف۔ دینداری میں اعتدال۔ حجر اسود سے خطاب۔ جس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی۔ اس کو کٹوا ڈالا۔ رقت قلب۔ عاجزی۔ اُن کی نسبت ابن مسعود کی رائے۔ امت میں سب سے بڑے عالم۔ اُن کی شان میں حدیثیں۔ تراویح برکت فاروقی ہے۔ ایسا دوسرا شخص نہیں ہوا۔

جانشینِ خلافت کے منتخب ہونے کا حال ہم بعد کو بیان کریں گے۔ سردست یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم کس فطرت و سرشت اور کیسے اخلاق و عادات کے بزرگ تھے۔ ان کی زندگی کیسی تھی۔ اور اسلام کو اُن کی ذات سے کیا فائدہ پہونچا۔

ان کے حالات پر غور کیجیے تو بالکل یقین ہو جاتا ہے کہ خدا نے ان کو فقط ترقی دین اور عروج اسلام کے لیے دنیا میں بھیجا تھا۔ ابتدا یہ تھی کہ اگرچہ خود ان کے چچازاد بھائی زید بن عمرو بن نفیل نے بعثت محمدی سے بھی پہلے بت پرستی کو چھوڑ کے توحید اختیار کر لی تھی۔ مگر وہ خود اسلام کے نہایت سخت دشمن تھے۔ باوجود اس کے ہر معاملہ میں ان کا جوش و خروش اور دشمن کا پکا ہونا اس قدر مشہور و معروف تھا اور قریش پر ان کی عظمت و پہلوانی کا اس قدر رعب پڑا ہوا تھا کہ حضور سرور عالم نے خدا سے تمنا کی کہ "خدایا عمر کے ذریعے سے دین کو قوت دے۔" آپ کی یہ تمنا پوری ہو گئی۔ عمر بن الخطاب گھر سے تو یہ ارادہ کر کے نکلے کہ حضور رسالتمآب کو ڈھونڈھ کے نکالیں اور شمع نبوت کو گل کر دیں۔ مگر آستان نبوت پر پہونچے تو دعائے نبوت کی کشش شمع رسالت کا پروانہ بنا چکی تھی۔

محض ترقی اسلام کے لیے دنیا میں آئے۔

رسول کو اُن کے مسلمان ہونے کی تمنا۔

اسلام لانا۔

ابتدائی زندگی

ولادت سے اس وقت تک زندگی یوں گزری تھی کہ بچپن میں اپنے باپ خطاب کی بھیڑیں چرایا کرتے جن کا ان کے ساتھ بڑے جبر و تشدد کا برتاؤ رہا کرتا۔ بڑے ہوئے تو اپنا خاندانی یعنی علم انساب عرب سیکھا اور اسی سلسلہ میں فصاحت و بلاغت اور لکھنے پڑھنے میں بھی قابلیت پیدا کی۔ اس لیے کہ قریش کی سفارتوں پر جانا ان کا خاندانی کام تھا۔ غالباً اسی تعلیم نے آپ میں شاعری و ادب کا بھی اعلیٰ ترین مذاق پیدا کر دیا۔ فنون جنگ میں سے آپ کو کشتی کا بڑا شوق تھا اور کشتی میں ایسی شہرت و وقعت حاصل کی کہ بازار عکاظ کے اکھاڑے میں کشتی لڑا کرتے جہاں بجز نامور لوگوں کے کوئی معمولی شخص کسی بات کا دعوی نہ کر سکتا تھا۔ شہسواری میں بھی یہ کمال تھا کہ ایک ہی جست میں گھوڑے کی پیٹھ پر ہوتے۔ اور فوراً جم کے بیٹھ جاتے۔

فصاحت و بلاغت

پہلوانی

شہسواری

اور بڑے ہوئے تو تجارت شروع کی۔ اور اس کی ضرورت سے دور دور کے سفر کیے شام و عراق میں گئے اور سفارت کے سلسلے میں اکثر شاہان عرب و عجم سے ملے۔ اور بعثت محمدی کے چھٹے سال ذی الحجہ کے مہینے میں ایمان لا کر حضور رسالت کے مخصوص و محترم رفقا میں شامل ہوئے۔[۵] اس وقت تک تبلیغ دین مخفی طریقے سے ہوتی تھی۔ کفار کی شورش کے اندیشے سے کسی کی اتنی مجال نہ تھی کہ علانیہ کسی کو دین توحید کی طرف بلائے۔ یا خانہ کعبہ کے پاس نماز ادا کرے۔ آپ مسلمان ہوتے ہی حضور رسول خدا کو اپنے ہمراہ زور و شور سے کعبہ میں لے گئے

تجارت اور سیاحی

اعلان تبلیغ

[۵] تاریخ الخلفا صفحہ ۸۳۔ اس باب کے اور اس کے بعد والے باب کے اکثر واقعات طبری، تاریخ الخلفاء اور مولانا شبلی مرحوم کی "الفاروق" سے لیے گئے ہیں۔

اور جماعت سے نماز پڑھی۔ پس اسی وقت سے تبلیغ دین علانیہ ہونے لگی مسلمان کعبے کے پاس حلقہ باندھ کے بیٹھنے۔ طواف کرنے۔ اور نمازیں پڑھنے لگے۔ اور دین کے ایک از سر نو بستہ ہونے کے باعث کفار جو تہمتیں حضور انور کو لگاتے اور غلط بیانیاں کرتے تھے۔ سب غلط ثابت ہوگئیں۔ چنانچہ اسی روز حضور سرور عالم نے انھیں فاروق کے خطاب سے یاد فرمایا یعنی حق و باطل کو جدا و ممتاز کردینے والا بتایا۔ اور یہ خطاب آپ کے نام کا ایک جز بن گیا۔

خاندان اور مکان۔

حضرت عمر کا قبیلہ یعنے خاندان بنی عدی مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر آباد تھا۔ وہیں ہجرت سے پہلے آپ بھی رہتے تھے۔ مدینے میں آئے تو جگہ کی کمی تھی۔ سارے مہاجرین کو مدینے کی تنگ اور مختصر بستی میں جگہ مل جانا غیر ممکن تھا اس لیے حضرت عمر مقام قبا میں جو مدینے کی آبادی سے دو تین میل ہے۔ رفاعہ بن عبد المنذر کے مکان میں فروکش ہوئے۔

دربار نبوت میں حاضری۔

آنحضرت صلعم نے جب مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ کرایا ہے تو حضرت عمر اور عتبان بن مالک بھائی بھائی قرار پائے تھے۔ بعد مسافت کی وجہ سے حضرت فاروق ہر روز بارگاہ نبوت میں نہ حاضر ہوسکتے اس لیے معمول کرلیا تھا کہ ایک دن خود آکے دن بھر ہادیٔ عالم کی صحبت میں رہتے اور ایک دن ان کے انصاری بھائی عتبان۔ عتبان کو دن بھر جو واقعات پیش آتے رات کو گھر جا کے حضرت عمر سے بیان کردیتے۔ اور اس طریقے سے آپ روز بروز کے حالات سے واقف ہوجایا کرتے۔ مگر حضرت صدیق کے زمانے میں خاص مدینے کے اندر اٹھ آئے اپنے عہد خلافت میں مسجد نبوی کے متصل اپنے لیے ایک مکان بنوالیا۔ جو باب السلام اور باب الرحمۃ کے درمیان واقع تھا۔

وزیر و مشیر رسالت۔

رسول خدا صلعم کو ان پر اس قدر بھروسہ تھا اور ایسی محبت تھی کہ شاذ و نادر ہی کوئی واقعہ پیش آتا جس میں ان سے مشورہ نہ لیتے ہوں۔ اصل یہ ہے کہ دربار نبوت میں جن حضرات کو وزیروں اور مشیروں کا درجہ حاصل تھا ان میں سب سے پہلے نام جناب ابوبکر اور حضرت عمر کے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام صحابہ حضور سرور عالم کی زندگی میں انھیں دونوں بزرگوں کو خدمت رسالت میں پیش پیش اور زیادہ مقرب و افضل جانتے جیسا کہ متواتر روایتوں سے ثابت ہے۔ حضرت صدیق کے مزاج میں رحم زیادہ تھا۔ اور حضرت فاروق عدالت کی طرف زیادہ جھکتے تھے۔ پہلے بزرگ

عدالت پر سخت گیری۔

چاہتے تھے کہ مجرم کے حال پر رحم کیا جائے۔ اور دوسرے بزرگ کی رائے ہوتی کہ مستوجب سزا کو سزا ضرور دی جائے۔ چنانچہ کسی شخص نے کوئی جرم کیا یا حضرت رسالت کا دشمن نظر آیا اور

حضرت عمرؓ کی تلوار میان کے باہر تھی۔ کھڑے درخواست کر رہے تھے کہ یا رسول اللہ اجازت ہو کہ اس مردود کا سر اڑا دوں۔

مزاج کی سختی۔

ان کے مزاج کی سختی سے تمام لوگ خائف تھے۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابوبکر نے اپنی جانشینی کے لیے ان کو نامزد کیا تو بعض لوگوں کو سخت اعتراض تھا کہ گو عمر فاروق سب میں افضل و اعلیٰ ہیں مگر ایسے درشت مزاج اور سخت آدمی سے کیسے نباہ ہوگا۔ حضرت صدیق اکبر ان کی فطرت و سرشت کو خوب سمجھے ہوئے تھے صاف کہدیا کہ عمر ایسے نہیں ہیں جیسا تم سمجھتے ہو۔ بلکہ میرے ایام میں اُن کا طرز عمل یہ رہا کہ جس کے حق میں میں سخت ہوتا وہ نرم ہو جاتے اور جس کے بارے میں میں نرم ہوتا وہ سخت ثابت ہوتے حضرت عمر خود بھی اپنی اس فطرت سے واقف تھے۔ چنانچہ حضرت صدیق کے بعد رسول اللہؐ کے منبر پر کھڑے ہو کے انھوں نے جو پہلی دعا کی یہی تھی کہ "خداوندا میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے"۔

ویسے ہی عہد خلافت میں نرم دل تھے۔

اور خدا نے یقیناً ان کی یہ دُعا قبول فرمائی۔ اس لیے کہ وہی شخص جس کی تلوار حضور رسول خدا کے سامنے بات بات پر میان سے باہر ہوتی تھی ذمہ دار حاکم بننے کے بعد ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے ساتھ ایسا نرم تھا کہ معلوم ہوتا جیسے یہ وہ عمر نہیں کوئی اور عمر ہیں اور مسلمان تو مسلمان غیر مذہب والوں کے حق میں بھی اُن کے بعد اُن سے بڑا شفیق و مہربان نہیں نظر آتا۔ خطبہ میں صاف صاف

فروتنی۔

فرمادیا کہ "میں تمھارا ہی سا ایک شخص ہوں ہر امر میں تم لوگ اپنی رائے آزادی سے دیا کرو۔ تمھارے مال میں مجھکو اتنا ہی حق ہے جتنا کسی یتیم کے ولی کو اس کے مال میں ہو سکتا ہے۔ میرے پاس سرمایہ ہوگا تو کچھ نہ لوں گا اور جب ضرورت پڑے گی تو دستور کے مطابق کھانے کے لیے لے لوں گا۔

بردباری اور قوم کی آزادی کی قدر۔

ایک بار کسی نے یہ سخت جملہ آپ کے منہ پر کہا "اتق اللہ یا عمر" (اے عمر خدا سے ڈر) حاضرین نے کہا "اس کو ایسی دریدہ دہنی سے روکنا چاہیے"۔ فرمایا "کہنے دو یہ لوگ نہ کہیں تو بے مصرف ہیں اور ہم نہ مانیں تو بے مصرف ہیں"۔

ایک دن بر سر منبر لوگوں سے پوچھا "اگر میں دنیا کے لہو و لعب میں پڑ جاؤں تو تم لوگ کیا کروگے"۔ جواب میں ایک شخص نے تلوار کھینچ لی اور کہا "سر اڑا دیں گے"۔ آپ نے اس سے ڈپٹ کے کہا "یہ تو مجھسے کہہ رہا ہے؟" وہ بولا "ہاں تم سے کہتے ہیں"۔ فرمایا "الحمد للہ کہ تم میں ایسے لوگ ہیں جو مجھ کو سیدھا کر دیں گے"۔ اسی طرح ایک روز سلمان فارسی سے پوچھا "میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟" انھوں نے کہا "اگر آپ مسلمانوں کی زمین کی بابت ایک درہم بھی کم یا زیادہ لیں یا بغیر استحقاق کے

کسی کو معاف کر دیں تو بادشاہ ہیں ورنہ خلیفہ" یہ جواب سُن کے آپ رونے لگے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ جمہوریت اسلامی اور مقررہ اصول "اِنَّ اَکرَمَکُم عِندَاللہِ اَتقٰکُم" کے سب سے بڑے حامی تھے۔ وہ ہر شخص کے اعمال و افعال اور اس کی دینداری و حق پرستی کو دیکھتے تھے۔ اس کی مطلق پروا نہ کرتے کہ وہ کون ہے۔ کس کا بیٹا ہے۔ اور کس درجہ کا شخص ہے نیکوکار ہو تو اس کے حق میں اُن سے زیادہ کوئی نرم نہ تھا۔ اور بدکار ہوا تو اس کے لیے اُن سے زیادہ کوئی سخت بھی نہ تھا۔ خود اپنے بیٹے پر میخواری کی حد جاری کی اور اس کے مر جانے تک کی پروا نہ کی۔ شاہ غسان جبلہ بن ایہم مسلمان ہونے کو مدینے میں آیا۔ مگر یہاں جب اس نے ایک غریب صحابی کو تھپڑ مار دیا تو بے تکلف قصاص کا حکم دے دیا۔ اور اس کا ذرا بھی پاس نہ کیا کہ وہ ایک تاجدار اور شاہ عالی وقار ہے۔ یہاں تک کہ وہ رات کے اندھیرے میں مُنھ چھپا کے بھاگا۔ اور مرتد ہو گیا۔

حمایت جمہوریت اسلامی۔

اسی کا نمونہ یہ بھی تھا کہ لوگوں کے اصرار پر اپنے بعد خلافت نبوی کے لیے جن دو بزرگوں کے نام انھوں نے حسرت سے لیے ان میں ایک تو بیشک ایک شریف قریشی "امین الامۃ" تھے مگر دوسرے ایک صحابی کے دیندار غلام تھے جن کی خدا ترسی کی حضور سرور عالم نے شہادت دی تھی۔

انھوں نے اپنی زندگی سے دنیا کو بتا دیا کہ مسلمانوں کا فرماں روا اور حضرت رسولؐ کا جانشین و نائب کیسے شخص کو ہونا چاہیے۔ چنانچہ ان کی زندگی عجیب و غریب صفتوں کا نمونہ ہے جو بجز انبیا کے کسی دنیوی فرماں روا میں نہیں دیکھی گئیں۔

سچی راست نبوت۔

تجارت سے بسر کرتے تھے۔ جب کاروبار خلافت میں مصروف ہوئے تو ابوبکر صدیقؓ کی طرح اس سے دست بردار ہونا پڑا۔ معززین صحابہ کو جمع کر کے ان کے سامنے اپنی مجبوری اور احتیاج ظاہر کی۔ اور پوچھا کہ میں بیت المال سے کس قدر رقم اپنے ذاتی مصارف کے لیے لے سکتا ہوں؟ لوگوں نے مختلف رائیں دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "آپ فقط معمولی درجے کی خوراک اور ویسا ہی لباس لے سکتے ہیں"۔ اسی مشورے پر عمل ہوا اور اُن کے اور ان کی بیوی کے لیے کھانا کپڑا منظور ہو گیا۔

بیت المال سے ذرخرچ۔

فتح خیبر کے وقت آنحضرت صلعم نے وہاں کی زمین کا ایک قطعہ اُنھوں کو بطریق جاگیر عطا فرمایا تھا۔ پھر ایک زمین ان کو یہود بنی حارثہ سے حاصل ہوئی۔ یہ دونوں زمینیں "ثمغ" کہلاتی تھیں۔ مگر

زمینداری اور اس کو وقف کرنا۔

انھوں نے ان دونوں کو خدا کی راہ میں فقرا۔ ذوی القربیٰ۔ غلاموں مسافروں اور عام مساکین اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا۔

وظیفہ

اس کے بعد سنہ ۱۵ھ میں جب خمس وزکوٰۃ کی کثرت ہوئی۔ ممالک مفتوحہ سے محاصل وصول ہونے لگے۔ آپ نے کل صحابہ بلکہ تمام اہل عرب کے حقوق کے لحاظ سے سالانہ وظائف جاری کیے تو سب سے زیادہ بھاری رقمیں ازواج مطہرات رسول اللہ اور اہل بیت رسالت کے نام جاری کیں۔ اور اگرچہ اہل دفتر نے آپ کے نام بھی ایک بڑی رقم لکھنا چاہی مگر اپنا درجہ ان صحابہ کے برابر قرار دیا جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔ بدر والوں کے نام چونکہ پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ جاری کیے گئے تھے۔ لہٰذا آپ کے نام بھی پانچ ہزار درہم جاری ہوئے اور آپ کی آمدنی میں اتنا اضافہ ہوا۔

عسرت سے بسر ہوتی تھی

مگر باوجود ان آمدنیوں کے عُسرت سے بسر ہوتی اور مہینوں گیہوں کا آٹا نہ نصیب ہوتا۔ ایک دن لوگوں کو آپ کے برآمد ہونے کا انتظار تھا مگر بڑی دیر میں نکلے۔ تاخیر کا سبب معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے۔ جو کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کو دھو کر سوکھنے کے لیے دھوپ میں ڈال دیا تھا جب وہ سوکھ لیے تو پہن کر تشریف لائے۔

بیت المال سے قرض لینا۔

اکثر اوقات ضرورت پڑتی تو داروغہ بیت المال کے پاس جا کر اس سے قرض لیتے۔ کبھی ایسے تنگ دست ہوتے کہ داروغۂ مذکور آ کے تقاضا کرتا اور وہ حیلہ و حوالہ کر کے ٹالتے! اور جب رقم آجاتی فوراً جا کے ادا کر دیتے۔ جب انتقال فرمایا ہے اس وقت بھی آپ کے ذمے بہت کچھ قرض تھا۔ نامور فرزند عبد اللہ کو وصیت فرمائی کہ میرا مکان مسکونہ بیچ کے قرض ادا کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ مکان فروخت کر ڈالا گیا۔ حضرت معاویہ نے اس کو مول لیا اور مدت تک وہ دار القضا کے نام سے مشہور رہا۔ مگر جاگیر کی آمدنی اور سالانہ وظیفہ سے اس کا موقع حاصل تھا کہ ضرورت پڑنے پر بھاری رقمیں خرچ کر سکیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی اُم کلثوم سے عقد ہوا تو چالیس ہزار درہم کا مہر قرار پایا اور یہ سب رقم اسی وقت نقد ادا کر دی۔

مکان بیچ کر قرض ادا ہونا

زمانۂ عسرت کی یاد۔

عہد خلافت میں اپنی سابق زندگی کو جو نہایت عسرت میں کٹی تھی اکثر یاد فرمایا کرتے۔ چنانچہ ایک دن ممبر پر کھڑے تھے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "میں ایک زمانے میں ایسا محتاج تھا کہ لوگوں کے گھروں میں پانی پہونچا دیا کرتا اور اسی کی مزدوری میں وہ مجھے کچھ چھوارے دے دیا کرتے انھیں پہ میری بسر ہوتی"۔ یہ کہہ کے ممبر پر سے اترے تو کسی نے تعجب کے لہجے میں کہا "یہ کون سا

معاملہ خلافت تھا جس کو آپ نے خطبہ کے عنوان سے بیان کیا ہے فرمایا "میری طبیعت میں ذرا غرور آ گیا تھا اس کی دوا یہی تھی"

ایک سال حج کو جا رہے تھے۔ مکہ کے قریب وادی ضجنان میں پہونچے تو ہمراہیوں سے فرمایا: ایک زمانہ تھا کہ میں اس وادی میں اپنے والد خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ بچہ، ایک سوتی چادر تھی میرے پاس پہننے کو کوئی کپڑا نہ تھا اور والد مجھ پر نہایت سختیاں کرتے۔ پورا کام کرتا تو محنت سے شل ہو جاتا، کمی کرتا تو وہ مجھے مارتے پیٹتے۔ وہی میں آج اس رتبے کو پہونچ گیا کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی اور نہیں ہے"

اگلی حالت سے عبرت پکڑنا۔

اپنی گذشتہ حالت کو یاد رکھنے اور خدا سے ڈرتے رہنے کی وجہ سے انھوں نے باوجود ایک عالی مرتبہ شہنشاہ بن جانے کے اپنی وضع و حالت میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا تھا۔ گھر کا روزانہ خرچ دو درہم تھا جو ہمارے سکہ کے حساب سے ۱۰ / روپیہ ہوا۔ وضع یہ تھی کہ پھٹا عمامہ سر پر، کرتا گلے میں جس میں دس بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ پانوں میں پرانی نعلین جیسے چمڑے کے تلے جن میں کھڑاؤں کی طرح چمڑے کا پٹہ لگا ہوا ہے۔ کبھی بیوہ عورتوں کے گھر میں پانی بھرنے کے لیے کندھے پر مشک رکھے چلے جاتے ہیں۔ کبھی کسی محتاج کی کفالت کے لیے پیٹھ پر آٹے کا بورا لادے ہوئے ہیں۔ کبھی محنت کرتے کرتے تھکتے ہیں تو مسجد کے کسی کونے میں زمین پر پڑ کے سو جاتے ہیں۔ نیچے نہ دری ہے نہ چٹائی۔ سفر میں جاتے ہیں تو نہ خیمہ ہوتا ہے نہ ڈیرا۔ جہاں منزل کرتے ہیں کسی پیڑ پر چادر ڈال کے اس کے سایے میں لیٹ کے سستاتے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک دن خطبہ دیتے دیکھا تو تہمد میں بارہ پیوند تھے! اور ان میں بعض چمڑے کے۔ حضرت علیؓ نے کعبے کا طواف کرتے دیکھا تو تہمد میں اکیس پیوند تھے جن میں چمڑے کے بھی تھے۔

وضع اور حالت۔

کپڑوں میں پیوند۔

امام شعبی کا بیان ہے کہ عمر فاروق بازاروں میں پھرتے تو راستے میں قرآن پڑھتے جاتے۔ جہاں کہیں دو شخصوں میں جھگڑا یا نزاع دیکھتے ٹھہر جاتے اور اس کا فیصلہ کر کے آگے بڑھتے۔ اپنے اس طرز عمل سے انھوں نے ہر جگہ اور کوچۂ بازار کو دار القضا بنا دیا تھا۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آپ ایک سوتی جبہ پہنتے جس میں بہت سے کپڑے اور چمڑے کے پیوند ہوتے۔ کندھے پر درہ رکھے گلی کوچوں میں پھرتے۔ راہ میں پیوند کے کام کا کوئی کپڑا یا چھوارے کی گٹھلی نظر کے سامنے آتی تو اس کو اٹھا لیتے اور غریبوں کے مکانوں میں ڈال دیتے کہ فائدہ اٹھائیں۔ محتاجوں اور روزینہ داروں کے پاس خود رقم لے جا کے پہونچاتے۔ جو مجاہدین

باہر نکلنے کی شان۔

مجاہدین کی بیویوں کی خبر گیری۔

لڑائی کے میدانوں میں لڑ رہے تھے اُن کے گھروں پر جا کے کہتے بازار سے کچھ منگوانا ہو تو لاؤ میں لا دوں۔ بیویاں اپنی لونڈیوں کو ساتھ کر دیتیں۔ اور آپ بازار سے خود سودا خرید کے لونڈیوں کے حوالے کر دیتے۔ میدانِ جنگ سے قاصد آتا اور مجاہدین کے خطوط لاتا تو خود لیجا کے گھروں میں پہونچاتے۔ اور یہ بھی بتا دیتے کہ قاصد فلاں روز واپس جائے گا۔ جواب لکھ رکھو۔ ان کے لیے کاغذ قلم دوات مہیا کر دیتے۔ اور کوئی لکھنے والا نہ ہوتا تو خود چوکھٹ پر بیٹھ جاتے اور گھر والیاں جو بتاتیں اپنے ہاتھ سے لکھنے لگتے۔

راتوں کو گشت۔

اسی پر موقوف نہیں۔ راتوں کو پھرا کرتے اور دیکھتے کہ کوئی محتاج بھوکا پیاسا تو نہیں ہے اور اس کوشش میں ایسی محنت و جانفشانی سے کام لیتے کہ اس بارہ خاص میں ان کی کارروائیوں پر آج دنیا کو غالباً افسانوں اور کہانیوں کا شبہ ہوگا۔ مگر تحقیق روایت اگر کوئی چیز ہے تو وہ سب سچے اور گزرے ہوئے واقعات ہیں۔

ایک محتاج عورت کی کفالت۔

اسلم کہتے ہیں کہ ایک رات کو حضرت عمرؓ حرۃ واقم (بازار واقم) کی طرف تشریف لے گئے میں ساتھ تھا۔ مقام صرار تک پہونچے تھے کہ دور پر ایک جگہ آگ روشن نظر آئی۔ فرمایا چلو دیکھیں یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ قریب پہونچے تو نظر آیا کہ ایک عورت دو بچوں کو لیے بیٹھی ہے۔ اس کے سامنے آگ پر ہانڈی چڑھی ہوئی ہے۔ اور بچے بلک بلک کر رو رہے ہیں۔ قریب پہونچ کر سلام کیا۔ اجازت لے کر پاس گئے اور حال پوچھا اس نے کہا "رات اور سردی نے ستا رکھا ہے" پوچھا "بچے کیوں روتے ہیں؟" بولی "بھوک سے" پوچھا "اور ہانڈی میں کیا پک رہا ہے؟" کہا "کچھ نہیں بچوں کے بہلانے کے لیے فقط پانی چڑھا دیا ہے۔ ہمارا اور عمرؓ کا فیصلہ خدا کے سامنے ہوگا" "خدا تمھارے حال پر رحم کرے۔ مگر عمرؓ کو کیا خبر کہ تم کس حال میں ہو؟" وہ بولی "ہماری خبر نہیں رکھ سکتا تو پھر وہ خلیفہ کیوں بنا ہے؟" اس جواب پر حضرت عمرؓ نے میری صورت دیکھی اور کہا "چلو" ہم فوراً وہاں سے دوڑتے ہوئے بیت المال کے بھنڈار خانے میں آئے۔ وہاں سے حضرت فاروق نے ایک بورا آٹے کا لیا۔ کچھ چربی لی اور مجھ سے فرمایا "ان چیزوں کو میری پیٹھ پر لاد دو" میں نے کہا "آپ کو لاد کے لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جتنی بار ضرورت ہو میں لے چلوں گا" فرمایا "ہٹو کیا قیامت کے دن بھی تم میرا بوجھ اٹھا لوگے؟" غرض میں نے بورا اُن پر لاد دیا۔ اور ہم دونوں دوڑتے ہوئے پھر اس عورت کے پاس پہونچے۔ وہ بورا انھوں نے اس کے سامنے زمین پر رکھدیا۔ پھر خود ہی اس میں سے تھوڑا آٹا نکال کے اس سے کہا "تم بیٹھی رہو میں

آسانی سے پکا دوں گا۔" یہ کہہ کر آگ کو پھونکنے لگے۔ ڈاڑھی لمبی تھی اس میں سے چھن چھن کر دھواں نکل رہا تھا۔ آگ سلگ گئی تو عورت سے توا مانگ کر روٹیاں پکانا شروع کیں اور اس سے کہا میں پکا پکا کے دیتا جاتا ہوں تم بچوں کو کھلاؤ۔" جب ماں اور بچے سب سیر ہو گئے تو باقی آٹا عورت کے پاس چھوڑ کے چلے اور وہ کہہ رہی تھی کہ "خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم امیر المومنین سے زیادہ خلافت کے مستحق ہو۔" جواب دیا نیکی سے یاد کرو۔ اور جب مجھ سے ملنے کی ضرورت ہو تو امیر المومنین کے پاس آنا میں وہیں مل جاؤں گا۔" اس کے بعد وہاں سے تھوڑی دور ہٹ کر ایک جگہ اس عورت کی طرف رخ کر کے خاموش بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ بچے ہنستے بولتے اور خوش خوش کھیل رہے ہیں، یہاں تک کہ سب سو گئے۔ تب آپ شکر کرتے ہوئے واپس چلے۔ اور مجھ سے فرمایا "واقعی یہ بچے بھوک ہی سے روتے اور جاگتے تھے۔ میرا جی چاہا کہ ان کو ہنس کھیل کے خوشی سے سوتے دیکھ لوں تو واپس چلوں۔"

ایک بدویہ کی کفالت۔

اسی طرح یہیں صرار میں ایک اور بدویہ اور اس کے بچوں کو فقر و فاقے میں مبتلا دیکھ کر آٹا پہونچایا اور اپنی بیوی ام کلثوم کو ساتھ لے گئے۔ اور خود چولھا پھونک کر ان کی مدد سے کھانا تیار کرا کے اسے کھلایا۔

قحط میں رعایا کی خبرگیری۔

ابوہریرہ کہتے تھے کہ "خدا رحمت کرے ابن حنتمہ (عمر) پر عام الرمادہ کے قحط کے موقع پر میں نے ایک دن دیکھا کہ غلہ کے دو بورے اور روغن زیتون کا ایک کپا پیٹھ پر لادے لیے جاتے ہیں۔ اور جب تھک جاتے ہیں تو اسلم جو ہمراہ ہیں باری بدلواتے ہیں۔ میں بھی باری میں شریک ہو گیا۔ آخر ہم تینوں اس بوجھ کو لیے ہوئے مقام صرار میں پہونچے وہاں بنی محارب کے بیس خیمے پڑے ہوئے تھے۔ ان لوگوں سے انھوں نے پوچھا "تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟" جواب ملا کہ "مصیبت لائی ہے۔" یہ کہہ کر ان لوگوں نے بھنا ہوا مردار چمڑا اور ہڈیوں کا پسا ہوا بورا دکھایا جس پر وہ بسر کر رہے تھے عمر فاروق نے فوراً اپنی چادر بچھا دی۔ کمر باندھ کر تیار ہو گئے۔ اور خود اپنے ہاتھ سے پکا پکا کے ان کو کھلانے لگے۔

اس اثنا میں اسلم کو مدینے میں بھیجا جو وہاں سے سواری کے اونٹ لائے۔ ان پر ان سب لوگوں کو سوار کرایا اور مقام جبانہ میں لے جا کے ٹھہرایا۔ اور ان کو کپڑے دیئے۔ اور معمول تھا کہ برابر ان کے اور دیگر قحط زدوں کے پاس آتے جاتے اور ان کی خبر لیتے رہتے تھے یہاں تک کہ خدا نے قحط کی آفت دور کر دی۔ اسی قحط کے موقع پر رعایا کی تباہی سے اس قدر

رعایا کی مصیبت میں شرکت۔

متاثر تھے کہ گھی اور اچھی غذائیں کھانا چھوڑ دیا۔ اور غلام خرید کے لایا بھی تو اس کو محتاجوں میں

تقسیم کرا دیا اور خود نہ کھایا۔

ہر مذہب و ملت کے محتاجوں کی دستگیری۔

ان چند جزئی واقعات پر منحصر نہیں۔ حضرت عمرؓ نے خاص طور پر اہتمام کر رکھا تھا کہ تمام ممالک محروسہ میں کوئی ننگا بھوکا نہ رہے۔ جتنے اپاہج۔ لولے۔ لنجے۔ مفلوج اور ازکار رفتہ لوگ ملتے تو ان کے لیے بیت المال سے تنخواہیں مقرر ہو جاتیں۔ اور اس میں آزاد غلام مسلم کافر کسی کی خصوصیت نہ تھی۔ فرمایا کرتے کہ قرآن مجید میں جو آیا ہے کہ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ اس میں فقراء سے مسلمان محتاج اور مساکین سے غربائے اہل کتاب مراد ہیں۔

یوم ولادت سے بچوں کا وظیفہ

ایک دن رات کو حسب معمول گشت میں تھے۔ ایک گھر کے پاس سے کئی بار گزرے اور ہر دفعہ ایک بچہ کو روتا پایا۔ آخر رہا نہ گیا۔ دروازے پر دستک دی اور ماں سے کہا "تم اپنے بچہ کو چپ کیوں نہیں کراتیں؟ آخر یہ کیوں رو رہا ہے؟" اُسے کیا خبر تھی کہ یہ خود عمرؓ ہیں۔ کہنے لگی "عمرؓ بچوں کا وظیفہ اس وقت مقرر کرتے ہیں جب ان کا دودھ بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس لیے میں اپنے بچہ کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں اور دودھ نہ ملنے سے وہ روتا ہے۔" یہ سن کے نہایت پریشان ہوئے۔ روئے کہ خدا جانے کتنے بچے میری اس کارروائی سے ضائع ہو گئے ہوں گے صبح ہوتے ہی حکم جاری کر دیا کہ "مائیں اپنے بچوں پر ظلم نہ کریں۔ بچوں کا وظیفہ یوم ولادت ہی سے مقرر کر دیا جائے گا۔"

ایک بدوی سے ہمدردی۔

ایک گشت میں ایک بدوی ملا۔ اس کے خیمے کے پاس بیٹھ کر اس کے حالات پوچھنے لگے۔ اتنے میں خیمے کے اندر سے رونے کی آواز آئی۔ اس کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا میری بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہے اور کوئی ہمدرد عورت پاس نہیں۔ فوراً دوڑے گئے اور اپنی بیوی حضرت اُم کلثومؓ کو بلا لائے۔ جو اس کی جورو کے پاس جا کے بیٹھیں۔ اور اس کی دلدہی کرنے لگیں۔ تھوڑی دیر میں حضرت اُم کلثومؓ نے خیمے کے اندر سے پکار کے کہا "امیر المومنین اپنے دوست کو فرزند کی مبارکباد دیجیے۔" بدوی نے امیر المومنین کا لفظ سُنا تو گھبرا کے آپ کی صورت دیکھنے لگا۔ فرمایا کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔ کل میرے پاس آنا میں اس بچے کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔

اسراف سے بچانا

یہ عام فیاضیاں اور محتاجوں کو گلی کوچوں میں ڈھونڈھتا پھرتا تھا مگر ساتھ ہی یہ بھی خیال تھا کہ خزانۂ خلافت کا ایک پیسہ ضائع نہ ہونے پائے۔ چنانچہ مستحقین کے حال پر جس قدر مہربان تھے اُسی قدر غیر مستحقوں کے لیے سخت تھے۔ کسی فقیر نے سامنے آ کر سوال کیا جھولی میں آٹا بھرا ہوا تھا جھولی چھین لی۔ آٹا اونٹوں کے سامنے ڈال دیا اور اس سے کہا "مانگتا ہے تو اب مانگ"

غیر مستحقوں کے ساتھ سختی۔

یعنے اب تو خیرات پانے کا مستحق ہے۔ اس بارے میں یہاں تک سخت تھے کہ عالموں قرآن کے معلموں، شرع کی تعلیم دینے والوں سے صاف فرمادیا کہ "لاتکونوا عیالاً للناس" یعنے لوگوں کے عیال نہ بنجاؤ۔ اور اپنا بار اُن کے سر نہ ڈالو۔ ایک بار ایک گروہ خدمت میں حاضر ہوا۔ ان لوگوں نے تنگدستی و کثرت عیال کی شکایت کی اور درخواست کی کہ ہمیں جو وظیفہ ملتا ہے اس میں کچھ بڑھا دیجیے۔ فرمایا یہ سب خود تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ تم لوگوں نے خدا کے مال سے اپنے گھروں میں سوتیں بڑھائیں خدمتگار اور غلام رکھے۔ میری تو یہ تمنا تھی کہ میں اور تم دونوں ایک کشتی پر سوار ہوتے اور سمندر کی موجوں کے تھپیڑے کھاتے ہوتے جو کشتی کو کبھی مشرق میں پھینکتیں اور کبھی مغرب میں۔ اس وقت خوب عاجز آ کے تم ایک کو حاکم بناتے۔ وہ اگر سیدھے راستے پر چلتا تو اس کی پیروی کرتے اور بھٹکتا تو اس کو قتل کر ڈالتے۔ حضرت طلحہ یہ تقریر سُن رہے تھے کہا "اس میں کیا مضائقہ تھا کہ آپ کہتے لوگ اس کو معزول کر دیتے؟" فرمایا "نہیں قتل سے بعد والے کو زیادہ تنبہ ہوتا ہے۔"

بیٹی کا پاس نہ کیا۔

کہیں کا مال غنیمت آیا ہوا تھا۔ ام المومنین حفصہ نے ذوی القربیٰ میں شامل ہونے کی بنا پر اس میں سے مانگا۔ فرمایا "تم میری بیٹی اور میرے مال سے پانے کی مستحق ہو۔ مگر یہ میرا مال نہیں ہے" چنانچہ کچھ نہ دیا اور وہ مانگنے پر نادم ہو کے چلی گئیں۔

نہ زوجہ محترمہ کا۔

خود ان کی محبوبہ بیوی جناب ام کلثوم کا واقعہ ہے کہ جب قیصر روم سے اور حضرت فاروق سے دوستانہ مراسلت جاری تھی انھوں نے چند عطر کی شیشیاں قیصر کی ملکہ کے پاس تحفہ کے طور پر بھیجیں۔ قیصرہ نے اس کے معاوضے میں ان شیشیوں کو جواہرات سے بھروا کے واپس کر دیا۔ حضرت عمر کو معلوم ہوا تو فرمایا "یہ نامہ و پیام اور ایلچی کا جانا خلافت کے مصارف سے ہوا ہے۔ لہذا یہ جواہرات تمہارے نہیں بیت المال کی جائداد ہیں۔" یہ کہہ کے اُن کو بیت المال میں داخل کر دیا۔

اپنے لیے بھی ویسی ہی احتیاط

فقط دوسروں ہی کے لیے نہیں وہ اپنے لیے بھی ایسی ہی احتیاط کرتے۔ ایک بار بیمار تھے طبیب نے شہد تجویز کیا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا مگر خود سے اس کو اپنے صرف میں لانا جائز نہ سمجھے۔ مسجد میں لوگوں کو جمع کیا۔ اُن کے سامنے اپنی یہ ضرورت بیان کر کے بیت المال سے تھوڑا شہد لینے کی اجازت حاصل کی تب اس شہد کو ہاتھ لگایا۔

فرزندوں کو نفس کشی کا سبق۔

جیسی نفس کشی خود کرتے تھے ویسی ہی اپنے متعلقین اور فرزندوں سے چاہتے تھے۔ ایک بار

اپنے فرزند عاصم کو دیکھا کہ بیٹھے گوشت کھا رہے ہیں جو قیمتی اور پرتکلف غذا تھی۔ تعجب سے پوچھا "یہ کیا ؟" انھوں نے کہا "آج گوشت کھانے کو میرا بھی جی چاہا تھا۔" فرمایا "تو کیا جس چیز کو جی چاہا ہے اس کو آدمی کھانے بھی لگے !"

ان کی نفس کشی وضع ولباس اور طرز زندگی اور غریبوں کے پاس خود غلہ لادکے لیجانے اور ان کی خدمت بجالانے سے بخوبی ظاہر ہوتی تھی۔ چاہے کیسی محنت کا کام ہو جہاں تک ممکن ہوتا خود کرتے۔ احنف بن قیس ایک روز ملنے کو آئے تو دیکھا بیت المال کا ایک اونٹ چھوٹ کے بھاگا ہے اور وہ خود اس کے پکڑنے کے لیے دوڑ رہے ہیں۔ ان کی صورت دیکھی تو فرمایا "آیئے آپ بھی اونٹ پکڑنے میں مدد دیجیے" کسی نے کہا "تو آپ خود کیوں تکلیف کرتے ہیں ؟ کسی غلام کو حکم دیجیے پکڑ کے باندھ دے گا" فرمایا "مجھ سے بڑھ کے غلام کون ہوگا ؟ جانتے بھی ہو کہ اس ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق شامل ہے !"

خلافت کے معمولی کام بھی خود کرتے تھے

نافع عبسی کا بیان ہے میں ایک روز حضرت عمر اور حضرت علی کے ساتھ اس مخزن میں گیا جہاں زکوٰۃ کی چیزیں جمع تھیں۔ حضرت عثمان بھی ساتھ تھے وہ لکھنے کو زمین پر بیٹھ گئے جو حضرت عمر بتاتے اس کو لکھتے جاتے یہ سخت دھوپ اور تپش کا زمانہ تھا مگر عمر فاروق دھوپ میں کھڑے تھے۔ اس وقت فقط دو چادریں اُن کے لباس میں تھیں ایک کا تہمد بندھا تھا۔ دوسری سر میں لپیٹ لی تھی اور کھڑے ہوئے اونٹوں کا شمار ان کے رنگ اور دانت لکھوا رہے تھے۔ حضرت علی نے آپ کو اس جفاکشی سے قومی خدمت میں منہمک دیکھ کر چپکے سے حضرت عثمان سے کہا خدا نے قرآن میں "قوی امین" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ یہ قوی امین ہیں اور حضرت عمر کی طرف اشارہ کیا۔

جفاکشی

اس پر حضرت علی کی رائے

اور اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ ان امور کا اپنے آپ کو خدا کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ جانتے اور محاسبۂ اُخروی کا خیال ہر وقت دل میں موجود رہتا۔ چنانچہ ایک روز بر سر منبر خطبہ میں فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے محمد کو مبعوث بہ نبوت کیا۔ اگر ایک اونٹنی بھی فرات کے کنارے بے وجہ ضائع ہوئی تو مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ مجھ سے اس کا جواب طلب کرے گا۔

محاسبۂ اخروی کا خوف۔

دینداری کا جس قدر انہماک تھا۔ رسول خدا صلعم کے ساتھ جیسی محبت تھی اور دل پر حضرت رسالت کی جیسی دہشت چھائی رہتی تھی اُن کے واقعات زندگی سے بخوبی ظاہر ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ ممکن نہ تھا کہ کسی عقیدے یا محبت میں غلو اعتدال کے درجے سے نکال لے جائے۔ اصول توحید کو خوب سمجھے ہوئے تھے۔ ان کی خود پیروی کرتے اور اوروں سے بھی کراتے۔

دینداری میں اعتدال۔

حج کے موقع پر لوگوں کو حجر اسود کے لیے جوش و خروش سے ہجوم کرتے دیکھ کر قریب گئے۔ اور حجر اسود کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے اور یہ تیرے اختیار سے باہر ہے کہ کسی کو نقصان یا ضرر پہونچائے۔ حضور رسالت کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں ہرگز تجھکو نہ چومتا۔

حجر اسود سے خطاب۔

اسی طرح جب یہ دیکھا کہ وہ درخت جس کے نیچے رسول خدا صلعم نے حج کی مزاحمت کرنے والوں سے نپٹنے کے لیے بیعت لی تھی۔ اور قرآن میں بھی اس کا ذکر آیا ہے کہ اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" لوگ اس کی غیر معمولی تعظیم کرنے لگے ہیں تو اس کو جڑ سے کٹوا ڈالا کہ اسلام میں شرک کی بنیاد نہ پڑ جائے۔

جس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی اس کو کٹوا ڈالا۔

پیری دین میں اس سختی و آزادی کے ساتھ رقت قلب اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ بعض اوقات قرآن کے سننے کی بھی تاب نہ لا سکتے تھے چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کبھی ایسا ہوتا کہ کسی آیت کو سُن کر گر پڑتے اور ایسی حالت ہو جاتی کہ لوگ عیادت کو آتے۔ ایک بار ایک قاری کو سورۂ طٰہٰ پڑھتے سُن رہے تھے۔ جب اس نے یہ آیت پڑھی "ان عذاب ربک لواقع مالہ من دافع" بے اختیار گر پڑے۔ لوگ اٹھا کے گھر لائے اور مہینہ بھر تک ایسے بیمار رہے کہ کہیں آنے جانے کے قابل نہ تھے۔

رقت قلب۔

عاجزی و بے نفسی کا یہ حال تھا کہ ابوبکر کی طرح آپ بھی اپنی کچھ وقعت و حقیقت نہ سمجھتے ایک دن لوگوں سے باتیں کرتے کرتے ایک تنکا اٹھا لیا۔ اور فرمایا "کاش میں یہ تنکا ہوتا کاش میں کچھ نہ ہوتا۔ کاش میری ماں نے مجھے جنا نہ ہوتا۔ اور کاش میں نسیاً منسیا ہوتا"!

عاجزی۔

مگر ایسی فروتنی کرنے والے ہی وہ بزرگان اُمت ہوتے ہیں کہ خود وہ تو نسیاً منسیا ہونا چاہتے ہیں مگر زمانہ اُن کو اپنے سر پر بٹھا کے قیامت تک دنیا کے سامنے پیش کرتا رہتا ہے اور اُن کی یاد کا مٹنا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔

عبد اللہ بن مسعود جو اکابر صحابہ میں تھے اور اسلام کی حالت آخر تک دیکھتے رہے تھے اکثر کہا کرتے "عمر بن خطاب کا اسلام لانا فتح تھا۔ ان کی ہجرت تائید الٰہی تھی۔ اور ان کی امامت خدا کی رحمت تھی"۔ اس کے سوا یہ بھی ان کا مقولہ تھا کہ "عمر ہم سے بڑے عالم اور ہم سب سے بڑے فقیہہ تھے"! چنانچہ آپ کے عالم ترین امت ہونے کے بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ جن کو ائمہ حدیث نے صحیح اور مضبوط روایتوں سے نقل کیا ہے۔ جن میں حضور رسالت کے یہ ارشاد خاص طور پر توجہ کے قابل ہیں۔ اول یہ کہ ارشاد ہوا خدا نے عمر کے زبان و قلب پر حق کو جاری کیا ہے۔

انکی نسبت ابن مسعود کی رائے۔

امت میں سب سے بڑے عالم۔

انکی شان میں حدیثیں۔

اور دوسرے یہ کہ "میرے بعد اگر کوئی پیغمبر ہوتا تو وہ عمر ہوتے"۔ چنانچہ حضور رسالت کے عہد میں بیس سے زیادہ ایسے واقعات پیش آئے جن میں وحی الٰہی نے حضرت فاروق کی رائے سے اتفاق کیا۔ محدثین نے ان سب واقعات کو گنوایا ہے۔

تراویح برکت فاروقی ہے

عبادات میں تراویح کو جماعت سے پڑھنا بھی حضرت عمرؓ ہی کی ایک برکت ہے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ماہ رمضان میں شب میں نماز پڑھا کرنے پر بکثرت رغبت دلایا کرتے تھے بغیر اس کے کہ اس کے لیے کوئی حکم نافذ فرمائیں۔ ایک رمضان میں آپ نے تین شب مسجد میں تشریف لا کر نماز پڑھی تو ہر روز آپ کے پیچھے صحابہ کا ہجوم زیادہ ہونے لگا چوتھی رات کو آپ باہر تشریف نہیں لائے۔ صبح کو ارشاد فرمایا اس خوف سے کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔ میں باہر نہیں نکلا۔ غرض مسلمان ماہ رمضان میں راتوں کو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ سب لوگ مل کے جماعت سے پڑھا کریں اور اقطار ارض میں جہاں جہاں آپ کے والی تھے اور مسلمان پھیلے ہوئے تھے آپ نے حکم بھیج دیا کہ لوگ مساجد میں اسی شان سے جمع ہو کر نوافل قیام رمضان بجماعت ادا کیا کریں۔

دنیا دوسرا شخص نہیں دکھا سکتی

یہ حضرت فاروق کے ذاتی خصائل و عادات تھے۔ اور ان کو دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ ان اخلاقی روحانی اور دینی صفات کا دوسرا شخص دنیا کی تاریخ میں نہیں نظر آ سکتا۔ اب آپ کی تمدنی و سیاسی زندگی کو ہم آیندہ فصل میں دکھائیں گے۔

اکیسویں فصل

فاروقی سیاست و تمدن

تمدن اسلام حضرت فاروق سے پہلے۔ کوئی تمدن تھا ہی نہیں۔ نظام عہد نبوت نظام عہد صدیقی۔ سیاست اسلامی عہد فاروقی میں منضبط ہوئی۔ حضرت فاروق کا سا کوئی مدبر نہیں گزرا۔ پورے حالات نہیں معلوم ہو سکتے۔ بے لوثی۔ عزیزوں کو تنبیہ۔ مجلس شوری۔ اُس کے اجلاس کی شان۔ آزادی رائے کی قدر۔ ہر ملک کے انتظام میں ابنائے دطن سے مشورہ۔ مسلمانوں کے حقوق کی نگہداشت۔ رعایا کی دلداری۔ والیوں کا تقرر۔ اُن کے تقرر کا طریقہ۔ وہ کیسے خدمت کا جائزہ لیتے؟ والیوں سے کیا عہد لیا جاتا؟ تقرر کے وقت ان کا مال و اسباب لکھ لیا جاتا۔ وہ مجاز نہ تھے کہ کسی کو ماریں پیٹیں۔ اُن کا اصلی فرض۔ ہر سال حج میں والیوں سے باز پرس۔ ایک والی کو سزا۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص پر قصاص۔ والیوں کے نگران محمد بن مسلمہ۔ والی الجزیرہ عیاض بن غنم کو سزا۔ ہند بنت عتبہ کو بیت المال سے قرض دینا۔ اور اُس کو سختی سے وصول کرنا۔ صوبوں کی تقسیم۔ نوآبادیوں اور لشکرگاہوں کے قائم کرنے کی مصلحت۔ صوبوں کے عہدہ دار۔ قدیم فتح یاب عربوں کا معمول۔ مفتوحہ ممالک پر قبضہ خلافت۔ اُس کی برکتیں۔ اور تمدن اسلام کی بنیاد۔ مفتوحہ ملکوں کے پہلے انتظام کی خرابیاں۔ نظام فاروقی سے رعایا کا فائدہ۔ عربوں کو وہاں زمیندار بننے کی ممانعت۔ اس کی مصلحت کسی فاتح نے رعایا کے ساتھ ایسا اچھا سلوک نہیں کیا۔ انصاف میں مسلم و غیر مسلم کا فرق نہ تھا۔ عدالتی انتظام۔ زید بن ثابت قاضی مدینہ۔ ان کی غیر جانبداری کی آزمائش ہوگئی تھی۔ اس دور کی یادگاریں ہندوستان میں۔ بیت المال قائم کرنا۔ وظائف۔ دفتر خلافت کا قیام۔ فوجی انتظام۔ عربوں میں پہلی ترتیب فوج۔ مقررہ فوجیں۔ عہدہ داران فوج۔ محکمۂ جاسوسی۔ مسلمانوں کی مخبری۔ گھوڑوں کی نسل بڑھانے کا انتظام۔ دار العرب۔ سنہ ہجری کی بنیاد۔ راتوں کو پھرنے کی انتظامی مصلحت۔ عورت جو قبل از وقت بچہ کا دودھ چھڑا رہی تھی۔ عورت جو شوہر کے فراق میں پریشان تھی۔

معقول پسندی۔ مستقل دولت اسلام کی بنیاد۔ دورہ کرنے کا ارادہ۔ کسی مخالفت کو ابھرنے نہ دیا۔ بنی ہاشم کو عہدوں پر مقرر نہ کرنے کی وجہ۔ اپنے عزیزوں کو بھی کوئی عہدہ نہ دیا۔ یہی وصیت اوروں کو۔ اس پر عمل نہ ہونے کا عذر۔

تمدن اسلام حضرت فاروقؓ سے پہلے۔

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں[1] کہ مجاہدین اسلام کی تلوار نے جس ملک کو فتح کر لیا تھا اس کا نظم و نسق کیا تھا اور کیسا تھا اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تدبر و دانائی کو کس قدر دخل تھا۔ اگرچہ اسلامی تمدن اور نیز سیاست کا آغاز حضرت سرور عالم صلعم کی ذات سراپا برکات اور قرآن مجید سے ہوا لیکن عملی صورت میں حضرت عمرؓ سے پہلے جو کچھ ہوا۔ محض عرب کی اندرونی حالت اور قبائل عرب کے انتظام تک محدود تھا۔ تاہم دنیا کی قدیم ترقی یافتہ اور متمدن قوموں کے مقابلے میں دیکھیے تو سچ یہ ہے کہ عربوں میں کوئی قانون حکمرانی تھا ہی نہیں۔

کوئی تمدن تھا ہی نہیں۔

ہر طرف دشت و جبل پھیلے ہوئے تھے ایسی سر سبز و شاداب زمینیں بہت کم تھیں کہ حکومت کا انتظام زمین اور پیداوار کے لحاظ سے کیا جا سکے۔ اس سر زمین میں جو کچھ نظم و نسق ہو سکتا تھا وہ بلحاظ قبائل کے افراد اور ان کے شیوخ کے تھا۔ مگر قبائل عرب بھی اس قدر دور دور پھیلے ہوئے تھے اور ان کے ماتحت بطون اس قدر جدا اور منتشر تھے کہ ان کو کسی ایک سلسلے میں منسلک کر دینا قریب قریب غیر ممکن تھا اور یہی سبب تھا کہ اسلام سے پہلے ان میں کوئی خاص ممتاز تمدن تھا ہی نہیں۔ حضور سرور عالم پہلے ہادی و مقنن تھے جنھوں نے پیمبرانہ اثر اور دین کی قوت سے قبائل عرب کو ایک سلسلے میں منسلک فرما کے سب کو ایک اصول ایک عقیدے اور ایک خیال کا پابند بنا لیا اور اسی وقت معاشرت کا ایک سادہ تمدن بھی عرب میں پیدا ہو گیا۔ مگر ایسا قانون نظم و نسق جو آباد ملکوں اور سر سبز و شاداب زمینوں میں بکار آمد ہو نہیں تیار ہونے پایا تھا کہ حضور سرور عالم تکمیل دین کے مقصد کو پورا کر کے دنیا سے تشریف لے گئے۔ گو کہ اس میں ذرا شک نہیں کہ قرآن و حدیث سے ایسے جامع اصول قائم ہو چکے تھے کہ وہ ایک اعلیٰ ترین نظم سیاسی کا ماخذ ہو سکیں۔

نظام عہد نبوی

[1] اس فصل کے واقعات عموماً ابن اثیر، تاریخ الخلفائے علامہ سیوطی اور مولانا شبلی مرحوم کی الفاروق سے ماخوذ ہیں۔

نظام عہد صدیقی

حضرت صدیق کے مختصر عہد خلافت کا ابتدائی حصہ مرتدوں اور باغیوں کی سرکوبی و اصلاح میں اور آخری حصہ جہاد و فتوحات میں صرف ہو گیا۔ اور جو ملک علم اسلام کے سایہ میں آئے تھے ہنوز فوجی انتظام میں تھے کہ آپ نے بھی سفر آخرت فرمایا۔

سیاست اسلامی عہد فاروقی میں منضبط ہوئی

شریعت کا اصلی قانون سیاست عملی صورت میں حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت ہی میں مروج و منضبط ہو سکا جبکہ ممالک روم و عجم و مصر پوری طرح قلمرو خلافت میں شامل ہو گئے۔ اور ضرورت پیش آئی کہ ان ملکوں کے لیے نظم و نسق کے قانون بنائے جائیں۔ حضرت عمر جیسے ایک

حضرت عمر جیسا کوئی مدبر نہیں گزرا۔

اُمی قوم کے سادہ مزاج سردار کا جس کی ابتدائی عمر بھیڑیں چرانے۔ کشتی لڑانے۔ تجارت کرنے اور بہت معمولی نوشت و خواند کی تعلیم میں صرف ہوئی تھی۔ اور متمدن اقوام عالم کے قوانین حالات سے بے بہرہ تھا۔ اتنا بڑا مدبر عالم ثابت ہو جانا کہ اس کے مقابلے میں دنیا کی کسی قوم کا کوئی اعلیٰ ترین مدبر بھی نہیں پیش کیا جا سکتا۔ نہایت ہی حیرت کی بات ہے۔ اور بجز اس کے کہ اس کو مدرسۂ نبوت کی تعلیم کی ایک معجز نما برکت بتایا جائے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

پورے حالات نہیں معلوم ہو سکے

اگرچہ اس بارۂ خاص میں حضرت فاروق کی اعلیٰ ترین سیاست و قابلیت سے جو کچھ ہوا ہمیں اس کا عشر عشیر بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ اس لیے کہ اگرچہ مسلمانوں نے حالات صحابہ و بزرگان قرون اولیٰ کے حالات کا پتہ لگانے اور سیر کا ایک بڑا وسیع علم پیدا کر دینے میں بے نظیر کوششیں کی ہیں۔ مگر جو کچھ کیا ہے اس کا مقصد اصلی علوم نبوت کا حاصل کرنا تھا نہ یہ کہ حضرت عمر کے عہد کے تمدن اور اس دور مبارک کے قوانین نظم و نسق کو بتائیں۔ تاہم کتب تاریخ کے تتبع سے جو کچھ معلوم ہو سکتا ہے ہم اس کو بیان کرتے ہیں۔

بے لوثی۔

ایک اعلیٰ قانون حکمرانی بنانے میں حضرت عمر کے کامیاب ہو جانے کا اصلی راز یہ تھا کہ آپ سب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے۔ اور غیر ممکن تھا کہ چاہے کیسا ہی نازک اور اہم معاملہ ہو کسی کی جنبہ داری کریں۔ خود اُن کے پوتے سالم بن عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں اُن کا معمول تھا کہ جب کوئی حکم جاری کرتے۔ یا لوگوں کو کسی بات سے روکنا ہوتا تو سب سے پہلے یہ کارروائی کرتے کہ

عزیزوں کو تنبیہ۔

اپنے تمام اعزا اور گھر والوں کو جمع کر کے کہتے "میں نے فلاں فلاں کاموں سے لوگوں کو منع کیا ہے۔ اس حالت میں سب لوگوں کی نظر تمہاری طرف ہے اور تم کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جس طرح گوشت خوار چڑیا گوشت کو دیکھتی ہے۔ لہٰذا میں قسم کھا کے کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی کو ان امور کا مرتکب پاؤں گا تو اسے اوروں کی بہ نسبت دونی سزا دوں گا"۔

مجلس شوریٰ

آپ کا طرز حکمرانی یہ تھا کہ ایک مجلس شوریٰ قائم کر رکھی تھی جس کے ارکان مہاجرین و انصار تھے۔ معمولی اوقات میں ان دونوں محترم گروہوں کے منتخب و مخصوص لوگ جمع کر لیے جاتے اور اہم معاملات کے موقع پر سب کو مجلس شوریٰ میں شریک ہونے کی اجازت ہوتی۔ جہاں

اس کے اجلاسوں کی شان۔

کوئی غور طلب معاملہ پیش آیا مدینے میں پکار دیا جاتا کہ "الصلوۃ جامعۃ" (نماز تیار ہے) اندا میں اس جملے کے استعمال کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ہمیشہ ایسے مجمع نماز ہی کے اوقات میں ہوا کرتے۔ اور نماز کے بعد حضرت عمر منبر پر کھڑے ہو کر ایک خطبہ کے عنوان سے وہ مسئلہ پیش کر دیتے۔ اس کے بعد بحث شروع ہو جاتی۔ اور جس کسی کو کچھ کہنا ہوتا اپنے مقام پر کھڑے ہو کے کہتا۔

آزادی رائے کی قدر۔

آزادی رائے کے آپ اتنے بڑے حامی تھے کہ آپ کی طرف کوئی چاہے کیسے ہی سخت الفاظ سے خطاب کرے۔ آپ فقط تحمل و بردباری سے برداشت ہی نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔

ہر ملک کے انتظام میں اہل وطن سے مشورہ۔

جس ملک یا سرزمین کا معاملہ پیش آتا اس میں کوئی رائے قائم کرنے یا حکم دینے سے پہلے وہیں کی رعایا میں سے بعض تجربہ کار و ذی عقل لوگوں کو بلا کے مشورہ لیتے۔ اور ان کی رائے صحیح معلوم ہوتی تو فوراً قبول کر لیتے۔ چنانچہ ممالک روم و عجم کا بندوبست اور انتظام کرتے وقت وہیں کے واقف کار مسیحی و آتش پرست سرداروں کو بلا کے دریافت کیا کہ رومیوں اور عجمی سلطنت کے عہد میں کیا انتظام تھا۔ اور کس عنوان سے حکومت کی جاتی تھی۔ پھر اُن کے مروجہ قوانین سے اخذ کر کے آپ نے اپنے انتظامی قوانین جاری فرمائے۔ اور اگلے قانونوں میں جو نقص و عیب پایا اس کو دور کر دیا۔

مسلمانوں کے حقوق کی نگہداشت۔

مگر اس کے ساتھ یہ احتیاط بھی تھی کہ اس کے ہرگز روادار نہ تھے کہ اپنے آپ کو کسی غیر قوم والے کے ہاتھ میں دے دیں یا اس کو ایسی خدمت پر مقرر کر دیں جس کا مسلمانوں کے فلاح و بہبود پر اثر ہو سکتا ہو۔ جب آپ نے دفتر قائم کیا ہے۔ اور تمام احکام و وظائف قلمبند کیے جانے لگے تو کسی نے عرض کیا "انبار میں ایک غیر مسلم شخص ہے جو بے نظیر دفتری قابلیت رکھتا ہے۔ اس کو بلا کر آپ اپنا کاتب (سر دفتر) مقرر فرمائیں۔" فرمایا "اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ میں مومنین کو چھوڑ کر اور لوگوں کو امتیاز دوں۔"

رعایا کی دلداری۔

ان دو باتوں کی ہمیشہ کوشش رہتی کہ کوئی امر رعایا کی مرضی کے خلاف نہ ہونے پائے۔ اور انصاف آسان اور سستا رہے۔ رعایا کی شکایت پر والیوں کو فوراً موقوف کر دیتے۔

اور انھیں لوگوں سے مشورہ کر کے ایسے شخص کو والی مقرر کرتے جس کی نسبت اطمینان ہوتا کہ لوگ اس سے راضی رہیں گے۔

والیوں کا تقرر

سب سے نازک معاملہ والیان ملک کے تقرر کا تھا۔ لوگوں کی فطرت میں داخل ہے کہ عنان حکومت ہاتھ میں آتے ہی قومی اور انسانی اصول مساوات کو بھول کر خود رائی کرنے لگتے ہیں۔ دولت مندی کے عیوب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور بے اعتدالی اور بے انصافی کرنے لگتے ہیں۔ اس کا آپ کو بے انتہا خیال رہتا اور خدمت ولایت پر چاہے کیسا ہی جلیل القدر صحابی ہوتا انصاف کرنے میں اس کی مطلق رو رعایت نہ کرتے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص۔ عمار بن یاسر۔ ابو موسیٰ اشعری۔ مغیرہ بن شعبہ معمولی لوگ نہ تھے مگر حضرت عمر نے ان کے معاملوں میں رعایا کے مقابل ان کی ذرا بھی مروت اور جنبہ داری نہیں کی۔

ان کے تقرر کا طریقہ

جو والی و عامل مقرر ہوتا اس کو دربار خلافت سے ایک فرمان عطا ہوتا جس میں اس کے تقرر کے تذکرے کے ساتھ اس کے فرائض و اقتدارات درج ہوتے۔ پھر اس پر بہت سے مہاجرین و انصار کی گواہیاں ثبت ہوتیں۔ اپنے علاقے میں پہونچ کے اس عامل کا پہلا کام یہ ہوتا کہ لوگوں کو جمع کر کے رعایا کے مجمع عام میں اس فرمان کو کھڑے ہو کر سنائے جس سے رعایا کو اپنے اور اس حاکم کے حقوق وضاحت کے ساتھ معلوم ہو جاتے۔

وہ کیسے خدمت کا جائزہ لیتے۔

والیوں سے کیا عہد لیا جاتا۔

اس کے علاوہ ہر عامل و والی سے تقرر کے وقت عہد لیا جاتا کہ وہ ترکی گھوڑے پر نہ سوار ہوگا۔ باریک کپڑے نہ پہنے گا۔ میدے کی روٹیاں نہ کھائے گا۔ دروازے پر دربان نہ رکھے گا۔ اور اہل حاجت کے لیے اس کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔ اسی قدر نہیں جس وقت کسی ملک کی حکومت پر کسی کا تقرر ہوتا تو اس کا سارا مال و اسباب اور اس کی ساری جائداد قلمبند کر لی جاتی۔ تقرر کے بعد جب مناسب معلوم ہوتا ان چیزوں کا جائزہ لیا جاتا اور جو کچھ بڑھتا یا اس علاقے کے مسلمانوں میں بٹوا دیا جاتا یا بیت المال میں داخل کر لیا جاتا۔

تقرر کے وقت ان کا مال و اسباب لکھ لیا جاتا۔

وہ مجاز نہ تھے کہ کسی کو زد و کوب کریں۔

تاکید تھی کہ بجز شرعی حد یا احکام عدالت کے اور کسی صورت میں والی رعایا میں سے کسی شخص پر سختی و تشدد نہ کرے۔ اور کبھی کسی کے مارنے پیٹنے کا ارادہ نہ کرے۔ ایک روز حضرت عمر نے بر سر منبر خطبے میں فرمایا "لوگو! میں نے عاملوں کو تمھارے پاس اس لیے نہیں بھیجا ہے کہ وہ تمھیں ماریں پیٹیں۔ اور نہ اس لیے کہ تم سے روپیہ لیں۔ میں ان کو فقط اس لیے بھیجتا ہوں کہ تمھیں دین و سنت نبوی کی تعلیم دیں۔ لہٰذا اگر کوئی والی بجز اس کے کچھ اور کرے تو تم بے تکلف اس کو میرے سامنے

ان کا اصلی فرض۔

پیش کرو۔ قسم ہے خدا کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے کہ میں اس پر قصاص کا حکم جاری کروں گا۔" عمرو بن عاص جو مصر کے حاکم اور نہایت تیز مزاج اکابر قریش میں سے تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا امیر المومنین۔ اگر کسی والی نے اپنے رعایا کو سزا دی تو کیا آپ اس پر قصاص کا حکم جاری کریں گے؟" فرمایا "خدا کی قسم اس سے قصاص لوں گا۔ اور کیوں نہ لوں؟ خود رسول اللہ صلعم کو دیکھ چکا ہوں کہ اپنی ذات مبارک پر قصاص جاری فرمایا۔ پھر اور کسی شخص کی کیا ہستی ہے؟ خبردار تم لوگ نہ مسلمانوں کو مارو جس میں وہ ذلیل و بے قدر ہوں۔ اور نہ ان کی اتنی تعریف کرو کہ فتنے میں پڑ جائیں نہ ان کے حقوق کو ان سے روکو کہ سرکش ہو جائیں۔ اور نہ ان کو اتنا گراؤ کہ ہاتھ سے کھو دو۔"

ہر سال حج میں والیوں سے باز پرس۔

تمام عاملوں کو حکم تھا کہ ہر سال موسم حج میں آکر شریک حج ہوں اس موقع پر آپ عام لوگوں میں کھڑے ہو کر باآواز بلند فرماتے کہ "جس کسی کو کسی عامل سے کچھ شکایت ہو میرے سامنے بیان کرے۔" فوراً ہر طرف سے شکایتوں کا دفتر کھل جاتا۔ اور آپ بخوبی تحقیقات فرما کر مناسب فیصلہ فرماتے۔

ایک والی کو سزا۔

ایک ایسے ہی موقع پر جبکہ تمام عامل اور والیان ملک جمع تھے ایک شخص نے اُٹھ کر اپنے علاقے کے عامل کی شکایت کی کہ اس نے مجھے بے قصور سو کوڑے مارے۔ آپ نے تحقیقات کی تو اس کا دعویٰ سچ ثابت ہوا۔ بلا تامل فریادی کو حکم دیا کہ اسی بھرے مجمع میں اس والی کو سو کوڑے مارے۔ یہ دیکھ کر عمرو بن عاص نے اٹھ کر عرض کیا کہ یہ امر تمام عاملوں کو گراں گزرے گا۔" ارشاد ہوا "یہ نہیں ہو سکتا کہ ملزم سے انتقام نہ لیا جائے۔" آخر عمرو بن عاص نے اس مستغیث کو بہ منت و سماجت اس پر راضی کیا کہ ایک ایک کوڑے کے عوض دو دو اشرفیاں لے لے اور اپنے والی کا قصور معاف کر دے۔

ابن عمرو بن عاص پر قصاص۔

مگر انہیں عمرو بن عاص کے ایک فرزند نے کسی شخص کو بے وجہ مارا تھا۔ حضرت عمر نے اُن کو خاص ان کے باپ کے سامنے اسی شخص کے ہاتھوں کوڑے سے پٹوایا۔ اور کسی کی مجال نہ تھی کہ دم مارے۔

اُن کا اصلی فرض۔

یہ تو وہ شکایتیں تھیں جن میں مستغیث و ملزم دونوں موجود ہوتے۔ زیادہ تر وہ شکایتیں بھی جو ممالک دور دراز سے پہونچتیں۔ اس کی تحقیقات کے لیے آپ نے ایک محترم صحابی محمد بن مسلمہ کو مقرر کر رکھا تھا۔ وہ بڑے نیک نفس بزرگ تھے۔ اور کسی کی جنبہ داری نہ کرنے میں حضرت عمر کے ہم مذاق تھے۔ ان کی ایک انسپکٹر جنرل کی سی حیثیت تھی۔ جس مقام سے شکایت کی آواز بلند ہوئی فوراً حضرت عمر کے حکم سے جا پہونچتے۔ مجمع عام کے سامنے فریقین کا اظہار لیتے۔ اور بلا رو رعایت

راستے قائم کرتے۔ انھیں نے مصر میں جاکر عمرو بن عاص کی ساری جائداد کا جائزہ لیا۔ اور جو کچھ بڑھا اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ جب سنا گیا کہ سعد بن ابی وقاص نے کوفہ میں ایک عمارت بنوائی ہے جو قصر سعد کہلاتی ہے اور اس کے دروازے پر پہرہ رہتا ہے تو یہی حضرت عمر کے حکم سے گئے۔ اور اس قصر کے دروازے پر آگ لگا کے واپس آئے۔ اور دوبارہ جب سعد کی شکایت ہوئی تو کوفہ میں پہونچکر شکایت کی بخوبی تفتیش کی۔ اور اکثر معززین شہر کا اظہار لے کر حضرت سعد کو اپنے ساتھ مدینے میں لے آئے۔

والی الجزیرہ عیاض بن غنم کو سزا۔

اس سے بھی زیادہ اہم خدمت محمد بن مسلمہ نے اس وقت انجام دی جب سنا گیا کہ والی الجزیرہ عیاض بن غنم باریک کپڑے پہنتے ہیں۔ اور دروازے پر دربان پہرہ دے رہا ہے۔ محمد بن مسلمہ اچانک جا پہونچے۔ دیکھا کہ واقعی عیاض ایک باریک کرتہ پہنے بیٹھے ہیں۔ اور دروازے پر دربان پہرہ دے رہا ہے۔ اسی وضع و حالت میں ان کو مدینے میں پکڑ لائے۔ حضرت عمر نے وہ باریک کرتہ اتروا کے انھیں کمل کا کرتہ پہنایا۔ اور بکریوں کا ایک گلہ دے کر کہا اس کو لیجا کے جنگل میں چراؤ۔ عیاض بار بار کہتے تھے کہ اس سزا سے تو مر جانا بہتر ہے مگر مجال انکار نہ تھی ان کی ناگواری دیکھ کر حضرت عمر نے فرمایا "تمھیں بکریاں چراتے شرم کیوں آتی ہے؟ تمھارے باپ نے اس قدر بھیڑیاں چرائیں کہ ان کا لقب ہی غنم پڑ گیا تھا۔

ہند بنت عتبہ کو بیت المال سے قرض دینا۔

حضرت معویہ کی والدہ ہند بنت عتبہ کو تجارت کی غرض سے چار ہزار درہم بیت المال سے دلوا دیے تھے۔ وہ مال تجارت لے کر بنی کلب کی سرزمین میں گئیں اس مال کو بیچا اور وہاں سے مدینے میں واپس آئیں تو گھاٹے کا اظہار کر کے چاہا کہ کچھ رقم چھوڑ وائیں۔ حضرت عمر نے فرمایا "میرا روپیہ ہوتا تو میں چھوڑ دیتا۔ بیت المال میں جو کچھ ہے مسلمانوں کا مال ہے۔ اس میں سے ایک حبہ بھی نہیں چھوٹ سکتا۔" اور پوری رقم وصول کر لی۔

اور اس کو سختی سے وصول کرنا۔

صوبوں کی تقسیم۔

مملکت کے انتظام کی یہ صورت تھی کہ ساری قلمرو کو آٹھ صوبوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مکہ، مدینہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر، فلسطین، اگرچہ صوبے نہیں بڑے بڑے ملک تھے۔ چنانچہ ان کے ماتحت بہت سی ولایتیں تھیں۔ جن کے والی مذکورہ بالا آٹھ مملکتوں میں سے کسی کے ماتحت ہوتے۔ اور اس کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ کوفہ و بصرہ خاص طور پر آباد کر کے قلمرو فارس کے تمام علاقوں کے مرکز قرار پا گئے تھے۔ اسی طرح مصر کا شہر فسطاط مجاہدین عرب کی نو آبادی کی حیثیت سے اس ساری قلمرو کا مرکز قرار پا گیا تھا جو افریقہ اور مغرب میں روز بروز وسعت

حاصل کرتی جاتی تھی۔ علی ہذا القیاس شام کی نوآبادیاں شمال میں قلمرو اسلام کو پھیلاتی جاتی تھیں۔ لہٰذا ان علاقوں کی فوجوں کی کوشش سے جو نئے ملک فتح ہوتے سب انھیں کی حکومت میں شامل کر دیے جاتے۔

نوآبادیوں اور لشکرگاہوں کے قائم کرنے کی مصلحت

ان نوآبادیوں اور لشکرگاہوں کا قائم کرنا بھی حضرت عمر کی عجیب و غریب انتظامی قابلیت کا ثبوت ہے۔ مجاہدین عرب ایران و روم و مصر میں کامیاب ہو کر وہاں کی پر لطف معاشرت کے عادی ہو گئے تھے پھر اس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ وہ حضرات ان ملکوں کو چھوڑ کر چلے آتے تو ان پر قبضہ رکھنا دشوار ہو جاتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ان شاداب ملکوں میں رہنے۔ وہاں کی غذائیں کھانے۔ اور وہاں کی سرسبزی اور دولتمندی سے متمتع ہونے کے بعد مجاہدین عرب کا صحرائے عرب میں واپس آ کر پھر اگلی سادی زندگی اختیار کرنا دشوار تھا۔ اسی لیے انھیں ملکوں کی سرحد پر اور عرب سے قریب قریب ایسے شہر بسا دیے گئے جن کو مجاہدین نے اپنا وطن قرار دے لیا۔ ان میں ایک قسم کی مستقل فوج یعنے آج کل کی اصطلاح کے مطابق "اسٹینڈنگ آرمی" رکھی گئی۔ اور چونکہ وہ خاص مجاہدین کی آبادیاں تھیں اس لیے وہاں ہر وقت کافی مقدار میں والنٹیروں کا لشکر بھی مرتب ہو سکتا تھا۔ اور چونکہ وہ لوگ قریب قریب ہر سال حج کے لیے آتے اور دارالخلافت مدینہ سے اپنے تعلقات قائم رکھتے اس لیے وہ اپنی عربیت اور اپنے وطنی و دینی جذبات سے بھی یا وہ علیحدہ نہیں ہو سکتے تھے۔

صوبہ کے عہدہ دار

ان صوبوں میں سے اکثر جگہ اتنے عہدہ داران خلافت رہا کرتے۔ اول والی جو صوبہ کا حاکم ہوتا۔ دوسرا کاتب یعنی دفتر صوبہ داری کا میر منشی۔ تیسرا کاتب دیوان یعنے دفتر فوج کا میر منشی۔ چوتھا صاحب الخراج یعنے کلکٹر۔ یہ محاصل ملک کے وصول کرنے کا ذمہ دار ہوتا۔ پانچواں احداث یعنے افسر پولیس۔ چھٹا صاحب المال یعنے افسر خزانہ۔ ساتواں قاضی یعنے جج اور حاکم عدالت۔ بعض صوبوں میں یہ سب عہدہ دار نہ ہوتے تو وہاں والی ہی ان سب خدمات کو انجام دیتا۔

قدیم فتحیاب عربوں کا اصول

اہل عرب کا پرانا طریقہ یہ تھا کہ جس ملک اور قوم کو جو فتح کرے وہی اس کا مالک ہے۔ یہی ہمیشہ اہل عرب میں ہوتا رہا تھا۔ چنانچہ اس اصول کے مطابق شام و عراق و مصر کے تمام فاتح مجاہدین اصرار کر رہے تھے کہ جن ملکوں کو ہم نے فتح کیا ہے وہ ہم ہی کو دے دیے جائیں۔ اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اسی رائے کے طرفدار تھے۔ حضرت عمر نے بڑے غور و خوض کے بعد قرآن مجید سے ثابت کیا کہ ایسا نہ ہونا چاہیے۔ اور اسی وقت سے مفتوحہ

مفتوحہ ممالک کا قبضہ خلافت

حمالک سلطنت کی جائداد قرار پائے۔اور ان میں وہی انتظامات جاری کردیے گئے جو ایرانیوں یا رومیوں کے عہد میں جاری تھے۔

اُس کی برکتیں۔

اور تمدن اسلام کی بنیاد۔

مفتوحہ ممالک کو خلافت کے زیرنگیں ہوتے ہی یہ برکتیں حاصل ہوئیں کہ گذشتہ قوانین میں جو خرابیاں اور بے انصافیاں تھیں نکال ڈالی گئیں۔ مردم شماری ہوئی۔ زمین کی پیمائش کی گئی۔ زمینوں کی پیداوار بڑھانے کے لیے نہریں جاری ہوئیں۔ پولیس کا انتظام ہوا۔ عدالتیں قائم ہوئیں۔ غرض ایسی ایسی کارروائیاں عمل میں آئیں کہ اسلامی تمدن کی بنیاد پڑ گئی۔اس انتظام میں حضرت عمر کے زمانے میں یہ ہوا کہ ان ملکوں میں جو علاقے پیشتر خاندان شاہی کی جاگیر میں تھے آتشکدوں پر وقف تھے لاوارثوں مفروروں اور باغیوں کی جائداد تھے۔ وہ زمینیں جو سڑکوں اور ڈاک کے کام میں آتی تھیں۔یا وہ جو دریا برد اور دریا برآر کے انقلابات سے حاصل ہوتیں۔اور نیز جنگل خاص سلطنت کی جائداد قرار پا گئے۔اور ان کی آمدنی جو ستر لاکھ سالانہ تھی رفاہ عام کے کاموں کیلئے مخصوص کردی گئی۔ان کے سوا جتنی زمین تھی سب انھیں لوگوں کے قبضے میں چھوڑ دی گئی جو اس پر پہلے سے قابض چلے آتے تھے۔اور اس سے ظاہر ہے کہ پُرانے زمینداروں اور مرزبانانِ عجم کی حیثیت اپنی حکومت کے زمانے سے زیادہ اچھی ہو گئی۔

مفتوحہ ملکوں کے پہلے انتظام کی خرابیاں۔

نظام فاروقی سے رعایا کا فائدہ۔

قدیم انتظام ان ملکوں میں یہ تھا کہ تمام زمینیں فوجی افسروں یا مذہبی اوقاف میں دیدی گئی تھیں رعایا کو زمین کی ملکیت سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ وہ کاشتکاری کرتی۔ اور اس کی حیثیت بالکل غلاموں کی سی تھی۔حضرت عمر کے عہد میں جب وہ ممالک فتح ہوئے تو پُرانے قابضان زمین اکثر بھاگ گئے۔ لہذا اگلے زمینداروں کے بھاگ جانے کے باعث کل اراضی کا بندوبست رعایا کے ساتھ ہو گیا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا کی حیثیت پہلے سے بہت زیادہ اچھی ہو گئی۔ اور ان لوگوں کو زمینداری کے حقوق حاصل ہو گئے جو پہلے ذلیل غلامی میں مبتلا تھے۔ پُرانے قابضان اراضی کے مقام پر اب اہل عرب پہونچے تھے اور چونکہ یہ لوگ بھی فوجی افسروں کی شان رکھتے تھے اس لیے ممکن تھا کہ ان کو وہ زمینداریاں مل جائیں مگر حضرت عمر نے قطعی ممانعت کردی تھی کہ عربوں کو ایک چپہ بھر زمین بھی نہ دی جائے۔ جناب فاروق کا یہ قانون تھا کہ

عربوں کو وہاں زمیندار بننے کی ممانعت۔

اہل عرب مفتوحہ علاقوں میں زمینداری نہ پیدا کرسکیں۔حتی کہ عربوں کو ان ملکوں میں کاشتکاری کی بھی اجازت نہ تھی۔بعض صحابہ نے زمینیں مول لیں تو حضرت عمر نے خبر پاتے ہی اس بیع کو مسترد کرادیا۔

اس کی مصلحت

حضرت عمر اس کارروائی کو عربوں اور رعایا دونوں کے حق میں مفید سمجھتے ہوئے تھے عربوں کے لیے وہ نہیں پسند فرماتے تھے کہ دوسرے ملکوں کے متوطن بنکر وہاں کی خصوصیتیں حاصل کریں۔ اور عربیت سے دور جا پڑیں۔ اور اس کی مصلحت آج بخوبی نظر آسکتی ہے جبکہ عربوں کی اولاد ہر ملک میں ریاستیں اور زمینداریاں پیدا کر کے اپنی اصلیت چھوڑ دینے کے نتیجے بھگت رہی ہے۔

اور کیا عجب کہ انگریزوں کا یہ اصول کہ سوا اپنی خاص نو آبادیوں کے دوسری جگہ ابنائے وطن کو متوطن ہونے کا موقع نہیں دیتے۔ اور ہمارے سولین اگر ہندوستان کی سکونت اختیار کر لیں تو ان کو اپنے بہت سے وطنی حقوق سے محروم ہو جانا پڑتا ہے اس تمدنی قانون فاروقی سے ماخوذ ہو۔

کسی فاتح نے رعایا کے ساتھ ایسا اچھا سلوک نہیں کیا۔

مذکورہ بالا انتظام کو دیکھ کر کسی کو اس میں شک نہیں رہ سکتا کہ آجتک دنیا کے کسی فاتح نے مفتوح ملک کی کسی رعایا کے ساتھ ایسا اچھا سلوک نہیں کیا تھا جیسا کہ صحابہ رسول اللہ صلعم خصوصًا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔ مولانا شبلی نے جن کی برکتوں سے ہم نے ہمیشہ اور خاص کر حضرت عمر کے یہ مختصر حالات مدون کرنے میں بیحد فائدہ اٹھایا ہے کیا خوب فرمایا ہے کہ "جب سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے آجتک کوئی شخص حضرت فاروق اعظم کے برابر فاتح و کشورستان نہیں گزرا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ آجتک کوئی اسٹیٹسمین بھی اس پایہ کا نہیں گزرا کہ اتنی تھوڑی مدت میں اس نے اپنی قلمرو میں ایسا نظم و نسق قائم کر دیا ہو جو فاتحوں اور مفتوحوں دونوں کے حق میں ایسا سودمند ہو۔ سچ یہ ہے کہ ایسا انتظام تمدنی نہ یونانی کر سکتے تھے نہ رومی جن کے قوانین تمدن کی دنیا میں دھوم ہے"۔

انصاف میں مسلم و غیر مسلم کا فرق نہ تھا

رعایا کے ساتھ مسلم ہو یا غیر مسلم آپ کا انصاف یکساں تھا۔ ایک بار شام کے ایک کاشتکار نے شکایت کی کہ لشکر اسلام کے گزرنے سے میری زراعت پامال ہوگئی۔ آپ نے فورًا اس کو دس ہزار درہم معاوضہ میں دلوا دیے۔ فوج میں ان کو بھرتی کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ مال غنیمت میں بھی شریک کئے گئے۔ اور خیراتی وظائف سے بھی وہ محروم نہیں رکھے گئے۔

عدالتی انتظام

اسلام میں عدالتی انتظام بھی حضرت عمر ہی سے شروع ہوا عیسائیوں اور غیر مذہبوں کو حکم تھا کہ اپنی نزاعوں کا تصفیہ اپنے پیشواؤں اور مقتداؤں سے کرائیں۔ مسلمانوں کے مقدمات قاضیوں کے سامنے پیش ہوتے۔ اور حضرت عمر اس نازک خدمت پہ جن لوگوں کو مقرر فرماتے

ان کی لیاقت اور قابلیت کو خوب جانچ لیتے۔ اور در اصل وہی عدالتیں اور اس عہد کے محکمہ جات افتا جن کا بعد ذکر آئے گا فقہ حنفیہ اور دوسری فقہوں کی بنیاد ہیں۔ قاضیوں کی نسبت ہمیشہ اس کی جانچ ہوتی کہ وہ کبھی کسی کی جنبہ داری تو نہیں کرتے۔ خاص مدینے کے قاضی حضرت زید بن ثابت تھے جو اس وقت علوم قرآن کے سب سے بڑے ماہر تسلیم کیے جاتے اسی لیے انھیں نے سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر کے عہد میں قرآن مجید کو ایک جلد میں جمع کیا تھا۔ ان کی عدالت پسندی کا امتحان لینے کے لیے ایک بار خود حضرت عمر مدعا علیہ کی حیثیت سے ان کے اجلاس پر گئے۔ اور اگر انھوں نے ان کے ساتھ معمولی سے اخلاق کو بھی فریق ثانی سے زیادہ برتا تو انھیں سخت الزام دیا۔

زید بن ثابت قاضی مدینہ

[illegible]

عدالت کے متعلق حضرت عمر کی کوشش تھی کہ انصاف بلا رورعایت ہو! ور سستا ہو۔ یعنی کسی کو اپنے معاملے کا تصفیہ کرانے اور دادخواہی میں کسی قسم کا زیر بار نہ ہونے پڑے۔ چنانچہ قاضیوں کے علاوہ آپ نے ایک محترم گروہ پیدا کر دیا جو لوگ مفتی کہلاتے۔ حاکم شرع اور منصف یا جج نہ ہوتے مگر جو کوئی شرع اسلام کا قانونی فیصلہ اپنے معاملات میں معلوم کرنا چاہتا اس کو بغیر کسی اجرت کے بتا دیتے۔ یہ مفتی قلمرو اسلام میں ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ جو مسلمان رعایا اور نیز ذمیوں کو عدالت میں جانے سے پہلے ان کے حقوق بتا دیا کرتے۔ اسی دور کی رحمت اور خاص حضرت عمر کی برکت ہے کہ آج ہم ہندوستان کے ہر ہر گانوؤں میں قاضیوں، مفتیوں خطیبوں اور محتسبوں کو پاتے ہیں جنھیں اگلے حکمرانوں نے بسر اوقات کے لیے معتد بہ جاگیریں دے رکھی تھیں۔ مگر افسوس جہالت و لاعلمی نے اب ان کو بالکل بیکار کر دیا۔ اور سوا اپنے خاندانی رسوخ پر فخر و ناز کرنے کے وہ اس قابل بھی نہیں ہیں کہ کسب معیشت کے لیے ہاتھ پاؤں ہلا سکیں۔

محکمہ افتا۔

اس دور کی یادگاریں ہندوستان میں۔

مدینے میں جب مال غنیمت کی کثرت ہوئی تو حضرت عمر نے "بیت المال" کے ساتھ خزانہ خلافت قائم کیا۔ جس میں روپیہ پیسہ ہی نہیں بلکہ کپڑے گھوڑے اونٹ اور بھیڑ بکریاں بھی جمع رہتیں۔ بیت المال کی آمدنی پہلے تو زکوٰۃ کی رقم تھی جو ایک سالانہ ٹکس کے طریقے پر مسلمانوں سے وصول ہوتی۔ اس کے بعد مال غنیمت کا پانچواں حصہ تھا جو مجاہدین سے خلافت کو وصول ہوتا۔ اس کے علاوہ جزیہ کی رقم تھی جو مفتوح قوموں سے وصول ہوتی یا جو زمین کا محصول کاشتکاروں سے ملتا۔ آپ ہی کے عہد میں ہمایوں سے مال تجارت کا محصول بھی

بیت المال قائم کرنا۔

وصول ہونا شروع ہوا۔ غرض یہ سب آمدنی بیت المال میں جمع ہوتی۔ اور اس میں ہر مد کے جدا جدا مصارف مقرر تھے۔ اگرچہ اس کا صدر مقام مدینہ طیبہ تھا مگر اس کی شاخیں ہر صوبہ داری اور ہر ولایت میں قائم تھیں۔

وظائف — حضرت عمر نے اس آمدنی سے تمام مہاجرین و انصار بلکہ مدینہ کے کل رہنے والوں اور عرب کے تمام مجاہدین کے نام چاہے وہ کہیں ہوں سالانہ وظائف مقرر فرما دیئے۔ اور مسلمانوں اور عربوں ہی کو نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم لوگوں کو بھی اس سے سالانہ رقمیں ملا کرتیں۔ ۱۵ھ میں جب ان وظائف کے جاری کرنے کا مشورہ کیا گیا تو بعض لوگوں نے اختلاف کیا۔ اور کہا کہ بلا معاوضہ خدمت وظائف کے مقرر کرنے کا انجام یہ ہوگا کہ عربوں کی اولاد چند ہی روز کے اندر عیش طلب بیکار اور کاہل ہو جائے گی۔ یہ نہایت ہی عاقبت اندیشانہ مشورہ تھا۔ مگر حضرت عمر نے اس کے تسلیم کرنے کے بعد جو جواب فرمایا وہ بھی لاجواب ہے۔ فرمایا "یہ جو کچھ آتا ہے انہیں لوگوں کا حق ہے۔ پھر مجھے ان کو اس سے محروم رکھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟" یہ فرما کے وظائف جاری کر دیئے۔

دفتر خلافت کا قیام — خزانے کے جمع ہونے سے مصارف کے مدات قائم ہوئے اور لاکھوں وظیفہ پانے والوں کی اسم نویسی کی ضرورت سے دفتر کی ضرورت پیش آئی۔ اور آپ نے دیوان کے نام سے دفتر بھی قائم فرما دیا۔ مدینے ہی میں نہیں تمام صوبہ داروں کے مستقروں میں یہ دفاتر لینے دیوان قائم ہو گئے۔ جن کا آغاز بھی اسی ۱۵ھ سے ہوا۔ اور جس سے ہندوستان نے یہ فائدہ اٹھایا کہ آج تک دفتروں کے ہندو "محرر دیوان جی" کہلاتے ہیں۔

فوجی انتظام — فوجی انتظام بھی جداگانہ قائم ہوا۔ عرب اگرچہ بڑے لڑنے والے تھے۔ اور ہمیشہ جنگ و پیکار میں مصروف رہتے۔ مگر بجز اس کے کچھ نہ جانتے تھے کہ ضرورت حرب کے موقعوں پر مختلف قبائل جمع ہو جاتے۔ اور ہر قبیلے والے اپنے اپنے سردار کے جھنڈے کے نیچے لڑتے۔

عربوں میں پہلی ترتیب فوج — حضرت عمر کے عہد میں اول تو خالد بن ولید نے رومیوں کے طریقہ جنگ اور ترتیب فوج سے اخذ کر کے سپہگران عرب کو متمدن اقوام کے اصول پر مرتب کیا۔ پھر حضرت فاروق نے جا بجا

مقررہ فوجیں — لشکر گاہیں قائم کیں جو مقامات دشمنوں کی سرحد سے قریب تھے وہاں قلعہ بندیاں کیں مختص المقام فوجیں رکھیں۔ اور ان کے لیے ہر موسم کے مناسب مقامات مقرر کیے۔ کوفے اور بصرے میں ایک خاص تعداد میں باقاعدہ لشکر رہنے لگا۔ جو ضرورت کے اوقات میں دشمنوں کے مقابلے پر

روانہ ہوجاتا۔ یہ مقررہ فوجیں جن کو وظیفہ ملتا تھا مسلمانوں اور عربوں ہی میں محدود نہیں بلکہ اُن میں یہودی عیسائی مجوسی اور ہندو جاٹ تک موجود تھے۔ ان کی تنخواہوں کے تقسیم کے لیے بخشی مقرر ہوئے جو عریف کہلاتے تھے۔ اور فوجوں کا انتظام نہایت مکمل ہوگیا۔ اُن میں اکثر افسر خزانہ محاسب۔ قاضی طبیب و جراح اور متعدد مترجم بھی موجود رہا کرتے۔

عہدہ داران فوج۔

محکمہ جاسوسی

دشمنوں کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لیے حضرت عمر نے جاسوسی کا بھی نہایت مناسب انتظام کر دیا تھا۔ اس کام پر اکثر غیر مسلم لوگ تھے جن کے ساتھ خاص اسی خدمت کے معاوضہ میں جزیہ اور محصول اراضی میں تخفیف کر دی گئی! اور وہ مسلمان سپہ سالاروں اور سرداروں کو برابر دشمن کی نقل و حرکت اور مخالفانہ کارروائیوں کی خبریں پہونچاتے رہتے۔

مسلمانوں کی مخبری۔

خود حضرت عمر نے مسلمان سرداروں اور مجاہدوں کے طرز عمل سے واقف رہنے کیلئے مخبروں کا ایسا اچھا انتظام کر رکھا تھا کہ مدینے میں بیٹھے بیٹھے روم و شام و مصر و عجم کی خبریں روز پہونچتی رہتیں۔ کسی والی سے ادنیٰ بھی لغزش ہوگئی اور اس سے جواب طلب ہوا۔ اور اسے حیرت ہوجاتی کہ ایسے ایسے ذرا ذرا سے معاملات کی خبر حضرت خلافت مآب کو کیسے ہوجاتی ہے۔

گھوڑوں کی نسل بڑھانے کا انتظام۔

فوجی ترتیب کے سلسلے میں آپ نے گھوڑوں کی نسل درست کرنے اور بڑھانے کا بھی خاص انتظام فرمایا۔ جس کی برکت سے مسلمان سپہگروں کو لڑائی کے لیے بہترین گھوڑے مل جایا کرتے۔ اور گو کہ اس میں شک نہیں کہ اہل عرب کے پاس ہمیشہ سے اچھے اچھے گھوڑے تھے۔ مگر گھوڑوں کو پالنا جو عربوں کی زندگی کا اہم جز بن گیا ہے! اور ان میں گھوڑوں کے نسب نامے مرتب رہا کرتے ہیں۔ یہ غالباً حضرت فاروق اعظم کی اسی کوشش کی برکت ہے۔

دارالضرب۔

بعض اہل روایت کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے عہد میں پہلے پہل اسلام میں دینار و درہم بھی ڈھالے گئے۔ اگرچہ خاص اپنا سکہ نہیں جاری کیا گیا وہی عجمی و رومی مروجہ سکہ ڈھال لیے گئے۔[۱]

سنہ ہجری کی بنیاد۔

دفاتر کی ضرورت نے حضرت عمر کو اس جانب توجہ دلائی کہ ایک مستقل سنہ جاری فرمائیں۔ عربوں میں کسی سنہ کا رواج نہ تھا۔ زمانے کا اندازہ وہ اہم واقعات کے ذریعے سے کیا کرتے۔ مثلاً ان کی جاہلیت کی لڑائیاں۔ یا ایسے واقعات جیسے ابرہہ کا کعبہ کے

---

[۱] النقود الاسلامیۃ للمقریزی۔ والاحکام السلطانیۃ للماوردی۔

ڈھانے کو آنا جو واقعہ اصحاب فیل کہلاتا ہے۔ اور اسی قسم کے اور واقعات۔ حضرت عمرؓ نے یہ خیال فرمایا کہ ترقی اسلام کی بنیاد ہجرت رسول خدا صلعم سے پڑی ہے۔ لہٰذا اسی وقت حساب لگا کر سنہ ہجری کو جاری فرما دیا۔ اور تمام دفاتر اور نیز معاملات میں اسی سنہ سے زمانے کا اندازہ کیا جانے لگا۔ جس وقت آپ نے اس سنہ کی بنیاد ڈالی ہجرت نبوی کو سولہ برس گزر چکے تھے۔

آپ جو اکثر راتوں کو پھرا کرتے اس کا فقط یہی مقصد نہ تھا کہ محتاجوں اور مسکینوں کا پتہ لگا کر ان کی کفالت فرمائیں۔ بلکہ بہت سے ملکی اور انتظامی مصالح میں بھی راتوں کو کوچہ گردی سے مدد ملتی۔ اکثر معلوم ہو جاتا کہ لوگ کس حال اور کن مشاغل میں ہیں۔ (راتوں کو پھرنے کی وجہ غائی منفعت)

اس عورت کا حال ہم پہلی فصل میں بیان کر چکے ہیں جو بچہ کے نام پر وظیفہ جاری ہونے کے لالچ میں قبل از وقت اس کا دودھ چھڑا رہی تھی۔ حضرت عمرؓ کو اس عورت کا بیان سنتے ہی تنبہ ہوا اور اسی کی صبح کو اعلان کر دیا کہ مائیں بچوں کو نہ ستائیں۔ ان کے نام روز ولادت ہی سے وظیفہ جاری کر دیا جائے گا۔ (عورت جو قبل از وقت بچہ کا دودھ چھڑا رہی تھی)

اس سے زیادہ لطف کا یہ واقعہ ہے کہ ایک رات کسی عورت کو تنہا مکان میں لیٹے لیٹے چند اشعار گاتے سنا۔ جن کا مضمون یہ تھا کہ کمبخت رات کاٹے نہیں کٹتی آسمان کے تارے سیر میں ہیں اور میں تنہا پڑی ہوں۔ کوئی جلیس و ہمنشیں نہیں کہ اس سے دل بہلاتی۔ یا اختلاط کی باتیں کرتی۔ اور خدا کا ڈر نہ ہوتا تو کچھ اور حالت ہوتی۔" آپ سنتے ہی رک گئے۔ اس عورت کو دروازے پر بلایا۔ اور ان اشعار کے پڑھنے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا "میرے شوہر جہاد پر گئے ہوئے ہیں اور ان کے فراق میں مجھے چین نہیں پڑتا۔ نہ نیند آتی ہے نہ رات کاٹے کٹتی ہے۔ مجبوراً ایسی شعر پڑھ کے دل بہلایا کرتی ہوں۔" فوراً واپس آئے۔ اور سوچنے لگے کہ ایسا نہ ہو جہاد خاتونان عرب کے لیے فتنہ ہو جائے اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہؓ سے پوچھا کہ عورتیں کتنی مدت تک شوہر کی مفارقت کو بآسانی برداشت کر سکتی ہیں۔ شرم سے وہ جواب نہ دے سکیں تو کہا شرع میں شرم نہ کرنا چاہیے۔ آخر انھوں نے چار مہینے کی مدت بتائی۔ اور آپ نے فوراً تمام سپہ سالاران جہاد کو حکم بھیج دیا کہ کوئی مجاہد سپہ گر چار مہینے سے زیادہ میدان جنگ میں نہ روکا جائے۔ (عورت جو شوہر کے فراق میں پریشان تھی)

باوجود مزاج کی درشتی کے معقول پسندی ایسی تھی کہ موجہ بات سن کر فوراً خاموش ہو جاتے ایک روز شب گشت میں عبدالرحمٰن بن عوف کو ان کے گھر سے لے کر چلے اور بازار میں ایک (معقول پسندی)

زینے پر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے! اتنے میں ایک طرف چراغ کی روشنی دکھائی دی کہا میں نے تو عام حکم دے رکھا ہے کہ رات کو چراغ گل کر دیے جایا کریں۔ یہ کون شخص اس وقت چراغ جلا رہا ہے قریب جا کے دیکھا تو یہ تماشا نظر آیا کہ چند لوگ بیٹھے شراب دیکھ رہے ہیں مکان دیکھ لیا تھا۔ صبح ہوتے ہی اس شخص کو بلا بھیجا اور کہا "تم چند رفقا کے ساتھ بیٹھے شراب پی رہے تھے" اس نے کہا "امیر المومنین آپ کو اس کی کس نے خبر دی؟" فرمایا "خود میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا"۔ اس نے کہا "مگر خدا نے تو لوگوں کے معاملات میں جاسوسی کرنے سے منع فرمایا ہے"۔ اس جواب سے خاموش کر دیا اور بغیر اس کے کہ کوئی کارروائی کریں اسے واپس جانے کی اجازت دی۔

مستقل دولت اسلام کی بنیاد۔

اصل یہ ہے کہ آپ نے ممالک کو فتح کرنے کے بعد اپنے ہی زمانے میں ان کا ایسا اچھا انتظام کر دیا تھا کہ اہل عرب کی عام تاریخی حالت کے خلاف ان ملکوں پر عربوں کی مستقل دولت اسلام قائم ہو گئی۔ مگر افسوس اسلام کو آپ کی مبارک ذات سے تھوڑے ہی دنوں فائدہ اٹھانے کا موقع ملا تھا کہ آپ نے فردوس بریں کی راہ لی۔ اگر چند روز اور زندہ رہتے تو دنیا کا کوئی حصہ علم اسلام کی برکتوں سے محروم نہ رہ جاتا۔

دورہ کرنیکا ارادہ۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "حضرت عمر فرماتے تھے کہ اگر میں زندہ رہا تو پورے ایک سال تک ملک مفتوحہ میں دورہ کروں گا میں جانتا ہوں کہ لوگوں کی جو خواہشیں ہیں وہ میرے کان تک نہیں پہونچ سکتیں۔ اس خیال سے میرا ارادہ دورہ کرنے کا ہے۔ دو مہینے شام میں دو مہینے الجزیرہ میں دو مہینے مصر میں دو مہینے کوفے میں دو مہینے بحرین میں اور دو مہینے بصرے میں ہوں گا اور یہ کیسا لطف کا سال ہوگا"۔ مگر افسوس آپ کی یہ آرزو پوری نہ ہونے پائی اور مذکورہ ممالک آپ کے قدوم میمنت لزوم سے محروم رہ گئے۔

کسی مخالفت کو ابھرنے نہ دیا۔

حضرت عمر کا اعلیٰ ترین تدبر اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمہوریت کے اصول کو پیش نظر رکھ کے ان قبیلوں اور خاندانوں کو جو بڑے بڑے دعوے رکھتے تھے اس طرح دبائے رکھا کہ کوئی فتنہ پیدا ہونے پایا اور نہ ترقی اسلام کی رفتار میں فرق آسکا۔ خاص قریش میں سے بنی ہاشم و بنی امیہ ریاست و افضلیت کے بڑے دعوے دار تھے۔ دونوں میں رقابت تھی اور اپنے سوا دوسرے کو سر اٹھاتے نہ دیکھ سکتے تھے۔ حضرت عمر نے ان دونوں گروہوں کو دبائے رکھا۔ بنی امیہ میں چونکہ حکمرانی کا اچھا سلیقہ تھا اس لیے ان کے ہاتھ میں حکومت دی مگر اپنے عہد میں ان کو اس طرح دبائے رکھا کہ مجال نہ تھی کسی حکم میں ذرا بھی سرتابی کریں۔ مگر بنی ہاشم کی شان یہ تھی کہ

بنی ہاشم کو عہدوں پر نہ مقرر کرنے کی وجہ۔

اپنے عزیزوں کو بھی کوئی عہدہ نہ دیا۔

حضرت رسالت سے قرابت رکھنے کے باعث ان کو دبانا غیر ممکن تھا۔ اس لیے اُن کو آپ نے اگرچہ وظائف اور غنیمت وغیرہ سے حصّہ دینے میں ہمیشہ سب پر مقدم رکھا۔ اور ان کو سب سے زیادہ دیتے رہے مگر کہیں کی حکومت ان کے ہاتھ میں نہ دی۔ اسی طرح اپنے عزیزوں کے ہاتھ میں بھی کبھی حکومت کا کوئی اختیار نہیں رکھا۔ یہ اصول اُن کے نزدیک اس قدر اہم تھا کہ انتقال کے وقت سب سے پہلے یہی وصیت فرمائی۔ کہ جو خلیفہ ہو اس کو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ اقتدارات حکومت اپنے عزیزوں کے ہاتھ میں نہ دے۔ اور نہ اپنے خاندان کو بڑھائے۔

یہی وصیت اوروں کو۔

بہرحال حضرت عمر نے جس بنیاد نفسی بے غرضی اور عدالت گستری سے اپنی زندگی ترقی دین الٰہی میں صرف کردی پھر کبھی کسی کو نہ نصیب ہو سکا۔ اور ان کے اصول اور ان کی وصیت پر عمل نہ کرنے ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کی آنکھیں بند ہوتے ہی ایسا فتنہ پیدا ہوا کہ آج تک نہ مٹا۔ اور سچ یہ ہے کہ زوال دولت اسلام کا اصلی باعث وہی ہے۔

اس پر عمل نہ ہونے کا ضرر۔

تمّت

غلط نامہ

جلد اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۷	نمودار ہے	نمودار ہوئے	۱۰۵	۵	حبل	جبل
۱۶	۴	تبایعہ	تبابعہ	۱۰۶	۱۶	خرم	حزم
۱۷	۶	تبایعہ	تبابعہ	۱۰۸	۲۳	پہیے	پہلے
۳۱	۱۷	حنیفہ، بیضاء	حنیفہ بیضاو	۱۰۹	۱۰	رجند	جند
۳۳	۴	خرام	حزام	۱۱۷	۳	ارشارہ	اشارہ
۳۶	۱۷	فانزر	فانذر	۱۲۶	۵	دوشیزہ	دوشیزہ
۳۶	۶	اوڑسنے	اوڑھنے	۱〃	۱۲	یوتانی	یونانی
۴۵	۱۶	بعشت	بعثت	۱۲۷	۴	دیوتالا	دیومالا
۴۶	۱۰	سودو	سودہ	۱۲۷	۱۳	یروں	پرون
۵۵	۱۴	گرلے	گڑھے	۱۲۸	۱۵	بندمی	بندی
۵۶	۲۵	غری	عزیٰ	۱۳۰	۷	تحلیق	تخلیق
۵۸	۵	اخراب	احزاب	۱۵۶	۱۹	ازدور	ازور
۶۵	۱۶	فیصلہ	یہ فیصلہ	۱۵۹	۱۳	جوائب	جوأب
۶۹	۲۵	ہانگا	ہانگاتو	۲۲۴	۲۰	دے کر	دیکر
۷۱	۶	اسقف	اسقف	۲۴۱	۹	ہوسے	ہوے
۹۷	۱۳	خرم	حزم	۲۴۳	۱۲	شجاحان	شجاعان
۱۰۲	۲	ہونے	ہوئے	۲۵۱	۲۰	جن	جن
۱۰۴	۲۵	ذی زمین	ذی زمین	۲۵۲	۱۰	تجے	بنجے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۴	۱۸	ابوعبیدہ نے	ابوعبیدہ کے	۳۴۷	۵	برچھے	برچھے
۲۷۱	۱۲	وفاث	وفات	۳۵۳	۱۰	دنوں	دونوں
۲۸۲	۱۴	استلام	اسلام	۳۵۶	۵	عرنی	عربی
۲۸۷	۲۵	اسّلام	اسلام	۳۶۵	۵	دیاہے ہے	دیا ہے
۲۹۶	۱۵	حبش	جیش	۳۷۲	۱۳	سنہ ۳۰	سنہ ۲۰
۳۰۱		نسل کسرے	نسل کسریٰ کے	۴۰۰	۱۳	راٹ کاٹی	رات کاٹی
۳۰۹	۵	اہل عحم	اہل عجم	۴۱۱	۱۴	خشرشنوم میں	خشرشنیم نے
۳۱۶	۱۴	دین حق طرف	دین حق کی طرف	۴۲۶	۱۳	مروشاہجان	مروشاہجیان
۳۲۳	۱۶	ایک گھاٹی	ایک گھاٹی میں	۴۳۴	۵	نوبندجان	توبندجان
۳۳۳	۷	زیادہ زیادہ بڑھ گئی	زیادہ بڑھ گئی	۴۵۵	۱	جاہیں	جائیں
۳۴۶	۱۱	قبول کرے میں	قبول کرنے میں	۴۸۷	۱۶	لیبٹ کے	لیٹ کے

تمت